

فہرست کتابیات الشیعہ انجامیہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲	بروزیہ شیعہ مخالفین کو زکوٰۃ کا حرام ہے	۵۵	بنابر اصول شیعہ کے خدا پر عقول حاکم ہیں
۵	اطلاق عصمت ائمہ	۶۱	نہایت میں در زکوٰۃ نہایت بولانا حرام ہے
۷	ذکر متاخرہ و داناہ	۶۴	نہایت شیعہ میں مباحثہ مذہبی حرام ہے
۸	انما من ضروری بطور قدر	۸۰	دین ایمان کے ماخذ شیعہ و اہل سنت کو بیان کرنا ہیں
۱۳	تردید نہایت	۸۲	محققین شیعہ کے نزدیک یہاں ایمر برائے رسول تمام انبیاء و رسول ہیں
۱۶	تحقیق	۸۲	اصول شیعہ کے اہل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی افضل ہیں
۲۷	شاہ عبدالغنی صاحب تحفین اپنا نام کوین نہیں کہا	۸۲	شیعوں کے راوی ائمہ کی طرف سے اوپر تہمت ہیں
۳۰	ترذیہ اصل کتاب	۵۷	شیعہ کے نزدیک مخالف شیعہ کی روایت بھی مقبول ہے
۳۱	آد کی تقسیم اصحاب پر	۹۳	بعض دینیان حدیث سفینہ و تفسیر و حدیث نجوم
۳۲	زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنا خلاف تشیع ہر	۹۹	اجماع دلیل قطعی ہے
۳۵	ارشاد امام قزوینی و قزوینی دین میں کلام کرنا منع ہر	۱۰۱	حضرت شیعہ کا عجیب و غریب اجماع
۳۶	اکابر شیعہ نے مذہب کے چہاں نے بین امام کی اطاعت نہ کی	۱۰۲	محدثین شیعہ کے نزدیک اصول و فروع و خراجہ ثابت ہو گئے
۳۸	ہندو بدعات کو دقت سکوت کرنے والا ملعون ہے	۱۰۶	انبیاء کے کفر کا ثبوت روایات شیعہ کے موافق
۴۶	اعراف فضیلت و معصیت خلفائے ثلاثہ و فضیلت و معصیت کو نہیں ہے	۱۱۱	اہل بیت کی جناب میں حضرت شیعہ کی گستاخان
۴۹	امام امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے فضل کی بے انتہائی ہے	۱۱۳	شیعہ کے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی بیعت خارج ہیں
۵۲	شیعہ کو مخالفین سے جو کہتا ہے کہ ان کو کفر کا ثبوت نہیں ہوتا ہے	۱۱۶	صحیحہ مقبولین شیعہ کے حالات
۵۴	حسن تفسیر	۱۲۴	صحیحہ مقبولین شیعہ بارہ ہزار تھے

۱۲۶	نصائل صحابہ	۲۰۰	تیسو میں اختلاف اس کا ہی دلائل ہوا ہے
۴	آیات و آثار و فضائل صحابہ	۲۰۱	اہل سنت نے جو فکر و اعتقاد خلافت کے تعلیم میں راہ پر لگے مصادره علیہ المظاہرہ حاصل ہے۔
۸۱	اہل الاموال کا جو کہ امتیاز جہین حضرت کے چچی سے چلے گئے	۲۰۶	بعض اصول شیعہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں
۱۲۶	مثالب صحابہ میں عبارت تنقید کی توجیہ	۲۰۸	وہابی طرز پر دیات شیعہ سے شرارت کا ابطال
۱۲۹	جواب مثالب صحابہ	۲۱۳	انہ صحت کو رد تو صریح ہے جس میں دلیل مطلق صحت کو پہلے طرح و رفع فرماتے ہیں
۱۵۱	اہل طعن کا جو کہ صحابہ کبار سے حضرت کی طرف سے جوہر ہوئی	۲۱۵	نقص صحت کے شور و غار و سریر کر کے الزام کا جواب
۱۵۲	احاق صحت کی دہم کی کا جواب	۲۱۸	جواب علیہ کہ دین کے بغیر کو اگر راہ خلافت میں دایا و انزل میں میرے
۵۵	حضرت عباس علیہ السلام کا کہنا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت نے نبی کی	۲۳۲	تقریفات شیعہ کے خلاف میں جرح قبح
۱۵۸	دبا جبکہ نہ ملا و نہ ان علامہ کسری کی تلمذ یہ	۲۳۲	عصمت
۱۶۱	اوس صحت کی جو شور و نقص خلافت پر دال ہے	۲۳۸	اثبات شیعہ خلافت کی پہلی دلیل کا ابطال
۱۶۲	ایلیات میں دولت تیسو تراش خواہن کرتے ہیں	۲۳۹	اثبات شیعہ خلافت ان کی دوسری دلیل اخذ و تفسیر کے ابطال
۱۶۵	حسب اہل شیعہ بنیاد پر غلط و باطل ہے شیعہ شریعت کے تیسو	۲۴۵	اثبات شیعہ خلافت ان کی تیسری دلیل اخذ و تفسیر کے ابطال
۱۶۶	جواب اہل طعن کا کہ حضرت ابوبکر میں دلیل بنیاد پر یہ کہ نہیں	۲۴۶	اثبات شیعہ خلافت ان کی چوتھی دلیل اخذ و تفسیر کے ابطال
۱۶۶	صحت آیات است مبعیہ عبد الرزاق لایحی	۲۴۸	دلیل عصمت انرا رفع
۱۶۶	تسبیح علیہ السلام حضرت پیغمبر سے نہیں کو از اسم و حق جبرہ اسلام سے تسمیہ دی۔	۲۴۹	اثبات شیعہ خلافت ان کی پہلی دلیل اخذ و تفسیر کے ابطال
۱۸۰	حضرت تیسو اصول و فروع میں تعلیم کے مخالف ہیں	۲۵۶	اثبات شیعہ خلافت ان کی دوسری دلیل اخذ و تفسیر کے ابطال
۱۸۳	ایمان صحابہ کے کلمہ عقائد خلافت کے ايمان ان میں ہو سکتا	۲۵۸	اثبات شیعہ خلافت ان کی تیسری دلیل اخذ و تفسیر کے ابطال
۱۸۶	حدیث شیعہ میں علی ۱۱۱ بار مستحکم ثابت الخ	۲۵۹	اثبات شیعہ خلافت ان کی چوتھی دلیل اخذ و تفسیر کے ابطال
۱۹۳	ترابط امت سے کہ ان جو تیسو صحت وضع ہوتی ہیں	۲۶۳	اثبات شیعہ خلافت ان کی پانچویں دلیل اخذ و تفسیر کے ابطال
۱۹۸	صحت تیسو نے ان کے کلمہ انباء کی عصمت میں قبح کیا ہے نہایت مست ہے۔	۲۶۴	نقص

۲۸۸	اثبات اثر افاض کے پہلی دلیل کا ابطال	۲۵۳	اثر افاض فضیلت کے نوین دلیل کا ابطال
۲۸۵	اثبات اثر افاض کی دوسری دلیل کا ابطال	۲۵۶	اثر افاض فضیلت کے دوسری دلیل کا ابطال
۲۸۳	اثبات اثر افاض کی تیسری دلیل کا ابطال	۲۵۷	اثر افاض فضیلت کے تیسری دلیل کا ابطال
۲۸۵	اثبات اثر افاض کے چوتھی دلیل کا ابطال	۲۵۹	اثر افاض فضیلت کے چوتھی دلیل کا ابطال
۲۸۲	اثبات اثر افاض کی پانچویں دلیل کا ابطال	۲۶۳	اثر افاض فضیلت کے چوتھیں دلیل کا ابطال
۲۸۷	اثبات اثر افاض کے چھٹی دلیل کا ابطال	۲۶۶	اثر افاض فضیلت کے چوتھیں دلیل کا ابطال
۲۹۱	اثبات اثر افاض کے ساتویں دلیل کا ابطال	۲۷۱	اثبات کی بابت اثر افاض کے خلاف غرض کا ثبوت
۲۹۴	اثبات اثر افاض کے آٹھویں دلیل کا ابطال	۲۷۲	حجرات علیہ السلام کے خلاف غرض کا ثبوت
۲۹۷	اثبات اثر افاض کے نوین دلیل کا ابطال	۲۷۵	امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلع خلافت فرمایا
۳۰۱	افضلیت	۲۷۹	امام امیر مومنین کی بابت اثر افاض کے ثبوت
۳۰۹	اثر افاض فضیلت کی پہلی دلیل کا ابطال	۲۸۵	افضلیت
۳۱۱	اثر افاض فضیلت کی دوسری دلیل کا ابطال	۲۹۸	افضلیت
۳۱۳	اثر افاض فضیلت کی تیسری دلیل کا ابطال	۳۰۵	افضلیت
۳۱۵	اثر افاض فضیلت کی چوتھی دلیل کا ابطال	۳۱۰	افضلیت
۳۱۹	اثر افاض فضیلت کی پانچویں دلیل کا ابطال	۳۱۳	افضلیت
۳۲۱	اثر افاض فضیلت کے ساتویں دلیل کا ابطال	۳۱۸	افضلیت
۳۲۲	اثر افاض فضیلت کے آٹھویں دلیل کا ابطال	۳۲۱	افضلیت
۳۲۶	اثر افاض فضیلت کے نوین دلیل کا ابطال	۳۲۵	افضلیت
۳۵۰	اثر افاض فضیلت کے آٹھویں دلیل کا ابطال	۳۲۸	افضلیت

۲۱۸	۵۴۰	انجیل بابت اہانت اس کو ایک جبریں برکتی کہ وہ جبراً اس	خود کی عقائدات میں ہی نشہ و ہر گیا ہے
۲۳۹	۵۴۲	نیم مری نے اس میں ملے چھوڑ دیا ہے۔	حدیث میں لم یزل نام اس حدیث عقائد چوتھوں میں لکھا
۲۴۱	۵۴۳	حدیث میں جو حدیث جبراً ہے اس کو جبراً ہی سمجھتے ہیں	جناب امیر ہی نہیں اس میں نہ جانتے تھے
۲۵۳	۵۴۹	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۲۵۹	۵۸۰	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۲۶۰	۵۸۹	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۲۶۲	۵۹۱	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۲۸۲	۵۹۸	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۲۹۸	۶۰۲	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۰۲	۶۰۹	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۰۳	۶۱۲	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۱۳	۶۱۶	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۲۵	۶۲۲	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۴۱	۶۲۶	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۴۳	۶۲۸	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۴۸	۶۵۱	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۶۲	۶۵۴	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے
۵۶۸	۶۶۰	انسانوں کو ایسا ہی لگتا ہے کہ جبراً ہی ہے	حدیث میں کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں کہ لکھا ہے

۷۴۳	نکاح ام کلثوم	۷۴۳	محبیب نے حضرت عباس کے نسبت قح کو تسلیم کر لیا
۷۴۴	اگر اہل سنت کی کتابوں میں فادق کا نکاح نسبت ہزار گنا ثابت ہو تو ان کو بھی کہہ سکتے ہیں	۷۴۴	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسبت شیعہ کی منسوبیہ
۷۴۵	اہل سنت کی کتابوں میں فادق کا نکاح ام کلثوم نسبت کر کے ہزار گنا ثابت ہو گا	۷۴۵	اگر محبیب کی تاویل غلطی اور ان کی تہذیب
۷۴۶	اہل تشیع کی کتابوں میں فادق کا نکاح نسبت کر کے ہزار گنا ثابت ہو گا	۷۴۶	شیعہ کے نزدیک ولد الزنا ہونے کا قاعدہ کلیہ
۷۴۷	شیعہ کے نزدیک اگر فادق کا نکاح ام کلثوم نسبت کر کے ہزار گنا ثابت ہو گا	۷۴۷	حسب روایات شیعہ آیت میں کان فی ہذہ اعمی الخ عباس کے
۷۴۸	ہے	۷۴۸	حق میں نازل ہوئی بطور خبر نہیں
۷۴۹	ہے	۷۴۹	طریقہ احوال بیت فاطمہ رحمہا کا جواب
۷۵۰	ہے	۷۵۰	قصہ ایقاع فعل اور صرف ہندیدہ و تحریف میں علت بار
۷۵۱	ہے	۷۵۱	ظاہر ہے فرق نہیں
۷۵۲	ہے	۷۵۲	احاطہ سبب کے لئے مثل ہنرم و غیرہ جمع کرنا غلط ہے اور شیعہ
۷۵۳	ہے	۷۵۳	قصہ ایقاع فعل نہیں
۷۵۴	ہے	۷۵۴	براہین شیعہ پر جواب کے اعتراض کا جواب
۷۵۵	ہے	۷۵۵	آیت نثار کو جواب میں قاضی نور اللہ شوستری کی غلطی
۷۵۶	ہے	۷۵۶	اور غلطی کی تائید کے بتوید
۷۵۷	ہے	۷۵۷	خطیبہ بلاد فلان میں حضرت حماد دہلوی قدس سرہ
۷۵۸	ہے	۷۵۸	تحقیق اور علامہ شوسری کا انکار اور اس کا ابطال
۷۵۹	ہے	۷۵۹	میرزا علی حنا آیت نیات کے نسبت کے علی اور خیریت کا جواب
۷۶۰	ہے	۷۶۰	خطیبہ بلاد فلان کے تحقیق میں میرزا ابوکریم باغیچہ کی حق میں ہے
۷۶۱	ہے	۷۶۱	اور شرح کی عبارت اور ادھر تحقیق
۷۶۲	ہے	۷۶۲	ابن عثیم نے شرح صحیح البخاری میں خطیبین حضرات پر مبالغہ کیا
۷۶۳	ہے	۷۶۳	فادق کی اور خراج میں کثیر تسلیل نہ کرنا
۷۶۴	ہے	۷۶۴	محبیب کے اس اعتراض کا جواب کہ علماء اہل سنت
۷۶۵	ہے	۷۶۵	نہ بلاد فلان کو غلطی اسی قسم کہتے ہیں
۷۶۶	ہے	۷۶۶	صاحب طعن الریان کا کتابت مجاہد اہل السنہ
۷۶۷	ہے	۷۶۷	تام کے گزرتا ہے صاحب نقد رحمہ اللہ کثیرت
۷۶۸	ہے	۷۶۸	نسبت کرنا غلط ہے
۷۶۹	ہے	۷۶۹	نکاح ام کلثوم
۷۷۰	ہے	۷۷۰	اگر اہل سنت کی کتابوں میں فادق کا نکاح نسبت ہزار گنا ثابت ہو تو ان کو بھی کہہ سکتے ہیں
۷۷۱	ہے	۷۷۱	اہل سنت کی کتابوں میں فادق کا نکاح ام کلثوم نسبت کر کے ہزار گنا ثابت ہو گا
۷۷۲	ہے	۷۷۲	اہل تشیع کی کتابوں میں فادق کا نکاح نسبت کر کے ہزار گنا ثابت ہو گا
۷۷۳	ہے	۷۷۳	شیعہ کے نزدیک اگر فادق کا نکاح ام کلثوم نسبت کر کے ہزار گنا ثابت ہو گا
۷۷۴	ہے	۷۷۴	ہے
۷۷۵	ہے	۷۷۵	ہے
۷۷۶	ہے	۷۷۶	ہے
۷۷۷	ہے	۷۷۷	ہے
۷۷۸	ہے	۷۷۸	ہے
۷۷۹	ہے	۷۷۹	ہے
۷۸۰	ہے	۷۸۰	ہے
۷۸۱	ہے	۷۸۱	ہے
۷۸۲	ہے	۷۸۲	ہے
۷۸۳	ہے	۷۸۳	ہے
۷۸۴	ہے	۷۸۴	ہے
۷۸۵	ہے	۷۸۵	ہے
۷۸۶	ہے	۷۸۶	ہے
۷۸۷	ہے	۷۸۷	ہے
۷۸۸	ہے	۷۸۸	ہے
۷۸۹	ہے	۷۸۹	ہے
۷۹۰	ہے	۷۹۰	ہے
۷۹۱	ہے	۷۹۱	ہے
۷۹۲	ہے	۷۹۲	ہے
۷۹۳	ہے	۷۹۳	ہے
۷۹۴	ہے	۷۹۴	ہے
۷۹۵	ہے	۷۹۵	ہے
۷۹۶	ہے	۷۹۶	ہے
۷۹۷	ہے	۷۹۷	ہے
۷۹۸	ہے	۷۹۸	ہے
۷۹۹	ہے	۷۹۹	ہے
۸۰۰	ہے	۸۰۰	ہے
۸۰۱	ہے	۸۰۱	ہے
۸۰۲	ہے	۸۰۲	ہے
۸۰۳	ہے	۸۰۳	ہے
۸۰۴	ہے	۸۰۴	ہے
۸۰۵	ہے	۸۰۵	ہے
۸۰۶	ہے	۸۰۶	ہے
۸۰۷	ہے	۸۰۷	ہے
۸۰۸	ہے	۸۰۸	ہے
۸۰۹	ہے	۸۰۹	ہے
۸۱۰	ہے	۸۱۰	ہے
۸۱۱	ہے	۸۱۱	ہے
۸۱۲	ہے	۸۱۲	ہے
۸۱۳	ہے	۸۱۳	ہے
۸۱۴	ہے	۸۱۴	ہے
۸۱۵	ہے	۸۱۵	ہے
۸۱۶	ہے	۸۱۶	ہے
۸۱۷	ہے	۸۱۷	ہے
۸۱۸	ہے	۸۱۸	ہے
۸۱۹	ہے	۸۱۹	ہے
۸۲۰	ہے	۸۲۰	ہے
۸۲۱	ہے	۸۲۱	ہے
۸۲۲	ہے	۸۲۲	ہے
۸۲۳	ہے	۸۲۳	ہے
۸۲۴	ہے	۸۲۴	ہے
۸۲۵	ہے	۸۲۵	ہے
۸۲۶	ہے	۸۲۶	ہے
۸۲۷	ہے	۸۲۷	ہے
۸۲۸	ہے	۸۲۸	ہے
۸۲۹	ہے	۸۲۹	ہے
۸۳۰	ہے	۸۳۰	ہے
۸۳۱	ہے	۸۳۱	ہے
۸۳۲	ہے	۸۳۲	ہے
۸۳۳	ہے	۸۳۳	ہے
۸۳۴	ہے	۸۳۴	ہے
۸۳۵	ہے	۸۳۵	ہے
۸۳۶	ہے	۸۳۶	ہے
۸۳۷	ہے	۸۳۷	ہے
۸۳۸	ہے	۸۳۸	ہے
۸۳۹	ہے	۸۳۹	ہے
۸۴۰	ہے	۸۴۰	ہے
۸۴۱	ہے	۸۴۱	ہے
۸۴۲	ہے	۸۴۲	ہے
۸۴۳	ہے	۸۴۳	ہے
۸۴۴	ہے	۸۴۴	ہے
۸۴۵	ہے	۸۴۵	ہے
۸۴۶	ہے	۸۴۶	ہے
۸۴۷	ہے	۸۴۷	ہے
۸۴۸	ہے	۸۴۸	ہے
۸۴۹	ہے	۸۴۹	ہے
۸۵۰	ہے	۸۵۰	ہے
۸۵۱	ہے	۸۵۱	ہے
۸۵۲	ہے	۸۵۲	ہے
۸۵۳	ہے	۸۵۳	ہے
۸۵۴	ہے	۸۵۴	ہے
۸۵۵	ہے	۸۵۵	ہے
۸۵۶	ہے	۸۵۶	ہے
۸۵۷	ہے	۸۵۷	ہے
۸۵۸	ہے	۸۵۸	ہے
۸۵۹	ہے	۸۵۹	ہے
۸۶۰	ہے	۸۶۰	ہے
۸۶۱	ہے	۸۶۱	ہے
۸۶۲	ہے	۸۶۲	ہے
۸۶۳	ہے	۸۶۳	ہے
۸۶۴	ہے	۸۶۴	ہے
۸۶۵	ہے	۸۶۵	ہے
۸۶۶	ہے	۸۶۶	ہے
۸۶۷	ہے	۸۶۷	ہے
۸۶۸	ہے	۸۶۸	ہے
۸۶۹	ہے	۸۶۹	ہے
۸۷۰	ہے	۸۷۰	ہے
۸۷۱	ہے	۸۷۱	ہے
۸۷۲	ہے	۸۷۲	ہے
۸۷۳	ہے	۸۷۳	ہے
۸۷۴	ہے	۸۷۴	ہے
۸۷۵	ہے	۸۷۵	ہے
۸۷۶	ہے	۸۷۶	ہے
۸۷۷	ہے	۸۷۷	ہے
۸۷۸	ہے	۸۷۸	ہے
۸۷۹	ہے	۸۷۹	ہے
۸۸۰	ہے	۸۸۰	ہے
۸۸۱	ہے	۸۸۱	ہے
۸۸۲	ہے	۸۸۲	ہے
۸۸۳	ہے	۸۸۳	ہے
۸۸۴	ہے	۸۸۴	ہے
۸۸۵	ہے	۸۸۵	ہے
۸۸۶	ہے	۸۸۶	ہے
۸۸۷	ہے	۸۸۷	ہے
۸۸۸	ہے	۸۸۸	ہے
۸۸۹	ہے	۸۸۹	ہے
۸۹۰	ہے	۸۹۰	ہے
۸۹۱	ہے	۸۹۱	ہے
۸۹۲	ہے	۸۹۲	ہے
۸۹۳	ہے	۸۹۳	ہے
۸۹۴	ہے	۸۹۴	ہے
۸۹۵	ہے	۸۹۵	ہے
۸۹۶	ہے	۸۹۶	ہے
۸۹۷	ہے	۸۹۷	ہے
۸۹۸	ہے	۸۹۸	ہے
۸۹۹	ہے	۸۹۹	ہے
۹۰۰	ہے	۹۰۰	ہے
۹۰۱	ہے	۹۰۱	ہے
۹۰۲	ہے	۹۰۲	ہے
۹۰۳	ہے	۹۰۳	ہے
۹۰۴	ہے	۹۰۴	ہے
۹۰۵	ہے	۹۰۵	ہے
۹۰۶	ہے	۹۰۶	ہے
۹۰۷	ہے	۹۰۷	ہے
۹۰۸	ہے	۹۰۸	ہے
۹۰۹	ہے	۹۰۹	ہے
۹۱۰	ہے	۹۱۰	ہے
۹۱۱	ہے	۹۱۱	ہے
۹۱۲	ہے	۹۱۲	ہے
۹۱۳	ہے	۹۱۳	ہے
۹۱۴	ہے	۹۱۴	ہے
۹۱۵	ہے	۹۱۵	ہے
۹۱۶	ہے	۹۱۶	ہے
۹۱۷	ہے	۹۱۷	ہے
۹۱۸	ہے	۹۱۸	ہے
۹۱۹	ہے	۹۱۹	ہے
۹۲۰	ہے	۹۲۰	ہے
۹۲۱	ہے	۹۲۱	ہے
۹۲۲	ہے	۹۲۲	ہے
۹۲۳	ہے	۹۲۳	ہے
۹۲۴	ہے	۹۲۴	ہے
۹۲۵	ہے	۹۲۵	ہے
۹۲۶	ہے	۹۲۶	ہے
۹۲۷	ہے	۹۲۷	ہے
۹۲۸	ہے	۹۲۸	ہے
۹۲۹	ہے	۹۲۹	ہے
۹۳۰	ہے	۹۳۰	ہے
۹۳۱	ہے	۹۳۱	ہے
۹۳۲	ہے	۹۳۲	ہے
۹۳۳	ہے	۹۳۳	ہے
۹۳۴	ہے	۹۳۴	ہے
۹۳۵	ہے	۹۳۵	ہے
۹۳۶	ہے	۹۳۶	ہے
۹۳۷	ہے	۹۳۷	ہے
۹۳۸	ہے	۹۳۸	ہے
۹۳۹	ہے	۹۳۹	ہے
۹۴۰	ہے	۹۴۰	ہے
۹۴۱	ہے	۹۴۱	ہے
۹۴۲	ہے	۹۴۲	ہے
۹۴۳	ہے	۹۴۳	ہے
۹۴۴	ہے	۹۴۴	ہے
۹۴۵	ہے	۹۴۵	ہے
۹۴۶	ہے	۹۴۶	ہے
۹۴۷	ہے	۹۴۷	ہے
۹۴۸	ہے	۹۴۸	ہے
۹۴۹	ہے	۹۴۹	ہے
۹۵۰	ہے	۹۵۰	ہے
۹۵۱	ہے	۹۵۱	ہے
۹۵۲	ہے	۹۵۲	ہے
۹۵۳	ہے	۹۵۳	ہے
۹۵۴	ہے	۹۵۴	ہے
۹۵۵	ہے	۹۵۵	ہے
۹۵۶	ہے	۹۵۶	ہے
۹۵۷	ہے	۹۵۷	ہے
۹۵۸	ہے	۹۵۸	ہے
۹۵۹	ہے	۹۵۹	ہے
۹۶۰	ہے	۹۶۰	ہے
۹۶۱	ہے	۹۶۱	ہے
۹۶۲	ہے	۹۶۲	ہے
۹۶۳	ہے	۹۶۳	ہے
۹۶۴	ہے	۹۶۴	ہے
۹۶۵	ہے	۹۶۵	ہے
۹۶۶	ہے	۹۶۶	ہے
۹۶۷	ہے	۹۶۷	ہے
۹۶۸	ہے	۹۶۸	ہے
۹۶۹	ہے	۹۶۹	ہے
۹۷۰	ہے	۹۷۰	ہے
۹۷۱	ہے	۹۷۱	ہے
۹۷۲	ہے	۹۷۲	ہے
۹۷۳	ہے	۹۷۳	ہے
۹۷۴	ہے	۹۷۴	ہے
۹۷۵	ہے	۹۷۵	ہے
۹۷۶	ہے	۹۷۶	ہے
۹۷۷	ہے	۹۷۷	ہے
۹۷۸	ہے	۹۷۸	ہے
۹۷۹	ہے	۹۷۹	ہے
۹۸۰	ہے	۹۸۰	ہے
۹۸۱	ہے	۹۸۱	ہے
۹۸۲	ہے	۹۸۲	ہے
۹۸۳	ہے	۹۸۳	ہے
۹۸۴	ہے	۹۸۴	ہے
۹۸۵	ہے	۹۸۵	ہے
۹۸۶	ہے	۹۸۶	ہے
۹۸۷	ہے	۹۸۷	ہے
۹۸۸	ہے	۹۸۸	ہے
۹۸۹	ہے	۹۸۹	ہے
۹۹۰	ہے	۹۹۰	ہے
۹۹۱	ہے	۹۹۱	ہے
۹۹۲	ہے	۹۹۲	ہے
۹۹۳	ہے	۹۹۳	ہے
۹۹۴	ہے	۹۹۴	ہے
۹۹۵	ہے	۹۹۵	ہے
۹۹۶	ہے	۹۹۶	ہے
۹۹۷	ہے	۹۹۷	ہے
۹۹۸	ہے	۹۹۸	ہے
۹۹۹	ہے	۹۹۹	ہے
۱۰۰۰	ہے	۱۰۰۰	ہے

تقدیر مذکور میں ایک کڑی کے ساتھ حضرت فاطمہ
رضی اللہ عنہا کے جنا کا ثبوت۔

حضرت زہراؑ کا ابو بکر کے ساتھ ایتر عزت کا نام نہ
 لانا شیعہ مت ہی باطل ہے

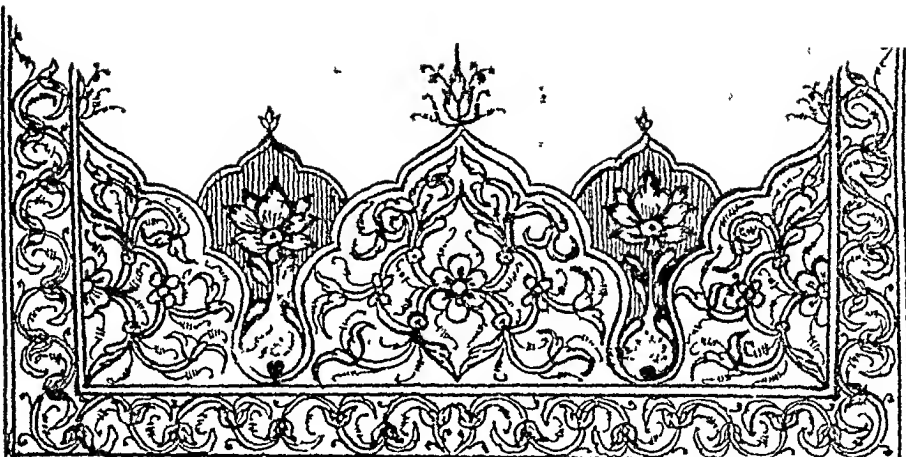
سوال مذکور میں ردیاب رضا قاطعاً مستحب بخاری کی حدیث کی توجیہ

از کون کجا بیاستین شکر یک پونه اینها یکا پتا نمز کد بیا
افتر اسے -

التماس ضروری

[illegible][illegible]

مُتَقَرِّبُ خَلِيلِ الْجَمْعِ عَمَّا لِلَّهِ



شکر و حمد اکثر اہل بیت با مبارکایان من ہو متصف بالمجد و العلو و صفات الکمال و منزه عن ثوب
 النقائص و القباہ و الخ و الزوال تنزه ذاتہ و تقدست اسمائہ و صفاتہ لا الہ الا ہو الکیلی المتعال
 الذی انزل علیہنا احسن الحدیث کتابا متشابہا مثالی تقسمتہ بحلو و منہ آیات محکمات
 ہن ام الکتاب یہدی بہا الی دار الخلود تدرانا لایاتہ الباطل من بین یدہ و لاسن
 خلقہ تنزل سن حکیم سید فرقان بین الحق و الباطل و نور اوہدی للناس فالذین کفرو بایات اللہ
 طعم عذاب شدید فاکمل لنا الدین القویم و اتم نعمہ الظاہرۃ و الباطنۃ علیہنا و علی عبادہ المؤمنین
 و علی سلمہ و خلقہ و زرعہ عشرہ و در کلماتہ و آیاتہ متوالیا علی رسولہ و خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد
 المرسلین اتم التنبیہات الی القدر المحجلین سوا الثقلین اتم التنبیہات الذی عصمتنا عن اہل المتفقہ العوجاء
 و شرعنا الشریعۃ القرارہ و در آیاتہ الخفیہ الیہمہ الیہمنا الی علیہا و نہار اسوارہ و علی الدرجات
 العزیزۃ الوثقی التمسکین و نجوم الہدی التمسکین خصوصاً منہم من توموا لا وودوا و انہم و کان یکنفہم فی
 الاسلام لظہر لہم صابیحہم فی الاسلام کمرح شہید شہادۃ تمام کفار البرشدین بل کانوا مثل نوح و ابرہیم
 بن ہاشم علیہما السلام سید المرسلین علیہم السلام باحسان الیوم الدین - اما بعد

سال ہو چلا آتا جس میں باہم دونوں فرقہ میں ایسا فرقہ ڈال دیا جیسا کہ فرد سلام میں واقع ہے بلکہ اس سے
 بھی کچھ بڑھ کر اس کا اس طرح طے ہونا ممکن نہیں اور یہ بیان منظرہ تحریری نہایت وسیع ہے ہر ایک
 نسبت دوسری کے جو اہل کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔ دنیا کی حالتیں بخیر کرنے سے معلوم
 ہوکتا ہے کہ اگر قبائلہ اریان باطلہ کچھ کہے تو وہ بھی جو اپنے پیڑ سے دریغ نہیں کریں گے۔ بہر کوئی
 مسئلہ مختلف نہیں ایسا باقی نہیں رہا۔ کہ کمال فریقین نے کہا تھا اس کی بحث تفتیش اور بخوبی
 اس کی چھان بین نہ کی ہو اور جدوجہد کو اس کی تحقیقات میں غایۃ قصویٰ کو نہ پہنچایا ہو یہی وجہ ہے
 کہ علماء اہلسنت نے یہ عقبات و مہل طے کر کے تہرحت فرمائی ہی اور بدولت ضرورت
 اس طرف توجہ نہیں فرمائی اور شعبہ کی کتابیں دیکھنا اور انہی نسخہ اور حوالہ منظرہ متروک کر دیا
 چنانچہ دوسری اہل زہد باطلہ کہتے ہیں یہی کیفیت ہے اور تمام اہل سنت اہل اہلسنت
 کا لوازم ان کی ہیں جو فرقہ اہلسنت کی مقابل ہوا اسنی ہونہ کی ہی کہاں ہی چنانچہ اہلسنت کے
 ان بہاؤ کی فحش جو حال میں ہی واقع ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اگرہ کا ساتھ پادری فہرہ وغیرہ کے ساتھ
 اور چاند اور صلیع شاہچان پور کا موٹر الارز ساتھ ہندو اور عیسائیوں کے ساتھ مثل آفتاب تہہ ہنار
 روشن ہیں۔ جسکو مخالفین خود اپنی زبان سے تسلیم کر چکے ہیں شہر ترمی تمام ہندو عیسائی
 و افضل شہد بہ الاعلاء۔ سہی نہایت مختصر کے نتیجہ اس عاجز نے اس کا جواب لکھا اور
 ایجاز کر ساتھ جواب مطاعن مذہب اہل شیعہ کی شائع اور علماء شیعہ کی غلطیاں بطور نمونہ سن
 کیں کہ مقصود اس سے یہ تھا کہ میر صاحب ہمنہ ہو جائیں اور سچہ لین کہ اس میں چھڑا ہے کچھ
 فائدہ نہیں۔ بحوالہ تہذیبی نہ اہلسنت کچھ اپنی مذہب میں بودی اور کم نور ہیں۔ نہ مذہب شیعہ
 کی کتاب و شائع مخفی دستور کس برقی پر اہل حق میں چھڑا ہے شروع کرتے ہیں۔ اور وہ
 اس قلم کے ہوتے ہیں شہر ہر کہ بافلا دیار و چخہ کرد۔ ساعدہ میں خود رنجہ کرد مجھ سے
 تہذیب تیرہ سو برس و اہل سنت اور ان کا مذہب عیب وہ خداوندی تمام ہمنوں آیت کہ
 ہُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ عموماً تمام ادیان پر جو خصوصاً نہایت شیعہ پر جو ابتدا و حدت سے
 شریعت میں دستور و مترادف غالب چلا آیا ہے اور اللہ تعالیٰ حسبِ عہدہ تاقیام قیامت
 غالب رہیگا۔ پھر کما حوصلہ ہی جو اونی الگ نہ ملاوی۔ لیکن میر صاحب کو بدین جہ کہ او کو
 اپنی مذہب سے واقفیت نہیں ہی صرف مناظرہ کی ہی کتاب میں دیکھی ہیں اور نیز خیال ہے کہ اسنت
 کتب شیعہ کی دیکھی کو خود ہی حرام سمجھتی ہیں اور اپنی متفرقین اور عام طور پر کتاب میں بھی
 دستیاب نہیں ہو سکتی جو کہ یکوالہام کا موقع میسر ہو اور عمل سنت کے مذہب سے واقف ہیں
 پس اسنت بہت اہم ہمارے کیا جواب دے سکتی ہیں۔ متنبہ ہو۔ اور برخلاف مضمون ائمہ و شا کے
 جبکہ تفصیل عقرب بحث آئینہ مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے اور اصل وجہ کی
 یہ ہوئی کہ میر صاحب کو دو قسم کی لوگوں کی گفتگو اور چٹیر چار کا اتفاق ہوا اگر بلا سلسلہ
 چٹیر تو انہوں نے فاضل اور فوسحی کے التفات نہیں پایا اور عام جاری جواب اپنے مذہب سے ہی
 چندان واقف نہیں ہوتے دوسرے کا جواب کیا دے سکتی تھی اسلیٰ آپکا داغ عرش برین پر چاہی
 اور چھوڑ دیکری نیت کا تحیل سرین سما یا اور اس مختصر تحریر کے جو ہمیں جو تقریباً بقدر تین چار
 ورق کے ہوگی ایک طواریطویل الذیل کتب کے بروہہ عزیزان موصوفین ماہ بیج الثانیہ
 میری پاس بھیجا۔ اگر اوس شیر کو معمولی طور پر لکھا جاوے تو تقریباً دس یا بارہ جہنوں کو بائیرم
 خود ختم کو لا جواب کر دیا اور یہ ان مناظرہ جیت لیا جب کہ وہ تحریر سفر کے رواروی میں
 جبکہ میں وطن الوطنہ کی طرف عاجز تھا اسٹیشن لیہ یا نہ پہلی تھی اسلیٰ ہنگام قیام وطن میں
 او کو دیکھ ہی نہیں سکا۔ اور جب مع اخیر ہوا و پورا پنے وطن انامہ کی طرف مراجعت کی وقت
 او کو مائل کی نظر سے دیکھ آئینہ نظم میں باوجود اپنی جہت کی اوجس شیر کو ہرگز اس لائق
 نہیں سمجھتا کہ علماء و اسکی طرف التفات فرمائیں چہ جائیکہ او کو قابل جواب سمجھا جائے اور دل
 نہ چاہتا تھا کہ اس کے جواب پر تم لوہا یا جاوے چاہی اس کی تصدیق ایسی سوا جانتی ہی نہیں
 ملے وہ رات وہی جی ہوا پر دل کو ہرگز دین میں نہ تھا کہ غالب کی اس کو تمام ادیان پر گہر پڑا لگے کا فردن کو ۱۱۔

پہر میری وہی عزیز خیر جواب بجواب پر پڑا اور دیکھو کہ اور فرمایا کہ اگر اسکا جواب لکھا جائیگا
 تو میرے صاحب کا کلمہ اور بھی دو بالا ہوگا اور انکا وہی خیال خام ختم نہ ہو جائیگا ان حضرات کا صبر
 تو تھا ہی سلاہہ اسکی حضرت و تکیہ در ماندگان باد یہ ضلالت رہا سی گمراہان وادی جہالت میں
 بار الکا لیل فی النقیۃ الکامل الحشر الباریع المفسر الزاہر شہنشی و مرشدی و سیدی و سندی و سیدی و سیدی
 و ائمہ مولائی و مولی العالم مولانا اسی فطاحل حاج جناب مولوی شہید احمد صاحب دم اللہ خدا ان کا ہم علم
 و دہستہ ہر شہر پہنچ ہی نظر بعض مصالح وقت جواب بجواب لکھنی کی نسبت ارشاد فرما کر میرے سلاہان
 کو میرے از فرمایا بندہ نے تعمیل ارشاد حضرت محمد و دامت برکاتہم جواب بجواب لکھنی کا تہیہ کیا
 اور تب اندیشہ بیعت فراموش اور انکو مطالعہ کر کے کچھ کچھ لکھنا شروع کیا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ
 سے چند ہی پابندی وقت اور التزام میں نہوا جب یہ طبع اس سالہ کی چند خبر لکھ چکا تو توبہ عام اخبارات
 اور خاص شہر و فکی معلوم ہوا کہ ایک عام جلسہ لہریانہ میں جعفر خاں صاحب شیعہ کے مکان پر
 منعقد ہوا اور اس میں مولوی شتاق احمد صاحب سلمہ انہوی وغیرہ اسنت اور میرزا حسین
 صاحب وغیرہ اہل شیعہ کے علی الاعلان زبانی مباحثہ ہوا جس میں جب اسے صداقت خداوندی ضرور
 بل حق غالب آیا۔ اور فرمود اہل شیعہ میرزا حسین صاحب غیرہ علی راؤں شہادت و محکم ہوئی
 یہ صاحب وغیرہ کی طرف سے سوال ثبوت حقیقیانیت افضل ائمہ یقین تھا جسکو مولوی شتاق احمد صاحب سلمہ
 نایت نور سے مثل آفتاب نورانی کر کی دکھلادیا اور مولوی شتاق احمد صاحب غیرہ کی طرف سے
 ثبات عصمت ائمہ کا تھا جو حضرت میر صاحب سہ بن نہ آیا۔ و کیف کہ الخو یعلو ولا یعلو

در مقام توبہ

ر شاہی اور وعدہ صحیح بل نقد بالحق علی الباطل فید مغر فاذا هو زاهق
 حضرت شیعہ کا عصمت کی نسبت دعویٰ محض خیالی بظاہر ہے جسکی نہ کتاب اللہ تعالیٰ ساعد
 سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقایہ دل ائمہ کر ائمہ مثبت و مؤید سبحان اللہ حضرت شیعہ کے
 لے سچی بات اونچی بیٹی ہے نیچے نہیں ہوتے۔ بلکہ پینکتے ہیں ہم حق کو اوپر باطل کے
 پس توڑنا ہوسر اسکا پس ناگہان وہ فنا ہو جاتا ہے۔ -۱۰-

ظلال عصمت

محدثین و مفسرین خود ہی ائمہ کی نسبت انہی روایات کے تہمین کہ آیت + إِنَّ الَّذِیْنَ
یُحِبُّوْنَ مَوْتَی مَا أَتَوْا مِنَ النَّبِیِّاتِ وَالْهَدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَقِیَاہُ لِلنَّاسِ
الذِّکْرَابِ انہی کی شانیں نازل ہو کر اوزیر اولیائے یلغھم اللہ و یلغھم اللہ
سوی ائمہ ہی سزا میں جیائے علامہ سبھی نے بحار الانوار کی باب کتمان العلم میں ان روایات کے
تخریج کی ہیں جس سے معاذ اللہ ان کا کاتھیں حق اور ان کی دشمنوں کا ملعون ہونا ظاہر رہا ہوتا ہے اور خود
ہی ان کی نصیحت کر رہی یعنی میں پر خیال کرنے کی جگہ یہی کہ مصوئیت و ملعونیت یعنی چہ
الغرض بعد اس بات کی مبنی خیال کیا کہ کمری پیر جی عنایت احمد صاحب لکھنؤ کا جو حاشیہ جواب ہے وہ
دو حصہ جوہ حاصل ہو گیا۔ اب کچھ حاجت نہیں تھی کہ میر صاحب کی جواب جواب لکھنوی میں نفع
اوقات کی بجاوے۔ چنانچہ حضرت محمد دوم دام برکاتہم تجذبت میں مبنی خیال پاک حضرت
لکھنوی کا خلاصہ مدعا یہ تھا کہ اس سلسلہ کی تحریر سیر جو مقصود تھا وہ زبانی مناظرہ سے حاصل ہو گیا
پھر علامہ صاحب اوقات اور اخلال و اہمال شاغل غرض یہ کہ اس تحریر میں کلمات متضمن سوء ادب
بجانب بزرگان دین مجبوراً تسلیم کر سکتی ہیں۔ اگرچہ ان کا صدور ہونا محض الزام یا نقل شدہ
کی روایات نہ ہیں ہی اور عقائد دلی سے نہیں بلکہ کسی انوکھ بات کردہ اور بدحاشا ہون اگرچہ اجازت
ہو تو اس تحریر کو موقوف ملتوی کر دوں جواب دہی حضرت محمد دوم وامت برکاتہم نے ارقام فرمایا
جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کلام لکھی طور پر شروع کر دیا گیا ہے اس کا تمام کو پوچھا گیا ہے مناسب ہی
لے تحقیق جو لوگ کہہ جاتے ہیں جو کچھ کہتا رہا امینی سیون اور بات سچی ہے اکیا کیان کیسی ہے کہ وہ سبھی لوگوں کے بیچ کتاب کے
نسبت کر ہی لاؤ کہ اللہ اولیت کرتے ہیں ان کو کثرت کرنے والے۔ وعن حران بن ابی جعفر علیہ السلام نے قول اللہ
ان لا ینزل من السماء کتاباً منیٰ نہ کہ جس میں اللہ استقامت عن ابن ابی عمیر کہ اگر
ابی عبد اللہ علیہ السلام ان الذین یتوبون انزل من السماء کتاباً منیٰ علی علیہ السلام۔ عن عبد بن کثیر عن ابن ابی عمیر
فی قولہ ان لا ینزل من السماء کتاباً منیٰ اللہ علیہم السلام اللہ علیہم السلام۔

تمام چہرہ نامناسب نہیں اور جس کام کی ابتدا نیک نیتی کی ساتھ بغرض حمایت اسلام کی گئی ہے
 اس کا انجام بخیر ہے اس سیر کو پورا کر دینا ہی مناسب ہے حضرت محمد دوم دہشت ظلال
 برکاتہم کے اس ارشاد سی جب معلوم ہوا کہ آخر سیر بطور غریمیت ہی نہ بطور حضرت اور تحریک
 جو ایسی کوئی چارہ نہیں اور سوقت سی اکثر محنت چہرہ باند مگر با التزام خارج از اوقات مدبر
 لکھنا شروع کیا۔ چہرہ کہ اس چہرہ ان اضعیف ناتوان کی قدرت و استطاعت سی اس سیر کا
 لکھا جانا باوجود تنہائے مشاغل کثیرہ کی دشوار بلکہ خارج تھا۔ لیکن محض حق تعالیٰ کے
 فضل و کرم نے وشکری فرمائے۔ جو کچھ امداد و اعانت خداوند تعالیٰ شانہ کی طرف سے اب
 کی لکھنی میں اس عاجز ناتوان کے شامل حال ہوئی۔ اور سکے بیانیستہ زبان فاضل و کوتاہ
 میں۔ کتب شیعہ کا دستیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت سے خارج تھا۔ مگر محض بفضل خداوند
 تعالیٰ نے کتب بقدر ضرورت میسر فرما دیں۔ روایات محتاج الیہا جن کا کتب مسموطہ میں سی
 برآہ ہونا غایت تفحص و رہایت تلاش و تبحر سے منہصر تہادہ بلا کلفت و تلاش و مشقت تہجیر
 یہ محض وہی ہی امداد سے مضامین ملے اسی طرف سے ذہن میں وارد ہو۔ یہی وہی ہے کہ
 اس سیر میں کسی شخص سے استعانت کی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔ اور وقت الزام سے تقریباً
 سات ماہ میں بفضلہ تعالیٰ ختم کو پہنچ گئی اللہ جل جلالہ تعالیٰ انت
 کا انتیت علیٰ انفسہ اور یہ سب حضرت محمد دوم امت پرکاتہم کی برکات و عوات اور توجہات کا فضل
 ہی در ذل کہانین اور کمان یہ نہ گنت گل نسیم صبح تیری لہر بانی۔ حتیٰ علیٰ عسلہ شامہ حضرت
 محمد دم کے علم میں اور سہل میں دین اور دنیا میں برکت عطا فرمادی۔ اور رات بوقت پر سبھا بعد
 رکھی اور عالم کو ادبھی انوار فیضان سے منور رکھی اور اس عاجز کو اور تمام دوستوں کو ادبھی جماعت میں مشہور
 فرمادی۔ اللہم آمین۔ ویرم عبد اقال آمینا۔ ولسایر اللہ تعالیٰ علی امتہ
 ووضعت عن الامت تمام خیاہ بملہ بھنا عمہ خجاء ودرجہ حقہ ہمداء حضرت مولائی و مرشدی و
 لہ الہی میں تیری ثنا کا حصہ نہیں کر سکا ہوں کیونکہ تو ویسا ہی ہو جیسا کہ تو نے اپنے تعریف آپ کی ہے۔

جو کلمہ سہمی لکھا گیا ہے وہ نہ شیعہ کی مطابق ہے کہ وہی مضمون انہی روایات سے بدلتا
 مطابق یا الترامی ثابت ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوالانبیا آدم علیہ السلام کا
 نود باللہ کفر میں اس لیے کہ برابر بلکہ و چند اور تہ چند منہا۔ حضرات شیعہ کی روایات
 سہ لکھا گیا ہے علامہ اکی اور انبیاء کی نسبت خدا ہی تعالیٰ کی تافروانی کرنا۔ ائمہ کا قرآن مجید
 کی توہین تذلیل کرنا اور اوسمیں وقوع تحریف و تبدیل ائمہ کا فرمانا جناب فاطمہ رضی اللہ
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب و شتم کرنا۔ اور ان کا فساق و فجار کے
 مجمع میں شریف بیجا نا۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام سب انوکے حقوق میں ناجائز
 تصرف و خیانت کرنا۔ جناب امام کاظم رضی اللہ عنہما صاحب جبرادی جناب امیر رضا فاطمہ الزہراء
 رضی اللہ عنہما کی دشمنی و امن پاک کو محض کی نجات سے ملوث کرنا وغیرہ اس
 قسم کی سب کفریات و زخرفات حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و تنکار
 طبع بطور الزام لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ رسالہ اس جنس کے کفریات اس رسالہ میں کچھ حصہ
 بحسب ہوں۔ اور بندہ کو معاف و معذور فرمائیں میں بہتر زبان اور صمیم فواد و جان و جان
 کفریات سے تبری و تخاصی کرتا ہوں۔

دوم۔ میرزا محمد حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر میں میرزا فایا تھا کہ ہماری مقابلہ میں جو عبارت اختیار
 فرمادیں۔ چشم خود دید لکھیں۔ تحفہ وغیرہ کی بہرہ پر نہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے
 کہ حضرت میر صاحب نے تو ضرور ہی اسکا الزام فرما رکھا ہے کہ جو عبارت کتب حضم سے نقل کرتے
 ہیں چشم دید ہوتی ہے۔ چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اس کے جواب میں جو روایت
 لکھی چشم دید لکھی۔ اور نیز دائرہ نقل روایات کو وسیع کر دیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ
 اور غیر صحیح الماخذ ایک فریق نے دوسری فریق سے نقل کی ہیں تو اس صورت میں اس قدر
 کا ہے کہ جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا۔ جاوی اور کچھ حوالہ دیا جاوی اسلئے ماخوذ منہ سے
 نقل کرنا کچھ ضرور نہیں۔ مان اگر حضم سے روایت کی نسبت صحت نقل کا انکار کریں اور کھی کہ

یہ روایت کذب و دروغ ناقل ہے۔ تو اس وقت تاؤس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا کتب معتبرہ
 مذہب ختم سی لازم ہوگا۔ باوجود اس دعویٰ کے جو میر صاحب نے فرمایا اور باوجود اس قیاس کے
 جو سند نے عرض کی میر صاحب نے نقل فرمایا تین قطع نظر انہم حوالہ کتب خصوصاً معتبرہ
 صحت نقل کو ہی ملحوظ خاطر نہیں کہا۔ بلکہ مقتضائے تدین و ایمانی روایت کے الفاظ میں ہوا
 مطلب نسخ و تحریف فرمائی۔ مقدمہ پنج حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں ایک روایت
 فتح الباری سی لکھی ہے جسکی خاتمہ کی الفاظ یہ ہیں کہ یہ ایک یقین منہ
 ذلك العذر حتى الجاه ختم روایت پر کوئی حوالہ نہیں دیا جس سے خیال کیا جاسکتا ہے
 کہ شاید آپ نے فتح الباری سی ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی۔ حالانکہ فتح الباری میں اس
 روایت کا کچھین نام نشان نہیں ملا۔ اگر آپ نے فتح الباری سی نقل کی ہے تو فرامین فتح الباری
 میں یہ روایت کس باب میں کس صفحہ پر مذکور ہے۔ اور نیز تفسیر معالم التنزیل سے لکھا ہے کہ انبیا
 میں ہے ایک بنی نے بت خانہ میں جانا اور کفار کی عبادت میں شریک ہونا دین حق
 کی ترویج کی نہی اختیار فرمایا یہ بھی محض دروغ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل سے بحوالہ انہم
 ایک روایت نقل کی جس سے انکا اہل حق کے مذہب پر کلام مجبیہ میں تحریف کا واقع ہونا
 ثابت کرنا منظور ہے اور سکی آخر کا یہ جملہ لکھا ہے۔ وقال عثمان رضی اللہ عنہ نے
 المصحف لحناً وسقیمۃ العرب بالسنہاد و ترجمہ اسکا اس طرح کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ
 نے کہا کہ قرآن میں لحن اور سقیمۃ العرب ہے یہ لفظ یعنی سقیمۃ العرب بستیہا محض حضرت
 میر صاحب یا انکی بزرگ کشمیری صاحب صاحب نزہہ کا نسخ اور تحریف کیا ہوا ہے
 کہ کسی روایت میں یہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہ لفظ اس طرح مروی ہے کہ سقیمۃ العرب
 بستیہا۔ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ لیکن یہی جہد راں سہالہ میں روایت
 لکھی ہیں حسب قرار و اکثر اہل شیعہ کی کتب معتبرہ سی تلاش کر کے ختم دیدگی ہیں
 اسکا عین قبول نہیں کیا یہاں تک کہ اسکو مجبور کر دیا۔ ۱۲۔

اور جس تک کہ کوئی روایت باواسطہ نقل کی ہی وہ ان حوالہ ہی دیدہ یا ہی جس مضمون
میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اور سب جگہ اگر کچھ روایات بالواسطہ نقل کی ہیں۔ تو دو
ایک و تین چشم دید ہی لکھی ہیں۔ پہرا و چوداس کے اگر کسی جگہ خلاف متاثرہ ناظرین کوئی
ایسا بلا حصر فرماویں جو سب ہوا واقع ہوا ہو تو بندہ کو معذرت سمجھیں کہ جناب میر صاحب
پہرا اس مجاہد کو توڑ چکے ہیں۔ والیادی ظلم۔

سوم۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کی مواقع مختلف لفظ میں اپنی اخلاق و تہذیب
شائستگی پر افتخار دنا فرمایا ہے با اینہما ادعای تہذیب حضرت نے اسی تحریر میں
بتقدضای اپنے ادعای اخلاق و تہذیب کے تقریبات و مطابقتیں کہیں دینے نہیں
فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ بد تہذیب کا اوٹھا نہیں رکھا کیونکہ بخش اور گالیوں کا استعمال نہیں جو کہ
باوجود اس کہ بندہ نے ایسی کلمات کو جواب ترکی بہ ترکی سے دہستہ اغاثن اور
اختیار کیا ہی اور التزام کیا ہی کہ انشاء اللہ تقالے کوئی کلمہ خلاف تہذیب بطور صحت
و تسبیح کے راستہ نہیں لکھ سکا۔ اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ ناوہستہ سبقت قلم سے نکل گیا
جسکی نسبت بندہ نے یہ خیال نہ کیا ہو کہ گران بار خاطر سامی ہوگا تو بندہ اوکی نسبت
نہایت عافیتی کے ساتھ معافی کا خواہاں ہے۔ کہ میر مقصود کسی کا دل نہ کہنا نہیں ہے
بلکہ خود میر صاحب نے اپنی تحریر میں گویا میری طرف ہی فرمادیا ہے کہ مباحثہ مذہبی میں احتیاق حق
و عدل باطل کے لئے ایسی الفاظ بولے اور لکھے جائیں۔ جو نا کارسب مع مخاطب ہوں
پہرا کہ ہوا لیا کوئی کلمہ نہ تہذیبی زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ ہی واجب العفو ہے۔

چہارم۔ تحریر جواب البجواب کو بارہ میں حضرت میر صاحب کی یہ فرمایش تھی کہ جواب جواب
بجواب و مخاطب عبارت سے نکل جاوے کہ کہ تو کہ کے طور سے متقطعات لکھا جاوے بلکہ
پوری پوری عبارتیں جواب کے لیکر ترو ترو لکھا جائے چنانچہ حسب فرمایش میر صاحب بندہ نے
پوری پوری عبارتیں اور جملے لیکر ترو ترو لکھے ہیں کہ عبارت نہیں چھوڑی

جس کا جواب نہ لکھا ہو۔ اور جواب الجواب میں جس کو لیکر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب
 شروع تحریر میں بطور تمہید کے لکھی ہی اوسکی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا فطول لا خال
 اور فضول لا حاصل سمجھ اسلیٰ وہیں سے تھوڑی تھوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہو
 اور نیز جہ روايات ہی جو میر صاحب نے تحریر میں درج کیا تھا۔ میں نے بخوف الخ صاحب الجواب
 میں اوسکو اخذ نہیں کیا صرف اصل عبارت کی نقل نہ لکھا گیا ہے۔

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر میں مکرر شدہ کر واقع ہوئی ہیں اور اذکی جواب
 میں جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہی تو کچھ تھک چکا ہو لکھا ہی اگرچہ ہر موقع میں حتیٰ الوسع طرز
 جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا ہی مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئی ہونگے
 پس ناظرین دقیقہ شناس دلنگ ہوں اور مجھ کو معاف فرمائیں۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنی جواب میں مختلف عنوان سے لیکر جواب تحریر
 فرمایا ہی کہیں کہیں بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہی اور اکثر جگہ لفظ قولہ
 کہ ساتھ عبارت کو اخذ کیا ہی یہی وجہ سی کہ جس جگہ بندہ کی تحریر میں ہی لفظ قولہ
 لکھا ہوا تھا اوس جگہ میر صاحب نے اپنی تحریر میں قولہ قولہ مکرر لکھا ہی جو ذوق سلیم کی نزدیک
 ستکہ وہ متعجب ہی۔ اسلیٰ بندہ نے باندیشہ خلطہ و التباس عبارت نقل عبارت
 میں یہ قاعدہ مقرر کیا ہی کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کی کلام کو لفظ قال یا قولہ سے
 شروع کیا ہی بندہ نے اوسکے نقل میں اوسکی عنوان پر لفظ قال الفاعل محبیب
 بخط تعلیق قلم حلی لکھا ہی اور اوسکے بعد اپنے عبارت سابقہ اور میر صاحب کی جواب کا
 جملہ بقدر ضرورت نقل کر کے اوسکی تردید کو بلفظ يقول العبد الفقیر الی مولاه
 سے شروع کیا ہی جو بخط تعلیق حلی ہے اور اس درمیان میں جو لفظ قال یا قولہ یا قول
 میر صاحب کی تحریر کا ہی اوسکو بخط تعلیق بانک لکھا ہی پھر اس جواب کے جملہ جملہ
 باقی ماندہ میں اوسکو لفظ قولہ خط نسخ جملہ سے اور اوسکی تردید لفظ قول نسخ حلی سے

شروع کی گئی تھی یہاں تک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تمہید کی تردید میں چونکہ اندیشہ خلط و التباس تھا اور تحریر یہی بنظر اختصار چند اقوال منقطعہ پر کی گئی تھی اسلیٰ نقل عبارت میر صاحب معنون بالفطرت لہ نسخہ حلی کی گئی اور اسکی تردید اس طرح بالفطرت شروع کی گئی ناظرین ہنگام ملاحظہ فرمادیں۔

مفتی میر صاحب نے اپنی تحریر کو دین ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خالص صاحب اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتھ جسکو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجھی ہوگی نازل و مذہب فرمایا شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اسکا جواب ہی بندہ ہی لکھے لیکن چونکہ اوتنے اکثر مضمائین کی تردید اس سالہ میں گذر چکی تھی اور تحریر یہی طویل ہو گئی تھی اسلئے بندہ نے بنظر اختصار اوسکے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو باقی چوالہ دیا۔
وہاں اشرع فی المرام متعینا بالملک العلمام و جوہی و نعم الوکیل دلا حول و لا قوۃ الا باللہ
العلیٰ العظیم

تردید تمہید

قولہ جواب سے پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکھا جاتا ہے۔ الخ اقول یہ قصہ تو خدا جانے کہاں تک صحیح ہی۔ لیکن علماء اور دعوات شیعہ کا عام قاعدہ ہی کہ یہاں تک دسترس اور موقع پاتے ہیں۔ ضعف و اسنت سے اختلاف کر کے مذہبی چیمڑھاڑ کرتے ہیں۔ اور چینی چیمڑی باتیں بنا کر ائمہ مذہب کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور دعوت کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ دتیرہ حضرات شیعہ کا اذکی مذہبی روایات منقولہ بجا الاتوار وغیرہ کے رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ اسی جگہ مختلف نہیں کریگا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ کے مطابق ہماری میر صاحب نے یہی مکر می پر عنایت احمد صاحب قدوسی گنگوہی کے ساتھ یہی چال چلی۔ لیکن چونکہ میر جی صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات میں حضرت محمد و آلہ العالم مولانا دیر شاہ مالوئی

شہید احمد صاحب گنگوہی دم برکات ہم اور دیکھتے تلامذہ و خدام کی ایک مضبوط پشت پناہ
 حاصل تھی پہلی پیرچی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور انکو جواب دی اور دیکھتے
 چالو نکو اور چوٹ نکو کاٹا پس میر صاحب کا ہدف فرمانا کہ پیرچی صاحب خود اس امر کی بادی ہو
 ظاہر خاطر اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے کہا ہے کہ انکو مباحثہ نہیں کا
 شوق ہوا جس سے ظاہر ہے کہ پیرچی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تھا اور اب
 میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے میر معلوم نہیں یہ شوق کیونکر پیدا ہوا اور
 کس امر سے ناشی ہوا ظاہر بخبر اسکے کہ میر صاحب کی چٹیر چٹاڑ سے پیرچی صاحب کو
 یہ شوق مناظرہ پیدا ہوا اور کوئی قریب احتمال نہیں ہی کیونکہ اول غصہ ہوا اہستہ کے
 مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی علی الخصوص پیرچی صاحب تو علوم و وجہ عقلیہ
 و نقلیہ سے ہی کچھ ایسی واقف نہیں ہیں جو انکو خود بخود بھیجی شہادتیں شوق مناظرہ
 پیدا ہوا اور خود اس امر کی بادی ہوں۔ جب آپ وجود حق لغت مذہب کے اوکھا تھا قلبی
 اپنی ساتھ خیال کرتے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے حسب ذات انسی غیبی چٹیر چٹاڑ نہ کی ہو
 اور انکو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ فرمائی ہو پیر اس بنیاد پر پیرچی صاحب نے آیت
 اختلاف لکھا کہ آپ سے جواب چاہو تو وہ بادی مناظرہ نہیں ہو سکتے اور انہی لفظ بادی
 کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے۔ باقی رہا یہ جواب فرمائی ہیں کہ آخر میں جو میری
 تحریر گئی تو تمام علماء مدینہ نے اس کے جواب سے پلہ ہتی کی۔ اور عقب گذاری کے لئی
 حیلہ دیا نے پیدا کئے چند آپ نے انکی حیلے قطع کئی۔ لیکن بزعم آپ کے کسی میں
 حرات نہوی کہ آپ کا جواب لکھتا یا انکی مناظرہ کا قصہ کرتا۔ یہ محض ایک لڑائی تریان میں
 جو انکی مجلس طلب و مانع میں سمائی ہوئی میں۔ ورنہ نے حقیقت ہر شخص انکی تحریر
 کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ آپکی زبانی دعویٰ انکو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھ
 آشنا ہی نہیں اور یہ عادی بالکل خلاف واقع ہیں چنانچہ اس تحریر کے دیکھنی سے

جسکے رد و قبح کے پتہ دہرے ہے اور میری صاحب کا بیانہ ناز و افتخار ہی میری اس کوشش
 کی بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے مگر ان یہ یہ سب کچھ کہ علماء الدینیانہ نے انہماض اور
 جواب سے فرمایا ہوگا اور جواب یا ہوگا لیکن ان کے اعتراض کا محمل یہ نہیں ہے کہ جو میری
 فی گمان فرمایا بلکہ انہوں نے اس پر جواب نہ دیا ہوگا کہ ایک تو قابل جواب اور دوسری تحریر کو قابل جواب
 نہ سمجھا ہوگا۔ در نہ خود ہی اول آپ فرماتے ہیں کہ علماء فریقین کے کوئی دقیقہ تحقیقات
 سائل میں پاتہ نہیں رکھا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب تاویل ایسا واسع ہے جو
 ہر جگہ جاری ہو سکتا ہی۔ پھر کیا کوئے عاقل ساور کر سکتا ہی کہ علماء الدینیانہ کوئی
 مضمون جواب اپنی علماء سے ہی نقل نہیں کر سکتے تھے یا کوئی تاویل ہی پیدا
 نہیں کر سکتی تھے حاشا و کلام پر بعد اس دعا کی یہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا
 کہ میری صاحب کی طرف سے در باب تحریر سوال اصرار اور اپنی طرف سے مدافعت اور عذر
 انکار و موافقہ ناشا ہے۔ اول تو میری صاحب کو جب جواب آخری تحریر سامی
 الدینیانہ کی سکوت سے غیرت و شرم آئی تھی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی
 اور مدافعت کی ایک جانب سے کیا حاجت تھی آخری تحریر سامی جسکے جواب سے ہر جگہ
 علماء الدینیانہ عاجز ہو چکی تھے دوسری علماء کے پاس بھیجی کے لئے اور دوسری جواب لیکر کے
 واسطے کافی تھے اور انکو یہی گنجائش تھی کہ فرماتے جس تحریر سے علماء الدینیانہ
 ہو چکے ہیں اوسکا جواب دوسری علماء کو نہیں دینا چاہئے مگر یہ کہ شاید انکو خیال ہوگا کہ
 دوسری علماء ہی ایسی سب سے زبردست علماء الدینیانہ مگرین۔ اور بدین وجہ جواب دہی ہی
 عقب گذاری مگرین کہ اس مباحثہ کی ابتدا ہی صحیح نہیں تھی آپ تحریر سوال پر آمادہ
 ہوئی لیکن یہ تو آپکا عین مدعا تھا۔ اور ظاہری کہ پہلی تحریر میں ہی مسئلہ امامت ہی
 میں نہیں اور یہ سوال جدید ہی امامت ہی میں لکھا گیا ہے عسلاوہ ازین صابر صاحب
 کی نزدیک ہمارا اہل سنت و جماعت کی کتاب میں دیکھنی اونسے لکھا سائل تنہا زعم فیہا

میں خصوصاً اجرات صحابی میں گفتگو کرنے گناہ اور نہ ہر کے غفل جانتی ہیں اولیسا اور یہاں
 تو آپ کی زور تحقیر کے سانس ہاگت ہو چکی ہو چرند زلفت استعداد و بچہ پانی غمیم
 الفرضی و ضعف دماغ وغیرہ کے کیا معنی یہ حالت تو اسکو مقتضی ہے کہ آپ کی
 وہی لن ترانیاں بجا ہوں جنہوں نے آپ کے تخیلات کی یہ نوبت پڑ چائی تعجب ہو
 کہ علماء الدہمیانہ کے مقابلہ میں تو یہ نہ ورشور کہ اوکو تو مباحثہ کی دعوت فرمائیں
 اور عام اجازت دین کہ چاہو از سر نو گفتگو شروع کرو یا طرز مباحثہ حسب مرضی خود بدل
 دو اور سوقت زلفت استعداد و بچہ پانی کچھ مانع ہو اور نہ عیدم الفرضی اور دوام مرض
 رو کی۔ اور جب پیری صاحب سوال لکھو امین تو یہ عیب زمر موجود ہو جائیں پس ان
 حالات اور قرائن میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اخبار حال مباحثہ
 واقع سے کقدر بر اصل بعید ہی قولہ غرض یہ تھی کہ کوئی صاحب اسکا جواب
 انصاف سے تحریر فرمادین اور محض تحقیق حق منظور ہو اقول جناب میر صاحب اگر
 آپ کو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کہنا۔ لیکن تحقیق
 حق کی تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اول آپ اپنی معتقدات سے خالی الذہن
 اور تصدب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ
 میں حقانیت و انصاف کی نظر سے غور فرمائیں اور آپ کا خضم ہی یہ ہی طریقہ
 ملحوظ رکھو۔ اور یہ ہی تحقیق حق کے کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپ نے فرمادیا
 کہ ہماری معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہیں ہماری ادبکی صحت اور ثبوت
 میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپ کے معتقدات عند انضمام
 صحیح ہوں یا غلط اور واقع کے مطابق ہوں یا غیر مطابق۔ لیکن خضم اپنے
 معتقدات جو بزرع سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے میں تحقیق
 کرے اور محض تحقیق حق منظور ہو۔ اور غرض ہرچہ کہ اسکے جواب میں آپ کا خضم آپ کو ہی

یہی کہیگا اور صریح اچکا جمل مبارکہ ہی تحقیق حق کیونکہ جب ہر فرق اپنے اپنے
 معتقدات کو حق اعتقاد کی بنیاد سے اور دوسری فرق کے معتقدات کو باطل توہرگز
 اپنے معتقدات کی قبائح اور دوسرے فرق کے معتقدات کی محاسن ذہن میں نہیں
 آئیں گی اور فرق اپنے معتقدات کی جنکو وہ حق اعتقاد کی بنیاد سے نصرت اور جانب داری
 کریگا۔ اور کبھی تحقیق حق نہ ہوگی بہر کیف لفظ تحقیق حق میں اگر لفظ حق سے مراد حق
 واقعی اور نفس الامری ہی تو چشم مارو شن ہم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضرین
 ہر کو یہ طرح دریغ نہیں اور اگر حق مرعوی مراد ہے تو وہ سرسبز بیادہ کیونکہ خصم
 نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپکو تحقیق حق بد نظر ہے تو اول اپنے
 اپنی معتقدات کی نسبت حق یقین کا خلاف واقع دعویٰ فرمایا ہوتا اور جب آپ
 انجمن نسبت اسکی مدعی ہیں کہ آپکو اول کو ثبوت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہی
 تو ثبوت تحقیق حق والصفات تو خود بدولت ہی نے مخدوم فرما دیا یا اب اپنی خصم سے
 الصفات تحقیق حق کا طالب ہونا غیث اور خیال محال ہی۔ اگرچہ اہل خرد کو نزدیک
 آپکو اس حیل القدر دعویٰ کی تکذیب تردید آگئی اسی تحریر سے آشکارا طور پر بدیہی تو
 باوجود ہم آپ ہی تحقیق حق کے لہٰذا سرچشم حاضرین اور ملتیں ہیں کہ اگرچہ آپ نے
 ہماری پہلی تحریر کو بنظر الصفات ملاحظہ نہیں فرمایا اچھا اس معروض کو ہی بنظر الصفات
 و تحقیق ملاحظہ فرما دیں۔ قول دوم کہ بعد میرے تحقیق نے مجکو جواب لا کر دیا
 کسی گم نام شخص نے لکھا ہی جواب تو کیا ہی حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکھانے کو
 میری سوال کو مجھ ہی پر قلب کیا ہی گو بظاہر یہ علم مناظرہ کی ہست کہندی میں مگر
 اصل میں یہ ہی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ میں اسکا جواب ہی کیا تھا حضرت
 غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو مجھ ہو نہیں سکتا اور بدولت لکھی کچھ چارہ نہیں
 سہی یہ طرز اختیار فرمائی۔ اقول جناب کا سوال اور اشعثان سے میں میرے

پاس میری عزیزوں نے ارسال فرمایا تھا رمضان شریف میں بسبب شدت گرما کوکل دانگی
 میام و مدرست قرآن شریف کی تحریر جواب ہی مقصر رہا جس کے نسبت معافی چاہتا ہوں و ختم
 ماہ میام بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور شروع شوال میں جواب لکھ کر لہ میامہ انجمنی ختمین
 روانہ کر دیا۔ گمنامی کی شکایت فضول ہے اگلو اپنی جواب سے مطلب ہی عجیب کی
 گمنامی اور نام آور سے کیا مطلب۔ کیا آپ نے یہ نہ سنا ہوگا آنظرالی باقال علاوہ ازین
 انجمنی عجیب تو انکی تحقیق میری صاحب تہر خواہ وہ اگلو اپنا جواب طبع زاد دیوین یا کسی سے
 پوچھ کر جواب دیوین اور غامر ہے کہ میری صاحب علماء اہل سنت میں سے جس سے دریا
 کر کے یا لکھو اگر جواب دینگے وہ اوسکو جانتی ہوں گے اور اس امر کی کچھ ضرورت نہیں
 کہ آپ ہی واقف ہوں ان اگر آپ ایسی علت اللہ ہر ہوتے کہ انکی نظیر دشوار ہوتے
 اور اوسوقت آپ فرماتے کہ ہم اوسوقت جواب قبول کرینگے جبکہ فلان عالم اہل سنت
 میں سے ہماری مقابل ہو اور ہمارے سوال کا جواب لکھی۔ تو کچھ خندان مستانہ تھا
 لیکن جبکہ آپ خود اپنی اعتراف سے محض فارسی خوان ہیں اور مضافہ ہی کی چند کتابیں
 ابکا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت میں آپکا گمنام کے جواب ہی کہ بہت دستکاف
 فرمانا اور نام آور کے جواب کا طالب ہونا بروعی عقل اسرنا زیبا ہے اور یہ بندہ فر
 بیشک گمنام ہے اگر جواب میں اپنا نام لکھ ہی دیتا تو یہی اپنی گمنامی کے وجہ سے
 وہ تحریر گمنام ہی کے تحریر ہوتی اور نام لکھنا اور نہ لکھنا برابر ہوتا۔ باقی رہ بندہ کی
 تحریر کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اوسکو جواب میں مختصر کیفیت آپکو سوال کے اور
 اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنی پیش کی دیتا ہوں اور انصاف کا طالب
 ہونا ہوں۔ سوال سامنی بحیثیت مقصود و امر و نہ کو شتمین تھا۔ اول جواب نے بڑے
 جوش و خروش سے دعویٰ حقیقت اپنی اصول ثلاثہ کا فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ ہم
 اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی ثبوت حقیقت اصول نہ کرے

آپ نے بیان نہیں فرمائی تھی پہرا وجودائے کے یہ بھی تحریہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی چاہے
ہمارے طریقہ کو رد کرے تو محض لائسنس کہ نہ مال دین اور یہ حضرت کے مناظرہ
دانی تھے کہ دعویٰ بلا دلیل لکھیں اور حضم سے اسکی تردید میں دلائل کے طالب
ہوں جب آپ مدعی حقیقت اصول نشہ تھے تو آپ پر واجب تھا کہ اول اذکار دلائل
مطلوبہ نقیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اس کے حضم کو کھتر کہ محض لائسنس کہہ
زوال دین پہرا ذکر جواب میں آپکا حضم آپ کے دلائل پر جب قواعد مناظرہ نقص یا
سما رضہ پیش کرتا بلکہ جب آپکا حضم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب
قائد لائسنس ہی کہہ سکتا تھا۔ پس آپکو اپنے رتبہ کی اور اپنی مجیب کے منصب کی خبر
نہیں لیکن ہاں یہ آپ پر دعویٰ سے خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل
واوید شروع کر دیا۔ یہ حضرت کے اوصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تھا۔ اسلی
ہمکو اسکی کچھ شکایت نہیں۔ امر دوم آپ نے علماء اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ
وہ اپنی اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقیہ سے ثابت کریں عیسا
اسکی ذیل میں آپ نے کچھ طاعن خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ
عسلیہم اجمعین ذکر کی اور باقی ماندہ بجا غیظ صاحب تحفہ منہی الکلام و مدبہ و ہدایہ کی
تعلیل میں نکالا چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تھے بلکہ اولاد مدعی اور ثانیائے سائل تھی
تو حسب قاعدہ آپ پر واجب تھا کہ اپنی دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اسکو
اہل سنت سے اونکے اصول پر دلائل مثبتہ کی طالب ہونیکا آپکو منصب حاصل ہوتا
برخلاف اسکو اپنے اپنی دعویٰ کو اپنے رسم میں بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور
مسلمات حضرت پر سبکہ بلا دلیل ذکر فرمایا اور حضم سے اسکو اصول پر دلائل کے خواہ
ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپکا حضم آپ کے اسے کب سینگا اور آپ سے ضرور دلائل مثبتہ ہو
نشہ کی نسبت نکلو گیر ہو گا یہ تو تحریر سامی کی کیفیت تھی اب بندہ کو جواب

کیفیت اہل انصاف سنیں کہ منہ نہ نے اول آپ سی آپکی اوس دعویٰ کا جو شروع ہو
 میں بلا دلیل فرمایا تھا اثبات جا اور ثبوت اصول ثلثہ کی دلائل طلب کی اور اسی
 پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بعد اوسکی محض شہرے با پس خاطر سامی آپ کے روایات مسلمہ سے آپکی اصل
 مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کے برعکس جناب اصول موضوعہ کی ثبوت کے لئے
 ایک بہت بڑی قوی دلیل تھی بعد اوسکے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور اتباع
 سامی تفصیل دلائل سے انماض کیا لیکن بطور غیبیہ و ایقاف انکی ثبوت کا حوالہ مجھ
 اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفصیل اقوال و افعال کو
 تفصیل دلائل ثلثہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر کہا کہ تفصیل ذکر اقوال و افعال کا موقع وقت
 ہو گا جبکہ جناب اپنی اصول سنت کے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت فرمائیں اور ظاہری
 کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت کے اصول بطلان سے پیدا ہو چکی تھی ہر
 غلطی آپ کو مطاعن کا جواب دیکر ازاں چند مفاسد مذہب سامی لکھی ہر صاحب تحفہ
 فقہی الکلام کی تلبیخ کا ابطال لکھ کر انکو آپکی عمائد اغلاط پر مشتبہ کیا۔ اب ہم
 کچھ نہیں عرض کرتے آپ بھی برعکس خود منصف ہیں آپ جو چاہیں فرمائیں چاہی
 اس کو اپنی دلیل واقعی جواب تصور فرمائیں اور چاہی مناظرہ کے شکستہ
 بتائیں اور چاہی گریز فرمائیں حق مگر منتخب ہے کہ حضرت نے اپنا نام نامی کیوں
 نہ تحریر فرمایا۔ تفسیر تو شاید انکو نزدیک علامت نفاق ہو یہ ہی شان پروردگار و
 حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات تفسیر کو حرام اور منافقون کا نشان فرماتے
 ہاں پر ایسی خفیہ امور میں تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب
 صاحب تحفہ جو اس فن میں اپنے اہل مذہب میں حمید عصر تھے اور متاخرین
 جمہور اہل سنت اس مناظرہ میں انکو مقتلہ ہیں با اینہم تحفہ میں اپنا نام لکھتی ہیں
 وہ ہی تو یہ جو از قسم تفسیر ہی فرماتے ہیں چنانچہ اہل انصاف خاتمہ الطبع میں مولوی محمد حسن

صاحب صدیقی فرماتے ہیں کتاب الدالہ الخفا عن حلالہ الخلفاء تصنیف عالم ربیع جلد ۱۰

محمد اسماعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی است و اخیر

بعض کسان از عبارت تحفہ اثنا عشریہ الخ اقول ہماری حضرت مجیب اس کا

تقیہ کا ذکر فرمایا اور مکتوبہ دم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو

حرام اور منافقوں کا نشان کہتی ہیں پر خود ہی اس کی ترکیب ہوتے ہیں کہ اپنی تحریروں

میں تقیہ کرتے ہیں اور نام نہیں لکھتی یا لکھتی ہیں تو یہ لکھتی ہیں جو از جنس تقیہ ہی

حضرت مجیب کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجھ گئی ہونگے کہ

حضرت کو یہ حقیقت تقیہ سے واقفیت ہی نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب

معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتی ہیں ایسی ضرورت ہو کہ ہم مختصر یہی تقیہ کا ذکر کریں

اور حضرت مجیب کے کمال علمی و مناظرہ دانی اور انصاف کو آشکارا کریں اول تو یہی

ہے اگر غلط ہی جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا

نشان کہتے ہیں اور یہ اہل سنت پر محض افتراء و بہتان ہے یہ عرصہ دم تحریر نام اور تورہ کو تقیہ

محمد بن داخل کرنا دوسرا طرہ ماجرا ہی میر صاحب مدعی ہیں کہ ان کو عن عنوان سن ستر

سہ مناظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کی مطالعہ میں انہماک رہا ہی بتدائیں تو سہی

اور ہونان نے دیکھا ہی کہ اہل سنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان لکھا ہی

یا کہیں یہ لکھا ہی کہ تورہ از قسم تقیہ ہی یا نام نہ لکھنا یا غیر نام لکھنا از جنس تقیہ ہی

اور اس کا ثبوت ان کو کسی روایت معتبرہ اہل سنت سے ملا ہی۔ افسوس کہ میر صاحب

اتباع اربعہ اے فرمائیں اور اس کا ثبوت نذین۔ بڑا افسوس یہ ہے کہ میر صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ

کو ہی کہو کہ نہ دیکھ لیا وہیں کئی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں

کہ اگر حضرت مجیب تحفہ کا ملاحظہ فرمایا لیتو تو یہ تشریر اس طرح چشم انصاف بند کر کے

تحریر نہ فرماتے۔ جناب میر صاحب۔ جس تقیہ کو علماء اہل سنت حرام اور منافقوں کا

نشان فرماتے ہیں وہ تقیہ وہی کہ سہما شیعہ جب کہ اپنی رسائل میں یہ تعریف فرماتے ہیں
 وہی موافقہ اہل الخلاف فیما یدینون بدہ یعنی اہل خلافت کے موافق
 انکو دینی امور میں جب مثل شیعہ گنگا گنگی گنگا واس جہنگ گنگی جہنگ واسن دزاسی
 خیالی نفع کی امید پر کہ ذرا تقیہ و تکریم ہوگی یا توڑی سی وہی ضرر کے اندیشہ سے اگر خراج
 و تواضع کے محافل میں جاہنسی تو معاذ اللہ بمجاظ خوشنودی قوم سراپا لوم المہیت رضوان اللہ
 علیہم کے جناب میں بے محابا گستاخانہ کرنے لگے اور اگر مجاہد اہل سنت میں شریک
 ہوئی تو نزع و عداۃ المہیت کے فضائل و مناقب بیان فرماتے لگے اور تقیہ حرام
 وہی کہ جو شیعہ کہہ کر ام سلمہ السلام (حاشا ہم) کی جناب پاک کو بظرف منسوب کرتے
 ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ
 انکو کچھ خوف نہ تھا خلفاء رضوان اللہ علیہم سے بیعت کر کے تمام عمر اذکار ہی
 کلمہ پڑھتی رہے بلکہ انکی انتقال کے بعد ہی بیان فضائل محمد کا ورد رہا ہمیشہ
 باہم شیر و شکر ہے جمعہ جماعات داعیاد او نہیں کے بھی ادا کرتے رہے۔ اکثر
 سال خلفاء کی رعایت سی او کو موافق خلافت حق لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرتے رہے
 غصب خلافت دار مدت پر اسی تقیہ کے بدولت چون و چرا نہ کی قرآن کی تحریف
 پر صبر و سکوت فرمایا جتنا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلئے قرآن منزل من اسماء صفو کائنات
 سحر گم ہو گیا۔ غصب مذکور پر نہ بولے معاذ اللہ تذلیل المہیت ہوئی اور حضرت سید
 مظلوم رضی اللہ عنہ ہمارے بقیہ علماء قوم کیا کیا جور و جفائیں گزریں اور خبر ہوئی
 علی بن القیاس جسکو تفصیل سے اہل ایمان کے بدن پر بال بہرے ہوتے ہیں۔
 بعد اوسکے خلیفہ ثانی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ اسی تقیہ مشومہ کی بدولت خلعت
 خلافت نبوت جو نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانوں کے حقوق
 کی جوابدہی اور ذمہ داری اوسکو سہم ہوئی اپنی اوپر سے اوتار کر بر نعم شیعہ ایک

کا فوکو پہنا دیا اور اس کو حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو بیٹھی اور لوگوں کو گراہی میں چھوڑ دیا
 علاوہ انکی آہٹ ائمہ کرام رضائے تو خلافت کا نام تک بھی کہی نہ لیا اور آخر میں خاتم
 سلسلہ امامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ شریعتیں راے
 غیر نبوت گیری اختیار فرمائی کہ صد ہا برس گزر گئی اور شیعیان پاک منتظران قیامت کے
 جانیں لبوں پر اگیں لیکن حضرت اپنی جمال جہان آرا کو شقائق زیارت پر
 جلوہ گر نہیں سمجھتے۔ پہلے کچھ دنوں سلسلہ سفارت و خط و کتابت رعایت جاری تھی
 اب وہ ہی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہ خبر نہ ہوگی کہ اس زمانہ میں علاوہ اس کے خوارج
 و نواصب کا وہ زور شور نہیں رہا کتنی بگڑ جان کا خوف اونکو نہیں ہے کیا مہدی
 سودانی کا حال معلوم ہو کر ہی آپکو اس میں کچھ شک و تردد ہی رہا ہوگا ہمیں فرض کیا
 رہے خوف کیجئے ہو ہی سہی اور کوئی لہند لکھنو و غنیدہ کا اخلاص و ایمان قابل اعتماد نہ ہو
 لیکن اگرچہ میں تب بدلاؤ ہو مین ایران ہی میں چھوڑ کر انچھار دعوت حق فرمائی جہاں لاکھوں
 مخلصین آنچر فدائی ہیں اور جانبازی کے لئی تیار و مستعد بیٹھے ہیں مگر یہ کہ یہ نہ ہی
 اس میں جو ہے جسکو دریافت حقیقت سے عقول ہومنین کوتاہ و قاصر ہیں سبھا کہ
 نہایتان عظیم اور بحول اللہ و قوتہ اس تقیہ کذابیہ کا ابطال آیات قرآنی و احادیث نبوی
 اور قصص انبیاء سابقین اور اقوال افعال جناب ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم سے
 مثل آفتاب رابعہ النہار ثابت ہے آیات قرآنی سے ایک آیت مع اوس تفسیر جو کچھ
 صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی ملقطاً نقل کرتا ہوں تاہرین اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں۔
 اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَقَّعْتُمُ الْمَلَائِکَةَ طَائِفًا لِّیْ اَنْفُسِهِمْ فِیْ حَالٍ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَهُمْ بِتَرَاکِ
 الْحِجْرَةِ وَ مَوَافَقَةِ الْکُفْرِ قَالُوْا اٰی الْمَلَائِکَةِ تَوْحِیْدًا لِّہُمْ فِیْمَ کُنْتُمْ مِنْ اٰیٰتِہُمْ
 ۱۔ جو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کی سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں فرشتی اونکو
 جان کا تہ وقت از روی تو بیخ انس پوچھتے ہیں کیوں ! امودین میں تہہ را کیا حال تھا ؟

اگے چلتا ہوں احادیث نبوی سنی علامہ باقر مجلسی جلد اول سجادین نقل کرتے ہیں
 ابن یزید عن محمد بن جہور القمی رفعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم
 یفعل فلعنہ اللہ۔ ابی عن عبد اللہ بن المغیرۃ ومحمد بن سنان
 عن طلحہ بن زید عن ابی عبد اللہ عزاہ علیہم السلام قال قال علیہ
 السلام ان العالم کالکامن علمہ سیرعت انتن اهل القیمۃ ریحاً تلعنہ کل
 دابة حتی دواب الارض الصغار۔ یہ روایات صریح بطل تقیہ میں اور علماء شیعہ جو
 کچھ ان روایات میں تاویل فرما کر منسوخ و تحریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد اسوۂ حسنہ
 تقیہ کے ہے وہ بروی عقل والصفات ہرگز قابل قبول نہیں اقوال و افعال اللہ کی تفصیل نقل
 موجب تطویل سے پہلی آہمین سے قدر قلیل کے بیان پر کفایت کرتا ہوں بہت سے اقوال مطول تقیہ
 نبج البلاغہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں اور میں سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو
 نبج البلاغہ میں شریف رضی نے نقل کیا ہے لکھتا ہوں ومن کلام لہ علیہ السلام
 لما عرفوا علی بیعتہ عثمان لقد علمت انی احق بہا من غیرہی واللہ لا سلمن
 ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ۔ اس قول سے صاف
 ثابت ہے کہ جناب نے تسلیم و انقیاد خلیفہ کا اوس وقت تک قبول کر رکھا ہے جب تک
 کہ مسلمانوں کے امور سلامت میں اور سوائے ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم و جور

۱ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں پچھتین ظاہر ہونے لگیں عالم کو چاہی کہ
 اپنا عالم ہر کری پہر گرایا نہ کری تو اوس پر اللہ کی لعنت ہو ۱۲۔ ۱۳ فرمایا علیہ السلام اپنے علم کو چھپا دالا اور ہایا جا بجا قابل
 قیامت میں سب سے زیادہ بدبو والا سب جانور اور پر پخت کرنے میں یہاں تک کہ زمین کے چوٹے چوٹے کیڑے ۱۴۔ ۱۵
 جب لوگوں نے عثمان رضی کی بیعت کا قصد کیا تو اوس وقت جو کچھ جناب امیر نے فرمایا آہمین سے یہ کلام ہی۔ تم جان چکے ہو
 کہ میں اپنی غیر کی بیعت کو نہ چاہتا تھا خدا تم میں ایم رکھا مگر خدا کو جب کہ مسلمانوں کو اور میں ان پر لکھا اللہ مولا میں پریم مولا میری

ہوا اور جب یہ ہو گا یعنی مسلمانوں کے حقوق ضائع ہو گئی اور ان پر جو یہ ہو گا تو یہ تسلیم
 و انقیاد نہ ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشہ شکر و کرم ہی
 کبھی مخالفت نہیں فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ ذرا نرمی اور ادا
 نفرمائی اول ہر طرح ہمائش فرمائی یہاں تک کہ آخر کار قتل و قتال سے ہی دریغ نہیں
 فرمایا اگرچہ کامیاب نہ ہوئی اور تینہ فرو ہوئے اور غرضیکہ یہ قول اور یہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا
 سر میں بدل تقیہ ہی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
 سے سناقت نہ فرمایا لیکن زید پلید جو آپ سے صرف بیعت کا ہی خواستگار تھا آپ نے
 ہرگز اس کی بیعت کرنا قبول نہ فرمایا اور اپنے تئیں اور اس کی فوج کی کثرت و ذرا بر اس
 نکجا اور اپنے آپ کو اور جو انان اہل بیت کو طعمہ تیغ بے دریغ کر کے شربت شہادت پین
 فرمایا اور شیعہ کی ایک فرض نہ رہی کہ جو تقیہ ہی تیغ و نیا د سے اوکھاڑ دیا۔ یہ مقام استرabo
 ہی اور طول کا ہی اندیشہ ہی اسلئے ہم لفظ و تفصیل سے عرض نہیں کر سکتے غرض یہ تقیہ
 جو مختلف فیہا میں ائمہ نقیین ہو اور جب کو اہل سنت حرام اور منافقون کا نشان کہتے ہیں نہ تو یہ
 دھار یعنی کجا تو یہ اور کجا تقیہ ع کجا یہاں کجا آسمان۔ اہل سنت کے یہاں اکثر
 غزوات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہی اور توریہ میں امر و مبینین و
 ذو جہتین بفرض ابہام مقصود اور ابہام خلاف مقصود کے استعمال کیا جاتا ہے اور
 نہ کہنا تو توریہ ہی نہیں ہے چہ جائیکہ تقیہ مجرب ہو پس حضرت مجیب جیسی مدعی انصاف
 سے نہایت ہستجا ہے کہ ایک ذکر لایعنی لکھ ڈالا اور یہ خیال فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں
 اور یہ نہ سوچا کہ میں انصاف کا دعویٰ ہی اسی تحریر میں کر چکا ہوں اگر کوئی ان کو
 جمع کرے گا تو کیا کہیگا۔ پہر اب ہم ان تحقیقات پر اپنی مجیب لیب سے کیا انصاف کی
 اسید رکھیں۔ اگرچہ توریہ میں بحیثیت جواز ضرورت و عدم ضرورت دونو مساوی
 ہیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج اس پرست ہیں معہذا عقد کی دہما

میں جو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ الغیر نے توریۃ اپنا غیر مشہور نام تحریر فرمایا
 علاوہ اور مصالح کے ایک بہ بڑی ضرورت اس طرف داعی تھی کہ اس زمانہ میں شیعہ
 کا نہایت زور تھا اکثر بڑی بڑی فوجی مقصد دار و نہیں متعصب ہو تھی چنانچہ تقریباً دو
 زمانہ میں حضرت نیر از نظر لیا چنان رحمۃ اللہ علیہ بدون اسکی کہ کوئی گناہ مستوجب قتل
 اور سرزد ہو پر پگیناہ اونکی دست تقدیر سی ٹھہر نہنگ اچان کر شربت شہادت نوش
 فرما چکے تھے اور اسکا کچھ تدارک و انتقام نہ ہوا تھا تو ایسی طوفان بے تمیزی کے وقت میں
 اگر یہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال
 کا یقین تھا اور اس فتنہ کی آتش کا شرارہ صمد خانان کو خاک سیاہ کرتا۔ اور بعض اہل
 اسی زمانہ میں بار بار وہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں ہی آئے لیکن حق تعالیٰ
 نے فضل سے محفوظ رکھا اور اونکی شر کو دفع کیا یہ قصہ کچھ بہت پرانا نہیں ہے
 اگر آپ تحقیق فرمائیں گے تو معلوم ہو جائیگا یوں ہی بے تحقیق اعتراض کرنا اسکی
 ادعا کی انصاف پر زیا نہیں ہے اور انگیزی عملداری اور متخام کو بلحاظ اس زمانہ
 کی اس وقت کو انتظامی امور میں خیال کرنا سب خلاف عقل ہے کیونکہ وہ زمانہ
 ابتدا عملداری اور تسلط کا تھا اس وقت جس قدر مدارات و مراعات و اغماض ہوتی تھی
 اس وقت اسکا نام و نشان نہیں بلکہ جو کیفیت قبل از غدر تھی وہ بھی اس وقت نہیں
 شخص جانتا ہے کہ انگیزی تسلط تدریجی ہوتا ہی آج کچھ ہے کل کچھ پس جن دو
 زمانوں میں تقریباً سو برس کا فضل و اتع ہو گیا ہوا وہ میں ہی ایک کو دوسری پر قیاس
 کر کے ایک حکم کرنا کس قدر عبید از عقل و انصاف ہے اور منبہ نے جو اپنا نام نہیں لکھا
 اسکی وجہ یہ ہوئی کہ تحریر سامی میری پاس بالواسطہ آئی تھی مجکو معلوم نہ تھا کہ میری
 صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیونکہ رکھا ہی اپنی ہی طرف سے اپنے علماء سے نیکہ
 جواب دیتی ہیں یا وہ ہی جواب بیستہ پیش کر دیتے ہیں اور نہ منبہ کو اس شرط کی

شاہ صاحب نے یہ عبارت لکھ کر اپنے
 نام کے ساتھ لکھی ہے

اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تحریر میں کیا نام نہ ہوگا تو آپ اس تحریر کو قبول نہ فرمائیں گے اور کچھ
 نام آوری ہی مقصود نہ تھی تو میں نے خیال کیا کہ جواب عاری از نام پیر سحری صاحب
 کی خدمت میں پہنچا دینا پہرگی اور کجوقت تیار ہی یہ جواب پیش کریں یا انکریں اور اگر
 پیش کریں تو خود جسطرح مناسب سمجھیں پیش کر دیں گے تو نے تحقیقت یہ
 سائل پیر سحری صاحب سلمہ اور مولوی ابوالطیب غفرلہ تھے اور انکو اس امر کی
 اطلاع تھی کہ یہ تحریر اس عاجز کی ہی تو اس صورت میں نام نہ لکھنا نہ لوزیہ ہے نہ تقیہ
 اصل وجہ جو کچھ تھی عرض کر دی اگر آپ کو اس میں شک ہو تو پیر سحری صاحب سے
 دریافت فرمائیں۔ اب آپ اسکو چاہیں تو یہ فرمائیں باقیہ بنائیں انکی انصاف و عدل
 کی سب شایان شان ہی قول اگرچہ شفیق کا وعدہ یہ تھا کہ مجیب کا ضرور نام ہوگا
 بلکہ اسی شرط پر مجسبی نام لکھو لیا تھا اور یہ اقرار تھا کہ اگر مجیب اپنا نام نہ لکھیں تو جواب
 نہ لکھنا بلکہ اب وہ ہی حیران ہیں اور کہتی ہیں کہ خیر گو یہ وعدہ وفا نہ ہوا مگر تو میری خاطر
 سی جواب لکھنے اقول پہلے گذارش ہو چکا ہی کہ انکی شفیق نے یا کسی نے مجھ کو آپ کے
 اس شرط کی اطلاع نہیں فرمائی ورنہ نام لکھنی میں کچھ تامل اور کچھ دریغ نہ تھا پیر سحری
 میر صاحب فرماتے ہیں کہ میرے شفیق ہی چاہو جو حیرت میں گرفتار ہو گئی اور عدم
 وفا وعدہ کو تسلیم کر کے جواباً جواب کے منتظر ہونے لگے سرسرفروہی اول
 اپنی شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپ نے شرط مقرر کی مولف جواب کو اطلاع دی ہو
 یا نہیں جب اسکو جواب میں وہ یہ فرماتے کہ میں اس شرط کی اداسکو اطلاع دی ہے
 تو آپ نے دریافت فرمایا ہوتا کہ اوسنی نام لکھنی سے انکار کیا ہی کیونکہ احتمال ہی کہ
 نام لکھنا بوقت نقل سہوارہ گیا ہو اور اگر وہ یہ فرماتے کہ اس شرط کی اداسکو
 اطلاع نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا ہوتا کہ اس تحریر کو واپس بھیج دیتا ہوں تاکہ وہ یا نام
 لکھی یا انکار کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو بلائیہ ایک کاڑھ کے آپ کے شفیق

دریافت فرما سکتی تھے کہ نام کیون نہیں لکھا اور مجب نہیں کہ میں اذکو خاتمہ تحریر
اپنا نام لکھنے کے اجازت لکھ بیٹھا یہ موقع مرکز نہ آسکے انکار کا تہانہ اذکو مبتلا حیرت ہو چکا
اور اصرار کیا۔ لیکن ہاں انصاف اور عاقل کا مقتضایہ یہی کہ بدون تحقیق بلا تفتیش سپر
تقیہ کا حکم لگا دیا اور اس اذعان و یقین کے ساتھ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی
نازل ہوئی تو کہہ اگرچہ حضرت مجیب کمال علم و فضل کے مدعی ہیں حتیٰ کہ امتحان لینی کو
مستعد ہیں اقول میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مدعی اپنے علم و فضل کا نہیں ہوں بلکہ
تمام خاندان میں اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہیں۔ لیکن ان کا یہی منظر حمایت
اسلام مخالفین کے زعم شکنی کے لئے مدعی ہے ہو جاتا ہوں اور یہاں یہ ایسا ہی محدود
ہو جیسا کہ جہاد اعداء کے وقت پسندیدہ خداوند تعالیٰ نے ہی۔ اور واضح رہے کہ
امتحان لینی کے قصد سے جو اعداء کمال علم و فضل سے متنبہ ہو کر آیا ہے یہ شخص غرض
فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئے عرض کیا گیا تھا اس کو واسطی کمال علم
و فضل کی ضرورت نہیں اسلام کی یہ دریافت کرنا کہ فلاں کتاب کا کون مصنف ہے اور
فلاں مصنف کی تصنیفات کیا ہیں اس کی لینی محال علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ
دعویٰ کو مثبت نہونی یہ مسئلہ اعداء کمال علم و فضل سامی قابل تماشا ہی جو خیال فرماتے
ہیں کہ ایک عالم ہماری مقابلہ میں مہر سکوت بر لب ہو سو بفضلہ تعالیٰ اس دعویٰ
کی صلیت عنقریب منکشف ہوا چاہتی ہے قولہ اور بظاہر بڑی کروفر و سرسید
منافہ میں دم رکھا ہے اقول یہ کچھ وطن دشمن و شیعہ دشوہ و شکایت کی بات
نہیں ہے حمایت دین اسلام بڑی کروفر اور مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی
حصہ ہی آخر یہ غم خود اپنے جواب میں تو اپنے ہی پیرا کروفر دکھلایا ہے قولہ مگر
ضنف تحریر میں سے ثابت ہی کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور جو وطن
دشمن اور تہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض کیا اقول یہ حضرت کی فہم کی خوبی ہے

جو آپ فرماتے ہیں کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور بجز طعن و تشنیع رہ گیا
 زبان کے کسی بات کا تعرض نہ کیا ورنہ اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرماتے تو اوس میں اپنا جواب
 پاتے چنانچہ اجمالی طور پر اس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کی سامنی پیش کر چکا ہوں نظر
 انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جناب کو تو اختیار ہی چاہی مناظرہ کی بہت کشمکشیں تباہیں یا
 گریز فرمائیں یا تہدید زبانی اور طعن و تشنیع تصور کریں مثل مشہور زبان کے اگلی کو اڑھ کوڑا
 قہقہہ حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائی تحفہ اور کچھ سامان نہیں ہی چال چلنی چاہی کہ
 وہ ہی امور جن کا تحفہ میں ذکر ہے اور ان میں ہی ادنیٰ زعم میں کچھ ہوسکتی ہی اس ساجد میں
 چھڑنے چاہی پہلی میری وہی قول ای کی جنگی بحث تحفہ میں موجود ہے یعنی اول شرائط
 ثلثہ است کی دلائل طلب فرمائی اقول یہ ہی حضرت کا تحفہ محض ہے یا مدنیہ
 استیجاء طاق حفت کے معلوم فرمایا ہوگا کہ میں نے خیال کیا کہ میری پاس سوائی
 تحفہ کچھ سامان نہیں حالانکہ خود ہی ازالہ نہیں اور آیات بیات کی میری پاس ہونیکا
 اعتراف فرماتے ہیں اور اس امر کا شیعہ کو ہی اعتراف ہی کہ ازالہ نہیں تحفہ سے ماخوذ نہیں
 اچھا پاس خاطر سامی مسلم کہ میری پاس سوائی تحفہ کوئی سامان نہیں اسلی وہی قول
 لی جنگی بحث تحفہ میں موجود ہے اور تحریر ہی ضعیف ہے اور لکھی پاس مواد مالیت ہر قسم کا
 موجود معاوین متعدد ملکہ بدرجہ قصویٰ لیکن اگر یہ آپ کا زعم صحیح ہو تو آپ کو مبارک ہو جلدی
 فیصلہ ہو جائیگا آپ کو کچھ وقت اور ٹھانی نہ پڑے گی پس ہی ایجاٹ لکھ دیجی کہ جنگی
 بحث تحفہ میں موجود نہیں اور میدان مناظرہ بہت لیجی۔ اور کوئی قول اپنے
 سوال میں ایسا بتلائی تو سہی جسکی بحث تحفہ میں نہیں ہے قہقہہ ہم حضرت
 کو حکم کی تعمیل کرتے ہیں اقول آداب عرض ہو قہقہہ اور حسب وعدہ جواب کے
 منتظر ہیں اقول لیجے حاضر۔

مزید اصل جواب

قال انما ضل المحجوب قال بحسب اللبيب بسم الله الرحمن الرحيم وفضل على رسول الكريم
 وعلى اهل وصحابة جميعين اقول - اس خطبہ میں یہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت و جماعت
 خصوصاً حضرت محجوب صحابہ کو آمد پر قدم کرنا مناسب تھا نہ بالعکس کیونکہ
 بعد جناب رسول خداصل کے کل خلافت پر میں حیث الثواب لہ ترتیب تفضیل بخیرین
 کو ہی جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں جو اہلسنت کی مقبر کتاب ہی موجود ہے۔ اہل الشریعہ
 بعد نبی ابوبکر الصدیق ثم الفاروقؓ - انتہی اور حضرت محجوب کی خصوصیت کی وجہ یہی
 کہ وہ خود ہی پرچہ میں تحریر فرمائی ہیں علی الخصوص خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو
 اہلسنت نام است ہی باعتبار مرتبہ اعلیٰ و فضیل اور ایمان میں شہادت و کمال عقائد کرتے ہیں
 الخ حالانکہ اسی عقائد نسفی بلکہ اور کتاب عقائد میں خلفاء ربیعہ کی تفضیل مرتب ہے
 ذکر ہے مگر حضرت محجوب نے خلفاء ربیعہ ہی نہ لکھا اسلئے مناسب تھا کہ صحابہ کو الہ مقیم
 فرماتے تاکہ زبان ساتھ قلب و جان کے موافق و مطابق ہوتے نہ یہ کہ دل میں
 کچھ اور زبان پر کچھ۔ یقول الحید الفقیر الی مولانا ہامری میر صاحب نے خطبہ
 ہی کسی جو یہ ہے سوچی سمجھی کلام و تردید شروع کی شاید اس سے یہ مطلب
 کہ جہاں میں باخفا خفیہ و نیکی نامی ہو۔ کہ میر صاحب نے بسم اللہ سے لیکر آخر تک کی تردید
 کروئی لیکن اہل علم و فہم کے نزدیک تو ایسی اعتراضات سے بجز اظہار اپنی نادانی
 اور کم علمی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ
 تقابل لاطاعل ہو کر بیان مقصود میں محفل ہوتا ہے چنانچہ ہم نے اپنے پہلی تحریر میں ہی
 اسکو ترک کر دیا تھا لیکن پیاس خاطر حضرت مخاطب بحث لفظی کجاتے ہے کہ اذکی شہد
 رفع واجبات سے ہے۔ پس واضح ہو کہ ہماری محجوب نے شروع اعتراض میں
 تقدم لفظ آل کی نسبت لفظ صحابہ پر مناسب ہونے کا حکم کیا ہی جو اذ کو تیرہ مقتضی
 ہوا اولیت تقدم جو ذکر کی ہے مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہیں تاکہ زبان ساتھ قلب

آزادی تقدیر صحابہ

دجنان کے موافق ہو جائی زبان کا تلب کے ساتھ مطابق ہونا ضروریات دین سے ہی اور
 عدم توافق نفاق ہے۔ بہر تقدیر اولاً میر صاحب کو ثابت فرمانا چاہی کہ عطف بالواو تیسرا
 ہی کو مستلزم ہے ہم اسکو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم کہتی ہیں کہ واو محض جمعیت فی الحکم کو
 مفید ہی چنانچہ واقفان فن عربیہ جانتی ہیں کہ کلام فصیح میں کبھی تنزل اعلیٰ سے سفل
 کی طرف ہوتا ہی اور گاہی ترقی ہٹل سے اعلیٰ کی جانب کیجاتی ہی۔ قرآن شریف کی
 مواضع متعدد میں جن تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو اگلی اس دعویٰ کو مبطل ہے
 آیہ و تبارک جتنا آئینا آخر چند آیات تک پڑھ جائی اور اگر یاد نہ ہو تو کسی حافظ
 سے پڑھو ایسی یا قرآن میں دیکھ کر پڑھ لیجئے اگر یہ ہی نہ ہو سکے تو پہلے سیارہ
 میں من کان عدو اللہ و ملکہ و رسلہ الخ پڑھ لیجی ثانیاً ہم کہتی ہیں کہ لفظ آل
 اصحاب کو ہی شامل ہے اور اوسکے متضاد مقابل نہیں اور کچھ ضرورت نہیں تھی
 کہ لفظ اصحاب ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ اکثر حضرات متغنیین شیعہ نے یہ طرز اختیار فرمایا
 کہ اصحاب کا ذکر خطبہ نہیں فرماتے اور شاید انکا یہ معمول اس وجہ سے ہو کہ انکی
 روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب میں سے کوئی شخص مصیبت نہ تو درکنار رسوائی
 حضرت مقداد کی حصہ نہ لے سکتا ہی نہیں بچا چنانچہ اس جگہ ایک ہی روایت ہے
 اکتفا کرتا ہوں جناب قاضی صاحب شوستری مجالس المؤمنین میں نہیل ذکر مقداد
 فرماتے ہیں کہ شیخ ابو عمر دکنی کہ از علماء امامیہ است کرتاب سماوہ الرجال بسناد خود
 از حضرت امام محمد باقر روایت نموده اوردت الناس الاثلثة نفر سلمان والیوذر
 والمقداد فقلت فعمار قال کاں خاص حبصہ تدرج قال ان اردت الذی لم
 یتک ولم یدخلہ متی فالمقداد۔ علی مخصوص حضرت مخاطب کی مذاق پر کہ

سب لوگ مذکور ہو گئے مگر تین شخص آمان ابوذر مقداد میں پہنچا اور عمار فرمایا کہ وہ کچھ ہیر گریا تھا لیکن پھر روٹ آیا فرمایا
 اگر ایسا شخص چاہی جسکو کچھ شک ہو یا وہ اسکی کچھ دلیل میں نہ داخل ہو تو مقداد ہے۔ ۱۲۔

اوہوں نے تصریح فرمائی کہی بحیث کرام ہونے سے بالکل خارج کر دیتی ہے چنانچہ فرماتے
 ہیں کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اقوال
 و افعال صحابہ بلکہ خود عمامہ صاحب شخصہ کی تحقیق سے ثابت نہیں ہوتا سورہ جمعہ کے
 آخر کو ملاحظہ فرمائی۔ وَاذَرُوا تِجَارَةَ اور لہو انفضوا الیہا الخ۔ تو اس سے صاف
 ثابت ہوا کہ بحیث کرامت کی بالکل خلاف ہی تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہ ہوئی اور
 جبکہ صحابہ کرام کا وجود ہی تحقیق نہوا تو شاید یہ سبب سے تفہیم کے لفظ صحابہ
 کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ صحابہ کو ترک کرتی ہیں تو وہ اہل خلاف
 مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک سلسلہ میں تشریح میں تشریح لازم آتا ہے تو بغرض دفع
 تو ہم خلاف مقصود اور جزا از عنین تشبہ بطور تخصیص بعد تہمید کی لفظ صحابہ کو ذکر کیا تاکہ
 فرضنا لفظ آل اصحاب میں تقابل ہے اور لفظ آل اصحاب کو شامل نہیں تاہم یہاں تخریص
 باطنی ہے کیونکہ اگر خلفاء کو فضیلت حاصل ہے تو وہ فضل کلی ہے اور نفس کلی اعتبار
 تقدم فضل خبری کو مانع نہیں تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعث بار فضل خبری یعنی
 خبریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ رابعاً یہ اعتراض بلا تہرک کیا گیا ہے
 اور اس دلیل دعائیہ مثبت نہیں اسلیں کہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب
 کو آل یہ مقدم کرنا چاہی اور اسکی دلیل یہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کل خلائق پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل شیعین کو ہی
 اور ظاہری تفضیل شیعین تدرج تفضیل سبع اصحاب رضی اللہ عنہم نہیں پس اگر لفظ
 صحابہ کا آل یہ مقدم کیا جاوی تو موافق زعم سامی ہوگا ہی کہ سبع صحابہ اہل بیت
 سے افضل ہوں اور حاشا کہ اہل سنت ایسا اعتقاد رکھتی ہوں۔ لیکن میں نہایت شغوب
 بلکہ ہمہ تن حیرت ہوں کہ جناب والا نے باہر ہمہ ادعائی انصاف و دانش
 جب اس خطبہ پر جو بظاہر نے محبت ملکہ سامی کے موافق تھا کہ اس میں لفظ

تقدم آل کا اصحاب پر واقع ہے جو متفقہ مقدم تہی کو ہی اذنیہ صحاب کا ہی ذکر کیا گیا ہی
 نمائندہ فی الباب آپ اصحاب سے وہی اصحاب سمجھیں گے جنکو برخلاف مخصوص روایات صحیحہ
 اپنی کی آپ نے کرام اعتقاد قرار کیا ہی اس جو شہنشاہ خسرو سے مقرض ہیں تو اپنے جہوں
 علماء مضغین پر جو قدیم حدیث لفظ آل ہی پر کثرت فرمائی ہیں اور گویا اصحاب کے ذکر کے
 خطبہ میں صلوٰۃ و سلام کے لمبی قسم کہا کہ ہی کیا کچھ اعتراض نہیں کیا ہوگا اگر حضرت
 شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہیں اور بعض حضرت جیسی ہماری محبت مخاطب ثناء
 اس خیال ہی کہ سب اگوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل اصحاب ہر دو ترک فرمادیتی ہیں
 اور بعض تفسیریں اگر کہیں اسنت میں جا نہیں اور وہ ان تصنیف کا اتفاق ہو یا یا بس تسنن
 میں کوئی کتاب تالیف کی تو لابد اصحاب کا ہی ذکر فرمادیتی ہیں۔ پس ہماری حضرت محبت
 فرامین تو سہی کیا کسی روایت میں اصحاب کرام پر تباہ صلوٰۃ و سلام بھیجی کے حرمت وار ہو
 ہی یا کہ بنی ائمہ رضی عنہم ہی خطبات وغیرہ میں اصحاب پر صلوٰۃ و سلام کی ممانعت فرمائی
 ہی جسکی وجہ سے حضرات نے یہ عہد موقوف باند نہ ہی۔ مہنی تو صحیفہ کاملہ کے روایت میں
 یوں پڑا ہے۔ **اللّٰهُمَّ وَاصْحَابُ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً الَّذِينَ أَحْسَنُوا الْقُلُوبَ وَرَأَوْا**
 تعمیم ہی ملائے فرما لیجے گا۔ اگر یہ فرامین کہ اصحاب کرام معصوم نہیں ہم عرض کریں گے
 کہ آل ہی تمام معصوم نہیں بلکہ صرف انکو نزدیک ائمہ علیہم السلام ہی معصوم ہیں۔ پس
 اس امر کو اور کیا سمجھا جاسکتا ہی کہ اصحاب کے ساتھ بغض و عناد کی یہاں تک نوبت
 پہنچی کہ صرف بوجہ ہمت تراک لفظ کی جو کہ لفظ اصحاب میں ہے اور بوجہ ہمت تراک لفظ اصحاب
 اپنی معتقد علیہ اصحاب کو ہی جنکو برخلاف روایات کرام اعتقاد قرار کیا ہی صلوٰۃ
 سے محروم کر دیا۔ باقی رہا یہ ارشاد تا کہ زبان ساتھ قلب جناب کے موافق و مطابق
 ہو جائے نہ یہ کہ دلیں کچھ اور زبان پر کچھ یا تو اپنی مذہب کی ناواقفیت سے یا
 لے اسی حجت صحیح اصحاب محمد پر ناسک جنہوں نے اچھی مصاحبت کی۔ ۱۱

انہم یقولون عن الکلام فی الدین فتاویل حولیک المسکون بانہ انما لھی
 من لا یحسن ان یتکلم فیہ فاما من یحسن ان یتکلم فیہ فلم ینہ فہل ذلک کما
 تاولوا ولا فکت علیہ السلام المحسن وغیرہ الحسن لا یتکلم فیہ فان اتہ الکبر
 من نفعہ۔ عنک اسف اللتام اور ظاہر ہے کہ حقیقت کے ساتھ کلام مجاہدین
 شراب و قمار کی نسبت ارتداد و فاسق ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ
 کَبِیْرٌ وَمُنَافِعٌ لِلنَّاسِ ذَاتُ اِثْمٍ کَبِیْرٍ مِّنْ نَّفْعِہَا مَا تَوْحَشَتْ اِلَیْہِہِ اِنَّہِ لَیْسَ بِاِثْمٍ
 در باب ممانعت کلام گفتگو اس آیت کی طرف اشارہ فرما کر کلام فی الدین کو نمبر شراب
 و قمار کی دفعوں اور نادفعوں کے ایسی برابر خرام قرار دیا۔ اگر اس بارہ میں چشم دید روایات
 مطلوب ہوں تو سنیں سلامہ مجلسی بجا را لاوار کے جلد اول باب کتمان العلم میں جو بیست و
 روایات لکھی ہیں اور نینچ چند روایات شیطانیہ لفظین عن عرض کرتا ہوں۔ عن
 عبد اللہ بن یحییٰ عن حریر بن عبد اللہ السجستانی عن معمر بن یحییٰ
 قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا معمر اکتما امرنا ولا تذکرہ فانہ من
 کتماننا ولم یذکرہ اعزہ اللہ فی الدنیا وجعلہ نور ابن علیہ السلام
 نے کہا کہ انہوں میں میں کلام حکمتی ممانعت و ساقی ہیں پھر ان کے ہاں جو کلام گنہگار بنے ہیں یہ سب اکیل کی جو کہ یہ ممانعتوں کو کہ
 وہی ہی جو اچھی سے منظرہ نہیں سکھاتا جو لوگ کہنا ذکر کی مشق ہیں اور چھٹی صبح گفتگو کر سکتی ہیں اور کئی ممانعت نہیں
 تو کیا یوں ہی جو طبع و ذہن و دل کے حضرت علیہ السلام کی جو ہیں کہا خوب کلام کرنے والا اور جو کلام نہ کرنا کوئی میں کلام کرے
 کیونکہ اگر نفع و ہر گناہ گناہ ہر گناہ ہے۔ ۱۰۔ ممانعت شراب و قمار کی جو کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے
 فائدہ ہے میں اور ان گناہ گناہ کے فائدہ سے زیادہ ہے۔ ۱۱۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 سے روایت ہے کہ نہ دیا آئیے اے معمر! کلام کو پوشیدہ رکھو اور اس کو آشکارا نہ کرو
 پس جو شخص اس امر کو چھپائے اور اس کو پہلے نہیں خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں غرت دے گا۔ اور اس کتمان
 امر کو نور بنا کر قیامت کے روز اس کی پیشانی میں رکھے گا۔ ۱۲۔

انکار شراب و قمار کے چھپانے میں اس کی افادیت

حضرات شیعہ کے اکابر کا جو غم انکی شخصیات نہ تھی یہ حال ہی کہ امام کی نافرمانی کرین عالم دین بنت
 کری پڑی انہار سے باز نہ آدین اور ان ہی پر کیا منحصر صحابہ مقبولین نے ہی تو امام بلا فصل کے ساتھ
 میں طاعت نہیں فرمائی تھی تو یہ کچھ نئی بات نہیں مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود ان روایات
 کی یہ حضرات یہ ردائیں ہی فرماتے ہیں عن محمد بن جعفر القصبی قال قال
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علیہ فان لم
 یعمل علیہ لعنة اللہ۔ پھر آپ فرمائی کہ روایات مذہب کی ہر سی زبان کا قلب جن کے ساتھ
 موافق ہونا اصل جدول دین ہے یا مخالف ہونا اور زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے سے دین
 اسدم سے قاریح ہوتا ہے یا مخالف کرنے سے فاعتبر وایا اولی الابصار قال الفاضل بحسب
 ثم قال۔ اما بعد اندون ایک سوال عمرہ مولوی فرزند حسین صاحب اشاعری متعلق بحث
 امامت میری نظر سے گذرا اگرچہ پہلے اس مسئلہ میں اور اسکی تعلقات میں طرفین سے دفاتر سیاہ
 ہو چکی ہیں اور منہر فضیلہ نہیں ہوا اور نہ جنگ قائم توفیق راہ ہدایت کی طرف کشان کشان
 لاوی اور عنایت خداوند تعالی شانہ دشگیری فرمائی تب تک فضیلہ ممکن ہے۔ اقول۔ مجھے
 جیسے سمجھ ان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرمایا محض فاضل عنایت سامی ہی مسمون
 ہوں واقع میں میں بیچارہ فارسی ان جن ہرگز مواویت کی پیاقت نہیں رکھتا ان یہ ضرور
 کہ تبار میں تیزی مناظرہ نہ ہی کا شوق رہا ہی کیسے طرفین کی کتہ میں بھی اور بائیں میں
 لفظ مولوی اپنی نام کے ساتھ کہا جانا ایک شتم کی ہنسی دستہز استہزا ہوں ایسی آئندہ معاف
 کا خوان ہوں یقول الغیب فی القیصر الی مولانا اگر آپ اپنی اس بیان میں
 سچی ہیں اور آپ محض فارسی خوان ہیں اور عبارات عربیہ کو نہ سمجھ سکتی ہیں نہ ترجمہ کر سکتی ہیں
 تو ضرور جو کہ آپ اپنی تحریرات کے مواقع اخر اعتراف جواب میں جو عبارتیں اپنی یا خصم کی کتب عربیہ
 سی نقل کرتے ہیں جنکا سمجھنا بجز استعداد علوم عربیہ کی نہیں ہو سکتا اور عبارت کی نقل
 اور ان سے ہستہ لال کرنے میں اپنی مذہبی ایما یوں سے مدد لیتی ہو تو اگر کسی علماء کی

نور بدست کرامت سکونت کردہ دانا سون ہی

اعانت و امداد و سین آپ کو مثال حال ہوگی چنانچہ اس قسم کی تحریرات حضرت شیعوہ کی زبان بند
 کیٹی ہو کر تے ہیں۔ تو ایسی صورت میں میری مخاطبہ و میری محبت مقرر نہ ہو سکتی ہے بلکہ اس
 قوت اور تائید برادران ایمانی اور صلہ قادر و حاتی کی ہوگی جو مثال حال سامی ہی علیہ نہ جس
 عنوان سے میں آپ کو تعمیر کروں آپ اس قوت کی ساتھ ملکر معبر غنہ ہو گئی تو اگر میںی لفظ لوی
 آپ کو لئی اطلاق کیا تو خلاف واقع اور بیجا نہیں کیا کیونکہ میری مخاطبہ محض آپ ہی نہیں ہیں
 بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہیں اور اس کی اضماع کے ساتھ بیشک آپ ہو لوی ہیں تو مجموعہ
 پر لفظ مولوی حل کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ تقویت و تائید عوارض خارجہ سے ہے لیکن چونکہ
 بنی اللہ و ائمہ غیر منفک عن الذات ہے سبلی اسکو و صف ذاتی سمجھتی ہیں اسکو محض تو اضع
 اور عنایت پر محمول فرمانا محض تو اضع و عنایت ہے ممنون ہوں۔ قولہ ہدایت لوی
 توفیق ایزدی درکار ہے مگر جس فرقہ سے یہ توفیق یہاں تک سلب ہو گئی ہو کہ فریق ثانی کی کتابوں کا
 دیکھنا اور سننا امور متنازعہ نہیں ہا میں گفتگو کرنا خصوصاً مشاجرات صحابہ میں گناہ سمجھتی ہیں
 اور ان باتوں کو اپنی مذہب کا نخل خانہ میں ہوں عالم حساب میں اس فرقہ کی ہدایت کی کیا امید ہے
 اقول اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ کو توفیق کے معنی ایسی آیت ثانی ہے۔ جناب میں توفیق کے
 معنی توجیہ الحساب خود مطلوب الخیر میں اور خارجی ہے کہ ہمیں مطلوب خیرت کی سہ
 مقید ہے جو بیان مفقود ہی مطلوب شر کی توجیہ حساب کو کوئی نا واقف ہی توفیق نہ کہیگا
 اور اگر خیر فرمائی مراد ہو اور مطاعاً ہر ایک فریق کی کتاب میں دیکھنا اور سننا امور متنازعہ نہیں ہا
 میں گفتگو کرنی اور اسکو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خوارج کو بھی جو کہ اپنی کتاب میں ملے
 نبوت کو سبب شتم کرتے ہیں اور سواد الوجہ فی الدارین کہاتے ہیں جیسا کہ حضرات شیعوہ
 نے بے ہدایت کبار صحابہ کی بیہوشی و تیرہ اختیار کر رکھا ہی شردہ ہو کہ حضرت شیعوہ
 کہہ سکتی ہیں کہ جس فرقہ سے یہ توفیق یہاں تک سلب ہو گئی ہو الخ تو اس صورت میں
 آپ ہی اقرار سے ایسی در تمام شیعوہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی سہہ میں خیال نہیں

کر سکتا کہ خارج کی کتابوں کا دیکھنا جنہیں معاذ اللہ المہبت الہیہ کے دشمنوں کی توہین و تہلیل ہو
 مستحب و واجب تو ہے اگر ہماری محیب بروی اپنی مذہب کے دفعی ایسا ہی اعتقاد کرتے ہیں
 تو ہمیں بھی طبع فرامین - علیٰ ہذا القیاس یہود و نصاریٰ و مجوس اہل بت پرست و غیرہ سب
 بمقابلہ حضرات شیعہ کے اپنی اداں کتابوں کی نسبت جنہیں حق تعالیٰ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نسبت کلمات مقطوعہ و مانعہ لکھی ہیں یہی ترانہ ہوگا پہرہ کچھ اسکا جواب حضرات شیعہ خارج
 وغیرہ کو دیں یہی ہماری طرف سے یہی قبول فرمائیں اور اصل یہی کہ جس فریق کے نزدیک فرق
 ثانی کے پیشواؤں کی برکات و بزرگوں کے ہوا واد و سکون و عبادت و عقائد و رجحان بلکہ اپنی پیشواؤں کو بڑا کہتی ہیں کہ نبی
 اور ان کی کنین اس قسم کی مضامین سے مملو ہوں اور ان کی ماضی کلمات کی جو گرفتہ ہوں تو بیشک فریق
 ثانی ایسی لوگوں کی ماضی اور ان کی کنین و دیکھنی سے کارہ ہوگا اور حرام سمجھیں گے کیونکہ منہج و مرام سے علاوہ
 ازین قواعد ہی کہ جب حق منتفع و محقق ہو جائے تو مخالفین کتابت میں دیکھتی ہیں اور متنازعہ مضامین
 میں گفتگو کرنے سے سود و نفع اذات بلکہ کسب و خطرناک ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک امر کی ترجمان
 کی ادراک سے عقول قاصرین چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے وَمَا أَوْتَيْنَاهُم مِنَ الْجَهْلِ إِلَّا قَلِيلًا
 فرما کر تہذیب فرمایا اور جابجا کلام مجید میں مخالفین کے ساتھ اختلاف اور ان کی دوستی اور
 مولات کی ممانعت فرمائی۔ اور جب اہل سنت اپنی مذہب کو منتفع و محقق کر چکے اور موافق
 کتاب و سنت پا چکے تو ان کو کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ منہج و تحقیق حق شیعہ و خارج سے
 نہیں اور ان کی کتابتیں دیکھیں اور اپنی بزرگوں کا سب و دشنام سنیں اور دیکھیں۔ ان کا یہی منہج
 حمایت اسلام و تبکیت اللہ تعالیٰ عنہم و عنہم عن الزام کتب مخالفین و دیکھتی ہیں اور متنازعہ مضامین
 میں گفتگو کرتے ہیں اور ادراک کو لائی حرام نہیں کہتا لیکن ہمیں اگر کچھ فرامین و اہل سنت
 و نفوی فرامین مودہ خارج از قانون بحث ہو۔ لیکن سلب توفیق اوس فرقہ سے دیکھنا
 چاہیے کہ ان کتابوں میں کس درجہ تک ہے کہ جو عام سب کتب اہل حق و دیکھتی ہیں کتاب شیعہ پرستی میں
 اور ہدایت ان کی نسبت نہیں ہوتی اور مراد متیقہ سے منحرف ہیں خدا تعالیٰ شانہ کے لئے

۴۰
 کتابت و تحقیق

پہرہا میں ہمہ اگر ان کلمات کو آپ اسوجہی کہ خاص میری قلم سے نکلی ہیں کہ وہ ادو خلاف
 تہذیب خیال فرماتے ہیں تو لہجہ میں معافی مانگتا ہوں اور ممنون ہوں کہ اسکی جواب
 میں آپ نے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجہوسی آپ کے ساتھ برابر ہی ہوسکیگی قال
افاضل الحبيب۔ قولہ۔ وہ یہی کہ اپنی سلسلہ شریعت تحت تحریر فرما کر انکی
 نسبت دعویٰ فرمایا ہی کہ یہ شریعت دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اسکی بعد لکھا ہی کہ جو
 صاحب جواب تحریر فرما دیں انکو چاہی کہ اگر ہماری شریعت کو رد فرما دیں تو محض لاسلم
 کہہ کر نہ لیں بلکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ رد فرما دیں۔ اقول۔ اسلاف سے بڑھ کر قدم
 رکھنی اور سابقین سے سبقت کا قصد کرتیکا جو یہ سبب تحریر فرمایا ہی سمجھتے ہیں
 نہیں آتا کیا حضرت مجیب ان شریعت نشہ کو میرا ہی ایجا سمجھتی ہیں اگر انکا یہ خیال
 ہی۔ تو وہ تحفہ کی باب ہفتم کو ملاحظہ فرما دیں کہ صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شریعت
 امامیہ نے اسلیٹی امامت میں لگائی ہیں کہ خلافت خلفائے کرام کو عین دعویٰ میں
 برہم کریں۔ کل عمال شیعہ کثر بہم اللہ فی البریۃ یہی شریعت لکھتی آتے ہیں۔
 یا اسلیح کہ مینی انکو بدلائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہی۔ یہ یہی حجت امامت میں
 شرح مفصل موجود ہے۔ یا یہ کہ دلائل نہیں ہو اب تحریر یہ یہی کہ اپنی دعویٰ
 کہ گویا دست اسکی دلائل نہ لکھیں بدلائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجیب نے
 ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و خلفائے کرام کی تمام امت سے افضلیت کے دعویٰ میں تحریر فرمایا
 کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال ائمہ شیعہ بشیارت لکھی مدارج میں وارد ہیں حالانکہ
 ایک آیت قرانی اور ایک قول عترت ہی نقل نہیں فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے
 جو سبب میری سبقت وغیرہ لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ **ایقول العبد**
الفقیہ الی مولانا میں آپکی ادعائی انصاف اور جہارت فن مناظرہ پر کہ تہذیب
 سن پندرہ سے اسی میں منہمک رہی نہایت متاسف ہوں کہ حضرم کا کلام بحسب مع

محمداً نہیں سمجھتی یا یہ کہ سمجھتی ہیں لیکن صرف بوجہ از ادھر اعتراض کلام کی ادس
مختل سے انما من نہرانی میں جس پر رد قائم ہے۔ پس اگر اس کا نام انصاف اور مناظرہ
دانی ہی تو دیکھیں نا انصافی کیسی کچھ ہوگی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسلاف سے بڑھ کر قدم
رکھنی اور باتیں سے سبقت کا قصد کر لئے کے جو جناب نے کلام میں سے جن اجمال
پیدا فرمائی ہیں کیا بخراون اجمال نہ گانہ کے اور کوئی احتمال ادس کلام میں پیدا نہیں
ہو سکتا۔ کیا کوئی دلیل حصر عقلے یا استقرائی جناب نے ادس پر قائم فرمائی ہے ظاہر
تو یہ کہ محض زبانی دعویٰ ہے۔ نئے بحقیقت دیکھیں تو یہ تینوں احتمال غلط ہیں اور مدار
تقدم سبقت اس پر ہی کہ جناب نے اول تحریر فرمایا کہ یہ مدعا بال عقلیہ و لقلیہ
ثابت ہے اور بعد اس کے لکھا کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادیں تو محض لاشعہ کہہ کر
نہال دیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بنعم جناب یہ شرط اس درجہ ثابت
متحقق ہوئی کہ ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور ضم کو بخراون لاشعہ کے اور کچھ نہیں
آتا گویا اہلسنت آتھماک بجواب شرط لاشعہ کرتے چلے آئی ہیں حالانکہ اس قدر وسیع
مسئلہ میں کہ جس میں مجال کلام کو ہیست و معیت اور گنجائش ہی بلکہ اگر انصاف دیکھیں تو علماء
شیعہ اس مسئلہ میں محض محتملات بعد از لفظ اور دور از عقل سے ہیست و ہدلال کرتے ہیں
اور بخیر دعویٰ کفر و ارتداد کبار صحابہ و جہادین و انصار و ازواج مطہرات رسول کریم و گارہا
المنین کے اور کوئی مساع نہیں پاتے۔ تو ایسی مسئلہ کی نسبت اتنا بڑا کلمہ کہنا بہت
بڑی تقدم و غم ہیئت کو مقتضی ہے۔ جو ہیئت سے اکابر شیعہ سی صادر نہیں ہوا۔
پس حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سبب میری سبقت وغیرہ
کا لکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا البتہ قابل افسوس ہے اور یہ جو ارشاد ہے کہ وہ
تحریر یہی ہے کہ اپنے دعویٰ کو گوہر دست او کی دلائل نہ لکھیں۔ لیکن دلائل مدلل لکھتی
ہیں الخ۔ یہ اور بھی طرفہ تماشا ہی کیون حضرت یہ کہاں کا داب تحریر ہے کہ خاتم

دعویٰ پیش کریں اور اسکی دلائل ذکر نہ فرمائیں کوئی شخص مناظرہ میں بمقابلہ جزم دعویٰ
 ذکر کر کے دلائل کو برات عاشقان برشاخ آہو نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ جزم
 اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ جو جناب کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ دعویٰ ابلاد میلنا مسوع
 ہی تو معلوم نہیں کہ یہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہے رہا یہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے ہیں
 چنانچہ حضرت مجیب نے خلفا ثلاثہ کی فضیلت کو دعویٰ میں "الح۔ اور بندہ کو بھی اپنی خطا
 میں شریک کرتے ہیں یہ اوس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے بلکہ حضرت کے مناظرہ
 دانی کی ہدایت قوی دلیل ہے اس سے اہل فہم صاف سمجھ سکتی ہیں کہ آپ کو دعویٰ اور حاکی
 دعویٰ میں امتیاز و تفرق نہیں ہے۔ اگرچہ میں کیا بلکہ ہر ایک شخص اہلسنت میں سحر فضیلت
 خلفا و رضی اللہ عنہم کا معتقد اور مدعی ہے لیکن اس عبارت میں جسکو جناب نے نقل فرمایا ہے
 میری طرف دعویٰ کو نسبت کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ سیاق کلام بصرحت دال ہے کہ یہ عبارت حکم
 دعویٰ ہی بلکہ معتقد اہلسنت کو مبنی ہے نہ یہ کہ شکم کے مدعی ہونے کو مثبت ہے پس حاکی دعویٰ کو
 مدعی کہنا آپ ہی جیسی مناظرہ دان کا کام ہے تو اسلمی بندہ کو عہد موقوف دلائل منفرہ نہیں
 حضرت نے ہی اگرچہ ابتداء میں اختلاف نقل کیا ہے جس سے شاید آپ کو بھی یہ شبہ پیدا ہو
 کہ ہم ہی مدعی نہیں اور حاکی دعویٰ ہیں اور بندہ نے جو آپ کو مدعی قرار دیا ہے اسکو غلط اور
 خلاف مناظرہ سمجھیں لیکن اسقدر اور بھی خیال فرمائیں کہ اپنے آخر تحریر میں یہ فقرہ
 تحریر فرمایا ہے (جو صاحب جواب تحریر فرما دیں وہ ہماری شرائط کو بدلائل رد فرمائیں) لہذا
 جس سے صاف ثابت ہے کہ انکی عرض محض نقل و حکایت مذہب نہ تھی بلکہ آپ کو دعویٰ عقو
 بتا ایسی آپ کو مدعی قرار دیا گیا جسکو جناب نے ابلاد و انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تامل فرمائیے
 تو سمجھ جائیگی کہ میں اس خطا میں آپکا شریک نہیں ہو سکتا۔ قول اللہ مغنہا یہ شرائط ایسی
 متحقق و ثابت ہیں کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو شرطین تو تسلیم فرمائیں
 انضلیت خلفا ثلاثہ کا تحریر قرار ہی ادرض کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ (یہ دعویٰ

کہ اہل سنت اس باب میں نفس کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں) اس سے بڑھ کر ہمارے
 کی تہ لے لیں اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اقول۔ کہان میں اہل علم و فہم و انصاف جو ہمارے
 فاضل محبت کے انصاف و مناظرہ دانے کو ملاحظہ فرماویں اور حضرت کی شرائط مثلاً کا ایسا کمال
 ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا بنظر قائل و کہیں اور اس لے ثبوت کی کیفیت
 سنیں۔ اگر حضرات کی پاس اس سے بڑھ کر شرائط مثلاً کے اثبات کے ایسی اور کوئی جہت نہیں
 تو اس سے یقین کر لینا چاہیے کہ حضرات کی پاس شرائط مثلاً کا کچھ ثبوت نہیں ہے جناب
 میر صاحب میں نے اگر خلفائے رضی اللہ عنہم کی تفصیلات کا تصریحاً اعتراف کیا تو
 اس سے بموجب کس قاعدہ مناظرہ کی خلافت کی لیے ہستراتھ تفصیلات لازم آیا
 اور اگر سنی یہ لکھا کہ یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس بات میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح
 نہیں تو یہ کیونکر مستلزم ہستراتھ رضی کو ہوا خدا کے لیے ذرا تو سوچی اور کچھ تو انصاف فرمائی
 کیا وجودی اور ہستراتھ شئی متحد میں حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ یہی ہے کہ ہستراتھ شئی
 جو بعض اعتبارات سے موقوف علیہ ہوتا ہے نفس وجودی سے ایک وصف زائد ہی اور نہ
 متفرع ہی جیسا کہ اور اوصاف ہی متفرع علی الوجود ہیں اور جو خواہ عین ذات قرار دیا جاوے
 یا زائد علی الذات سمجھا جاوے ہر طرح منافی ہستراتھ ہی ایسی کہ اتحاد ذات مع الوصف
 محال ہے اور اتحاد و وصفین متغایرین ہی ممتنع۔ یا یہ کہ وجودی مستلزم ہستراتھ کو
 اور یہ ہی بدائمہ غلط ہے کیونکہ ملائکہ لازم باہمی منتفی ہی در نہ لازم آوی کہ تمام
 صفات موجود فی فرد واحد کا ہستراتھ مسلم ہو حالانکہ یہ صراحتہً باطل ہے ایسی کہ
 مستلزم بطلان تعددائمہ بلکہ انبیاء کو ہی ولوفی اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہری کہ تمام صفات
 موجودہ فی شخص قطعیاً یقیناً دوسری شخص میں نہیں موجود ہونگی در نہ لازم آوی کہ تمام
 متحدین ہو جائیں۔ پس جبکہ اتحاد اور مستلزم دونوں باطل ہو گئی تو ہستراتھ کہان
 پس آپ دیدہ بصیرت و انصاف کہو لکھ ملاحظہ فرمائیں اور قائل کریں کہ یہ جو تحریر فرما

اعتراف اہل سنت کی کسو بصیرت و انصاف ہستراتھ کی

کہ اس سے بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے صاف ثابت
 ہوتا ہے کہ آپ کو اعتراضات ہی کہ آپ کی پاپس شرائط مثلاً ثبوت کی لمبی کوئی دلیل نہیں ہے پس
 جبکہ آپ کو شرائط کے بطلان ہونے کا اعتراض ہے۔ تو ہمواد کی تردید کی کیا ضرورت ہے۔ اور کیا
 ان کی تردید میں دلائل کا مطالبہ سہجہ۔ **قال الفاضل مجیب** قولہ پیشتر علماء
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیسی۔ اقول۔ تین چار سطر پہلے حضرت
 تحریر فرما چکے ہیں کہ اس مسئلہ۔ اور اس کی تعلقات میں طرفین سے دو قریب سیاح ہو چکی ہیں
 اگر عاقلانہ ہمیشہ اعتراض کیا کیسی تو یہ وہ دفا تر کس نے سیاح کیے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفا تر
 سیاح کیا کیسی اگر یہی تو یہ طرفین کی قید زائد محض ہے اور یہ بھی جہت میں نہیں آتا کہ تاقوت کیا ایک
 فریق کچھ لکھ دس کا مخالف فریق خود بخود دفا تر سیاح کیا کری ایسی کلام میں بہت تناقض ہے جب اصل بحث
 شرع ہوئی تو ذکر کیا ہوگا **يقول العبد الفقير الى مولاه** آجکے ہماری حضرت میر صاحب نے ہماری کلام
 میں وقوع تناقض کا دعویٰ فرمایا۔ اہل دانش و انصاف اس کے ملاحظہ کر ہی تکلیف فرمائیں اور ہماری
 حضرت انجیب کو ان کے اعتراض کے دلو دین اور واہ واہ آفرین احسن کا شور عرش برین تاک
 پونچ جائیں۔ میر صاحب میں تو آپ کی مناظرہ دانی کا قائل ہو گیا جو حضرت فرمائیں وہ بجا اور درست
 جناب میر صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہے۔ بندہ کی عبارت یہی ہے۔ "پیشتر علماء
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیسی اور جب کبھی خدا نخواستہ جواب دے ہی
 موقع آپر اٹھ کر شر کر رہے لگے اور ایسی تقریریں فرمائے لگی جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اس اردو
 عبارت میں ہماری فاضل مجیب نے غالباً لفظ اعتراض کو جو ہم نے باب افعال سے لکھا تھا
 اعتراض باب افعال سے سمجھا اور وقوع تناقض کے ہماری کلام میں مدعی ہوئی۔ یعنی مانا کہ ہماری تحریر
 میں یہ نقطہ تار افعال کے مسہورہ گئی ہوئی۔ لیکن سیاق عبارت کیا چلا کر نہیں
 کہہ رہا ہے کہ آجکے اعتراض کے کچھ معنی نہیں ہے۔ اور یہاں لفظ اعتراض ہی مناسب
 کیونکہ دو امر متقابل ذکر کیے گئے ہیں اول اعتراض دوسرا موقع جواب

دہی تھا یہی کہ اعتراض دجواب باہم متقابل ہیں اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت
 اعتراض کو ہی تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ پہلی جوبکہ گیتا تھا وہ لفظ اعتراض باب
 افتعال سے تہا نہ اعتراض باب افتعال سے تعجب ہو کہ آدمی بے سوچے سمجھے اتنا بڑا اثر
 کر دے اور سیاق و سباق عبارت میں تامل نہ فرما دے جب اردو عبارت سمجھنے
 میں یہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجھ سکتی ہیں۔ یہ اس فہم پر فرتا
 ہیں کہ کہنی مذہب حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مگر شاید آپ بہ
 عند فرامین کہ میں ایک ایک جملہ لیکر تردید کرتا ہوں جب مضمون جملہ سابقہ کا نام کر
 حافظہ سے نکل گیا اور وقت دوسری جملہ کی ذبت آئی۔ لیکن جبکہ ابھی سے نقیض
 و تحقیق حق اور منافضہ دالنے کا یہ حال ہے تو حجب اصل
 بحث شروع ہوگی تو اس وقت دیکھیں کیا ہوگا۔ قول - تعجب ہے
 کہ اعتراض کی نسبت ہماری طرف کیجھا تے ہے۔ حالانکہ
 معاملہ برعکس ہے اس باب میں سکوت اہل سنت کا مذہب جو نہ ہمارا۔ اقول - یہ دعویٰ ہے
 میں ہرگز آپ کی عسما کی طرف اعتراض سکوت کی نسبت نہیں کی۔ آپ بندہ کی عبارت
 نظر تامل ہو کر ملاحظہ فرمائیں گستاخی محافضی اور تحسیر میں آپ کی عسما کی نسبت یہ
 عرض کیا ہے کہ حضرات موقع جواب دہی میں تقریرات لغو اور لا طائل فرماتے ہیں جبکہ
 منافضانیت و ابطال حق ہے یا قلت ہستعداد اور قصور بلکہ اور اسکو اعتراض کے ساتھ
 تعبیر فرمایا صحیح نہیں ہے۔ کما ان اعتراض کہاں تقریرات سقیمہ۔ ان آچے اعتراض اور
 سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا ہے صحیح ہے بیشک علماء اہل سنت اعتراض سکوت
 ایسی مواقع میں بسیار فرماتے ہیں جبکہ دیکھ لیتی ہیں کہ حضم و رجبت تمام ہو گئی اور حق
 منکشف ہو گیا اور حضم حق سے دست بردار ہو کر برسر جدال و مناظرہ آگیا یا یہ کہ
 کاغذ میں عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ حضم حق صحیح ہے اور قابل خطاب ہی نہیں

تو ایسی مواقع میں علماء اہل سنت بمقتضائے آیت جو ابش کر جو ابش نہ ہی اور بحکم
 واذا سمعوا للغو اعرضوا عنه۔ اعراض و سکوت فرماتے ہیں اور یہاں اعراض و سکوت
 مسود و پسندیدہ ہی اور ہر چیز اپنے موقع پر پسندیدہ ہوتی ہے بیت دو چیز
 تیرہ عقلاست دم فرو بستن + بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی + اور حاش
 کہ سکوت و اعراض علماء شیعہ کی نسبت خیال کرتا ہوں۔ پہلا شیعہ جنکی صرف
 زبانی دعویٰ الطاعت ائمہ رضی اللہ عنہم کی ہیں۔ ائمہ کی کیونکر اطاعت فرماتے اور ائمہ نے
 جسکو حرام اور موجب لعنت فرمایا ہے اوس سے کیونکر احتراز کرتے۔ لیکن اس تقریر
 پایا جاتا ہے کہ مطلقاً آپ کے نزدیک اعراض و سکوت علامت عجز و تسلیم ہی کہ اوس سے
 تبری و دشمنی فرماتے ہیں تو علاوہ اسکی کہ وجوب سکوت و حرمت کلام و گفتگو
 آپکی روایات سے واضح ہو چکی ہے حضرات ائمہ رضی اللہ عنہم ہی جنہوں نے بمقابلہ اعداء
 سکوت فرمایا یا علماء امامیہ میں سے جنہوں نے مخالفین کے جواب نہیں دی ہی خوب
 قاعدہ مسلمہ جناب سیدنا محمد بن عیسیٰ و تسلیم حضرات ہر علاوہ ازین بھیاری متاخرین متکلمین
 شیعہ تو کس شمار میں ہیں آپ کی وہ امام المتکلمین جو بزعم آئینی علماء متقدمین کی
 کلام میں اسقدر بیدھوئے رکھتی تھے جتنا اہل مذہب پر غالب آئی اور خلق اللہ میں
 کسی کو تاب و طاقت نہ تھی کہ اوسنی کلام کر سکی اور ادن پر از راہ حجت غالب ہو سکی
 وہ آپکی فخر الاولین و الاخرین بشہادت امام متصوم کلام میں ایسی عاجز تھی کہ اونکو ایک
 طفل کتب ساکت و ملزم کر سکتا تھا۔ پس آپ کا اور آپکو دوسرے مذہبی بھائیوں کا
 کلام پر فخر کرنا اور اپنی آنکھوں پر سمجھنا کہ ہمکو کوئی فرد بشر جواب ہی نہیں دے سکتا
 سرسرا ہوا اور خرافات اور مذہب امام ہی۔ لیکن یہ روایت سنیں آپکی علامہ باقر
 مجلسی بدول بخاری میں نقل فرماتے ہیں قال السيد ابن طاووس في كشف

عبد اللہ بن سنان سے روایت کی ہے۔

عن عبد الله بن سنان قال اردت الدخول على ابي عبد الله فقال له من
الطابق استاذن لي على ابي عبد الله فقلت له نعم فدخلت عليه فاعلمته مكانه
فقال لا تاذن له على فقلت جعلت فداك انقطاعه اليكم ولا تله لكم وجدا لافكم
ولا يقدر احد من خلق الله ان يخلصه فقال بل يخلصه صبي من صبيان الكتاب فقلت
جعلت فداك هو اجل من ذلك وقد خاصم جميع اهل الاديان فخصمهم فكيف
غلام من الغلمان وصبي من الصبيان فقال يقول له الصبي اخبرني عن امامك
ان تخصم فلا يقدر ان يكذب علي فيقول لا فيقول له فانت تخصم الناس من غير
ان يارك امامك فانت عاص له فيخصمه يا ابن سنان لا تاذن له فان الكلام والخطاب
تفسد الفتنه وتغشى الدين - پس جب آپ کی مومن الخاق کا بشہادت انام یہ حال ہے تو
دوسروں کو حال کو اسی پر قیاس کر کے اپنی دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب بمقتضای اپنی دین
دیانت والصفات کے فرمالین ہماری عرض کر نیکی کچھ حاجت نہیں رہے قول
میں اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ اس وقت تک دوستم کے اہل سنت سے گفتگو کا اتفاق ہوا ایک
کر بن سے رابطہ قرار دے شنائی ہے اگر ایسی حضرات سے کہیں گفتگو ہوئی تو سوائی منشی

سے کہ میں نے ابوبکر اللہ کی خدمت میں حاضر ہونیکا ارادہ کیا - زمین طاق نہ جیسی کہا کہ ابوعبد اللہ میری دہلی ہی اجازت
(حضور خدمت کی) لے لیجو - میں اس سے کہا بیت چا - پس جب میں خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا
کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ اسکو مجھ پر لانی کی اجازت دے زمین عرض کیا میری بھانجیا آپ نے ارادہ تو کیا ہے چاہے آپ کا بیٹا ہو
اور اسکا تو لا آپ کی ساتھ ہی اور اسکا لڑا جگہ آنا آپ کی خاطر ہی اور نہ گانا میں کر کسی مجال نہیں ہے جو اس سے لڑی فرمایا
جی ان ہے اس پر تو ایک فصل کتب ہی غالب مکتب ہی میں عرض کیا میری جان آپ نے ارادہ تو کیا ہے کہ جب کہ
اوس نام نہ سبب اللہ فی حکم کیا اور وہ تو ہر راہ پر ایک لڑکا اوس پر نہ کیا کہ اب سنا ہی پس کیا اگر اس ایک لڑکا ہو چکی کیا ہم
بچہ کو لڑکے کا حکم دیتا تو ہر گز نہیں چاہتے نہیں ناخدا کیلک اور لڑکا بھی لڑکے کی بکرت لڑکا کیلک پھر تو ابھی تک حکم نہیں لڑکے ہی
نالہ لڑکا اور لڑکا لڑکے سے سنا ان کو نہ کیا بکارت لڑکا کیلک لڑکے ہی بکرت لڑکا اور لڑکا کیلک بکرت لڑکا -

مذاق کے جواب نہیں دیا اور یہی فرمایا کہ امین دوستی ہی اور دوستی میں مذہبی گفتگو سچی ہوگی
 یہ گفتگو کی طرح مخل دوستی نہیں ہے اگر انصاف مد نظر ہو۔ اقول نے الواقع علوم کو یہی چاہی ہے
 کہ جب انکو نہ اپنی مذہبیات پر عبور نہ دوسرے مذہب کے اطلاع نہ مناظرہ جانیں نہ مباحثہ کے
 ذہنک سے واقف نہ اپنا جواب دیکھیں نہ دوسرے مذہب کی جواب کی صحت و غلطی پر متنبہ ہو سکیں
 تو وہ کیا مباحثہ کریں گے اور کیا انصاف کر سکیں گے پس ایسی لوگوں کو یہی چاہی کہ مذہبی گفتگو
 ہی پہنچتی کریں بلکہ انکو قطع تعلق دوستی کرنا چاہی۔ آپ ہی فرماتے ہیں اگر ایسی صورت
 عوام اہل تشیع کو پیش آوی تو ہم ہمارے تشیعہ اسکی نسبت کیا حکم فرمائیں گے۔ ظاہر ہی
 کہ یا تو تعلق کا حکم فرمائیں گے یا تنقیہ کا حکم لگائیں گے۔ اور سنی کہندہ نے جو کچھ جواب
 متنبہ میں عرض کیا تھا کہ حضرات تشیعہ کے عادت ہی کہ ضعیف اہل سنت سے اختلاف
 کر کے مذہبی جھڑپا کر لیا کرتے ہیں اور میری صاحب اس امر کے بادی نہیں ہیں
 اس محدود حق کے نقیدین خود حضرت مجیکے اعتراف سے ہو گئی آپ فرماتے ہیں کہ اگر آپ
 حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ آشنائی تھا تو انہوں نے ہمیں مذاق کے جواب نہ دیا
 بلکہ گفتگو کو روکا اور نہ کیا کہ دوستی میں مذہبی گفتگو سچی ہے۔ قی اللہ دوسری دفعہ حضرت
 جنسی بہ رابطہ نہ تھا اگر انسی کہی اتفاق ہوا تو یہ مطلق سکوت اختیار فرمائی یا بددستی جواب دیا
 اقول۔ بیشک سکوت اختیار فرمایا ہوگا میں پیشتر گزارش کر چکا ہوں کہ بعض مواقع میں
 علماء اہل سنت اعراض اور سکوت اختیار فرماتی ہیں لیکن اسکو علامت عجز اور دلیل
 تسلیم سمجھنا غلط ہے اور جن حضرات نے بددستی جواب دیا وہ بیاداش آگے دوستی اور تعریضات
 کی ہوگا۔ قی اللہ میرے ہمدی صاحب مؤلف آیات بیانات کہ جسکی کلام کو ہماری حضرت
 محیب پڑے فخر بیانات سے اس جواب میں نقل فرماتے ہیں جس نے انہ میں ترازو پر میں
 تحقیق کداری اور مزید رویارٹی تھا اور یہ رسالہ آیات بیانات میری نظر سے گذرنا تھا
 انکی خدمت میں ایک نیاز نامہ لکھ کر بعض سائل میں گفتگو چاہی تھی مگر میرے صاحب صوفی

مطلق جواب نہ دیا اور اعراض ہی فرمایا۔ اقول میں عرض کر چکا ہوں میری علیحدگی
 بیشک آپ کو جواب نہ دیا ہو گا۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو مخاطب صحیح تصور نہیں کیا
 اور قابل خطاب نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار کیا یہ محض جناب کا
 خیال ہی خیال ہر قیاس سے خود اسی شہر میں مجھ سے تین حضرات تحریری
 گفتگو کر چکی ہیں اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی اقول ایسی ہی حضرات کی
 بی اعتنائی اور کم التفاتی نے آپ کے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا۔ اگر یہ حضرات توجہ فرماتے
 تو آپ کی ان دعوؤں کی کیونکر یہاں تک نوبت پہنچتی۔ پس آپ کی جواب سے اعراض یا توجہ
 بوجہ قلت اعتقاد و مسائلات کی ہی یا اس وجہ سے ہی کہ آپ نے حسب عادت مطاعن و تعریضات
 تحریر فرمائی ہوگی اور ظاہر ہی کہ ادنیٰ جواب میں ایسی ہی کلمات الزام لاکھتی تھے تو عجیب
 کہ بوجہ استکراہ ایسی کلمات کہ اگرچہ الزام ہی تھی جواب سے اعراض فرمایا ہو گا۔ پس یہ
 جواب فرماتے ہیں کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بوجہ عجز جواب
 نہ دی کہ میرے غلطی ہی کیونکہ ظاہر ہی میدان تحریر ایسا وسیع ہے کہ اس میں کوئی شخص غلط نہیں
 ہو سکتا کہ ضعیف قوی کچھ نہ لاکھ لکھی اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا خیال نہیں کرتا
 کہ کوئی مخالف اس کا معارضہ حقاً یا باطلا نہ کر سکی یہ آپ ہی کا عقیدہ ہے کہ علماء شیعہ کی کتاب
 اس وجہ عجز ہیں کہ ان کا معارضہ خارج از امکان ہے حالانکہ شہادت امام معصوم امام کاظمین علیہ السلام
 حضرت مومن الطاق ایک طفل کتب سے مناظرہ نہیں کر سکتی تھی اور وہ ان کو اس کا ساکت کر دیتا
 اور اگر آپ خاص طور سے ہکو تسلیم کر لیں کہ یہ سکوت عجز کی وجہ سے تھا۔ تو یہ ہی انصاف اور حقیقت
 کی بہت بڑی دلیل ہے۔ بخلاف حضرات شیعہ کے کہ ان کا مایہ افتخار یہ ہے کہ انہی افسانہ کی
 تحریر کا برائی نام جواب لکھا جاوے حق و ناحق سے کچھ بحث نہیں ہوتی اور یہ بھی خاص
 اہل سنت کی تحریرات کے ساتھ معاملہ ہے۔ صدقہ تحریریں مضارحہ و سنو و آریون وغیرہ کی
 شائع ہوتی ہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہی کہ سلسلہ آخر کہیں نہ کہیں منقطع ہو گا

پہرہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض ایسا ہے آخر علماء شیعہ نے یہی تو اہل سنت
 کی ہیئت کتابوں کے جواب نہیں لکھے پھر کیا میر صاحب اپنی عسما کا عجز بھی تسلیم فرمائیں گی
 یا این ہمد اگر ہماری فاضل مخاطب کے نزدیک اہل سنت کا سکوت اسی وجہ سے ہی کہ آپ کی
 استدلال کا جواب نہیں دے سکتے تو واضح رہی کہ اس صورت میں فاضل مخاطب نے
 خود رسول صلعم اور ائمہ رضی اللہ عنہم کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جہاں مناظرہ سے اس وجہ سے ممانعت
 فرمائی کہ مخالفین بنا انقضائے مدت حجت ملحقین کئے جاتے ہیں پس اگر حسب اعتقاد فاضل
 مخاطب مخالفین آپ سے اور آپ کی عسما سے ساکت ہوتی رہے ہیں اور ان کو جواب نہیں
 بن آیا تو معلوم ہو گا کہ ان کو حجت ملحقین نہیں ہوئی اور ائمہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ ملحقین حجت کی بات
 فرمایا ہے سناؤ اللہ دروغ ہے روایت کی الفاظ سنیں آپ کو علماء مجلسی جلد اول بحار میں
 نقل کرتے ہیں۔ عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 ایاکم وجدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن حجۃ لی انقضاء مدۃ فاذا
 انقضت مدۃ تاحرقۃ فتنۃ بالنار۔ انتہی۔ اس کے صاف ثابت ہو گا کہ اعراض سکوت
 عجز کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ بھی تو منہ ہی عرض کر سکتا ہی کہ اس شہر میں نہ
 کی ہی ایک حضرت سید صاحب سے جو اس نواح کے مجتہد سمجھے جاتے ہیں بخریر می
 گفت گو ہوئی۔ اور شیرازی یا چوتھی تحریر میں اوہنوں نے اعراض اور سکوت فرمایا
 تو حسب قاعدہ حضرت مجیب میں کہہ سکتا ہوں کہ آخر کو ان کو اعراض ہی کرتے ہیں کہ
 قولہ اب حضرت مجیب کی نوبت آئی ہے۔ اقول ویکہ یحییٰ۔ بدیت قیں
 وکد سے کہہ وکدہ اس شکل سے بدبتہ بامادہ کے چلیدین میری باری آئی پال
 الفاضل المحیب۔ اقول۔ اور جب کہ یہی خدا نخواستہ جواب دہی کا موقع پڑا

شہرہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض ایسا ہے آخر علماء شیعہ نے یہی تو اہل سنت کی ہیئت کتابوں کے جواب نہیں لکھے پھر کیا میر صاحب اپنی عسما کا عجز بھی تسلیم فرمائیں گی یا این ہمد اگر ہماری فاضل مخاطب کے نزدیک اہل سنت کا سکوت اسی وجہ سے ہی کہ آپ کی استدلال کا جواب نہیں دے سکتے تو واضح رہی کہ اس صورت میں فاضل مخاطب نے خود رسول صلعم اور ائمہ رضی اللہ عنہم کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جہاں مناظرہ سے اس وجہ سے ممانعت فرمائی کہ مخالفین بنا انقضائے مدت حجت ملحقین کئے جاتے ہیں پس اگر حسب اعتقاد فاضل مخاطب مخالفین آپ سے اور آپ کی عسما سے ساکت ہوتی رہے ہیں اور ان کو جواب نہیں بن آیا تو معلوم ہو گا کہ ان کو حجت ملحقین نہیں ہوئی اور ائمہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ ملحقین حجت کی بات فرمایا ہے سناؤ اللہ دروغ ہے روایت کی الفاظ سنیں آپ کو علماء مجلسی جلد اول بحار میں نقل کرتے ہیں۔ عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ایاکم وجدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن حجۃ لی انقضاء مدۃ فاذا انقضت مدۃ تاحرقۃ فتنۃ بالنار۔ انتہی۔ اس کے صاف ثابت ہو گا کہ اعراض سکوت عجز کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ بھی تو منہ ہی عرض کر سکتا ہی کہ اس شہر میں نہ کی ہی ایک حضرت سید صاحب سے جو اس نواح کے مجتہد سمجھے جاتے ہیں بخریر می گفت گو ہوئی۔ اور شیرازی یا چوتھی تحریر میں اوہنوں نے اعراض اور سکوت فرمایا تو حسب قاعدہ حضرت مجیب میں کہہ سکتا ہوں کہ آخر کو ان کو اعراض ہی کرتے ہیں کہ قولہ اب حضرت مجیب کی نوبت آئی ہے۔ اقول ویکہ یحییٰ۔ بدیت قیں وکد سے کہہ وکدہ اس شکل سے بدبتہ بامادہ کے چلیدین میری باری آئی پال الفاضل المحیب۔ اقول۔ اور جب کہ یہی خدا نخواستہ جواب دہی کا موقع پڑا

۱۔ ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا جہاں آپ کی ایک پرکشتہ ہوگی جو کہ ایک مفتون کو بکھر
 اپنی مدت نامی تک حجت ملحقین کی جاتا ہے اور جس کی مدت نامہ ہوگا تو ان کو کافراں کو اس کو آگ میں جلا دیا گیا۔ ۱۲۔

تو شکر کہ لائی لگے اور ایسی تقریریں فرماتے لگی ہو مضحکہ اطفال ہوں اتوں اس کو جواب میں
 بجز خاموشی کیا عرض کریں۔ سخت افسوس اور تعجب ہے کہ ابتدا ہی میں یہ تندہ الفاظ اور
 سخت کلامی شروع ہوئی ہی خدا خیر کرے دیکھی تھیں کہ کتنا تکذوبت ہو چکی ہے
 منور دہلی دورست گزشتہ جنی صاف۔ اس قدر عرض کیے بہ دن رہا نہیں جانا کہ آپ نے
 محض یہ ہی ایک اصطلاح سنی ہی ایک اور شتر غمزہ ہی تصور ہی اگر آپ جنگ جمل کے
 واقعات کو بغیر غور و تامل انصاف ملاحظہ فرماویں تو وہاں آپ کو بہت سی شتر غمزے معلوم
 ہوں۔ **بقول العبد الفقیر الی مولانا سجاد ہامری** حضرت میر صاحب نے
 باوجود التزام تہذیب اختیار سکوت کے جو کچھ یہ سہوہ تشنیعات و تفریحات لطیفہ نے
 کی سپر ایمن ادا کر کے اپنی ہرزگوں کے ارجح کو ثواب پہنچایا ہے کہ کسی صنف سبب پختی نہیں
 خواہش نفس متعفی ہے کہ ہم ہی اس کی جواب میں کوئی لکھیں سیفہ عرض کریں۔ لیکن چونکہ ہم التزام کر چکے
 ہیں کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب دستہ نہیں لکھیں گے اسلی اس کی جواب میں سکوت کرتے
 ہیں۔ **قبولہ** مضحکہ اطفال لکھا ہی واقع میں پروردگار طفل جو ان بالغ و نابالغ میں محققین کے
 نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہے۔ گلستان میں یہ فقرہ لکھا ہے۔ بزرگی بغفلت زیبا
 ہے جو فرقہ اصول دین عقل سے دست بردار ہو حتی کہ حسن قبح عقلی کا قائل نہ ہو وہ عقلا کی
 نزدیک مثل اطفال ہے اور ظاہری اگر اگردہ عقل لاکھ با تین نہ سمجھی اور منہسی تو مغذور ہی۔
 بیست لکھویند از سر بار نیچر نے چکران پندی گھر صاحب ہوش اور اس کا دوسرا شعر گلستان میں
 خود ملاحظہ فرمائیے گا۔ **اقول**۔ اس قول میں ہی حضرت مجیب نے ہر طور تسخیر کیا کچھ نہیں فرمایا
 چنانچہ اہل خرد سمجھتی ہیں مگر ہم حسب التزام خود اس سے اغماض کرتے ہیں۔ ہاں
 حسن قبح کی بحث جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اس کی نسبت ہم طعن کیا کہ ہم حسن و قبح عقلی
 قائل نہیں ہیں تو اس کے منکر اطفال ہوئی۔ اس کی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خود
 کرتے ہیں کہ کونساں تو عقل تریع سے دست بردار ہی۔ لیکن اول ہم اپنی

فاضل محیب ہی سے اذکوا انھی الصفات و مناظرہ دانی کی قسم دیکر پوچھتی ہیں خدا کی لہر
 ذرا انصاف سے فرمائیں کہ بزم جناب جو فرقہ اصول دین جن عقل سے یہاں تک دست بردار ہو
 کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہ ہو۔ تو وہ آپ جیسی عقلاً کے نزدیک مثل اطفال ہی تو اب
 فرمائی کہ جو فرقہ اصول دین میں شرع اور شارع سے یہاں تک دست کش ہو کہ حسن و
 قبح شرعی کا ہی قائل نہ ہو بلکہ خداوند تعالیٰ اور عباد پر اپنی عقل کو حاکم قرار دی تو وہ فرقہ
 شارع کی نزدیک کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہو گا بد اون عصیت و جہت
 و بلائی اور خویش و بیگانہ جواب عنایت ہو۔ اس سوال میں دو امر ذرا حیرت انگیز معلوم تھے پہلے
 عقل کا خدا پر حاکم ہونا اور عقل کا عباد پر حاکم ہونا سب اذکوی نادائق اذکوا اس عاجز کا اندازہ تصور
 کرے اسلمی محیب سلاً اذکوا ثبوت ضروری۔ امر اول عقل کا خدا پر حاکم ہونا۔ سوا کا ثبوت یہ ہے
 کہ ابن کثیر حلی باب حادی عشر میں فرماتے ہیں۔ الخافض فی اللطف اللطف
 السادس فی انہ تعالیٰ یحب علیہ فعل عوض الام لام الصادرة عندہ (الی ان قال)
 و یحب زیادہ قد علی الام۔ اس سے یہ صراحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر حکم عقل لطف اور
 الام کا عوض واجب ہے اور جب لطف اور عوض حکم عقل اور سپر واجب ہوا تو ترک لطف
 و عوض حکم عقل اور سپر حرام ہو گا اور ظاہر ہی کہ وجوب و حرمت کا حکم حسن و قبح کا حکم ہی تو اس میں
 سن ذالک خداوند تعالیٰ حکم وجوب حرمت و حسن و قبح اور اس فرقہ کی عقل کا محکوم ہے
 جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالیٰ پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی حکم ہوا۔
 سبحانک اللہم ما قدر حق قدرک۔ امر ثانی عقل کا عباد پر حاکم ہونا یہ سب سب یہی ہے
 کیونکہ جب حسن و قبح عقلی ہیں تو حضرات کے نزدیک عقل ہے محض اور قبح ہی اور وہ ہی
 موجب اور محرم اور مبیح ہوئی نہ ذات پاک خداوند تعالیٰ نے شانہ توجب عقل ہی سب سب
 لے پانچواں اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ لطف واجب ہے چنانچہ اس میں کہ جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عباد
 پہنچیں خدا تعالیٰ پر واجب ہے انکی عوض میں (نہذہ کے ساتھ) کوئے کام کرے۔ ۱۱۔

اور وہی محرم اور سبج ہوئی تو عباد مکلفین پر وہی حاکم ہوئی نہ شارع سبحان اللہ البتہ
 قربان حسین خدا تعالیٰ سنا کہ ابہر تہہ کہ عقل کا کھم ہو اور عقل کا یہ تہہ کہ خدا تعالیٰ
 تمام عباد مکلفین اور سبج حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہیں اور بحث کی بڑی
 گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اور عجلت وقت بہ کو حضرت نہیں دیتی عبادہ ازین حضرت
 مجیب کی کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائلین حسن و قبح شرعی علی العموم حسن و قبح عقلی سے
 دست بردار ہیں۔ اور یہ محض غلط اور افترا ہی منشا اسکا ہے کہ نہ اہل سنت کی کتابیں نہیں
 نہ اپنی ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمایا ہے دیکھی یہاں لے اعتراض فرمادیا۔ یا یہ کہ باوجود قوت
 کی انصاف اور عائشہ نے حضرت نہ دی ہوگی کہ حق لکھتی اور محض نضر بن عسوم دشمنان
 بلا لحاظ ہیں پیش عسوم کے پیرو میں ملین کو آدا فرمایا۔ ایسی باتوں پر اگرچہ نادانانہ
 افترا کریں۔ لیکن واقف تو ضرور زیر لب قسم فرمائیں گی۔ لیجی ہم اسکا غلط ہونا اکی ہی متنبہ کتاب
 لکھتی ہیں النافع یوم الحشر فی شرح الباب الاحادی عشر میں صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔
 اعلم ان الفعل ضروری التصور وهو اما ان یکون له وصف زائد علی حدوثہ
 اولاً التانی کحرکتہ الساعی والا اول اما ان یعقل العقل من ذلک الزائد او لا والا اول
 هو القیہ والثانی وهو الذی لا ینفرد العقل منه اما یتساوی فعلہ وترکہ وهو المباح او
 یتساوی فان لزم ترکہ فهو اما مع المنع من النقیض فهو الحرام والا فهو المکروہ
 وان ترجع فعلہ فاما مع المنع من ترکہ فهو الواجب او مع جواز ترکہ فهو المندوب۔
 لے واضح ہوئی فعل ضروری تصدیق پر تو انہیں کہ عقل ایک سیاق میں ہوتا ہے جو ایک حد و نصاب ہے۔ نہ کہ ہر صورت کی
 مثال اس کی جیسی فعل شخص کی حرکت اور صورت اول میں تو یہ ہوگا کہ عقل اس نصاب سے نفرت کریں یا لکریں سادہ اول قیہ ہی ہے
 دوم وہ ہی کہ عقل اس سے شغف نہ ہو۔ سو تو اسکا کرنا اور نہ کرنا سادی ہوگا اور اسکو مباح کہتی ہیں اور یا سادہ
 نہ ہوگا۔ پس اگر اسکا ترک راجح ہو تو اس کے نقیض منع ہوگی میں و طرہ ہر اور جو نہیں وہ مکرہ ہے اور اگر اسکا فعل راجح ہے پس باق
 اسکا منع ہوگا پس وہ واجب۔ یا اسکا ترک جائز ہی ہیں وہ مستحب ہے۔ ۱۲۔

اذا تقرهذه فاعلم ان الحسن والقبح يقالان على ثلثة معانٍ الاول كون الشئ صفة
 كمال لقولنا العلم حسن او صفة نقص كقولنا الجمل قبيح۔ الثاني كون الشئ ملأماً
 للطبع كالمستلذات او منافياً له كالاام۔ الثالث كون الحسن يستحق على فعله المدح
 عاجلاً والثواب اجلاً والقبيح ما يستحق على فعله الذم عاجلاً والعقاب اجلاً وكذا خلافت
 في كونها عقليين بالا اعتبار الاولين واما بالا اعتبار الثالث فاختلاف المتكلمون
 فيه فقالت الاشاعرة ليس في العقل ما يدل على الحسن والقبح بهذا المعنى بل الشرع
 فما حسن فهو الحسن وما قبح فهو القبيح وقالت المعتزلة والامامية في العقل ما يدل
 على ذلك فالحسن حسن في نفسه والقبيح قبيح في نفسه سواء حكم الشارع بذلك او لا
 انتهى بقدر الحاجة۔ اس کلام سے جیسا یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہے
 اس کی طرف یہ نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن و قبح عقلی کا قائل نہیں غلط اور تقریباً
 سیطرح اس کلام سے یہی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے
 وہ علی العموم باعتبار تینوں معانی کے حسن و قبح کی عقلی ہونے کا متفقہ ہے گو شرع
 سے ایسی دست برداری ہے کسی اعتبار سے حسن و قبح میں شرعی کے حکم کو دخل
 نہیں ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن و قبح شرعی بعض اعتبارات
 معائنہ کر دے حسن و قبح عقلی ہونے کے یہی قائل ہیں اور جامع بین العقل والشرع ہیں

۱۔ پس جب یہ قرار پایا تو جاننا چاہی کہ حسن اور قبح کا اصل تین سخن پر ہوتا ہے اول ہونا ایک شئ کا صفت
 کمال جیسا کہ علم حسن یا صفت نقص جیسا کہ جمل قبیح ہے دوم ہونا کسی شئ کا موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلذات یا مناف
 طبیعت کے جیسا کہ اام ستم حسن وہ ہے جس کو کرنے پر مدح عاجل ہو اور ثواب اجل۔ اور قبیح وہ ہے جس کو کرنے پر مذمت
 اور عذاب نزدیک ہو ان پہلی دونوں صورتوں کے عقلی ہونے میں خدشہ نہیں ہے۔ اور دوم کی نسبت متکلمین کو خدشہ ہے چنانچہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ
 عقل کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اس طرح حسن و قبح پر دلالت کرے بلکہ شرع جس چیز کو حسن ہے وہ حسن ہے اور جو قبیح کہہ دے وہ قبیح ہے
 اور معتزلہ و امامیہ کہتے ہیں کہ عقل میں ایسی چیز ہے جس کو شرع نے قبیح قرار دیا ہے وہ اس طرح قبیح ہے اور جو شرع نے حسن قرار دیا ہے وہ اس طرح حسن ہے

اور قائلین بئین حج عقل کے اعتبار سے حق تہ شرعی کے قائل نہیں ہیں اور حجت بقاعدہ
مسئلہ خود شرع کر گویا بالکل دست بردار ہیں بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا نافیہ حق ازناں سمجھتی ہیں
پھر وہاں ہمہ طرفہ تماشائیہ ہی کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کی مجرب بود ہو کر عقل سے
بیزار اور دست بردار ہوتے ہیں اور شرع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ ادھر کے ہوتے ہیں
نہ ادھر کے ہوتے ہیں۔ شیخ عالم الہدی المامیہ نے جو مسئلہ تفضیل انبیاء علیہ السلام کے لکھا ہے
اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ مسئلہ۔ فی تفضیل الانبیاء علیہ السلام

علیہم السلام من املاء علم الہدی۔ اعلم انہ لا طریق من جهة
العلم والعقل علی القطع بقضل مکلف علی اخر لان الفضل المرامی فی
هذا الباب هو زیادة استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفة مقادیر الثواب
من ظواهر فعل الطاعات وان الطاعتین قد تساویان فی ظاہر الاھوار ان
زاد ثواب واحد علی الاخر زیادة عظیمہ واذا لم یکن للعقل فی ذلك مجال
فالمرجع فیہ الی السمع فان دل سمع مقطوع بہ من ذلك علی شئ عول علیہ
والا لکان الواجب التوقف والشک۔ اس میں علم الہدی نے صاف طور پر فرمایا
کہ عقلاً ظاہرات کے ظاہر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسری مکلف پر دریافت نہیں کی جاسکتی
تو لامحالہ سوائے حکم شرع اور حکم دریافت کی کوئی سبیل نہیں جانا کہ یہ حکم آپ کے عقل کے خلاف
اس مسئلہ فضیلت انبیاء کی لگاؤ پر حسب تحریر علم الہدی کے۔ جانتا چاہیے کہ علم عقل کے دوسری مکلف کی
فضیلت دوسری مکلف پر قطعی طور پر دریافت کرنے کا کوئی طریق نہیں ہے کیونکہ جو فضیلت اس موقع پر وارد ہے
استحقاق ثواب کا زیادہ ہوتا ہے اور ظاہرات ظاہری پر قیاس کی کتاب کی مقدار شناخت کر نیکی کو کسی سبیل نہیں ہے۔ اس میں
اوقات اور عین متبادر ہر کے سادی ہوتی ہیں اگرچہ ایک کا ثواب دوسرے کا ثواب سے کہیں بڑھ کر ہو
اور جب اس مسئلہ فضیلت کو دخل نہیں تو ہر سماع (شرع) کی لذت جمع کرنا پڑتا ہے جس اگر سماع سے یہ مسئلہ قطعاً
اس طرح سلوم ہو چکا تو ہر مسئلہ کی جائیداد۔ روزہ توقف اور شک واجب ہو گا ۱۲۔

لیجی شرع ہر دان دست برداری تہی عقل سے بیان ہیرازی ہے تو ایسی نہ تہ کو
 جو عقل شرع دونوں دست بردار ہو آپ ہی فرمائیں کہ کیا فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے
 اور اسی کچھ انحصار نہیں اس قسم کے ہیئت سے افادات ہیں قال الفاضل الحبيب
 قولہ - مناظرہ ولیقین کے کتابیں موجود ہیں جکا دل چاہی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر
 انصاف دیکھ لیوی۔ اقول۔ واقع میں آپنی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر انصاف دیکھنا
 تو درکنار بغیر سرسری ہی ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ہرگز ایسا نفرما۔ **یقول العبد الفقیر**
الی مولانا شہید مفتی اگر نظر سرسری کی طرف راجع ہے تو مسلم لیکن آپکو مفید نہیں
کیونکہ باادفات آدمی نظر سرسری میں حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتا ہے اور اگر
نظر باطل اور نظر سرسری دونوں کی طرف راجع ہے تو غلط ہی اور کذب۔ کاش جیسی دم
دیت خیالی کے نفسی کو علت نفرمانے کی شراردی ہے۔ اگر دیتا کو علت گذارش تصور فرماتے
تو کفہ ہر دونوں اور قرین انصاف تھا۔ بندہ نے علاوہ اور کتابوں کے تشبیہ المطاعن کو بطور
عاریت چند روزہ دستیاب ہوئی تھی ملاحظہ فرمائیے اور نیز ایک جلد عبقیات میں سے مطالعہ
کیا پس داخلی کیفیت کیا عرض کر دے اگر کچھ کہوں تو ڈرتا ہوں کہ مبادا آپ اپنی مصنفین و
کی اہانت و تحقیر متبایا فرمائیں اور بندہ کو بد تہذیبی کے ساتھ مطعون کریں بہتر یہ ہے کہ
دُچ رہوں اور آپ میری اس سکوت سے بہت سمجھ کر دل خوش کر لیجیگا کہ ہماری کتابیں
شکست میں۔ لیکن ان بقول شخصی سبلی راجحہ مجنون باید دید۔ ادناؤ کی آنکھوں سے
نہیں دیکھا ورنہ جسم موم کو ہر بلفظ ہرگز ضرر و صاوق آتا۔ **فقط وعین الرضا**
من کل عیب کلیلہ ولکن عین السخط تمدی المساویا۔ حق لا تعجب کہ
کہ ہوں سر تحفہ کی جواب چھپ کر شائع ہو گئے۔ منتهی الکلام کا جواب اوسکی مصنف
کی ہی زمانہ حیات میں شائع ہوا کسی المہنت کے عالم بلکہ خود صاحب منتهی الکلام کی سیرت
لہ اور ضامنہ کی آنکھ عریب (دیکھنی ہی) ضعیف ہے۔ لیکن عبادت کی آنکھ بڑیا مان جا کر کرتی ہے۔

دہمت نہ ہونی کہ جواب لکھتا تھا کہ اجوبہ اور مقتضایہ الامام کا جواب تو ایک طرف ہرگز
 آیات بنیات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور اس کا مولف زندہ و سالم ہے اذکی یا انکی
 کسی ہم مذہب کی مخالفت نہیں کہ جواب کی جرات کرے یا نہ یہ پہا لکھنا حضرت
 مجیب کا ہی کام ہے اقول یہ محض حضرت کی وہی لہن ترانیاں میں جن کی نسبت
 پیشتر گزارش کر چکا ہوں درجہ حضرت کی سہلافت کو تو کبھی یہ جرات دہمت نہ ہونی کہ بمقابلہ
 اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ اپنی منہ سونکالین اذکا تو یہ حال تھا کہ ذرا ذرا ہی حدیث کے
 جواب میں اذکر دل درجہ کا منتہی تھے مبتلائی حیرت و تشویش ہوتے تھے کف
 افسوس ملتے تھے پھر ونسی اپنا سر ہوڑنے کو تیار ہوتے تھے غشی سبحان علی رضا حب
 خط بنام مولوی نور الدین صاحب جو رسالہ الکاتب میں درج ہے اور اس کا خلاصہ
 راجع ابیات بنیات میں ہی نقل کیا یہی اس کی عبارت المتقطا عرض کرتا ہوں مگر فراموش
 اور سوچتی کہ ایسی اکابر شکمیں شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باہم مخفی طور پر
 ظاہر کجاتے تھے ایسی تھے اور بندہ خیال کرتا ہی کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کو اپنی پاؤں
 کچھ ہی نہ سمجھتی مگر نو اس پر ثنائیں کر لینا چاہی کہ آگہی دلی حالت بروی عقل انصاف
 اہل سنت کے مقابلہ میں کسی کچھ ہوگی غشی سبحان علی خان اپنی اوس خط میں جو بنام مولوی
 نور الدین صاحب کے لکھا ہے لکھتی ہیں چنانچہ الی بے پایان از بودن سند حدیث اصحاب
 کا مجموعہ در طرق مشیوہ از تحریر خدام دریافتہ برداشتہ ام برائی خدا زود وقتی گرد کہ چاؤ
 و جان سند پیدا کردہ و سرگاہ سند چنین احادیث اور طرق شیعہ یافتہ باز سر
 بکہ ام سنگ توان زد۔ بحواب اسکی جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل
 ملاحظہ ہو وہ تحریر فرماتے ہیں۔ حیرانی و تشویش سامی از ہم رسیدن سند حدیث
 بخود کہ ناصب را اتفاق افتادہ بجای خود است۔ پھر اسکی کچھ بعد تیر فرماتے ہیں
 دہندہ را حیرانی کہ در خصوص این امر است نہ از آن جهت کہ امر یافتہ اولادان و فلان از زمی

بلکہ حیرت ازان است کہ بعد از احالہ است بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و حضرت ارشاد
 ایمنی کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و خذیفہ و مقداد و ابن مسعود و مجوم ہدایت اند کہ
 افتد کنید راہ دین و نجات خواہید یافت و مہندی خواہید شد و چہ محمل آشتی باشد و مزید
 حیرت آنکہ بعضی از علما می گویند کہ مراد اہل بیت اند درین معنی بہ بعضی از اخبار و آثار
 کہ خلاف انرا شیخ ابن بابویہ غالباً در ہایہ نقل کردہ تثبیت دارند درین صورت قطع نظر ازین
 تخالف مذکور حدیث اول ہم معارض میشود الا با یہ کہ بزرگان قائل شوند یا نیکہ معاذ اللہ حال
 اہلبیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعی براہ اہداث ورودت فرستند و بعضی بر حال خویش
 راسخ ماندند و لم نقل بہ اہد۔ الے قولہ۔ لہذا ہجرت بندہ درین باب نسبت ہجرت جناب
 مضاعت خواہد بود سخت حیرت ہادارم کہ کفہای دست را با ہم می سایم ارتقا و قلب جگر خدام چہ
 خودست بمقتضای بشریت نمیتوان گفت بلکہ عین درد دینی ست۔ انہی۔ پس اس سے
 آپکی فہم از صفات کا حال بخوبی و نسخ ہی از نیز جب آپ محض فارسی خوان ہن تو انکو
 علمی ابحاث علما سے کیا تعلق اور آپکا قول اسباب میں برومی اعتراف سامی عند
 کیا وقت کہہ سکتا ہی غایتہ مافی الباب جو کچھ اس باب میں آپ فرماتے ہیں محض
 سنی سنائی باتیں جو بگو تو وہ بمقابلہ معانیہ کے کیونکہ قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ پس اصل
 یہ ہی کہ وہ جواب ہی اس لائق نہیں کہ علما انکو جواب کی طرف التفات فرمائیں
 فق لہ اگر حضرت اہل سنت ان کتابوں کا ملاحظہ فرماتے تو یہ کب ممکن تھا کہ وہی تہین
 جو تحفہ میں مذکور ہیں اور انکی جواب نہایت متانت سے مسکت خضم تحریر ہو چکے ہیں
 بدون انکی رد کی جوتے چھوٹے دودویاتین تہین جزو یکام ویش کر سکا تحفہ میں سے خطہ
 کر کے شایع کرتے جیسا کہ بدیہ شیعہ و بدیہ شیعہ دے وغیرہ حضرات نے کیا ہی اقول
 یہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متانت سے مسکت خضم ہونا محض خیال سامی
 واقع میں نہ اول میں متانت ہی نہ اولی اسکا ت خضم حاصل ہے بلکہ نے نفس الامر

شصت و ہجرت ہی نہیں۔ اب اسکو آپ ملاحظہ فرمایا بھیج کر بندہ نے یہی توجہ جواب سوال
 انکی گمان کو موافق تحفہ سے ہی حاصل کر کے کچھ لکھا تھا پہلے اسکی تردید میں جواب دے ہی
 نقل کیا ہوگا جو تحفہ کے جوابات میں ادن مضامین کے جواب میں درج ہے پس خود
 لکھ دیا تو عقل و انصاف سے دیکھ ہی کیا اسکا نام تنانت اور اسکا تھضم ہی۔ مثلاً
 الزام تحریف کے جواب میں آپ ہی تحفہ کے جوابوں کی نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کی
 روایات کسی ہی تحریف و آن ثابت ہی اور روایات اس قسم کی لکھتی ہیں کہ ان کا
 ہر قیامہ العرب بہ تنہا علی ذل القیاس تمام مضامین کا یہ ہی حال ہے جناب اسکا نام جواب
 متین و مسکت حضم نہیں بلکہ اسکو موت کی پنجہ سے جان چوڑانا کہتی ہیں۔ باقی اگر
 یہ جواب فرماتے ہیں کہ چوڑے چوڑے رسالی لکھتی ہیں۔ اور جوابات تحفہ کی تردید میں
 لکھتی۔ پس اسکا جواب پہلے معروض ہو چکا ہی کہ علماء اہل سنت امر مرفوع عنہ کی طرف
 بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہیں ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسکی طرف توجہ
 فرماتے ہیں۔ جب کبھی علماء سنیہ وہی اپنے پڑائی اعتراضات جو تدبیراً انکی ہمت
 نقل کرتے چلا آتے ہیں علماء اہل سنت کی پاس بھیجتی ہیں یا صفحہ اہل سنت کی سنی
 فخر یا اغوا پیش کرتے ہیں اور وہ ادن اعتراضات کے جواب کے لئے اپنی علماء کی طرف
 رجوع کرتے ہیں تو اسوقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطال اعتراضات الزام و تحقیقاً
 تحریر فرماتے ہیں جو کھل البصر انصاف پسند ان روزگار ہوتا ہی۔ ان اگر جوابات تحفہ کا
 مسکت حضم ہونا اس اعتبار سے آپ فرمائیں کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنی جواب میں
 کہ انہیں مضامین انصاف آمیز حق سے جاری اور انصاف سے خالی اور تقریرات باطلہ و عیاب
 لا طائلہ نہ کوڑ میں اور اس وجہ سے مخالفین کو مسکت میں اور ضرورت جواب نہیں تو مسلم لیکن
 آپ کو کچھ مفید نہیں اور اگر اس سے ہمارے مسکت حضم میں کہ انہیں ایسی مضامین عالیہ حق
 صحیحہ مذہب میں کہ انہیں نہ جائز انگشت نہاد ان باتے رہی ہے اور گفت و شنید

اور تحفہ کو کسی استاد لال کو ہر ایک مجیب سلم باقی نہیں چھوڑا تو غلط ہی کیونکہ اول جواب تحفہ کا
جو نام نرہ لکھا گیا ہے جب ہی انابت مشین اور مسکت حضرت اور غایت درجہ شداد و شاد و جنتوا
دستیفا کو تشتمل ہے چنانچہ ہماری حضرت مجیب ہی فخر اوسمین سے نقل کرتے ہیں
جبکہ کیفیت اپنی موقع پر منسج کیا گیا بیگی پر اسکی بعد اس تفوییل کی کیا حاجت تھی جو
مشاخرین شیخ نے بعض بعض ابواب کے برعم خود جواب تحریر فرما کر شائع فرمائی اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب اپنی مطلب میں کافی نہیں تھا پر صاحب عقبات نے تو اور بھی رہی ہے
اجوبہ سابقہ کی وقت کہودی اور واضح کر دیا کہ تحفہ کے مصائب سے شیعیان پاک کو قیامت
تک ہی دستگیری ممکن نہیں ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی پر بخیر واضح کرتا ہے
پس لکھا اوں جوابوں پر ناز فرمانا کہ خلاف انصاف ہے اور اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے
کہ تحفہ کس تہذیب کی کتاب ہے اور اسکی مضامین کس قدر ستین اور مسکت خصم میں۔ قول اگر
حضرت مجیب کو دعویٰ اور حوصلہ ہے تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرما دیں آیات نبی
کی جواب کا ہے جواب لکھیں تحفہ الاشعر یہ جواب بدیشیہ چمکد شائع ہوا ہے اوسکی جواب
جواب کی طرف متوجہ ہوں اور نہیں تو ایک چوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہے اور اسکی جواب
لکھیں مگر جب مناظرہ کی کتاب میں ہی نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔ اقول جناب میر صاحب تاحی
معاف چونکہ اب اس نمبر سے کتب مناظرہ ہی اپنے دیکھی ہیں ایسی تحفیات کا طبع ملازمت
استیلا ہے اسکا علاج کتب مذہبی دیکھ کر معجون انصاف و جوارش تحقیق حق سے فرمائی
مبنی اس تحلیل کا محض کہو و اعجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو ایکی اسلاف شل شیخ مفید شیخ
صدق وغیرہ کے رسائل و کتب ہی نہیں ہیں بلکہ مستحیل الجواب تہذیب عیسوی جواب ہے
انہیں ان بزرگوں کے بعض رسائل و کتب موجود ہیں جنکی بحول اللہ تقالے آستان
تردید ہو سکتی ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ ہمارا اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی
کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اسطرح خوارچ کو کہی کسی ہستار میں نہیں سمجھا

اور ہمیشہ بحقیقت اور لاشعری محض سمجھتی رہی یہی وجہ ہے کہ کتب مذہب ہوں اور
 جب خلافیات مسائل ذکر کی جائے ہیں آپ صاحبزادہ کا کوئی نام تک ہی نہیں لیتا
 الاذرتہ وشدوذا۔ اور آپ کی لکھی ہمارا مقابلا اور ہمارا جواب دنیا سرایہ ناز وفتار ہر چنانچہ
 آپ کی تمام کتب مذہبی انہی دعویٰ کے شاہد ہیں چنانچہ ہماری اقوال کا ذکر آپ کی کتابت
 وندرتہ ترک کر لی اور پھر یہی کہ مقصود بالبحث والاعتنا وہی مذہب سمجھا جاتا ہے جو کہ
 کچھ وقت ہو جب ہم آپ کو اور آپ کی مذہب کو کچھ سمجھتی ہیں ہمیں تو اس کی ابطال میں اس
 کیون منہک ہو گئی جس سے اس کی طرف عمتنا اور انتہام ثابت ہو ان بوقت ضرورت
 یا جس موقع میں عوام کی گمراہی کا خوف ہو ان سببہ کچھ لکھ دینگی ہمارا مذہب جس قدر
 اصول اور قواعد غبار نقص عیب سر پاک و صفات ہر اور مخالفین کے ہر ایک کے توقع منقطع ہے
 اس فعل عبت کی طرف کیون متوجہ ہوں علامہ ازین آج کل ہندوستان میں بہت مذہب
 اسلام کے مخالف مثل نصاریٰ و ہنود و آریہ و برہمن وغیرہ رائج ہیں اور روزانہ ان کی تحریروں
 چھپی اور شائع ہوتی ہیں جو اصول اسلام کے مخالف اور سپر حملہ آور ہوتی ہیں اور اسلام
 میں ہی کوئے ان کی جواب کی طرف تسلیم ہی نہیں اڑھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک
 یہ دلیل عجیب و بیچارگی ہو سکتی ہے حضرت ہی سے پوچھنا ہوں کہ جعفر بن محمد بن ہنود
 کی مثلاً مخالف اسلام شائع ہو چکی ہیں کیا علماء شیعوں نے ان سب کا جواب لکھا ہے
 تو کیا اس کو دلیل عجیب و بیچارگی تصور فرمائیں گے حاشا دکلا پس عدم تحریر جواب کو
 دلیل عجیب و بیچارگی سمجھنا خطا ہے۔ قطع نظر اس سے جن رسائل کے جواب کی نسبت دعوت
 فرمائے ہیں اور جن کو اعجاز کے مرتبہ میں سخیل احباب تصور فرماتے ہیں اگر اس اعجاز کی
 یہ وجہ ہے کہ ہم سے ان کی فحش اور بیکارہ اور گالیوں کا انتہا نہیں ممکن ہے تو مسلم عین ہمارا
 بیشک شکست خضم میں اور اگر باعتبار علمی مضامین کے اور دلائل مثبتہ اصولیہ
 کی بحث کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو آپ ان دلائل کا انتخاب فرما کر یہی دعویٰ کر

کہ تخیل الحجاب اور سکت خضم میں یا نہیں۔ رہا جندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی تاؤ نفیست
 کا الزام کیفہ صحیح ہے کہ مجھ کو تو ابتداء میں رشید سہ اسکا شوق نہیں ہوا اور نہ کہی میں انہماک
 رہا البتہ آپ صاحبوں کی چوہر چھاڑ کے بدولت نے اس مسئلہ اسٹرنٹ توجہ ہوئی حضرات
 کی اصول و سبکے دقتیت حاصل کی۔ اور کتب مناظرہ کیفہ روکھیں۔ چنانچہ اسکی کیفیت
 سطاوی ایجابات میں منکشف ہو جائیگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ہماری حضرت محمدیہ
 کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا
 جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائی اور انکو
 بشارتیں دین سودینی فائدہ تو یوں برباد ہوا البتہ اگر کچھ دنیاوی نفع ہو تو مضائقہ
 نہیں لیکن وہ اہل دینت کی نزدیک بعض نفع دینی قابل اعتبار نہیں مہر معلوم
 نہیں سپرانا ناز و افتخار کیوں ہے۔ **قال لفاضل المحیط** قولہ۔ تو جناب سائل کے
 اہل سنتہ رجحان اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ واقعی تحقیق حق
 مد نظر ہے اگر یہی ہے تو چشم مارو شن دل شاد و دوسری یہ کہ عوام اہل سنت کے لیو محض تردد
 و تشویش ہے بہر کیف جو کچھ ہی وہ اپنی کہلا جاتا ہے میرات بوقت صبح شود و بچو
 روز معلومت کہ باکہ باختم عشق در شب دیجورہ اقول۔ حضرت یہ طرز جدید نہیں
 وہی تدیم طرز ہے کہ جسکا جواب آپ علمائے برعم خود دیتے آئے اور ہرگز عہدہ براہین
 ہو سکی۔ چنانچہ انشاء اللہ اگر آپ اس میدان میں ثابت قدم رہیں گی تو آپ پر بھی جلی
 روشن ہو جائیگا۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه** اہل سنت کا عہدہ
 نہونا تحریرات نشی سبحان علیخان صاحب و مولوی نور الدین صاحب سی بخوبی واضح
 ہی اور نیز پیچیدہ تحریر ہی گو ما خلاصہ مضامین سلف کا ہے اسکی جواب سی ہی انشاء اللہ تالی
 بخوبی واضح ہو جائیگا کہ فریقین میں کونسا فریق دوسری کے جواب سی فی نفس الامر
 عہدہ براہین ہو سکتا اور کیفہ اس تحریر کے ایجابات سابقہ سی واضح ہو ہی چکا ہے

پہر دم نہیں کہ اسی فضل و کمال کے پیروی پر یہ دہکبان ہیں کہ اگر آپ اس میں
 متاخر ہوں میں ثابت قدم رہی تو آپ پر بھی بخوبی روشن ہو جائیگا یا کوئی دم دہسین
 کسی خاص وقت کے لیے محفوظ رکھ چوڑا ہے۔ اہل انصاف ذرا غور فرمائیں یہ تو
 ظاہر ہی کہ سدا ماست مع اینی شرائط و توابع دلائل حق کے شیعہ کے نزدیک اصل
 اصول دین مثل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہیں اور اہل سنت اس کو اصلی عقائد
 نہیں کہتی بلکہ القیاس اور اس کی شرائط وغیرہ میں گفت گوئی کہ شیعہ ان کو واجب الایمان
 اعتقاد کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک ان کا کچھ ثبوت نہیں۔ توحید اور نبوت
 باہم متفق علیہ معاد اخروی جس کو قیامت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں وہ بھی متفق علیہ
 ائمہ اور ان کی اہل حقیقی از عوامی شیعہ کا دار دنیا میں ہر رجوع فرمانا جس کو رجعت اور قیامت
 صغریٰ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے مختلف فیہ ہی کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہیں اور
 اہل سنت کو نزدیک نہیں۔ پس اس صورت میں اہل سنت کا جو اعتراض ہے وہ بول
 مذہب تنبیہ پر ہے اور اس کا بیخ کن ہے کیونکہ اہل سنت اور اصول میں کسی جگہ صرف
 شیعہ دعویٰ ہیں جس پر اعتراض کریں وہ اعتراض اصول مذہب تنبیہ کو صدمہ پہنچاتا ہے
 اور اہل شیعہ اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہیں کر سکتی کیونکہ توحید و نبوت
 و معاد متفق علیہ اور امامت خود فردوع میں معدود ہے تو علماء شیعہ اہل سنت کے
 اصول مذہب سے کسی اصل کو اپنی اعتراض سے صدمہ نہیں پہنچا سکتی۔ ان غایت
 سے غایت باعتبار اصول مذہب یہ اعتراض کر سکتی ہیں کہ اہل سنت بعض اصول
 اعتقادات کو منکر ہیں خیریدار ایمان ہے اور ظاہر ہی کہ اس صورت میں اس امر کے
 اثبات کا عہدہ بھی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی اعتقاد ہی ہونا
 ایسی دلائل قطعیہ سے ثابت کریں جو اثبات مسائل صلیہ اعتقاد یہ کے لیے کافی
 ہوں اور حقیقت رد شولہی مدعی اور مثبت کو ہوتی ہے نافی کو نہیں ہوتے

پہر اسکی ہمارے ضد میں اہلسنت کہتی ہیں کہ آپ نے ادن امور کو جبکہ دلائل قطعیہ سے
 اصلی عقائدی ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پونچتا اصلی دعتقادوی اعتقاد کر رکھا ہی اور
 اعتقادوی کا انکار مذموم ہی غیر اعتقادوی کو واجب الاعتقاد اعتقاد کرنا ہی مذموم ہوگا
 تو اس تمام گزارش سے جو اجمالاً عرض کے ہے اہل فہم والصفات سمجھ سکتی ہیں کہ ہم میں
 کوئی تفریق عہدہ پر نہیں ہو سکتا اور کس قدر حق کو دوسرے کو مقابلہ میں دشواری
 پیش آرہی ہے قویہ یہ مرد و احتمال بجائی خود نہیں خدا بخو استہ مجھ کو اپنی عقیدہ
 میں کس طرح کا شک و ریب نہیں میں نے اپنے علم و عقل کے موافق اپنی مذہب کے
 حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور یہ محض دعویٰ لسانی ہی نہیں
 بلکہ بفضلہ تعالیٰ ثابت ہی کر سکتا ہوں باہمہ بفرض محال مثل شریک باری اگر کسی جملہ
 حق ثابت ہو تو اسکی تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ اقول سبحان شہیدان تو
 ہماری حضرت مجیب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیٹی یا یہ شور اشوری یا وہ بے نمکی یا تو
 یہ ارشاد تھا کہ میں محض فارسی خوان ہوں اور لفظ مولوی کی اطلاق کو بھی سخریہ دستہ
 سمجھتا ہوں۔ یا یہ کہ اپنی مذہب کی حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ ہیانتک حاصل
 کر لیا ہے کہ اسکا حق الیقین ہونا اپنی خصم پر بھی محقق و ثابت کر سکتی ہیں۔ پہر اس
 و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ اپنی تہم لیں اور آپ پر فدا ہوں تو انکا فخر ہے۔ اور
 اہل تشیعین اور فخر الاولین و الاخرین کے لقب سے لقب کرین تو اذکوریا ہی۔ اب اس سے
 حنبال فرمایا کہ یہی کہ مذہب نے جو سابقاً عرض کیا تھا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا
 جس پر آپ جیلا اوٹھی وہ کچھ بجائے تھا مگر میں حیران ہوں کہ حصول مرتبہ حق الیقین کے ساتھ
 جیتے اپنے قید لگا ئی ہو (اپنی علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہیں کیا
 مرتبہ حق الیقین میں پابخت بار علم اور عقل اشخاص کے ٹکڑے ہوتے ہے اس سے
 اہل خرد بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ آپ محض تخیلات و وہیات کو مرتبہ حق الیقین میں

سمجھتی ہیں اور جانتی ہیں کہ حق یقین کو کہتی ہیں اور ظاہری کہ حصول مرتبہ حق یقین بطریق کشف
 یا الہام یا متحد یا اتحاد حق جویت کو تو ہونگا۔ کیونکہ یہ طریق یقین میں اور نہ اپنی خصم پر دعا کا
 اثبات ممکن اور نہ انکادان کی کسی خبر صادق نے خبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور علاوہ انکی اور
 کوئی طریق علم یقین کا ایسا حال نہیں ہوا جو مشرقین کو محبوبہ اسکی کہ یہ مرتبہ حق یقین کا جو پنی
 اصول اور دعا حاصل کیا ہی ہوتی تھی اولہ تفصیل کے اور نہیں نظر درستہ لال سے اور بعد جہود اور موقوف علیہ
 الاولہ اور ادنیٰ کیا تھا مابہرہ حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلید اس مرتبہ کا حصول ممکن ہے
 اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ علوم الہیہ کے جانشینی پر موقوف ہے اور نیز اس پر موقوف ہے
 کہ کتاب اللہ کو بلا سلسلہ متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو
 اور نیز احادیث کو باسانیہ صحیحہ یاد کیا ہو حالات رجال سے آگہی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب
 سنت کی اور امر و نہوا ہی عام و خاص و مؤل و مشترک و حقیقت مجاز و دنا نسخ و منسوخ وغیرہ
 کا واقف ہو واصل صحیحہ جامدہ اسکی پاس موجود ہوں اور ان کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور مولد
 اسماعیل بھی محفوظ ہوں جب یہ امور حاصل ہونگی تو بطریق نظر درستہ لال یقین یقین
 سائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ محض فارسی خوان ہوں نہ کتاب اللہ
 کی سمجھ ہی ہے پھر درود را حصول عقائد کا ہی بلکہ کتاب اللہ منقول متواترہ تحریف سے
 محفوظ شیعہ کے پاس موجود ہی نہیں ہے اور جو موجود ہی وہ نہ متواترہ سیدیان ہے
 ہر اور نہ حسب اعتقاد محمد ثین و مفسرین شیعہ تحریف سے خالی بلکہ متواترہ تحریف ہونا اسکا واثبات
 سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب اللہ موجود متواترہ غیر تحریف ہے تو ادن
 اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتویٰ دین گے جنہوں نے بڑی شد و مد سے اسکو
 محرف ثابت کیا ہے چنانچہ بحث تحریف میں مفصل اسکا ذکر آئیگا اور یہ آپ جانتی ہیں
 کہ تلمذ یہ کتاب اللہ اور انکار متواترہ کیا ہے۔ اور نہ حدیث سے آشنائی ہی اور ان کے
 سمجھنے میں دوسرے کی محتاج ہیں کہ وہ ترجمہ عبارت کریں اور آپ سمجھیں خواہ غلط

ترجمہ کریں یا صحیح علماء ازین علوم الہی کی بھی تقریباً ایسی ہی حالت ہوگی صرف و نحو
 بخیر ہی معانے و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت میں تو آپ کو صحت مذہب
 میں مرتبہ علم یقین کا بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہی چہ جائیکہ مرتبہ حق یقین کا جو
 بالاترین مراتب یقین ہی حاصل ہو۔ بہر کیف اگر دعویٰ محض فارسی خوانی کہ مذہب دروغ
 اور یہ سب بہادری مذکورہ آپ کو مستحضر ہوں تو غایتی سی غایت آپ کو صحت مسائل میں علم الیقین کا
 مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہی لیکن آپ دعویٰ حصول مرتبہ حق یقین میں جو اعلیٰ ترین
 مراتب سے ہی اور محسوسات و بدہیات اولیہ سے ہی زیادہ اطمینان بخش ہے اور
 انبیاء و صدیقین کے مراتب سے ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعویٰ
 بنوت یا امامت مکتون خاطر ہوگا مگر جیسا اجتماع محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کی
 حصول کا محال تھا اس سے زیادہ اجتماع کذب حصول مرتبہ حق یقین ممکن ہی
 پس میں متحیر ہوں حضرت یازمین پرہی یا آسمان پر چاہی بھی شاید فارسی خوانی
 اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ میں الزام کہا جائے تو کچھ بہت ندامت و دبا
 نہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی شہور ہو کہ ایک فارسی خوان تھا کیا ہوا جو الزام کہا گیا
 عرض اگر اس تحریر کو محاط کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہے
 بلکہ اس تحریر کی انکی طرف منسوب ہونی میں ہی شک ہوتا ہی اور یہی کچھ نہیں تو
 دوسرے کی ادا ضرور ہوگی اور اگر ادعا کسی حق یقین کو دیکھ اجاوی تو قطع نظر اس سے
 کہ اس دعویٰ کو یہ آپ کی تحریر زبان حال سے مذبہ محض فارسی خوانی
 غلط ہوئے جاتی ہے۔ ہم جہاں تک اس تحریر میں بغور و تامل نظر کرتے ہیں کہ میں اس
 غلطی قدر دعویٰ کا ثبوت نہیں دیکھتی بلکہ محبت سے اسکی نقیض کا ثبوت پیدا ہوتا ہے چنانچہ
 بعض مضامین سے جو اباحت سابقہ کی ضمن میں مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہے اور اباحت آئندہ سے
 بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید و تغلیط سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو تحقیق حق ہرگز

مذہب نہیں ہے کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہے و نیز سلاوہ ازین آخری فقرہ متضمن تعلیق
 بالمال نہ عوم باہجیم ہنر محال سے آخر تک اس میں عا کو آشکارا طور پر ثابت کر دیا ہے یہ معلوم
 نہیں کہ انصاف و تحقیق حق کا حکم بمصدق قولہ تعالیٰ 'انا مردانہ بالبر و سیر کی ہی لیتی ہے
 با این ہمہ عبارت آئندہ میں احتمال کچھ کو تسلیم کر لیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت
 کی ہدایت سمونا اور اپنی شفیق کی خصوصاً الخ اور بندہ کے غرض تزدیر و تسویل سے
 یہ ہی ہستی پس انکار جہاں میں اس مناظرہ دانے پر تعجب انگیزی قبول اور تزدیر و تسویل سے
 مجب کو کیا حاصل۔ یو لوی میں نہیں مسجد کا واعظ میں نہیں مذہبی خدمت سے معاش میں
 حاصل نہیں کرتا مرجع خلافت میں نہیں کو خواہ مخواہ دوکان جمانی کے لیے اسی باتیں
 کر دے یہ لوگوں کو فریب میں پھسانے سے مجب کو کیا ظاہری فائدہ ہوگا اقول معلوم
 نہیں حضرت نے ان اشارات و کنایات کا مورد اپنی ذہن عالی میں کسکو قرار دیا ہے اور
 یہ توضیحات کس کی طرف راجع ہیں۔ اگرچہ باوہی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے
 اپنی علما و اکابر و مقتدایان مذہب مجتہدین میں کسی کو نہ لکھا ہوگا سببہ عاجز یا
 اس کی دوسری ہم مذہب مراد ہوگی لیکن لغز میں تسلیم اگر ان توضیحات کا اطلاق ہم میں وہی
 ہو سیکے تو حضرات مجتہدین شیعہ جن میں یہ سبب اوصاف مع شئی زائد پائی جاتی ہیں
 ان توضیحات کے ساتھ ادا لے واجب ہوگی بہت شادم کہ از رقیبان و ہم کسان گشتی
 گوشت خاک باسم بر باد رفتہ باشد * قطع نظر اس سے ہماری حضرت مجیب ہی تو بر نعم خود
 درجہ اجتہاد حاصل کر چکے ہیں تو اور مرجع خلافت بنی۔ اور دوکان جمانی کے لیے کیا سر
 سینگ نکلتی ہیں مذہبی خدمات سے معاش یوں ہی پیدا کجستے ہی۔ قبلہ و کعبہ بنی
 کی دیر ہی کسب کچھ موجود۔ مخالفین سے مناظرہ کر کے شہرت پیدا کی سوافین
 فتویٰ دہی کنایہ ادعائی اجتہاد فرمایا یہ مجتہدین بیٹی پر کیا ہوتا چراغ روشن
 مراد حاصل۔ اسی حضرت آج ہی کیا ہوتا اس کتبت کا بمرہ آئندہ و کھینکا۔ خدا خواہ

اہل سنت تو فریب میں آنے سے ہر ہی ہان اپنے ہم مذہبوں کی توقع مفاد رکھتی چاہی
 اہل سنت کو تو اگر براہ تقیہ سنی بنکر فریب دیتی تو شاید کوئی شقی اولی شامت کا مارا گمراہ
 ہو جاتا چنانچہ حضرت کی بعض بزرگوں نے ایسا کیا ہی۔ رشید الدین محمد بن علی بن
 شہر آشوب سردی اپنے کتاب معالم العلماء میں جو اس وقت میری سامنی ہو جو
 فرماتی ہیں۔ ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن یوسف الکاتب وکان علی الطاهر
 یفتی علی مذهب الشافعی تقیہ من کتب کشف القناع لعدہ الاستعداد
 و اس امر کو آپ خوب سمجھتی ہیں کہ یہ بزرگ شافعیہ کا ہمیں کیوں بدلتے تھے۔ قول دیگر ایک اصل
 عرض فرقہ اہل سنت کی ہدایت عسوا اور اپنی شفیق کی جو اس مباحثہ میں واسطہ میں اور محض انکو
 خاطر سے یہ بحث شروع ہوئی ہو اور انکی ہدایت خصوصاً اقول کاش آپ جانتی کہ آپ اپنی
 اس غرض میں مخالف امام اور ترکیب جہاد و عاصی و گنہگار بروی اپنی مذہب کے ہیں۔ اس
 بہی معلوم ہوتا ہی کہ آپ کو اپنی مذہب کی کچھ خبر نہیں ہے۔ لیجی ہم ہی بتلاتی ہیں کیا
 احسان مائیکہ علامہ مجلسی بخاری میں نقل کرتے ہیں اوسین سے چند روایات نقل کرتا ہوں
 اور انکو ملاحظہ فرمائی۔ عن ابی النضر عن یحییٰ الحلبلہ عن ابی یوسف بن الحر قال سمعت
 ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول ان لجلالہ الی فیقال الی رجل خصم انعام من حی
 ان یدخل فی ہذا الامر فقال لہ الی لا تخاصم احد فان اللہ اذا اراد بعید خیرا
 نکت فی اہلبہ حتی انہ لیبصر بہ الرجل منکم شتمہ لقائد۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
 علیہ السلام کہ ابی یوسف بن الحر کہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میری والدہ کو بائس یا اور کہا کہ میں بحث کر نیوالا ہوں جبکہ میں
 پسند کرتا ہوں کہ شیعہ میں داخل ہو جاؤ اس سے بحث کرتا ہوں میری والدہ نے اس کو فرمایا تو کسی سے نہ جھگڑ
 کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو پہنچا دیتا ہے تو انکو کوئی نہیں کر دیتا ہی یہاں تک کہ وہ اسکی سبب تم میں سے جو کچھ دیکھتا ہے
 اسکی طاعت کی خواہش کرتا ہی۔ ۱۲

یہاں تک کہ ابی یوسف بن الحر کہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میری والدہ کو بائس یا اور کہا کہ میں بحث کر نیوالا ہوں جبکہ میں

قَالُ لَا تَخْصِمُوا النَّاسَ فَإِنَّ النَّاسَ لَوْ سْتَطَاعُوا أَنْ يَجْبُوا بِالْأَحْبَبُونَ أَنَّ اللَّهَ خَذَ
 مِيثَاقَ شَيْعَتَانِ يَوْمَ اخْتِذَ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ فَلَا يَزِيدُ فِيهِمْ أَحَدًا أَبَدًا وَلَا يُنْقِصُ مِنْهُمْ
 أَحَدًا أَبَدًا - ابی عن صفوان وفضالة عن داود بن فرق قال کان ابی یقول
 ما لکم ولد جاء الناس الله لا یدخل فی هذا الامر الا من کتب الله له ^ع ابی
 صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس غرض سے جہاد کا لوگ اپنی مذہب سے پیر کر شیعیہ بن جاؤں گے
 اور جا رہی ہیں اس سے آپ خیال فرمایا یعنی کہ اپنے جوانی غرض اس مباحثہ سے بڑھ کر
 وہ کثرت پر ہی اور چونکہ علت ہی عموم کو مقتضی ہے اور نیز با ثبات روایات معتبرہ ثابت
 ہو چکا ہی کہ نور امام آخر الزمان تک زمانہ نقیہ مستمری تو یہ نہ ہی ائمہ گذشتہ کو
 امامت پر ہی منحصر نہیں ہو سکتی - علاوہ ازین اگر مباحثہ و گفتگو سے آپ کی غرض
 اصلی یہی تھی تو اول غلطی یہ کہائی کہ اپنے اپنی آپ کو محض فارسی خوان خدا
 کیونکہ ہر شخص سچ پکارتا ہی کہ جسکو علوم کتاب و سنت کی خبر نہیں محض فارسی خوان
 وہ کیونکہ مطالب عالیہ کتاب و سنت کی طرف دوسرے کو ہدایت کر سکتا ہی بلکہ وہ
 اس معرکہ کا ہی سرعہ او خویش گمست کر رہی کند - معہذا اگر لفظ ہدایت سے ہدایت
 مراد ہی تو حسب قول ^ع برعکس نہ نام رنگی کا فوراً نتیجہ شئی کم صندہ اور اگر ہدایت
 واقعی اور نفس الامری مراد ہی تو یہ حضرت کا کام نہیں - حق تعالیٰ نے شا
 اپنی فضل و کرم سے اہل سنت کو متمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بخود
 ہدایت فرما کر حقیقی و نفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط و مستحکم فرما رکھا -
 ۱۵ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی فرمایا اگر کوئی محبت و مباحثہ نہ کرے کیونکہ اگر ہر کو لوگ دوسرے
 تو بیک دوست کہتی اللہ تعالیٰ نہ جہنم انبیا سے عہد لیا تھا ہمارے شیونسی ہی عہد لیا تھا اب انہیں نہ کوئی
 ہو سکتا ہونہ کوئی کہہ سکتا ہی ۱۶ میرا پ کہا تھا تمہیں لوگوں کو اپنی دین بہرے بتائی کیا لکن کہ
 اس دین میں کوئی شخص ہر آدمی کی جگہ نہ لے کہہ رہا ہی داخل نہیں ہو سکتا - ۱۷

کہ تشکیک مشک سے تذبذب محال ہے۔ محمد بن عبد اللہ اللہ ہذا ماہذا داکنا لہندی
 لولان ہذا اللہ ولہ الحمد فی الاولے والاخرہ قولہ شعر جو حضرت نے کہا ہے مخی
 طبع پر دال ہے اسکا جواب کیا کہ میں مگر بات یہ ہے کہ ہماری تجیب عالم و فاضلین
 اور اہل علم کی نظر آن پہنوتی ہے دور اندیشی فرما کر اپنے نفس نفیس سے ہی مخاطب ہیں
 اقول سبحان اللہ ابھی تو میں آپ کی نزدیک گناہ تھا ابھی عالم و فاضل ہو گیا۔ خیر بہرہ
 اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمایا تو واضح ہو جائیگا کہ اس شعر میں
 آپ کا مخاطب آپ سے مخاطب ہی یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار کو
 دریافت فرمایا لیگا۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں قولہ چشم مارو شن دل ماشاد
 تحریر فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپ کا دل شاد و چشم روشن
 ہوتی تو شروع ہی میں یہ سخت کلامی نفر ماتے بلکہ نہایت نرمی و ملائمت و اخلاق
 پیش آتے اقول کہ یہ قدر سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی تعریضات
 مقابلہ میں کی گئی ہر دس۔ اگر آپ اسکی بنیاد نہ باندھتی تو بندہ سے یہی کوئی
 کلمہ ثقیل نہ سنتی۔ معہذا احتیال فیین کے مقابلہ میں ہر جگہ نرمی و ملائمت و اخلاق اپنی
 چشم روشن و دل شاد ہونے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ بعض مواقع میں غلط و شدت
 محسوس ہوتی ہے تو یہ تفریع غلط ہی۔ جن اگر بجای اسکی یہ فرماتے کہ ہم کو تحقیق حق
 نظر نہیں ہے (چنانچہ ابھی صاف انکار کر چکے تھے) تو چشم مارو شن دل ماشاد فرمانا درست
 معادوم نہیں ہوتا تو بجا تھا کیونکہ چشم کارو شن اور دل کاشاد ہونا تو تحقیق حق پر مترتب تھا
 اور جب وہی جاننا تو یہ بھی درست ہوا۔ لیکن شکل یہ ہے کہ اگر تحقیق حق سے انکار
 کریں تو کیونکر کریں کہ صریح خلاف انصاف ہے۔ اور اگر اقرار کریں تو کس طرح کریں کہ مستلزم
 تشکیک ہے لہذا یہ سب کو ہی۔ خیر حسب موقع اقرار یا انکار جو مناسب ہوتا ہے وہ کر لیں
 قال الفاضل النحسب قولہ یہی مناسب خیال کیا کہ چند ہی اپنے وقت

اگر انما یہ کو اس میں صرف کردن کا حدیث سنیں گے خالی نہ ہوگا۔ اقول۔ مباحثہ مذکور
 ایسا خفیف کام ہی کہ اس میں وقت صرف کرنا وقت گرانما یہ کہا جائے اگر غور فرمائیں
 تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہی یقول العبد الفقیر الی مولاه
 صفات مثل روز روشن ظاہر و باہر ہے کہ حضرت میر صاحب اپنی نہایت کے کوچہ
 بالکل ناہمین جانتا کہ روایات شیعہ میں غور کیا جاتا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہے
 کہ جدال و مباحثہ کرنا حرام اور خلاف اللہ و رسول و ائمہ کے ہی بلکہ مباحثہ کرنا دین کے
 نکمنا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان انبہادات ائمہ ملعون ہوتا ہے چنانچہ کچھ روایات معتبرہ
 سابقہ مذکور ہو چکی ہیں اور یک قدر اب معروض ہونگی تو معلوم نہیں ہماری محبت بسبب
 مباحثہ کو کس بنیاد پر اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیتے ہیں اور کیوں ہم پر تعرض ہیں۔ مگر
 ان اگر ملعون ہونا اور خدا و رسول و ائمہ کے خلاف کام کرنا اور دین سے خارج ہونا
 حضرت حبیب کی نزدیک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہو تو مصلحتاً نہیں تو اس صورت میں
 خارج نہروان و نواصب شام کو بھی شردہ فتح شاوین روایات سنی کے علم
 مجلسی بحار میں تخریج فرمائے ہیں اس میں سے ملنے چاند روایات نقل کرتا ہوں
 باسنادہ التیمی عن الرضا عن ابیہ عن علی علیہ السلام قال لعن اللہ
 الذین یجادلون فی دینہ اولئک ملعونون علی لسان نبیہ صلی اللہ
 علیہ وسلم۔ اس حدیث سے ناظرہ کرنے والوں کا ملعون ہونا بابت النفس ثابت
 عز اللہ عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق و اللہ قال لا صحابہ اسمعوا منی کلاما ہو
 خیرا کم من الدھم الموقف لا یما رین احدکم سفیہا ولا حلیما فانہ من صابی
 سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مروی ہے فرمایا انہر خدا لعنت کری جو کہ میں سے کہتا ہے کہ میں نے
 کی زبان میں ہے۔ اے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے یاروں کو فرمایا کہ میری بات سنو جو تمہاری لئے
 (ترجمان) کہہ رہا ہو وہی کہہ دو تم میں سے کسی کی غیب سے جہنم سے اور نہ کسی علیم سے۔ ۱۲۔

مباحثہ مذکور میں
 حرام ہے

حکماً اقضاه ومن ماری سفیہا اردا ۱۰ اس حدیث سے علی العموم مباحثہ کی نعمت
 ثابت ہوئی کیونکہ لایا میں فعل منفی ہے اور کافا عمل و مفعول دونوں نکرہ واقع ہوئی ہیں
 اور قاعدہ ہے کہ نکرہ سیاق نفی میں عموم و شمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو
 کسی ساتھ مباحثہ کرنا جائز نہ ہوا۔ عن ابی عبد اللہ ۱۱ قال یہذا اصحاب الکلام و
 یخو المسلمین ان المسلمین ہم النجاسۃ سمعت ابی عبد اللہ ۱۲ یقول لا تخاصمو النجاسۃ
 لدینکم فان المخاصمة مہر خدۃ للقلب۔ سمعت ابی جعفر ۱۳ یقول انما شیعتنا
 الخرس۔ قال امیر المؤمنین ۱۴ ایاکم والجدال فانہا یورث الشک فی دین اللہ
 سمعت ابی عبد اللہ ۱۵ یقول متکلموا ہذہ العصابۃ من شرار من ہم منهم اس باب
 میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اگر اونکا استیفا کیا جاوے اور سبط کے ساتھ ادون پر بحث
 کیجاوے تو ایک کتاب جدا گانہ تیار ہو سکتی ہے ہم صرف ایک قول فیصل پر اکتفا کرتے ہیں جو امام
 جعفر صادق ۱۶ سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اسلئے ملتقطاً نقل
 کرتے ہیں، عن ابی محمد العسکری ۱۷ قال ذکر عند الصادق ۱۸ الجدل فی الدین و
 ان رسول اللہ ۱۹ والائمة المعصومون قد نفوا عنہ فقال الصادق ۲۰ لمریۃ عنہ مطلقاً
 لکنہ نفی عن الجدال بغير التی ہی احسن اما ستمعون اللہ یقول ولا تجادلوا اهل الکتاب
 ۱۱ کیونکہ جو حدیث میں مباحثہ کرنا مذکور ہے وہ اسکو جس سے دوڑنا چاہیو کہ جو کسی سفیہ سے جو جگہ پر چلا وہ اسکو ہار کر دے گا۔ ۱۲ امام ابی عبد اللہ
 سے کہ نہ ہر ایک کلام لکھ کر نہ دے ہاں کہ ہونگی اور نہ مباحثات چاہیو کہ شکیسلمان ہی نجات یافتہ ہیں ۱۳ منیٰ امام ابی عبد اللہ
 سے سننا فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے نہ جیگرہ کیونکہ جیگرہ اول کو ہار کر مریا لایا ہے ۱۴ منیٰ امام ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے سننا
 فرماتے ہیں ہمارے شیعہ صرف گونگی ہیں ۱۵ امام المیرزا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی آپکو جیگرہ سے بچاؤ کیونکہ وہ نہ
 دین میں شک پیدا کرتا ہے ۱۶ منیٰ امام عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سننا فرماتے ہیں کہ میں نے تکلیف بدترین سے امام عسکری
 فرمایا کہ امام جعفر صادق ۱۷ کیچھ تہذیب میں میں بحث و مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہ کہ سوال شدہ نے ارادہ مصون رکھا اسکی ممانعت فرمائی فرمایا
 کہ اسکی ممانعت نہیں فرمائی کہ میں اس مباحثہ کی ممانعت کی جو غیر عہدہ طریقہ کی ہو کیا میں نہیں کرتا تھا تو اچھا ہے و عدہ مقرر کیا کہ اس

بآن تجد حقاً لا یمثلک ان تفرق بینہ و بین باطل من تجادل وانما تدفعہ عن باطلہ بان
 تجد الحق فہذا هو المحرم لا یمثلک مثله جحد هو حقاً و جحدت انت حقاً آخر - المنتہ قطع نظر
 تعارض ادن دایات سے جو اس بارہ میں دارہوئی ہیں اس قول فیصل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
 مباحثہ کرنا سوائے انبیاء اور ائمہ کے دوسری شخص کا کام نہیں ہے بلکہ دوسرے کو ناجائز
 و حرام ہی کیونکہ سوائے انبیاء و ائمہ کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہیں پہچانتا
 اور نہ ضلعاً و اخوان یا مبطلین کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی الخصوص
 ایسا شخص جبکہ اپنی مذہبیات کی ہی پوری واقفیت نہ ہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو
 اس کی حق میں مناظرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بیشک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہے
 کہ اس باب میں علامہ مجلسی کے تحقیق نقل کر دیں۔ اہل انصاف اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور
 ہماری تحجیب کی واقفیت مذہب کی دارہوئی کی۔ و یظہر من الاخبار ان المذموم
 منہ ہو ما کان الغرض فیہ الغلبۃ و اظہار الکمال و الفخر و العصب و ترویج
 الباطل و اما ما کان لاطہار الحق و رفع الباطل و دفع الشبهة عن الدین
 و ارشاد المصلین فہو من اعظم ارکان الدین لکن التمزین بینہما فی غایۃ الصعوب
 و الاستحال و کثیرا ما یشبہ احدهما بالآخر فی بادی النظر و للنفس فیہ تسویلات
 خفیۃ لا یمکن التخلص منها الا بفضلہ تعالیٰ۔ علامہ کی اس تحقیق میں ہی ہم بحث
 اغماض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ہی تحجیب جسی می تکلمین کے لیے مناظرہ کا
 ۱۔ کہ تو ایسی حق کا انکار کر رہی کہ جو خدا و رسول و ائمہ علیہم السلام میں شہادت ہے اور اس کا انکار کر دینا کفر و کفر سے بدتر ہے
 کیونکہ اس میں شہادت الہیہ ہے کہ انہی ایک حق کا انکار کیا اور تو دوسری حق کا انکار کیا، ۲۔ احادیث سے ظہر ہوتا ہے کہ بڑا
 متبادہ ہے جس میں غلبہ کمال کا اظہار و فخر و ارفع کجا نہ آرا و باطل کی ترویج مقصود ہو جو حد میں حق کا اظہار و باطل کا رفع اور دین
 شہداء و اولاد کو ہنگامی ہو تو وہ دین کے عظیم ارکان میں سے ہیں لیکن ان دونوں میں تفرق نہایت سخت و بڑا و مشکل ہے و بسا اوقات
 بادی النظر میں ایک دوسری کی شہادت ہے جتنا اور اس میں نفس رکھ کر ایسی چھٹی دہچک میں سو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ذریعہ صلی علیہ وسلم نہیں

عبادت نہو، بلکہ ظلم اور مستوجب لعن ہونا ہی میرا ہی پر اب ہماری محبوبہ نے ذرا غصہ
 سہو و امن کیا اعلیٰ درجہ کی عبادت ایسی ہے امور ہوتے ہیں۔ علامہ ازہرین اگرچہ پہلے
 مذہبی خفیف کام نہو تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے بڑھ کر نہو
 بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہونگی علیٰ الخصوص ایسی باتیں
 چکیا چند ان ضروری یا مفید نہو اور محال فہم کے راہ یا بے کی توقع نہو تو ایسے وقت میں
 جو شخص دوسری امور مذہبیہ عالیہ میں مشغول ہو گا وہ بیشک مباحثہ میں اپنے وقت کا
 صرف کرنے کو وقت گرانما یہ کہیگا حق اللہ اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر
 تحقیق حق و ابطال باطل منقول نہیں بلکہ اپنے رائے یا مخالف کے مغلوبیت اصلی ہوتی
 اور انشاء اللہ تعالیٰ انہیں سے کوئی عرض بھی حاصل شدنی نہیں ہے اقول
 آگے نزدیک تحقیق حق مستلزم تنک فی الذہب کی ہوتی واقعی مجاہد تحقیق حق منقول نہیں
 کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ درجہ مجاہد کو اپنی مذہب کی صحت و حقیقت میں کسی نوع کا شک
 و ریب نہیں ان ابطال باطل و مغلوبیت مخالف بھی مقصود ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ سے
 ممکن حاصل ہے شہر مستعد لیلای دیں تدابیر و غزیرہ فی التقاضی غرہ
 قال الفاضل المجہب - قولہ - پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و
 دتیبہ اثنا عشریہ کے بہت سے مسائل اصول و فروع میں مخالفت ہو سکتی ہیں
 یہ صحیح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیٰ الخصوص خلفائے ثلاثہ رضی
 اللہ عنہم اہل سنت تمام امت سے باعتبار درجہ اعلیٰ و فضل اور ایمان میں امت و اکمل
 کرتے ہیں۔ اقول - اصل اختلافی مسئلہ اذہبی منظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و دنیا
 بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسا یہ اہل اصول و فروع کو اہل
 سنی کہ بموجب حدیث متفق علیہ مسئلہ اہل بدعتی کے فتنہ نوح الخ
 اور موافق حدیث متفق علیہ الی تارک فیہ الثقلین کتاب اللہ و حسن قلم کا حکم

حکم خدا سے جدا نہیں ہو سکتا اور صحابہ ہی انکی ہی تسک کے مامور تھے یا خود کرتے ہیں
اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنی دین اور ایمان کا بٹراتے ہیں اگرچہ
بعض ائمہ نے ناصبین عداوت اہل بیت طاہرین اور قاتلین ذریتہ سید المرسلین اور قرین
اور قاسطین و ناکشین سے ہوں۔ جیسا کہ ملاحظہ رواۃ صحاح اور غیر صحاح اہل سنت سے ظاہر
ہے حضرت مجیب نے جو مبتنی اختلاف کا معاملہ صحابہ بٹرایا ہے بجای خود معلوم نہیں جتا
کیونکہ اگر بفرض محال مثل شریک باری سب صحابہ عدو و دشمن ہوں اور بر خلاف احادیث
کثیرہ مثل حدیث عوض غرہ و دیگر دلائل عقلیہ و نقلیہ کے جس میں کتب ضخیمہ تصنیف ہو چکی ہیں
کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہو جائے تو اس سے ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اونکا ثابت
ہونا کا سلیقہ کہ عدم عصمت از کجی اتفاقی بین الامت ہے اور شیعوں کے نزدیک بلکہ عقلمند
زیدک بجز اہلبیت معصومین صلاوۃ اللہ علیہم اجمعین کوئی ماخذ اصول و فروع نہیں ہو سکتا
ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف
پیر کا مبنی صحیح جیسا کہ بندہ پہلے عرض کر چکا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاه**
امام ان روزگار اور منصفان قہری و امصار کو خلاصہ عام ہے کہ ذرا اس بحث کو نظر
رد مال ملاحظہ فرما کر ہماری مجیب کے انصاف و تحقیق حق اور منظرہ داد و جہاد مطلق کی داد دین میرے صاحب
ایک مسئلہ امامت کے معظم خلافیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تھا کہ ائمہ اختلافیات اور
مختلفات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اور خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم خصوصاً
اہل سنت انکو تمام امت میں فضل اعتقاد کرتے ہیں اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہیں
و اختلاف مسئلہ امامت ہی اسی اصل سے ناشی ہے۔ بجواب اس مسئلہ امامت کے مبنی
مختلف خلافیات ہونے کی تائید میں ہماری حضرت فاضل مجیب نے باین خلاصہ ارشاد فرمایا
اہل خلافت مسئلہ امامت مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہی بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
میکمل اصول و فروع کو بموجب ارشاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت طاہرین سے

لیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو اخذ اپنے دین و ایمان کا شہرہ ہیں
 اگرچہ بعض انہیں سے تابعین عدوت الہییت ظاہرین اور تابعین ذریعہ سید المرسلین
 اور تابعین اور قاضیوں اور ناگشتین سے ہوں۔ پس حضرت مجیبؑ جو بہنی اختلاف کو
 صحابہ شہرہ یا ہر بجای خود معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر فرض محال سب صحابہ عدول شہرہ
 تو اس سے بوجہ اس کی گونجی عدم عصمت اتفاقی ہر اخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اذکار
 ہوگا۔ پس کیونکہ ہو سکتا ہی کہ بہنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ سداست
 اس اختلاف کثیر کا بہنی ہر اسی حضرات خدا کے لیے ذرا حضرت مجیب کی اس جہ
 ماحضہ فرامین کہ اس سے بندہ کے عودین کی تسلیم و تائید ہونی ہے یا تغلیط و
 ابہنی کی کہ فاضل مجیب فرماتے ہیں کہ اخذ مسائل دین کی شیعہ کے نزدیک ذریعہ
 ہیں اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ ۱۴ وغیرہ ہیں تو اگر اس تقابل سے حضرت مجیب
 یہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریعہ ظاہرین کو اخذ دین نہیں اعتقاد کرتے تو بد
 غلط اور محض افتراء کیونکہ قضیہ کلیہ الصحابہ کلہم عدول خیریات و ذریعہ ظاہرہ کو شہرہ
 اور اہل سنت کی کتب صحاح وغیرہ روایات الہییت رضی سے مملو و مشحون ہیں
 انہی فضائل و مجاہد سے شرف و تہنیر ہیں اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً ماخوذ
 ہی سے ہی۔ اہل سنت کے بزرگان طریقت خوشہ چین میاں الہییت کے
 ان دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم و آلہم و سلم مقتدائیت اور اخذیت میں اہل سنت
 نزدیک بحکم حدیث متفق علیہ اصحابی کا انجام الخ شریک الہیت میں اور اگر اس تقابل
 حضرت مجیب کے غرض انتقاد اخذیت الہییت عند اہل سنت نہیں ہے تو جہ
 اس صورت میں حاصل یہ ہو کہ الہییت با تفاقی فریقین ماخذ دین میں اور
 علی الاختلاف۔ اہل سنت اذکو ہی پہلی کہ وہ مصداق کنتم خیر امت میں۔ اخذ
 دینی میں۔ اور شیعہ اذکو ماخذ مسائل دین نہیں شہرہ لے اور شریعت اعتقاد کرتے

دین و ایمان کا شہرہ ہیں

اور اسکی وجہ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بعض انہیں سے بزرگ شیعیہ صاحبین عداوت اور دشمنی اور اذیت اور قاسطین اور ناکشبنین اور بفرصت محال مثل شریک باری اگر کل صحابہ عدول ہر جہاں تو عدم عصمت اتفاقہ مانع مآخذیت ہے۔ تو اس سے کاشمیں فی رابعہ النہار ثابت ہوا کہ دار الخلافہ مآخذیت کا خیریت اور شریعت صحابہ رضہ پر ہے۔ اور جب مآخذیت صحابہ کی ختم ہونے کی علت خیریت اور شریعت اور انصافیت اور نقصیت صحابہ رضہ ہوتی تو فوراً مآیینی اذیت اصل مبنی اختلافات موائہ صحابہ کا جو بندہ نے عرض کیا تھا ہوا یا نہ ہوا اور اس جواب سے بندہ کی گزارش کی تائید و تقویت ہوئی کہ نہ ہوتی۔ سنا مبنی معظم خلافت کا مآخذیت صحابہ و اہلبیت رضہ ہی لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی معظم خلافت کا مآخذیت ہی اور مسئلہ امامت ہی ہی اصل سے ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے ذکر کی ہے۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے غلط اور غیر مرتبط اور دعویٰ بے دلیل رہی۔ خوش گفتار معین الزام اسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ چونکہ اس جگہ ہماری حضرت مجیب نے مآخذیت و اہلبیت صحابہ کا ذکر فرمایا اور بہت غلطیاں کہیں اور حق سے بمرحلہ دور ہو گئی پہلی کسی قدر اسکا بیان ہی واجب ہوا۔ پس صریح یہ کہ فی الاصل مآخذین و اہل بیت ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس قدر دین ہے وہ مآخذ و مشکوٰۃ نبوت ہی ہیں اور واسطہ تبلیغ دین ہیں اللہ تعالیٰ والامت رسول ہی ہوتا ہی اور علاوہ رسول کے جس قدر احاد امت ہیں وہ سب محتاج تبلیغ رسول ہیں اور مکلفین و مبلغین اور نے حقیقت متبع اور آئین دین ہیں۔ نہ متبوع اصلی کیونکہ اگر انکو مآخذ اصلی دین کا قرار دیا جائے گا تو انکا خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور بتی ہونا لازم آدے گا اور یہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب اہل سنت تو اسکا بطلان بدیہی ہے۔ اور شیعیہ اگرچہ ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے

اگلی ٹیکہ یہ روایت لکھی ہے وقولہ علیہ السلام وقد سئل غامر المؤمنین ما کان منہ لئلا یمنعہ اللہ علیہ
 السلام قال لو یکن بینہ و بینہ فضل سویا لوسالہ التی اور دھا۔ و جاء مثل ذلك بعینه عن ابیہ
 عن جعفر والی الحسن والی محمد بن العسکری علیہ السلام۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخیر و
 رسالت کے جناب امیر مزا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی
 وصف زائد نہیں۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر ہتھ لاک لیا جاوے
 اور اس پر شخص سے چھپ سکتا ہے کہ دوسری باریج صفات جن پر فضل کلی کا دار مدار ہے مثلاً کثرت
 ثواب و قرب من اللہ تقا کے وغیرہ میں جناب امیر اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
 افضل نہیں تو کم ہی نہیں اور تہیت سبایہ و الفنا و انفسکم حسب ادعا رشید خود مستلزم
 مساوات ہے اور وصف رسالت خود مستلزم فضیلت کو نہیں کیونکہ یہ امر بدیہی ہے۔ کہ
 فضیلت نبوت رسالت رسل و انبیاء سابقین کے لیے ہی حاصل تھی لیکن باوجود اس کے جناب امیر
 اونیسی باعتبار دوسری صفات کے افضل ہیں تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضیلت
 نہیں۔ بلکہ یہ امامت متبرکات اور خلافت اور کلیت و روحانیت سے افضل ہے اور
 اگر ہم اس سے ہی ترقی کریں اور اصول و روایات شیعہ پر جناب امیر کی فضیلت کے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مدعی ہوں تو حیا کو کیونکہ علاوہ اول فضل کے جو جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم امین پائی جاتے ہیں جن میں جناب امیر کو شرکت اور مساوات ہے بہت
 فضائل جناب امیر میں ایسی موجود ہیں جن سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محروم ہیں۔ جو شجاعت
 اور سخاوت اور فصاحت و بلاغت جناب امیر کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہیں
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بجا کلام مجید میں عتاب ہوا اور جناب امیر کی نسبت بخیر محمد کے
 اور کچھ دار و نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر عتاب معاتب ہی افضل ہے۔ ان سب سے
 امام رضی اللہ عنہ سے کہیں بڑھا کہ جناب امیر مزا کا مرتبہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا فرمایا بخیر رسالت
 و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور کچھ زیادہ سے نہ تھی۔ -۱۱-

بن الحسین بن موسیٰ بابویہ القمی لکھتی ہیں۔ زیر کہ امام قائم مہم بنی است در جمیع امور و در
 اسم نبوت و نزول وحی۔ توجب ائمہ خلیفہ اور قائم مقام ہوئی علی الخصوص ایسی بنی کی قائم مقامی
 جو دین کو جمیع حیات و کمال فرما گیا اور کسی قسم کی کمی کو تباہی باقی نہیں چھوڑی تو ایسی بنی کا بنی
 خلیفہ محض ناقل و حامی ہر دین۔ تو وہ اصلی و حقیقی ماخذ دین ہرگز نہیں ہو سکتا ہی۔ لیکن با انہم
 چونکہ قرن اول است محمدیہ علیہ الصلوٰات و التسلیمات کی قلوب انوار و برکات آفتاب عالم تاب
 نبوت سے منور ہو گئی اور فیض صحبت سر حلقہ انبیا سر تاج اصفیاء سے جو جس رنگ آلود و زل
 کر لئے کسرت احمد اور کسیر از موم محاسنی کے لیر تریاق کبیر سے مجلی و مجلی ہوئی اور ان کی قلوب
 میں شمع انوار نبوت نے پیا تھامک پر تو ڈالا کہ ان کو اس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئیں جو
 آئین کو آگ سے پاک سنگ پارس سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور بلا وجہ ابتلا میں محکم امتحان کمال
 العیاز کل چکے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو جو ہم ہدایت فرما کر امت کو ادھکے
 اقتدار کی طرف رغبت دلانی اور ان کو ماخذ قرار دیا لیکن نہ ماخذ اولی و اصلی بلکہ ثانوی و فرعی۔
 اسکی بعد ظاہری کہ دین خداوند جل شانہ جسکا ماخذ و مبلغ اصلی رسول ہر قرن ثانی سے آخر تک
 اور کلا بد اوسط پہنچنا محال ہر تو اسلی ضرور ہوا کہ ہر قرن لاحق اپنے قرن سابق سے دین اخذ
 کری اس صورت میں ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے حق میں ماخذ دین ہوگا بلکہ ہر ایک
 استاد اپنی شاگرد کے لئے ماخذ ہوا۔ غرض کہ اولاد بالذات ماخذ دین ذات باریکات حضرت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً و بالتبع اصحاب کرام میں جن میں المہیت ہی شامل
 ہیں اور ثالثاً و بالوض ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے لیر ماخذ دین ہر جن میں محدثین و ائمہ ہیں
 و جنہدین و متکلمین و مفتیین و اصحاب ریالت و ارباب رفاقت و روایات آثار داخل ہیں پس
 اگر حضرت مجیب کی غرض لفظ ماخذ سے ماخذ اولی و اصلی ہر تو بالکل لغو و غلط ہی کہ شیعہ مہمیت کو
 ماخذ قرار دیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی
 ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہیں۔ اور اگر ماخذ کسی ماخذ بطریق عموم مراد ہی تو اور ہی زیادہ غلط اور

اپنی کتب پر چشم پوشی ہی بلکہ خود اسی قول کے مخالف ہی کیونکہ اس قول کے آخر عبارت سے خواہری
 کہ راخذت کا عصمت یہی اور عصمت نہ پائی جاوے گی وراخذت دین ہوئی کی صلاحیت و
 قابلیت نہیں رہے گی۔ لیکن یہ اثر مل رہی آولی کے منسح پر عصمت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے جو ماخذ اول ہیں۔ صحیح و مسلم ہی وہیں۔ اسی کی کہ بعد تکمیل دین کے کسی شخص کے عصمت
 ضرورت باقی نہیں ہی اور نہ کسی خود کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم ہی۔ اور اگر
 کسی پر عصمت کی ضرورت ہی تو یہ ضرور ہی کو تمام آخذ دین جچی کے رہتا کہ یہی معصوم
 اور سوائی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی معصوم نہیں ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ
 علماء تبعیہ جو مسائل شریعیہ اہل بیت ۱۲ سے نقل کرتے ہیں اکثر ان مسائل میں اہلیت زمانہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ناقل و حاکی ہیں نہ خود راخذ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیت کی عصمت
 تسلیم کرتے تو انسی جچی کے درجہ والوں کی نسبت کلام ہی اور وہ بالاتفاق معصوم نہیں ہیں
 حالانکہ وہ راخذ دین ہیں۔ پس یہ دعویٰ کہ تنبیہ بکا پر عاقل کے نزدیک سوائی معصوم کی اور کوئی
 راخذ نہیں ہو سکتا غلط ہوا اور اس کی تہلیل خود معالہ الاصول سے وغیرہ کتب اصول سے ہوئی ہے
 کیونکہ جو اجماعات بعد غیبت کبریٰ امام آخر الزمان کے منعقد ہوئی ہیں معلوم نہیں انکو کوئی
 معصوم سے اخذ کیا ہی۔ غرض جب روایات مجتہدین وغیرہ ہی راخذ دین شری کی شکل میں
 عصمت ہی تسلیم نہیں بلکہ انہیں سے بعض کافق دھڑلے ہی تسلیم ثابت کیا گیا ہی تو اب فرما
 کہ حضرت مجیب کا یہ قول کفر غلط اور خلاف واقع ہوگا اول ہم روایات کا راخذ دین ہونا ثابت
 کرتے ہیں بعد اس کی انکی کفر و فسق سے بحت کرنگی۔ علامہ مجلسی نے بھی زمین نقل کیا ہے۔

الکلیسی عرا سحاق بن یعقوب قال سالت محمد بن عثمان العمری رحمہ اللہ ان یوصل الی کائنات
 سالت فیہ عن مسائل اشکلت علی فورد التوقیع بخط مولانا صاحب الروماں علیہ السلام
 انہ کتبیں محمد بن یوسف سے روایت کرنا ہی اسی کہانی محمد بن عثمان عمری سے سوال کیا کہ امام آخر الزمان کی حد متعین میرا بارہا جس سے
 کہہ سائل شک پرچی ہی نہ پجاری (وہاں کوئی حرایین) مولانا صاحب دارالاسلام کا دست خطی فواں۔ دل ہوا ہے۔

سنتوں کو راہی نہ کرنا صرف جو پرست من

وأما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها إلى رواة حديثنا فانهم حجته عليكم وانما حجة الله
 - الخیر - اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ روایات حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کی طرف سے حجت میں اور ایم
 غیبیہ میں یہی مآخذ دین ہیں - اب دوسری دعویٰ کا جو کفر و فسق روایات سے نبوت لے لیا
 اگرچہ حضرات شیعہ کی سہام لعن سے - انبیاء تک پہنچی تو بچا رہے روایات کس شمار میں ہیں
 لیکن چونکہ یہ موقع میان محمد و مناقب روایات کا ہی پہلی یہاں صرف روایات کی بیان کرنا
 پر اکتفا کیا جاتا ہے - انبیاء کی محمد و مناقب بذیل ذکر اصحاب زبان حضرات شیعہ بیان نہ کر
 اولاً میں اس دعویٰ کی اثبات کی لمی معاملہ الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہوں جو
 خبر واحد کی معمول ہونے کی شرائط میں لکھی ہے - الثالث الايمان واشترطه هو المشهور
 بين الاصحاب وحجتهم قوله تعالى ان جاءكم فاسق فاحذروا من الله وان الله اعلم بالظالمين
 الفطحية ومن صار عم بشرط ان لا يكون مثماً بالکذب محتجاً بان الطائفة عملت بخبر عبد الله
 بیکر والسماحة وعلي بن ابي حمزة وعثمان بن عيسى وبقاروا به بنو فضال والظاهر بنون واجاب
 المحقق رحمه الله بان لا نعلم اولى لان ان الطائفة عملت باخبار هؤلاء والعلامة مع تصحيح بلا فستراط
 في المذهب اکثر في الخلاصة من ترجیح قبول روایات فاسدی المذهب اس سے صاف
 واضح ہے کہ حضرات شیعہ کے روایات کفار و بد مذہب ہیں سبجان اللہ کیا المہیت کے ساتھ
 تسک اور دلا ہے کہ کفار اور بد مذہبوں کی روایات قبول کرین اور ان کو ترجیح دین - بیشک کفار
 سلف (اس میں کہا تھا) کہ حوادث واقعات ہماری حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ وہ کفر و بد مذہبی ہوتے ہیں ان کی حجت نہیں ہے
 تیسری شرط یہاں ہے کہ روایان اصحاب میں شیعہ ہوں بد مذہب ہوں فاسق ہوں اور محقق نے شیخ سے
 نقل کیا ہے کہ شیخ نے فطحية اردن جیسی (بیشبہکی) خبر پر شرط کیا ہے کہ ساتھ متہم ہوں علی کہ اس میں ہے جائز کہ ہر کفار (اسی
 عبد اللہ بن مسعود اور علی بن ابي حمزة و عثمان بن عيسى کی خبروں پر اردن خبروں پر بنو فضال اور فطحية بنون روایت کیا ہے جس کا ذکر کیا ہے
 محقق نے اس کا جواب دیا کہ اب تک ہم نہیں جانتے کہ فاسق نے ان لوگوں کی خبروں پر عمل کیا ہے اور علامہ طوسی نے جو کہ ایمان کے شریکوں کی
 تہذیب میں تخریج کی ہے ہم خبر میں بد مذہبوں کی روایات قبول کرنے کو بہت ترجیح دی ہے - ۱۰۷

- الخیر - اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ روایات حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کی طرف سے حجت میں اور ایم

[illegible]

لاودعتهم ما اودع ابي اصحابه ان اصحاب ابي كانوا زينا احياء وامواتا اعنى زياره ومحمد بن مسلم ومنهم ليش المراءى وبريد العجله هو لاء قوامون بالقسط هو لاء قوالون بالصدق وهو لاء السالقيون السالقيون اولئك المقربون - علاوہ ازین طرفہ شاہد ہے کہ ابتدا را یا غیبت امام میں سلسلہ سفارت و خط و کتابت جاری رہی جو حضرات امام کا ماضدین جو ادہری شیعیان پاک نے رضیہ لکھ کر امام کو تحریک میں بھیجا اور ہر سے کسی سفیر کے وسیلہ سے جواب لگیا اور سب سے زیادہ عجیب غریب یہی کہ حضرت طرفہ رقعات کو بہ نسبت سلسلہ سند روایت کے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی ہیں اس اصول میں نقل کیا ہے۔

الخامس منها ان الشيخ الصدوق قال في القصص بعد نقل توقيع هذا التوقيع عندى بخط الى محمد الحسن بن علي وفي كتاب محمد بن يعقوب الكليني روايه خلاف ذلك التوقيع عن الصادق ثم قال استفتي بهذا الحديث مشيراً الى ما رواه محمد بن يعقوب الكليني عن الصادق ع بل استفتي بما عندى بخط الحسن بن علي - تو اس صورت میں باخذ اصلى اپنے دین کا اہمیت کو قرار دینا سرسخت اور سخت ہے ان شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ و امانت کے اور پی ہو سکتا ہے متعلق شخصہ گزارش ہے کہ اسکا فیصلہ پہلے ہی آپ کی قاضی نور اللہ شوشتری صاحب مجالس المؤمنین ہیں اور علامہ مجلسی بجا میں علل شیخ الشائخ سے فرما چکی ہیں قاضی صاحب بنو حنیفہ کے ذکر میں لکھتی ہیں - مخفی نہ اند کہ وجوب حسن ظن بجاہ تغافلے و انبیاء و اوصیاء معصومین منقول و مسطور است اما بغیر ایشان کہ جائز بخطاب است ممنوع است علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں

سے تو جو کہ میرے اپنے اپنے یا د کو سونا ہے میں ہی لگو سنا میری باپ کے ایزد اور رب کی بجاہت اچھی تھے یعنی لارہ اور محمد بن مسلم روایت مرادی اور زید بن علی یہ لوگ انصاف بر پارکھنی والہانیت سچ بولنی والے - ۱۲۵ باچون بہ کہ شیخ صدوق نے تصدیر میں بعد نقل ایک فرمان کے کہا کہ یہ فرمان میرے پاس امام محمد کا دستخطی موجود ہے اور کلینی نے امام صادق سے نقل فرمان کے خلاف روایت کی ہے یہ کہتا ہے - کہ میں کلینی کے اس حدیث پر فتویٰ نہیں دیتا بلکہ امام کا دستخطی فرمان جو میرے پاس موجود ہے اس پر فتوے

عن ابي عامر عن معلى بن محمد عن محمد بن حمور القمي باسناده رفعه قال قال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم الى الله لصاحب بدعة بالمقبة قيل يا رسول الله وكيف ذلك
 قال اترب قلبه جهما - اور ان روایات سے یہی ثابت ہے کہ یہ حالات ان حضرات کے وقت
 معصیت اللہ کے تھے اور انکی آمد و رفت محض بغرض طمع نفسانی و ہوا پرستی و تخریب دین شین ہی
 تو ایسی شخصوں کے لیے توبہ و انابت کا قائل ہونا اور انکی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضروری توفیر
 ایسی لوگوں کو اخذ دین قرار دینا اور ہر المہبت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات شیعہ کے
 ہی جرات ہے اور زیادہ متبع سے تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ کتبہا دات امام معصوم خارج
 و نواصب کی روایات کا ہی رد کرنا جائز نہیں مولانا مولوی حمید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 بحار انوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہیں امام صادق ۲ نے فرمایا - لا تکذبوا
 محدثین انما کہوہ مرہج و لا قدرہی و لا خارجہی نسبنا لہا فانکم لا تدرہون
 لعلہ تثنیٰ من الحق متکدوا علی اللہ عز و جل فوق عرشہ - اس سے صاف ثابت ہے
 کہ نواصب تمام خوارج نہروان جو ائمہ سے روایات کریں ان کا بھی رد کرنا جائز نہیں ہے
 توجب روایت ہی اخذ دین ہوئی تو اس صورت میں حرف المہبت کو اخذ دین کہنا اور
 یہ کہنا کہ مہافل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرے کوئی شخص اخذ دین نہیں ہو سکتا -
 سرسہ راہیات اور خرافات ہی - پہر اب ہمارے اپنی فاضل مخاطب کے دیانت و انصاف پر
 کمال انوس ہے کہ اس قول میں اپنا اخذ دین تو صرف عنترت ظاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ بعد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امامیہ کل اصول و فروع الہدیت ظاہرین ہی بہر جب اللہ
 سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مہاشی کی توجہ انکار فرمائی کسی مومن کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 وجہ سے رہا کیا اسکی دلیل اسکی محبت پر گئی ہے - ۲ کوئی مرجی یا قدری یا خارجی تمہاری ہمارے
 کوئی حدیث لاؤ اور تمہاری طرف نسبت کری تو ہم اسکو مست چھٹاؤ کیونکہ تم ہمیں جانتی سنا بدو حق سے
 اور تم خدا کی تکذیب کرو اور کفر عین یہ - ۱۲ -

سفینہ وحدیث ثقلین لیتے ہیں اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو
 فرمایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا ہرگز نہ ہو
 اگرچہ انہیں سے تابعین عداوت اور قاتلین فرستے اور مار قین اور ماسطین و کاشین ہو سکتے
 کیونکہ حضرت کیا اس کا نام انصاف ہو کیا اس کا دیانت کہتی ہیں۔ اگر ماخذ سے عام ماخذ
 مراد ہی تو پھر اپنی اپنی عمرت ظاہر پر ہی کیونکہ اکتفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ
 مراد ہی تو پھر اہل سنت کے لیے تابعین اور تبع تابعین کو کیوں زیادہ فرمایا وہ ہی تو صحابہ
 کی ریا کیسے نہ بنیں سمجھتی مگر شاید ماخذ سے عام ماخذ مراد ہو اور تمام شیعہ داخل عمرت ہوں
 لیکن اس صورت میں وہ عصمت جو آپ نے ماخذ ہونی کے لیے شرط ٹھہرائی تھی وہ
 مفقود ہو رہی بہر کیف یہ انصاف محفوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ باقی رہا یہ جو ہماری فاضل
 محیب نے الحدیث سفینہ اور حدیث ثقلین کا ذکر فرمایا ہے اس کی مستقل مختصر گزارش ہو
 کہ حسب اختران آپ کی مذہبی بہائی مولوی نور الدین کے حدیث بخوم معارض حدیث ثقلین ہے
 اور جب حدیث ثقلین کے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ کے بھی معارض ہو گئی لاتیجا دہائی لکھا
 اور یہ بھی مولوی نور الدین کی کلام سے ظاہر ہے کہ معارضہ حدیث ثقلین و حدیث بخوم میں درجاب
 ایک جہ کے ہی جو عمرت ہی اور جزو ثانی یعنی کتاب اللہ کی بابت کچھ معارض نہیں ہو۔ اور جب
 ہم معارض کی وجوہ میں غور کرتے ہیں تو انہیں کچھ معارضہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جب الفاظ
 احادیث کو دیکھا جائے اسی تو حدیث ثقلین میں لفظ تنسک واقع ہے اور حدیث بخوم میں لفظ
 اقتدا ہے اور کتب لغات سے واضح ہو کہ تنسک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہیں اور نہ
 رکب سفینہ جو حدیث سفینہ میں واقع ہے اس کی معنی حقیقی اقتدا کے ہیں اور ظاہر ہے کہ لفظ
 اقتدار کے حقیقی معنی پیروی کے ہیں جتنی اللہ میں لکھا ہے اس کا چنگ در زدن بقال
 اس کا بالشی اذ اس کا یہ پہر لکھتا ہے۔ تنسک چنگ در زدن اذ اذ اس کا دین از چہرے۔ اور
 لکھا ہے اقتدار ہے بردن کجی۔ جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ تنسک کے معنی اتباع کے نہیں

بلکہ کچھ نے اور چنگل مارنے کو ہیں۔ اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہیں۔ تو اب یہی قرآن میں بالکل کہا
 تو قرآن ہی میں ہے دوم ہوا کہ حدیث ثقلین میں لفظ تسک کے معنی اتباع کے بجائے عزت نہیں
 ہو سکتی بلکہ معنی دلا، محبت کے ہیں جیسا کہ حسب تحقیق علامہ تیسعہ الامودۃ فی القربا کا مدلول ہے
 کیونکہ اولاً تسک کے معنی اتباع معنی مجاہزی ہیں اور ظاہر ہی کہ صیورت الی الجواز بلا قریبہ صاف مجاز
 نہیں۔ اگرچہ معنی محبت کے ہی اس اعتبار سے مجاہزین لیکن چونکہ اسکا کوئی معارض نہیں اور قریبہ
 صحت مضموم ہو یہی پہلی وہ صحیح ہوئی۔ نہ نیا حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں لفظ عزت
 اور المہبت واقع ہوا ہے۔ اور عزت کے معنی حضرات ستیدہ کچھ ہی کون نہ اختار کریں باہمت بار
 اتباع کے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور عزت
 علی الاطلاق غیر مضموم ہے تو حسب مذاق ستیدہ الامہ سموا اور عزت مجیب خصوصاً محال ہے کہ کچھ
 غیر مضموم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائی۔ اور اگر عزت والمہبت سے مراد صرف جناب امیر
 حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم ہیں تو باقی امہ تعدد خارج ہو گئی اور اگر مراد صرف دوازدہ المرسلین
 تو قطع نظر اس سے کہ اس تحقیق بر کوئی قریبہ قائم نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خارج
 ہو جائیگی۔ غرض کہ اگر زید تبہد و اسماعیل حسن بختی وغیرہ اولاد امہ عزت میں داخل ہیں تو ان
 حدیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل اور خلاف مذہب ہے اور اگر یہ عزت سے خارج ہیں یا
 پر امہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ثالثاً یہ امر یہ بھی ہے کہ خدیب یا قرابت
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع میں کچھ داخل نہیں ہے بلکہ صریح داردار اتباع اس سے
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت محبت اور علوم سے استفادہ حاصل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت صلی
 علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جبکہ عزت گزرتی چلے آئی ہی صدہا اونہیں سے
 ایسی ہیں جنکو حضرات شیعہ کافرو فاسق سمجھتی ہیں اور ظاہر ہی کہ منک کی علت اس سے
 جزئیات اور عزت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع
 ہوتی تو پھر تسک کو اتباع غیر معمول کرنا بعید از عقل ہے رابعاً ثقلین کتاب اللہ اور عزت

اور اوکی نسبت احمد با اعظم من الاخر ایشا ہی اور حضرت مجیب ہی فرماتے ہیں کہ عترت کا حکم خدا کے
 حکم پر چہ نہیں تو جس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اسکو عترت کا اتباع حاصل ہو گیا تو اس کو تین
 مشک کے معنی اتباع لینا عترت کی لیے محض تاکید ہی اور ظاہری کہ مناط عدم ضلالت جیسا
 اتباع ہی ویسا ہی محبت اور ولاہی تو تیرے کو محبت اور ولا پر حمل کرنا تائیس ہو گا اور تائیس پر حمل کرنا
 باعث بار تاکید کی انتہا واولے ہی۔ خلاصہ۔ عترت میں سے واجب الاتباع صرف امام
 زمان ہوتا ہی اور باقی سب تابع ہوتی ہیں اگر تیرے ہی مراد بیان اتباع ہوتا تو صرف امام کے
 مشک و اتباع کو ذکر کیا جاتا نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا
 سب کو امام بنانا ہی۔ تو اس وجہ سے تیرے مشک کے معنی ہیجگہ اتباع جائز نہیں۔ بلکہ ولا محبت
 باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لیے حاصل ہے تو اس سے صاف
 سمجھ سکتی ہیں کہ ہیجگہ تیرے معنی ولا و محبت ہی۔ سادہ۔ اگر تیرے اور ر کو پ سفینہ معنی
 اتباع ہو تو پھر فرق شیعہ زید و اسماعیلیہ و فطحیہ و ناصبیہ و کیسانیہ وغیرہ جو بزعم خود متمسک
 بر تقلید ہیں اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہیں وہ بھی ناجی اور اہل حق ہوں وہو
 خلاف اصول الشیعہ۔ باقی رہا کتاب کے نسبت سوا و سکی نسبت لفظ تیرے کے معنی ہیجہ اتباع
 ممکن نہیں بلکہ معنی اتباع ہی ماخوذ ہونگی۔ لیکن حدیث بخوم میں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا
 اصحابی کا بخوم یا ہیم قتیتم اھتین تم صریح افتدرا بالاصحاب کو رہی اور ہر ایک کے اقتدار کو ائمہ از رویا
 اسکی سنی میں راۃ تاویل ہی مدد دی۔ تو کسی طرح کا تعارض حدیث بخوم میں اور حدیث سفینہ
 و تقلید میں نہیں ہے کیونکہ حدیث بخوم عمومًا اصحاب کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے اور حدیث
 سفینہ و تقلید عمومًا عترت کے وجوب محبت اور ولا پر دلالت کرتے ہی مولوی نور الدین ^{حاشیہ}
 کی خوش فہمی تھی کہ دونو حدیثوں میں تعارض سمجھ کر غلطان و پچان ہوئی۔ اور ائمہ میں سے جو
 زمرہ اصحاب میں محدود ہیں انکی اتباع پر حدیث بخوم دلالت کرتے ہی اور باقی
 ائمہ کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہی۔ تو اس حدیث سے کل اصحاب کرام کا

یقیناً تقالے عدل اور ناجی ہونا ہی نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ اذکار مستند اور دینی توحید
 ثابت ہو گیا۔ پس اس تمام گزارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین و ایمان
 لعینین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اورارقین میں نہ ملے
 طاہرین۔ اور اہل سنت کے ماخذ دین و ایمان اصحاب کرام نجوم الہدی علی لسان
 اور عزت طاہرین میں۔ و الحمد للہ علی ذلک۔ قولہ معنہ اگر مبنی اختلاف کثیر کا
 یہی سنا ہوتا تو صاحب تحفہ جنوں نے ایک کتاب ضخیم اس باب میں لکھی۔ اور اگرچہ اسکی
 لکھنی میں اونکو چند ان وقت نہیں ہوئی صرف صواعق کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی
 باب خاص اس مسئلہ میں لکھتی حالانکہ کوئی باب تفضیل صحابہ میں نہیں لکھا۔ اقول
 اگر ہماری عجیب سبب کو اس باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند مشہور
 تو لیجئے منہی الکلام میں خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک
 سوال نقل کیا ہے جو در باب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا
 اور جو کچھ اسکا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ یہی نقل ہے اوسمیں سے مقتضا
 عرض کن ہوں اوس سے آپ دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف
 مذہب کا کیا ہے۔ اسی بلور اول بنائی ہر مذہبی دریافت کن و کتابی ہر فرقہ را یکسو گزرا
 و در طاق نہ دھون بر بنائی بر یکی واقف شو می آن بنا را بر آیات قرانی مطابق کن و بنا
 ہر کدام مذہب کہ محکم در نسخ بنی آئرا مذہب حق دہستہ کتابا سے آہنا میخوان و عمل آ
 و بنا ہر مذہبی کہ باطل یا بے کتابا می آئرا و ساوس شیطان دہستہ در آب اندازد و گردن
 و آہنا را پارہ پارہ کن و یقین دان کہ آن مذہب الہییت نہایت بلکہ مذہب شیطانی
 پس بدانکہ بنا مذہب الہیست بر ایمان و تقدیمی و صلاح درستی ابو بکر و عمر و عثمان و علی
 و غیر ایشان از مہاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین است صلی اللہ علیہ و
 کہ ہزارا کس بودند و ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و نماز

حیات شریف ہمیشہ در نصرت و حمایت او بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل و انصاف و راستی گزیدند و خدمت اہلبیت و محبت انہا بجا آوردند و ائمہ بنی علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ با انہا نشست و برخاست نموده و ہمراہ انہا با کفار جہاد کرده و در پس انہا نماز خواندہ و ہمیشہ با انہا صحبت داشتند و بعد وفات انہا در حق انہا دعائی خیر ننمودہ و بسیار مدح و مناقب انہا بیان نموده و بنا بر مذہب شیعیہ بر کفر و نفاق خلفائے ثلاثہ و غیر ہم ہزاران صحابہ سید ابرار است کہ اینہا سبکگویند کہ ہمہ انہا ایمان بہ نفاق آوردہ بودند و ہجرت ہم برای ریاست و طمع دنیا کردہ بودند و ہمہ جہاد و عبادت انہا برای ریای بودند برای خدا و بعد وفات آنحضرت صلعم بہ اہلبیت او ایذا رسانیدند و مرتضیٰ علیہ را یار می نکرده و در حق او را بریز و گرفتند و متابعت و نماز علی رضی اللہ عنہ انہا بنا بر خوف و تقیہ بود حتی کہ علی رضی اللہ عنہ در خطر ظاہر خود را در نکاح عسرہ رضی اللہ عنہا برای تقیہ داد و نام پسران خود ابو بکر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ را برای تقیہ نہاد۔ الی آخر ما قال بلفظہ الشریف۔ اور تحفہ میں باب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نسبت انکار باین معنی درست نہیں کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہیں کیا۔ لیکن اسکو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے بڑا حل بعید ہے کیونکہ باب امامت کا دار و مدار بالکل فضیلت صحابہ پر ہے۔ باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مرو نہیں تو اور کیا ہے باب تو لا و تبرکاکا مہنی بجز فضائل صحابہ کے اور کچھ نہیں۔ مہذا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تکملہ تحفہ کے ایک باب تفضیل حدیث کا نام تالیف فرمایا اودہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوا میں نے خود اسکا مطالعہ کیا ہے اور اب بھی بعض احباب کے پاس موجود ہے۔ باقی رہا یہ ارشاد کہ صرف صواعق کا ترجمہ کرنا پڑا ہی حضرت مجیب کے کمال انصاف اور نہایت واقفیت کی دلیل ہے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ صواعق کو دیکھتے تو ہرگز یہ کلمہ منہ سے نہ نکالتے آپ بی تحقیق چوٹی خبریں سنی سنائی بمقابلہ خصم لکھ کر ناحق خفیف ہوتی مرج اسی حضرت تحفہ اور صواعق دو نو بندہ کے پاس موجود ہیں اگر آپ کا دل چاہی تو اپنی

اس قول کی صداقت و کذب کو دیکھ لیجی یہی ہمارا موضوع ہے یہی ہمارا مباحثہ ہے لیکن یہ کہنا کہ مرث
 صدائق کا ترجمہ یہی کرنا پڑا یہی بالکل غلط ہے اور اگر بالفرض صدائق کا یہی ترجمہ ہو تو اس میں کیا عیب ہے
 اور کونسا طعن ہے۔ اولاً ادنیٰ ہونے کے تحت اپنے نام کی طرف منسوب نہیں فرمایا یہی۔ ثانیاً جو
 کچھ لیا یہی اس پر مذہب ہے انہی کی یہی کسی سودی یا نصرانی یا شیعہ یا عارجمی سے تو نہیں لیا جو
 سٹائیکل طعن ہوگا۔ قول خلافتِ ثلاثہ کے افضلیت کا جواب اتفاقاً در کہتی ہیں تحفہ کے
 بابِ ثَم میں ہی بحث میں وہ فرماتے ہیں در افضلیت ہم گنجائش بحث بسیارست وہ تو اس باب میں
 مشک اور مترود میں اور اکابر اہل سنت سے ہیں۔ اقول افسوس کہ اس عبارت کو سمجھنے میں یہی
 آپ نے غلطی کی۔ مشک اور مترود میں یہ کونسا لفظ دلالت کرتا ہے کیا بحث کی گنجائش ہو یا مشک و مترود
 مستلزم ہی حاشا و کلام۔ صد ہا مسائل فقہیہ و اصولیہ و کلامیہ حضراتِ شیعہ کے یہاں ایسی ہیں جن میں
 گنجائش بحث بہت ہے بلکہ باہم اختلاف و جدال ہے کیا حضراتِ اہل سب میں مشک و مترود میں
 جناب امیر کی افضلیت انبیاء سے کہ قدر محل بحث و گفتگو کی خود مسئلہ امامت اور اس کی اصول میں جو
 میں بہت کچھ قیامِ اقل ہے مسئلہ جعت جسکو قیامت صغریٰ کہتی ہیں اور مسئلہ غیبت اکبر و اقل
 جو احادیثِ مسائل سے ہیں اور جن میں حضراتِ مترود میں باوجود کیا احادیثِ مسائل سے ہیں۔ ان میں گنجائش
 بحث جعفری عقلی محض نہیں۔ جب کوئی دلیل عقلی و نقلی ہم پر پہنچی تو یہاں تک مجبور ہوئی کہ مسئلہ
 غیبت میں یہ کہہ دیا کہ و انھا ہولہ کے استاثروھا اللہ تعالیٰ باوجودیکہ یہ معتقدات کہ
 دلیل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں اور حضراتِ محض تقلید سلف الکی معتقد ہیں کیا آپ انکی نسبت
 یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضراتِ شیعہ اپنی ان عقائد میں مشک و مترود میں۔ پس گنجائش بحث کا ہونا
 کی طرح مستلزم تک و تردود نہیں ہے۔ یہ صرف حضرت کی خوش فہمی ہے و اس۔ علاوہ
 اہلین اگر کوئی شخص اگر تمام معتقداتِ اہل بیات و نبوت وغیرہ کا انکار کر کے آپ سے نبوت طلب کرے
 اسے امام کے خلاف کی وجہ سبب پوشیدہ ممکنوں کے ہے جسکو وہ انکار کے نے اسے ہی علم میں رکھا ہے و دیگر

تو مثل رچائی اور طول طویل بحث کے نوبت آئی حالانکہ یہ نہیں کہا جائیگا کہ آپ اپنی معتقد بات پر
 مشکوک و متروکین قوی ہو کر بر حال۔ آپ ہم یہ دیکھتی ہیں کہ یہ اعتقاد اہل سنت کا
 مدلل و مائل عقلیہ و نقلیہ سند خود یقینی ہے یا محض قلبی و سلف اور ظنی ہے۔ اس میں
 کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہیں چنانچہ نظر اختصار ایک دو قول ان حضرات کے نقل ہوئے ہیں
 موافق قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۱۶ میں یہ عبارت لکھی ہے واعلم ان مسئلہ
 الافضلیۃ لا مطمع فیہا فی الحرم والیقین ولیست مسئلہ متعلق بہ اعمل فتکفی فیہا بالظن
 والمقصود المذكورۃ من الطرفين بعد تعرضها لا یفید القطع علی ما لا ینفخ علی منصف لکن
 وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحن قلنا بهم یقینی
 ۱۔ انہم لو لم یعرفوا ذلك لما اطبقوا علیه فوجب حلیتا اتباعهم فی ذلك۔ خلاصہ اسکا یہ ہے
 کہ اس کے تفضیل قطعی یقینی نہیں ہی بلکہ ظنی ہے اور سلف کیا یا نہیں کہ کہتے ہیں افضل ابو بکر
 بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں۔ نقلاً عن مجمع البحرین۔ شرح عقاید نسفی میں بعد تفضیل
 علی تریب خلافت لکھا ہے علی بن ابی طالب و بعدنا السلف و الظاہر انہ لو لم یکن اہم دلیل علی ذلک لما حکموا
 اوجب ما انہی اقول ہی اسی قسم کہ ہیں۔ اقول۔ چونکہ اس کے ہماری محبیب سب کو فہم
 مطلب عبارت موافق میں خطا ہوئی اسلئے اولاً ضرور ہے کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے
 اور بعد اسکی جواب کے تقریر کی جائے پس صریح ہو کہ موافق نے شروع اس بحث میں
 دلائل فضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیں اور بعد اسکی حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کی فضلیت کے دلائل ذکر کیں جو علامہ شیعہ اور انکی فضلیت کے اثبات میں تقریر کرتے ہیں۔ بعد اسکی حسیلاً
 انکا جواب دیکر یہ عبارت مذکورہ لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ فضلیت (حب و تعلق نہیں)
 جزمی و یقینی نہیں کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لئے یا تو کوئی دلیل عقلی
 جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ فضلیت
 جسکا ذکر کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقرمیت الی اللہ پر ہے امر معقول نہیں چنانچہ

۱۔ انہم لو لم یعرفوا ذلك لما اطبقوا علیه فوجب حلیتا اتباعهم فی ذلك۔ خلاصہ اسکا یہ ہے
 کہ اس کے تفضیل قطعی یقینی نہیں ہی بلکہ ظنی ہے اور سلف کیا یا نہیں کہ کہتے ہیں افضل ابو بکر
 بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں۔ نقلاً عن مجمع البحرین۔ شرح عقاید نسفی میں بعد تفضیل
 علی تریب خلافت لکھا ہے علی بن ابی طالب و بعدنا السلف و الظاہر انہ لو لم یکن اہم دلیل علی ذلک لما حکموا

۱۔ انہم لو لم یعرفوا ذلك لما اطبقوا علیه فوجب حلیتا اتباعهم فی ذلك۔ خلاصہ اسکا یہ ہے
 کہ اس کے تفضیل قطعی یقینی نہیں ہی بلکہ ظنی ہے اور سلف کیا یا نہیں کہ کہتے ہیں افضل ابو بکر
 بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں۔ نقلاً عن مجمع البحرین۔ شرح عقاید نسفی میں بعد تفضیل
 علی تریب خلافت لکھا ہے علی بن ابی طالب و بعدنا السلف و الظاہر انہ لو لم یکن اہم دلیل علی ذلک لما حکموا

سابقاً بت ہدایت علم الہدیٰ امامیہ بیان ہو چکا ہے۔ یا نص قرآنی ہو جو عبارت اس
 ارکاء و مشبہ ہودہ ہی نہیں ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہودہ ہی مغفود۔
 احادیث اجماع اس باب میں وارد ہوئی ہیں معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہیں
 تو اہل کلام کے طرزِ پس سئلہ کا ثبوت یقینی نہوا۔ لیکن ہماری محیب اس سے یہ سمجھنے
 کہ یہ سئلہ کی طرح یقینی نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اسکی آگے ہی صاحبِ مواقف نے
 بطور مستدرک رد دفع توہم کے یہ فرمایا۔ لیکن مبنی ہلف کو پایا کہ وہ فضیلت بہ ترتیب
 غلظت کہتی تھی اور جن ظن حاکم ہے اگر انکی پاس کوئی دلیل نہوتی تو اسے متفق نہوتے
 اور اجماع نہ کرتے تو ہمہ ادنیٰ میری راجب ہوئی۔ یہ عبارت حضرت اس امر پر دال ہے
 کہ سئلہ فضیلت صاحبِ مواقف کے نزدیک اجماعی اور اسکی نزدیک اجماع ہر واقع
 کہ فضیلت بہ ترتیب خلافت ہر درگاہ مقتنین کے فضیلت پر اجماع نہوتو شخصین کی فضیلت
 تو قطعاً اجماعی ہے۔ اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہوسہی تاہم یا اتفاق شیعہ
 و اہل سنت اصولیین اور فقہاء وغیرہ کی نزدیک حجت ہر جمال الدین ابے منصور حسن بن ابی
 بن علی بن احمد شہید ثانی شیعہ عالم الاصول متنبی مکان اور وقوع اور حجت اجماع
 کی تحریر فرماتے ہیں۔ ونحن لما ثبت عندنا بالادلة العقلية والتقليدية كما حق
 مستقصہ فی کتب اصحابنا الکلامیہ ان ائمان الکلیف لا یملو عن امام معصوم
 حافظ للشرع تجب الرجوع الی قوله فیہ فتی اجتماع الامة علی قول کان دلقلاً
 فی حملہ الا انه سیدھا والخطا مامون علیہ فیکون ذلک الاجماع حجتہ۔ اس
 صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہے۔ اور امام معصوم کے شمول کے
 اسے اور جیسے ہر نزدیک دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہر جگہ چاہو ہماری اصحاب کے کتب کلامیہ میں اصل امر کہ ہر امام معصوم کجاں ہے
 جسکی قول کی طرف رجوع ہوگی زمانہ تکلیف کا خالی نہیں ہوتا پس جسکی قول پرست مجتمع ہو جائیگی امام کا قول ہی
 امام شال ہوگا کیونکہ امت کا سرکار ہر وقت کا اور ہر طرف نہیں تو یہ اجماع حجت ہوگا۔ ۱۲۔

نسبت جو کچھ فرمایا ہے یہ محض ایک نقوبات ہوا امام کا شمول اس میں خود قطعی نہیں
 کیونکہ اس کو طاعت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ اجماع کے ساتھ قول امام کے تضام پر اگر کوئی
 دلیل خارجی مثل وجود امام بنیاد وجدان قول ہمیشہ اور تواتر نقل کے دال ہو تو اجماع کا
 نام لیا ہی نہ تو اور بیفائدہ ہے کیونکہ اس وقت معتبر در حجت قول امام سے نہ اجماع اور اگر یہی
 اجماع قول امام پر دال ہے تو منقطع اور محتمل پر بنا بر اجماع ہے اور محض ثبوتات پر مذہب کی
 بنیاد قائم کی ہے۔ اور ظاہر حسب مذہب شیعہ ثبوت ثانی ہی کیونکہ صاحب معالم آگے بڑھ کر
 کہتے ہیں ولا یفتخون فانلة الاجماع لعدم عندنا اذا علم الامام بعینه نعم یتصور
 وجودہ حیث لا یعلم بعینه ولكن یمکن کونه فی جملة المجتہدین ولا بد فی
 ذلك من وجود من لا یعلم اصلہ ونسبہ فی جملتهم اذ مع علم اصل الكل ونسبهم
 یقطع بخروجہ عنہم۔ اب آپ بغور ملاحظہ فرمادیں کہ یہ اجماع جمہین وجود امام اور اس کی قول کے
 دخول کے بنا بر محض تنبیہات و ثبوتات پر باندہ رکھی ہے حجت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایام
 غیبت کے بعد میں امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی باطنی قائم ہے اور نہ اس کی قول کے دخول پر
 کوئی حجت ہے تو ایسا عجیب و غریب اجماع حضرات شیعہ کے ہے نزدیک حجت ہو گیا ہے
 اگرچہ ہجرت کی بہت گنجائش ہے لیکن بخوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہوں اس
 ہمو کیا بحث آپ جانے اور آپ کی شہید ثانی اور آپ کا اجماع صرف مقصود وہ ہے
 کہ اجماع اہل شیعہ کے نزدیک حجت ہے اور وہ کیسا ہی کچھ بھی حضرت شہید ثانی
 کی کلام سے حجت ہونا اور سکانت ہو گیا۔ اہل سنت کے نزدیک سن لچھی حضرت ثانی
 ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع میں تشریف فرما تھے سن
 ۱۰۱ اور پوشیدہ نہیں کہ جب یہ امام کا وجود معلوم ہوتا تو اجماع کا فائدہ نہ ہو گیا ہوتا اور اس کا وجود اس کے متصور ہوتا ہوتا تھا امام
 معلوم نہ ہو لیکن جب اہل اجماع کے ارکان ہونا معلوم ہوا اور اس کی لٹی لٹی ہو گئی ہونا ضرور ہے جنکی اصل نسب کی اطلاع ہو
 سنی کہ اگر کب اصل نسب کی اطلاع ہوگی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہو گا۔ ۱۰۲۔

باید داشت که مذہب حق را تا آخر وقت رسانند و ما بعین بیان وقت اند
 کفنیس حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق است بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی رضی و چہ حسین
 رضی و نہ سہم اجماعین را از عجب ابواؤ است کہ این سلف و زمان سلف از اجل بدیہیات
 کہ هیچ مافلی در آن شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ تتبع آثار صحابہ و تابعین شیعہ ایشان نباشد و دیگر
 جسگہ سی کتاب بحث بر فراتے ہیں۔ سادہ اجماع کہ اصل ثالث قرار دادہ اند از اصول اربعہ
 باوجودیکہ اجماع منعقد نمی شود الا بعد قیام دلیل از کتاب و سنت و قیاس برای ہی دو فائدہ است
 یکی آنکہ سبب اجماع سہکد قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی
 اجماع پنجہ خبر واحد یا قیاس باشد دیگر نگہ غالباً چون مجتہدین سہکد اجماع کردند ما خبر را فراموش
 میسازند و دوحیدہ نقل ما خبر را فراموش میگرد مجتہد کفایت اجماع از آن انہذا در اکثر مسائل اجماعیہ ما خبر را
 چنانکہ می باید می شاید منقول است۔ پس جبکہ ہمہ اجماعی اجماع علیہ کاہی بلکہ زائد سلف میں حلیہ
 بدیہیات سی ہی تو بہ کہنا کہ مطلق اسپر کوئی دلیل قائم نہیں انکہ سبب وجہ قطعی ہے غلط ہو ہوتا
 سہکد کہ یہ سلفی ہی ہوا و کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی از کی اثبات قائم نہیں تا ہم ہماری محیب کو باقتباسی
 مذہب کی اعتراض کی گنجی این نہیں کیونکہ حضرت مجتہد مذہب میں اصول فروع دین اخبار و احادیث و ظنیات
 سہکد ثابت ہو سکتی ہیں یعنی ہی عالم الاصول استدلال کی چھٹی۔ خبر واحد و قولین و غیہ لہم خالی ہوا و کی بحث
 میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل از اصل حجیت خبر واحد میں لکھتی ہیں۔ قال اللہ متفق فی التہامیہ
 اما الامامیۃ فالأخباریون منهم لم یقولوا فی اصول الدین وفروعه الا علی اخبار الاکھا
 المرجع عن الامت و الاصولیون منهم کان جمع الطوسی وغیرہ واقفوا علی قبول خبر الواحد
 ولہم منکر سوی الرضی عن اتباعہ لشبهة قد حصلت لہم اور اس سر کچھ لگی چلکہ لکھتی ہیں
 سہکد علامہ نے یہاں کہا ہے کہ یہ سہکد ثبوت فی اصول اور فروع میں اخبار احاد پر ہے و ہذا کہ کیا ہے نہ سروری میں
 اور امیریس نے مثلاً ہے جعفر طوسے و نیز وہی خبر واحد کی قبول کرنے میں از کی موافقت کی ہوا و اور رضی اور اس کی
 اتباع کی خبر اسکا اخبار نہیں کیا کیونکہ اسکو ایک شبہ پر گیا ہے۔ ۱۲۔

تحقیق مذہب کہ خبر واحد قبول کرنا بہت ہی ہوتا ہے

و موافقو نامن اهل الخلاف احتجوا بمثل هذه الطريقة ايضا فقالوا ان الصحابة
والتابعين اجمعوا على ذلك بدليل ما نقل عنهم من الاستدلال بخبر الواحد وعلمهم به
في الوقائع المختلفة التي لا تكاد تحصى وقد تكررت ذلك مرة بعد اخرى وشاع وداع بينهم
ان يكره عليهم جدا ولا لنقل وذلك يوجب العلم العامي بانفاقهم كالقول الصحيح - تو اسن سنانے
نابت ہوا ان فضیلت پر اگر دلائل ظنیہ اخبار احادیثی قائم ہوں - تاہم ہمارے محیب کو
گنجائش اعتراض نہیں حالانکہ اسپر دلیل قطعی سلفہ یقین قائم ہے اور یہ حال جو اوپر مذکور
ہوا اس جزو احد کا ہی جو خالی عن القرائن ہو - چنانچہ شروع بحث معاملہ میں لکھا ہے
اور اگر جزو احد کے ساتھ قرائن مفید یقین ملحق نہ ہوں وہ خود قطعی حجت ہو چنانچہ
یہ ہی اونیسی عالم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس سلسلہ فضیلت میں قطع نظر
اجماع سے کچھ اوسے تو قرائن خارجیہ بھی مثل احتجاف فی العبادۃ اور جہاد فی اللہ
اور کتب ابدال اللہ کفار و مرتدین اور توحید بلدان اور اشاعت اسلام اور عدل و داد و بیعت شریک
اور ان کا خلفاء کو حمایت و نصرت و مدح کرنا وغیرہ - جنکی شرح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل شیخین میں
بشرح جریڈ مذکور ہے کہ کئی ثبوت قائم ہیں تو اگر اخبار احاد نے حد ذاتہ ظنی ہوں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ
اگر کئی قطعیات بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں - تو اسکا محض ظنی خیال کرنا اور بدلائل عقلی
و نقلی سمجھنا اگر نااہل ہے تو صرف خطا ہے اور اگر دیدہ و دانستہ ہے تو انصاف و تحقیق حق کا
خون کرنا ہے - حق اگر غور کا تقاضا ہے کہ اس تفضیل پر جبکہ حضرت اہلسنت قائل ہیں اور
اسکو عقائد میں داخل کر کے ہمارے خود اونیسی علماء کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ
یعنی ہماری موافق ان خلاف ہے اس سببی طریقہ بحث پر ہی کہ کسی بارے میں اس امر پر اجماع کیا نہیں ہے
کو نام بحث کہ نہیں خبر واحد پر اسل اور اس کے استدلال منقول ہے اور یہ امر مرثۃ بعد غری واقع ہوا ہی و درہنہ شائع
ذائع ہے کہ اونیسی اور دیگر کار نہیں کیا ورنہ منقول ہوتا تو یہی مثل قول صریح کے ادب کے اتفاق پر مسلم
عامی کو موجب ہے - ۱۲ -

لکھتی ہیں کہ علیؑ نہاد وجدنا السلف اس قول میں اور نہاد وجدنا آباؤنا میں کیا فرق ہے حالانکہ
 اسی طرح عقائد نفسی کے شروع میں لکھا ہی ہے و معرفۃ العقائد عن الہیہ التفصیلۃ بالکلام الخ
 یہ تفصیل خلفاء کا عقائد میں داخل کرنا اور بدولت اقامت دلیل و سکاقل ہونا اور علیؑ نہاد وجدنا
 السلف کہنا کیونکہ جائز ہوگا۔ اقول۔ گذشتہ سابقہ صحیح ہے کہ یہ اعتراض بالاعتراف
 و تدبر مقام کیا گیا ہے کہ جو مقام غور کا تھا لیکن حضرت نے غور نہیں فرمایا ورنہ بمقتضای انصاف
 یہ اعتراض نفی کرتے کیونکہ اسی گمان سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہت کا یہ اعتقاد بدلیل
 قطعی نہیں۔ لیکن حضرت مجیب اپنا فکر فرما دین اور انکی علامہ و دیگر ہا طین نے مبنی اصول
 و فروع کا نظیات پر رکھ دیا اور بیاری سید عالم الہدی کے دعویٰ تنازعہ کو انکی تسبیح ثانی
 فی غلطی اور تسبیح اصول فرمایا پس اس کو جواب کا فکر کیجی قطع نظر اس سے اگر آئیگی یہی
 کہ بقوت قطعی کا دعویٰ ہی تو مسلمہ حجت کو جو اصول معتقدات سے ہے چنانچہ تیغ محمد بن
 الحسن البحرانی نے بدایت الہدایہ میں لکھا ہے بحسب الکلف الاقرار بوجود اللہ سبحانه و تعالیٰ
 وعدہ و علم و قدرۃ۔ و تدبر عن المقص و سائر صفاتہ الواردة فی الکتاب و السنۃ و کلام
 بالمعاد الخ و هو القیمۃ الکبریٰ و بالرجعۃ وھی القیمۃ الصغریٰ مجتہدی لکھتا ہے اور حجت
 از ضروریات مذہب تسبیح است۔ کسی دلیل عقلی یا نقلی قطعی سے ثابت فرما دیجیے اور اگر قطعی
 نہ ہوگی تو ظنی ہی سے ثابت کیجی ہاں نا انصافی کے راہ سے کہی جائیں کہ جاری نام
 اصول و فروع دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا سید مرتضیٰ کا خیال ہے اسکا کوئے
 علاج ہیں باقی سوال فرق نہاد وجدنا اور علیؑ نہاد وجدنا السلف کا جواب ہم بوجہ اپنی
 التزام تہذیب کی کچھ نہیں عرض کر سکتے مگر انا کہتے ہیں کہ فعلی نہاد اہل ابائی اور نہاد وجدنا
 اس لئے کہ کلف پر خداوند تعالیٰ شاہد کے وجود اور احدیت اور عدل اور علم اور قدرت اور تسبیح کا اقرار و صفات
 جو کہ اس دس دس وادویں اقوال و احادیث و رجوع بہ ثبوت جو قیامت کرے ہے اور رجعت ائمہ حقیقیہ
 صریحہ اور کہی اختراعات و احادیث ہے۔ ۱۱۔

آبادنامین جعفر فرق ہوا و سکی نسبت علی بن ابی طالب و جعفر السلف میں اور انما وجدنا ابائنا میں زیادہ
 فرق ہوا قول۔ معہذا ان کل کتابوں میں تفضیل خلفاء اربعہ کی حسب ترتیب خلافت
 درج ہے مگر ہماری حضرت مجیبؑ صرف خلفاء ثلاثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور بیعت نہایت
 محبت و غایت تسک بہ اہل بیت اپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا اقول۔ یہ امر
 بدیہی ہی کہ عدم ذکر شے اس قدر نقص و برائی کو مستلزم نہیں تو معاذ اللہ حضرت امیر المؤمنین امام الشہیدین کا
 عدم ذکر اس وجہ سے نہیں کہ انکی خدمت میں ولادت تسک میں کوتاہی ہو حضرت کے ساتھ سوء اعتقاد ہی
 کو میں ایسی ہی جو سنی اعتقاد کرتا ہوں جیسا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ
 سوء اعتقاد کو بے دینی سمجھتا ہوں لیکن چونکہ منظرہ میں متفق علیہ کے ذکر کی کچھ ضرورت
 نہیں ہے مختلف فیہ کا ذکر بہت ضروری ہی بدیہی خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ذکر پر اکتفا کیا گیا
 اور یہ تو حضرت مجیبؑ ہی جانتی ہونگے لیکن آخر کیا کریں آپ کو دینیہ انصاف اور تحقیق حق نے چھوڑا
 کہ آپ یہ اعتراض فرمادیں قال الفاضل المجیب۔ قولہ صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام
 صفت احترامی ہی اور مقصود اس سے غیر صحابہ کرام سے احترام ہے تو حاشا و کلا کہ
 شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں بلکہ اپنی نزدیک جن لوگوں کو غیب کرام جانتی ہیں اور انکا
 ایسا ہونا کتب و یقین سے ثابت کرتے ہیں انکو ہی برا جانتی ہیں یقول العبد الفقیر
 مولانا الغنی اسی اہل دانش و انصاف و امی متجربان اعتصاف ذرا ہماری حضرت مجیبؑ
 انصاف و تحقیق حق کو ملاحظہ فرمانا اور دیکھنا کہ کس شے و مدنی نہایتی میں کہ حاشا و کلا کہ شیعہ
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں۔ اس مسئلہ کو نہایت مضبوطی کے ساتھ ثابت کرنا۔ بندہ عرض کرتا ہے
 غرات شیعہ کے یہ محض زبانی دعوے ہیں در نہ حضرات نے اپنی کتابوں میں تو انبیاء
 و اصحاب تک ہمام کفر و فسق سے چھوڑا تو یہ دعوے محض مخالف اپنے کتب
 رکھی ہے۔ لیکن نقل روایات سے پہلے یہ گزارش ہے کہ بطور مقدمہ یہ قاعدہ
 اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں کہ حضرت مجیبؑ نزدیک معصیت مکرمت کی بالکل خلاف ہی

اور جس میں معیت پائی جائیگی اگر امت مرتفع ہو جائیگی چنانچہ آئندہ عبارت میں بزرگ خود اس واقعہ کو ثابت کر کے بنا، اقترانات اسی پر رکھی ہے تو جب یہ قید محفوظ ہو چکا تو اب روایات شنیعی انبیاء کو کفر تک نہیں چھوڑا حضرت شیخ صدوق طائفہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن ابی جعفر خصال میں روایت فرماتے ہیں۔ عن ابي عبد الله عليه السلام قال اصول الكفر ثلثة الحرم والاستكبار والاعتقاد باليسوع فاما الحرم فادام حين يهوى عن الشجرة حمله الحرم على ان اكل منها واما الاستكبار فاليس حين امر بالسجود قالى واما الحرم فابنا آدم حين قتل صاحبه
یوحییٰ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت اسلام میں حسب ثابت اہل صدوق کے اس فعل کا ارتکاب جو اصل کفر ہے پایا گیا اور کفر میں اس کے برابر کوئی نہ کہیں ہے ایک اصل کفر کی پائی جاتے ہے اور خداوند توبہ توبہ آپ میں ہی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھیں کہ یا تو یحییٰ کہہ کر ائمہ تک صفائے کبار سے کہو اور غدا معصوم تھے یا یہ کہہ کر نوحہ باری علیہ السلام کے برابر ہو گئی اب حضرت مجیب یا تو نقل روایت کی تکذیب فرمادیں گی اور یہ تو ممکن نہیں کہ اب نبی کے پاس ہو نہ تھا لے موجود ہی حسین یہ روایت سراپا غواہت مذکور ہے یا اس روایت کے تکذیب فرمائیں گی اور یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہے اگر کسی تکذیب کیجے اور کسی تو اذکار و وصف صدوق نہ ہو گا بلکہ گواہ صدوق آسکا عداوت اہل اور کسی احتمال و تاویل کی گنجی بیش نہیں سچا حضرت ایسی کفریات روایت فرمادیں اور یہ کہ کوئی صدوق کے لقب سے ملقب ہوں اور کوئی علم خطاب اپنے اہل بیت سے پا دیں۔ اور لیجئے یہی سب اس مسئلہ ابو الانبیاء و المرسلین میں جنگی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الرضا میں ایک طویل روایت بیان فرمائی ہے
لے یعنی اصول کفر میں حرم اور کبر اور حد لیکن حرم میں آدم جبکہ منع کیا گیا درخت سے تو حرم نے اس کو اس پر گنجھٹ کیا۔ کہ اوہ میں سے کہا گیا۔ اور کبر میں اس میں جبکہ حکم کیا گیا سجدہ پس اس نے انکار کیا۔ اور حد میں آدم کا بیٹا۔ جبکہ اس نے اپنے پہلی کو حد قتل کر ڈالا۔

اور تفسیر صافی میں ہے ولاتقربا نذہ الشجرہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حدیثنا عبد الواحد بن محمد بن عبد وس الیثنا پوری الطارقال حدیثنا علی بن محمد بن قتیبة عن حماد بن سلیمان عن عبد السلام بن صالح الہرموی قال قلت للرضاء یا ابن رسول اللہ اخبہ فی عن الشجرۃ الّتی اکل منها آدم وحواء ما كانت فقد اختلف الناس فیہا فمنہم من یروی انہا الخطة منہم من یروی انہا العنبر ومنہم من یروی انہا شجرة الخسد فقال کلّ ذلك حق قلت فما معنی هذا الوجود علی اختلافہا فقال یا ابا الصلّت ان شجرہ الجنة تحمّل انواعا فكانت شجرة الخطة فیہا عنبر و ليست کشجرة الدنیا وان آدم علیہ السلام لما اکرّمہ اللہ تعالیٰ ذکرہ باسمہ ماہ ملکین لہ وادخلہ الجنة قال فی نفسہ هل خلق اللہ بشرا افضل منی فعلم اللہ عزوجل ما وقع فی نفسہ فناداه ارفع راسک یا ادم فانظر الی السّاعة عرشی فرفع ادم راسہ الی اساق العرش فوجد علیہ مکتوبا بالالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابیطالب امیر المومنین و زوجته فاطمة سیدة نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة فقال ادم یا رب من ہولاء فقال عزوجل ہولاء من ذریتک و هم خیر منک ومن جمیع خلقی لولاہم ما خلقتک و ما خلقت الجنة والنار ولا السماء والارض وایاک ان تنظر

یعنی عبد السلام بن صالح ہرموی کہتا ہے کہ نبی اکرم رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے فرزند رسول اللہ صمدہ درخت کیہ تاجس سے آدم و حوا کہایا تھا کون نے اوس میں اختلاف کر لیا ہے بعضی کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا بعضی کہتے ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا اور بعضی کہتے ہیں کہ وہ حسد کا درخت تھا اپنی فرمایا اے ابا الصلّت جنت کا درخت چند قسم پر ہوتا ہے ہر قسم پر درخت اصل میں گندم کا اور اوس میں خوش انگور کے پتی اور جب خدا نقلے نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کر کے اکر اور جنت میں داخل کر کے بزرگوں کا طواف کیا تو اپنی پسین کہا کہ کیا کوئی بشر مجھے افضل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی معلوم فرما کر فرمایا اے آدم کہ اوپر اساق عرش پر دیکھ آدم نے دیکھا تو کہہ پکھا موانہا (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین و زوجہ فاطمة سیدة العالمین الحسن والحسین سید شباب اہل الجنة) تو کہا اے پروردگار یہ کون میں فرمایا یہ میری اولاد میں ہیں اور تجھ سے تمام مخلوق سے بہتر ہیں اگر یہ ہوتے تو نہ تجھ کو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار کو اور نہ آسمان اور زمین کو اور خبردار انکو۔

الیہم بعین الحدیث ما خرجک من حواری فظن الیہم بعین الحدیث و تملی متکلمہم فسلط اللہ علیہ
 الشیطان حتی اکل من التمرۃ الّتی بقی عنہا و تسلط علی حوائجہ و نظر الی فاطمہ تعین الحدیث حتی اکل
 من التمرۃ کما اکل آدم ما خرجہما اللہ تعالیٰ من جنتہما ہبطہما عن عوارض الارض - یہ روایت
 بہت وجہ قابل غور ہے لیکن یہاں حرف سہ قدر ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبیہ علیہ
 السلام کے حق میں بہت بڑی مصیبت حضرت نے ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ
 شانہ نے نہایت تاکید کے ساتھ حد کی ممانعت فرمائی مگر باوجود اس کے حضرت آدم نے نہ مانا
 اور حد کی معیشتی حکم کی نافرمانی اور فی الواقع اس نے درجہ کا حد کیڑ ہوگا چچا نکا افضل الاولین
 و الاخرین کے مراتب کا حد کیا جو عاذا اللہ کشفہ حضرت آدم کے عرق حد جو ش میں آئی
 کہ خدا تعالیٰ کی یہی ایک نہ سنی اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ اصول کفر کے حضرات
 تین قرار دیے ہیں - حوصلہ اور استکبار تو پہلے حصہ حضرت آدم حق میں عبارت نص
 بروایت حد و حق ثابت ہو کر سادات اہلسنت ثابت ہو چکا عاذا اللہ تو اب اس روایت
 میں دوسری اصل کفر کی یعنی جو حد سے بلکہ اعلیٰ درجہ کا حد حضرت کے وہم ثابت
 کیا گیا تو اب عاذا اللہ توبہ و توبہ شیعہ کے نزدیک حضرت آدم علی نبیہ علیہ السلام کا
 مرتبہ باوجود نبوت کے کفر میں اہلسنت سے دو چند ہوا بلکہ اگر غور کیا جاوے
 تو ایسی روایت سے کہ استکبار ہی مہم ہوتا ہی آچکا یہ خیال کہ مجسّم کوئی افضل
 بہنیں ظاہر نامتسی عرق استکبار سے ہے تو گویا مدار سلسلہ انبیاء الاولیاء اس خلیفہ
 فی الارض بہ نسبت اہلسنت کے کفر میں مستہ گونہ زیادہ ہوئی کیونکہ مرتبہ مراتب اصول کفر کے
 ملے حد کی نگاہ سے نہایت بہنیں تو ابی قرب سے محکم نہ لگتا تو آدم کو حد کی نگاہ سے دیکھا اور انکی مرتبہ کے
 آرزو کی پس خدا تعالیٰ نے وہی شیطان مسلط کر دیا یہاں تک کہ اس درخت سے کھا یا جسکی ممانعت تھی اور جو
 ناطقہ کی طرف حد کی نظر سے دیکھا تو اس پر ہی شیطان مسلط ہوا اور ابھی ہی اسی درخت سے کھا یا پس خدا تعالیٰ
 انکو ابھی جنت سے نکال دیا اور اپنے قریب سے جدا کر کے زمین پر اتار دیا - ۱۰۸

علاوہ حضرت آدم علی نبیہ علیہ السلام حضرت یونس علی نبیہ علیہ السلام کے شان میں جو روایا
 مروی ہیں سبھی کلمینی روایت کرتا ہے۔ عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ و
 هو واقع یدہ الی السماء رب لا یطغی الی نفسی طرفۃ حبس ابد ولا اقل من دال فما کان
 ما صرع من ان تحدر الدرع من جوانب لحيته ثم اقل علی فقال یا ابن ابی یعفور ان یونس
 ابن مئی وکذا سہ الی نفسہ اقل من طرفہ عین فاحدث داک قلت فبلغ بہ کفر اصلک اللہ
 فقال لا و لکن الموت علی تلک الحال کان ہلاکا۔ عن التوفیق اور ظاہری کہ یہ حالت حسین
 موت ہلاکت کے ساتھ تعبیر کیجادی یہ وہی حالت ہی جو مصیبت کے ارتکاب کی حالت ہو
 اور لیجئے ماباقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت
 نقل فرمائے ہے ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پیر عمر بن عبد السلام
 زین العابدینؑ کی گفت کہ تونی کہ میگونی یونسؑ یا از برای این بشکرم ہی انہشتند۔ مابہ جہم
 امیر المؤمنینؑ برابر عرض کردند او توقف کرد و حضرت گفت بلی من گفتہ ام وارث نبویؑ و
 نشینہ عبد اللہ گفت اگر راست میگونی علامتی بر راست گفتاری خود مکن بنما چہ حضرت
 فرمود تا عصا بردیدہ من دبستند بعد از ساعتی فرمود کہ چشم ہما سے خود را بکشاید چون
 دیدہ مائی خود را کشودیم خود را در کنار دہائی کہ مو جہائش لب نہ شدہ بود و بدیم پس پیر
 گفت کہ ای سید من خون من در گردن نست حضرت فرمود کہ اضطراب مکن کہ بحال است
 گوئی خود تو مینہا تم پس فرمود کہ ای ہابی ناگاہ ہابی سر از دریا میدون آورد مانند کج غلیم گفت
 بتیک ای دلی خدا حضرت فرمود تو کہستی گفت من ہابی یونسؑ امی سید من نہ فرمود
 کہ مارا فرودہ کہ قصد یونسؑ چہ گونہ بود ما ہی گفت کہ ای سید حق تعالیٰ میبچ پنہیری ہوت

سے حاصل ہو کہ ابن ابی یعفور کہتا ہے کہ انہی کو پیر لکھنا کہ ایک کو کہی۔ رہا پیر سے یا
 کہ دوسرے خدا تبارک و تعالیٰ کی نفس گھیرت ہلک چپک سے کم سہر دیکھا تھا تو اسی یہ احداث کی سبھی وہاں کہ اس سبب کہ
 پہونچ گیا تھا فرمایا نہیں لیکن ایسی حالت کہ وہ پہونچ گیا تھا کہ اس حالت میں مرنا ہلکی تھے۔ ۱۱۰

نکرده از آدم تا جد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تا آنکہ ولایت شما اہل بیت برابر رسول
 کریم پس ہر کہ قبول کرد سلام ماند ہم کہ ابا کریم است مگر وہ کہ حق تقالے یونس را بہ پیغمبری
 گردانید پس حق تقالے وحی کرد با کہ اسی یونس قبول کن ولایت امیر المؤمنین علی وائمہ را این
 از صلب اوبا سخنان دیگر کہ با وحی نمود یونس گفت چگونہ ختیار کنم ولایت کسی را کہ اورا
 ندیدہ ام دینی شناسم درفت بکنار دریایس خدا میں وحی فرمود کہ یونس را فرد بردار سخنان
 اوراست مکن پس چہل روز در شکم من ماند اورا میگردانیدم در دریایا و در تاریکیہا ندامیکرد
 لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِحَقِّكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ قبول کردم ولایت امیر المؤمنین وائمہ راشدین
 از فرزندان او پس چون ایمان آورد بولایت شما اہل کرم پروردگار من کہ اورا ند ختم بر ساحل دریا
 پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ اسی ماہی برگرد بسوی استخوان خود و آب از موج
 قرار گرفتہ - انتہی - حاصل یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب حکم خداوند سی پونچا کہ ولایت ائمہ پر
 ایمان لاؤ تو انہوں نے خدا تقالے کے حکم کو نہ مانا اور ولایت ائمہ کی ایمان سے صریح انکار کر دیا
 پس اسکی نر امین حکم با جو کچھ کہ چکھا - اسے طرح حضرت آدم سے لیکر حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء مبعوث ہوئی ولایت ائمہ ابو پیغمبر پیش کی گئی اگر قبول کیا تو
 بیایات محفوظ رہی ورنہ عقوبت میں مبتلا ہوئی چنانچہ حضرت آدم کا حینت سے نکلنا اور حضرت
 ابراہیم کا آگ میں ڈالاجانا حضرت یوسف کا چاہ کفان میں غیب اہوا حضرت ایوب کا
 مصیبت میں مبتلا ہونا وغیرہ اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ
 مولوی حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے - تو اس سے پایا گیا کہ انبیاء نے عقائد
 امامت ائمہ پر جو پڑ ایمان ہی انکار کیا - سچان اللہ ع چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماہر سمانے
 جب انبیاء ہی حکم نہ مانیں اور رد وحی کریں اور بیچارہ نکا تو کیا ذکر ہے - محبہ حالات
 انبیاء کہ تو سن حکم اب ذرا ائمہ کے حالات بھی سن لیجئے جو حضرات بدعیان محبت و ولار
 روایت فرماتے ہیں - حضرت علی امیر المؤمنین و امام المہتدین قائد الفرائض علیہ السلام جنکی فضیلت

تمام انبیاء و رسل پر سوائے حضرت مسلم سے اونکی شان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بفقہ الرسول
 جسکے شان میں من غصبها فقہ غصبی تسلیم کرتے ہیں اونکی زبان سے یہ کلمات نقل
 کرتے ہیں جو مولوی حمید علی صاحب جمعۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ملاحظہ
 مجلسی سے نقل کیے ہیں۔ مانند جنین پر دہ نشین رحمہ اللہ مثل خاتمان درخانہ گرجیہ
 خود را ذیل کردی اگر گان میدزد دی بزد تو از جای خود حرکت نمی کنی محل اعتماد من
 دیا و من سست شد شکایت من بسوی پدر من و مخاصمہ من بسوی پروردگار من اگر
 اجمال کے کب قدر تفصیل عبارت تذکرہ الائمہ سے واضح ہوتی ہے۔ وہی ہیں
 و یجنین حق دستند آنچه تیجین نسبت باہل بیت رسالت واقع ساختند و نسبت زنا۔
 استغفر اللہ بحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و ہشام دادن و ہشام دادن باو و غصب اندک و خلافت
 نمودن و کشتن و زدن و سلب و مقلد شدن محسن شش ماہ و آئین نجافہ پیغمبر انداختن الخ
 یہ باتیں اگرچہ شکایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرمائی ہیں اگر حضرت امیر معاویہ اپنی اس سکوت
 میں ناحق پر تھے اور محض بوجہ جہن و نامردی کے حاشا جانا بہ عن ذلک یہ سب
 کچھ دیکھتی تھیں اور نہ بولتی تھیں تو قطع نظر اسکے کہ یہ اعلیٰ درجہ کے معصیت تھے
 یہ امر قریح استحقاق خلافت ہی اجماع لایستحق الا ائمہ قضیہ مسلمہ ہے اور اگر آپ حق پر تھے
 اور بوجہ وصیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ ساکت و صامت رہی تو اولاً
 کیا یہ وصیت ابو بکر اشجع کے قتل کی وقت فراموش ہو گئی تھے اور نیز اب حضرت علیا
 کو ہنگامہ میں تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا طبع حکم حضرت
 امیر نہ تھیں اور کیا حضرت امیر کی نسبت ایسی کلمات مستحسن جوارا ذل میں بے
 معیوب ہیں اور نہ جانا نہ تھے۔ اور کیا اونکو حضرت کا یہ ارشاد جو سچا رالہ نوار میں
 خاتم الملکین نے نقل کیا ہے لا یغصہ علیا فانہ ان غضب غضبت بغضبہ یا ذرہا
 ہر کف اگر آپ کا سکوت حق تھا تو معاذ اللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسے کلمات مستحسن حضرت

ائمہ کے ثنائین کہہ معصیت سے نہیں بچ سکتی۔ علاوہ اسکی علما شیعہ کو تو حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے میں کلام و تردد ہی چنانچہ صاحب ارغام نے
شافی شرح کافی سے نقل کیا ہے ان اہل بیت کل نبی اوصائہ وصلیٰ ہذا ایمن
دخول فاطمہ فی اہل بیتہ باعتبار انہا ولیۃ وصی اہل البیت (الی ان قال) ویکون
ان لا تکون داخلۃ فی اہل البیت۔ اور نیز دیگر علما شیعہ کی کلام سے یہی اسکی تائید
و تقویت ہوتی ہے چنانچہ شیخ مقدادی کنز العرفان فی فقہ القرآن میں لکھا ہے اور
اجماع شیعہ کا بیان کیا ہے کہ آل صرف ائمہ معصوم ہیں اور کوئی نہیں اسکی عبارت یہ ہے
الذین یجب علیہم الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ و یستحب فی غیرہا الائمۃ المعصومون لا طبا
الاصحاب انہم ضم الال۔ ولان الابر بذلک مشعر بغایۃ التعظیم المطلق الذی
لا یتوجہ الا المعصوم و اما فاطمہ علیہا السلام فتدخل ایضاً لانہا بضعت منہا
بلفظہ اسجگہ شیخ مقداد نے دو ذیلین بیان کی پہلی دلیل بصرحت تمام لفظ آل کے ائمہ کے
ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہؑ کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتے ہیں
اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کی ساتھ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہے
دوسری دلیل جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی معصوم نہ ہونے پر دلالت ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت
تعظیم کے لیے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور پھر اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خارج ہونے کا
شیخ کو اواہمہ پیدا ہوا تو بطور رفع توہم اور ہتدراک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق
غایت تعظیم کو سبب جزئیۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ ازمن علماء
لے تحقیق برزخی اہلبیت اسکی داد عطا ہوتی ہیں تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہؑ کا اہلبیت میں داخل ہونا ممکن ہو کیونکہ آپ
اہلبیت کے جوائید کا واسطہ ہیں (جہاں تک کہ کہتا) اور ممکن ہو کہ اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جن
لوگوں پر نماز میں درود پڑھنا واجب ہو اور نماز کے سوا مستحب ہے ائمہ معصومین ہیں کیونکہ اصحاب
شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آل صرف معصومین ہی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ درود کا حکم ہونا نہایت
تعظیم کو مشعر ہے جسکا سوا ائمہ معصومین کے اور کوئی مستحق نہیں ان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واجب صلوٰۃ
میں داخل ہیں کیونکہ حضرت م کا جڑ ہیں ۱۴۔

شیخ کو ازمن علماء

مجلسی ہی حق یقین میں منجھو ہم پر عصمت کو لازم امام تسلیم کر لیا ہر ایک کا ہی کہ دینا صحاحی جمع صرف بہت
 واقف و معلوم ہیں دلالت بر عصمت حضرت یکند عصمت لازم امامت ہے تو اس سے صاف معلوم ہوا ہر کو عصمت
 فاطمہ رضی اللہ عنہا نہیں من کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم ہی نہیں۔ پس ان دونوں
 دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام آل امین داخل میں اور معصوم
 ہیں۔ حاکم آیت تطہیر سے بضمیمہ حدیث کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اہلبیت میں داخل ہونا
 اوسبقہ ثابت ہر جعفر رائے کا داخل ہونا ثابت ہر بلکہ اس سے ہی زیادہ۔ کیونکہ سوائے جابر
 امیر رضا اور جناب بنی کے باقی ائمہ رضی اللہ عنہم قطعاً باعتبار نفس اوسمیں داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہ
 باعتبار نفس قطعاً یقیناً اوسمیں داخل ہیں۔ نتیجتاً کہ جو یقیناً داخل ہوں بلکہ قطعاً تطہیر سے
 خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً تطہیر میں داخل ہو اوسکو
 تطہیر سے ہلکا آل مومنے سے ہی خارج کر دیں۔ سبحان اللہ یہ حضرات سیدہ کا ہی دلائل
 اوتسک ہر بینک بہر دین حضرات ائمہ سے ہی اخذ کیا ہوگا کہ حضرت فاطمہ تو اہلبیت اور عصمت سے خارج
 ہوں اور اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ تو خیر جب اذکو اہلبیت سے ہی محال حکم اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرما چکر
 تو اب معصیت کو بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت فاطمہ کی طرف منسوب کرنا آپکو سہل ہوگا
 حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلکہ جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ
 آپ نے غسل بیت المال بلا اجازت و قبل قیمت تنگ نہ کیا لکن صرف کیا جو کبیرہ گناہ ہے اصل روایت
 امام اہل تشیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اور سکا انالہ نقین میں فاضل جالبی کی کتاب
 فوائد اصفیہ و مواظبہ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے سہی وہ لکھتا ہوں۔ روزے بھانے
 پیش حضرت امام حسین تازل گردید پس امام حسین رضی اللہ عنہ نے خرید و نان خویش
 نہاشت کر نان با نان حاضر سازد و دران روز ما چند شہائی عمل از طرف میں بخدمت
 حضرت امیر شریعہ بود پس امام حسین بقبر خادم سرودند کہ دین منکی را از شہا مائے

بکشايد چون کثرت بقدر یک رطل ازان مشک غسل گرفتند و جهان خوراند پس چون
 امیر علیه السلام خواست که مشکها را میانہ تحقیق آن قسمت نماید از قنبر پرسید کہ کسی
 این مشکها کثرت قنبر عرض کرد کہ بل یا امیر المؤمنین سرگذشت را نقل نمود چون حضرت امیر
 حرف اورا شنیدند در غضب شدہ فرمودند علی بن حسین را حاضر سازند چون حضرت
 امام حسین حاضر شد حضرت امیر درہ برداشت امام حسین گفت بحق عقی بنی جعفر یعنی بحق و حرمت
 عم من از قصص من در گذر شما بطرف حضرت امیر المؤمنین بود کہ ہر گاہ کہ بحق جعفر میگفت پس
 غضب آنحضرت تسکین می یافت پس حضرت امیر مرد و ما حاکم اذا لخذت منه قبل القسمة
 چه چیز باعث شد ترا کہ قبل از قسمت آن با من متصرف شدی امام حسین عرض نمود کہ حق ما
 در دست چون قسمت میشد بقدر یک رطل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود کہ پدر تو
 فدک تو باد کہ تر نمیبرد کہ توازان منتفع شوی پیش او اندک مسلمانان منتفع شوند آگاہ
 باش کہ اگر نمی بود کہ دیدہ بودم کہ دندانهای ترا بمنبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم می بوسیدند
 من ترا درین وقت نیز دم بعد ازان حضرت امیر خود در می کہ در کنار روانی خود بستہ بقنبر
 دادند و فرمود کہ قسم اول غسل از بار خریدہ بیا چون آورد عقیل قسم خورده میگوید کہ گویا من
 می بینم کہ از مرد دست دہن مشک را حضرت امیر گرفته اند و قنبر غسل را دران داخل میکند
 بعد ازان حضرت امیر علیہ السلام دہن مشک را می بست و میگفت و میفرمود - اللہم اغفر
 للحسین فانہ لم یحلہم خداوند از قصص حسین در گذر کہ او نادانستہ این کار کرده است یعنی غلط
 بموجب مضمون اس روایت کہ خلاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے
 بی المال کی شہدین سے بلا اجازت امام و قبل القسمت کہ حسین دوسرے مسلمانوں کے
 حقوق ہی سے لیکر تصرف کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیانت کچھ انکی نزدیک محبت
 نہیں کیا مسلمانوں کے مال میں ہا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جاتے
 سہ کچھ کم ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو پشت از بام ہے

کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نبی است رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سوئے دی حالہ
 آپ کی سائنہ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھے اور نے بحقیقت آپ کو کچھ سکی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ
 آپ کو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپ کو خوف کس بات کا تھا تو یہ مصیبت اور ظلم و کفر و فساد
 نہیں تو کیا ہے جسکی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکو علماء شیعہ نقل کرتے ہیں
 لو جزا لفق کان احب الی ما فعلہ اخي الحسن یعنی اگر میرے ناکٹ جاتی تو اس سے بہتر
 نہا جو میرے بہائی حسن نے کیا کہ معاویہ کو خلافت سپرد کر دی۔ جزا لفق کے آپ معنی جاد
 ہو گئی۔ خواہ حقیقی لیس یا تمجازی بہر کیف یہ خلع خلافت صلیح معاویہ ایسی حرکت تھی
 جسکو امام معصوم اپنی ناک کشی سے بدتر اور تاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسین کا قول حق ہے
 تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور مصیبت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کی کلام
 میں لازم آتا ہے اور کذب مصیبت کبیرہ ہے اور مکرمہ کی خلافت تو پھر معلوم نہیں کہ اصحاب
 کیا ایسی خطا کی جس سے ادنیٰ ادنیٰ مصیبت ہے کرام ہونے سے خارج ہوئی اور انبیاء
 اور ائمہ رضا باوجودیکہ انکی کھڑو معاصی تسلیم کی جاتی ہیں پیراؤں کو کرام کسی جاتے ہیں انبیاء
 و ائمہ کا حال تو مجملاً سن لیا اب اصحاب قبولین کی کیفیات و حالات بھی ذرا ملاحظہ ہوں تاکہ
 اس دعویٰ کی تصدیق جو ہمارے مجھے فرمایا ہے بخوبی ہو جاوے کہ حاشا و کلام شیعہ
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبد اللہ بن عباس
 انکی نسبت قاضی نور اللہ شمس الدین مجاہد المومنین میں تحریر فرماتے ہیں سلامہ علیہ و رخصتہ
 الاقوال نے معرفۃ الرجال آوردہ کہ عبد اللہ بن عباس صاحب خاص حضرت امیر و مہمید ابوہریرہ و حال
 و زبیر کی و اخلاص ابانحضرت اشہر از انست کہ تحقیقی مانند و شیخ ابوہریرہ کشتی در کتاب خود
 بعضی از روایات آوردہ کہ متضمن شرح است در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس
 اجل و اعلیٰ از انست و آں روایات را در کتاب کبیر جلال آوردیم و جواب از انہا گفتیم ابن عباس تمام
 کلام سلامہ علیہ و زبیر تمام و حاصل جمیع قوادحی کہ از روایات کشتی مفہوم میشود راجع بعضی

اعمال ابن عباس سے مولف ابن کتاب را با ایمان و اعتقاد است اما جو کہ علامہ حلی
در کتاب تجرید خود ذکر کرده بنظر قاضی شافعی نہ رسیدہ محسلاً حال حضرت ابن عباس رضی
توہ عنہم ہو چکا اب ادن اعمال کے تفصیل سنیں۔ یہی ہی حضرت ابن عباس جنکو آپ
اور آپ کی اہل بیت کو ارا صاحب کرام میں شمار کرتے ہیں جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے انکو
بصرہ پر حاکم مقرر کیا فرصت موقع پاکر بیت المال دہا نکالوٹ کر اور خیانت کر کے اپنی گھر
۲ بیٹی حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط انکی نام اس معاملہ میں لکھا ہے دیکھیں کہ
قابل ہر نوح البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ **وَمَكِينُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَبِئْسَ عَمَلًا**
اما بعد فانی کتب اشرفک فی امانتی وجعلتک شعار و بطانتی لم یکن فی اہلی رجل وثق
منک فی نفسی طو اساتے و موافقے و اداء الامانة الی فلما رأیت الزمان علی ابن عمک قد کلب والعدو
قد حرب و امانتہ الناس قد خربت و هذه الامانة قد فکت و مشغرت قلبت لاجن عمالک
المنجى ففارقته مع المفارقین و خذلتہ مع الخاذلین و خنتہ مع الخائنین فلا ابن عمک
اسیت ولا الامانة اذیت و کانک لم تکن للہ ترید مجادک و کانک لم تکن علی بدیۃ من ربک
و کانک انما کنت تکید هذه الامنة عن دنياهم و تنوی عزتہم عن فئہم فلما املتک الشدة
فی خیانتہ الامنة اسرعت المکر و عاجلت الوشۃ و اختطفت ما قدرت علیہ من اموالہم

۱۔ اما بعد۔ میں نے شریک کیا تھا تجھ کو اپنی امانت میں اور بنایا تھا تجھ کو اپنا جانی اور پہنائے۔ میرے
جہنم میری غمخواری اور دوا دانت اور دار امانت کے لیے میری اہل میں تجھ سے زیادہ معتمد کوئی نہ تھا۔ پس جب تو نے
دیکھا کہ چچا کے بیٹی پر زیادہ دشوار و سخت ہے اور دشمن غضبناک ہے اور لوگوں کی امانت ذیل میں گئی اور یہ امانت قتل ہوئی
اور منتشر و پریشان ہو گئی۔ تو اہل کی بیٹہ اپنی چچا کے بیٹے کے لئے تو نے اولیٰ کر دی۔ اور جب اہو گیک
اوس سے جدا ہونے والوں کے ساتھ۔ اور ذیل چھوڑ دیا اوسکو چھوڑنے والو کو ساتھ اور تو نے یہی خیانت کی
خیانت کر دینا ان کے ساتھ۔ نہ تو نے اپنے چچا کے بیٹی کی غمخواری کی۔ اور نہ امانت ادا کی۔ گویا تو اپنے
جہاد میں خدا کی رضا مندی کا ارادہ نہ کہتا تھا۔ اور گویا تو اپنی پروردگار پر ہر سار نہ کہتا تھا۔ اور گویا تو فریب کرنا تھا
اس امانت سے اذکی دنیا کے لیے۔ اور اول میں سوچ رہا تھا اونکی غفلت کو مال غنیمت سے پس
جب تجھ کو امانت کی خیانت میں حملہ کی قدرت ہوئی۔ سرعت سے حملہ کیا اور
جلدی سے کود پڑا۔ ۱۲۔

المصونة لآزالهم وایاتهم وعاجلت اختطافنا الذی یب الاذل دامیه المعزی الکثیر فخلت
 الی الجار حیب الصدرة تحمل غیر متاع من اخذ وکانت لا یتألم غیرک حدثت الی هکذا
 من ایتک ویتک فسمی الله امانا وامن بالعدا واثقاف تقاس الحساب ایها المعدود عندنا
 من ذوی الالباب کیف تسبیح شربا واطعاما وانت تعلم انک تاكل حراما وشراب حراما و
 ویتباع الاماء ویتکلم النساء من ال الیتامی والمساکین والمجاهدین الذین اقا الله علیهم
 هذه الاموال واحذر بهم البلاد فاتی الله وارود الی هؤلاء القوم اموالهم فانک ان تفعل
 ثم امکن الله لا عذر ان الی الله فیک ولا ضربیک بسیفی الذی ماضیت به احدا الا دخل
 والله لوان الحسن والحسین فدا مثل الذی فعلت ما کانت لهما هتک کواودة ولا فطر
 منی بارادة حتی اخذ الحق منها وایض الما بطل عن مطلقهما فاقسم بالله رب العلمین ما یرى
 انما اخذت به من اموالهم حلال ان ترکا میراثا لمن یسبک ففصح ویرید انک انک قد بلغت
 ودفت تحت التری وعرفت علیک اعمالک بالحل الذی ینادی الظالم فیر بالحق ویتن
 المضیع الرجعة ولات حاین مناص والمسالام ابن مشیم بحرانی شارح نهج البلاغت ایض
 سلمه اور جو چھ بیہوش اور بیہوشوں کے مال محفوظ سے اہم یا لادرا اور اس پر جو بیہوش سے کسی بھی جلدی کی
 جو لکھ کر کسی بیہوش کو لے گیا ہے۔ پس لاکر دیکھا اور اس مال کو جو دیکھتے ہیں اس مال کو جو دیکھتے ہیں اس مال کو جو دیکھتے ہیں
 کیا سمجھتا تھا اس کی بیہوشی کو یا تو اسے باب یا ان کی میراث ایہی اہل میں لانا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا
 تجھ کو قیامت کا یقین نہیں ہے کیا تو پورا حساب لیتے سے نہیں کرتا۔ اسی شخص جو
 ہمارے نزدیک مفلس مردوں میں شمار ہے تو کیوں کہ بچا دیکھا۔ کہا، چنانچہ حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں
 حرام کیا باتوں اور حرام ہی رہا ہوں۔ اور کیوں کہ لوگوں کو جو خدا سے اور عورتوں سے نکاح کرنا
 بیہوشوں اور بیہوشوں اور بیہوشوں کے مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عیبت میں دیا ہے۔ پس وہ
 ڈر اور لوگوں کے مال واپس کر دے اگر تو نے ایسا کیا تو جو خدا نے تجھ پر قدرت دی تو سزا دی میں خدا کے
 نزدیک معذور ہو گا۔ اور کیوں کہ ایسی تمنا سے قتل کر دینا جس سے نہیں قتل کرنا میں کہیں کہیں گونہ
 میں داخل ہوتا ہے۔ قسم خدا کے اگر حسن اور حسین کے جیسے تو نے کیا۔
 مرہ میرے ادب سے معاف اور نہ مطلب یا پوئے مجھ سے ارادہ میں
 جان تک کہ میں اول سے حق لین اور قسم اور نہ میری عذر وہ رب
 انعام کی قسم کہ کہتا ہوں۔ جس کو خوش میں آتا جو سمجھ لیا ہے اور کسی مال سے
 حال یہ کہ جو عورتوں میں اس کو میراث اپنے بعد۔ پس توڑا خبر کرنا اسے اجل کا
 ہو بیخ حیا ہے۔ اور میں نے اپنے رفیق کی جان لی۔ اور تجھ پر تیرے
 کمال میں سے جان لی۔ ایسے مقام میں کوئی اور اس میں قسمت کی راہ
 کر گیا۔ اور حقوق حاکم کرنا لادہاں ہوئی ہے اگر تو کر گیا۔ اور کہہ ن جہنم کے
 دلت ہے۔

شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے بعد نقل ایک دوسری خط کے کہتا ہے
 اقوال المروئی از الکتاب الاول الى عبد الله بن عباس كما هو في بعض النسخ حين كان
 والي اليمامة على البصرة - قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کے حفاظت
 ایسی الی بعض عامل تحذیر فرمایا اور صاف نام نہیں لیا یہ خط کہہ رہے ہیں عباس کے اعمال شنیعہ
 اور احوال فطیور حسن و نیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام حق وغیرہا ظاہر کرتا ہے معلوم
 نہیں باوجود اسکی حضرت مجیب اور انکی عتاب پہ کیوں کر اہم میں شمار کر رہا ہے حالانکہ
 شہادت شہید ثالث گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کے اصلاح کے لیے تاویل کی
 کچھ ضرورت نہیں - اور یہی ابن عباس میں جبکا اجل اور اعلیٰ ہونا شہید ثالث بیان فرماتا
 ہیں حضرت کلینی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ ایت
 وضع کان فی ہذہ الخ فی الاخرۃ الخ یعنی خود دنیا میں راہ حق سے نابینا ہی وہ آخرت
 میں ہی راہ جنت کی اندھا ہوگا - اور اس سے بھی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس
 اور انکی والد ماجد حضرت عباس کے حق میں نازل ہوئی آیت تھی الکلام اور یہی ابن عباس میں
 کہ حضرت مفسر صافی اپنی تفسیر میں ان کی حق میں روایت فرماتے ہیں - وَعَنْ الْبَاقِرِ قَالَ
 قَالَ امير المؤمنين بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد والناس مجتمعون
 لبعثت فقال الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله اغلوا ابوابهم فقال قال ابن عباس يا ابا الحسن
 لم قلت ما قلت قال قرأت شيئا من القرآن قال لقد قلنا يا عمر ان الله يقول في كتابه انكم
 الرسول فخذوه وما ننصكم عنه فانتهوا فاستشهد على رسول الله انه سختلف بابكوا قال طمعت
 رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصى الامم قال فلهذا يا بعثت قال الجتمع الناس على ابي بكر
 (جنوں نے کفر کیا اور منکر ہو کر اللہ کے رستہ سے منکع کر دیجی اور انکی کاح) ابن عباس نے کہا یا ابا الحسن یہ کہیں
 آئے - آپ نے فرمایا قرآن کے آیت پڑھی ہے ابن عباس نے کہا کہ بیشک کسی وجہ سے پڑھا ہے وہاں
 اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے (جو تمہارا ہی پاس رسول صلا امی از سکولہ - اور جس سے منع کری
 اوس سے باز رہو) کیا تو کوئی دینا ہی حضرت نے ابوبکر کو علیحدہ کیا اوس کی یا اوس کی حضرت سے نہیں سنا کہ اسکی وصیت کو فرمایا
 تو پھر جس کیون بہت سے انکی عرض کیا سب لوگ ابوبکر پر مجتمع ہو گئی - ۱۲ -

فقلت منهم فقال امير المؤمنين كما اجتمع اهل العجل على العجل هنا فاستمر ومثلكم
 كمثل الذي استوفد نارا فلما اضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم فطلمت
 لا تبصر ذن. ثم بكم عنهم لا يرجعون۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سادات
 ابن عباسؓ کو سالہ پستونین تھی یہی ابن عباسؓ میں کہ روایت حلت متعہ کی بارہ میں حضرت
 امیر نے انکی نسبت فرمایا ایک رجل نامہ۔ منجملہ صحابہ کرام کی حضرت عباسؓ اور حضرت عقیلؓ
 قاضی نور اللہ شوستریؒ نے مجالس میں لکھا ہے در کتاب تلہیائی از امام محمد باقرؑ روایت
 کہ حضرت امیرؑ در ایامیکہ خلافت درست غاصبان بودند اما گفتہ۔ واللہ لو کان حمزہ وجعفر
 حیث ماطع فیما ابوبکر ولکن استلبت جلیصین جانین عقیل والعباس۔ نقل از
 اور انہی ہر دو بزرگوار کی نسبت روایت سابقہ کے ہم معنی روایت ہے جسکا ترجمہ ملا باقر مجلسیؒ نے
 حباب القلوب میں لکھا ہے۔ کہ سدیہ از حضرت امام محمد باقرؑ العلوم پر سید کہ کجا بود عزت
 و کثرت و شوکت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنینؑ بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
 از ابو بکر و عمر و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ اندہ بود جعفر و حمزہ
 کہ در غایت ایمان و یقین و از سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و مرد و مرد ضعیف
 الیقین فی لیل تازہ سہمان شدہ بودند عباسؓ و عقیلؓ ایشانرا در جنگ بدر سیر کردند و آزاد
 کردند ایمان چنین قوتی نہیاد بخدا سوگند اگر حمزہ و جعفر حاضر می بودند در ان فتنہ ابو بکر
 و عمر را یہی آن نہداشتند کہ حق امیر المؤمنینؑ را غصب کنند و اگر سعی میکردند نہایت
 ابشان را می کشتند۔ نقل از متنہی الکلام۔ اور یہی حضرت عباسؓ میں کہ انہوں نے
 بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ حضرت امیرؑ کے ہاتھ بیعت کر لیں
 اس میں یہی ادنیٰ میں تھا۔ حضرت نے فرمایا جیسا کہ سالہ پست کو سالہ پست ہو گئی اس جگہ سے تم بھی
 ہو گئی (جہاں سے کہاوت اس شخص جیسے کہ آگ جلائی پس جب گرد اگر در روشن ہو گیا۔ تو آفت
 از نکال اور کہو دیا) ۱۱۔ ۱۲۔ خدا کی قسم اگر حمزہ و جعفر زندہ ہوتے تو ابو بکرؓ کو مسرات کہ طمع نہ کرتے لیکن
 ہیں دو بہنوں میں جو عقیلؓ و عباسؓ میں مبتلا ہوں۔ ۱۴۔

لیکن حضرت رضی اللہ عنہ نے تعلق تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول کی اور کیونکہ قبول فرماتے
 آپ کو معلوم تھا کہ حق ابوبکرؓ کا ہے۔ نہج البلاغۃ میں وہ خطبہ مذکور ہے جس میں حضرت عباسؓ
 کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب شوکتؒ نے مجمع مجالس میں بعضین ذکر عباسؓ
 لکھا ہے تا آنکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر گفت امد دیدک ابایک حتی
 لا یختلف فیك اثنان باوجود حضرت عباسؓ کے اس سدا یت کر پہر ہی سہام ملائمت
 نہ بھی بلکہ جناب امیر نے انکی اس درخواست پر اعتماد فرمایا اور اسکو نفاق پر محمول کر کے
 قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے امیر معویہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور حضرت امیرؓ
 کے ترک رفاقت بلکہ مخالفت طشت از بام ہے۔ پس جبکہ او نے معصیت کرام سے نکال دیا
 تو یہ حضرات باوجود اس ذمہ موضوع کی کیونکہ کرام رہے۔ چونکہ بحث طویل ہو گئی یہی مختصراً
 چند اصحاب کے حالات و الوقایع ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ منجملہ انکی ساتہ بن زیدؓ
 کہ وہ حسب تصریح کتاب نہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تھا اور تفسیر المہبت سے واضح ہے
 کہ حرف ثقات میں رفاقت حضرت علیؓ کی ترک کی منجملہ انکی خیریت میں ثابت ذہب شہادتین ہے
 مجالس المؤمنین اور کامل بہائی سے واضح ہے کہ یہ حضرت اول دن میں انکی جنہوں نے سعد بن
 عبادہ کی خلافت پر اسکو غلاما تھا منجملہ انکی عالم بن داؤد بن جو امام محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئی
 اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا منجملہ انکی ابو ذرؓ میں جامعین بیان ہیں ابراہیمی
 انکی نفی اسلام پر دلیل لائے سن اور بقول ابو جعفر بن محمد بن علی قمی صاحب صفات المؤمنین
 اخوت پیغمبر سے خارج ہیں منجملہ انکی برادر بن عازبؓ میں کہ انہوں نے گواہی کا انخفا کیا حضرت امیرؓ
 نے انکو بدعاً فرمائی کہ نابینا ہو گئی کما فی الکشی و خلاصۃ لاغزال اور امام حسینؓ کے ساتہ کر بلا جانے
 متفق کیا کما فی مجمع البحرین و بیاض الفخری منجملہ انکی ابن مسعودؓ میں کہ باقر مجلسی نے
 حیات القلوب میں درود مطاعن و ذمہ ابن مسعودؓ کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہے۔
 یعنی اپنا ساتھ پہلا میں آپ سے جیت کر دن تاکہ پہر آپ کے بارہ بیچ شخص ہی اختلاف نہ کریں۔ ۱۵۔

منجملہ اذکر حذیقہ میں کہ ابو اسحاق بن عمار کے حذیقہ اور ابن عوف و ابوالخیر سفارہ
 شمار میں اگر شیخ صاحب لسانہ القول نے منجملہ الملکین کے شمار کیا ہے اور عمار کو خلفا کا حکم کوڑ کا متور
 کیا۔ اور سلمان کو حضرت عمرؓ نے غزوان کا حاکم بنایا۔ اور ابو ذر و سلمان و مقداد کو بڑی بڑی
 زمینوں پر بھی کیا نص علیہ فی الشافی لہذا جب ارحال انکلیتہ فی فیض الامم باقر کے موجود ہے جسکا
 حاصل یہ ہے کہ ایسی ابوبصیر کوئی شیعہ دینار بنی امیہ سے نہیں بنا سکتا کہ پادسی دین اوسکا
 مثل اوسکا اور امام کاظم سے مروی ہے کہ جو میں پہاڑ پر سے گر کر پانچ بار حق ہوں۔
 اس سے بہتر ہے کہ کسی سلطان کی طرف سے عامل ہوں پس بموجب ان روایات کے ابو ذر
 سلمان مقداد ہی زمرہ خلفاء سے ہو کر معصیت سے نہ بچی کلمہ میں رد الفقار اور قبول
 حضرت مجیب کے کرامتوں پر غرضی علاوہ ازین اگر بالا جماد دیکھا جاوے نو کوئی صحابی خالی
 از معصیت نہیں لیجی چند روایتیں مختصر ذکر کرتا ہوں۔ مقداد کو ذکر میں قاضی صاحب
 مجالس میں فرماتے ہیں و شیخ ابوسعید رشتی کہ از علما امامیہ است در کتابہما ہمارا رجال
 باسناد خود از حضرت امام محمد باقر و روایت نمودہ ارقد الناس الاثنتہ نفر سلمان ابو ذر
 و المقداد افضلت فعمار قال کان حاصصہ تدریج قال ان ارحمت الذی لیس لک ولید
 شیخ فالمقداد صدوق طائفہ شیخ ابن بابویہ سے در علل الشیخ باسناد خود از حضرت
 ابوعبیدہ روایت میکند قال علیہ السلام لما کان یوم احد انهم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم حتی لم یبق معہ الا علی و ابیطالب ابو جابر و سہیل بن خنیسہ۔ عز کا اشلہم
 اور تفسیر صائغین میں لکھا ہے و لم یبق مع رسول اللہ الا ابو جابر و سہیل بن خنیسہ و علی بن ابی طالب
 قیس میں سلمان سے مروی ہے جسکا ترجمہ باقر مجلسی نے حق یقین میں کیا ہے

۱۔ سواتین شخصوں کے سب مرتد ہو گئی۔ سلمان۔ ابو ذر۔ مقداد۔ میں نے توجہ ادا کر دیا کچھ پہر گیا تھا
 پہر لوٹ آیا۔ فرمایا اگر ایسا شخص چاہی جسکو شک نہ ہو اوسو اور اس کے دل میں کچھ (تردد) نہ آیا ہو وہ مقداد
 ہے۔ ۲۔ امام ابوعبیدہ اللہ نے فرمایا جب احد کی لڑائی ہوئی تو سب اصحاب نے شکست کھائی اور ہر ایک گئی
 اور حضرت کے ہمراہ سوائے علی۔ اور ابو جابر کے کوئی باقی نہ رہا۔ ۱۲۔

قال فلما كان الليل حل على قاطمة على حمار واخذ بيدي الحسن والحسين عليهما السلام فلم يدع
 احدا من اهل بيته من المهاجرين ولا من الانصار الا انا في منزله وذكر حقه ودعا له بالصلاة
 فما استجاب له الا اربعة واربعون رجلا فاهتم ان يصبحوا محلقين ورسهم معهم سلاحهم على
 يابوعوه الموت فاصبحوا اليواف منهم الا الاربعة فقلت لسلطان من الاربعة قال انا وابوذر
 والمقداد والزبير بن العوام - عن منتهى الكلام - مصنف كتاب اختصار من شروطين بن سفيان كره
 قال سمعت ابا عبد الله ع يقول ان النبي صلى الله عليه وسلم لما قبض ارتد الناس عفاكم كفارا الا ثلثة
 سلمان والمقداد وابوذر الغفاري وانه لما قبض رسول الله ع جاء اربعون رجلا الى علي بن ابي طالب
 فقالوا لا والله لا نعطي احدا لها حتى بعد لك ابدا قال ولم قالوا اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
 في اليوم غد قال اقتلوا نعم قال فانوني غدا محلقين فاما اهل هؤلاء الثلثة قال وجاء
 عمار بن ياسر بعد الظهر فصر بيدا على صدره قال له مالك ان تستبسط من نومة الغفلة
 فلا حاجة لي فيكم انتم لم تطيعوني في حلق الراس فكيف تطيعوني في قتال جبال الحديد فلا
 حاجة فيكم اوراسي كتابين دوسري جگہ روایت ہے عن ابن عیسیٰ فہر عن ابی
 عبد اللہ ع قال سلمان کان منہ الى ارتفاع النہا فعاقد اللہ ان وجی عنقہ حتی صیرت

لہ جب رات ہوئی تو علی نے قاطمہ کو گدھی پر سوار کیا - اور حسن و حسین کا ہاتھ پکڑ لیا - اور مجاہدین و انصار اہل بدر میں سے
 کسیکے چھوڑا گیا کہ گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کی طرف دعوت کی - پس بجز حوالیس
 آدمیوں کے اور کسی بھی آپ کی اعانت قبول نہ کی - آپ نے انکو حکم کیا کہ صبح کے وقت سہ منہ اگر مسلح
 ہو کر موت پر سمیت گئے لیے حاضر ہوں - جب صبح ہوئی تو سوائے چار شخصوں کے ادا نہ میں
 سی اور کوئی نہ پہنچا - میں نے مسلمان سے پوچھا چاروں کون کون تھے - کہا - میں اور ابوذر و مقداد
 اور زبیر بن العوام - امام ابو عبد اللہ سے سنا فرماتے تھے جب رسول اللہ نے وفات پائی سواہر سلمان - ابوذر
 - مقداد کے سب لوگ شرف ہو گئے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس چالیس آدمی آئی -
 اور کہا خدا کی قسم ہم آپ کی اطاعت کی بیعت نہ کریں گے - آپ نے فرمایا کیوں کہ
 ہمیں حضرت کے سنا - کہ وہ - غدیر کے دن آپ کے اب میں فرماتے تھے کہ ہمارے
 مرنے پر راضی ہو کہا ان فرمایا تو صبح کو سہ منہ اگر میرے پاس آؤ - سوا دن تین آدمیوں کے اور کوئی
 ایک پاس نہ آیا امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عمار بعد خمر کے آیا آپ نے اسکی سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا اپنی بخلت کی نیند سے
 اب تک نہیں جاگا - جاؤ جگہ تمہاری کچھ ضرورت نہیں جب سہ منہ آئی میں میری اطاعت نہ کی - ابھی کہنا کہ
 ساتھ رکائی میں کہہ نہ کہ اطاعت کرتے تمہاری کچھ حاجت نہیں - امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے
 انہوں نے فرمایا کہ سلمان سے تاخیر نہ چڑھی تاکہ ہوئی خدا نے اسکو یہ شراہی کہ اسکی گردن
 کو پھیل گیا یہاں تک - ۱۲ -

یہ تھا کہ جنہیں مدینہ اور غیر مدینہ سے دس ہزار اور طحاوی و مہارثی اسمیں معلوم نہیں
 وہ حضرات جنکی مناقب و فضائل کتب شیعہ سے بیان ہو چکی ہیں داخل ہیں یا خارج
 اور یہ حضرات باوجود ان محمد کے مرتدین میں معدود ہیں یا نہیں یا ہمیں منافص
 و نہایت روایات کچھ اسی موقع پر مختصر نہیں ہے۔ مانند یا اقل ردہ کثرت فی الاسلام
 صدہار روایات میں یہی کیفیت تارض و تناقض کے ہے بجز تفسیر کوئی مفسر نہیں
 دیکھتا تری دلیل المعجز۔ پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ روایات مقبرہ قوم عاصی
 اور فاسق بلکہ مرتد ہوئی تو صفت اخترازیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس وقت صفت
 اخترازیہ ہو سکتی ہے کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہوں اور جب اہل سنت کے نزدیک
 سب کرام ہیں تو حسب مذہب اہل سنت صفت اخترازیہ نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے
 نزدیک سب غیر کرام ہیں تو ان کے نزدیک بھی صفت اخترازیہ نہیں ہو سکتی تو اس سے ثابت ہوا
 کہ اہل سنت سب کو بہتر و برتر سمجھتی ہیں اور یہاں کہتے ہیں اور شیعہ سب کو برتر سمجھتی ہیں اور
 بدکھتی ہیں پس حضرت عجیب کا حصر کے ساتھ فرمانا کہ ان کو ہی بُرا جانتی ہیں جس سے پایا جاتا ہے
 کہ بعض مراد میں غلط ہوا باقی رہا کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہ ایک خیال
 باطل ہی کیونکہ اہل سنت کے نزدیک دو قاعدہ کلیہ میں اول یہ کہ بعد انبیاء کی
 کوئی معصوم نہیں دوم یہ کہ وصف صحابی کی ساتھ جس میں ایمان ہی مانو وہی
 کوئی معصیت مضرت نہیں پونجاتی اور کرام ہونے سے نہیں خارج کرتے جیسا کہ
 شیعہ متعین نکاح میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ متعین کر نیسے درجہ حسین کا پادری اور دو دفعہ
 کر نیسے درجہ حسن کا اور تین دفعہ میں علی کا اور چار دفعہ متعین خود حضرت افضل
 والمرسلین کا درجہ اور اسے یا حب ابیہیت کے باب میں فرماتے کہ باوجود کفر کے
 بھی ذریعہ نجات و قلاح ہے توجب وصف صحابہ کے ساتھ کوئی معصیت و کفر
 مضر نہیں تو اہل سنت کی کتابوں سے خیر کرام ثابت ہونا محال ہوا غایت ماننے

الباب کوئی روایت وال برعصیت ہو گے سودہ کرام ہونے سے خارج نہیں کرتے
 تو یہ بھی غلط ہو کہ کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں ان کی کتابوں سے بیشک
 صحابہ کا غیر کرام ہونا ہی نہیں ثابت ہوتا بلکہ ائمہ اور انبیاء کا بھی غیر کرام ہونا ثابت
 ہوتا ہے لیکن اس جگہ ہماری محیب دہی اپنا قدیمی جواب دیکھتی ہیں کہ یہ امر
 لازم مذہب ہر مذہب نہیں حق ہے۔ اور اگر لفظ کرام صفت کاشفہ ہے اور یہ مطلب ہے
 جو صحابہ کرام میں تو البتہ یہ مسئلہ نزاع ہے اقول حضرت محیب کی سانہروہ دانی
 اور اجتہاد اس جگہ قابلِ کجی کے ہے کیونکہ حضرت صفت کاشفہ کو کہتے ہیں کہ
 بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بھی صفت کاشفہ ہے جو موصوف میں کونسا ایہام تھا جسکے کشف کی
 ضرورت ہے اور اگر بالفرض ایہام ہو ہی اودہ باعتبار متعلق کے ہے یہ صفت کرام اس ایہام کو
 رفع نہیں کر سکتی بلکہ ایسی ہم کے لیتی متعلق کی طرف امانت کرنا چاہی مثلاً کہ میں کہ صحابہ جعفر
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ہم ایکو بتاتی دیتی ہیں ایسی صفات کو صفات مادہ کہتی ہیں صفت
 کاشفہ نہیں کہتی یاد رکھنا اور جب یہ صفت اودہ ہوتی تو بس محل نزاع بننا دینیکم یہ ہے ہی
 اقول کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور خود اقوال و افعال صحابہ بلکہ
 خود صاحب تحف کی تحقیق سے جنگو آپ خاتم المحدثین قرآن میں ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف ہے کہ ثابت
 ہوتا ہے۔ اقول بفضل اللہ تعالیٰ کل اصحاب کا کرام ہونا علاوہ کتاب اللہ کے خود انکی ہدایت
 و قواعد ہی ثابت ہوتا ہے یعنی منظر گذارش ہر آیات (۱) حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
 لَمْ يَخْزِ اُمَّةٌ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْخِرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَتِمُّوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
 وَلَكُمْ ذِكْرٌ بِاللّٰهِ صَاحِبِ عَالَمِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا وَضَعَ لَكُمْ مِنَ الشَّارِعَةِ مَحْيَاً وَمَمَاتاً
 وَبِالْاٰيَاتِ الْكُبْرٰى وَالْاٰيَاتِ الْاَصْغٰى وَالْاٰيَاتِ الْاَكْبَرٰى وَالْاٰيَاتِ الْاَصْغٰى وَالْاٰيَاتِ الْاَكْبَرٰى
 اے نبی! ہم نے ہر امت کو جو نکالے گئے تھے ہر امت کو ان کے حکم کرنے ہوتا تھا اچھی طرح اور اسے کرتے ہو
 جڑے سے اور ایمان لائے ہو ساتھ اللہ کے۔ ۱۲۔ ۱۱۔ جو لفظ خطاب است ثانیہ کے لیے
 ہر قوم پر مشتمل باب اسرار اور ایہا لہیں ان کے راہ خطاب سے پہلی لوگوں کو اچھی صیغہ کے اصحاب کی مثال میں ہوتا
 ان کی حکم دہندگی دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ ۱۲۔

بحث فی فضائل صحابہ
 باب فی فضائل صحابہ

وہو قول اصحابنا والکثر اهل الخلاف۔ تو اس قاعدہ کو روسی بہ خطاب صحابہ مہاجرین اور انصار کے شان میں وارد ہے اور وہی خیر امت میں اور تفسیرین شیعہ نے ہی اس آیت کی تفسیر میں اصحاب ہی کو مرو کر کہا ہے صاحب مجمع البیان لکھتا ہے ^{۱۱} واختلف في المعنى بالخطاب فقيل هم المهاجرون خاصة وقيل هو خطاب للصحابه ولكنه يعم سائر الامة ۲ لیسوا سوا من اهل الکتاب امة قائمه یتکونوا لایات الله انا الیل وهم یتجدون یتؤمنون بالله والیوم الآخر ویأمرون بالمعروف و یتنہون عن المنکر ویشارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین وما یفعلوا من خیر فلنریب کفر وہ واللہ علیہم بالمتقین۔ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے اون اہل کتاب کے مدح فرمائی جو اپنی دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئی تھی اور اصحاب کے زمرہ میں شامل ہوئی تفسیر صافی میں اگر تفسیر میں لکھا ہے لیسوا یعنی اهل الکتاب سوا فی دینہم من اهل الکتاب امة قائمه علی الحق وہم الذین اسلموا منهم ۳ ولہ عذوت من اهلک تبوی المؤمنین مفاعدا لقیال واللہ سمیع علیہم اذہمت طایفتہ منکم انفسکما واللہ ولہما وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے انصار کے دو قبیلوں بنی سلمہ اور بنی حارثہ کو لیے کیسا کچھ نفع خوشنودی عطا فرمایا اور اس کی اولی کفر فضیلت ثابت ہوئی مجمع البیان طبر سے میں سے ہمارے مسلمانوں نے یہاں سے جاری صحابہ اکثر اکثر تھا کہ یہ بھی تو ہے۔ اسے اختلاف ہوا ہے کہ خطاب سے کون تھا ظاہر ہے بعضوں نے کہا کہ صحابہ مہاجرین و انصار اور بعضی کہتے ہیں کہ خطاب سے صحابہ کبار۔ لیکن تمام امت کو شامل ہے۔ اسے نہیں وہ برابر صحابہ کبار سے ایک جماعت ہے قائم پرستی میں آئندہ خدا کے اوقات رات میں اور دن سجدہ کرتے ہیں۔ ایمان لانے میں ساتھ اللہ کے اور دن پہیلے سے اور حکم کرتے ہیں ساتھ پہیلی کے اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلد کرتے ہیں بیچ پہیلیوں کے اور یہ لوگ صحابہ کبار سے ہیں اور جو کچھ کریں وہ پہیلی سے پس سرگز لکھنا دیکھنا نافرمانی اور کسی اور اللہ جانی والا ہی پر مینگار دیکھو۔ ۱۲۔ اور جب جب کو نکالو تو لوگوں اپنی سے جگہ دیتا تھا مسلمانوں کو بیعتی کے واسطی لڑائی کے اور اللہ سمیٹنی والا جاننی والا ہی جب قصہ کہتا تھا دو فرقتے تھے تم میں سے یہ نہ نامردی کریں اور اللہ دوستہ از نہا انکا اور اللہ کے پس چاہتی کہ تو کل کریں ایمان والے ۱۲۔ وہ وہ لوگ دیکھو سلمہ اور بنی حارثہ انصار کے دو قبیلے میں اور کہتی ہیں کہ نبی سلمہ قبیلہ خزرج سے تھا۔ اور بنی حارثہ قبیلہ اوس سے اور یہ لشکر کے دو بازو تھے۔ ۱۲۔

حیوان من الانصار وقبلهما بنو سلمة من الخراج وبنو حارثة من الادس وكانا جنات
العسكر ايجك حضرت مفسر صافی تھی کی دیانت و دین قابل فاشا ہر وہ طائفان منکم کی تفسیر
میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی پیس منافقین اور اسکی اصحاب ہیں۔ اول تو
اس سے لفظ طائفان جو ثنیہ واقع ہر صریح انکار کرتا ہی۔ بعد اسکی لفظ منکم اسکی نفی
ہی ہر باہم حق قرار دیتا ہی اللہ اور نکادلی ہے تو اگر منافقین کے ساتھ خدا اٹھالے
کی سوالات تسلیم کیا ہیگی تو بہت سرد لائل قطعیہ شیعہ کا استیصال ہو جائیگا۔ (۴)

إِنَّ الدِّينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْفَتْحِ الْجَعْرِ أَمَّا اسْتَبْرَأْتُمْ لَكُمْ الشَّيْطَانُ يُعْضِرُ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ
عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (۵) الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْكُمْ
مَّا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ
إِنَّ النَّاسَ قد جَمَعُوا لَكُمْ فَاهْتَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
(۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ نَسِيَ نَجْمًا
مِنْ بَعْضِ الذِّكْرِ هَاجِمًا وَاحْرَجًا مِنْ دِيَارِهِمْ وَادُّوْا فِي سَبِيلِهِ وَقَاتِلُوا
لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيَاتِهِمْ وَلَا دَخَلَتْ فِيهِمُ جَحْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
وَاللَّهُ عِنْدَ حَسَنِ التَّوَكُّلِ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ہاجرین کے لیے کفیر سیات اور
ادخال خباثت اور ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا جسکا خلف محال ہے اور کفیر سیات سے
اسطوت اشارہ ہے کہ اونی نوع سید کچھ ممتنع نہیں ہے اور نہ قاذح انکی فضیلت کو ہی (۷)

سے تحقق جو لوگ پیشہ مرد تھے تم میں سے اور بدل کر لیں اور ممتنع ہو اسکی جہیں کر دیا گیا اور کو شیطان سے بعض
اور سحر سے کر دیا گیا اور انہوں نے اسے تحقیق معاف کیا اللہ نے اونی تحقیق اللہ بخشنی والا مصلح والا مصلح
جس لوگوں نے قبول کیا مصلی اللہ کے اور رسول کے پیچھے اسکی کہ ہوسکتی ہو کہ وہ غم واسے اور انہوں نے اسکی کرنے
میں اور انہوں سے اور ہر گھاری کرنے میں ثواب بڑا۔ وہ لوگ کہہ کر انکو لوگوں کے تحقیق آدمی تحقیق جمع ہونے
میں داسکی ہتھاری پیش کردی کہ میں نے زیادہ کیا اور کو ہاں کیا اور انہوں نے کلامت ہی ہو کہ اللہ اور
اچھا کارب و نسی۔ ۵۔ لیکن تبدیل کیا داسے اور کے رب اور انکی نے یہ کہ میں نہیں ممتنع ممتنع
کردن کا عمل کسی عمل کر دیا لیکن میں سے مرد سے عورت سے بعض ہتھاری بے نقوسی میں
پس جن لوگوں نے وہن جوڑا اور انکی کو کسی کردن اسے اور انکی آدمی کو بھی سچ راہ ہر کہ اور رکے اور رکے
اور نہ دور کر دیا اس اونی برائیوں اور البتہ داخل کردی میں انکو ہتھور میں پہلی میں پیچھے اونی کے سہر بن ثواب
سبک خدا کے سہر اور اللہ سبک اسکی ہے اچھا ثواب۔ ۱۲۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ
 الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ حق لائے شانے اس آیت شریفہ میں
 وانصار کے لیے فضیلت فی الایمان کی شہادت دی۔ اور ضمیر فضل کے توسط سے جو حصہ کو مفید ہو انکی
 کمال ایمان کو محقق فرمایا اور انکی منفرت اور ثواب فیع کا وعدہ فرمایا لیکن انفسوں حضرت شیخ
 انکی حق میں منفرت عظیمہ کو لعنت فاحشہ سی اور ایمان کمال کو کفر شدید سے اور ثواب کریم کو عذاب عظیم سے
 بدل دیا۔ سچا کتاب اہتیاں عظیم۔ (۸) وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
 وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعْنَا عَنْهُمْ أَزْوَاجَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اس آیت شریفہ میں حق لائے شانے میں انصار
 کی جو کچھ مدح فرمائی محتاج شرح نہیں حضرت شیعہ کی تاویل بلکہ تعریف میں بحر اسکی اور کچھ نہیں کہ سکتی
 کہ اسکو ابوذر مقداد وغیرہ کے ساتھ مخصوص فرمائیں اور پہلے انکی حالات معلوم ہو ہی علی میں علماء
 ازین جمع صرف بلام الفاظ عموم میں بالاتفاق۔ (۹) إِنْ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ الْجَنَّةُ لَيَقَاتِلُنَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَمُوتُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ
 حَقُّهُ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا بِمَا يُوعَدُ الْكَافِرِينَ
 بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ الْكَافِرُونَ الْعَبِيدُ وَالْحَامِدُونَ السَّاجِدُونَ
 الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْأَمْهَرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ
 لِحُدُودِ اللَّهِ وَيَشِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰) لَقَدْ نَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

اس آیت اور جو لوگ ایمان لائی اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیع راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جاگہ دی اور مدد کی یہ لوگ وہ ہیں
 ایمان لانے والے ہیں اور سبھی شمش ہے اور رزق میں باکراست۔ اس آیت اور آگے بڑھ جائیو لی بیع بخت کرنا والوں سے اور مدد
 دینی والوں سے اور وہ لوگ کہ ہمیں دی کرتے ہیں انکے ساتھ بیع کے واسطی ہوا اللہ واسطی اور واسطی ہوئی وہ اس سے
 اور پیار کے واسطی انکی بہشتیں جلتے ہیں سچی اور انکی بہشت رہنی والے سچ واسطی بہشت ہے جو راہ باطن اس سے
 تحقیق اللہ مہول لیتا ہے لہذا انوں سے جا لین اور مال انکی۔ بسبب اس کے کہ واسطی اور انکی بہشت ہے کہ رزق
 بیع راہ اللہ کے پس مابین کے اور مابین جاوین کے وعدہ ہی اور اسکو سچا بیع اور بیعت سے
 اور انجیل کے اور قرآن مجید کے اور ان شخص پورا کرنا اللہ عہد نامی کو اللہ عہد نامی شوق ہو قوم سودی اپنی کے جو
 سوداگری کی کہنی ساتھ اسکو اور پیہ وہی مراد یا نا۔ توبہ کرنا والی میں عبادت کرنا میں تعریف کرنا اور میں یہ نبوی میں عبادت
 کرنا اور میں حکم کرنا اور میں سبب بہشتی کے اور منع کرنا اور میں موقوف ہے از جاہ و رتبہ اور میں حد دن اللہ کیوار ربارت
 لای ایمان والوں کو۔ البتہ پہلے یا اللہ اپنی کہ اور وطن چھوڑ دینی والوں کے اور مدد دینے والوں کے۔ ۱۲-۱۱

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتَّ صَوَامِعُ وَبَيْعٌ وَأُصْلَوَاتٌ وَمَسْجِدٌ يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيُنْذِرَنَّ اللَّهُ مَن يَتَصَدَّقُ أَنَّ اللَّهَ يَقُوِّي عَزِيزًا الَّذِينَ آمَنُوا أَمْ يَلْمِزُكَ فِي الْأَرْضِ قَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِاللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (١٥) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حُجَّتُهُمْ هُوَ أَجْبَأُكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمُ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنَجُمُ الْمَوْتَى وَلَنَجْزِيَنَّ الْمُصْبِرِينَ (١٦) هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِيدَهُدَّ وَالْإِيمَانَ مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا لِنُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ يَرْجَوْنَهُمْ سَيَرَاتُهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا (١٧) قُلِ الْمُحَالِفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَبْعُونَ إِلَى أَوَّلَى بَابِ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا بُرْتِكُمْ اللَّهُ أَجْرًا أَحْسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا لِيَعْلَى الْأَعْرَابِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَابِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرْيُومِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ سَأَلَ لِحَاجَتِهِ عَذَابًا أَلِيمًا (١٨) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ

فَجَرَى مِنْ تَحْتِهَا الْآلُفُ خَلْدٌ زَيْنُهَا ضَى اللَّهِ عَنْهُمْ وَرُضْوَانُهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا
 إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۲۳) يَنْفَقُ أَمْوَالُهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ
 وَأَمْوَالُهُمْ يُنْفِقُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيُصْرُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ
 (۲۴) وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْأَيَّامَ مِنْ قَبْلِهِمْ لِيُجُوبُوا مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوا
 فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى الْغَنِيِّمْ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ
 يُلَاقِ شَيْئًا نَفْسًا فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - علی بن ابی حمزہ روایت آیات میں جو سب سے
 وخصوصاً صحابہ کرام کی مدح میں وارد ہوئیں وچین سے صحابہ کبار مہاجرین انصار کے فضائل مناسبت ثابت
 ہوتی ہیں نصف لیب کے واسطی تو اب آیت یہی کافی ہے۔ اور انہی انصافی کے سامنی تمام قرآن یہی سفید
 سلیبی نہیں ہے کچھ آیتیں کہ مختصر بیان پر کلفا کر کے بعض آیات کو خوف تعویل بلا تفسیر ہستہ لال ذکر
 کر دیا بخیر اپنی اور ان آیات کو کہ لکھی ہیں سے صحابہ کرام ہونا کا شمس فی راقعہ النہار ثابت ہوتا ہے
 یہ سید الدار علی لکھنوی نے اساس الاصول میں صفحہ ۷۷ پر اور پھر مجلسی کی جلد اول میں
 صفحہ ۷۷ پر لکھی ہے ہم الفاظ اساس کے لکھتی ہیں۔ مہامہ اور جہہ الصدوق
 فی کتاب معانی الاختیار عن ابن الولید عن الصفاق عن الخشاب عن ابن کلوب
 عن اسحاق بن عمار عن الصادق عن ابائہ و محمد بن الحسن الصفاق عن بصائر الدرجات
 والشیخ الطبرسی فی کمال الاحتجاج عن الصادق (ع) قال اوجدتم فی کتاب اللہ عزوجل

سے دیکھا کہ اس کو تہ روح کے اپنے طرف سے اور داخل کر لیا اور کہ ہشتون میں چلتی ہیں نیچے اونچی ہر میں ہیں ہر میں
 ہیں اسکی راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوتی وہ اوس سے یہ لوگ ہیں گروہ خدا کے خبر وادہ کو تحقیق گروہ اللہ کے وہ ہیں
 تسلیح یا بنوائے ۱۷۷۷ یہاں اسطی فقر دن وطن چھوڑ کر ان لوگوں کے جو نکال گئے گھروں اپنی سے اور ان لوگوں اپنی سے
 چاہتی ہیں فضل خدا کے سے اور رضا مندی اور مدد و پیرو میں خدا کو اور رسول اوسکو کہ وہ لوگ وہ ہیں ۱۷۷۷
 سے اور اسطی ان لوگوں کے کہ جگہ کھڑی ہیں گھر ہجرت کے میں بیٹے مدینہ میں اور ایمان میں ہے اوس
 دست رکھتی ہیں ان کو جو وطن چھوڑ کر میں طرف ان کی اور نہیں جاتے ہجرت ان کے اپنے کے خلیفہ اوس
 چیز سے کہ وہی جاوین جہا جہا میں اور اختیار کرتے ہیں اور جہا ان لوگوں کے لئے کے اور اگر ہم ہوا ان کو تسلیح
 جو کوئی جب یا جاد سے بخوبی جان اپنی کی سے۔ پس یہ لوگ وہ ہیں۔ تسلیح یا بنوائے
 ۱۷۷۷ امام جعفر صادق (ع) نے فرمایا جو کچھ کتاب اللہ میں یا تو - ۱۷ -

فاعلم ان لا تم ولا تترك ما لم يكن في كتاب الله عز وجل وكان فضيلة مني فلا غدر لكم
 في ترك سنتي وما لم يكن في سنتي فما قال اصحابي فقولوا له مثل اصحابي فيكم كمثل النجوم
 بايها اخذ اهتدى وبابي اقاويل الصحابة اخذوا تهديتم واختلف اصحابي لكم
 رحمة - قيل يا رسول الله من اصحابك قال اهليلجيه - به سوال و جواب جو خاتمه روايت ميرزا
 به سر حضرت صدوق کی گهت ہے کیونکہ لفظ اصحاب کوئی سپی جیتان نہیں تھا جو کل کی
 ضرورت تھی بہر بیان اختلاف خود اسکو مطلق صحابہ کے جامع الاستفسار کی روایت اس منسوبہ کو صریح مطلق
 کر رہی ہے۔ (۲) حدیث الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن شعبہ
 الصوفی قال حدثنا محمد بن یحییٰ بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام
 عن قول النبی اصحابی کالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم وعز قوله دعوا الی اصحابی فقال
 هذا صحيح - عزایات بیتا - ارجاع الاخبار (۳) انا کا شمس علی کا القسم صحابہ
 کالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم - عزایات بیتا (۴) اللهم واصحابي
 خاصة الذين احسنوا الصحابة والذين ابلوا الامم الحسن في نصره - صحیفہ کمالہ
 (۵) امام حسن عسکری کی تفسیر میں ہے - ان رجلا من بیض آل محمد واصحابہ او
 واحد منهم یبذلہ اللہ عذابا لوقسم علی مثل ما خلق اللہ لاهلکم جمعین عزایات
 (۶) امام کی تفسیر میں ہے - فقال یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابة محمد علی صحابة
 جمیع المرسلین کفضل آل محمد علی ان جمیع النبیین - عزایات بیتا (۷) عالم غار بن

(۱۳) مالک الشجرۃ من المهاجرین ادرت کما اوردوا و اصدت کما اصدوا
 وما کان الله لیجمعهم علی الضلالة ویضربهم بحصی شرج البلاء (۱۴) از هذا
 الامر لیکن نصرہ ولا یخذلہ لانه بکثرة ولا یقللہ وهو دین الله الذی اظهرہ و بخلہ الذی
 اعزہ و امدہ حتی بلغ ما بلغ و طلع من حیث طلع و نزل علی صواعق من اللہ فی سبیلہ (۱۵) و سن کلام له
 علیہ السلام فی معنی الانصار قالوا لما انتهت الی امیر المؤمنین ^ع انباء اسقیفة بعد و قالت
 رسول الله قال ما قالت الانصار قالوا قالت من امیر و منکم امیر قال علیہ السلام فهذا احتجتم
 بان رسول الله و من ان یحسن الی حسنهم و یجاور عن سببهم - نهج البلاء (۱۶)
 و منکر الیہ علیہ السلام قد شاورہ عن الخطاب فی المخرج الخ و قال الروم و قد توکل الله لایحل هذا الذی
 باعنا المخرقة و ستر العورة و لا ذی نصرهم و هم لیل لا یتصرفون و منعهم و هم قلیل لا یمتصون
 حی لایموت انک حتی تسر الی هذا العدد و بنفسک فتلقهم فتکذب لایکن للمسلمین
 ددن انقصہ بلادهم و لیس بعدک مرجع یجئون الیه فالبت الیهم رجلاً یجرباً و احضر معه
 اهل البلاء و النضحة فان اظهرهم الله فذلک ما تحب و ان لکن الاخری کنت رداء للناس و ضایع
 للمسلمین - علی القیاس اگر تنقیر نام دیکھا جاوے تو بہت روایات مضامین صحابہ و از انکہ ایمان کہ تثبت برآمد ہوگا
 لیکن اگر کوئی نظر انصاف سے دیکھی تو ایک ہی کافی ہے اس لیے اس کا پتہ ہی کہ سید خضر بطور تکملہ چند روایات

۱۔ میں صرف ایک شخص ہمارے میں سے ہوں جو طرح دو بار دہوئی میں ہی راویوں اور خضر کو لوئی میں ہی لوہا اور کھنڈ اؤلوکر اس کا
 اکھٹا کر کے گا اور ان کو حق سے اس میں ہی ہوتی میں مبتلا نہ رہے گا اس کے اس دین کی شرف اور اس کی ذات کی عظمت و کثرت تعداد
 پر نہیں ہے (کیونکہ وہ خدا کا نبی ہے جو خدا کا نائب کیا اور اللہ کا شکر جو عزت دی اور جس کی تائید کی ہے اللہ کے جس پر ہم
 پہنچا ہوا پہنچ گیا اور جس کا یہ کام تھا نہ توکل یا اور ہم اللہ کے وعدہ پر ہیں اس کے انصار کے بار میں اس کے یہ کلام فرمایا - بعد
 وفات حضرت عیسیٰ مسیح صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اپنے بھائی کو کہا کہ اللہ نے تم کو کھنڈ کے پتھر کی طرح کر دیا ہے جو لوہا اور کھنڈ
 تم کو جو لوہا ہے اس کے قیام نے نہیں دیکھیں کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ تم حضرت رسول کے وصیت فرمائی کہ اللہ کے پتھر کا دل کا ساتھ لوگ
 کیا جاویں اور تم کا دشمن وہ نہ ہو جسے اللہ کے آگے تم پر جیت کر عزت فرمائی غزوہ بدر میں خود جاسے کہ کھنڈ کا پتھر - مذکور ہے
 راوی کی عزت اور یہ کہ لوہا کا پتھر میں ہے جس نے اپنی قاتل کے رقت لئے کی ہے جس کا یہ یہ مدد کی ہے جس نے اپنی اور ان کے
 (دشمنوں کو) روکا تھا یہی بہت سبیل ہے اور ہمارے ہی کے قابل نہ تھے وہ بھی ان ہی وقت سے جب وجود اس میں
 کھینٹ کوہ کر گیا اور کھنڈ صبر سے پہنچا یا جائے گا اس کا تو بھی ہے اور بھی آگے ہی ہوا کہ کوئی ٹپا نہ کی جھڑکی - اور یہی ہے
 کوئی کوئی کہ کھنڈ کے طرف لوہا کی - تو ان دشمن کی طرف کسی کو بہت کڑا دی کہ وہ سب اور ان سے مودہ کا رشتہ خواہر نہ ہو اس کے ساتھ
 اگر خدا نے غیب دیا کو یہی کہ تو جانتا ہے ہر ادھر اگر اس کا یہ پیش آیا - تو تو تو کون کے پتھر کا پتھر تھا تو کون کے
 دے سہ پہنچا و دادا ہے - ۱۳ -

ابا جعفر کا زنی مجلس عند ابو جعفر و یحییٰ بن زکریا و جماعۃ کثیرۃ فقال یحییٰ بن زکریا ما تقول یا ابا جعفر
 فی الخبر الذی روی انہ نزل جبریل علی رسول اللہ و قال یا محمد ان اللہ عزوجل یقرک السلام و یقول لا
 سل اباکم کل ہو ارض عنی فانی عنہ ارض فقال ابو جعفر استبکرتک فضل ابیک و لکن یحییٰ علی صاحب الخبر
 ان یاخذ مثال الخبر الذی قال رسول اللہ فی حجة الوداع قد کثرت علی الکذابة و سکتہ فمن کن علی متعبدا
 فلیتبوء مقعد من النار فاذا اناکم الحدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ و سنتی فما وافق کتاب اللہ و سنتی
 فخذوا به و ما خالف کتاب اللہ و سنتی فلا تأخذوا به و لیس یوافق هذا الخبر کتاب اللہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ عَلَّمْهُ مَا شَاءَ سَوْسَ وَ نَفْسُ شَئْنٌ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ خَبْلِ الْوَرِيدِ فَاَللّٰهُ سَمِیعٌ خَفِیٌّ عَنِہِمْ
 ابی بکر من خطبۃ سال عن مکتوباتہم هذا مستحیل فی العقول - انتہی - اس روایت سے صاف ثابت ہو
 کہ امام معصوم نے فرمایا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا شکر نہیں کیں صرف روایت کی صحت میں اس
 اور اسی ہی کلام کی حالت میں محض نبیات و خرافات حضرات شیعہ امام معصوم کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ غیہ
 سوال کرنا ہرگز عدم علم کو مقتضی نہیں قرآن میں مذکور ہے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا
 و اتاک یمینک یا موسیٰ اگر سوال عدم علم کو مقتضی ہے تو کیا خدا تعالیٰ نہیں جاننا تھا کہ موسیٰ کے
 ہاتھ میں کیا ہے - اور اگر سوال سے سوای تحصیل علم کے جو پیشتر سے حاصل نہیں تھا کوئی دوسری
 غرض بھی ممکن ہے تو یہ اس روایت میں کونسا احتمال قائم ہے کہ اس میں سوال بخر عدم علم کے کسی
 محمل پر محمول کیا گیا - بلکہ اگر حضرات قرآن میں تتبع فرمائیں تو معلوم کریں کہ بعض افعال خدا تعالیٰ

۱۳۹ امام ابو جعفر کے ساتھ کہ ایک مجلس میں تھا اور امام ابو جعفر اور یحییٰ بن زکریا اور ابی جعفر رضی اللہ عنہم تھے
 کہنے لگے امام سے پوچھا کہ سوال اللہ تعالیٰ فرمادے کہ میں کیا فرماتا ہوں جو رسول اللہ کی خدمت میں آئی اور فرما
 کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے ابوبکر سے پوچھا کہ وہ مجھ سے راضی ہیں تو اس سے راضی ہوں - امام ابو جعفر نے فرمایا
 کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا شکر نہیں ہوں - بلکہ ہر حدیث دالی پر لازم ہے کہ اس حدیث کی مثال کو تسلیم کریں حضرت امام نے
 حجة الوداع میں فرمائی ہے کہ مجھ پر جو شے کی حدیث ہے وہی اللہ پر ہے اور یہی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ مجھ سے راضی ہیں تو اس سے راضی ہوں - امام ابو جعفر نے فرمایا
 جب تمہاری پاس کوئی حدیث آئی کہ اس کو کتاب اللہ یا روایت میری حدیث سے پیش کر دو جو کتاب و سنت کی تائید ہے جو اس کو تسلیم کر دو جو کتاب
 و سنت کی خلاف ہو اس کو قبول نہ کرو اور یہ خبر کتاب اللہ کے موافق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے انسان کو پیدا کیا اور اس سے
 جانتے ہیں اس کے دل کے دوسرے کو اور ہم اس کو مشرک سے ہے اس کی نزدیکی میں تو کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو
 اور رضامندی خدا پر پوشیدہ ہے جو پوشیدہ ہے یہی کہ اس سے پوچھا - یہ امر عقل کے نزدیک محال ہے - ۱۲ -

۱۲ - اور کیا ہے یہی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے ہوئے -

تو کچھ حرج نہیں اور فی حقیقت یہ شخص اپنی خیال اور زعم ہی ہی ذریعہ حال ہے کہ اہلسنت کی تحقیق خلاف کتاب ثابت ہو جائے **قول** چنانچہ اس باب میں مختصر انداز میں یہ کتابت میں اگرچہ بہت سی آیات اس پر دل میں مگر صرف ایک ہی آیت لکھتا ہوں سورہ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمائیے وَاِذَا رَاوُا۟ تِجَارَةً اَوْ مَعَالًا اَوْ نَفْسًا وَّالِدًا مَّا تُرَكُّو۟ا۟ قَالَمَّا۔ صحیح بخاری میں کتاب اسمعہ باب ذوالنفر الناس علیہم میں چار بن عبد اللہ کہتی ہیں میں نے انھن فصل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبلت علیہم تحمل لہما ما قال فتقوا الیہما حتی ما بقی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اثنا عشر رجلا فترکنا ہذا الایۃ واذ راولوا التجارۃ للرب انصاف فرمائی کہ نماز واجب ہے جسکو احادیث میں ہر جاح مومن ارشاد فرمایا ہے اور رب الارباب کا مناجات کا مقام ہے اور وہ ہی رسول اللہ کی پشت پر کھڑے ہیں یہ انفساض کرنا اور آنحضرت کو کھڑے چھوڑنا اور تجارت میں مشغول ہونا یہی کراست کی نشانی ہے کوئی شخص اگر نماز جماعت کو ایک آٹھ نام کے پیچھے سے قطع کر کے چلا جائے تو آپ اس کی حق میں کیا حکم فرمادیں ایک آٹھ مومن نماز مستحب کو قطع کر کے خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا کرے تو قوم و ملت سے نہ بچے۔ **اقول** اگرچہ اس شبہ کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہے لیکن ہم سبھی کے لیے اس کی ایک اضافہ بعض فوائد کے در کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہی اس اعتراض کا وہ ہے ایک اپنا خیالی قاعدہ ہے جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت محمد بنے تسلیم کر رہا ہے وہ یہ کہ معصیت اکبریت کو زعم کر دیتے ہیں اور ہم کہتی ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے ان کی کفارہ سیئات اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سیدہ معصیت دون الکفر نہیں ہے اور کبریت صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریق ہجوم معاصی ہے پس یہ اعتراض اپنی کمال مناظرہ دان سے خلاف اصول اہلسنت اپنی قاعدہ مسلمہ کی بنیاد ہی پس اس مناظرہ دانی کو آفرین ہے کہ آپ ہی ایک قاعدہ تراش لیا اور خیالی طور پر اس کو تسلیم سمجھ کر اسی بنا پر اعتراض کر دیا چاہیے

۱۔ اور جب تجارت ہو کہیل کہتی ہیں تو بنگلہ کھڑا چھوڑ کر اس کی طرف چلی جاتے ہیں ۲۔ ہم حضرت کی ساتھ نماز میں نہیں آکر ایک نالہ لیکر آج اسباب و اسطوحت متوجہ ہو گئی۔ اور بارہ آدمیوں سے سوا حضرت کے ساتھ کوئی باقی قرآن تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِذَا رَاوُا۟ تِجَارَةً اَوْ مَعَالًا۔ ۱۲۔

اس آیت کا جواب صحابہ کرام نے جو یہی صورت کو یہی ہے

وہ کہ عدو سے بد اعتبار پانی نہ بہے جسے پہلے ہونچا نہ پہلے بیان ہو چکا۔ پس انصاف کا حکم تھا
 ہو چکا۔ اب میں اباب الشان کی خدمت میں حضرت مجیب کے دعویٰ اجتہاد کو تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش
 کرتا ہوں بغور و احتیاط و اذین۔ ہمارے مجیب نے حدیث بخاری کو اور قصہ انفاس میں نماز جس میں رسول
 فرمایا ہی اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ جگہ گئی جو باتفاق اہلسنت و جمیع علماء و خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے
 ہر کو صحابہ نہیں گئی تمام مفسرین محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ خطبہ کبھی ات میں پیش آیا چنانچہ مسلم کی
 روایت میں صریح مذکور ہے تو سنی تفسیر کے کہ سنی تفسیر اس لئے کہ روایت جابر بن
 عبد اللہ کی جو بخاری کے کتاب تفسیر میں دیکھی اور میں یہ لفظ نہیں کہ اس کی الفاظ اس طرح ہیں۔
 عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت غیر یوم للجمعة ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثار
 الناس الا اثنا عشر رجلاً فانزل الله واذ اذوا التجارة الخ۔ تو اس سے بایا گیا کہ یہ قصہ حالت صلوة
 نہیں لیکن بمقتضا کمال انشراح میں کہ حضرت نے بطور اجتہاد کو حالت صلوة پر رسول فرمایا یا
 اہلسنت کی کتابوں کو نہیں دیکھا تو اپنی کتابوں کو تو ضرور دیکھ کر حق اہلسنت کا نتیجہ حاصل کر لیا ہے تو اب یہ
 سنی کے مالک امت صدق سے جو میری سانی جو کہ نہ تو اس کا ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کا خطبہ
 علی البدر فی یوم الجمعة اذ جاءت غیر لقریش فدا قبلت من الشام ومعهما من یضرب بالذ
 ویضرب ویستعمل ما قد حطرہ الاسلام فانزل الله صلی اللہ علیہ وآلہ علی المذنب وانقضوا منه
 الى اللہ واللعب یغنیہ وھذا فی سماع موعظۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وما یتلوا علیہم من القرآن
 فانزل الله عز وجل فیہم واذ اذوا التجارة الخ۔ ایک حضرت صدوق صاحب کی شہادت سے یہ ثابت
 کہ یہ قصہ نماز میں واقع نہیں ہوا پس اب یہی تحقیق ہوا کہ آپ اجتہاد غلط ہے اور یہی تفسیر مجمع البیان
 جو اس وقت میری سانی رہی کہ میں اس میں یہ روایت موجود ہے۔ وروی عن ابی عبد اللہ انہ قال
 لے جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ اسے جو کہ اس نے ایک خطا اور ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس اس نے بار بار اس کی
 سب کہ اس کی طرف اور اس کے قریب داراؤد بکھانے میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد اس کی یہ کہ جو کہ اس کے دن حضرت میر غلبہ سے
 قریش کا ایک قاتل شام سے آیا اس کی ہاتھ میں کہہ کہ اس کے دن اس نے یہ کہہ کہ قریشی شہی اور شاہی شہر سے یہ کہہ کہ اس نے یہ کہہ کہ
 کہ اس نے جو کہ اس نے یہ کہہ کہ اس نے یہ کہہ کہ اس نے یہ کہہ کہ اس نے یہ کہہ کہ اس نے یہ کہہ کہ اس نے یہ کہہ کہ اس نے یہ کہہ کہ
 امام ابن تیمیہ سے مروی ہے اور انہوں نے فرمایا۔ ۱۱۔

انفرقوا ایہا وتروکوک فاما تخطب علی المنبر۔ علاوہ ازیں دوسری قاعدہ کو دسی ہی یہ خلاف
 قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہی اور محض قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہی شرح اس اجمال کے یہ ہے
 کہ جن وجہ شیا عند شیعہ عقلی ہی اور عند الا شاعرہ شرعی۔ تو نماز میں سر یا خطبہ میں سے
 چلا جانا عقلاً عند شیعہ قبیح ہی خواہ نہ ہی شرعی دارد ہو یا نہ اور شاعرہ کو نزدیک جب تک نہ ہی ارادہ
 اور سبب اطلاق قبیح کا نہیں ہو سکتا اور اسوقت تک نفس کے نہ ہی دارد ہو یا ثابت نہیں تو اس
 صحابہ نے کوئی امر قبیح اور نہ ہی غنہ نہیں کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں جو
 حالت تسلیم ہی مخالفت نہیں فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر منہی غنہ ہوئی زیادہ تقویت ہو گئی کہ
 ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اوہی کا قصد کیا تھا یا اوہی تھی آپ مخالفت فرمادیتی تو اسکو
 اس زمانہ کو اس نے مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع انفاق کیونکہ اسوقت بسبب رد وہی کے
 قبیح ہو چکا ہی اور اس وقت میں بوجہ عدم رد وہی کے قبیح نہ تھا دس یا دہی فعلیہ الیہا
 اگر بالفرض تسلیم نہ ہی ہو چکی تھی اور شرعاً یہ فعل قبیح ہی تھا اسکو عموم میں وہ صحابہ ہی تو
 داخل ہیں جنکو محبب البیت نے برخلاف شہادت قوم کرام سمجھ رکھا ہی علی الخصوص سوم روایت صد
 ویکو ہی باقی نہیں چھوڑا پس اس اعتراض کا جو جواب اپنی صحابہ کرام کی طرف سے عطا فرما دیں گے
 وہ ہی تمام صحابہ کی طرف سے قبول فرما دیں اور حسب روایت اہلسنت بارہ شخص تثنیٰ ہیں جو
 عشرہ مبشرہ اور ملائکہ اور ابن مسعودؓ ہیں لیکن شیعہ کی روایت سے کوئی یہی تثنیٰ نہیں ائمہ
 سے لیکر صحابہ تک سب ہی داخل ہیں پس فرمائی وہ کرام کون ہیں جو باقی رہی اور جنکو آپ
 کرام سمجھتے ہیں اور لوم و دلامت سے بچی ہوئی ہیں اسی میر صاحب بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت
 کی لوم و دلامت سے تو تمام بزرگان دین بچ رہی ہیں لیکن حضرات شیعہ کے لوم و دلامت سے
 بچنا محال ہے کہ اس سے ابتدا اور ائمہ اور صحابہ میں سے کوئی نہ بچا۔ ان یہ بات باقی رہی
 کہ آئیے غار کو ملاح ائمہ میں اور محل مناجات پر درود کا رفرمایا اور اس سے چل جائے کو
 لے اسی طرف چل گئے اور تنجیم پر رکڑے ہوئی اور خطبہ پڑھتی ہوئی چھوڑ گئے۔ ۱۲۔

مستحق علوم و ملاست قرار دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک پختہ حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔
 الحسین بن سعید عن فضالہ عن معاویہ بن عمار قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن
 الرجل یبیت بذکرہ فی الصلوۃ المکتوبۃ فقال لا یاس عنہ۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز
 سراج المومن ہے جس میں ذکر ہے کہ یسلیں اور یہی کا نام محل سنا جاتا ہے اور اس کی قطع کرنے سے لوگ مکت
 سے نہیں بچتا۔ سبحان اللہ اگر وہ نماز یہی ہے تو ایسی نماز کو سلام ہے ہمارے غیب با میں تو
 وہ محل سنا جاتا ہے سراج ہو اور قطع نظر اس کی وہ ایسا فعل ہو جاوے کہ اس میں ذکر سے کہیلنا بھی رہا
قولہ ۱۱ احادیث پس بخاری کی کتاب عوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ
 فرمائی بہت سے احادیث میری قول کے مصدق پائیگا خوف طالت عرض نہیں کرتا **قولہ** ۱۲
 تو حضرت مجیب نے کمال ہی تجرڈ فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتی چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ
 اجمالی طور پر بیان کیا ہے اس لیے جواب بہ سیر یا جمال گذارش ہوتا ہے کہ عنوان اغراض سے
 معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کو صحابیت کے معنی سے اغراض کے شاید لغوی معنی پر اعتراض کا دار و مدار
 رکھا ہے وہ نسخہ ہر جگہ المسند کے نزدیک صحابیت کے لیے خاتم تک بقایا مان شروط ہے
 تو ممکن نہیں کہ بخاری میں کتب مذکورہ کے احادیث معنیہ کی قول کے مصداق ہوں اور بعض محال اگر
 تسلیم کر لیا جاوے تو جو جواب آپ اپنی قبلین کی طرف سے تجویز کر رہا ہے وہی سب کی طرف قبول
 قرار دیں۔ **قولہ** ۱۱ اقوال صحابہ بخاری کے کتاب الاحکام دیکھیں اور میں اجماع کی کیفیت
 معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ تعلقہ کتاب اللہ بھی دیکھیں گا۔ **قولہ** ۱۲ میں بخاری اور دیگر
 کتاب الاحکام دیکھ چکا۔ اجماع کی کیفیت معلوم ہی مسائل تعلقہ کتاب اللہ بخیر و توفیق معلوم
 کر چکا ہوں لیکن ان باتوں سے مدعا سامی حاصل شدنی نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں ہم
 گول محل تقریریں قانع بحث و التفات نہیں ہوں اس لئے کہنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب
 صحابہ سے بڑا اقوال ائمہ اور دیگر مناقب ہیں شمار میں جتنا ایک شعبہ اور کمال اقوال سابقہ میں
 ہے۔ میں نے دایم الوعد اللہ سے پوچھا تو کسی شخص ہمارے میں اپنے ذکر سے کہیلنا ہے کہ کچھ خوف
 مصائب ہوں ۱۴۔

حاضر کر چکا ہوں جو ادنیٰ سے متبع سے حاصل ہوا تھا **قولہ** اور حضرت خلیفہ ثانی نے جو سعد بن
 عبادہ رئیس انصار کو حق میں فرمایا ہے۔ فقلت قتل اللہ سعد بن عبادہ بھی ملاحظہ اقدس میں گذر گیا
 اور قتل اللہ کے معنی آپ جانتی ہی ہوں **قولہ** یہ کلمہ بندہ نے دیکھا اور قتل اللہ کو معنی پروردگار میں
 لیکن جناب اس سے کیونکہ عاقبت ہوا حضرت کی نزدیک تو جیسا سعد بن عبادہ اپنی امامت کا دعویٰ
 ہوا اور امام حق کے امامت کا منکر ہوا تو کافر ہو چکا معاذ اللہ پر حقد و تحقیر کجا ہے اور حقد و انت کیجا اور
 بجائی خود ہر کیونکہ بوجہ کفر کے کوئی قہر امام باقی نہیں رہا اور اللہ سنت دونوں الگ کفر کی معصیت کو بھیظ
 کرتے صحابیت باعث اخطا نہیں سمجھتی تو ایسی اقوال کو انکو مقابلہ میں پیش کرنا محض ایک خیال
 خام ہے معہذا اس سبب سے یا راخبار یا ہی یا انشاء اگر اخبار مراد ہی تو کچھ قابل کفر نہیں کہنا یا اخبار
 صحیح مطابقت نفس الہیہ میں معنی کہ خداوند تعالیٰ نے اسکا و ملاک کر دیا کہ اسکا مدعا جو خلافت تھی محل
 نہوا۔ اور اگر انشاء ہی تو چونکہ سعد بن عبادہ سے اس وقت نصرت حق ترک ہوئی اور یہی اخطا سرزد ہوئی
 تھی جس سے اسلام میں وقوع فتنہ کا اندیشہ تھا اسی خلیفہ ثانی انکا و بدو عادی پسین کچھ لازم خلیفہ دوم
 کو طرف ہی نہ سعد بن عبادہ کی طرف صرف باعث اسکا عناد و بغض صحابہ کی کہ جس سے محاسن بھی قباہت
 نظر آتی ہیں۔ **مشرع** و عین الرضا من کل عیب کلیدۃ۔ ولکن عین السخط تبدی للمساویا
 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات حضرت امیر کی حق میں فرمائی اور مطاوعی اسجاث سابقہ میں مذکور
 ہوئی انکا اور ان کلمات کا اپنی عقل و انصاف کے میزان میں موازنہ کر لیں اور یہ اعتراض کجی **قولہ**
 آپ تحفہ کے باب مطاعن کہ ملاحظہ فرمائیے اور مطاعن حسین ہر طعن جو ہم کا یہی مقصد یہ مطلب فقرت
 کہتا ہوں آپ اصل کتاب کو دیکھ کر مطابقت کر لیں۔ اہل خانہ محمدین فرماتے ہیں اگر مراد ایشان از قصد
 تخویف و تہدید زبانی است گفتن اینکه من خواہم سوخت پس در جہنم است کہ این تخویف تہدید
 کسانی را بود کہ خانہ حضرت امیر را بجا و پناہ ہر صاحب خلیفہ و نسبتہ حکم حرم کیہ مضمحلہ دارہ در آنجا شیعہ
 و فتنہ و فساد و طور رسیدند و بر سر ذن خلافت خلیفہ اولین گذشتہا و مشورہ فدا و انجیز قصد میکردند و فقرت
 و ہر ہر ہم ازین شد و ریخت انہما کہ و ناخوش بود لیکن سبب کمال حسن خلق باہنا ہے پردہ نمی فرمود

کہ وہ خانہ میں بنیادہ باشندے عمر بن الخطاب چو دید کہ حال میں ہواست انجماعت را تہدید نمود کہ من خانہ را بر
 شہ لوام سوخت و تخریب منقض دین تہدید یعنی بر تہناید و دقیق است از حدیث پیغمبر کہ آنحضرت نیز در حق کسیانیکہ در
 جماعت حاضر نمیشدند و یا نام اقتدار و نیکو کردہ ہمن قہم را شایا فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت
 باز نخواہند آمد من خانہ را بر ایشان خواہم سوخت چون ابو بکر نیز امام منصوب کردہ پیغمبر بود و نمازہ انہما
 ترک اقتدار آن امام کن بخاطر خودی اندیشیدند و رفقت جماعت مسلمین دین باب نسیدند و سختی
 ہمان تہدید پیغمبر است ند پس این قول عمر مشاہد است بفعول پیغمبر کہ چون روز فتح مکہ بحضور ادر عرض نمودند
 کہ ابن جہشل کہ از شتر کفار بود و بار بار پیچیدہ پیغمبر در شہار خود ردی خود را بیاہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ منظر
 بردہ در برد با منی آنخانہ تجلی آشیانہ خود را پنهان ساختہ در باب ادھر حکم است فرمود کہ او را ہما بجای
 بکشید و پانچ سید دہر گاہ این قسم زد و ا جناب الہی را در خانہ خدا پناہ بنا شد در خانہ حضرت ہما
 چرا پناہ باید داد حضرت زہرا چہ از شتر ادا دین کشتار فساد ہمیشہ مکر گردو کہ تعلقہ با خلاق اللہ
 ستیوہ آن پاک حسنت بود و انتہی بقدر سجا جتہ۔ اگر چہ اس عبارت کے ہر سلف پر بحث ہو سکتی ا و
 تشبیہ اللطاف من ہر قول مجبج ساطعہ رو کیا گیا ہے مگر اس قسم میں حضرت مجیب کی خدمت میں حضرت
 اسعد عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام تہی اور کتاب اللہ از کی فضائل سے پر ہوا ا و ا قول حضرت زکریا مریح میں
 بشمار وارد میں جیسا کہ قول آتہر میں آپ فرمایا کی تو میر لوگ صاحب حیانت اور ہشتار فساد پیسہ دین
 قسم زد و ان جناب الہی جو خانہ حضرت زہرا میں جمع ہوتے تہی کون تہی صحابہ ہی میں ہر تہی
 یا ہر د و نصرا د مشرک وغیرہ تہے۔ **اقول**۔ اس جگہ ہی تجسب لیسے حسب عادت قدیمہ
 وہی عمر انس بابت مشابہ صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جسکا جواب ابی جاحث ساجد نے
 مکر دیا جا چکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال تعینت کے تفصیل و تعینت کا جہ از کم ہر لڑکا
 از زیادتی فرمایا نہین ایسی جگہ ہی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن رہنمائی یہ چند لڑکے
 بخوٹ خاطر سامی رکھی (۱) سوائی انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہین۔
 (۲) کوئی معصیت دون الکفر بفضل صحبت کو رقع نہین کرتے۔ (۳) ہنگام

صحت کلی مثلاً جبکہ اور ہمہ میں احتمال کا اندیشہ ہو تو نفس کا لحاظ نہیں کیا جاتا (۴)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امام حق تھے (۵) مشابہت ایک شی کے دوسری شی کے ساتھ کسی خاص فعل میں اسکو مقتضی نہیں کہ مشابہت پر جمیع امور میں مشارک اور مساوی ہو جادین اگرچہ یہ مقدمات سابقہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت و تحقیق ہیں لیکن جبکہ حسبہ اسبست نہ کریں گے تو اس میں واضح ہو کہ اولاً جبکہ آپ مدعی ثبوت طعن کے ہیں تو حسب قاعدہ مناظرہ آپ کو لازم ہے کہ آپ یہ ثابت فرمائیں کہ یہ لوگ صرف صحابہ ہی تھے سوائے صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ میں نہ تھا جبکہ آپ یہ ثابت نہ کر سکیں گے کہ دعوی ثابت ہوگا کیونکہ مانع کو یہ نہیں چاہتا ہر گز وہ اس شخص کو تسلیم نہ کریں گے کہ انہیں صحابہ ہی تھے بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین کا عہد فتنہ بن سبب فتنہ انگیز بھی ہیں شامل ہوں کہ جنگ و فتنہ اسلام کی دہری دہری کا خیال ہرگز خاطر رہتا تھا۔ اور جب انکا مشمول متحمل ہوا تو ہم کہیں گے کہ یہ طعن صرف انہیں منافقین کی طرف متوجہ ہے جو باعث اشتغال قضا دہے اگرچہ روایت از آلہ انحضرت وجود حضرت امیر جمعی انہی ہاشمہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبارت نفی غیر قطعاً دلالت نہیں کرتی۔ اور چونکہ یہ بزرگ سبب اگر کہ ان ہی مشورت خلافت صدیقی نہیں کیا گیا تھا اور ناخوشی اسکی مستولی تھی نہ یہ اتفق ہیں متاثر تھے منافقین کے موقع وقت پاکر اسکو زیادہ کشتل کیا تو چونکہ اصل بنا اس اجتماع کی وہ ہر ناخوشی اصحاب تھے اور منافقین باہم ہوشاک روانہ کر کے صرف باعث زیادتی اشتغال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع ایسی ہنر گوئی سے زیادہ تعجب انگیز تھا۔ تو ایسی روایت میں صرف ان ہی حضرات کے نام پر اکتفا کی گئی اور منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا کہ انکا شریک ہونا ایسی امور میں بدیہی ہی کہ تسلیم ہر امام و اہل اسلام کے ساتھ انکا یہ بھی دیر ہر دیا گیا ہے۔ ثانیاً اگر سیاق عبارت میں توجہ سے نظر داخل ہوگا جادوی تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردود ان جناب الہی ہرگز بحق صحابہ و راجع نہیں ہے کہ چونکہ اس عبارت میں (پس وہیں آنت کہ ابن تحریف و تہدید کسا را بود کہ خانہ زہر از ہوا دینا ہر صاحب خیانت دانستہ) لفظ دانستہ صیغہ ماضی ہے۔

اور یہی ضمیر راجع ہوسکی گسان ہر تو اگر صاحب خیانت سے مراد صحابہؓ ہوں تو لازم آتا ہر کردہ
خود ہی اپنے آپکو صاحب خیانت جانتی والے ہوں اور یہ بھی البطمان ہر بلکہ حاصل معنی ہے
کہ ان صحابہ نے جو مجتمع ہوئے تھے حضرت زہراؓ کے خانہ بیکات استیاء کی نسبت یہ خیال کیا
کہ جو شخص خیانت کر کے اس میں خیر ہو تو یہ بوجہ عظمت و اقدار حضرت سیدہ سارا اہل العجبہ
کو لجا داسن ہر لگاؤ میں تو بظہر خود کوئی خیانت نہیں کی ہر۔ اور اس طرح کلمہ مردودان جناب
الہی صحابہ پر گرتنیں اطلاق کیا گیا ابکہ بن خطل اور اسکی ادن ہم جنس نہر اطلاق کیا گیا چکو خانہ خدا
حرم محرم کعبہ میں پناہ نہیں لڑ خانہ خدا پناہ بنا شد جو متصل نہ کورسی وہ اسکی دلیل کہ ہر توبہ ہی
تو نقد یہ عبارت اسطرح ہے دہر گاہ این قسم مردودان جناب الہی اگر از ہجو غیبی ہوسکی خود سیا
کردہ دجان چنین کردہ در خانہ خدا پناہ بنا شد آئندہ اگر از اطاعت امام حق اخلاف در زید نہ
دشود تہا هیچ فتنہ و فساد میکرد نہ بنہ زہرا چر پناہ باید داد۔ تو اس سے واضح ہر کہ اطلاق لغت مردودان
جناب الہی کا عرت ابن خطل اور اس قسم کے لگوں ہر کیونکہ جب و منفی جہا جہا میں اور حکم ہی
ہر ایک کا علیحدہ ہر کہ ایک صنف کی ایسی عدم بجائیت کعبہ کے ہے اور دوسری کے ایسی عدم
بجائیت خانہ زہرا کی ہے تو کیا ضرورت ہی کہ ایک کو دوسری محسوس کے وہ کلمات جواب
کہ حق میں اطلاق کے گئے او میں دوسری کو ہی شامل کیا جاوے کیونکہ تشابہ نے اس میں جمیع
میں مشابہت کو مقتضی نہیں۔ غرض کہ جب بہت کی نزدیک صحابہ معدوم نہیں اور معدومیت
جائز ہے تو اس معصیت کے نسبت لعل بظہر بتباد کرنا یا کسی امر اہم کے تضام و صہلح کے لعل
کوئی امر کیا گیا ہو اسکی نسبت تشبیح کرنا محض عدم تہر اصول کی وجہ سے ہر کیا معلوم نہیں
کہ حضرت امیرؓ کے زمانہ کے واقعات تو یہ رہا اس سے بڑھ کر میں باوجود اسکی بہت نہ لگو
معلوم کرتے ہیں او کو ملامت کرتے ہیں بلکہ کہتی ہیں کہ حضرت امیرؓ نے جو کچھ اپنے زمانہ
خلاف میں اتفاقاً کیا حق کیا مخالفین خطا پر تہی لیکن معذور حق تھا لے او کی خطا میں
حسب عہد و بخشیدگا۔ علی الخصوص ایسی امور میں کہ جسکی نظیر او میں علیہ موجود ہو اور شارع

کطرف سے اوسمین اوسے قسم کی تہذیب کی گئی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل و نقل ہے معہذا
 با اینہم حضرات شیعہ بھی تو جن صحابہ کو کرام اعتقاد کرتے ہیں انکو مرتدین اور جاسوسین اور مثال
 ذلک عبارات سے تعبیر فرماتے ہیں بلکہ بغض ائمہ معصوم تک یہی خیانت کا الزام لگاتی ہیں
 یہ جو کچھ اسکا جواب تجویز کر رہا ہے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ **قول** تعجب
 و حیرت کا مقام ہے کہ اگر بھاری شیعہ بعض اشخاص کے ثنائین جنہوں کو موقع و فرصت پا کر
 رد ابیر ملکی کر کے حکومت قریب حاصل کر لے اور چھینر کھینچیں تدفین رسول کی طرف بھی متوجہ
 ہوں تو اویس بن ابیہب کو بجائی تالی اور شعی اور غریت گھر جلانی کے دھکی دمی اور طرح طرح کے
 ظلم و ستم کی اور کل جو رد جفا کے جو بعد میں عورت اٹھا کر واقع ہوئی بانی ہونی کہہ بے ادبی
 کریں تو رافضی دکا فردیدین ہوں اور اگر خود اہل بیت ہی ان خلاق متغلبہ کی مخالفت کریں
 تو معاذا اللہ نقل کفر نباشد ان کلمات کے جو انکی خاستم المحدثین تحریر فرماتے ہیں سخت ہوں
 کیا انصاف دینداری ہے ہماری مقابلہ میں صحابہ کرام امت ہوں اور اگر اس خلاف
 کو برہم کرنے کی تدبیریں کریں جب پھر بجز اجماع صحابہ برہم اہل سنت کوئی دلیل عقلی نقلی و عرفی
 نہیں اور اس اجماع کا ہی بڑا ناز ہے تو مردود ان جناب الہی سے انکار و منافقت کریں
 جماعت کے مشابہ ہوں۔ **اقول** اس عبارت میں بلکہ آخر قول تک حضرت مجیب نے
 جہاں کہ جو کچھ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی تا نگہوں کو بغض و جد کریں سے کور کر کے
 جو کچھ نہ شائبہ گھٹا و فرامی ہم اسکی ترکیب کی جواب میں جب الزام اپنے زبان آلود
 کرنا نہیں چاہتی سبھی اسکی جواب سے اعراض و اغماض کر کے اصلی جواب کی طرف غماض
 توجہ پھرتے ہیں۔ تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ عجیب البیب با اینہم ادعائی انصاف و رد
 اون بھاری شیعہ کے رافضی اور کافر فردیدین ہونے میں متردد ہوں جنہوں نے انبیاء
 علیہم السلام کو کافر کہیں سے در چند دسہ چند کہا ائمہ کو خائن اور ناک واجب بنایا جو
 مقبولین کو مرتد اور مفضوب من الدنیا اور جہنمی قرار دیا۔ ابابیت و عورت طاہرہ کی دوستی کے

پر وہ میں کو بھی امانت دے دیں گے وہ وہ مضمون تراشی کہیں وہ بالکل مجہوجات و شرمندگی میں خود
 زن کر دیا۔ اور ذات پاک خداوندی پر تودہ وہ بندشیں باندھیں کہ ایک مٹی کا پتلا بنا کر پہلا دیا۔
 جو حضرات کو عقلمندی پر ہی کام لینی تو اگر اس کی مام و لالہ بہت ہے تو یہ وہ لالہ تہیجان پاک ہی کو بہار
 رہی کیا انصاف و دینداری ہے کہ تہادی مقابلہ میں تو انبیاء و ائمہ معصومین اور صاحبزادے ہوں اور یہی
 کرام کھیلوں اور جب اپنی اقراض فاسدہ متعلق ہوں یا بددن و محاط نقابل ان کو شہیدوں بیان ہوں
 تو حوا و ائمہ نقل کفر نہ باشد کیا آپ کی صدوق وغیرہ فرماتے ہیں انبیاء کا فرد حاسد ہوں ائمہ خائن
 اور تارک احباب و معین کے اطمینان ہوں اور صاحب کرام قدیم بغض و بے رحم شہرین اور
 باوجود ان باتوں کہ اہلسنت پر زبان درازیان۔ روایات ان مضامین کے گزشتہ اجاثت کہ
 مطامیر میں سقیدہ کو ہر چکی میں اور کچھ پیندہ اجاثت میں اپنی اپنی موقع پر بیان ہو چکی۔ بعد
 اسکی اس قول میں چند وجہ سے کلام ہے۔ (۱) معلوم نہیں تنجیص بلا تخصیص اور ترجیح
 بلا مرجح کی کیا وجہ ہے بعض اشخاص کہے کیوں ذکر فرمایا جب حسب تصریح شہید ثالث سوا
 حضرت مقداد سب کے سب مرد ہو چکی تھے اور یہی ہی مقداد ہی سولین اور منفطین کے علوم
 میں شامل ہو گئی تو بتائی کون باقی رہا جو چار ہی شہید کے سپہام لعن و لعنت سے بچا ہو
 ۔ پھر یہ بعض کہانی لیتی ہیں اور اس کا غدی گشتی کو کہا تھا کیا نگار۔ (۲) موقع و فرض
 پاکر اور تہا بر علی کر کے اوہوں نے حکومت دریافت حاصل نہیں کی بلکہ یہ محض وعدہ تھا
 خداوندی ہے جو اپنی دقت پر ظاہر ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے صحابہ کے واسطے اختلاف حقہ
 اور تکلیف میں مرضیہ کا وعدہ اپنی اوس کلام مجید میں جسکے شان یر خلافت مغموم امیر لایا
 الباطل من یرید ان یرثہ و وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات ان یرثوا الارض
 فی الاخرہ ام تو یہ وہی موعود خداوندی ہے جو بلا تہذیب و شہورہ کے محض نسبت الہی
 ارادہ حقانے پردہ غیب سے منصف ظہور چربہ لہو گر ہوا جسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ قلنہ سے تفریق
 ہیں از عجیب لیب در انکرا اہل تختہ با اوقات معرض اقراض میں پس بھی پس کا کرتے ہیں

چونکہ یہ وعدہ لایا کہ واقع ہو گیا تھا اور اسکا مصداق بخرا اسکی اور کوئی نہیں تھا تو کس طرح معین
 اور کسی جو اسکو گناہ اور جسد حاسدین کا اوس سے قاصر ہی حضرت صدوق نے اس آیت شریفہ کی
 تاویل میں اپنی رسالہ امت میں جو اسوقت میری سامنی موجود ہی جسقدر پہنچ کتاب کہا کی میں
 اہل انصاف کے ملاحظہ کے قابل ہیں (۳) تجزیہ تکفین میں رسول صلعم کا الزام اور لاش شرک ہی کھنڈ
 یوم انتقال ہے حضرت تیسری روز دفن ہوئی پس اگر صحابہ تدبیر ملکی کے فائز میں مشغول تھے تو اہلیت
 کس کام میں مشغول تھے جو لعش کو تین روز تک دفن نہیں کیا اگر یہ کہیں کہ غم میں مبتلا تھے جسکی علیہ میں
 کچھ نہ کر سکتے تو یہ بالکل غلط اور بلا قریب بات ہے بقول حضرات شیوعہ اہلبیت میں کہ تو حضرت کے غم
 میں کوئی بھی یہوش نہیں تھا کیونکہ اپنی غصب خلافت کا غم تھا کوئی اپنی میراث وفدک کے اندر
 میں معاذ اللہ مجامع ہاجرین و انصار میں در بدر پھر ہی آتے اور اسکی چھٹی مصطفیٰ کے غم کا
 خیال تھا نہ ترضی کہ اسکا پاس تھا تو جب اہلیت کا بھی یہی حال تھا تو جو الزام آپ صحابہ
 دینی میں وہ ہی اہلیت کی طرف راجع ہوتا ہے۔ ثانیاً سمد خلافت برنسبت دفن رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تھا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر
 بڑے اور متعفن ہوئے کسی پاک و منزه تھا تو اہلیت دفن کی عجلت کے ضرورت نہیں ہے اور اگر
 ملافت میں اگر ختمال واقع ہوتا اور جرح انصار کا منشا تھا اور صیغہ خلافت متفرق ہوتے تو لاش
 پر ہی سلام تھا اسلیں اسکو مقدم کیا گیا (ثالثاً) ایک کام کی طرف سب کا مجتمع ہونا
 ضروری نہیں جب اہلیت اسکی مشغولی اور مشغول تھے تو اور دن کی حاضری و شرکت چند ان ضروری
 نہیں تھی اسلیں وہ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہو گئے۔ (رابعاً) حضرت امیرؓ
 کی کلام سے جسکو انکی صدوق نے خصال میں روایت کیا ہے جو اسوقت میرے دربر و حاضر
 ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے غسل و تکفین میں صحابہ کو خود حضرت امیرؓ نے ہی دستہ
 شریک نہیں کیا تھا اور یہ حضرت امیرؓ کا صحابہ کو شریک نہ کرنا بوجہ کمال محبت کے تھا نہ یہ کہ صحابہ
 ہی تدبیر ملکی میں مشغول کہ شرکت و حاضری سے باز رہتے تھے۔ حدیث ابی محمد بن

الحسن بن احمد بن ابی یوسف حدیثی الطائری رضی اللہ عنہم قالوا احداثا سعد بن
 عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبہ عن الحارث
 بن المغیرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما عن الامیر المؤمنین علیہ السلام
 حین دفن فاطمہ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرنا انی لمراتہما الرسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فانه قال لا یرى علی فی غیرک الا ذہب صرنا فلما کنہ لا و ذیکما بہ ان لا
 یہ حدیث نفس مرجح ہے اس امر میں کہ صحابہ نے شرکت تجہیز تکفین سے تقاعد نہیں کیا بلکہ حضرت
 امیر نے ہی بنظر خیر خواہی اذکوار شریک نہیں کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تھا اور حضرت امیر کی اگر
 جہاں محبت آئینہ کے کیا معنی تھے اگر انکی طرف سے کوتاہی ہوتی تو حضرت امیر یہ فرماتے کہ تو خود
 ہی اپنی تدبیر کی میں شمول رہ کر حاضری و شرکت سے بارہی مینی نہ کو شرکت سے کسب منع کیا تھا
 جو آج شکایت بیکار آئی علاوہ اسکی اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتی آول یہ کہ یہ لوگ خود حضرت
 کو تجہیز تکفین میں شریک ہونے سے باز نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حضرت امیر نے بنظر خیر خواہی نہ
 نہیں کیا۔ سوم یہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتھ ایسا تعلق محبت تھا کہ انکی تکالیف میں
 بار خاطر عاظر حضرت امیر تھی۔ چہارم یہ کہ یہ حضرات کا فرد فاسق و عاصی نہ نکٹ نہیں تھی
 ورنہ ممکن نہیں تھا کہ حضرت امیر کو باوجود ان اوصاف کے کہ جنکی نسبت و غلط علیہم ارشاد
 ہی ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔ (۴) الحبیب کو بی بی تہمت کے گھر جلانے کے وہم کی
 من لیجئے اولاً حضرات شیعہ نے کونسی فرد پر افراد اہل بیت سے حضرت کا غم باقی جوڑا اپنی انہما
 جکا ایسا بائیکاٹ کر جاوی یا جکا ایسا مرلی اذفات پا جاوی اذکو چند خرمائے رشتہ
 اور ہوسر سی دنیاوی ریاست کے چمن جانے کا وہ تعلق ہو کہ اپنی باب یا مربے کے غم مانڈ
 لے الم اوجہ شمس روی اور دیا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہ کو اس کیا جا یا امیر کے ہاں فی اسکا تہہ بویل
 اوسمیں یہ بھی مذکور ہے کہ جاب امیر نے اسے کہا کہ یہ جو سنے (شکایت) کہا کہ میری نہ کو حضرت کے تجہیز تکفین
 میں حاضر نہ رہا کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت فرمایا تھا کہ ستر کو ساری تیری جو دیکھتا اسکی حیاتی باقی رہیگی ہیں
 میں ہیں تھا کہ نکو یہ ایذا پہنچاؤن۔ ۱۲۔

کو یکسخت طاق نسیان میں رکھ کر اون درختوں کے چھپی بجائے مع کفار و منافقین میں اور بدترین
 سہارا کوئی عاتق نہ کیا گنگو پانی باپ کا یا اپنے رب کی کاغذ ہے معاذ اللہ من ذلک مولوی حمید علی رحمۃ اللہ
 علیہ نے نسخہ سیرت میں یہاں سے بروایت سلمان نقل کی۔ فلما کان الليل حل فاطمة على حمار
 واخذ بيد الحسن حين علمها السلام فابديع احمل من اهل بيته المهاجرين والانصار الا اناء في منزله
 وذكره و دعا له فاعطاهما استياض الاربعه والربعون جلابا فاعطاهم ان يصبحوا محلقين وروسم معهم
 سلامهم على ارباع العاشر الموت فاصحوا ليرثوا منهم الا الاربعه فقلت لسلطان من الاربعة قال والابو ذر والفضل بن العباس
 وکسر ابی بنی بن شیم شامی نوح البانۃ اپنی مختصر شرح میں جو اس وقت میری سامنی موجود ہے اس کتاب کا
 شرح میں جب شروع ہوتا ہے کہ ابی الی عثمان بن حنیف وهو عامله على البصره وقد بلغه انه
 دعاه لدية فقام الخ لکها ہی وقد اقره به كانت لرسول الله خاصة صالحا لها على النصف لحي
 فتح خبير و اجماع الشيعة على انها اعطانا فاطمة عليها السلام في حياته فلما ولي ابو بكر الخلافة عزم
 على اخذها منها فارسلت اليه تغلب ميراثم من رسول الله وقول اعطاني في حياته واستشهدت
 على فلان عليا وام ايده شهدا ليعاها فاجابها عن الميراث بخبر رواه نحن من انباء الانبياء ان انوار
 مات كفاه فهو سيد قريظة وعرفي فذلك انهم لم يكن للنبي صلى الله عليه وسلم واهلها كانت مالا للمسلمين
 في يد رجل به الرجال فيفق في سبيل الله وانا اليه لما كان يلبه فلما بلغها ذلك لانت بخبرها
 واقبلت في ليلة من ليلتها و اتسا وقومها تظانه في ذلها حتى دخلت عليه فمعه رجل المهاجرين والانصار الخ قال
 لك فذكر خاص حضرت صلوات الله عليه وسلم كما كانوا تها فخرجت من تحت محاسن بركا ووالسني صاحت كرتي هي۔ اور چونکہ اس مجمع پر
 وہ گاہ حضرت زہراؑ کی من حضرت فاطمہؑ کو یہ یاد پاتا۔ جب ابو بکر خلیفہ ہوئی اور قاطع سے اوکلی بیٹی کا ارادہ کیا تو قاطع نے میراث
 مطالبہ کا ابو بکر کو پیغام بھیجا اور کہا کہ مجھ کو تک اپنی حیات میں حضرت نے عطا فرمایا پتا اور حضرت علیؑ اور ہم میں سے کبھی کبھی
 پائی اور انہوں نے انکی شہادت دی۔ ابو بکر نے میراث کا تو جواب اس حدیث سے دیا کہ ہم انبیاء کے گردہ میں ہمارے وارث نہیں
 مانی جو کچھ ہم چور میں دے صدقہ ہے اور دعویٰ تک کا یہ جواب دیا کہ وہ حضرت سے نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا مال انکے تصرف
 میں تھا جس میں لوگوں کو ساریان دیتی اور خدا کے راہ میں خرچ کرتے تھے اور میں ان میں سے میراث نہ صرف کر دیا جسطرح حضرت کیا کرتے تھے۔
 جب ابو بکر نے قاطع کو کہہ دیا تو اپنے اور میراثی اور میراثی کے جو بیوں اور اپنی قوم کے عورتوں کے تھے اپنی دانو میں چلتی
 دلی امین۔ اور ابو بکر کے پاس اس مجمع میں داخل ہوئے، جس میں اکثر مہاجرین اور انصار حاضر تھے ۱۷۔

ہمارے صیغہ نصف مزاج نے روایت ازالہ الخفا کو حسین اجماع حضرت علی و زبیر وغیرہ کا بتائے
 میں ذکر تھا بیدینی فرمایا تھا تو یہ روایات کہ جن میں عیساٰ و ائندہ توبہ تو مجھ میں دنیا طلبی کی ترغیب سے
 حضرت معتمد کا بھی مع شاق و خیار و کفارہ ہزار میں پہرنا مذکور ہی کس و جس کی بیدینی بلکہ
 کو نثار و جہ جو بیدینی سے بالاتر ہی قرار دینگی۔ غرض کہ جب اہل بیت طائریں سے کسی کو حضرت
 کو انتقال کا غم تھا ہی نہیں تو رستہ تشریف کسی کرتے (ثانیاً) بیشتر گذارش ہو چکا کہ اہل بیت
 محمد جلالت کی دیکھی ہرگز نہیں دی بلکہ جو لوگ خلافت حق کی پریم کرنی کی مشورہ کرتے تھے ہی از پر گھر چلائے
 کی دیکھی ہی تھی جو عین اتباع و پیغمبر تھا پس اگر محبت اور صلہ تو ہمیں اللہ شرفا اسکی برائی ثابت
 کیجیگی اگر یہ ایک برائی ثابت ہو گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ حضرت امیر کی نسبت دس گونہ زیادہ
 ثابت ہوگی (۵) طرح طرح کے ظلم و ستم اور اقسام شہم کی جو رد و جفا اور انواع انواع کے آلام
 و مصائب جنگا اہلبیت الہمار پر واقع ہوئے صحابہ کے دست تقدیر سے بیان کیا جاتا ہے
 اور جبکی محبت تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر کے ساتھ غدیر کیا اور پرانے کینوں سے اپنی سینوں کو
 بہر اور خلافت کو غضب کیا اور فذک کو چھینا اور معافی کے سہنہ کو ہوا ڈالا اور معاذ اللہ
 حضرت امیر کے گلی میں رسی ڈال کر جبراً بیعت اور شہلی اور انجی قتل کے درپے ہوئی اور حضرت
 سیدہ اکبر کو جالایا اور معاذ اللہ حضرت سیدہ معصومہ کے پہلو مبارک پر لکھ کا صدر پر ہونچا یا اور گل
 سنسلاہ حضرت حسن کا اپنی ضرب کے صدر سے گرا کر ان حضرت سیدہ معصومہ کو دشمنوں کو غرور
 علی الاعلان تہمت ناخشہ کے ساتھ متهم کیا اہلبیت کے لڑکھو کو غضب و عدوان کی طور
 پر لیکھی قرآن تحریف کیا پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا۔ چنانچہ کینی افرسی اور یوسی نے اپنی ایقان
 میں اور مجلسی نے بحار و ریح البقین اور جلال العیون میں ان کے تفصیل لکھی ہے اور مولانا حمید علی
 بعد نقل فرماتے ہیں داین ہمہ کہ گفتم بے شائبہ انراق حرفے اذان کتابا و لفظی لہذا خطا ہوا
 و سنگی از بیستون و قطر دایہ چون و خوش از خرمن و گلی از گلشن است۔ اور یہ محض اقرار
 و بہتان اور تراش و بھڑکس حضرات اکابر امامیہ کی ہے۔ حاشا کہ اہلبیت کی یہاں اسکا نام

نشان ہی ہو پس ایسنت کو ایسی موضوعات و تقریرات سے الزام دینا اپنی علم عقل و انصاف کو
 رسوا کرنا ہی۔ اور بانی ہونی سے اگر سبب قریب مراد ہی تو ہوگی بانے حسب اصول شیعہ
 حضرت امیر و حضرت حسنین اور تمام غنی شہم اور صحابہ مقبولین امامیہ میں کہ انکی خاموشی اور برائنت
 اور جہن اور مساحت نے تو یہ نوبت پوچھنی کا ش ان فسادات کو عباس کے پر نالہ کی برابر
 وقت کے نظر سے دیکھتی یا ابوبکر شیعہ کے ہم جنب سمجھتی افسوس کہ قوم عاد کو تو حضرت ہاکر متبع بے دریغ
 کریں اور یہاں سلام خراب ہو اور المیت ذلیل خوار ہو اور حضرت فاطمہ علیہا السلام اور ام کلثوم علیہا السلام اور ان
 پر چون تک خلیفہ معاویہ اگر سبب بعید مراد ہی تو یہ خود ذات پاک خداوند تعالیٰ کے شاہچہ تمام علم اعلیٰ
 اور سبب اسباب ہر دو کیونجی بیچاری خلفائے کیا تصور کیا کہ وہ بیچ میں سے کڑی گئی (۶)
 خلافت صدیقی بخوال اللہ تعالیٰ حسب وعدہ خداوندی جسکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے قائم
 ہوئی اور مہاجرین و انصار نے اسکو بسر و چشم قبول کیا اہل بیت نے اسپر قدام نہیں کیا اور کیونکر
 کرتے وہ جانتی تھی کہ یہ حق صدیقی ہی ہر کیونکر اسپر قدام کرتے نہج البلاغہ میں خطبہ مذکور
 کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیعت کر لیں آپ نے منظور فرمایا
 تو یہ انکا ریو بہ خوف ہی اور یہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہیں سمجھتی تھی وہ عین اللہ عاب
 انہا حق صدیق۔ تو یہ کہنا کہ بجز اجماع کے کوئی دلیل عقلی و نقلی دینی نہیں غلط محض ہر خطبہ
 نہج البلاغہ سے بعید نقل کرتا ہوں۔ **وہر کلام علیہ السلام** لما قبض رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ و خاہلہ العباس رحمہ اللہ و ابوسفیان جرح ان یبايعا له بل خلاصہ ما یبايعا الناس
 اسواج الفتن بسفن النجاة و عوایط طریق النجاة و وضعوا ارجحان المفاخرة افرح من رضی بجماع
 او استسلم فاراح ماء الجن و لقمة یعص بها الکما و محبتی الثمرة بعیر قت ایناعما کالانعام
 ارضه فان اقل یقولوا جرح علی الملائک و ان اسکت یقولوا جرح من الموت ھیمات بعد
 اللتیا و التي کیف اخرج من الموت و الله لا یبیت ابی طالب ان من الموت من الطفل یشی امہ
 بل الذبح علی مکنون علم و محبت بہ لا ضبط بہ اضطراب الارشہ فی الطوی البعیدۃ نہی

حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں نے حضرت امیر کو
 بیعت کرنے سے منع کیا تھا کہ میں نے حضرت امیر کو

اب میں ایشطیک کا میرٹھو شرح کر لکھتا ہوں خیال تو ہے کہ گوشِ شرف متوجہ فرمائی (دیکھا منات سوال ایشطیک
 علیہ وسلم جب حضرت عباسؓ اور یوسفؓ نے آپؐ کی خیانت پر بیت کی درخواست کی) اور یہ عباسؓ کی درخواست
 اور یوسفؓ تھی جبکہ حضرت نجمہؓ نے رسولؐ کو مشغول تھی چنانچہ علامہ کنزوریؒ شیخ صریحینؒ میں قائل مانتی ہو کر جیلا
 اور صاحبِ ستارہؒ نے نقل کیا ہے حضرت علیؓ علیہ السلام نے یمنی نبیؐ سے تم مجھ پر خونِ جسد طہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 مشغول ہو نہ پڑے اس لئے گفت کہ دست خود اور از کن با تو بیعت کنم تا مردان خوانند گفت کہ تم رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم پر عمل فرمائی اور بیعت کرو پس خلمان نخواستند کہ بر تو دو کہ حضرت علیؓ علیہ السلام دوا گفت یا
 طمع خاکہ کرد ای عمرؓ کہین ہر طمع کنندہ بغیر من عباسؓ گنت تو سب کہ خواہی نہت پس دہک نشد کہ خبر را
 آمد کہ انصار سعد بن عبادہ را نشانیدہ اند کہ ابوبکرؓ گنت عجز آید ہ ابوبکرؓ بیعت کرد و بیعت برد بر انصار با بن
 بیعت ابن ابی بکرؓ میگردد پس علیؓ علیہ السلام شد بر ایک بیعت عباسؓ را نگرفت اہی نقل عن ابی النضر العیین (تو را شد
 فرمایا اسی کو کہ گفتوگو ہو جو کو بخت سرگشتی ہو بہا رفتہ پس نفرت ڈالنی کہ رستی سے بچو اور باہمی فخر کرنے
 کی تا جو کو آوارہ رہو) یعنی خلافت کا لینا جو ناحی طور پر ہوگا گفتوگو تہجس نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو
 کیونکہ جب یہ دوسری شخص کا حق ہو تو ضرور فتنہ و فساد قائم ہوگی تو بخت اور باہمی اتفاق پس ہر کہ خلافت کی
 بیعت اس وقت میرے ہاتھ پر بھیجادی (جو شخص اوقت دہانہ کر ساتھ ادبھا ادنیٰ صلاح باہمی
 یا طمع ہو گیا تو ادنیٰ اپنی آپ کو راحت میں رکھا) یعنی دو شخص میں ایک دہ کہ اس کا ظاہری قوت
 اخوان و انصار کے اور باطنی قوت حقانیت کو حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے ادبھا ادنیٰ صلاح باہمی دنیا
 و آخرت میں دہ کون دہہ ابوبکرؓ کی اور ایک دہی کہ جس کا حق اطاعت تھا وہ طمع ہو گیا ادنیٰ اپنی آپ کو بخت
 سے راحت دی یہ اپنے نفس کو طہر کنا کیا (اس خلافت کی مثال مکر باہمی کی ہے اور اس قدر کہ ہے جو کہا نیوالی کے
 گل میں پھنسی) یعنی جو شخص ناحی اس کا طالب ہو تو اس میں اس کو منظور نہیں کرتا (پہل کا چینی والا مسی
 وقت میں ایسا ہی جیسا بغیر زمین کے بنیوالا) یہہ کی طرف اشارہ ہے کہ اگر آپ کو معلوم تھا کہ اپنی تک میری فتنہ
 وقت نہیں تو پھر خاتو سعی بسود ہی (اگر میں بولوں تو کہیں گے کہ بادشاہت کی حرص کی اگر اگر کون
 کران تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا) حالانکہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہی بکا اصل یہہ ہی

کہ ابھی وقت نہیں آیا (بعید ہی) یعنی تمہارا مطلوب مجھے بھی سید ہی یا ملک و بادشاہت کا حرص کرنا
 ورموت سے ڈرنا بعید ہی (ان سب کے بعد کیونکہ موت سے میں صبری کروں قسم خدا کی اس ابی طالب کے
 بچے کے نسبت جو اپنی آنکھ سے پیمان کی غربت کرتا ہی موت کو ساتھ زیادہ مانوس ہے بلکہ میں ایسی
 پوشیدہ علم کا واقف ہوں اگر اس کو ظاہر کروں تو تم بھرا ہوا جاؤ اور لرزنی لگو جیسی سیان گہری کنوون
 میں) یعنی اہل اقیانوس جو کچھ سمجھتے تھے وہیں اور شکر کے سختیاں جو کچھ معلوم ہیں اور گہنگاروں اور لوگوں کی
 حقوق میں دست اندازی کرنے والوں کی بدجالیان جو میں جانتا ہوں اگر میں ظاہر نہ کر دوں تو تم
 مضطرب ہو جاؤ حضرت کی کلام کو دیکھتی اور اپنے دعویٰ کے مطابق فرمائی۔ **قول** مولوی حید علی
 جنکو آپ قلیدیر محمدی خاتم المکملین کھٹے میں الہ انصاف میں استوری علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خطبہ مد بلاو
 فلان میں بحث اس گمان سے کہ انہی نے محمدی علامہ علیہ الرحمۃ نے شرح ابن ہشیم نہیں دیکھی جس بحث کو اپنی
 بڑی تازہ دہت سے دیکھو واقع میں ہندو یا ایسی لکھا ہے کیا کیا زبان و رازیاں فرماو میں نے تصنیف
 و تصنیف سے ان کو پوچھا میں تعجب ہے کہ صاحب تحفہ کتاب الالہ اخفا کو کیا حوالہ و باب ہفتم میں ہتی
 میں اور گوانکی مصنف کو ان کا توثیق انہار نہیں فرمائی مگر آیت سے آیات اللہ و معجزہ رسول اللہ و کلمات
 میں کہتی ہیں خود اس کتاب کو ملاحظہ فرماو میں تاکہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا میں کون بزرگوار جمع ہوتی تھی
 جنکی شان میں گستاخانہ ایسی کلمات غرور ہیں اور یہ خاتم المحدثین کا خطاب پائین سبحان اللہ ع
 بہین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ **قول** اس قول میں مجیب لید نے دو امر تحریر فرمائی
 جنکا جواب لکھنا اور اہل انصاف کی رد و روپش کرنا ضروری ہے دوم ہوا اول علامہ کنوری کے شرح
 ابن ہشیم نہ دیکھنے کے نسبت مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کے تحقیق و تکذیب دوسری
 صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت الالہ اخفا نہ دیکھنے کا اوداعا۔ پس صریح ہو کہ حضرت مجیب
 امر اول کے نسبت صاف طور پر رد اقرار کرتے ہیں نہ انکا لیکن قرآن مجید ای کلام سے صاف انکا
 مفہوم ہوتا ہے کیونکہ لکھتی ہیں (محض اس گمان سے کہ انہی نے ابن ہشیم نہیں دیکھی) لہذا
 قول میں شرح ابن ہشیم کا نہ دیکھنا مجیب کے نزدیک بزرگمان حضرت خاتم المکملین کی مخالفت و تفرع ہے

لیکن میں پوچھتا ہوں اپنی انصاف کو نصب العین کر کے فرمایا کہ فی الحقیقت انفس الامریہ علامہ مذکور نے
 شرح ابن میثم کا مطالعہ فرمایا یا نہیں اگر مطالعہ نہیں فرمایا تو اس شخص پر تو رشک ساتھ یا پیش شدہ کیا تو جہاں
 کہ صاحب تحفہ نے کسی میں کیا معنی جو کلمہ بحسب لیبیجے خاتم المحدثین جہد اللہ علیہ کے جواب کو زبان فارسی
 سے تعبیر فرمایا اسلی میں معنی دوم ہوا کہ انحصار عبارت تحفہ کے اول و دوم جو کلمہ علامہ کتوری نے بے وجہ
 زبان درازی بنیاد وہ کوئی فرمائی ہی لکھی جا رہی کہ اصل انصاف پسند ہو جاوے اور معلوم کریں کہ خاتم المحدثین
 جو کلمہ تحریر فرمایا ہی اور محض جواب حضرت علامہ کی زبان فارسی کی حکم لا یُحِبُّ اللہُ البکر کا لفظ ہے
 القول لا تمزجہ تحریر فرمایا ہی۔ خاتم المحدثین علامہ ابو موسیٰ قدس سرہ الغریز نے تحفہ میں
 بعد نقل خطبہ بعد بلاؤ فلان لفظ قوم الادود و ادوی اسمد النسخ کی جو عبارت تحریر فرمائی ہو اس میں لکھتی
 ہیں۔ دہندہ شارحین ہج البلاغت از امامیہ و تقیین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی کہند کہ ابو بکر
 بعضی کہند کہ عمر الخ و علامہ مذکور فرماتے ہیں۔ ان ہذا کلام میں ازین باصبی باید پسید کہ کلام
 امامیہ گفتہ کہ ابو بکر یا عمر قال خاتم المحدثین درین عبارت سرہ بشارت ابو بکر را بدہ صدف عالی مودت و خست
 قال العالم ثبت الدائم انفس اول النعمتی ای بات باید یوانید کہ در اول لفظ فلان درین کلام ابو بکر
 بعد از ان باین اوصاف نباتات منتحل الی بکر یا عمر قال خاتم المحدثین رحمہ اللہ علیہ سعد ان توجہات
 یزد ایشان نہت الخ قال العالمہ این ادعا کذب محض است احتیاج باین توجہات شیعہ لغوی می نماید
 کہ در کتب شیعہ بجائی لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود ہی بود چون لفظ ابو بکر موجودیت ایشان احتیاج
 از توجہات نیست پس آنچه باصبی بعد تقدیر این توجہات از مذایات خود سرہ کردہ از حجت ایشان
 آن برفسدہ قبیل بناؤ فاسد علی انفا سہ باشد قال خاتم المحدثین و بعضی از امامیہ الخ قال اول
 ہیچک از امامیہ این توجہ کردہ کہ ابن ابی احمدید اور بعدا یکم لکھتا ہے و این باصبی نیز ان
 کلام ابن ابی احمدید را در کتب شیعہ ہمیں قول نقل کردہ و چون این باصبی خود در باب اول تصریح کردہ
 کہ فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت بالاسنت موافق است باز مقلد زیدیہ را با امامیہ نسبت دادون
 کذب صریح است انتہی ہای اہل انصاف علامہ کتوری کی عبارت کو ملاحظہ کر کے قائل تو یہ فرمایا ہی

باب شصت و نواں علامہ کتوری کی تائید

کہ علامہ کنٹوری کے زبان درازی کس نہاد پر ہی اور اگر جواب اسکی کسی خوشہ چین خرس نہیامیں
 حضرت خاتم الحدیث نے کچھ سخت لکھ دیا تو کیا بچا کیا بعد اسکی یہ فرمایا کہ اس عبارت سے علامہ کا شرح
 نوح البلاغہ کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہے یا نہ دیکھنا کیا اس عبارت سے صراحت یہ سمجھیں نہیں آتا کہ علامہ نے شرح
 ابن مہتمم کو جواب میں ہی نہیں دیکھا۔ ورنہ ان جملوں کے (یہ چکا) ادا مہمہ میں توجیہ نہ کر دے۔ ان ہذا
 الا انک مبین۔ این ادعا کذب محض است) تحریر کی ہرگز نہمت و جرات نہوتی یہ معلوم نہیں
 ہماری محبہ لبیب کس انصاف کو اقتضائے شرح ابن مہتمم کے نہ دیکھنی کو محض منہ غلظت انگلیں فشار
 دیتی ہیں۔ اور اگر کئے الواقع علامہ نہ کر نے شرح ابن مہتمم کا مطالعہ کیا ہی اور اوس میں واقعی لکھا ہی
 کہ مراد لفظ فلان سی بو بکر ہے یا عمر اور لکھا ہے کہ ابو بکر کے دس اصناف کے ساتھ مدح فرمائی تو پھر
 آپ ہی علامہ کے حیا و انصاف کی شہادت دیجی اور انصاف سے فرمائی کہ کیا علامہ کی مشیت تھا
 سے اسباب چہاڑ دہی پر غبار پہونچ سکتا ہے حاشا و کلا ہمار سی راسی بن ہونا خاتم المتکلمین کا
 بہت بڑا احسان سی جو آپ کی علامہ کو روشن گردن پر لکھا کہ انکو کتاب ابن مہتمم کے نہ دیکھنی کے غدار
 و حیلہ کا موقع دیدیا اور اگر علامہ کے وقور علم و فضل اور کمال و انہماک مناظرہ کے اعتبار سے وہ
 یہ فرمائے کہ علامہ نے بیشک کتاب دیکھی ہوگی۔ لیکن جب دار و گیر خضم سے مفر نہیں ملا تو
 دیدہ و نہتہ انکار کرتا ہے یہ ممکن نہیں کہ ایسی متداول کتاب نہ دیکھی ہو اور خیانت و غیرہ کا الزم دینی
 تو علامہ کنٹوری عالم برنج میں ہی تہراتی اور محبہ لبیب زیادہ تاب پیچ کھاتے پس محبہ لبیب کو
 اس الزم پر خوش ہونا چاہی نہ کہ ناخوش ہوں۔ امر دوم۔ جو ادعا کہ نسبت نہ دیکھنی صاحب
 تحفہ علیہ الرحمۃ کے ازالہ اخفا کو فرمایا ہے امر اول سمجھی زیادہ عجیب ہی اسی حضرت فرمائی تو ہی
 اس امر پر کونسی دلیل قائم ہے کہ صاحب تحفہ نے ازالہ اخفا کو نہیں دیکھا کیا حضرت نے اپنی زعم کی
 کافی دلیل تصور نہ لیا ہے۔ جو اس الزم سے آپ ہکو وہم کا تی میں مگر یہ آپ ہی کیا کریں۔
 معذور ہیں جواب لکھنا ضرور ہوا تو ایسی ہی باتوں سے اپنا دل نہ پہلا میں تو او کیا کریں
 ذرا علامہ کی تکذیب و انکار کو خاتم الحدیث کی تحریر سے ملا کر انصاف سے دیکھی

اور پہری اگر سچ ہیں نہ آدمی تو بندہ کی گندارش کو جو جواباً عرض ہے اسکی ہاتھ منضم کر کے لفظ
 فرمایا میرے پائین پائین لیکن آپ نے کشف ہو جائیگا کہ خاتم المحدثین کا قول بالکل صحت اور بجا
 ہی اور اولاً اختلاف کی ہی مخالفت نہیں اور مدار نے شرح دیگی یا نہیں بہر تقدیر مدار نے اس
 کتاب میں لفظ فلان سے کسی شاعر نے ابوبکر یا عمر یا عثمان یا علی یا عقیل کہا ہے اس اب کیجی
 ع میں غلط رہا نہ کجاست نہ کجا۔ باقی آپ کے ناشائستہ کلمات کا ہم کیا جواب کہیں
قول توضیحی لایم الزام الخف کی عبارت نقل ہوئی ہے تاکہ آپ کو ہی معلوم ہو جائے کہ جو
 ش نہیں آپ کے خاتم المحدثین یہ کلمات تحریر فرمایا وہ کون حضرات تھے ایسا اختلاف کی مقصود ہم
 مائتہ حبیبہ صمدین اگر واقعہ صفحہ ۴۹ مطبوعہ طبع صدیقی مقام سبیلی میں تحریر فرماتے ہیں
 درہمیں ایام شکلی دیگر کوفی جیسے شکلات تان شرویش آہر دان این بود کہ در جمع جہلیانی
 مائتہ درخانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ جمع شدہ و باب نقص خلافت شور تھا بجا میر و نہ خیر نہیں
 آنرا بہر بیکر باسی ہر روز دہر اک مائی کہ برزاج حضرت قاضی شدہ بود جس ماطقت فرمودند و
 قصہ کی چیرا حفظ کرد چیری ترک نمود و دینی چند روایت نبولیم تا قصہ منقح کرد و عن زید بن
 اسلم عن ابیہ ام حنین یو یعلیٰ کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی والزید یدخلان
 فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یریدان یریدان فاما علی فکان علی الخ الخ الخ الخ الخ
 دخل علی فاطمہ فقال ابنت رسول اللہ امن بالحق الخ الخ الخ الخ الخ وامن لحد الحلیا بعد ابیک
 منك وایہ اللہ ما ذاک بانعلیٰ لی اجتمع ہولاء اللہ عندک انہم ان یحرق علیہم البیت قال لما
 خرج عمر جاہل فقلت لعلون ان عمر قد جانی وقد حلفت باللہ لنن عدتہ لیرقن علیہم البیت
 والیہ اللہ یضیقن لما حلفت علیہ فانہ فو ارشادیں فرمایا کہ ولا یرجعوا الی فانہ فوجا عنہ فانہ
 یرجعوا الیہا حتی یلعوا لابی کہ انہم جہا بن ابی شیبہ اور اگر اس روایت کی صحت میں کچھ
 کلام ہو تو اسی کتاب کے مقصد ثانی نے کر چھٹی فصل شقیف عمر واقعہ صفحہ ۱۷۹ لفظ
 فرمایا کہ اس روایت کو باسناد صحیح علی شرط بخسین یعنی بخاری و مسلم کہتے ہیں

اقول یہ روایت نہ آپ کو چھ مفید ہی اور نہ آپ کی خدمت میں کیونکہ جس بنیاد پر چاہئے اس روایت کو
 نقل کیا ہی فی حقیقت وہ بنا ہی فاسد ہی۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہ دسویں حضرت زبیرؓ کی اس طرح
 نوہمین ہے کیونکہ ان کو تو کافر جانتی ہیں تو صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے کہ ان کو بدو کسب لیں
 عقلی نقلی عرفی کے موصوم اعتقاد کو رکھا ہے یہ شور و غیب ہی اگر اسنت ہی عقد عصمت حضرت
 امیر و صحابہ ہوتے تو بے بہہ از کام یہ قدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو موصوم
 نہیں اعتقاد کرتے تو نہ ان پر یہ الزام دار ہوتا ہے نہ اس کی طرف التفات کی ضرورت ان کو ان فضل
 امت اور کرامت میں جانتی ہیں اور دعوات صحابہ سے یاد کرنے میں اور ان کو حق میں کہتی ہیں سرنگنا
 اَعْفِرْنَا وَلَا خَوْفًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا سَرِينَا
 اِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ اور کوئی معصیت ان کو مرتبہ عالمیہ کو نہیں کرتی حسب عدہ خداوندی تعالیٰ
 ان کے مساعی ہیکل فی الدین برادر مشکور اور ان کی زلالت و معاصی مغفور میں با انہما کا روباظر تہ
 اور مومنین کے ابدال کے وقت نہ حضرت صلی اللہ علیہ نے اس کی مراعات فرمائی اور فرمایا لو ان فاطمہ
 بنت محمد (عازھا اللہ من ذلک) سہرت لقطت یدھا۔۔۔ زانی کو چمک لیا قاف کو صدمہ لگوا
 شارب خمر کو پٹوایا۔ توجہ دے ان نے شخصے حقوق میں یہ نوبت توجہ اور میں نوعی حقوق غلام
 مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ کے متعلق ہوئی اور میں کو نیکر رعایت کی جاسکتی ہے۔ اور باوجود اس کی حضرت
 ایسی لوگوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا آپ جانتی ہی ہوگی۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا قصد حضرت
 ارشاد آپ کو مسمی ہوگا تو خلفا رضی اللہ عنہم نے یہی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 ہی سے یہ طریقہ اخذ کیا اور اس عمل کیا تو اگر سپرطن کیا جاوی گا تو سیرت نبویؐ پر طعن عاید ہوگا
 بلکہ خود حضرت امیرؓ کے طریقہ مطہرین الزام صرف ہوگا کہ ان کا فعل بد رہا اس سے زیادہ ہو کہ حضرت
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محبوبہ ام المومنین کا حجج بالاتفاق وفات شریف تک زوجیت میں
 رہی اب ہمارے پیش ہو اور یہاں بیرون ہمارے کر آج کے لائے ہمے ایان اور نہ کہ بیچ دون ہمارے کے ہمارے ہمارے
 اور ان لوگوں کے کہ ایان لائے اب ہمارے تحقیق تو شہقت کو نہ لاہران ہے۔ ۱۲۔۔۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا
 محمد کی بیٹی (اللہ اس کو پہاہ میں رکھی) جو رہی کر گئی تو میں اس کا ماتہہ کا ٹونگا۔ ۱۲۔

اس میں بہت کچھ مشکور و فاضل و خالصت پر ہوا ہے

وَجَلَدَ الْاَرْضَ فَقَالَ اَقْتَلْتُ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكَارًا۔ ظاہر ہے کہ جو کچھ
 حضرت موسیٰ سے ظہور پذیر ہوا خطا و نادانستگی کے طور پر واقع ہوا کہ جوش حقانیت میں ان کو تاب
 نہ رہی اگر بیہوشی جو کچھ کہ کیا اس طرح ان حضرات سے ہی ابتداء للعقا و خلافت صدیقی میں خطا کوئی
 امر بالضرر واقع ہوا ہو تو ہرگز سبب طعن و لعن نہیں ہو سکتا۔ **قولہ** اس مقام میں بہت کچھ
 بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ ہماری غرض یہاں یہ ہے کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہوئی
 تھی وہ کون تھی یا تو زیادہ نہیں لکھتی۔ **قولہ** اس تھوڑی بحث کا نتیجہ دھرمہ تو آپ یا حکم اگر
 بہت کچھ بحث ہوئی تو آپ ہی کے اجتہاد و انصاف بہت کچھ دہمہ آتا۔ اور اس دایت کی ذکر
 ہم اگر تہی ہی غرض تھی کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہوئے تھے وہ کون تھی تو اس کا گنی
 انکار کیا ہی کہ ہر حضرت ان میں نہیں تھی اگر اگر مقصود یہ ہے کہ یہ بزرگوار و بھارت کا بھارت اس کے
 درجہ کمزور اور بزرگی سے ساقط ہو گئے اور سبب طعن کے ہوئی تو ثابت کیجیے اور ثابت
 کر کے اپنی ائمہ اور قبولیں کو بچا ہی۔ **قولہ** مگر اس پر عرض کرنے سے باز نہیں رہ سکتی
 کہ اگر سب کچھ جو چالاک و دہوشیاری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہے وہ قابل دیدی ہے فارسی
 میں زیر جو جمعی ازینی نام لکھا ہے جناب امیر کا نام نہیں لکھا تاکہ فارسی خوان یہ نہ جانے کہ جناب
 امیر بھی مخالف تھی۔ **قولہ** حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجعہ کے توجہ چالاک ہی یا نہیں
 لیکن یہ سبب کہ دشمنی انصاف قابل دیدی ہے کوئی عاقل جبکہ وہ یہ جان سکتا ہو کہ یہ اجماع و سودی
 جناب علی و حضرت زہرا کو خانہ میں نہ تھا کیا اس میں تردد کریگا کہ حضرت امیر میں شریک تھی یا
 نہیں تھی۔ پہلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے گھر میں اتنے بڑے عظیم الشان امر میں مشورہ ہونا ہو
 اور اس کو اس سے لگاؤ نہ ہو علی الخصوص جبکہ اس کی ساتھ میں یہ بھی ضمیمہ کیا جادی کہ حضرت
 زہرا جیسی ذہن کرمہ مطیعہ کے ساتھ مشورہ ہونا ہو تو ہرگز عقل کو اس کی تسلیم کرنے میں تامل نہ ہوگا
 اور عقل اس کو یہ تسلیم کرے کہ حضرت کو اس میں شمولیت ہے تو فارسی عبارت میں اس کا عدم ذکر
 اسے اور میں پر ہر چکا اور کہا تو نے مارا ایک تہری جان بن بے کسی جان کچھ تو نے کی یک چیزنا معقول۔ ۱۲۔

بوجہ ہدایت کر ہی نہ چلائی و بہت یاری کی وجہ سے علاوہ اسکی اگر بہ امر مدہی نہوتا ہم فقرہ (و تدارک
 مالی کہ بر نزاج حضرت یحییٰ عارض شدہ بود جس بلا طفت فرمودند) انہما را سب طلب میں ایسا
 صاف ہے کہ بہت شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت امیر اس وقت ناخوش تھی۔ معتمد احمیب بسبب یہ
 جو فرمائے ہیں (تاکہ فارسی خوان یہ بخانے) آمین فارسی خوان سے کیا ملو جو۔ اگر فارسی خوان
 سے ملو ہی تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اسکا جائیگا تو کیا حرج ہے وہ کہ اعتقاد رکھتا ہے
 کہ حضرت امیر معصوم میں اہلسنت جیسی زمہ کی معتقد و فاضل میں دہا ہے حضرت امیر
 کی ہیں جب زمیر کا ذکر اذکار مفرہ میں تو حضرت امیر کا ذکر کیون مفرہ کا جیسا اذکار فعل کو
 خطا محسوس کرتے ہیں دہا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول خطا کر گیا۔ اور اگر یہ ملو ہی
 تو اولاً یہ کتاب شیعہ کی دہا کی کہی نہیں گئی کیونکہ دلائل از امیر سیماں خصم سے ہیں اہل
 نہیں کیا گیا۔ اور ثانیاً سیدہ تو یہ ملو ہی سے اعتقاد رکھتی ہیں کہ حضرت علی اس معتد حدیث
 کو مخالف رہی پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کے ہی شرکت جائیگا تو کیا حرج ہوگا۔ پس
 یہ عجیب بسبب کی نظر تصعب و عناد ہی جسنی و شکست سی و انصاف کو خاک میں ملا کر کہا ہے
 ان چالاکی بہت یاری اکابر سبب ارشید کی قابل دیدہ ہی کہ وہ اپنی مذہب کے حفظ ناموس کے لیے
 روایات میں نزاع خراش کر ڈالتی ہیں۔ ملا باقر بکار الانوار میں اکابر امام الحنفین کلینی کی روایت نقل
 فرماتے ہیں کہ اسکی نسبت فرما میں کہ میں صدق مہاجرتے تغیر تبدل کیا ہے۔ حد اخیر تاخوذ من الکافی فی
 تغیر عجیب قہر ت سوء الظن بصدد وق وهو انما فعل ذلک لموافق مذہب
 اہل العدل اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہی جو نقل خطبات جناب امیر میں ادھون نے
 فرمائی ہیں جنکا تراجم کو ہی اعتراف ہی قابل تماشای دکھا ہوا فخر آرد و دہ۔ پس یہ چالاکیان
 دہوشیار یان حضرت کر اکابر ہی کرتے چلے آئی ہیں بفضل اللہ تعالیٰ نے سبب اہلسنت
 سے یہ جبرانی سے ماخذ ہے اور میں عجیب تعبیر ہے جس سے صدق کی نسبت مدہی ہوتا ہے کسی بہ تعبیر
 سلیبی کی کہ اہل عدل کے موافق ہو جائے۔

روایات و روایات
 تاج حراش کر سکتے ہیں

تراش و خراش سے پاک و منصف ہو اور یہ حال تو اس شخص کا ہے جو بقلب صدق و بقلب حق
 حضرات صدق نہیں ہیں ان کو کیا حال ہو گا۔ **قولہ** لطف یہ ہے کہ شاہ صاحب گہر جانے
 کی تہدید کو حسن ملاطفت تحریر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شرماتے شاید حضرات اہلسنت کی
 اصطلاح میں ایسی ہی بات کو حسن ملاطفت کہتی ہیں تشدد تو خدا جانے کیا ہو گا۔ **اقول**
 اس شرم و حیا پر آفرین ہے کہ عبارت کا مطلب خلاف سیاق خود ہی اپنی طرف سے تراش لیا
 اور اعتراض کر دیا ہے کہ جو شہ جیامیں طعن و تشنیع نہ دیران سوخیر ہم طعن و تشنیع سے قطع نظر
 کر کے حبیب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ شاہ صاحب گہر جانے کو حسن ملاطفت
 اہان تحریر فرمایا۔ عبارت شاہ صاحب کی یہ ہے۔ (حضرت شیخین آنرا بد سیر کیہ بایستی ہم
 زود در تدارک مالی کہ بر مزاج حضرت رضی عنہ رضی شدہ بود جس ملاطفت فرمودند) آہیں و حبلہ
 نہ کوہ میں بولانی سابق پر حرف داو کی ساتھ معطوف ہو اور کیا آپ باہنہ ادعای اجہاد اتنا ہی
 نہیں جانتی کہ فی الاصل عطف بالواد مغایرت معطوف و معطوف علیہ کو مقتضی ہے تفہیم کا ارتکاب
 اور سمجھنا ہوتا ہے کہ محمل مغایرت کو محتمل نمونہ استعمالات اس کے شاہد ہیں ورنہ لازم آدہی کہ تائید
 ہے بہتر ہو۔ حاصل مدعا عبارت کا جو صاف اور واضح طور پر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ
 شیخین نے اوّل تہدید کو جو ان حضرات کی مشورہ سے اوٹنی والا تھا اس تہدید اور تہدید سے خود
 یا اور حضرت امیر کے مال کا (جو مشورہ بیعت صدیقی میں نہ شامل ہونے یا اس تہدید کی وجہ سے
 شہی تھا) حسن ملاطفت سے تدارک کر دیا اور دلیل اس دفع مال کی یہ ہے کہ آپ بیعت مشورہ
 ان شریک ہو اور نیک صلاح بتاتی رہی۔ نہج البلاغہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ میری اس قول کے تصدیق
 کیا اور ایک روایت استیصار کی بھی یاد آئی جو باب محمد فی الاوطیہ میں مذکور ہے سو لکھی دیتا ہوں
 علی الاشعری عن الحسن بن علی الحنفی عن العباس بن عامر عن سعید بن حمیرہ عن عبد الرحمن
 زحما قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول وجراجل مع رجل فی عمارۃ فہرب احدہما
 فصار عن عنہ کہ کہنی کہ جی الامویہ نہ ہوتا تھا کہ ایک مرد کو کسی مرد کے ساتھ (یعنی کہتے ہوئی) پایا۔ ۱۲۔

سنہ و مات فی جمادی الثانیۃ ۱۰۰۰ ہجری

شامین فرماتے ہیں **قولہ** جناب سیدہ کی نسبت یہ کہنا کہ انہی پاس یہی شخص آتی تھی
 بی ادبی ہی نہیں بلکہ یہ یہی ہے آج کوئی اونے سو کوئی بیٹے کی نسبت اس کو شکر و نہیں سے
 یہ کلمہ کہہ سکتا ہے۔ یہ حضرت اہنت کی ہی کمال شاد ہے کہ اس بیت جناب سالت
 کہ شامین یہ کلمات کہتے ہیں اور یہ خیر است میں داخل اور دعویٰ دلاؤ تسکالہ بیت میں **اقول**
 اسی اہل انصاف و اہل فضائل و کمالات کیا جاگتے ہو یا سو گئی قطع نظر عجیب کی تہذیب و انہی
 اجتہاد و انصاف اور علم فضل اور دانشمندی و عقل و جرأت و ہمت اور حیا و شرم کو بلا خطر و
 اور تحسین آفرین بڑھو کہ ہمارے حضرت عجیب اگر کتاب اللہ کی خبر نہیں تو چند ان مضائقہ نہیں
 کہ محدثین لیس کن اپنی مذہب کے روایات پہ بھی تو مسن نظر نہیں شامین ع این کار
 از تو آید مردان چنین کنند۔ اب یحییٰ ازل کتاب اللہ کی شہادت سنیں۔ حق تعالیٰ شانہ سورہ
 نوین ارشاد فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَلَئِنْ سَأَلْتُمْ**
عَلَىٰ أَهْلِهَا لَنَنصَحَنَّ یہ آیت شریفہ مومنین کو اجازت دیتی ہے اور حکم کرتی ہے کہ دوستوں کو گھر و نہیں جائز
 راستہ میں داخل ہو نہ مضائقہ نہیں ہے اور یہ بزرگوار قطع نظر اس کے کہ اکابر صحابہ میں سے تھی
 حضرت زہرہ و حضرت امیر کے ساتھ قرابات ہی کہتے ہیں تو انکی لئے بالاد کے اجازت دخول ہو کر
 ظاہری کہ حضرت امیر آپکی بیوی یا دہائی تھی اور جب حضرت امیر ہی شریک مشورہ تھی تو مومنین
 کہ یہ دخول حضرت کی بلا اجازت ہو اگر عجیب لیس معی ہیں تو ممانعت ثابت فرمادیں۔ اگر
 سوشفی ہو تو اور سینی حق تعالیٰ شانہ مومنین کو اپنی ہی کے گھر میں باذن داخل ہونے کی اجازت
 فرماتا ہے اور فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ**
 اور جبکہ خود نبی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہی تو اہل بیت نبی
 کے گھر میں داخل ہونے سے کون مانع ہے تو جب یہ حضرات و خلیفہ اکابر صحابہ اور اعظم
 علیہ السلام و اہل بیت جاؤ گھر و میں اپنے گھروں کے سوا جب تک نہ بول چال کر لو اور سلام دی لو
 ان گھروں والوں پر۔ ۱۲۔ اسی ایمان والوں ہی کے گھروں میں مت جاؤ۔ مگر جو تم کو
 اجازت ہو۔ ۱۲۔

جناب میں اس کا صحیح فاضل حضرت امام حسین علیہ السلام سے
 فرماتے ہیں۔

سیدین سے ہیں اور جو علاوہ انکی دوسری لوگ تہی تودہ ان ہی کی معیت اور معیت میں تہی
 اور اجازت و مشورہ حضرت میرزا غل ہوئی تو کوئی قباحت شرعی و عقلی لازم نہ آئی اور بچہ اللہ
 تھا لے بچہ اہل سنت کی رشادت اور دلالت کہ میں فرق و قصور آیا۔ لیکن اب حضرات
 سید کی روایات معتبرہ کی شہادات پیش کر کے اہل انصاف سے ملتے ہیں کہ مجیب
 بیب دیکھا پر شیعہ کے رشادت اور دلالت کہ کاشا ہدہ فرما دیں۔ اور دیکھیں کہ
 مجیب بیب کا پایہ انصاف و تدبیر کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے بجا مجلس کی روایت جو عن
 الراح میں مذکور ہے اسکا ترجمہ مولانا حمید رحیم نے ذرا تہ الفین ۱۴۵۷ھ میں
 نقل کیا ہے سنی حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابو بکر و عمر و امیر المؤمنین سوال کردند
 کہ شفاعت نماید و ایشانرا ہمراہ خود نزد خدا طسمہ زہرا ببرد ہر گاہ داخل شد گفتند کہ انی شتر
 پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ حال داری فرمودند بحسب اللہ بخیر میام۔ الخ۔ یہ حدیث
 نص صریح ہے اس میں کہ شیخین حضرت زہرا کی پاس گہر میں داخل ہوئی دوسری روایت
 اگرچہ طول و بیل ہے لیکن منقطعاً فقرات موافق مطلب عرض کرنا ہوں۔ پس آنحضرت بہار
 و جناب ولایت و زیارات نماز نامی پنجگاہ بسجدہ میرفت و ابو بکر و عمر پیش حال سید محمد
 نا ایکہ بیماری آنحضرت سنگین شد آن ہر دو گشتند اسی علی و بیان ما و فاطمہ و حبشی و واقع
 شد بود تو بہتر رسید انی بس اگر مناسب انی اجازت فرما تا عذری از تقصیر گنہ خود بیان نمایم
 فرمود شما دین باب اختیار دارید پس آن سرور بر سر دروازہ حجرہ مطہرہ حاضر شدند و پنجاب
 اندرون دولت سرار رونق افزا گشت و فرمود کہ شیخین حاضر اند و بیخوبند کہ سلام نمایند
 بر شاپس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود خانہ خانہ شماست و من زوید علیہ شما ام میں
 ہرچہ مرضی شریف باشد بجا آرید فرمود چادر بر سر گیر پس مقتدیہ مطہرہ را بر سر شید در دیوار
 جانب دیوار گردانید پس ہر دو آمدند گفتند کہ راضی شوا از ما ضار راضی شود از تو۔ الخ۔
 یہ روایت بھی مثل روایت سابقہ کے آشکارا طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت شیخین حضرت زہرا

پاس گھر میں داخل ہوئی اور اعلیٰ شیخ الشیخ کی روایت کا خلاصہ جو آلہ الغین میں مذکور ہے یہی ہے
 بلکہ اوس میں ہے یہی ہے اول حضرت سیدہ نے قسم کھائی کہ میں نہ اجازت دوں گا اور نہ شیخین سے کلام
 کر دوں گی بس اس کو سفارش حضرت امیر اجازت دی اور شیخین اندر داخل ہوئی تو اب حجب لیب کی تھمیز
 انہیں ہو کر اگر زبیر وغیرہ کا حضرت زہرا کے گھر میں آنا باوجودیکہ وہ اہلسنت کو نزدیک اعظم اہل سلام
 اور عشرہ مبشرہ میں ہیں اور انہیں بلکہ میدینی ہی قرار پائی تو اب بلحاظ ان روایات کہ حضرت
 شیخین کے حضرت سیدہ کو پاس گھر میں داخل ہونی کی نسبت باوجودیکہ کہ حضرت شیخین کے جہا
 میں کو نسہ برائی اور گستاخی ہو جو نہیں کرتے حضرت حجب منصف روایان ان روایات کو حق میں کونا
 میدینی کا مرتبہ ثابت فرمائیں گے اور کس پر میدین اور کو ٹھہرائیں گے۔ اور کچھ ان روایات پر مختصر نہیں حضرت شیخ
 معاذ اللہ حضرت سیدہ کو کسب فساد اہل نفاق و شقاق میں جانے بلکہ زمین و ہر ایک کی در بدر پر کرنے کی
 روایت کرتے ہیں الفاظ روایت عنقریب ذکر کر آ یا ہوں دو چار وقت اولٹ کر دیکھ لیجی اور دیکھ لیتا
 ہے فرمایا کہ یہ روایت جواز التاخلف سے نقل فرمائی ہے میدینی ہی یا یہ روایات جو حضرت شیخ
 روایت فرمائی ہیں اگر اپنے اس روایت کو بغیر انصاف میدینی فرمایا ہی تو انشاء اللہ تعالیٰ ان روایات
 جو آپ کا اعظم نقل فرمائی ہیں بلا خطہ بشرط انصاف عدم عصیت ہمسیر و جالیت کو ساتھ
 تفسیر فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے آپ اپنی انصاف سے جو چاہیں فرمائیں اور اگر روایات گذشتہ کا
 دیکھنا گران بار خاطر گرامی ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ میری متبع قاصر میں اور جی روایات میں بخیر طوالت
 صرف استنبصار سے جو اس وقت میری سامنی موجود ہے ایک روایت نقل کرتا ہوں۔ باب عیسیٰ و عذرا
 معہا امراۃ میں روایت ہے علی بن الحسین عن عبد الرحمن بن ابی لہان وسدی بن محمد و محمد
 بن الولید جمیعاً عن عاصم بن حمید عن زید بن خلیفہ قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فلما
 دخل من القمیین فقال یا ابا عبد اللہ تصلی النساء علی الجنازہ قال فقال ابو عبد اللہ ان رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ کے پاس تھا کہ اہل قم میں کے ایک شخص نے آپ سے دعا کی
 اسی ابو عبد اللہ کی عورتیں ہی جنازہ کی نماز پڑھیں امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔۔۔

کان یہاں ہر دم المعین بنے العاص وحدث حدیثا طویلا وان زریب بت النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم توفیت واز قاطع خرجت فی نسائها فصلت علی احتبا یہ روایت حضرت سیدہ زکریا
 تکلمتی پر دلالت کرتے ہیں اور واضح ہو کہ یہ نکلنا دوسری روایات استیصار سے ہی ناجائز قرار پانا ہی۔ عہ
 عن العاص بن عامر عن المعاصم عن عائشہ عن عبد اللہ بن عمر عن عبد اللہ بن عمر قال لیس یسعی للمرأة
 ان تاتوا تمح الى الجاه فصل علیا الا انک کون امرأۃ قد دخلت السن۔ علی بن فضال عن
 محمد بن علی عن محمد بن عیسیٰ بن ابراہیم عن عبد اللہ بن عبد اللہ قال صلوة علی جنازہ تعین
 امرأۃ۔ علاوہ ازیں وہ روایت جو حضرت کلینی نے حضرت ابی نعیم المعصوم ام کلثوم کی نسبت فرمائی
 کہ ان دنیوی پریشانی سے دو نہایت حیا اور دنیا داری سے اول فرج غصبت منا امام سے الگ ہی نسبت رکھتا
 فرماتے ہیں فی الواقع اس نسبت سے یہ گھر تک نہیں کہ ادنیٰ مولوی سنہ کی وضاحت کی نسبت ایسی خوش
 اور باری بین کہ میں ہم جابیکہ سیدہ مہر کے جناب میں عاشا دکلا یہ حضرات تبعہ ہی کی مکمل شاد
 اور نہایت دلاور تسک و محبت اہل بیت علیہم السلام سے کہ او سکھ آئیں جو چاہی میں فرماتے ہیں نہ خدا سے
 دینی میں رسول سے سر کر کے میں خدا کی نئی ذرا اضافت کی انہیں کہ وہ فرمایا میں کہ کوئی اس نے جہتہا
 مولوی تبعہ کے بیٹی کے نسبت کوئی شیعہ کی شاگرد و لیس یا انہی دوستوں سے ہو ہی کہتا ہے آج
 آپ بزرگ ہیت کہ دشمنوں کے جناب میں کہیں کوئی کہتا ہی لا واللہ ثم لا واللہ حضرت سیدہ کا یہ مجمع
 میں کہ شریف ہمارا روایت کرتے کہ شاد اور لا اور تک سے تعبیر کر دیا یا انہی کہ وہ رہنے کو شاد
 اور لا اور تک کہوں یا آپ کے پاس ایسی کو کوئی آنے کو یا حضرات شیعہ کے اس شخص بیانی کو عزت ظاہر
 کی نسبت رتات اور لا اور تک قرار دین ایک ہو تو عرض کر دینا ع دل ہوا و داغ شیعہ کی کہ
 واللہ واللہ راجعون۔ مگر غالباً یہ دوسری محض نفی بلکہ اہست اس بنا پر ہے کہ حضرت سیدہ
 علیہا السلام ہیت میں محدود و محسوب ہوں اور حضرت کا دخل الہیت ہونا غالباً اس سے زریب ہا کی تعلیم
 سے سمجھ کر جبکہ خون سماح کر دیا تھا میرے میں اے العاص بن ابراہیم عن عبد اللہ بن عمر کہ حضرت کی ہاتھ دینی
 روایت ہائی اور حضرت فاطمہ عہ کی ہا میں جس انداز میں کے حواء کے ہا پر ہے۔ امام اربعہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ
 عہ کہ اس میں کہ عہ کی ہا میں سیدہ عہ ہا سے امام عہ سے مروی ہے کہ عہ کی ہا میں سیدہ عہ ہا سے

کیا گیا ہے درمنا اگر حسب فرمودہ صاحب شافعی شارح کافی مکتبی مصاحب کنز العرفان دیکھا جاوے جس عبارت ہم
 اور نقل کر لی ہوتی اس قنویں کے کچھ حاجت نہیں اور ان توضیحات کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جب حضرت سید کا
 اہلیت میں حدود و موانع محتمل ہے بلکہ اگر ان ہیبت میں معدودہ میں تو مجاز اور نہ تحقیقت اہلیت میں مل
 نہیں تو پس قصہ ہی طے ہو چکا آپ کس موئید سے بے ادبی اور بے دینی کا اعتراض فرمائیں گے کیونکہ یہ قصہ
 تو ایسی بنا کر کہا تھا کہ اہلیت میں شمار کیا جاتے نہیں سو آپ صاحب شافعی اور صاحب کنز العرفان نے ایک
 کرشمہ میں ہمارا عقدہ سے حل کر دیا واقعہ میں یہ کہتا ہیں اہم ہستی مکتبہ **قول** اس عبارت اور ان کے
 سے وہ ہستی و صدق نقل و روایت جو صاحب تحفہ نے فرمائی ہے کہ حضرت زہرا ام زینب شہادت اور رضا
 انہما مکدر و ناخوش بود الخ خوب واضح ہے جناب امیر کو شہادت و برخواست جناب امیر معاویہ و حضرت
 مکدر و ناخوش ہو کر ہو گئی۔ **قول** صاحب تحفہ قدس سرہ کی صدق و درست نقل روایت میں مؤثر ہے
 ظاہر رہا ہے لیکن اسکا کیا علاج کر آئے شاید قسم کیا کہ جس سے کہ عبارت کی صحیح مطلب کے ہرگز فہم کی رسائی
 نہیں گئی۔ پہلے کیا کچھ حق یقین کا ادعا اور انصاف کا کیسا کچھ نہ ہم ہے لیکن آپ بھی جب بوہرین
 آپ کیا کریں جیسا کچھ صاحب نہ تہ تشدید وغیرہ نے غلط صحیح فرمادیا آپ نے اعتقاد کر لیا اور اگر ایسا کریں
 تو کیا کریں حضرت میر صاحب کے متاخری معاف کیا اورین شہادت و برخواست انہما کجا شہادت و برخواست
 جناب امیر اگر زیادہ نہیں تو صرف اتنا ہی کسی طالب علم سے دریافت کر کے سمجھ لیجیے کہ مجموعہ
 من حیث المجموع کا حکم از من حیث الازدک حکم سے مباہلہ اور مغائرت ہوا کرتا ہے ہر ایک حد ہشتاں
 عالم میں موجود ہیں اگر ایک تہ کو تہ را آدمی اوٹھا لے کے ہیں تو ہر ایک ہرگز نہیں اوٹھا سکتا
 اور اگر ایک سے بہت سے ہاتھوں سے بنی ہوئی سے اتنی کو باز نہ سکتی ہیں تو ایک ہاتھ سے
 نہ اتنی نہیں بندہ سکتا۔ علاوہ ازین جو حکم کی قید خاص کے ساتھ مقید ہوا و سکو محض اپنے
 غلط خیال سے مطلق سمجھ کر متعرضانہ مخالف کے مقابل ہونا کہ قدر خلاف عقل اور نا انصافی
 یہ حضرات یہ خیال نہیں فرماتے کہ وہ قید جس کو اتنے ہی حکم مقید ہو رہا ہے وہ علت اور کار
 حکم ہے گویا نے تحقیقت حکم اس حیثیت پر جو بمنزلہ وصف ہے دائرہ اور وار دہر رہا ہی لیکن

چونکہ عموماً حقیقات و اوصاف توابع ہوتے ہیں اور بدوین وجود و موصوفات کے وجود خارجی سے متعلق
 ہیں ایسی موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہے لیکن اس میں یہ سمجھنا کہ ذات موصوفات کے
 متعلق محکم کو علم علیہا پر طلبہ ایسا غور فرمائیں کہ ان کی بعید ہی پس اس اعتبار سے حضرت مجیب علیہ السلام
 لون بہرگوارد کی جنہوں نے تھہر پر اس قسم کے اعتراضات کی ہیں کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق
 و منہج ہوتے ہیں مہذبہ حضرت مجیب کا ناخوشی تو کہہ حضرت زہرا سے جناب امیر کے ساتھ ہر قدر
 استغناء محض اپنی اکابر کے تصرفات کے ناواقفیت یا تجاہل کے وجہ سے ہے ورنہ حسب تہذیب و علم
 ہالین قوم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو (در دفع برگردن رادی) جین پر دہشتیں نہ مٹھ سکتا
 سر شہیدینا اور خاتین در خانہ گریختہ کے مثل فرمانا کو نسی خوشدلی پر اور صفائی طبع پر مبنی ہر ذرا
 اس عالم میں قرائن صفات طور پر دال ہیں جناب سیدہ اعرش شہدہ و برخواست سے مکہ و مدینہ
 تہیں - قرینہ اول یہ ہے کہ بعد تہدید حضرت حسرت کے حضرت سین نے ہاجرین و انصار میں سے
 کسی کو دروازہ پر جا کر شکایت نہیں فرمائی کہ لوگو میرا گھر جلانا چاہتا ہے تعجب ہے کہ چند خست
 خرا کر چھپی تو (معاذ اللہ در دفع برگردن رادی) یوں مجمع ہاجرین و انصار میں فریاد و فغان
 فرادین اور اتنے بڑے امر کو سنکر اس طرح خاموش ہو کر بیٹھیں دوسرے شہر سے سٹکارتے آئے انکو
 بطور تمام حجت کی یہی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہی منشا تھا تفسیر کے یہ
 کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہی صلاح دی کہ جاؤ اپنی راسخی آپ سوچو امیر کی پاس آؤ صحیح معلوم
 ہوتا ہے کہ آپکا یہی مدعا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دیکھی کے پردہ میں ظاہر فرمایا اور پوچھ کمال
 کہ آپ اسکو بے پردہ نہیں فرماتے ہمیں پس حسرت مجیب خوب غور و تامل کے ساتھ نظر اٹھاتا
 ملاحظہ فرادین اگرچہ انصاف کی امید تو نہیں **قولہ** استناقض ہے جو صاحب غلط کی عبارت
 میں واقع ہے بخوف طوالت اعراض کر کے حضرت مجیب کے اقوال آتے کہ جواب کہتری میں **اقول**
 یہاں تک مجیب بیٹے جس قدر اعتراضات فرمائے اور اعراض نہیں کیا انہیں حضرت کا تہذیب علم
 و انصاف و تحقیق حق و واضح ہو چکا اگر بیان ہی کچھ نہ ہو تو بخیر اسکی اور سب تھا کہ ایک

صیغہ غلط کا اور گ جانا لیکن مع لوم ہوتا ہی کہ اپنی زمین کچھ سمجھ کر ہی حکم ہو چکی ہم اتنی ہی نصاف
 کر شکر گذار ہیں گو تا نضر کا ہوتا اور بوجہ طولالت اغراض کرنا تہدیدیان فرماتے ہیں **قال القاضی**
المجیب (قوله) چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ پر اور اقوال عزت بشمار از کی مداح میں اور
 ہیں۔ (اقول) کیون حضرت شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اللہ لکھنا اور بعد میں فقط لفظ
 صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے اونکی فضائل کا ذکر ہونا کو کیا کہتے ہیں ہم تو پاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی مگر آپ
 منصف ہیں آپ ہر ارشاد فرمائیں۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه العتي سجان**
 ہماری عجیب لہیت عبارت کو دیکھتی ہیں یہ مطلب جہتہ ہیں اور اعراض فرمادیتی ہیں۔ اسی خیر
 بندہ کی عبارت کو تو دیکھیں کہ کیا عرض کیا گیا ہی یہ اعراض فرما کر اب میں اپنی عبارت نقل کرتا ہوں
 اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اوس پر اعراض ہماری عجیب کجا ہی یا بجا (لیکن بہتر
 موقع اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین
 کو اہلسنت تمام سے اعتبار مرتبہ اعلیٰ افضل دریمان میں ثابت و کمال اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ کتاب
 فضائل صحابہ پر ہی اور اقوال عزت بشمار از کی مداح میں وارد ہیں) یہ عبارت ہے جس پر مجیب
 اعراض ہیں اور ناز کر کے فرماتے ہیں کہ ہم پاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی حضرت عجیب یہ فرمایا
 شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اور عموماً
 صحابہ کا ذکر نہیں کیا تو محض غلط ہے شروع میں عموماً صحابہ کی فضیلت کو ذکر کیا گیا ہی اور بعد میں
 انبیا بطور تخصیص و تمیز خلفائے ثلاثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا اور اگر حصہ مراد نہیں ہے تو صحابہ
 لیکن مفید نہیں بلکہ اعراض محض ہے اور اگر لفظ کرام سے آپ مراد و دشمن ہیں تو کیا آپ
 انہیں منادہ والی اتنا ہی نہیں جانتے کہ اہلسنت کا مذہب جمیع صحابہ کے نسبت کیا ہی علاوہ
 لہ اگر بالفرض شروع میں صحابہ کرام کا ذکر نہ ہوتا اور صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ہی ذکر ہوتا اور بعد
 کے لفظ صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے اونکی فضائل کا دعویٰ کیا جاتا تاہم کچھ حرج نہیں تھا
 نہ حسب اصول اہلسنت کوئی اعراض تھا کیونکہ جو فضائل کچھ اہلسنت اور کرام جہت اور

انصارت وغیرہ کی بیان کی گئی خلف ائمہ رضی اللہ عنہم اوسین خود کامل ہیں تو انکی فضائل کہیں
 بالادلی ثابت ہونگی مثلاً جناب امیر کا ذکر کر کے اگر فضائل اہل بیت کا دعویٰ کیا جادی کر کیا
 یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر کے فضیلت اس سے ثابت ہونگی حاشا وکلا بلکہ بالادلی
 فضائل ثابت ہونگے ہم سے آپ کیا دریافت فرماتے ہیں کسی نام اہل انصاف سے پوچھ لے
 آپ کو بتا دیگا کہ آپ کا اعتراف محض بے سمجھی اور نا انصافی کی وجہ سے ہے **قول** ہاں
 ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام کے فضیلت سے انکار نہیں مطلق صحابہ کے فضیلت میں گفتگو ہے جیسا کہ
 قرآن شریف سے فضائل ثابت ہیں ایسی ہی دلائل ورائل بھی ثابت ہیں چنانچہ بطور نمونہ ایک آیت
 لکھ گئی۔ **اقول** دہن یہ یہی عرض کیا چکا ہے کہ حسبِ نصوص اکابر قوم صحابہ کرام
 وجود عقدا صفت محض فرمائی اور دعائی ہے پس آپکا یہ فرمانا صرف وجہ انعام تصدیقات اپنی
 علماء کری اور اگر آپ ہی ہیں تو بسم اللہ ہمیں میدان ہیں جو گان ہیں گو۔ تشریف لائی اور اپنی
 جدول چرچن صحابہ کو کرام سمجھتے ہیں کتاب اللہ سے انکا کرام ہونا ثابت فرمائی۔ جبکہ صحابہ کو قرآن
 شریف سے فضائل بھی ثابت ہیں اور ذرائع سے ثابت ہیں تو کیا خداوند تعالیٰ کو معاذ اللہ یہودی
 ہوا تھا یا بداء واقع ہوا جو اس اختلاف فاحش کا سبب ہوا یا یہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن
 اضافہ کر دیئے اور اگر یہ غرض ہے کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کو تمام اور ذرائع مذکور میں تو برائی خدا
 ذوالقین تو کجی اور اپنی مقبولین سے کو غیر مقبولین سے نیز تو کجی حق یہ ہے کہ قرآن شریف
 میں حق تعالیٰ شانہ نے عموماً صحابہ کرام کے مارج دنیوی و آخروی بیان فرمائے اور خداوند
 تعالیٰ ہولاد اسکو بداء واقع ہوا اور کہ سننی قرآن میں کی سی کی اور خداوند تعالیٰ نے انکی معاصی کے
 مغفرت کا وعدہ فرمایا جو اذکر گناہ ہیں وہ مغفور اور بقدر معاصی ہیں وہ مغفور **ذکر فضائل**
یُؤْتِيهِمْ مِنْ رِزْقِهِ ذُلُّ الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور جو آیت بطور نمونہ لکھی تھی اسکی نسبت بھی ظاہر کر دیا
 گیا کہ جس دعویٰ کے ثبوت میں یہ نمونہ پیش کیا تھا نے بحقیقت اسکی سی نمونہ نہیں بلکہ حضرت کریم
 و فہم اہل انصاف و تحقیق حق کا ایک عمدہ نمونہ ہے **قول** ہاں خلف ائمہ کی شان میں

تخصیص کے بجائے اسکی اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس باب میں خود کامل تھو اسے سبب سے پہلے
 صدیق قرار پایا جسکو حضرات ائمہ نے ہی میان فرمایا۔ علاوہ اسی آیت اشدار علی الکفار۔ خاص
 خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی صفت ہے اور اسکا مصداق جنگ ہے کہ قصد میں درباب ہر ان میں حضرت
 شیعہ نے ہی تسلیم کر لیا ہے۔ علاوہ ان سب کے آیت استخلاف واضح طور پر خلفا رضی اللہ عنہم کے
 تفصیل کو ثابت کر رہی ہے۔ علاوہ ان کے اور بہت سے آیتیں پیشتر گذارش کر چکا ہوں برائے
 خدا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادین تو ان کے تحریف کے درپے نہیں آئندہ اگر اختیار ہی
قولہ اقوال عترت جو تیار تحریر فرماتے ہیں سادہ نہیں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے اگر مقبولہ خود
 مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہیں۔ **اقول** اگر اقوال عترت مقبولہ خود مراد ہوں تاہم مطلقاً
 یہ فرمانا کہ خصم پر حجت نہیں آپ اپنے بزرگوں کے اقوال کی نافرمانی کی دلیل ہے بیشک عدم
 حجت اور سنت ہے جبکہ غیر تسلیم خصم ہوں اور جبکہ خصم تسلیم کرتے ہوں تو اگرچہ مقبولہ خود ہوں
 خصم پر حجت ہونگی اب نبی علامہ عبد الزق لاجبی نے گوہر مراد میں صحت روایات اہل سنت کو
 تصریح فرمائی کہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل انصاف در فرقہ سینا محدثین بیتا سند کہ ہر چار میں میری
 علیہ وآلہ بائنا رسید ہے کہ کماست روایت میں نمایند انتہی مختصاً عن الزعام۔ پس جبکہ خصم نے
 صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اس پر حجت ہوں۔ **قولہ** اور اگر متفق علیہ
 تو سب سے چھان بین کے بعد آپ کی علت ہے ہماری کتابوں سے بزرگ خود کل قول نقل کیے ہیں جبکہ
 آیات بنیات و اپنی سادہ میں کہتے ہیں ہر ایک کا جواب اپنی محل پر دیا گیا ہے پس آپ کا اگر
 اقوال تیار لکھنا مبالغہ ہے۔ **اقول** حضرت میر صاحب آپ انہیں کہہ کر دیکھیں کہ آپ کی
 اللہ تعالیٰ علت اہل سنت نے کیا کچھ کیا باوجودیکہ آپ کی علت اپنی تمام تر اخفا و محافل
 صحیہ و ادب مثالب و مطاعن میں صرف کر دی تو ایسی حالت میں آپ کا ایک قول کا ملنا جو صحابہ کے
 فضائل پر دلالت کرے عجائبات قدرت الہی سے ہے جیسا خواجہ کی کتابوں میں فضائل و مجاہد
 حضرت امیر شہ کاپا یا باہا نہایت سبب سے اور درست جناب امیر سے ہے جیسا کہ حسب غرضات مامی

حدیث روایات اہل سنت و جماعت

فَلَمَّا غَفَرَ بِحِمْلِهِ وَمِثْلِكَ يَا عَمْرُو مِثْلُ نُوْحٍ اِذَا قَالَ رَبِّیْ لَا تَنْذِرُنِیْ عَلٰی الْاَرْضِ مِثْلِ
 الْاَنْكَارِ فَرِحَ دِقًا اِسْبَاحُ عِبَارَتِ فَرِحَ رَازِیْ اَمِیْهِ کِیْ شَبَّهِ الْکَلَامُ سَے لَقْلَقَ کَرَامَتِ - روایت است کہ در روز
 مفاد حق اسیر گرفته بودند از آن جسمه عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ و آله و سلم در باب ایشان
 مشوره فرمود ابو بکر گفت کہ اکابر اصحاب این قوم قار بن عشار تو اند اگر یک یک بقدر طاقت دست طاقت خدا
 بدیند باشند کہ روز جزا دولت بدست برسد و حال اعدا و مدد مسلمانان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ
 ایمان کن کذب کردند ترا ببردن کردند اینها آنہ کفر اند بہر را بغیر ما کردن زنند و گمیان ایشان خدا را
 عقیل علی سپارد عباس را بخمره و فلان بن تا کردن زخم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آله و سلم فرمود حق
 سبحانہ و تعالیٰ لہا می مردم را گاہ است کہ نرم بسیار دیر تر کہ نرم تر از شیر است و دیگر دہا می باشد کہ
 سخت تر از سنگ مثل تو امی ابابکر جان مثل ابراہیم علیہ السلام است گفت فتن تیعنی فائدہ منی
 مِنْ عَصَا ذَاکَ لَمْ تَكُنْ تَدْرِيْ تَوَاصِيْ عَمْرُِوْ مِثْلُ نُوْحٍ اِذَا قَالَ رَبِّیْ لَا تَنْذِرُنِیْ عَلٰی الْاَرْضِ مِثْلِ الْاَنْكَارِ فَرِحَ
 دِقًا اِسْبَاحُ اَوَّلِ دُوْحَالَتِ کَیْ نَرِیْ سَخِیْ اِست کہ از انبیاء صادر میشود مجتہب م مقننا و دقت خوب است
 چه بعضی از کفار هستند کہ بسیار شدید اند در کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و نہ از اعتقاد این گنا
 استصال است اول سختی و اگر بخلاف است نرمی و خوشحالی بعد از این حضرت فرمود اصحاب
 اگر خواہید بشید و اگر خواہید بستماید ایشان بت اختیار کردند - پس جناب مجیب کالفظ میفرماید
 مبالغہ شاعرانہ همچنانہ محض بہ مبالغہ و تفتیش اینی کتب کہ ہی دین قولہ سہب خلفائے ثلاثہ
 شامین ان لو من سے بھی مضہین - **اقول** حضرت مجیب یداد ان قول کہ جو عموما مشابہ
 صحابہ کرام میں دارد ہولی میں بوجہ کمال دین و دیانت ہمہ اندر است خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم
 کہ شامین نہیں سمجھتے کہ لفظ بعض اطلاق فرماتے ہیں حالانکہ سہب علیہ السلام کیونکہ جو قول سہب صحابہ
 بنیقت بہ دلالت کر گیا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم شامین شامی اور اسکی مصداق ہونے پر - **قال**
الفصل المحجب - قولہ - اور شیخہ اذ لکوف ثقلین بہ ترا کفار و منافقین جانتے
 ہیں (نمودہ من ذاک) **اقول** - اکی اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ

شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتے ہیں۔ یہ محض افتراء ہی حاشا و کلا کہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہو مقبول
العبد الفقیر الی مولاه جناب مجیب کے اس جرأت کو آفرین اور اس بہت پرشانی
 نے اپنی تائید میں نہ اپنے علم کی شہادتیں نہیں بجا رہی صحابہ گنہگاروں نے
 تو انبیاء و ائمہ کو بھی کفر و خیانت سے بچھڑا اور صحابہ میں سے توفیق و کفر و نفاق و ارتداد سے شاید
 ہی کوئی بچا ہو۔ تو شاید کرام کے تسلیم کے سبیل الفرض ہوگی پس اہل سنت کا انکار کہنا طرفہ
 تماشا ہے۔ یہ وصف تو گناہی معاف جناب کی ہر اکابر میں پایا جاتا ہے کہ ائمہ پر افتراء کرتے
 ہر بہیمانہ باندہ ہر تہی ہوئی روایتیں بنا کر ان کی طرف سے شائع کرتے تھے اور حضرت علیؓ کا تائید
 یہ بھی موجود ہے۔ الشیعہ کا نوا یکذبون علی الائمۃ و ہم قد نادوا منہم علی ما ذکرہ
 الکلیۃ فی الکفر و النفاق ابانیمہ اگر شیعہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور صحابہ کرام کو کرام جانتے ہیں اور
 اور اپنی بزرگواروں کے جنہوں نے کرام ہونے سے صحابہ کو خارج کیا ہے تکذیب کرتے ہیں تو مرہباً بالوفاء
 و حبذا الاتفاق۔ **قولہ** ان جبکہ نفاق و کفر نزدیک ثابت ہے اور روایات اہل سنت ہر اسکی ساعدت
 کرتے ہیں انکو یہاں سمجھتے ہیں کہ کل کو اسی گول مول بات لکھیں اور سب کو خطا ملے کہ انصاف سے بعید ہے
اقول وہ منافقین کہ جبکہ نفاق کتاب و سنت رسول اللہ سے ثابت ہی اہل سنت کے نزدیک
 ہرگز عداوت صحابہ میں نہ وہ نہیں اہل سنت کے نزدیک صحابہ کو وسطی ایمان خاتمہ تک ہونا شرط ہے حاشا و کلا
 کہ اہل سنت کو دو تہیں نفاق صحابہ کی مساعدت کرنی ہوں لیکن ان حضرات شیعہ کے روایات صحابہ
 کرام کے ارتداد و نفاق کو صاف صاف بیان کرتے ہیں پس حقیقت میں غلط ملط آپ بزرگان دین نے
 اپنی روایات میں فرما رکھا ہے نہ نہیں۔ **قولہ** یہ کہ ممکن ہے کہ شیعہ خلاف تقلید کے جن حضرات
 اہل سنت سے اسی امر میں تو مخالفت و جھگڑہ ہے **اقول** حضرت میر صاحب یہ محض چکا
 اور انکی بزرگوں کا زبانی دعویٰ ہے شیعہ کو اور اتباع تقلید کو کیا عداوت شیعیت تو اتباع
 ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور عیسیٰ اور زرارہ اور سالم بن ابی حفصہ اور ابو الجارود اور ابو بصیر
 نے شیعہ کو پرچھوٹی باتیں تو پیشی تھیں۔ اور اہل شیعوں سے اذیت ہاتے تھے۔

وغیرہ کے دین کا اتباع ہی آپ جدیات کو چوری اور پنی کتابوں میں اس امر کی تحقیق فرمائی مگر
 انسان سے دیکھ کر ہی فوسلوم کی گئی کہ یہ طریقہ ان ہی حضرات کا اور ان کے بزرگوں کا ایجاد و اختراع
 ہی کہیٹ تراش تراش کر اور اور بنا کر انہ رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کرتے تھے اور ائمہ اعلیٰ
 مکذیب فرماتے تھے کسی پرعت فرماتے تھے کہ سیکوٹر من الیہود و النصار سے فرماتے ہی ہیں جو
 طریقہ ایسی بزرگواروں کے توسط سے لیا جائیگا وہ ہرگز ثقلین کے مطابق نہیں ہوگا تعجب یہ ہے
 کہ شیعہ نے ان حضرات کو روایات و روایات کو مطاعن میں ہی پختہ دراست میں تو پیشوا قرار دیا کہ یہاں
 کیا وجہ ہے کہ اہلیات میں انکی روایات و روایات کو تبدیل کیا جو کہ ان حضرات کا سیدہ حال مد
 روایات سابق میں ہی بیان کر چکا ہوں اسلیں اس موقع پر کسی قدر توضیح و تفسیر کر کے حضرات شیعہ نے
 جو خلاف ثقلین اپنی اہل و عیال میں کیا ہے اور اس کو نقل کیا ہوں۔ (۱) وجوب معرفت خدا تعالیٰ عقلاً
 حالانکہ یہ ثقلین کے مخالف ہے کہ نبی اللہ - (الحکمہ لا اللہ الا اللہ الحکمہ - یصل ما یشاء و یحکم ما یشاء)
 عشرت روی الکلمۃ علی محمد اللہ ۴ اللہ قال لیس علی خلقنا یعرفہ و الخلق علی اللہ
 یخفہم (۲) اکابر شیعوں مثلاً زید بن اسین اور کبیر بن عیین اور سلیمان بن جعفری اور محمد بن مسلم وغیرہ
 ہے کہ خدا تعالیٰ ازل میں نہ عالم تھا نہ سمیع نہ بصیر نہ مدبر نہ مجتہد نہ مخالف ثقلین ہے (۳) اقبال
 صاحب الطاق و بعض اثناء شری کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض شایہ کہ قبل وجود نہیں جانتا چنانچہ شیخ
 مقداد صاحب کثر العرفان اسکا قائل ہے کہ کتب نبویات سے قبل وجود خدا تعالیٰ جاہل ہے اور یہ بالکل خلاف ثقلین
 (۴) ابو جعفر طوسی اور شریف رضی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عین حق مدبر شدہ قادر نہیں
 یہ کہ طرح موافق ثقلین ہے (۵) شیعہ اعتقاد کرتے ہیں کہ کلام اللہ میں صحت یہ تحریف کی
 اور یہ عقیدہ بالکل مخالف کتاب اللہ و غیرت کر ہی (۶) کہتے ہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ
 کو بدلہ واقع ہوتا ہے اور یہ صریح مخالف ثقلین ہے (۷) اعتقاد کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ غیر
 شیعہ کے خدائات اور گزاسی پر راضی ہے اور یہ مخالف ثقلین ہے (۸) اعتقاد رکھتے ہیں کہ

خلاف ثقلین
 مخالف ثقلین

شیخین کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے خدائات اور گزاسی پر راضی ہے اور یہ مخالف ثقلین ہے (۸) اعتقاد رکھتے ہیں کہ
 خدا تعالیٰ کے خدائات اور گزاسی پر راضی ہے اور یہ مخالف ثقلین ہے (۸) اعتقاد رکھتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ محکم عقل کا ہے اور حکم عقل بہت سی چیزیں خدا تعالیٰ پر واجب ہیں (۹) عقائد رکھتی ہیں کہ بدنِ بلیکہ تمام طیور و بہائم و حیوانات اپنی اپنی افعال کے خالق ہیں اور خدا تعالیٰ کو ان کی افعال میں کچھ دخل نہیں اور عقیقہ و مخالف تعلیق کے ہے (۱۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ امامِ انبیاء اور رسول سے عند اللہ افضل ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہ عقیدہ تعلیق کے مخالف ہے۔ (۱۱) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء اور ملائکہ کی سبائش بظیفین حضرت علی کے ہے اگر حق تعالیٰ حضرت علی کو سید انکرتا تو انبیاء اور ملائکہ اور حبیب کو سید انکرتا اور یہ مخالف عقل و نقل ہے (۱۲) اعتقاد رکھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء سے اور ملائکہ سے ائمہ کی ولایت اور ان کی اطاعت کا ميثاق لیا۔ (۱۳) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء و ائمہ کے انوار سے قیاس کرتے تھے (۱۴) اعتقاد رکھتی ہیں کہ قیامت میں تمام انبیاء حضرت علی کے محتاج ہوں گے۔ (۱۵) اکابر امامیہ انبیاء سے صدور کفر و ثبوت کبیرہ روایت کرتے ہیں۔ (۱۶) گتھے ہیں کہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء سے شتاق لیا تو حضرت آدمؑ نے انکار کر دیا۔ (۱۷) کہتی ہیں کہ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوفِ کعبہ سے وحی کو رد کیا اور استغفار دیا۔ (۱۸) کہتی ہیں کہ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوفِ کعبہ سے وحی کو رد کیا اور تبلیغ احکام سے تقاعد کیا۔ (۱۹) اعتقاد رکھتی ہیں کہ ائمہ اور ان کی اعداء قبل قیامت زندہ کیے جائیں گے جسکو رجعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۲۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ امامیہ میں سے کسی کو معصیتِ صغیرہ و کبیرہ پر عذاب ہوگا (۲۱) مذی اور دودی اور آبِ استنجا کو پاک قرار دیتی ہیں (۲۲) شرب کو اپنی عقل و غیرہ نے طہارت کا حکم دیا ہے (۲۳) کہتی ہیں کہ اگر حسین عورت کو حالتِ نماز میں بغل میں بویہ بیہانتاک کفر شریف تھا رہو اور مذکر کو مجاہدی سوراخ عورت کے کمری اور ندی ہی بہکے گھٹنوں تک بونچی تاہم نماز جائز ہے (۲۴) بعضی فرماتے ہیں کہ نماز میں الکحل شرب مفسد نہیں (۲۵) کہتی ہیں کہ بعض سورتیں پڑھنی سے نماز فاسد ہو جاتے ہیں۔ (۲۶) پانی میں غوطہ لگانے کو مفسد صوم فرماتے ہیں (۲۷) کہتی ہیں کہ اعلاام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (۲۸) لونڈیوں کے زوج کو عاریۃ دینا جائز فرماتے ہیں (۲۹) عورت منکوحہ اور مملوکہ اور مانگی ہوئی اور وقف

کی ہوئی اور ایسا نہ رکھی ہوئی اور متعہ کے ساتھ لواطت کو جائز فرمایا (بہم) متعہ دور یہ کو بایں
 قرار دیتی ہیں اور او کی صورت یہ ہے بہت سی مرد ایک عورت کو ساتھ متعہ کریں اور دور و نوبت
 مقرر کر لیں کہ ہر ایک شخص اپنی نوبت میں جماع کرے علی بن ابی القیس بہت سی ابواب فقہ کے مسائل
 کثیرہ ہیں شتی نمونہ اور دوسرے نمونہ از بحار نہایت تفصیل و اختصار کے ساتھ صواعق و خذ و ذریعہ
 نقل کر رہی جناب محیب غور فرادین اور سوجین کہ نقلیں کا اتباع ایک نام ہے باقی رہا مفسر
 کلام اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث میں ذکر کیا جائیگا جناب
 محیب اگر زیادہ تفصیل چاہے تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضرین بعد اس کے اب یہ امر واضح ہو گیا
 کہ جو سید محیب بیٹے تحریر فرمایا (اہلسنت سے اسے امر میں تو مخالفت و جہگڑہ ہے نہایت صحیح
 قال الفاضل المحیب - قولہ - اہل سنت سے اسے شیعہ کی جہالت کے ترس سے یہ خیال
 فضائل اور ظہار طاعن میں مجید و جہد ساعی میں - آقول - بے شک جنکی فضائل کتاب اللہ
 و اقوال عزت سے برگزنا بہت نہیں اور اہلسنت خواہ مخواہ فضائل اور کمزوریوں سے لگائی ہیں اور وہ مطاعن
 جو طشت از باغ فسادہ میں کر چھپائے ہیں ان میں چھپ سکتے ہیں چھپا نا چاہتی ہیں ان فضائل کے باطل اور
 مطاعن کے اظہار میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس حق ظاہر ہو یہ مقول العبد الفقیر الی مولانا
 بحول اللہ و قوتہ گذشتہ اجاث میں مناقب و محاد صحابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے ہی اور اقوال
 ائمہ سے ہی مختصر کیا گیا اب ہم دیکھتے ہیں کہ محیب بیٹے کیسے فرماتے ہیں یا بخلان تحریر خود فضائل
 نامتہ کو باطل فرماتے ہیں بڑے مطاعن جناب محیب نے دو ذکر فرمائی تھے انفضاض عن صلوٰۃ
 اجماعہ و تحکمت عن بنیہ الصدیق سر محمد نعمتہ از کا بھی قلع و استیصال را جی کہا جا چکا ہے
 پس حضرات شیعہ چنانکہ شہادات کتاب اللہ و ارشادات ائمہ فضائل صحابہ کی کتاب کو شہد
 خاک سے چھپانا چاہتی ہیں اور کچھ انوار اپنی مومنوں سے بھجوانا چاہتے ہیں اور بے دستی اپنے ترشی
 ہوئی و فائز کے نجاسات سے ان کو دھنا نہ دیکھ کر کھوٹ کرنا چاہتی ہیں اور جن صحابہ کو کرام نام کر
 رکھا ہے ان کو بھی تو سہام طاعت و قربانی نہیں چھوڑتے ہیں - بایں ہمہ صدق و شیعہ

باوجود ارتداد صحابہ کے خصمال میں بھی بھی فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار صحابی باسی تھی جو کوئی انہیں
 جبری اور قدری اور ضروری نہ تھارات دن خدا کو خوف سے روکا کرتے تھے دو ہزار انصار تھے
 اور آٹھ ہزار مہاجر تھے اور دو ہزار وہ بھی جو ہنگام فتح مکہ سلام لائی تھے۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے
 فضائل خواہ مخواہ اہلسنت ہی ادھر ذمہ لگاتے ہیں اور انکی مطاعن جو طشت ازہام میں بہت
 سی ہیں۔ یا یہ انکی فضائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں
 سعادت اللہ اگر بغرض محال بھی ہے امر حق قرار دے جسکی در کچھ حضرات شیعہ ہیں تو نہ خدا کی خدا کی باقی
 دہی ہے نہ رسول کے رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ ائمہ کی اہمیت نہ اہمیت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت
 پس ہر امر حق کے انکار کے سعی کا دعویٰ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اعلیٰ اعظم رسالتیں بنیادیں
 قومنا باحق دانت خیر الفائحین۔ **قال النبی** المحجیب۔ قولہ۔ چونکہ حق یہ
 اختلاف خلافت بھی اسی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعہ کو اتنی بڑی فضیلت عبت با
 اپنی اصول نہ دیکھ کب گوارا تھی اگرچہ نقالین اسکی نبوت کو کٹا ہد میں اپنی خلافت کی
 اصول و مروط ایسی وضع فرمائی کہ جگر رعات سے مدعا حاصل ہوا اور ابطال استحقاق خلافت اپنی زعم میں
 ہو جاوے (قول) یہ اصل ہر دراصل بجای خود نہیں جیسا کہ پہلے گذارش ہوا کہ کل صحابہ اپنی ہی جتنی اور کفار و مشرکین
 بعض کثائین صاحب حیثیت و ثلث ارفاد و پیشہ مرد و ان جناب آپ کو تحریر فرماتے ہیں **مقول العبد الفقیر**
الامولہ اس اصل دراصل بجای خود ہونا سابقا اپنی موقع پر مشر و حایمان کیا جا چکا ہے حاجت عادہ میں سچا کہ
 کسی حدیث عنہا نے محجیب لیب اسکا عادہ فرمائی تو تعجب کیا جانا اور خاتم الخیرین کلمات کی نسبت بھی فصلان ذکر ہو چکا ہے لیکن سچا کہ
 ہی قدر عرض ہے کہ خاتم الخیرین صحیح ہے میں یہ لفظ نہیں لکھ خصوصاً لفظ مرد و ان جناب آپ کی کو حق میں نہیں لکھا ہے میں
 محجیبین تحقیر کا انتر ہے اگر بغرض اگر صحیح ہے حق میں کہا ہے تو بالذات لازم نقل نہایت یہ کہ لکھا ہے میں اس وجہ محجیب نے
 جو یہ سبب تخریر فرمایا۔ (کل صحابہ اپنی تھی) اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو لہتہ کہا جا سکتا ہے
 کہ یہ ایک سبب ہی جو انصاف و راستی و صدق سے باعتبار اپنی روایات و ہول نہ دیکھ سبب ہو گیا ہے اور اگر کل
 مجموعی کی طرف نفی جامع ہے تو خلاف انصوص مردایات ہے۔ چنانچہ بارہ اس غلطی پر تہنہ کیا جا چکا ہے

اور پھر اچھا ہونا مرتبہ ایک میں ہر اگر اس سے یہ مراد ہی کہ معصوم نہ تھی اور شیعیہ جیسا کہ کوفہ
 سے بھی برتر اور پھر فرماتے ہیں یہ کہ بعضی تو معصوم تھے معصوم تھے اور نہ انبیاء سے بہتر بلکہ سادہ
 ہی تھی اور اگر اچھی نہ ہوتے تو یہ مراد ہے کہ مرتدا اور غاصب حق خلافت فذلک لا غیر دین
 اور حرف کلام سب اہل العین تھے تو غلط اور کذب افتراء اور دساد و نخیات حضرات تبعہ سے ناہشی
قولہ اکیسویں قریبی کہ مقدمہ خلافت پر وہ مقدمہ ہی کہ جس پر صحابہ کو کفالت و زنا مل رہا ہے
میں اقول - یہ حصہ بالکل غلط اور باطل ہے و فضائل و ذرائع صحابہ کے پرکھی جانے لگے
 صدراعقبات اور ہزار ہا مراحل زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قطع ہو چکا اور
 انواع انواع کے تکلفات میں آنا بائیں ہو چکا اور طرح طرح کے صدات میں امتحان ہو چکا
 اول جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسبوت ہوئے اور دعوت شروع فرمائی اور کفار کو فساد
 دلدادہ اسامی ہوئی جن لوگوں نے اس وقت حضرت کی تصدیق فرمائی اور حضرت پر ایمان لایا اور کفار کی انہماک
 تھی اور کچھ اپنی مال جان و آبرو کا پاس نہیں کیا علم الاعلان بے خوف و خطر آواز و دعوت اسلام کو بلند
 رکھا چنانچہ بہت سے اکابر قریش اور بنی تہامہ سے شرف با بیان ہوئی اور بہت سے غلاموں کو
 جو ایمان لائے تھے اور کفار کے بچے تکلیف میں گرفتار تھے اپنی خالص مال سے خرید کر آزاد کیا اور کفار
 کی تکلیف دہی سے انکو رہائی دلوائی۔ اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ اور رفیق
 غلام سار محمد بن اسلام کی محبت میں ازواج و اولاد اور خویش و اقارب سے بیوند ٹوڑا اور مال و منال کو ہوا
 اپنی وطن سے موٹھ موڑا اور غربت اختیار کی مصیبت کو سہر لیا۔ صغیر ترین چیلین از دشمن بھی
 تکلیفین اور ہتھکنڈوں کفار و الکفار کو قطع مسکن کر کے حضرت کے قدموں میں بڑھ رہی کہ وہ اس کی
 سعادت سمجھا اور جنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رفقاء و اہل وطن کو اپنی گھروں میں جگہ
 دی جان مال سے خدمت کر کے دارین کی سرخروئی حاصل کی دین و اسلام کے شاعت میں ایسی
 ہوئی عروا و سرایا میں اسلام کا کھلنے کے لیے اپنی جان و نگو معوض ہلاکت سے نہیں بچا اپنی
 جان و نگو حضرت کے نفس نفس کے آڑ میں لے گیا۔ دین اسلام کو عالم میں پھیلا یا کھر دال کھر کھنڈل

حکم صادر ہوا ہے کہ اس کتاب کو
 ہر مسلمان کو پڑھنا چاہیے

۱۸

دگوں سا رکھا۔ آزمائشوں کے جھٹی میں انکی میل کچیل دور ہوئی اور وہ ان کی سیض صحبت غیر بنے اور انکو
مستفاد و مجلا کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے انکی قلوب نور ہوئی اور اشعہ ماہتاب فیض و
برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی دل روشن ہوئی عالم خلق دگر کو قطع کیا ملکوت کے سیر کے
حقیقہ حقائق کو یکشم قلب مستاہد کیا۔ جب انکی جان ناریاں اور خد بات نمایان برگزیدہ جناب حمد
صلی اللہ علیہ وسلم اور پسندیدہ حضرت کبریائی جل علا شانہ ہون۔ تو خداوند علام الغیوب کو بارگاہ
عالی متعالی سے انکی صلہ میں مضامین خود دی کے معنی طاب ہوئی اپنی رسول کے زبان نے دخول اجنتا کا
وسلہ فرمایا انکی خطایا ذرات کی نفرت اور خاصہ رسیات کی کھاؤکا شرہ سنایا گیا تو گویا ازبائیں
ختم ہو چکی اور انکی محابد و فضائل میری ہو چکی تو یہ مرتد و خلافت پر آزمائش کا حصہ کرنا اور کہنا
برقعہ مخالفت ہی سے فضائل و زرائع برکاتی جاتے ہیں سرسرا غلط اور بد بھی البطلان ہو موعار
آزمائش اور محاک امتحان وہ مراحل تھی جو حضرت کے زمانہ میں طبعی ہوئی منافق و منحصر ممتاز سرد
حق تعالیٰ نے فرما دیا۔ مَا كَانَ لِلَّهِ لِيذِلُّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ
وَمَا كَانَ لِلّٰهٖ لِيُطْلِعَكُمُ عَلَى الْغَيْبِ الْمَخْتَمِ حَسْبَكُمْ اَن تَذْكُوا الْحَقَّ - اور ایسی بزرگان دین اور
اکابر اربعین کے عیوب کا تجسس کرنا اپنی عمر عزیز کو راگدان پر باد و تلف کرنا ہے جسے کسی صحیح
کاچی قلبہ جویدہ اصناع العمر نے طلب الحال مدمعنہ اگر یہ ہی قسم ہے جس سے فضائل
وزرائع برکاتی پختہ ہیں تو بعض محال سے بسبب تسلیم ہم کہتی ہیں کہ حسب تصریحات علماء شیعہ
فضائل و زرائع برکاتی انفس نے جاودیت تجیز تکفین تھے حضرت کے جنازہ اطہر کو تین روز کا
لا دفن رکھا حضرت کے وصال کا ایک یوم غم ہوا نہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور
چند درخت خرما کی ٹپگی جسکی وجہی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کا پاس کیا
کہ اپنے صبر و سکوت کی وصیت قرآنی تھی نہ دو دمان نبوی کے آبرو کا پاس کیا کہ در بدر پیٹنگی
۱- اللہ وہ نہیں چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کی طرح پر تم ہو۔ جب تک جدا نکریے نا پاک کو پاک ہے
اور اللہ یوں نہیں کرتا کہ خبر دے غیب کی۔ ۱۲-

+ + + + +
+ + + + +
+ + + + +

منافقین کے ہم برابر ہم کو الہی اپنی دین کو اپنی خواہشوں کے مطیع رہا کسی شہر کو
دارالاسلام نہ بنایا۔ معاذ اللہ! لکن لے تو بڑا بڑا ایک مہاجر و امولار۔ اور بعض نے حضرت
دین کو اختلاف عظیم سے بچا کر سنبھالا۔ اور عالم میں شائع کیا ہزار ملک فتح کئی ہزار اکو
سک ہلام میں ہنساک کیا حضرت کو وصال کے صدہ میں بیاتک بیہوش ہوئی کہ آپ کے
انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوی تو ہم کہتے ہیں کہ
ہی نے یہ فضائل و زائل کے امتیاز فرمائی ہی چہرہ چاہی فضائل منطبق کجی اور چہرہ
زائل **قول** حسب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص دنیا فانی اس قدر غالب ہوئی
کہ باوجود تہدید و ترہیب تحریف حضرت بنوی **مستحق الامارۃ** و سکون ندامۃ بن الفیئۃ
کما فی صحیح البخاری آپس میں مخالفت و تباہی کے نقش اظہر جناب رسول خدا کو بے غسل و
دھون ہوڑ کے خلیفہ بن کر اور اہل بیت کی جنگی ہنساک حکم تباہات ہی انہوچی بات پوچھنی کے کیا
معنی بیانی تبار و نفسی کے چہرہ جلانے کی دہکمی دی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظہ فرمائی محبت
تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو کہ وقت انقطاع و بیعت کیا کیفیت تھی۔ **اقول**
یہاں تو عجیب سبب جو سن بعض عہد میں اگر جامہ سے باہر ہو گئی تو سن بان بنگام ہو گیا
انصاف و تحقیق جن کو بالا سر طاق کہہ کر جو نوہ میں آیا فرمانا شروع کر دیا۔ خیر ہم ان کو کلمات
تشیع کے جواب میں کچھ نہیں لکھتے لیکن اپنی بخاری کے حدیث سے استدلال کر کے صحابہ کی
حرص و طمع کو بزرگ خود ثابت کیا ہی اسکا جواب و تحقیق ضرور ہوئی پس صریح ہو کہ عجیب سبب
انہو استدلال میں اس حدیث کو بہت فرامین تو اول انکو ثابت کرنا چاہی کہ مستحقون من خطاب
کسکو ہر ظاہر ہے کہ تمام صحابہ کو قطعاً رو نہیں اپنی کہ بالاتفاق حرص علی الامارت تمام افراد
صحابہ سے واقع نہیں ہوئی تو لامحالہ بعض صحابہ مراد ہوئی اور اس کے مصداق وہ بعض میں جو بلا
استحقاق امارت کو طالب ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ سالیہ و منکم
امیر من لفظ امیر پر قرینہ اور ال ہے اور حضرت امیر عویہ رضی اللہ عنہ کہ وہ بھی طالب امارت ہوئی

محدث سوسن ام الامارۃ و سکون ذات الحق

اور خلفا ثلاثہ رضی اللہ عنہم مرکز طالب امارت نہیں ہوئی اور نہ اس پر حرص کی آپ کتب سیر
و تاریخ ملاحظہ کیجیے حضرت صدیق اکبر نے اپنی خطبہ میں جو بقابلہ انصار پڑھا فرمایا کہ عمر یا ابو عبیدہ
کہا تمہیں بیت کرلو۔ اور اس وقت حضرت فاروق نے اپنی اوپر سے دفع کیا اور صدیقؓ کے ہاتھ
پر بیعت کر لی اگر حرص دنیاوی اور طمع نفسانی ہوتے تو ہر شخص اپنی نفس کو امارت کے لیے مقدم
کرنا اور کچھ بھی نہ ہوتا تو اس قدر ضرورت کہ حضرت ابو بکرؓ کے قول پر فاروقؓ چمکے ضرور ہوتا تو اس
بروزی مثل انصاف معلوم ہوتا کہ ان حضرات کو مرکز طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہیں تھی
بلکہ امارت کی طرف اشتیاق ہی نہیں تھا لیکن ان تصفیہ تشریحات علم اشدیہ کی صفات
معلوم ہوتا ہے کہ بروی روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر حرص اور طمع ہی نہ تھی
جس سے بلا کی ولایت نہیں ہوئی نقل کیا ہوں۔ فلما کان اللیل حمل علی فاطمة علی حمار واخذ بید
الحسن والحسین فلم یذیع احد من اهل بصری من المهاجرین ولا من الانصار الا انما فی منزله وذا
مقتدر وعلیٰ نصرتہ الخ یہ روایت کس طرح صراحتہ معاوانہ حضرت کے حرص اور طمع پر دلالت
کرتی ہے اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو بیچ البیانہ کو کہو یہی اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں صرف
خطبہ متفقہ کے شروع میں یہ کہیں اس میں ابتداء ہی میں یہ الفاظ ہیں۔ واللہ لقد تقصصنا فلا
واللہ لیعلم ان محلیٰ منها محل القطب من الریح۔ ان الفاظ سے کس قدر حسرت شکایتی ہے
جس کا صرف حرص و طمع پر ہی ابن بیثمہ شارح بیچ اپنی شرح میں جو اس وقت میری سامنی ہو چکی
پر رکھی ہوئی ہے اس خطبہ کے شرح میں لکھا ہے۔ واذا ثبت اندنافس فی هذا الامر کان الظن علیا
بوجود الشکایۃ عنہ وان لم یسمع ذلک فضلا عن ان امر الشکایۃ یبلغ مبلغ التواثر المعنوی اکثر تھا
ومنہر تھا الخ۔ اور یہی شارح اسی خطبہ کی شرح میں کیقندر آگے بڑھ کر لکھتا ہے۔

۱۔ خدا کے قسم سلمان شخص نے (بزرگ) قیص خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں میرا مرتبہ کیا ہے
عیسائی کا جی من۔ ۲۔ اور جب ثابت ہو کر جناب امیر نے اس خلافت کی طرف رغبت فرمائی تو غالب طریق پر
کہ ایک شکایت پانچ گئی ہوگی اگرچہ سریع نہ ہو۔ مزید برآں یہ شکایت بسبب بہت اور کثرت کو تو از معنوی کی وجہ
پر ہو چکے ہیں۔ ۱۰۔

اور وہ استقامت پر گز جناب امیر کے ایام خلافت میں نصیب نہ ہوئی اس کے ثبوت میں ہی ہم علماء
متبحر ابن میثم کی ہر تحقیق پیش کرتے ہیں سو قد کا لخص من سلف من الخلفاء استقامت اخلاص
کا نہ لا تبلیغ هذا کمال استقامتہا و علی خود دفع فتن خود بدیہی ہے کہ ایام خلافت جناب امیر
فتنوں میں ہی گزری اور خلافت آخر تک منتظم نہوا غرض کہ حرص علی الارث جو بظاہر مجیب کے
نزدیک مطلق حرام ہے جناب امیر سے پائی گئی سگر یہ بھی کافی ہے نہ تو خضمال صدوق جو فتوے
میرزا سامنی کہلی ہوئی رکھی ہے اس میں ایک روایت طویل الذیل نقل ہے جس میں بیان آید کہ
دانتخان جناب امیر کا ہی ایک یہودی کے جواب میں کہ اسنی سوال کیا تھا کہ اوصیا کے یثروست
مواضع امتحان کے حیات نبی میں ہوتی ہیں اور سات مواضع بعد وفات کی ہوتی ہیں تو اس روایت
میں اکثر مواضع سے کئی حسرت امارت پر اور طمع و حرص ظاہر ہوتے ہیں اس اگر مستحسن علی الامارۃ
میں خطاب اصحاب کو ہی تو جناب امیر باعتبار روایات آپ کی اولی و اقدم آپ کی صداق میں کیونکہ
انصار تو اپنی دعوی سے باز بھی آگئی لیکن (دروغ برگردن راوی) جناب کے آخر تک یہ ہر
حسرت و تمار ہی پس آپ اس دلدار البیبت محبت و عنایت کی آپ کی مذہبی بہائی قربان ہو جائیں کہ
سنگون نذرانہ یوم القیامتہ کا اول صداق جناب امیر ہی کو قرار دیا۔ اور صوبہ ہر کہ حضرت امیر
مامور بال سکوت اور سکوت کو م علیہ بالصبر ہی کہ زمانہ خلفاء میں چون و چرا افراد میں کیونکہ خدا تعالیٰ کے رسول خدا
ہر قسم کی تذابیر کے معاذ و مدد عاجز ہو چکا تھی چند چاہا کہ حضرت امیر بعد حضرت رسالت کے جانشین ہوں
اور صبر خاص میں آپ کی سبزی یہ حق محفوظ رہے آخر کچھ پیش نہ چلی اور لاچار ہو کر صبر و سکوت کا حکم
کرنا پڑا لیکن اور صبر و سکوت ان ہی نہ ہو سکا اور انہوں نے اگر اس طرف مخالفت کی تھی تو اوپر انہوں نے
اس طرف حکم کو مانا۔ باوجودیکہ حیات القلوب سے خاتم التکلمین نے منتهی الکلام میں وصیت نامہ کی روایت
طویل نقل کی اس میں سے مختصراً نقل کرتا ہوں اور جملہ امور یکہ بران حضرت شرط گرفت بامر جبریل از جناب
خداوند عالمیان ان بود کہ گفت یا علی وفا کنی آنچه درین نامہ است از دوستی کیکہ با خدا و رسول تو

کند و از دشمنی کسی که باشد اورسول دشمنی کند و میرزای نمودن از ایشان و بران که صبر کنی بفرمودن
 خشم ایشان برفتن حق و غضب کردن خشم و ضائع کردن حرمت تو حضرت امیر گفت علی بایران الله
 اورسول سے یہی سیری ہو تو اپنی ابن شیم کی شہادت سنی شرح پنج البلاغہ میں تحریر فرمایا ہے واللہ
 کان معہودا علیہ ان لا ینزع فی امر الخ لا فذلک اور یہ امر یہی ہی کہ یہ کشش و کشش تہمت
 و مقدمات نزاع کے ہیں جب تصریحات تو مگر حضرت کو اس وقت اعوان ہم ہو چشتی تو آپ قتل
 قتال سے دریغ فرماتے ہیں اور دلتک پر آفرین کر عداوہ حرمن طمع کے آپ کو عاصی و مخالف
 امیر خرم و وصیت رسالت پناہی پھر آیا۔ غرض خلاصہ یہ ہے کہ حسب تصریحات شیعہ آپ کے حرمن طمع
 فرمایا اور یہ حرمن طمع آپ کی شرعاً جائز تھی۔ اس سے صاف طور پر غلبت خلافت ہی منتفی نہیں ہو
 بلکہ استحقاق ولایت خلافت ہی منتفی ہو گئی۔ یا انہما اگر آپ استحقاق کا ذکر چیریں کہ تو آپ کو ادا
 ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اسکی ہم معارضہ دوسری استحقاق اور غلبت سے کریں گے پس اگر
 آپ بردی استحقاق حدیث منصوصون میں سے بعض کو مستثنیٰ فرمائیں تو چشم مار و روشن دل باشد
 ہم ہی بشیر ٹیکہ علی سبیل القرض حرمن طمع خلفا کو تسلیم کر لیں یہ ہی عرض کریں کہ باقی جہد
 اس عبارت میں غیر اخفا و ماعن میں اور کیا جواب پیشہ گذارش ہو چکا ہے حاجت مکرار نہیں بلکہ
 معاذ اللہ کہ جس امر کی ثبوت کی نقیض شاید ہوں وہ شیعوں کو اور انہو شیعوں کا مذہب ہے کہ تسلیم
 اور اسی امر میں ہمارا آپ کا نزاع ہے۔ یہ محض آپ کا خیال ہے اقول اگرچہ اس سلسلہ میں قریب
 ہم بحث کر چکی ہیں جس سے دعا ہے کہ پوری کیفیت واضح ہوئی ہے لیکن بیان ہی اتنی گذار رہا
 ضرور ہے کہ جناب میر صاحب یہ محض آپ کا خیال ہے جسکا دار و مدار بقدر اس امر پر ہے کہ
 کہ آپ اپنی روایت کو نسبت جو آپ کی طلبہ کی تصریح کی موافق مطرد و سرود و بارگاہ جناب امیر تھی
 ظن بوجہ سادہ لوحی کے رکھتے ہیں اگر آپ نفسانیت کو چھوڑ دیں اور جدلیات کو ترک کر کے ہدف
 اپنی ہی کناؤں کا ملاحظہ فرمادیں تو آپ پر یہ عیب بخوبی حل ہو سکتا ہے واقعہ یہ ہے کہ
 مل اور حضرت امیر سے یہ عیب لیا گیا ہے کہ اختلاف میں جہگڑا نہ کریں۔

الی صراط مستقیم معہذا اگر ایسا ہی تمسک ہی تو پھر ادق ارشادات ائمہ میں جو فضائل صحابہ و
 میں وارد ہیں کیوں تاویلات بعیدہ اور توجہیات رکبکہ کر کے اونکو مسخ کرتے ہیں اونکو اپنی ظہر
 پر کبھ کر سید ہی طرح تسلیم کر لیجی کہ واقعہ اور نفس الامری طور پر ہی تمسک پایا جاوی اور جب تک
 یہ نہیں بت تک ثقلین کا تو تمسک نہیں ہاں اپنی اسوار کا تمسک ہر اللہم حفظہ تو منامندہ -

قول اصول و شریعت خلاف واقعی ایسی ہی ہونے چاہئیں چنانچہ دوسرے طوں کو تو آپ ہی
 تسلیم کرتے ہیں اور چونکہ خلفائے ثلاثہ میں عصمت کا تحقق ہونا محال ہے اسلئے اس شرط سے درگزر کرتے
 ہیں۔ **اقول** یہ وہ مسئلہ ہے جو پیشتر بار بار مذکور ہو چکا ہے اور اسکا جواب بھی مذکور ہو کر رہا ہے

آپ کی غلطی اور ناواقفیت ہے کہ آپ تسلیم دفعہ کو تسلیم شرائط خیال کرتے ہیں و شتان بینہما ایسی
 توہمات اور خیالات ہیں تو مبتدیانہ اکثر دلائل ایسی ہی زعمومات برہنہ ہیں عصمت خلفاء کا
 محال ہونا بیان کرنا اور وقت اپنی موقع پر ہر کس کوئی شخص معی عصمت ہو اور جب کوئی دعویٰ
 عصمت نہیں تو محض بغیادہ ہے پس برہنہ یہ ہے کہ ہم کہتی ہیں ائمہ میں عصمت کا تحقق ہونا
 محال ہے اور بجز اداہم و خیالات کے کوئی دلیل عقلی و نقلی حضرات ائمہ کی عصمت پر قائم نہیں ہے۔

قول جبکہ ہم نص کے قائل ہیں تو وضع اصول کی نسبت ہمارے طرف کیونکہ صحیح ہے۔ **اقول**

سبحان اللہ حضرت کا یہ افادہ کمال ہے و شتان سی اور علم اور در فقہیت اور فہم پر مبنی ہے۔ ای
 حضرت آپ یہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ہم ثبات اصول میں نص کے قائل ہیں۔ تو
 وضع اصول کے نسبت ہمارے طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلاف واقع کیونکہ نص کے قائل ہونا
 شرائط امامت و خلافت میں ناظر ہی نہ ثبات اصول میں اور اثبات اصول شرط کے ایسی حضرت

کو پاس کوئی نص قطع موجود نہیں بسم اللہ اگر ہو تو ایسی اور اگر مقصود یہ ہے کہ ہم جب خاتم

وامت ائمہ میں نص کے قائل ہیں تو نسبت وضع اصول باطل ہے تو یہہ بالکل دلی ہے اور ایسی
 پوچ دلیل ہے کہ ادنیٰ طالب علم ہی پیش نہ کرے کیونکہ آپکا خصم یہہ کہتا ہے کہ یہہ آپکا نص کا
 قائل ہونا یہہ ہی اور نہیں اصول موضوعہ میں سے ہے جبکی نسبت آپکی طرف کیجیگا ہے وضع

اصول کے نسبت کو متنازع کو نفس امت کے اصول میں ہونے سے کیا تعلق بلکہ اگر آپ مائل فرماؤ گی
 تو اس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بلاشبہ نفس کے اصول میں ہونی
 کو قائل ہوں تو خود یہی اصل موضوع ہائی گئی اور اس اعتبار کی تائید و تقویت ہوگئی۔ پہلے اس
 علم و استدلال پر ہماری محبت کے کیا کچھ دعویٰ اور فرماتے ہیں کہ ہماری شہادتیں وہ یہی حاکم
 اور وہ یہی تحریر قولہ مان یہ ضرور ہے کہ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ تیسرے شخص کے خلاف
 ضرور باطل اور مستحق کے بدستور ثابت و قائم رہتی ہیں کہ عوام الناس خلیفہ مائین اور ظاہری رہا
 حاصل نہ ہو۔ **اقول**۔ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ اگر ان کو تسلیم کیا جاوے تو مستحق و غیر مستحق
 خلافت کی جڑ کاٹتی ہیں بشرطیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کما لبست و جہان شرع
 احاد انسانہ میں نقصان نہ ہو جس کی جاوے کیونکہ تمام افراد میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی
 معصوم نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کیا جاوے تو یہ وہ شرائط ہیں کہ مستحق و غیر مستحق کے خلافت
 کو ثابت نہ ہو کرتے ہیں علی الخصوص جبکہ اسکی سبب میں اس طریقہ کا یہی انتظام کیا جاوے
 کہ جس طریقہ سے علمائے شیعہ و جہان شرائط ائمہ میں بیان فرماتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص کے
 دھڑ دھڑ دعوئی و جہان شرائط گہرا جا سکتا ہے اور اسکی اقوال مخالفہ کی توجیہ کیا جاسکتی ہے مثلاً زید
 کہتے ہیں کہ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم اس وقت میرے گردہ یہ کہیں کہ ان میں تمام
 شرائط عصمت و نفس و انصافیت باقی جاتے ہیں اور اقوال مخالفہ کی تاویل کریں تو فرمائی کہ آپ
 کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان شرائط سے باطل فرمایا علیٰ ہذا اسمعیل کہ ان کو حق
 میں اوشیہ اولائن کے ہر نال میں ہر زمانہ میں انکی بات کو کیونکہ باطل نہ تھی۔ **قال الفاضل** احسب
 قولہ۔ جب دیکھا کہ شرائط اللہ سے تطویل کلام محل مقصود ہے اور قریب ہر حال میں حاصل نہیں۔ یہی
 بعض محضرات نے ہاشمیتہ کو بڑا یا اور جب دیکھا کہ ہر ہے عباسیہ کی خلسہ دہن میں
 ہوتی تو علویہ کو وضع فرمایا کہ مطلب ہولت نکل آدمی۔ (اقول) آپ خود فرادین کہ آپ کا
 یہ کہنا کیونکہ صحیح ہو اگر تطویل کلام محل مقصود ہو تو ہاشمیتہ دعوہ کا بڑا مانا اور زیادہ تطویل

ہوگی پر محفل کو بڑانی کی حاجت سے میقول العبد الفقیر الی مولانا اس قول کے
 جواب میں ہمارے محبیب نے آخر تک جس قدر تحریر فرمایا ہے اوس میں حضرت کا اندازہ علم و جہاد وغیرہ
 فہم و ادراک قابل معانیہ ہے اور دیکھنا چاہیے کہ میں نے کیا عرض کیا ہے حضرت اوس کے جواب میں ایک
 فراموش ہیں اسی حضرت آپ لفظوں کلام سے کیا سمجھی کیا اس سے آپ یہ سمجھ کر بیان شریط میں
 عبارت کو قبول ہوگی یا آپ نے بہت حال کیا کہ اثبات شریط میں مبتلا ہضم قبول کلام ہوگی
 اول یہی بطلان ہے جملہ سہلی بعض حضرات نے الخ اسکو باطل کرتا ہے مگر نے ہی باطل ہے کیونکہ
 ثبوت قیاسی تو نہیں بلکہ ثبوت کا دار مدار کسی اصل شرعی پر ہے جو اس کا خصم کے لئے
 کافی ہوگی تو اس میں بھی قبول کلام ہوئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شریط ثلثہ میں عبت بارگاہ
 وقوع کی تقسیم ہے جو محفل مقصود ہے تو اسلیئے زیادہ قیود لگا کر اوس میں تقلیل و اشتراک کی فرمائی
 اور بعض افراد کے ساتھ میں مخصوص کیا تاکہ امکان وقوع اشتراک کی تقسیم کی گفتگو
 کو ناہ ہو میں شامیہ و علویہ کو بڑا ناگوار کو کو ناہ کرنا ہے نہ قبول کیونکہ ظاہر ہے کہ جس قدر قیود مخصوصہ
 بڑھائی جائیں گی اوس قدر تخصیص ہوتی جائیگی معنی یعنی ثانی کے یہی توجہ یہ ممکن ہے پس کیا یہ فرمانا
 کہ شامیہ و علویہ بڑھانی سے زیادہ تر قبول ہوگی نہایت تعجب انگیز ہے اور محفل سمجھنا اور یہی ماوراء عجیب ہے
 بلکہ یہی کہ سیدہ و مفصل گذارش کرتا ہوں بغور و نام مستوجب ہو کہ سنی اول شریط ثلثہ وضع ہوئی
 و جب بعض دراندیشوں نے اس کی تقسیم کو محفل مقصود پایا۔ اور دیکھا کہ ہر شخص مدعی خلافت اور جد
 رایت کا مدعی ہو سکتا ہے تو سہلی شامیہ کو بڑھایا ہے یہی سیدہ و تقسیم باقی ہے۔ کہ تمام سنی شامیہ
 باسیہ وغیرہ مدعی ہو سکتے تھے تو علویہ کو بڑھایا لیکن یہ تخصیص ہے حسب عا کا فی ہوا سنی اور سنی
 بغیرہ کا جدا خورش نگاہ ہوا تھا اور سنیہ کا علیحدہ کثیرا گ تھا اور روز کی تخصیص اور آئی
 کے تقلیدات سے بناوٹ کا زیادہ استنباہ پیدا ہوتا تھا۔ تو اسلیئے اثنا عشریہ و دہشتہ و ن
 فیہ لگائی کہ تمام جہنگ راہی فیصلہ کر دیا اور کب دیا کہ یہ حضرت شخصی ہے کہ بجز خاص بارہ
 نفوں کے کوئی امام نہیں اور جو انکی سوا دعویٰ کرے وہ ایسا اور ایسا چنانچہ ہمارے محبیب نے

یہی اپنی ہی قول میں اس حصر کی تسلیم کو ظاہر فرمایا ہے۔ کاش اگر ادا دل ہی سی اس تمہیم کا نام ہی
 نہ لیتی اور اس حصر کو مینائی تواج یہ وقت کیونک پیش آتی۔ لیکن کیا کریں جب فردن اور زمین
 اسکا پتا نشان ہی نہیں ہاں اس کیونکر کر سکتی تھے اگر حضرت مجیب کے دعویٰ ہو تو ہماری مجیب
 اپنی دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کر دے کہ سلا میں تو اس سے صاف معلوم ہوا
 کہ یہ محض بنا کر ہوئی باتیں ہیں۔ بہتہ اگر شرط ہی میں ادسنے نال سے خیال کیا جاوی
 تو واضح ہوتا ہے کہ ان شرط کی وضع ہی ٹھیک نہیں کیونکہ ادسن اور زم کو بھی شرط قرار دیا
 تو حقیقت بعد نص کے کسی شرط کی حاجت نہیں جب شارع کسی امر کی نسبت تخصیص مادی
 تو ادسن کوئی حالت منتظر باقی نہیں رہتی غایۃ مافی الباب عصمت و نفیلت لازم ہونگی تو
 انکو شرط میں داخل کرنا بالکل لغو اور فضول ہے اور غلط جب نص امر جائسگی تو ادسن کی لوازمات عصمت
 و نفیلت بھر پائی جائسگی لہذا شی از بہت ثبت بلوازد۔ **قول** واقعہ میں شرط ثلثہ ہے جس
 واقعہ میں کہہ کر بخوبی مقصد حاصل و تقریب مراد تام ہے **اقول** یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ جب تک
 انکے ساتھ میں قید حصر نہ لگائی جائسگی تب تک ہرگز مانع نہیں ہونگی اور جب محتاج انضمام قیداً ضروری
 تو یہ فرمانا کہ ایسی تقریب مراد تام ہی غلط ہے اگر یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو نتیجہ میں باہم اختلاف ہوتا
 آپ شیعہ کے اختلاف مخصوص کے اختلافات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ ایسی کیفیت آپ ہر قسم ہوجائی
قول اگر تاسمیعہ دسویہ داخل شرط امامت میں تو انہیں شرط ثلثہ میں داخل میں کیونکہ شرط
 ثلثہ میں ہر نفس ہے اور نفس انہیں حضرات کے شان میں ہے نہ غیر کے جیسا کہ آپ بفرجوا ہی حدیث
 اللہ میں فریش امامت و خلافت قریش کا ہے جس سمجھتے ہیں نہ غیر کا پس آپکا یہ فرمانا
 کہ بعد میں تاسمیعہ علویہ کو ٹرنا یا بجائی خود نہیں **اقول** جعفر زافر و خاصہ ہوتی میں
 وہ سب اپنی عام کے بھی داخل ہونے میں قاعدہ مسلمہ ہر اسکا کون مکر ہے لیکن کلام میں
 ہے کہ عام میں انواع خاصہ کے تفسیر محض ہر تفسیر مشترک بنا لیں گے پس اسکا کیا جواب حضرت
 کی کلام میں یہ ہوتا ہے اور جواب دہ کی یہ کہنا کہ خاص ہے اس عام میں داخل ہے ہر صنف

جس جملہ کا ہی کہ سوال از آسمان جواب از زمین علامہ اسکندریہ داخل ہونا باضمام تیسری
 تفسیر کر ہے جو کہ خصم اس کو بھی موضوع قرار دیتا ہے مہم نہ اگر داخل ہونا ہی باعث ترک
 ذکر شرائط ہی تو بوجہ تلامذہ رض کے ساتھ عصمت و فصاحت کا ذکر بھی مفید نہ ہے یہ اپنی
 تفسیر اور فرمانا کہ اصنافہ شامیہ و علویہ بجا ہی خود نہیں محض اپنی ذہنی مقدمہ پر تفرع ہوگی
 اس عبارت موجودہ میں ہرگز بجا ہی خود نہیں۔ **قول** اور چونکہ امامیہ کی نزدیک امامت
 و خلافت شریعہ شرط تلامذہ ہی متحقق ہوتے ہی یہ مطلق تہر و غلبہ است حکومت دریاست ظاہر
 سر اور جو شخص بن دن تحقق شرائط تلامذہ مقصدی امر خلافت ہو اور گو اس کو حکومت دریاست ظاہر
 حاصل ہو وہ خلیفہ مستحق و راشد نہیں ہے۔ یہ عباسیہ کے غلط دور کرنے کی حکو کیا ضرورت تھی نہ تو
 شرائط تلامذہ سے ہر دور ہو چکی تھی جو اور خلفاء وغیرہ تحقیق کا حال ہے وہی عباسیہ وغیرہ کا۔
قول اختلاف فیما بینہم رض کے بابت تو واقع میں ہی موجود ہی باقی رہ عصمت و فصاحت
 وہ ہر دو ایسی چیزیں جو بدلتے معلوم ہو سکی تو لامحالہ کسی ایسی چیز کی طرف ضرورت داعی
 ہوئی جس میں مجال گفت گو نہ ہی اس سبب سے خلفاء وغیرہ تحقیق کے غلط دور کرنے کی ضرورت
 پڑی تھی۔ علویہ۔ فاطمیہ وغیرہ ایسی ہی چیزیں ہیں جس میں مجال کلام نہیں تو حسب سبب
 مصاحت وقت ان کو اضافہ کرتے گئی۔ تو یہ فرمانا کہ حکو کیا ضرورت تھی یہ محض اس وجہ سے کہ زمانہ
 سابق کو جبکہ باہم شیعہ میں تکاذب و تجاحد و مخالف تہا زمانہ حال پر قیاس فرمایا ہے۔ اور مطلق
 تہر و غلبہ سے تحقق خلافت راشدہ کی تعریض مگر راجع بسوی اہلسنت ہی تو اوّل اس کو دلائل سے
 ثابت کرنا چاہی یہ بعد اس کے طعن و ترض فرمادین۔ **قول** اور یہ بات اہل حق ہی نہیں کہتے
 بلکہ اہل سنت بھی جن اشخاص میں ان کے مذہب کے شرائط پائی نہیں جاتے وہ ہی اذکو خلیفہ مستحق
 نہیں کہتے کو ظاہر ہی حکومت اذکو حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شریعہ تاریخ
 و خلف اربعین فرماتے ہیں و لم اور ذہل من ادعی الخلفۃ فخرہم انیم لہم کثیر من
 العلویین و قلیل من العباسیین و لم اور ذہل من الخلفاء العباسیین لان امامتہم غیر صحیحہ لاول

منها انهم غير قرشيين واصحابه هم الداليلين جهلوا العوام ولا فخذ لهم بحجوى انتهى بقوله
اقول پھر اس سے کیا حاصل اسکا انکار کس نے کیا تب آپ پہلی انگریز کو یہ نہیں سمجھ
 اڈل اس کے بعد تو سمجھ پھر اس وقت جواب کے در پر ہو جی۔ **قولہ** اور چونکہ یہ شریعت اللہ کا کتاب ہے
 اور احادیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ مجتہد سے ثابت ہیں اور واقعہ میں جامع عالم
 میں ایسی ہی جگہ اور شریعت کی وضع کرنے کی کیا حاجت ہے **اقول** شریعت اللہ کی تبت کی
 نسبت کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ مجتہد کا اس وقت ذکر
 فرماتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اپنی اس سلسلہ میں ان شریعت کی ثبوت کی ہرقت وہ آیات و احادیث و
 روایات و اقوال کیا نامہ رسرین لائی ہے برآمد نہیں ہوئی تھی یا فراموش ہو گئی تھی یا زیر اس میں جو ہمارے
 محیب لیبیک بنظر مولوی شناق احمد صاحب سلمہ مدرس ثانی اسکول ادرمانہ سے عصمت کے
 اشتراک میں ہوا اور محیب لیب ساکت ہوئی اور ثابت نہ کر سکی اور رک کہا لئی کیا اس وقت تک
 یہ آیات و احادیث و روایات و اقوال الضیف و تالیف نہیں ہوئی تھی لیکن یہ تحریر تو مناظرہ ہے
 ہی پھر معلوم نہیں وہ کس دن کے و اعظم رکھ کر گئی ہیں۔ اور شریعت کی نسبت جامعۃ و انقیاد کا ذکر
 ہی بالکل غلط ہے نہ جامع ہیں نہ مانع۔ جامع تو اسلیٹی نہیں کہ ادراج اب امیر رضی اللہ عنہ اگر
 مامور بصبر اور وحی بالکوت تھی تو انہوں نے اس حکم اور وصیت کی برخلاف کیا جو میرا معصیت
 ہے! خلاف عصمت کی نسبت کچھ روایات مذکور ہو چکی ہیں اور اگر زیادہ دل چاہی تو قصہ میرا
 عباس بن علی اور قتیل بن یحییٰ کو ملاحظہ فرمایا بھیجی اور اگر مامور بصبر و کت نہیں تھی تو پھر اہل بیت کی دلیل
 قرآن کی تحریف و بن کی تحریک کسی کرائی معاذ اللہ حسب اصول تبعیہ یہ سب حضرت کے ذمہ
 علاوہ اسکی ظنیں راجحہ جاری کرنا وغیرہ احکام صریح مخالف عصمت ہیں۔ تو اس شہر نے پہلے
 تو حضرت امام اللہ سید النبیین المرسلین اذلا خانم النبیین کو ہی خارج کر دیا۔ بعد ازاں امام ثانی
 شیعہ کو انہوں نے بے وجہ خلافت جو نیابت رسول ہی خود بخود دیا یک غیر مستحق بلکہ بقرآن تبعیہ
 کافر کے حوالہ کر دی اور اسلام و اہل اسلام کو موصوفہ کف میں ڈال دیا یہ بھی عظیم معاصی ہیں جو تو اس

شرط سے آپ کو بھی خارج کیا۔ انکی بعد امام ثالث شیعہ نے حسب تصریح قوم میت المال کے مال میں پانچواں قسم تصرف کیا جو حرام ہے اور بناویش اسکی امام نے اذنی زد کو کب قصد کیا اور نیز تقیہ جو واجب تھا ترک کر کے جو ان اہل میت کو تشیع سید ریغ ظالمان کرایا اور ساعد و ذرا میری ملکیت کو ذلیل و خوار کرایا تو آپکی اس شرط نے انکو بھی خارج کیا پھر اب بتلایمیں جماع کیونکر رہی۔ اور اگر ان حضرات کو اقول کو دیکھا جاوے تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے۔ نہج البلاغہ میں حضرت عثمان کے پیام کے جواب میں ارشاد ہے۔ واللہ لقد دفعت عن حنی خشیة انکون اتما اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کو اپنی انفس میں مصیبت اور اثم کا خوف ہی اور آپکا یہ ارشاد لا تظلموا عن مقالہ بنی و مشورۃ بعد لافانی است بفقو ان اخطی یاد آتا ہے شاید نہج البلاغہ میں سے یہ بھی نقیض عصمت کو ثابت کرنا ہی پس ہر سہ شرط حضرت شکل کشا کے قول سے باطل ہوئے۔ محمد بن عبد اللہ علی زکاک اور عبد شمس بن عقیب اقول گنہ گشتہ میں مذکور ہو چکی ہیں یا انہمہ اگر حضرت مجیب کو دعوی تھا تو دو چار ایسی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ مگر ان حضرات ہست چونکہ ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل ہیں جو بدو و دیس عقلی و نقلی محض موقع و فرصت یا کربخلفہ میں مدغم ہستہ اور انکو ایسی اصول وضع کر چکی ہستہ ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اقول ہست ہرگز ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت یا کربخلفہ میں ہستہ اور چکر خلافت و عقل و نقلی سے ثابت نہیں ہی بلکہ ایسی خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جنکا خلافت ثبوت کتاب اللہ سے مثلاً نہ روشن و روشن ہے اور اللہ کو ہی انکو ہر اقتدار کا حکم تھا اور ہرگز اجازت نہ تھی کہ انکی مقابلہ میں دم ماریں۔ یا چون و چرا کریں۔ تمام عمر اللہ کا اذنی مطیع رہنا ہی انکی حقیقت خلفاء کو یہی شاید عدل کافی ہے پس یہی خلفائے حق ہیں اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کتب سنت ہی انکو موید تھی و اصول و شرائط خلافت کی ایسی ہستہ و قرار دی اور محمد اللہ وضع الہستہ کا فہم صحیح سے و اربابی و ان اصول و شرائط انکی انکو گنہ گشتہ کا کلام اللہ سے قولہ و جب خبر ہو دیکھا تو میں یہ ایسی شرائط شلہ نہایت ہی درست ہیں تو بجا دیکھا ہوا مفت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہی۔ مگر پھر بھی ان میں سے

میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان حضرات کی خلافت کو قائل ہونے سے انکی عصمت کو ثابت کرنا ہی پس ہر سہ شرط حضرت شکل کشا کے قول سے باطل ہوئے۔ محمد بن عبد اللہ علی زکاک اور عبد شمس بن عقیب اقول گنہ گشتہ میں مذکور ہو چکی ہیں یا انہمہ اگر حضرت مجیب کو دعوی تھا تو دو چار ایسی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ مگر ان حضرات ہست چونکہ ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل ہیں جو بدو و دیس عقلی و نقلی محض موقع و فرصت یا کربخلفہ میں مدغم ہستہ اور انکو ایسی اصول وضع کر چکی ہستہ ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اقول ہست ہرگز ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت یا کربخلفہ میں ہستہ اور چکر خلافت و عقل و نقلی سے ثابت نہیں ہی بلکہ ایسی خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جنکا خلافت ثبوت کتاب اللہ سے مثلاً نہ روشن و روشن ہے اور اللہ کو ہی انکو ہر اقتدار کا حکم تھا اور ہرگز اجازت نہ تھی کہ انکی مقابلہ میں دم ماریں۔ یا چون و چرا کریں۔ تمام عمر اللہ کا اذنی مطیع رہنا ہی انکی حقیقت خلفاء کو یہی شاید عدل کافی ہے پس یہی خلفائے حق ہیں اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کتب سنت ہی انکو موید تھی و اصول و شرائط خلافت کی ایسی ہستہ و قرار دی اور محمد اللہ وضع الہستہ کا فہم صحیح سے و اربابی و ان اصول و شرائط انکی انکو گنہ گشتہ کا کلام اللہ سے قولہ و جب خبر ہو دیکھا تو میں یہ ایسی شرائط شلہ نہایت ہی درست ہیں تو بجا دیکھا ہوا مفت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہی۔ مگر پھر بھی ان میں سے

دو شرطیں ہیں **اقول** شرطِ ثلثہ کی رستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو ہم نہیں دیکھیں اگر کچھ خود
 ہی اکی دکان کسٹ متوجہ ہوتے ہوگی تو ایک چادر ہی جانا ہوگا کہ لائل سیر ثابت میں یا نہیں اور تو سرخ
 تسلیم کرنا وہ غلط ہے جو آپ کی زبان پر جاری ہے اور چند بار سپریم متنبہ کر چکی ہیں **قول** اور جو کہ
 عصمت کی طرح خلفاءِ ثلثہ میں ثابت نہ کر سکتی تھی ایسی اکی اپنی سے مجبور ہے **اقول** عہدِ ثلثہ
 اہلسنت کا مقتدا ایشیو اسائن منیہ میں کتاب اللہ و سنت ہی وہ خلاف ادنیٰ کوئی امر میں
 ثابت نہیں کرتے اور جو جعفر رثابت ہو گیا اوہ میں چون و چرا نہیں کرتے بخلات مقتدا ایلان
 کہ اوہوں نے اپنا مقتدا اپنی اہل کو قرار دی رکھا ہے خلاف کتاب سنت جبکہ لئی جو دل جانتا ہے ثابت
 کرتی ہیں اور جس سے جو دل جانتا ہے جب موقع سلب کر دیتی ہیں نہ کتاب سنت کو کچھ تہمین
 نہ ائمہ کی سنتی میں منجملہ ایک یہ مسئلہ عصمت ہے کہ زبردستی ائمہ کے سر شیعہ متی میں حالانکہ کتاب اللہ
 اسکو ساعدت کرتی تھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے بل اہلسنت کو اس مسئلہ
 ماننے سے مجبور ہی اسوجہ سے ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں نہ وہ کہ جو ہماری محبت
 کمان کیا چنانچہ دوسری دونوں شرطوں کا یہی اسوجہ انکار کیا گیا ہے **قول** مگر خلفاءِ ثلثہ کے یہی
 کی عصمت میں فوج کرنے لگو **اقول** اس جملہ کا مطلب تو آپ یا آپ کی مذہبی سہا سمجھنے کو
 خلفاء کے یہی انبیاء کی عصمت میں فوج کرنے سے کیا اور اگر یہی مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم
 نہیں اعتقاد کرتے تو انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کریں گے تو خلفاء سے افضلیت انبیاء پر لازم آئے گی
 ایسی انبیاء کی عصمت میں فوج کر کے اذکو بھی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہیں تاکہ افضلیت لازم
 نہ آوری تو یہ تو بالکل غلط اور ادبیات ہے کہ یہ مذہب اہلسنت کے خلاف ہے یہی صحیح مذہب اہلسنت ہے
 کہ انبیاء معصوم ہیں اور وہ انبیاء کی کوئی شخص خلفاء میں سے ہوا ائمہ میں سے ہرگز معصوم نہیں
 اور اگر کچھ اور مرد ہیں جو خلاف سیاق عبارت اپنی ظہن میں اعتبار کر رکھا ہے تو صاف طور پر یہ
 کرنا چاہی لیکن بات اصل یہ ہے کہ حضراتِ شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسی کو شیعہ باقی میں تو جانتا ہے
 پڑھتی ہیں کہ اسکو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں اور گرتے ہیں تو یہاں تک گرتی ہیں کہ

خلافِ شیعہ کہ ان کے انبیاء کی عصمت میں فوج کیا ہے کہ ان میں نہ

اعتدال سے نکال دیتی ہیں مثلاً اسی سلسلہ عصمت انبیاء میں یہاں تک بڑھی کہ صغائر و کبار سب ہی ہوا
 و عظام قبل النبوت اور بعد النبوت معصوم قرار دیا یا اگر یا تو یہاں تک گرایا کہ انبیاء کی نسبت کفر اور جہنم
 سب ہی درجہ نکلیا ائمہ کی نسبت یا تو یہاں تک مبالغہ کیا کہ نبیین و مرسلین سب ہی انکار و جہنم پر کر دیا یا اگر یا
 تو یہ نسبت پر بھیجائی وہ امور ان کی طرف منسوب کیے کہ کفار و کفار کو سب ہی ان کی نسبت سزا سنائی گئی
 فروغ میں اسی کی مثال ہے کہ مثلاً صوم کی یہاں تک احتیاط کر پانی میں غوطہ لگانی سب ہی ٹوٹ جاتی یا
 احتیاطی کے یہاں تک کہ اطلاع سب ہی ٹوٹا پس مذہب کیا ہی مزار فیع السواد کی ہجو یا مدح ہو کہ کبھی
 عرش پر بیٹھا دیا اور کبھی تخت الشرائین کر دیا یا میخ و میز انیس کے مٹیوں کے مذہبین میں
 کہ ہر شہر میں بیٹھا مبالغہ کی نسبت جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ایسی لوگوں کو واسطی فرمایا ہی
 جو بیچ البیاضہ میں کسی جگہ شریف رضی نے نقل کیا ہے سب ملک فصفاً محب مفرط مذہبہ
 الحب غیر الحق و مبغض مفرط مذہب البغض غیر الحق و خیر الناس فی حال الخط الاوسط
 قال زمرہ والنمو السواد الا عظم فان ید الله علی الجماعۃ انتہی بقدر المجتہد و بیچ البیاضہ
 میں دوسری جگہ فرمایا یہ ملک فی رجلاً من محب مطر و باہت مقتر حسب ارشاد جناب امیر رضی
 تمام فرق شیعہ و خوارج و نو حسب اس عہد میں داخل ہوئی کس قدر اظہار فی المدح اور اذکار فی المعجبت ہے
 کہ حضرت کا مرتبہ انبیاء سب ہی بڑھ دیا بحمد اللہ تعالیٰ اہلسنت بیان ہی ثابت الاعتقاد اور بد اس
 القدر ہم ہی انبیاء کو انبیاء کی درجہ میں رکھا اور خلفاء کو اذکار و درجہ میں رکھا کہ اذکار درجہ میں اعتدال سب
 کی پیشی کی اذکار درجہ کو اعتدال سے گھٹایا بڑھایا۔ اور اگر روایات شیعہ کا تنقیح کیا جاویں تو امراتہ ثابت
 ہوتا ہے کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کی وجہ سے عصمت انبیاء میں جرح قدح کیا ہی حضرت آدم علیہ السلام
 کی انکار امامت کے روایت اور حد کا قصد اور نہر کا ذکر اور نہ کو ہو چکا ہی سلسلہ ازمین روایات قوم
 ثابت ہوئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام حقدار مصائب الامم میں مبتلا ہوئی سب بوجہ انکار امامت ائمہ مبتلا ہوئی

سلسلہ قرب ہو کر میرزا باہن اور گروہ ہاک نے ایک نو افراط کرنا شروع کیا کہ دست کر کے والی کہ میرزا محمد اکبر تاج کی طرف بھی بگڑے
 بہت بڑی کہتے تھے اور جنکو مذہبی نفس کی طرف بھی بگڑے اور میرزا باہن نے یہ دعویٰ کیا کہ سب کے بہترین ہیں ضرور اور انکو اور میرزا طاقت کو
 اختیار کر کے جو دعوت پرانہ آیت ہے ۱۲۸۷ھ ہجری میں ان کی طرف سے ساہنہ دست کر کے والا اور میرزا باہن نے یہ دعویٰ کیا کہ

تحریر ہوئی ہے ہر طریقہ کی ثبوت میں ہر خلیفہ کی خلاف ہر طریقہ شہادت لکھی ہے کہ پس یہ لکھنا کہ ناخذ ان جہول من صمد کا
 وہی خلیفہ تھا کہ دفع ہے انصاف و امر تو نہایت ہی درست ہے اور چنانچہ یہ لکھنا کہ بجای خود نہیں واقعہ میں بجای خود نہیں
اقول عنوان تقریر یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض ہماری محبت سے کیا گیا تھا اور ہر دوسرے مایہ فتنہ ساز پیشتر کی جواب میں جو کہ
 الزام لگا لائے تھے کیا گیا تھا انہوں نے ہماری محبت سے اپنی ہمتہ آجکیوں میں اسکو تامل کے نظر سے ملاحظہ نہیں فرمایا لہذا ضرور
 کہ یہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا کہ محبت سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اعتراض محض لکھنا ہی نہیں بلکہ محض غلط ہے اور
 منشا اسکا یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے طلب نہیں ہے جس طرح ہر کہ حاصل اعتراض دہم میں اول یہ کہ اس مسئلے کے چند اصول وضع
 کیے ہیں جن سے انکی نزدیک خلاف متحقق ہے ہر اور چنانچہ یہ اصول من صمد کتاب بہت سے ثابت نہیں تو باطل ہوئی اور خلاف
 جسکا ثبوت ان جہول پر موقوف تھا وہی باطل ہوئی۔ دوسرے یہ ہے کہ جن طریقوں سے خلاف خلیفہ ثابتہ واقع ہوئی ہے ان میں
 طریقوں کا اصول قرار دیا ہے اور یہ ایک قسم کا مصداقہ علی مطلوب ہے لیکن جہاں تک غور کیا جائے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لزوم مصداقہ
 علی مطلوب بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ مصداقہ علی مطلوب اس قسم میں کہ ہر کاوین دلیل یا خبر دلیل قرار دیا جائے اور یہاں کوئی بھی نہیں جہاں
 ہر خبر خبرتجربہ کی گمان نہ ہو کہ ہر کہ زور و کھٹا تھا ہی خبر نہیں ہے کہ نہیں کہ یہ جو خبر فرماتی ہیں کہ ابتدا میں خبرتجربہ
 نہ ہے کہ شوق بڑھ کر شخص نے یہی بہت قسم سے شایعہ حضرت کو در مصداقہ علی مطلوب ہے کہ کسی ہوگی اور دوسرے مصداقہ
 مطلوب ہے کہ کسی ہوگی کہ ان میں بحث میں نہ لکھا گیا ہے تاہم جسکی نوع جواب کی طرف ہم سے غرض ہے ہر میں اسکی تقریر یہ ہے کہ اس مسئلے کے چند
 اصول وضع کیے ہیں جن سے خلاف متحقق ہر موقوف ہے اور خلاف کو حقیقت کہ ان اصول سے ثابت کرتے ہیں اور ہر ان کے اصول کی حقیقت کو خلاف
 موقوف کر رہا ہے کہ ناخذ ان جہول کا خلاف قرار دی گئی ہے تو اس مسئلے کو اصول پر رد لازم آتا ہے کیا کسی کا یہ کہ بعض فرما رہے ہیں کہ اس مسئلے
 کے لڑنے میں ہر کہ اس کے خلاف خلیفہ کو بارہا میں اس مسئلے کو رد فرمائی ہیں بعض کے راہ یہ ہے کہ یہ خلاف من صمد ہے چنانچہ صاحبانہ لاءہ خلاف نہ
 نہ کر رہی ہے ہر کہ اس کے بعض فرماتے ہیں کہ من صمد نہیں ہے بلکہ حجت الہیہ ہے جو خدا کا ہے تاہم یہ ثابت نہیں کہ اس کے خلاف میں اسکی
 گفتگو واقع ہوئی ہے کیونکہ محبت سے یہ عبارت الزام لکھا لیا گیا ہے مسئلہ قرار دیا ہے تو اول اسکی ہلک کر بنا پر جواب کہ تقریر یہ ہے کہ ہر
 کہ اسکی فریق اول ہے خلاف خلیفہ رضی اللہ عنہم نفس شری سے ثابت ہے اور من صمد میں جلیہ خلیفہ کتاب اللہ و سنت رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم و انوار الہیہ صحت و تفسیر تمام بالذکر علیہ لاءہ انھیں لکھ کر ہیں اور الزامی من صمد ہے کہ یہ من صمد میں ہے کہ ہر کہ اسکی
 نفس سے ثابت ہے کہ تو لاوی اللہ عنہ حق ہوگی اور بعض نے اس سوال پر وہ خلاف واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بھی

اس مسئلے کے جو طریقہ انصاف تھا کہ کسی نے یہاں پر زور دیا وہ اسکی بنا پر

حق ہوگی تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء ائمہ معصومین ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اصول و اصول کو جن پر مبنی
 حقه مبتنی تھی وہ یہی حق ہوئی۔ تو یہ یہ کہنا کہ جبر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطعاً لفظ حقیقت
 عند اللہ سے تحقق خارجی میں ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپ کو کچھ عقیدہ اور نہ ہم کو کچھ مضمری کیونکہ جب دلائل حقیقت
 خلافت کا نفس پر پھر اٹھو اگر بالفرض یہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہوں تو یہی خلافت خلفاء ائمہ کی حقیقت
 میں کچھ نہیں بلکہ برعکس اسکو بوجہ حقیقت خلافت کی یہ اصول ہی حق ہو جائیگی اور اگر مراد یہ ہے کہ اصول
 جبر خلافت کو حقیقت کا تحقق موقوف ہے تو یہ بھی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصوبہ ہو کر حق
 ہو چکی تو اسکی حقیقت کسی اصل پر موقوف ہوگی اور اسکی حقیقت کے واسطے کوئی حالت مستطرہ باقی نہ ہوگی
 اگرچہ اس تفسیر سے لازم دور کا بطلان بھی نسخ ہے لیکن مناسب ہے کہ بضرر رفع غلبان حضرت مجتبیٰ
 میرا یہ بین اسکو ادا کیا جائے۔ پس مینی اس قیاس میں اگر توقف سے مراد توقف حقیقت ہے تو مضمری کا ذکر
 اور قیاس غیر مستقیم اور اگر مراد توقف وقوع خارجی خلافت ہے تو کبریٰ کا ذب اور قیاس عقیم پس لازم توقف
 لستی علم السہ باطل۔ دوسری یہ کہ اس قیاس میں جہہ توقف متحد نہیں کیونکہ مضمری میں بطور نفس وقوع
 کی ہے اور کبریٰ میں بطور حقیقت کے تو حد واسطہ کر رہا تو نتیجہ کا ذب ہوگا۔ غرض ہر کیف ازالہ اشکال
 دیگر کر لیں سمجھا کہ خلافت راشدہ ان ہوں پر موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اسکی کچھ ضرورت باقی نہیں
 کہ دوسری مسلک یہ جواب دے کہ تقریر کیا ہے کیونکہ مبنی اعتراض کا مسلک اول پر ہی نہیں لیکن تمہارا ہم دوری
 مسلک یہ بھی مختصر جواب دے کہ تقریر کرتے ہیں تاکہ ہماری حیثیت کے دل میں کوئی ہوس و انتظار باقی نہ رہ جائے
 اس مسلک پر ہم کہتی ہیں کہ وہ اصول جبر خلافت کا تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہیں بلکہ اس
 اور ان اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اسے متفرع تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ اول بیعت صدیق
 بیعت صل و عقد و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے اور حقیقت سبب اس میں عقد آیت کہ تم خیر امت سے ثابت ہے
 اور نیز اسکی تحت حقیقت کلام جناب امیر المومنین جو چند جگہ نجم البلاغہ میں مذکور ہے اور خود شارح نجم
 البلاغہ سے مفہوم ہوئی ہے (۱) اما للتوری للمہاجرین فلا تضار فان اجتماع علی
 رجال سیموہ اما کا (۲) سپر جو کچھ مجتبیٰ کا اعتراض ہے اور اسکو دلیل الزامی قرار دی ہے

اسکا جواب ہم اسی موقع پر بیان کریں گے۔ مگر مختصر یہاں اس قدر جاننا چاہی کہ خود اس عبارت کلیت
اور دوسری عبارت کا جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اسکا مذهب ہی - (۲) لانتہایعہ و لہ لا یشتہ
فیہا النظر ولا یستأنف فیہا الخیار الخارج منہا طاعن المروی فیہا مہدھن (۳) و کانت
امور اللہ علیکم ترد و عنکم تصدروا لیکم ترجع قوله و کانت امور اللہ الی قوله ترجع ای انکم
کنتم اهل الاسلام والحل والعقد فیدل انہم المهاجرون والانصار
شرح نہج البلاغۃ (۴) ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یخیرہا
عامة الناس لالی ذلک سبیل و لکن اہلہا یحکمون علی من غاب عنہا ثم لیس لشدان یرجع ولا
ازیمنا الا ان اقال جلیس جلیسہ علیہ السلام الذی ترجمہ این عبارت بزبان زواری امامیہ کہ علی بن
حسن نام دست نیست و قسم بندگان فی من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان یعنی باشند
بالعقاد امامت را ہی در پیچ زمان و این جواب انکا معاویہ است و اہل شام اجماع را بہ بیت آن امام علیہ السلام
بنا بر آنکہ اجماع محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام باین جہ کہ اجماع
بر این وجہ امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دشواری ہیشمارد بلکہ معتبر در انعقاد اجماع
اتفاق اہل صل و عقد است از دست محمد صلی اللہ علیہ وآلہ بر امری او امور چنانچہ اشارہ فرمود بدانی لیکن
اہل امامت حکم میکنند کہ سبیکہ غائب است اذان پس اذان نیست مر حاضر راضی را سمحہ طیحہ و زبیر کہ بہ بیت
ہر دو نہ ناید و نہ غائب را سمحہ معاویہ کہ اورا برائی خویش اختیار سازد۔ الخ۔ نقلاً عن ازالہ الغیبن۔ اور جو بیت
اہل عقد صحیح ہوئی تو معیت صدیقی حق ہوئی اور چونکہ خلافت ہامی باقیہ اسی پر متفرع از مبنی ہن ہ
ہی معہ اصول خود صحیح اور حق ہوئی اور اگر محبیب بسبب بعض صحابہ کی تاخر کا خیال کریں تو اوّل قرار اسکا
جواب خود ارشادات جناب امیر مین وجود ہر معتمد امیہ ثابت فرمادین کہ یہ تاخر ہر وجہ قبح و تحقیق خلافت
تہا جب تک یہ ثابت نہ ہوگا اوسوقت تک اعتراض لغو اور فضول ہوگا۔ تو اس سہلک پر برعکس دعوی
خلافت کر لیو اصول کا تاخر ہونا مثل زرد روشن ظاہر و باہر ہی اور لزوم مصداقہ علی المطلوب جناب نقیض
برآب بلکہ لعان سراب ہر - ہماری محبیب کی تقریر اعتراض کے بعد نہ مثال ہر جیسا غفل کہ اہی چلپن

دیکھا ہوا ہو پھر چنانچہ کہ قصد کرتا ہی اور گناہ پر مجباً قانون رکھتا ہے کسی جگہ یہی تفسیر اعراسن ماجہ کے
 ہیکل میں ہے سپرد دعویٰ کیا کچھ ہیں مسلک ثانی پر اخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول
 موضوعہ کہنا بالکل غلط ہے اور مسلک اول پر خلافت کو اخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہے چنانچہ
 پہلی تحریر میں ہی اس کی طرف ایسا کیا گیا تھا لیکن اس کی نسبت یہ کہنا کہ بطور خود چند اصول
 وضع کیے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ جو کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہو اگر اس پر موضوع ہونے کا
 اطلاق کیا جاوے تو تمام دین موضوع ٹھہر جائے۔ علی الخصوص اہل تشیع کا تو دین اصول فرد جو اکثر دین
 انہی پر ہے خود ہر قطعاً موضوع ہو گا غرض کہ مطلقاً خلافت کا اخذ ہونا محل اعراسن میں ہے۔ اگر اول
 منصوبیت خلافت باطل کرے اور بعد اس کی یہ لکھتی تو صاف تہمت تھی۔ اور یہ قول اب قطعاً بجای خود نہیں
 پس میری گزارش کے تردید اس بنا پر ہے کہ اولاً ان کے مطلب کو سمجھا تو نہ بد کی گزارش کو نظر نہ آئی
 انصاف کو ملاحظہ فرمایا سو جبراً کچھ بیاں نہیں۔ **قال الفاضل المحجب**۔ قولہ کیونکہ نہ کھینچتا
 یہ کہ حضرات تبعہ کا تھا کہ مبنیٰ فکری اصول موضوعہ کا محض ابطال خلافت خلفائے راشدہ رضی اللہ عنہم
 ہے جس فہم کا الزام اہل سنت کی طرف نسبت فرماتی ہیں۔ اقول۔ شیعہ اپنی اصول کو دلائل عقلیہ
 اور ادلہ دلائل نقلیہ سے جو مویہ عقل ہوں ثابت کرتے ہیں اور جیہ امت کو ہر اصول سے جاتی ہیں
 اس اصول کو ہی مثل اور اصول کی ہر دلیل سے ثابت کرتے ہیں **قول العبد الفقیر الی مولانا**
 ہماری حنرت بھیجے جن دلائل کے عین تصور فرما کر کہا ہے وہ نے تحقیق صدور خیالہ و دہم ہیز
 علاوہ ازین جہد و مخالف فرمے ہیں سب اپنی اپنی اصول کے نسبت اس طرح شدہ و نہ سحت
 و حقیقت کے قائل ہیں۔ اگر یہ دعویٰ بلا دلیل معتبر ہو تو سب فرق کے حقیقت کے قائل ہو جی۔ و نہ
 اپنی اصول کے لیے دلائل حجتہ کی نہ کھینچی۔ ہم چاہیں کہ غور دلائل سے بطور انصاف دیکھتی ہیں جو حضرت
 اصول مخصوصہ میں کہیں اس دعویٰ کی تصدیق نہیں پاتے۔ ائمہ کا بیان ہے افضل ہونا آپ ہی فرما کر
 کہ یہ امتداد لیں ہے ہی۔ ائمہ اور ان کی مہار کی رحمت۔ امام خزانہ کی فیہوت۔ وجوب
 علی اللہ تعالیٰ۔ حسن و جہم عقلی۔ مساوات اول الامم کی خاتم الانبیاء کے ساتھ جیسا صاف ثابت ہے

بعض اصول بھیجے مولانا غفل و اقل و کثرت میں ہیں۔

اپنی شرح میں تفسیر کی۔ ائمہ کے عصمت اور علم کا ان دوا کیوں اختیار موت و حیات وغیرہ بہت مسائل پر
 ہیں کہ انہیں صرف جدیدیات و اقلیات پر ہی قانع نہیں اگر انصاف سے ملاحظہ فرما دیں تو حقیقت حال
 سناکھٹا ہو جاوی۔ لیکن جب عقل و انصاف کو کام میں نہ لایں تو اختیار ہر جودل چاہے فرما دیں زیادہ
 فائدہ کو کون روک سکتا ہے۔ **قولہ** اور ہر امر کی ثبوت کو ایسی مقدمات و شرائط کا ہونا ضروری ہے کہ **اقول**
 اگر مقدمات و شرائط واقعی نفس الہی و مراد میں تو مسلم لیکن حضرت مجیب کو مفید نہیں کیونکہ شرائط مقبولہ
 کو ایسی نفس الہی ہونا غیر مسلم اور اگر عام مراد ہی تو خود غلط ہے **قولہ** پس جب بظہر تحقیق اس بات پر
 غور کیا تو عقل سلیم کتاب خدا و تدلّ علیہما حدیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے
 بخوبی ثابت ہوا کہ عصمت و نبولیت و مصداقیت خلافت و امامت کے واسطے ہی ہے سہی ان شرائط کو ضروری
 سمجھا۔ **اقول** عقل سلیم تو دوسری ہے جو حضرت مجیب کو خصوصاً اور عام فرقہ شیعہ کو عموماً قائل ہے
 محض ہوتی اور کتاب سلیم وہ ہوگی جو جابا پہلے نے ایام مختلف بیت گہر کے اندر تخلیہ میں جمع فرمایا
 اور ائمہ میں سے ہر ایک کی پاس کچھ بعد دیگری حسنہ و قلیہ میں بند چلائی اور احادیث رسول کریم
 و روایات ائمہ کرام وہی ہیں جو حضرات زراہ اور موسیٰ الطاق وغیرہ مقتدایان قوم جنگ مجاہدین
 اند کو پوچھا ہے ان ہی صدیقین کے واسطے ہے حضرات شیعہ میں شائع اور شہر ہوئی۔ اور اقوال صحابہ
 انہیں صحابہ کی ہونگی جنکی مفصل حالات متقدمین و تاخرین مل لفظ اشکاف بیان فرما سکتے چلے آئی
 اور بیحد رسالہ میں گذارش ہی ہو چکا۔ پیرائیشی اور ایسی کتاب اور ایسی احادیث و
 روایات اور ایسی اقوال پر نادر افتخار فرمانا ہماری حضرت مجیب جیسے مصنف و شہسوار کا ہی کام ہے
 ہم تو جہانک غور کرتے ہیں تو اسکو خلاف عقل اور خلاف کتاب اللہ اور خلاف احادیث رسول اللہ
 اور خلاف ائمہ دہ صحابہ پائے ہیں۔ اور اسلیئے شرائط ثلثہ کو ضروری نہیں سمجھتے **قال** وانا و
 ایتاکم لعلہ اوتی صلاہ صلیت **قولہ** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ خلفاء و ثلثہ میں بالمرہ منقول ہیں
 اور اس سنت بلکہ خود خلفا ہی اسکی مقرر ہیں ایسی ادنیٰ خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد
 نیابت رسول ہے ہی نہیں جانتی۔ **اقول** یہہ شرائط ثلثہ جیسے حضرات ائمہ میں ہی بالمرہ

سماں اور دریا بہت شہید کی سڑاٹ نکلا کہ وہ بظلال

[illegible][illegible][illegible]

افعال کے مادیات میں معارضہ پیش کیا جاسکتا ہے لیکن کوئی عاقل اسکو ثبوت نہیں قرار دے گا۔ اور ثبوت
اثبات قیاس علی الامتیار سے کرنا قطعاً غلط ہے قیاس میں جو قیاس مع الفارق ہے قولہ **بقولہ** شیعوں
اہل علی رض اپنی اصول کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنا و اختلاف حق و ابطال باطل ہے **اقول** دلائل
یصلح الطوارفہ ہر جب وہ اصول خلاف عقل و نقل میں تو حضرات شیعہ کی سعی و کوشش سے
اثبات منجملہ حالات ہے اور اس جدوجہد کا نتیجہ بحر ابطال حق اور اثبات باطل اور کچھ نہیں اور نہ یہہ غرض
حاصل شدنی ہے **بقولہ** اور یہہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں غیر متحقق کے خلاف ثابت نہ رہے گی۔ **اقول** بلکہ یہ
ظاہر ہے کہ متحقق کے بہر خلاف اس صورت میں ثابت نہ رہے گا کیونکہ ائمہ کی یہی خلافت باطل ہے جاویدگی قولہ نہ یہہ
کو محض ابطال خلافت خلفائے ثلاثہ کی غرض سے بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت میں
مستبر جانتی ہوں جبکہ حضرت مجیب اور امامت کا وہم و خیال ہے حاشا و کلاً **اقول** امامت کا
ہی خیال نہیں کہ آپ بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت میں مستبر جانتی ہیں بلکہ امامت
بدلائل قاطعہ پیش ہوا دلائل و ثبوت ثابت کرتے ہیں کہ باوجود قیام دلائل عدم شرط کے ان شرائط کو حضرت
شیعہ نے خلافت میں مستبر ان رکب ہی پس جب یہہ حال ہے تو ان اصول موضوعہ کے وضع محض بغرض ابطال
خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہو جس۔ **قولہ** ان چونکہ بدون قیام دلیل حضرات امامت ان خلفاء کو خلافت
کو قابل بنائی انکو ضروری اصول کے جسکی سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں سخت حاجت ہے یہی حضرات نے
ایسی اصول وضع فرمائی۔ **اقول** خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے حقیقت مثل روز و شب و غیر
دیا ہے کہ آفتاب نص قرآنی اور خصوصیت نبوی اور اقوال افعال ائمہ نے اسکی جہرہ ثبوت سے صحیحاً خلافت
یک سخت دور کر دیا۔ آیات و احادیث کتب فقہ پر مبنی ہیں اسوقت یہہ البیان غمہ و غصہ کا ایک جملہ
یا دیا جو ثبوت مدعا میں بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جادی نص ہے و اذا الميثاق في عتق لغير
قطع غلط ہے کہ ان جملہ کو الفاظ سے کیا مضمون پیدا ہو گا جو کچھ اس جملہ سے مبنی ہے اس جملہ ہی میں اہل
مستفرد نہیں ہوں بلکہ میں حضرت ابن ہشیم پر اسنے ہی میرے ہی جسد اللہ تعالیٰ ہم بیان میں اور انہیں
ہی اپنی مختصر شرح میں جو اسوقت میرے پاس موجود ہے مجبور ہو کر صانع کہتا ہے کہ یہہ بیت اے بکہا ميثاق ہے

جو جناب امیر کے گردن مبارک میں تھا ایحضرت آپ بن بیٹم کی طرح بیکر مری اس گزشت کو طابق کر لیا اور
 دیکھ کر جناب امیر طرح حیفیت یافت کو تسلیم فرمائی تین اور تاید اگر آپ عام خطبہ کے شرح ملاحظہ فرمائیں تو یہ بھی
 معلوم ہوگا کہ جناب رضی نے اوہیں کیا قطع و برید فرمائی ہے یہیں سے اللہ تعالیٰ ہنس بددن جاوے اور
 خلافت کو اُن نہیں ہوسکتا اور یہی وجہ ہے کہ اذکو اصل گہرنے کی ضرورت ہوئی نہ حضرت مجید کے یہ زیاد
 (حکم) سو اذوق خلافت کوئی دلیل نہیں) بالکل غلط و خلاف واقع ہے منتہا اسکا یہ کہ کتب و رقیب سے
 لڑیں اور جو کچھ کہیں اسکا مطلب نہیں سمجھ کر دانتہ یہدی من بشار الیٰ ہر کہ تقیم قال القائل
 الحجیب قولہ - ورنہ جبکہ نبوت خلافت خلفا رضی اللہ عنہم کتاب اللہ و شہادت اللہ رضی اللہ
 عنہم سے واقع ہے تو اہلسنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں - اقول - اگر حضرت مجید کے یہ قول
 درست ہو تو شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالہ اُتخا دین چار طریق انفا و مع کے کیوں اختیار فرمائی برابر کے
 نبوت کو ایسی شرائط و مقتضات و غیرہ کا ہونا ضرور ہے ہے **قول العبد الفقیر الیٰ مولائے**
 ازالہ اُتخا کی عبارت کو تامل فرما خطہ فرمائی اور اسکی مطلب کو سمجھ کر یا انہیہ بہہ والی اپنے آپ اسکا
 مطلب نہیں سمجھا طریق راجع کی شق ۱ کو اگر آپ بال ملاحظہ فرمائیں تو یہیقتہ حل ہو جائیگا **قولہ**
 تعجب ہے کہ حضرت بکر بن کوثر نے انہیں دوائے جودل میں آتا ہے لاکھ جاتے ہیں وہ ہر کتاب میں طرق
 و شرائط و غیرہ پر ہیں **اقول** - اگر کتابوں کے ایسی ملاحظہ کثرت و جوت کیجئے ہے جسکا کہ جناب نے ملاحظہ کیا
 فرمایا ہے تو ایسا ملاحظہ بیاندہ ہے نہیں بلکہ ضرور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر نظر انصاف و تحقیق
 بخونہ خاطر ہو تو بندہ بھی جناب کی خدمت میں آکر امر کا متمسک ہے کہ **اَمَّا قَوْلُكَ اَلَا تَرَىٰ اَنَّ النَّاسَ بِالْبُغْثِ وَ النَّسَبِ**
 پر عمل فرمائی اور بندہ کی نسبت تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط نظر انصاف و تحقیق ہو جائیگا کہ ان بڑا ملاحظہ کیا
 یا نہیں کیا باقی راہ طرق و شرائط کی نسبت کب انکار ہے آپ گذارش کے بغور ملاحظہ فرمائی **قولہ** معنیہ اور
 خلفا کی خلافت کا ثبوت خلیفہ اول کی خلافت کے ثبوت پر موقوف ہے اگر حضرت خلیفہ اول کی خلافت
 صحیح ثابت ہو جائی تو ہر جائی گفتگو نہیں - **اقول** حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ
 کی خلافت کی صحت و حقیقت میں بوجہ اللہ تعالیٰ کچھ تردد و گھٹک نہیں ہے کیونکہ جسکی حقیقت پر

شاہد ہوا جناب امیر شہادتی حقیقت تسلیم فرمادین اور اسکی حیثیت کو اپنی گردن میں لازم تصور
 فرمادین۔ اسکی صحت میں بروی دین ایمان کیا گفتگو باقی رہی۔ اور جب اسکی صحت حقیقت میں
 شک و شبہ نہیں رہا تو خلافت ہائے باقیہ بھی صحیح ہوئی **قول** اگر جب اس خلافت کی نفی کا
 حال کیا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایسی حالت اضطراب و اضطراب میں واقع ہوئی ہے کہ کسی
 شہادت کی بھی نوبت نہیں پہنچی۔ **اقول** جب اس خلافت کا حال کیا جاتا ہے
 تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے اعلا کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین رضی خداوند تعالیٰ کی تمکین ہوئی
 اسلام میں کون غلبہ و شوکت ہوئی کفار و مرتدین مقتول و مجذول ہوئی اور وہ وعدہ خداوند تعالیٰ کا جو تھا
 حصہ کی نسبت ہر بروی کار آیا سلیبی معائنہ کے نزدیک ایسی خلافت کو ایسی اسکا حالت اضطراب
 میں واقع ہونا اور کسی شہادت کا واقع ہونا کچھ مضرب نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ علیہم السلام تبارک و تعالیٰ
 ہر جگہ اسے اس خلافت موعود میں اللہ کے بھی واقع ہوئی اور اس خلافت سے انکار ارض
 قرآنی سے انکار اور اس سے ناخوشی یعنی ہم الکفار کا مصداق ہے علاوہ ازیں شہادت کی
 ضرورت اسوقت ہے کہ جب کوئی منکر ہو اور جبکہ وہ ان کوئی منکر بھی نہیں ہے تو شہادت کی پیش کرنے
 کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہ ہے کہ جناب امیر ہے تو بوقت شوریٰ کوئی شہادت پیش نہ فرمائی اور
 امیر موعود کی ہر مقابلہ میں کوئی حجت بجز معیت اہل حل عقد کے پیش فرمائے تو اگر شہادت پیش نہ کرنا
 دلیل عدم حقیقت خلافت کی ہے تو آپ کو اس قاعدہ سے جناب امیر کی خلافت کی عدم حقیقت ثابت ہوئی ہے
قول اس طرفان بے تمیزی میں کہ جناب امیر و کائنات کے انتقال فرمائی ہے سقیفہ نبی ساعدہ
 میں جو ایسی ہو کا منو کی لیے تھا ایک شور و غل مینا امیر و منکم امیر و نحن الامراء و انتم الوزراء کا بلند ہوا
 اور مگر وہ نفسی نفسی کہی لگا پہلا ایسی ثبوت و شہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہے نہ کوئی آیت قرآنی اور
 مطالبے موبد بیان کرنا نہ دلیل عقلی و معنی لانا نہ اس باب میں کہیں غرت ہے کچھ دوجا۔
 بدو ن قول فیصل خوف اہل کہ باوا انصار سے یا کسی اور قبیلہ سے کوئی خلیفہ ہو جائے اور ریاست جو
 ہاتھ سے نکل جاوے حضرت ثانی نے اول کو خلیفہ بنا دیا چنانچہ روایت بخاری اس پر شاہد ہے۔

اقول محبیب کے کلمات نامنہ اور میں کہ تو ہم کیا جواب لکھیں۔ مان اس قدر گذشتہ ضروری
 دراعتقل کہ تواب لکھا ہے خالی فرما کر سوچیں کہ جب تور و مل منا امیر و شکم امیر اور یمن الامراء و اہم الذرا
 کا بندہ تھا امیر گردہ ہسی نفی کہتے تھے تو ایسی نفسا نفسی میں باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل میں
 نہیں ہوئی ایک گردہ نے دوسرے گردہ کے دعویٰ کو کیوں قبول کر لیا اور بالادلیل کو نیکر اطاعت
 منظور کر لی صرف ایک شخص کے معیت وہ ہی اپنی گردہ میں سے مخالفین کے بیعت اور طاع کے لیے
 کیونکر حجت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گردہ کے اکابر و اعیان اس حاسب میں موجود نہ تھے اور نہ
 مشورہ نہیں کیا گیا تھا اور وہ اسکی مخالفت تھی تو ایسی حالت میں افضل سلیم کو نیکر تسلیم کر سکتی ہے کہ انہما
 جو اسی امت پر سر تھے بلا حجت و دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیعت کی وجہ سے معیت کر لیتی اگر کیا
 ہوتا تو انصار میں سے ایک شخص اس کے بعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مثلاً معیت کر لیتا کیوں انکی حجت کو
 اپنی اپنی حجت قرار دیتی اور نہ کہ انکم ہم ہوتا کہ تا حاضر ہونے یا قیام نہ گان وجوہ ہاجرین کے اپنی بیعت کو
 موقوف رکھتی تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوا ہے کہ انصار نے جب تک اسے نہ چھوڑا تاں ہم نہ ہوئی
 اور حق نہ کٹا نہیں ہوا اگر معیت نہیں کی تو حضرت محبیب کا یہ فرما کر انہوں نے انول کو غلط بنا دیا
 بالکل غلط ہے کیونکہ یہ خلاف بیعت وجوہ ہاجرین اور اعیان انصار سے منع فرمائی ہے کہ ان اس خلافت
 راشدہ کے اتفاق کی شرکت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی موافق ہوئی پس روایت بخاری کا جبکہ
 ذکر کرنا بے سود بلکہ بے موقع ہے مہذاب ہم جناب امیر منیر اللہ عنہ کی ہستہ لال کو دیکھتی ہیں جبکہ انکو
 بیعت کی خبر پہنچی اور اپنے ارشاد فرمایا تو وہ یہی کہہ اس سے زیادہ نہیں کہ با آنا ہے کہ نوح البانہ
 میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو مطاوی ابحاث میں مذکور ہے جبکہ حاصل یہ ہے کہ درخت کو لیا اور اس
 جوڑ دیا۔ **قولہ** انہ کی تہا و ان کا جو ذکر فرمایا ہے مقام حیرت ہی اس وقت امام بالفعل جناب
 امیر تہی انکی کسینی بات ہے جو چہ وہ مجاہدین و کھن انحضرت میں متغفل اور بیخ و عالم میں مبتلا ہے کہ اگر
 خلیفہ بن ہو۔ **اقول** بیٹے محبیب کے لیے بیعت ہم حیرت ہی کیونکہ جب حضرت امیر کو
 امام بالفعل تسلیم کر لیا تو وہ سرور کی نامت کے لیے تہادت کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہوگا۔ لیکن

فی الواقع یہ مقام کچھ ہفت مہریت نہیں کیونکہ بہر جہل (اسوقت امام الفاضل جناب امیر ہستی) غلط کر
اور خلافت کتاب اللہ تسلیم کر رکھا ہے جسکی وجہ سے اس ہریت اور برومات میں گرفتار رہیں۔ صحت
رضی اللہ عنہم کے ساتھ ولی عداوت اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بنائے مجتہد اکثر
جگہ اصول و فروع مذہب شیعہ میں پہنچ کے اور مجاہد کی اور مجیدیگیان دال کہیں میں کہ نہ آجنگ
وہ کسی سے سلجھ کر اور نہ قیامت تک سلجھیں۔ ولنصلح العظاما افسد الدھر۔ انہیں شہر باد
کر بارہ عین سلامہ بن ہشتم نے اپنی شرح کبیر نیچ البلاغتہ میں تحت شرح خطبہ غد بلا و فلان میں جو
تعارض و تناقض بیان کر کے جواب تحریر فرمایا ہے قابل ملاحظہ اولوالالبصار و منصفان روزگار ہر ذرا
عجب صاحب ہی ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر یہ ہریت متعلق نفس و قوم شہادات کی ہے تو اسکا جواب بخیر
اسکی کچھ نہیں کہ اپنی کتب معتبرہ و کتب کہ اپنی طمانیت فرمائیوں۔ باقی رہا یہ کہ اولیٰ کسینی بات نہوچی
سوجو امر بابت اختلاف صحابہ موعود تھا وہ لاحقہ واقع ہونو الا انت کچھ ضرور نہیں تھا کہ ہر ایک ہی
بوہا جانا اور شورہ کیا جانا علامہ ازین وہ وقت ایسا گنگ تھا کہ اگر اس امر میں تاخیر واقع ہوتی تو ظاہر
و قوع فتنہ کا اندیشہ تھا۔ اور نیز جب اکثر اکابر مہاجرین انصار موجود تھے تو بعض اکابر کا موجود ہونا حالانکہ
وہ فادحین فی الاطلاق نہ تھے کچھ ضرور نہیں۔ اور رنج و الم میں مقید ہونا اسکا جواب اجاث سابقین
گدز چکا ہے کہ حسب دایات مامی غلط ہے ہرگز رنج و الم وفات شریف میں مبتلا نہ تھے ان اگر تھی تو اپنی
دیناوی حکومت کے غصب کے رنج و الم میں مبتلا تھی کیونکہ امامت دینی کا تو غصب کرنا ظاہر غاصبین کے
دست قدرت سے خارج تھا۔ ظاہری تسلط ہی اہل قبضہ سے غصب ہوا تھا تو اوسیکار رنج و الم تھا غلہ
اکر اہل بیت رضوان اللہ علیہم تو حلول مصائب کے وقت عزت یعنی جبر و استرجاع کو اختیار فرماتے
ہو کر اور اپنی خدمت خاص یعنی ہدایت خلق میں مشغول ہوتے ہو کر چنانچہ محمد اللہ اکبر موبد روایات سے موجود ہیں۔
حد ثنا محمد بن الحسن قال حدثنا الحسن مفضل الدقاق قال حدثنا یعقوب بن یزید
بن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکوفی قال لما حضرت اسمعیل
ابن عبد اللہ الوفا تخرج ابو عبد اللہ جنہ عا ستدیدا قال فلما ادر غصه دعا بقميص خلیل

اور یہ صحت اہل بیت اور کچھ نہیں کہ ان میں سے کون کونسا ہیں۔

حد ثنا محمد بن الحسن

اوجد يد فلسفہ توحید و حرج یا مریدینی قال فقال له بعض اصحابه جعلت قدامك لقد ظننا اننا
 لا نستطيع ان نهبنا لما رأينا من خزعك فقال لنا اهل بيت نخرج ما لم يزل المصيبة فاذا انزلت
 صبرنا انتهم عذر الى الدين وقال لصادق عليه السلام اننا اهل بيت نخرج قتل المصيبة فاذا نزل
 امر الله عز وجل فغلبنا بقضائهم وسلمنا لاهلهم وليس لنا ان نكره ما اطلبه لما انتهى عن الخيصر
 الصفي بن حكيم بن فخر بن شاذان بن سید برادر کو کمره ہی نہیں پہنچتی بلکہ محبوب سمیٹتی ہوئی توجہ دے کر
 اور جزم و فرغ کیونکر ان جزم و فرغ قبل نصبت حسب روایات شدہ بمثل مشہور قبل از مرگ و ادیانیکہ
 ابنیہ و دائرہ مکی شان کی تان میں حضرت محبوبان لسانی جو دل چاہی اور کئی جباب کی طرف نسبت فرمادیں
 لیکن خرم و فرغ قبل البلاء کے ملت اگر یہ ہے یا مری ہو م الوجود یا متوقع الوجود ہو تو جزم و فرغ بعد طول ارادہ
 بلکہ قبل الوجود زیادہ مستحق حرم ہے اور اگر امر آخری تو منہج بیان ہے۔ الیہ بھی اسی میں لایحضر ہی میں
 یہ ہی موجود ہے۔ وقال علیہ السلام ان السلام والنصر یستعان الی المؤمن فیائتہ البلاء وهو
 صبور ولا یستعین الی الاخر فیائتہ البلاء وهو جزوع اور نیز مذکور ہے ولما
 قبض علی بن محمد العسکری رای الحسن بن علی علیہما السلام قد خرج من الدار وقد
 تم قیصر من خلف و قد ام انتہی اب از اہل الضافات ان روایات میں بخور دامن نظر فرمادیں
 اور جناب محبوب ہم نظر الضافات ملاحظہ کریں وہ تین اہلین در البیہ کو صغریٰ مبادین اور ثانیہ کو گبری قرار دے
 اور نیز عجوبہ کے مضمون کو ائمہ کی شان سے تطبیق دیوین ہے اور اگر انہیں تہذیب سالم بانی و تہذیب
 مت پر کیا نظر فرمادیں لیکن الضافات شرط ہے۔ قولہ اور بعد فرائع اور ضروریہ اور اعتقاد سمیت کہ تالیف وہ
 حسب شہادت روایت از الذی اخفا جو تخریر ہو چکی ہے خانہ حضرت زہرا میں نفقہ خلافت کے مشورہ کی ہے
 اور اس خلافت کے بہرہ کم کرنے کی تدبیریں فرماتے ہیں جسکی یہر حلیہ ثانی نے انہیں گہر حجابی کے دیکھی ہے

۱۔ حبیب بن عبد اللہ کی اہد و تہذیب جو تہذیب و اہد و تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہی تہذیب ہے جسکی قاتلہ میں ہمارے حبیب علی بن ابی طالب
 کا تہذیب ہے اور ان کے بعض اصحاب کے مریض ہیں کہ ان کے بعض پیروں کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کے بعض پیروں کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے
 مستمع ہیں اور ان کے بعض اصحاب کے مریض ہیں کہ ان کے بعض پیروں کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کے بعض پیروں کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے
 ہر ایک کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کے بعض پیروں کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کے بعض پیروں کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے
 ہر ایک کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کے بعض پیروں کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کے بعض پیروں کے تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

کیا کیا ہی نام شہادت ہے **اقول** اگرچہ اسبق میں اسکا جواب مذکور ہو چکا ہے لیکن اسجگر ہی
 چونکہ عاری محیب بیٹے مکر ذکر فرمایا اسکا اعادہ باضمانہ افادات کیا جاتا ہے خواجہ سوکر اگر مذہب
 تشیع پر بنا رکھتا ہو تو حضرت محیب ہی جواب کا فکر فرما دیں کہ اولاً حضرت بسبب ترک تقیہ واجبہ و سکوت
 مامور و عدم منازعہ اشتمال پر تھے۔ اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بیفائدہ امر میں مبتلا ہوئی کہ بسبب علم کا دیا کون
 آپکو کس دم ہوا کہ یہ امر شن تو اند نہیں اور نیز اس حدیث کی یہی تکذیب ہونے سے جو آپ کی عالم الغیب شہادت
 ہونے پر دلالت کرتے ہیں ثالثاً بار چند اوس قوت و شجاعت مفروضہ کی جو روایت بطل سے بمقابلہ
 دقتا قہ قوم عاد و معاملہ قتل ابوبکر اشجع عامل فلک سے معلوم ہوتی ہے اور بار چند اوس عقل و فراست کا کہ
 جسکا بیان نامکن ہے آپ کا زمان پروردہ نشین میں حسب روایات شیعہ مانند جنین لمطرح جنات اور جنین
 سنہک بمعاصی و سمیات کہ جسٹ کہ خفیہ مشورہ کرنا اور اپنی مدعا پر کامیاب نہ ہونا اور ذرا سے دہکی سے
 ابتر و دغوی سے دست بردار ہو کر معیت کرنا علامہ دہکی کہ اصول شیعہ پر حضرت انگیز اور عجب نیزہ سے کلمہ زبان
 جنین قندہ آؤ آپکو حاد کی روایت کے ہیں۔ اور اگر مذہب اہل سنت کو اعتبار سے گفتگو نہ نظر ہو تو سنی اہل سنت
 جناب انیس کو جو حدیث کہ بہترین اور عالم کا نام دیا کون کب تسلیم کرتے ہیں اگر آپے ابتدا میں بالفرض
 نقض خلافت کی شور سے کیے تو یہ خطا تھی ہر گز خطا اجتہادی کی اور بعد اوسکی جب آپ متنبہ ہوئی
 اور اوسکی حقیقت پر کما حقہ توقف حاصل کیا تو بعیت ہی کی اور شہادت ہی بیان فرمائی۔ غرض جن تک
 بعیت نہیں کہ ممکن ہے کہ شہادات بیان فرمائے ہوں اور جب حق منکشف ہو گیا اور بعیت کر لی اور
 بخش ہو گئی بعد اوسکی شہادات ہی بیان فرماؤ ہوں آمین کونسا تناقض اور کیا احتمال ہے اور یہ تقریر
 اوسوقت تک کہ ہم علی سبیل التزل نقض خلافت کے شور و کمر وقوع کو تسلیم کر لیں لیکن بحول اللہ تعالیٰ
 ہم کو یہ حال ہے کہ ہم ابتدا و وقوع شور و فکونی باطل کریں گے۔ اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی
 حق ہے اور وہ بعیت اہل حل عقدہ وجوہ مہاجرین و انصار سے واقع ہوئی اور صحابہ میں سے کوئی فرد اسکا
 مخالف نہ تھا اور یکو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استحقاق خلافت میں انکار یا شک
 تردد نہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اگر مبالغہ تھا تو اس امر کا تھا کہ ہم کو شریک مشورہ ہوں

غرض خلافت کی شوریٰ از سر سرانہ انکار اور کلام

کیا۔ جب ہم اہل حل و عقد بن کر تہی تو ہم سختی مشورہ تہی چنانچہ جو مذہبی کہا گیا وہ مذہبی جناب ہوا
 اور جب اسکی مجلس دہریہ ہوئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ جو اس میں کلام نہیں کرے کہ ابوبکر احن بالخلاف
 میں چنانچہ اس منہن کو حدیث بخاری میں حضرت شہید ہر اور جب ہم حدیث ازادہ انخفا کو جو جناب مجیب کا
 مسئلہ ہی دیکھتی ہیں تو اس میں یہ الفاظ ہیں فتاویٰ دینا اور یہ جو فتاویٰ امروہم جسکا ترجمہ مجیب نے
 یہ کیا ہے اور جناب سیدہ سے مشورہ کرنے ہر اور اپنی کام میں مراجعت کرتے ہیں اور ان الفاظ میں
 کہاں ہے کہ آپ نقض خلافت ہی کے مشوری کرتے ہیں اور یہ مشورہ کرنے سے کہہ کر لازم آیا
 کہ وہ مشورہ نقض خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تھی اگرچہ پھر
 اکابر شریک نہ تھے کیونکہ بیشتر روایات شیعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت امیر کے نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد
 کو داعی ضروری نہیں تھا تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ اسکی نقض کے باعث دیدہ دہستہ مشوری
 اور تدبیر کر کے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا کی جناب میں منسوب کر بن بلکہ فی بحقیقت یہ مشوری
 اس امر کے یہی تھی کہ جب اہل حل و عقد نے بیعت حدیثی میں بلا مشورہ بیعت کی اور سہتہ دیکھا
 اگرچہ ضرور ہوا تاہم بمقتضائے بشریہ باعث ملال اور باعث تاخیر بیعت ہوا اور سہتہ صحتی کہ آپ کا یہ ملال
 اور یہ تاخیر باعث ناخوشی اور شہید کی ہوئی تو جب کشیدگی اور شکر بخیر ہر ضعیف ہوئی تو جناب امیر
 اور دیگر ساتھیوں نے چاکا کہ سیطرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تھنا ہمارے پاس آئیں اور ہم اوسے برادرانہ گفتگو
 کریں اور وہ غدر راہی بیان فرمادیں تو ہمیں شکر بخیر دور ہو اور ظاہر ہو کہ ملال رفع ہوا اور بیعت کر لیں کیونکہ
 اگرچہ قصہ مجمع میں ہونا سبب اسباب اگر مختلف الشباع تو کج جمع ہوئی کوئی ایسا امر نہ ہو جادی جو باعث
 زیادتی ملال ہو بس صرف اسی امر میں مشورہ تھا اور اسی بات تخلیہ میں گفتگو ہوتے تھے چنانچہ حضرت
 ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تھنا بلایا اور گو حضرت عمر تھنا جانے سے مانع ہوئی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز
 دینا تشریف لیگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اس میں ابوبکر کے حقیقت اختلاف کا اقرار
 کیا اور ہم مشورہ اسبتہاد باسیت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر نے بجا ابوبکر کی فضا ملال
 مان فرمائی عدم مشورہ اسبتہاد باسیت کیا جو قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور سہتہ بیعت ہو گئی

چنانچہ آخر تک باہم شہر و شکر ہی اور شہادت و فضائل و محامد خلفا رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہی
 یہ مدعا ہی صحیح اہمست تصریح علم شیعہ سے بد لالت خط بقی ظاہر و باہر ہی چنانچہ محرم مبارک و ادا و
 بنارس میں اسکو تسلیم کیا ہی اور شیعہ المطاعن کے مجملہ آثار میں عبارت مذکور ہی چونکہ خوف ظہور انتہائی سخت
 روایات مختصر اعرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں
 یہ جرم سجدہ جو تحریر فرمایا ہی (جمع شدن در باب نقض خلافت مشرورہا بکا میرند) پر اسکی کیا معنی ہوگا
 سو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً ظاہر ہی کہ نشا اس مال کا یہ ہی امر خلافت تھا تو جب گردہ مخالف
 خطبہ مشورہ کی کسی تو اگرچہ یہ مشورہ بابت نقض خلافت کو ہوں تاہم عوام میں شورش و ہلال
 پیدا ہونی کے باعث مشرور نقض خلافت کی ہو سکتی ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ منافقین
 اور اعدا دین تخریب دین میں کین میں بھیجے ہوئی ہوں تو چونکہ یہ مشورہ منہج نقض خلافت
 تھی تو اسلیں انہر اطلاق کیا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی اسکی صد ہا نظیرین عالم میں موجود ہیں
 چنانچہ قائل خطبہ کو قائل کہی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہراؑ کی دولت سرا میں
 ہوا تھا حضرت عمرؓ نہ تاک ان بزرگوار دین سے تو کینیں نہیں پہنچا یا ہوگا جو باعث اسقدر
 جوش و خروش کا ہوا جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ نے ان مشورہ کو ظاہر ہی حالت سے
 سبب نقض خلافت کا سمجھا کہ اسقدر تہنیہ فرمائی اور سیو گجہ کہا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کو باہین تہی نہ تیا
 سلنا کہ یہ مشورہ در باب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اسکی معنی یہ کہا نہیں سید الیہی کہ یہ مشورہ
 کرتے تھے کہ جسطرح ہو سکے خلافت کو توڑی بلکہ در باب نقض خلافت مشورہ تھا سیکرند کہ معنی یہ ہیں
 کہ نقض خلافت کو بارہ میں مشورہ کرتے ہی کہ آیا نقض خلافت مناسب ہی یا نہیں چنانچہ بالآخر
 یہ قرار پایا کہ نقض خلافت حقہ مناسب نہیں اور بیعت فرمائی۔ ثالثاً یہ کہ یہ مشورہ در باب نقض
 خلافت باہین نہ تھی جو حضرت عجمی نے سمجھی لیکن یہ حکم جو حکم کی طرف نسبت کیا گیا ہی جبکہ
 مدق بعض کے طرف نسبت کرنے سے ہی ہو سکتا ہی تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حکم حقیقہ
 ناب امیرؓ اور حضرت زہراؑ کی طرف راجع ہی بلکہ یہ فعل حقیقی طور پر اذن حضرات کا تھا جو

اور میں اپنی درجہ کی اتنی اور جہات متبع ہوا کہ لو اور اذوقت حاصل نہ تھا لیکن چونکہ حضرت امیر آرد زبیرؓ
اور میں ہرگز وہ ہی اور بڑی ہتی تو بشرکت مجسمہ ہی مجاہدان حضرات کیطرت ہی وہ فعل منسوب کیا
چنانچہ عبارت تھکہ کہ اسی طرت ناظر ہی بن الصافات سے ملاحظہ فرمائی اگر بالفرض ان حضرات سے
اس کم گنہگار واقع ہوئی ہی ہوں تو یہی وقوع استہادات کو معترضین بان ہنذر گذار سے باقی رہ گئی
کہ میری عجیب صاب یہ جو تحریر فرما رہی ہیں کہ خلیفہ ثانی نے اندر گھر جلالی کی دہکی دی تھی اور
پہلی تحریر میں یہ عبارت تھی اور عجیب لہنی کے لہجہ گھر جلالی کی دہکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت قائم
بہت سے اس سنت کی کتب معتبرہ میں درج ہے مگر چونکہ بعض علمائے کرام نے اسے من اور شیعوں کا اقترا
بتا ہی میں سہائی گذارن ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ عجیب کو دہکی اور قصہ احراق میں متباداد تفرقہ
نہیں جانا کہ فرق یہ ہے کہ۔ قول ہے پر خطاب امام حسنؑ امام حسینؑ علیہما السلام نے جو بالقہ نام
تھی خلیفہ عادل ثانی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ منبر سے اتر کیونکہ یہ میری باب کی حکایت
اور درو خلیفوں نے بجز اقرار کے کچھ چارہ مذکیب چنانکہ کتب معتبرہ المہت مثل تاریخ الخلفاء و
کنز العمال میں یہ حال تحریر ہے میر میں حیران ہوں کہ کس جرأت سے میری عجیب فوا لے میں کی خلافت
خلفائے شہادانہ سے واقع ہوئی۔ اقول ہمارے حضرت عجیب کے جو من و خروش کو دیکھنا
کہ کس سے دوسری اپنی مدایات سے چشم پوشی فرما کر فرما رہی ہیں۔ اجماعی حضرت ابی بیان تو بالقرہ ہی
ہی معصوم نہیں چو چا نیک امام بالقہ ہوا آپ اپنی کتاب کو تو ملاحظہ کیجئے اپنی علماء کی شہادت کو تو سنی
تفسیر صافی میں جو اس وقت میری ماسنی کہلی ہوئی رہی ہے محمد بن بر قنضی معروف لما حسن حضرت آدم کے
تصدیق تحریر فرماتے ہیں و قال ابو عبد الله عن الصادق قال لما قال الله لا تعبدوا هذه الشجرة و انشأ لها الى شجرة
لنخطو له يقل لها و لا تأكلوا من هذه الشجرة و لا تأكلوا من حشمتها فلم يقل يا اياك الشجرة و لا
الا من غيرهما الا ان وسوس الشيطان اليها ثم قال و كان ذلك من احم قبل النبوة و لا

حاجات ملحقہ الہیہ سہیلی کے کوکڑا دھلا سے جیغہ اٹھانے لگا کہ

۱۲۔ عیوں میں امام رضاؑ سرمدی سے حضرت اسی کے آدم و حوا کو گھوڑوں کے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس درخت کے گرد گھوم کر معلوم کیا جاتا ہے کہ اس درخت کو کون دیکھ کر ہوا۔ یہی تم جس کے ذریعہ اوس درخت کو دیکھ نہیں جاتی اور وہ درخت میں سے کیا یا کھجور سیلاں کے ان کو بھجایا پھر فرمایا اور یہ آدم و حوا سے حضرت سرمدی سے واقع ہوا تھا۔ ۱۲۔

ذلك بذنب كبير استحق به دخول النار وانما كان من الصغار الموهوبه التي تجوز على الدنيا
 قبل نزول الوحي اليهم فلما اجتبا الله تعالى وجعلني اياكم معصوما لا يذنب صغير ولا كبيرا
 قال الله تعالى فعصيت ادم به فغوى ثم اجتباة فاعلي وهذا وقال ان الله اصطفى ادم ونوحا والذين
 وفي رواية ان الله عز وجل خلق ادم حجة في ارضه وخليفه في بلاده ليرث خلقه للجنة وكانت العصية
 من ادم في الجنة كرامة الاصل لتيمم مقادير امر الله عز وجل فلما اخطا الارض وجعل حجة وخليفه
 عصم بقوله عز وجل ان الله اصطفى ادم ونوحا والذين ان روایات صحیحہ کہ قبل النبوة نبی
 بالقدوس سیدی معصیت کا قصد و حکم پاداش میں جو ار خداوند کے سہو بیگی کی بجائے اور جنت سہو کمال پر
 اور توسط انہی معصومین دعا و التجا جناب الہی میں کی جب معافی ہوئی جائزہ سہو بلکہ واقع پس اگر بقوہ
 ائمہ سہو کوئی ایسی معصیت جس سے سخت خلو و دخول نار نہ ہوں اور وہ معصیت ہم جناب اس معصیت کے
 جو حضرت آدم سہو روایات سامی صادر ہو علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف میں جو مصداق
 حدیث رفع الظلم کی سہو لہذا روایات سابقہ کیا احتمال و استبعاد سہو لیکن ہم اس قول کو حسب ارشاد جناب
 امیر مہتمم سامی میں اسی فعل کے برابر سمجھتے ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و درجہ مبارک
 سوار ہونے کی بابت مروی ہوا۔ قطع نظر اس سہو مجیب کا دعا و اس وقت ثابت ہو جبکہ امر مفصل ذیل
 ثابت ہوں (۱) آپکو اس وقت رفع ثقیہ جائز ہو (۲) لفظ اب سہو مراد حضرت علی ہوں (۳)
 مقصود میان استحقاق امامت جناب امیر ہو۔ (۴) آپ اس وقت کامل العقل اور مکلف ہوں
 (۵) عرفا اپنی اقوال و افعال زمانہ طفولیت پر محمول ہو کر قابل اعتماد و قبول بخانین جائیں و اکل محال
 انما اول پس حسب مرسوم شیعیہ جن فاسطین ہار قین نہ کشین نے معاذ اللہ جناب فاطمی کے دشمنوں کی

۱۔ اور کچھ بہت بڑا گناہ ہی نہیں تب کہ جس سے دخول نار کے مستحق ہوں اور وہ صرف گناہ صغیرہ جیسا ہوا تھا جو دنیا
 سے نزول وحی سے پہلے جائز ہیں۔ پہر جب خدا نے برگزیدہ کر کے بنی بنیاد معصوم ہو گئی کہ گناہ صغیرہ کرتے ہوئے بکسیر و حق تعالیٰ
 فرمایا۔ آدم نے اپنی رب کے نافرمانی کے پس گمراہ ہوا۔ پہر خدا نے اوسکو برگزیدہ کیا اور اوسکی ذمہ قبول کی اور ہدایت کی
 اور فرمایا اللہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت کے ایسی
 زمین پیدا کیا تھا جہاں کبھی کوئی زمین میں جنت اور پھر شہر زمین خلیفہ پیدا کیا تھا۔ اور گناہ آدم سے جنت میں ہوا تھا نہ زمین میں
 ناکار اللہ کے امر کی نفی پر پوری ہو پس جب زمین پر آوازا را رحمت و اغوشہ بنایا تو معصوم ہو گیا کہ نہ تو لای۔ ان اللہ عظمیٰ آدم و نوحا والیر۔ ۱۲۔

گھر کو جلا یا اور ضرب شمشیر یا تازیانہ سے صدمہ پہنچا کر محسن شش ماہ اسقاط کرایا اور بر سر منبر فاش شد
 ساتھ شہید کیا اور اسے اللہ سے جبر اٹلی میں رہی اللہ کی جنت اور نبات طیبات کو غضب کیا اور فدک
 جہینا اون سے کیا توقع تھی کہ وہ ایسی شہادت نکیز یا تو نسیم کو کرین گئے۔ اور انہیں امین مہمومین کا
 کیا رعب ہو گا جو ایذا رسانی سے باز رہی پس رفع نقیہ کی کوئی وجہ نہیں۔ معہذا تعجب ہے کہ خلافت
 صدیقی سے توجہ بغاوت صبر کجائے مطابق شروع ہے اس قدر ہتکڑہ فرادین اور خودی بلا ضرورت اس خلافت
 حوالہ امیر مودہ فرادین تو بعد دوم نہیں کہ حسب اصول تھا خدا و رسول کو کیا جواب دیں گے۔ زیادہ تعجب صاحب
 تشیید الطاعن سے ہے کہ باین تجر او سنی جواب غصن صدیقی کے عدم نقید کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ
 تواریسی اور یہ خیال غلط ہے کہ حسب دیات مستعد ہیں کونسا دقیقہ جبرستی کا اوہانہا کہا ہے جواب حضرت
 فاطمہ کا محاذ کر مکی یا ڈر جائیگی۔ علاوہ اس کہ یہ علت خود زمانہ خلیفہ تالی میں جو یہ ہے ہی قول امام ثانی سے
 صادر ہوا نہیں جاری ہوگی۔ اسرائانی ہم کہتے ہیں کہ لفظ اب مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ
 جناب امیر کو بکا اطفال کے عادت ہے۔ جب اسے ہند کے جگہ کیو مٹھا دیکھتے ہیں یا انہی بزرگ کے
 کپڑا کیو پہنتے دیکھتے ہیں تو ناگوار سمجھتے ہیں اور بغاضی نزع ہوتے ہیں تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دیکھا۔ اسے ناگوار دوسری لوگوں کو بیٹھا دیکھ کر بغض و عناد پیدا فرمایا
 اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر پر تیرا اور یہ ہے وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اس کی نقید میں فرمائی
 اور فرمائی ہوئے سے کہی نفی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیری باپ کا منبر ہے میری باپ کا۔ اور پھر
 یعنی ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے میری باپ کا اور انکی مفارقت کو یاد فرما کر رو پڑی
 ہر صاحب تشیید کا اسکو حاشیہ تشیید میں مضمر نفس پر محمول کر کے مقصد کا جواب پہنا کر فرماتا ہے۔
 اسرائیل اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ سے بیان کرنا جس میں انڈیہ ثبوت خلاف مقصود
 خلاف نصاحت اور نہایت مستبعد ہے اور کچھ غیب نہیں چاہئے اس عبارت سے لغز میں محال اگر یہ ہے
 مدعا ہو تو ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور وافی تقریر صاحب
 تشیید نے انفسان کا کچھ حرف نہ تھا تو یوں فرماتے۔ ایہا الناس ان مستحق الخ لا بعد جبکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا بی علی بن ابیطالب از ابابکر رتقصہ ما غصباً وعد وانا
 فائز لوه عن من بعدک فاند لیس لہا (۱)۔ اوسوقت شیعہ کو گنجائش نہ تھی لہذا ہوتی ورنہ ایسی بڑی
 امر کو ایسی طرح چیتان اور پسلی میں بیان کرنا اور ایسی عبارت میں ادا کرنا جس میں خلاف مقصود
 اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نہ کر گیا۔ آٹھویں دفعہ بطمان ہر انبیاء کی نسبت ارشاد ہے قلما بلغ
 اشدہ واستوٰی جو مراد اہل ہر کہ نبوت بعد بلوغ اشد اور استوٰی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے
 اشد کے معنی کمال عقل کے فرمائے ہیں محمد بن رضی المعروف لما یحسن صافی میں تحت قول اشد
 قاردا ربك ان یبلغا اشد هما ای العلم کمال الکرا فرماتے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ
 بلوغ اشد سے بیشتر کمال عقل و اہم حسب شہادت لما یحسن مفسر نہ ہوا اسناد استثنا اطفال کا عموم
 نکالیف شریعہ سے اسکی دلیل اس پر واضح ہے کہ میں کچھ نہیں۔ اور اس کے بطلان کے لیے حاجب بختم
 استہلال نہیں یاد آتا ہے کہ خود جناب امیر نے حاجب جنس کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی
 اور شیعہ روایت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تمام جنتی ہو کہ حضرت کر دوش مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے
 جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اونکی حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ و عقاب نہیں سمجھا پس اس پر
 استہلال ختم کے رد و رد پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دشمن کا کام ہے مگر کیا کریں جب استہلال ختم
 بہم پڑھیں تو کیا ان اہل فریب تقریر و نسبی ہی دل خوش نہ کر لیں۔ پھر دوم نہیں کہ کس حد تک یہ پروردگار
 اور کس حد تک یہ پروردگاری تناقض باہین اقوال ائمہ و شہادات ہے۔ **قول** جبکہ یہ خلافت کتاب الہیہ
 و شہادات ائمہ وغیرہ سے واقع نہیں ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اسلیئے اہل سنت کو وضع اصول کی
 اشد ضرورت ہوئی۔ **اقول** جبکہ مجیب البیب کی شہادت کا استیصال قرار واقعی کیا چکا
 تو وہ ہی امر حق محقق باقی رہ گیا کہ خلافت خلفاء و رشتہ کتاب الہیہ و شہادات ائمہ ان سے

۱۵ اسی کو مستحق خلافت بعد میری ناما صلی اللہ علیہ وسلم کے میری پر بزرگوار علی بن ابی طالب میں
 دراپو کر لئے تمہیں خلافت غصب و تقدی کے طور سے پہن لیا ہے۔ اس کو میری ناما کے منبر سے اٹا رہا۔ کیونکہ
 یہ اوسکا اہل نہیں ہے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ پس تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونو اپنی کمال عقل کو پہنچ جائیں

واقع ہر اور اہل سنت کو اس کی ایسی اصول بنانا کہ کچھ ضرورت نہیں قال القائل المحمید
 قوله - ان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ہی جن اصول و شرط
 پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کو نزدیک وہی اصول صلوح و وقوع کو ایسی معتبر ہیں۔ اقول -
 اس آئینہ قول سے معلوم ہوا کہ سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کی کسی خلافت راشدہ کو ایسی
 اصول و شرط میں پہنچا کہ یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچھ ضرورت نہیں۔ کہونکر
 صحیح ہو۔ **یقول العبد الفقیر الی مولائہ** اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
 محمید اپنی پہلی تدبیر کی اصل مطلب کو پہولی ہوئی ہیں جو ایسا بے سرو پا اعتراض فرمائی
 میں لہجہ اب میں مختصر خلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہوں اور اس پر جو کچھ مینی عرض کیا
 وہ بھی مختصر لکھتا ہوں اہل الصاف خود دیکھ لیوں۔ کہ اس پر ہمارے محمید کیا فرما رہے ہیں اور
 جناب محمید تحریر فرمائی ہیں یہ سیدہ کہ نزدیک امامت مشروط بشرائط ثلثہ الفرض و عصمت و اہلیت
 اور المہنت ان شرائط کو شرط خلافت نہیں مانتی بلکہ بطور خود چند اصول وضع کر کے ہیں جن سے ان کی
 نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہے اور اذنان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفائے ثلاثہ متنازعہ فیہا کا
 دفعہ ہے اور یہ ایک قسم کا مصداقہ علی المطلب ہے انتہی۔ منہ نے اس پر بن جہنم عرض کیا کہ
 جبکہ خلافت خلفائے ثلاثہ کے کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت و واقع ہے تو اہل سنت کو اس کی
 اثبات کو ایسی اصول لگنے اور ایسی کی کچھ ضرورت نہیں لیکن ظاہر ہے کہ خلافت کچھ خلافت خلفائے ثلاثہ میں ہے
 شخص نہیں ہے اور اگر یہ لفظ خلفاء بمعنی ثلثہ نہ تھا تاہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ
 نہ تھا ہی مفہوم ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ بعد خلافت تہائی مخصوصہ راشدہ کی دوسری خلافت کو
 اصول کے ضرورت تھی وجہ یہ خلافت تہا راشدہ حق ہو کر اور ان کا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور اگر
 انکی حقیقت کی نسبت شہادات فرمائی تو جن اصول پر یہ خلافت تہا راشدہ واقع ہوئی ہیں وہ پہول
 لاجی احسن ہو کر اور جو خلافت لون اصول کے مطابق واقع ہوئی۔ وہ ہی حق متفقہ ہو کر جس پر
 یہ فرمانا کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کو ایسی سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کے کسی

اصول و شروط میں تو آپ کا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ صحیح عقیدہ
 فہم مطلب عبارت سے ناشی نہیں تو کیا ہی کیونکہ اولاً اس کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مجیب کے کتاب
 و شہادات کو ہی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف واضح ہے کہ
 اسکا اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہیں جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوں مثلاً یا کسی شخص پر عداوت علاوہ اسکی کتاب
 و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کہ یہ وہ اصول ہیں جو بطور خود وضع کیے ہیں جسکا
 الزام لگایا گیا تھا۔ ثانیاً مینی یہ عرض کیا تھا کہ خلافت تہائے متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول
 کی ضرورت نہیں لیکن جو اصول کہ ان سے مستنبط ہیں وہ اصول وقوع و صلوح کے لیے معتبر
 ہیں اور اس سے ہر ایک کو کی جابجہ سمجھ سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اصول مستنبط جو
 خلافت تہائے متنازعہ فیہا سے پیدا ہوئی ہیں اپنی ہی صلوح وقوع کے لیے معتبر نہ ہوں گی اگر انکا اعتنا
 ہوگا تو آئندہ کی لیے ہوگا۔ لیکن ہماری محیب لبیب اپنی کمال دشمنی سے یہ سمجھ کر
 کہ گویا لفظ صلوح وقوع کا مضاف الیہ نہ ہو وہی خلافت تہائے متنازعہ فیہا مراد ہیں اور غلط
 سمجھ کر اعتراض فرمادیا۔ ثالثاً حضرت مجیب نے اپنی کثرت و ان اصول کا الزام لگایا تھا جو جگہ جگہ
 شرعیہ کی ہوائی نفسانی از خود وضع کیے جاوین اور بندہ کہترین نے ان ہی اصول موضوعہ کا
 انکار نسبت خلافت تہائے متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض میں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری محیب
 اپنی اصل قید کو فراموش فرما گئی ہیں جو متعلق انبات اصول کی دہمزدیتی میں۔ اور یہ تمام تشکیک
 اور سوقت تک ہے کہ ہم جناب محیب کی خاطر سے تسلیم کر لیں کہ ازالہ الخفا کا مطلب جو ہماری محیب نے
 سمجھا ہے وہ صحیح ہی اور نہ فی الحقیقت اگر وہ کہہ سکا کہ جو ہماری محیب اس مطلب نے ازالہ الخفا تک ہے
 نہیں پوچھی کہ یہ اصول اور اہل علم و انصاف سے پوچھیں بندہ نے ہی ابحاث سابقہ میں اس کو سمجھا دیا
 بیان کیا ہے۔ قولہ بعد ازاں وقت یکزدہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہوں اور دلائل خارجی سے
 ثابت کیے جائیں یہ کہہ سکتا کہ جن اصول و شروط پر واقع ہو کی ہے اہل سنت کے نزدیک ہی اصل
 صلوح وقوع کے لیے معتبر ہیں مصداقہ علم المعلوم ہے اقول سبحان اللہ حضرت مجیب

منافقہ دالی جنم ہی کیوں جناب میر صاحب ذرا سوچ کر فرمائی تو یہی کہ مصداقہ علی المثلوب کی کہتے ہیں اور بیان مصداقہ علی المثلوب کیونکہ لازم آتا ہے **قولہ** اور نیز اس تکرار سے بظاہر کوئی نایہ معلوم نہیں ہوتا۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تو انصاف کر آجکین کہو لکھ دیجیے وہ کسی دوسرے سے پوچھی کہ یہ تکرار اس پر یا نہیں پہلے ہی ہو فرمائی کہ تکرار اسکو تو میں تعجب ہے کہ جناب اپنی تکرارات بیانیہ نہیں دیکھتے جو کہ سب سے بظاہر غماض و ساحت ظلم انداز کر رہے ہیں نقض خلاف کی مشوری۔ مگر جلالی کی دیکھی فلیت است جناب امیر۔ جناب امیر کی کچھ نہیں حضرت میں مشغول۔ ابتلا و رنج و الم میں کیسا بات پوچھا و عجب سزا یہ سب امور اور علاوہ اگر بہت سی امور جو اسی ایک صفحہ میں مذکور ہیں قطع نظر تکرارات نام کتاب سے اگر یہ تکرار بیانیہ نہیں تو کیا ہے اب انصاف ہے سوچ کر دیجیے اور فرمائی کہ تکرار بیانیہ اسکو کہنی میں جو آپ کے عبارات میں موجود ہے یا اسکو کہتی ہیں جو آپ نے ہندہ کی عبارت میں پیدا کیا **قولہ** فان لفظان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس خلاف کا ذکر حضرت نے پہلے کیا ہے وہ خلاف راشدہ ہیں۔ **اقول** عبارت کا مضمون سمجھنا یہ خاص آگاہی حصہ ہی انکیا خلاف کا ذکر پہلے اس طرح اس عبارت میں کر چکا ہوں (وہ نہ جبکہ ثبوت خلاف خلف راشد کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے واقع ہے تو اصل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں ہے) اور مرکیب ذکی و بلید اس عبارت کی کچھ سمجھ سکتا ہے کہ جو خلافت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت راشدہ ہونا تاہی اختیار ہے جب کو چاہا راشدہ کہہ یا جسکو چاہا اور سلطنت کہہ یا کتاب اللہ کی سنتی نہ ائمہ کی عرض نہ یہ مضمون ہمارے مجھے خوب سمجھا لیکن یہ کچھ نئی بات نہیں حضرت مجیب اللہ کا بظاہر ہمیشہ کتاب سنت کو مضامین ایسی کہ سمجھ چلی آتے ہیں یا ہندہ اول بار وہ کسرت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ میں ہی یہی بات ہے **اقول** جو خلافت کا کتاب اللہ اور شہادات ائمہ سے ثابت ہو اسکو خلاف راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہمارے مجیب جیسی منصف کا کام ہے پس یہ محض ہمارے جناب مجیب کے ظن میں ہے نہ واقعہ میں **قولہ** حضرت کا یہ فرمانا

الدین و خلافت الشافعی حساب فاما متجانس و ناجز کذب و شیخ زمان - تو اس روایت میں ہوتا
 کوہی کہ یہ بخیر ازوایسی کام کہ کبار ہدی چونکہ اس وقت نقل رایت سے مقصود اسی قدر ہی اہلی اس حدت
 شریف کے فسیل فواید کسی دوسری وقت پر منحصر کرتا ہوں تاہذا عمواً ائمہ کا خلفا راشدین ہونا یہ ہے
 اپنی ہی سمات سے ذکر فرمایا ہے چوتھ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے بناؤ فاسد پر مبنی ہے۔ رابعا اگر حضرت ادریس
 غلط اور غیر مسلم ہے جس سے دریافت کیجیگا آپ کو بتا دیگا کہ جب خلف ادراسہ ہم متقابل مناظر میں کر رہے ہیں
 تو ائمہ سے ائمہ اہل بیت مراد ہونگے اور خلفاء سے خلفائے ثلاثہ تو یہ ہے غلط اور از قبیل ہمارے فاسد علی الفاسد ہے
 خاص اگر ائمہ خود خلفا راشدین ہیں اور خلفا راشدین ائمہ ہیں تو ہم کب کہتے ہیں کہ وہ اپنی سوا
 کسی خلافت راشدہ پر شہادت دیتے ہیں بلکہ بعضہم لبعض شہادت دیتی ہیں اور اسکو کوئی انہ
 نہیں پس اپنی سوائی کیسی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے نتیجہ ہے
 سادسا یہ فرمانا کہ اگر وہ ہیں تو خود خلفا راشدین ہیں الخ نے کب مسلم ہی لیکن قبضہ
 محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہے اس سے نفی غیر کی سمجھنا سراسر غلط ہے پس عبارت تھر کے
 معنی بلا غبار ظاہرین بابائیں سنی اگر جن حضرات کے امامت کی تم معتقد ہو اور انہیں کی شہادت
 سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ ثابت ہو رہی ہے کہ جو متفق علیہم امام فی الدین ہیں اگر شہادت
 ثابت ہونا ہے کہ خلافت ہتما شیعہ ثلاثہ راشدہ ہیں یا یہ کہ وہ ائمہ حلی خلافت و امامت اپنی زمانہ میں راشدہ
 متفق علیہ سنی شہادات ثابت کرتے ہیں کہ خلافت نہایت سابقہ خلافتیں راشدہ میں اور ان
 پر توجہات میں کچھ خلل نہیں ہے اگر اب بھی آپ مجھ میں اور بہت دہری کریں تو خدا سمجھو
قولہ اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادات ائمہ کا جواب پہلے گزر چکا ہے **اقول** اس کا جواب
 اگر اب بھی وہ میں حاضر فرمایا جی گا **قال الفصل الحیث** - قولہ بخلاف حضرات شیعہ کہ
 کہ ان کے اصول ثلثہ باوجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں ستمزدہ دین یا لغویہ دل یا آخرین لان اشی
 اور بہت قریب بلو لزمہ تو لزم مصداقہ علی الملک علی الملک اصل ہے بالکل باطل ہے۔ **اقول** - اصول ثلثہ

نسبت آپکا یہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں دعویٰ بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو عرض
 کیا جاتا۔ **بقول العبد الفقیر الی مولائہ** سبحان اللہ ہمارے مجیب بلیب باری میں
 اودار مناظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ میں اپنی اصول ثلثہ کی نسبت اپنی خلاف منصب دلیل
 دعویٰ فرمایا کہ ہمارے شرائط ثلثہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اور جب مانع ہے اسکی ثبوت کو
 منع کیا تو اولیٰ اوس سے اسکی منع پر دلیل کے طالب ہوتی ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ہمارا
 منصب کیا ہے اور اوسکا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو یہ معلوم کہ دعویٰ کسکو
 کہتے ہیں اور منع کیا چیز ہے اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہیں ہے اس پر یہ کچھ لین و تراشیت
قولہ ہون اسو امر عصمت کے دو شرط ہیں یعنی فضیلت خلفاء مولف کے حضرات اہل سنت ہے
 قائل ہیں اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں تو حضرات ان شرطوں کو کون دلائل سے ثابت
 کرتے ہیں۔ **اقول** یہ وہی غلطی ہے جو بارہ ہمارے مجیب بلیب سے سرزد ہوئی ہے اور مقیم
 کہ حکم میں ادراک بھی ہم متنبہ کرتے ہیں کہ حضرت یہہ آپ غلط سمجھی ہوئی ہیں اہل سنت سرگزبان
 شرط کو شرط انہیں جانتی آپ وجود کو شرط سمجھ رہے ہیں جو شرط اس غلطی کا ہی حالانکہ
 ہر شے وجود اور بشرط ہیں چونکہ ہر جو اطفال درہم بھی غلط ہوگا **قولہ** یہ کب ہو سکتا ہے
 کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کی قائل ہوں۔ **اقول** بیشک آپ یہ صحیح درست فرمایا
 یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اہل سنت کسی امر کی باقیام دلائل شرعیہ قائل ہوں اور یہاں تک تم تک بشرط ہیں کہ انکی پہچان
 تو حسن تبیین ہی شرعی ہے واللہ بحمدہ وفضلہ ما شہدت بہ الا بعد **قولہ** کو خلاف ہے کوئی
 دلیل شرعی قائم **اقول** کیون حضرت اسے کیا کہتے ہیں پس اپنی پہلی حالت پر آگئی اسی حضرت
 کیا آگے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہیں لیکن اس سلسلہ میں تو آپ اسکی قطعیت کی اعتراف فرماتے
 ہیں گو آپ کا غلط کو خلاف ہو چنانچہ اوس موقع پر انشاء اللہ ہم اسکو ثابت کریں گے نہ خلاف
 ارہ میں کیون قابل قبول نہیں اگر اللہ عز و جل تقیہ کچھ نہ فرمایا ہو تو حق تعالیٰ کے شاہد نہ تو تقیہ نہیں
 یا ہوگا ذرا اوسکو باطل صادق دیکھیے اور اپنی غلطی کی تاویلات کو اسکی تہہ نیز ان مضامین میں

وہ امام خلق و نائب رسول ہے (قیاس سے خارج ہوگا۔) الرسول یوجد فیہ ہذہ الشرائط
وکل من یوجد فیہ ہذہ الشرائط فهو امام و نائب عن الرسول ینتج الرسول نائب
عن الرسول اور یہی بدیہی البطلان ہے اور لزم تقویٰ کے جواب میں تو آپ طرح ہی دیکھیں معلوم
ہوتا ہے کہ شاید سمجھ ہی نہیں رہے اور یہی نبوت کی معارضہ فاسدہ ہے ثالثی قولہ اور لزم مصادر
علی المطلوب آپ کی یہی کہ قول سے ثابت ہے اقول اسی جناب گستاخی معاف پہلے آپ
مصابہ علی المطلوب کے تعریف سے کہیں اور کسی بعد اعتراض کچھ اسکا کیا علاج کہ آپ یہ بھی نہیں
جانتے کہ مصادر علی المطلوب کسکو کہتے ہیں یہ آپ کا مدار کافی ہوگا کہ میں محض فارسی ہوں قال
الفاضل الحبيب - قولہ - پس اگر جناب مخاطب کو اسل اختلاف میں بحث منظور ہے
تو ازل صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و فضائل میں بحث شروع کی ہوتی جو آخر میں یہ بحث ثابت
ہوتی۔ اقول - مجھ کو کسی اختلاف میں خواہ اسل سو خواہ فروغ بحث کی ضرورت نہ تھی کیونکہ کتب
منظرہ فریقین موجود ہیں اور ائمہین ہر قسم کی بحث لکھی ہے منصف و حق کے طالب کے لیے کافی ہے
صرف بیاض خاطر غریب عنایت فرمائی دلی جنکا حال شروع میں تحریر ہوا ہے وہاں لکھا گیا اور جو کہ بیان کیا گیا
جائے گا محض ان کے خاطر ہے ہوگا میقول العبد الفقیر الی مولاه الفقیہ - اسی جناب - آپ
اصل نہا سوال ہی نہیں سمجھ آئے اپنی سوال میں تفسیر فرمایا ہے (فرقہ اہل سنت و عجم
و مشیخہ اشاعرہ میں اگرچہ اصول و فروغ عاہدیت سے اختلاف میں مگر بہت بڑی محالفت اختلاف
میں ہے) تو اس میں جناب کے گویا ہر فرمایا ہے کہ علت تخصیص یا بحث مسئلہ خلافت کے
اور کثرت عہدہ نے اس پر یہ عرض کیا کہ اگر یہی علت ہے تو اسل سے نزاع معلوم
صحابہ ہی اس پر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی بندہ نے کب آپ کی ضرورت کا اثبات کیا
جو آپ سے تبرہ کی تھی شمر فرمائی شروع کی اور ہمیں ہمارا کہ اصل غرض تحریر سوال سے باہر
خاص سبب عنایت فرمائی دلی تھی لیکن یہ تو جناب کے تحریر نہیں فرمایا کہ اصل فراموش اور یہی
ہی مسئلہ امت میں ہے سوال لکھ جائے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ انکا مدعا یہ ہے کہ کسی

سلمہ میں بحث شروع ہو جاتی کیونکہ وہ خود چند ان اس ملک سے واقف نہیں تھے لیکن یہ تقیید
 چنانچہ بطور خود مناسب سمجھ کر فرمائی سو یہ عہد دراپس خاطر عزیز کا یہی بجا نہیں **قول**
 پہلے گذارش ہوا کہ اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے یہ محض فضائل بعض صحابہ **اقول**
 اس جگہ یہ بھی عرض ہو چکا ہے کہ اس اصل کے اصل بھر وہ ہی سالہ صحابہ ہی کیونکہ انکی تاضیہ
 اور ہم ماخذ تیرہ باعتبار ادن اوصاف کے ہر جنہیں فریقین اہلسنت و طبعہ باہم مختلف ہیں۔
قول حضرت نے بیان محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جائے کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل
 و ایان میں گفت گو کرتی ہیں عا شا و کلام یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کے فضائل کے مست کہ ہوں
 یا کل کے ایمان میں کلام ہو سکتا بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت بہت گفتگو ہے۔ اور یہ حرف دل حق
 ہے نہیں کہتے بلکہ حضرات اہلسنت کا یہی یہی حال ہے جیسا کہ پہلی بات کیا گیا ہے کہ کل صحابہ کے
 فضائل کے یہ حضرات ہی قائل نہیں۔ **اقول** شروع سالہ میں کچھ تفصیل کے ساتھ
 بیان کیا جا چکا ہے کہ علمائے شیعہ کل صحابہ کے فضائل و ایان میں گفت گو ہے بعض کے اور کچھ کی بات
 کیا گیا ہے کہ حضرات شیعہ علی الخصوص ہمارے محبوب کو نام صحابہ کے فضائل و ایان میں گفت گو ہے کیونکہ
 انکو نزدیک عصمت خلافت کرتے ہیں اور صحابہ میں سے ہر اتفاق کو کی معصوم نہیں اور حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے سائے بن خشرہ یوم احد جنگ سے فرار کر چکی اور بعد انتقال حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرتد ہو چکے تو نہایت
 وہ کوئی صحابہ ہیں جنکا ایمان اور کچھ فضائل و محاسن میں اور بعض مجال اگر پانچ چار بلکہ دس تیس ہیں
 ہوئی تو لاکھوں کے شمار میں کرتے اور میں مجسوم ہونگے باقی اہل سنت کی نسبت یہ الزام کہہ ہی کل
 صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض دیکھو کہ وہی اور اقرار ہے اہلسنت کے نزدیک تو کوئی دل امت
 صحابی کے رتبہ کو بھی نہیں پہونچ سکتا مگر یہ بھی عصمت صحابہ میں نہیں پہونچ سکتا بلکہ اہلسنت
 صحابہ کی خدایا انکو مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا اہلسنت کو باوجودیکہ انکی فضائل کا
 اعتراف ہے انکی عصمت تم نہیں تو انکو یہ روایات کچھ مضربین **قول** فضائل اکبریت بعض

ایک خاتم الحشین صاحب حیانت و اثر افساد پیشہ و مردودان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں۔

اقول بحول اللہ وقوتہ اسکا مفصل جواب اجاث سابقہ میں پہلے ہی حضرت محیی بن بڑی

شہید سی یہ اعتراض فرمایا ہے کہ تحریر ہو چکا ہے حاجت نکر اور اعادہ نہیں مگر اس قدر گزارش ہے کہ اگر

بالقرض یہ کلمات الزام نہیں لکھے تاہم یہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الہی لکھتے ہیں محض ایک

انتزاع اور بہتان ہے۔ **قولہ** ان اگر ان امور میں خلفائے ثلاثہ کی بابت تحریر فرمائی تو مضائقہ نہ تھا

کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہیں یہ ہم **اقول** اگر آپ کو ادولما شیخہ کو صرف خلفائے ثلاثہ رضاکر ہی

فضائل و ایمان میں گفتگو ہوتی تو بیشک کچھ فضائل لکھ نہ تھا کہ خلفائے ثلاثہ کے ہی بابت تحریر کیجئے تھے

لیکن آپ کو تو حسب ادایات کافی وغیرہ سواری چند جہاز یا چھ صحابہ کے سبھی فضائل و ایمان میں گفتگو ہو

معینا آپ ہی اگر سواری خلفائے ثلاثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ سلیم فرمائیں تو ہم صرف

معاذہ خلفائے ثلاثہ ہی پیش کرینگے اور جبکہ آپ کو ہزاروں بلکہ لاکھوں صحابہ کے فضائل و ایمان میں کلام ہو

تو ہر خصوصیت خلفائے ثلاثہ بالکل بچا ہوگی اور سو قوت عام طور پر بحث ہوگی جس میں خلفائے ثلاثہ ہی فضائل

ہونگے باقی رہے یہ کہ اہلسنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضائل کے قائل نہیں محض کذب و افتراء ہے

نشا اس غلطی کا یہ ہے کہ فضائل کے لغو دوم عصمت تصور کر رہا ہے اور یہ سراسر غلط ہے **قولہ**

و نیز یہ بحث ہے آپ کو قول کے موافق بالآخر منہر بحث امامت ہی ہوتی سو خیر منہی اول ہی شروع کر دی

اب آپ کا اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کچھ ہے آپ کچھ سمجھ رہے ہیں سوال الہامی

جواب اولیٰ ایمان۔ تاہم جو کچھ ہوا ہے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت بدایت کے موافق ہو یا مخالفت

آپ نے نہایت اچھا کیا۔ آفرین اور حجا اصل غرض یہ ہے کہ علت کچھ بیان کی اور بحث کچھ شروع کی

تو شاید یہ غرض خود اس خاص بحث میں دونوں کچھ زیادہ ہوگا ورنہ ہمارے طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع

کبھی ہم خود کیا دعویٰ کریں جناب کو خود معلوم ہو رہیگا۔ **قال الفاضل المحیب**

قولہ۔ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت میں زیادہ دعویٰ ہے اور اسکی بحث پر دونوں

دانتہا ہوگا اسلیٰ ازل سے کیونکہ جیسا کہ - اقول - مسند مختلف فیہ میں دعویٰ اور فون و اعتقاد ہوگا
 مسند کی خصوصیت نہیں - **یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی** - حضرت مجتبیٰ
 دعویٰ اور فون و اعتقاد کا حال سیفہ و بجات گذشتہ میں اہل انصاف و عدل پر شکست ہو چکا ہے
 اور ہر مسند و امیدہ کہل جا گیا لیکن نتیجہ یہ ہے کہ باوجود محض فارسی خوانی کے یہ اعتقاد و فون
 کس راہ سے آیا اور مرتبہ جن اہل فہم کا کیونکہ محض مولانا جہانگیر کے تہذیب کو دیکھنی میں اس کے
 تو صرف یہ سب دوسرا ہے کہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے - اور کیا عجب ہے کہ یہ سب یہ بعض
 اوقات میں آدمی کو غلط کر رہی اعتقاد اور فون ہو جاتا ہوگا جیسے کہ بعض بیوقوفانہ پر آپ کو دیکھنا
 تصور کر لیں کہ میں اور بعض جاہل اپنی زعم میں عالم میں بہت ہیں آخر آپ کو معلوم ہوگا کہ علیٰ ایک
 قسم یقین کا جاہل رکب ہی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد و جازم خلاف واقع کا نام ہے - **قول**
 مگر چونکہ اس سائن میں پہلی سے گفتگو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہ ہے کہ ہم سب سناہم تھا
 اسلیٰ کہ جو جیسا کہ **اقول** یہ عذر جانا ہے اسے تحریر میں نہ لایا اگر اصل میں
 اسکو ظاہر فرماتے تو کچھ گھٹ گونہ تھی - باقی اہمیت متناہد نہ تھا اس سب کے تو آپ ثابت کر
 سکی اور جو کچھ ثابت فرمایا وہ غیبہ و عانیہ میں تو محض اہمیت مسند میں جبکہ دعویٰ اس
 عبارت میں کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے - **قال الفاضل المحبیب**
قولہ - ہں پاس خاطر منظور کر کے گذارش کرتے ہیں - جناب مخاطب مدعی میں کہ شرط نہ لگایا
 یعنی نفس و عصمت و فضیلت و لائل عقیدہ و قلیہ میں ثابت میں تو ازل جناب کو لازم ہے کہ تعریف
 است کی فرازین اور بعد اس شرط نہ لگنے میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو لائل لگا
 سہا بہت فرادین - اقول - آپ کی اس غیبت کا شکریہ ادا کرنا ہوں **یقول العبد الفقیر**
الی مولانا حضرت نسیم قولہ کہ محب کو امید ہے کہ بفضل الہی آپ اس سب اور سبہ نہ لگے
 کی تعریف بخوبی جانتی ہوں مگر بے خیال میری اس قول (اور انہی اصول خلاف جہانگیر) میں
 انکی تعریف نہ لگنے کی غلطی کرنے کے لیے ایسا تحریر فرمایا **اقول** میں جانتا ہوں

خواہ نہیں جانتا آپ سے دریافت کر نہیں کیا حرج ہی اگر میں جانتا ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ آپ
 اسکی موافق ہی ہوں معذرا کیا آپکو جمیع مسائل میں دُشمنی اور حق الیقین کا مرتبہ
 حاصل کر لیا ہے تو محض پوچھنی ہی پر منقلب کرنے کی ڈرتے کیوں گہرائی میں اور آب ندید
 موزہ کشیدہ کیوں ہوتی جاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ یہاں تو بندہ کو علم کی ایسی معتقد ہو کر
 کہ یہ امر خود بخود تسلیم کر لیا کہ میں امامت اور اسکی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہوں مگر اسکی
 فردہ میں ہونے پر مبنی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہ ان کیوں اسے ناخوش
 ہوئی کہ میری جانتی کو ہی بے علمی سے تعبیر کیا **قولہ** افسوس کہ جناب نے میری عرض قبول
 نقرائی میں آپکی ارشاد کی تعمیل سے چشم کرتا ہوں متوجہ ہو جی۔ **قولہ** جناب کا ارشاد
 در موقع دے محل تھا اسلیں کہ مدعی ہو کر اپنی مدعا کی اثبات سے گریز اور اعتراض کرنا اور دوسرے نسخہ
 مطالبہ اثبات معتقد اہم کرنا بے محل ہے اسلیں جناب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جناب باخبر
 احب سے سبکدوش ہو جائیگی اور اپنی دعویٰ کو ختم پر ثابت فرماوینگے تو بے وقت اور سوقت جناب
 تحقیق مطلبہ دلیل ہو گا ورنہ خط القیاد۔ باقی رہا بندہ کی گزارش قبول فرمانا گو جناب نے
 اپنا ذمہ ہی وجوب سے بر غم خود فارغ کیا ہوا ورنے تحقیقت صحیح ہو یا نہ ہوا کساندہ ممنون
 عنایات ہے **قولہ** امامت کی تعریف یہ ہے کہ دین دینا کے جمیع امور میں نیابت پیغمبر سے
 کل امت کا مقتدا و پیشوا ہونا عصمت ایسی حالت سے مراد ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لطف
 و عنایات سے کسی شخص میں ثابت ہو کہ اس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کہ بہی ہو گئی
 کی خواہش و رغبت اس شخص سے منتفی ہو جاوی۔ نص سے یہ غرض ہے کہ خدا اور رسول سے صفات
 حکم اسکی امت کو ثابت صادر ہو۔ انصافیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جسکا امام موصوفات
 حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو **قولہ** یہ تعریفات بوجہ حیدر محل بحث میں اولاً
 یہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہے یہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہے یا لفظی یہ تعریف نہ
 ہے یا اصطلاحاً اگر اول سے تو بے محل اندیز غلط کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہ معنی پائی

ہی نہیں جاتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرعی یا غیر شرعی اگر غیر شرعی ہے تو قابل التفات نہیں
 اور اگر اصطلاح شرعی ہے تو اسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہے ورنہ دعویٰ بے دلیل کب
 قابل سماعت ہے کہ تو متع موارد کلام شارع سے جس مواقع میں یہ لفظ بلا قرینہ اطلاق کیا گیا ہے
 جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونی کے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیسی محمد و ہر
 متفق نہیں کیونکہ جامع ہمیں۔ حق تک شانہ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا۔
 اِنِّیْ حَاجٌّ اِلَیْکَ لِیَسِّرَ لَیَّ اَصْلَاحًا۔ اور یہ انبیاء و کواہب میں ارشاد فرمایا۔ وَجِئْنَا اَھْمَ اَمْنِہٖ یَعْدُوْنَ لَکَ
 اور یہی ذکر انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کر صحیح نہیں ہے۔ تاہنا سدا کہ یہ اصطلاح
 شرعی اور حقیقت شرعیہ ہی تو جب بجایا تو نہ صاف اسکا اطلاق ہوگا یہ ہی معنی مراد ہوگی
 تو یہ کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہیں انتی اور جو کچھ امام علیہ السلام نے نسبت یحییٰ فرمایا
 ہا امان عاوان کیوں سننی حقیقی شرعی مراد ہیں لیتی اور کسواسطی تا دیلات بعید
 اور عقل فرماتے ہیں۔ تا لثا یہ تعریف انہی ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف اول انبیاء پر ہی جاری
 آئے ہے جو کسی رسول کے بعد اسکی شریعت کے احبار کے واسطی بعد ائد سہا مبعوث ہوئی حالانکہ انبیاء
 اسل اصطلاح کے انکو امام اور خلیفہ راشد نہیں کہتے۔ رابعاً عصمت کی تعریف حالت کے ساتھ قرار
 ہے کہ جبکی ثبوت پر مثبت امین اسکی سبب سے عصمت کی غیبت منتفی ہو جائے اور یہ غلط ہے کیونکہ امام
 مسنین میں بھی بعض اوقات یہ عالم اجنبیت آہی سید ہو جاتی ہے کہ غیبت عصمت اول
 حاکم سبب سے منتفی ہو جاتی ہے اور اسکا انکار مکارہ ہے حالانکہ آپ اسکو عصمت نہیں ادا کرتے
 اور تعریف عصمت اسپر صادق آتی ہے ان اگر ملک کے ساتھ تعریف کیجئے تو شاید صحیح ہوئی
 کہ اس میں سنی مسوخ کے میں اور حالت میں یعنی تغیر و تبدل کے۔ خامساً لفظ خواش و غیبت سے
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدون غیبت کے مثلاً مسہود انا و اناسکی کی حالت میں صدور عصمت جائز ہے
 حالانکہ آپ اسکی قابل نہیں ہیں۔ سادساً تنقید کی آڑ میں تو حضرات نے کہا یہ بلکہ کفر شرک تک

ہی ائمہ پر ثابت کر دیا جو خواہش و رغبت کرتے ہیں کیونکہ ثقیف حسب تعریف قوم دیہی موافقت اہل انصاف
 فیما بین یوں بدیہی تو پیر عصمت کس کا نام ہو۔ سب بانی انصافیت کی تعریف میں تو ہمارے محبت میں
 رہا سہا اپنا تمام مسلم ہی خرچ کر ڈالا اسی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنی معرفت پر محمول تو فرمایا گیا اور پھر
 ذرا یہ بھی قائل فرما کر دیکھ لیجیے کہ دو مصلح لازم آتا ہے یا آپکا وہ ہی مصادره علی المصلوب اور بعد
 اس مرحلہ کے بعد ہی تحقیق کیجیگا کہ نبی انصافیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر ہی اور ہر
 بالغضل ہی یا نہ اکثریت نواب اور قرب من اللہ تعالیٰ پر ہی اور غیر درک الالباب الشریع بعد ان سب کے
 اپنی تعریف صحیح قرار دے کر درج جواب کیجیگا کہ چونکہ خوف عداوت نہ اسلیم مختصر اعتراضات متبادل بعضہا
 فی بعض عرض کر دیں۔ فقہاء اور ان سرستہ شریک کی دلائل کے نسبت اگرچہ اس قدر گذارش کا فرمایا
 کہ جب امت ثانی مرتبہ بنوئے ہو اور نیابت نبی سر مراد ہی پس جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہیں
 وہی سب یہاں کچھ تفسیر سے عصمت ائمہ پر دال ہو کر اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کا یہ قائل ہی ہو گئی
 انصافیت خلفاء کی آپ معتقد ہیں نص کے باب میں ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہست نص کے
 علی الاطلاق مستکر نہیں پس اس صورت میں ہمارے سرستہ شریک کے دلائل کے بیان کر نیکی جنہاں ضرورت
 نہ تھی مگر چونکہ آپے پاس خاطر یہ بحث منظور فرمائی ہے سبلی اہلی رعایت ہما وہی ضرورت ہے اقول
 یہ تقریر تقریباً کل نام ملکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علامہ کوئی دوسرے مرتبہ ہو کر
 تو اسکی شرح کرنے چاہیے اور اسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت ہی مراد ہی اور جملہ (نیابت
 ہی مراد ہی) مع عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہو کر
 وہی سب یہ عصمت ائمہ پر دال ہو کر سرستہ غلط ہے کیونکہ اسکا مدار اس پر ہے کہ اصل میں جہد اوصاف
 ہو کر وہی فرع میں ہی ہو کر حالانکہ یہ بدلتہ غلط ہے ان اگر فیما بین اوصاف اصل و نائب ثابت
 فرمائے تو ضائع نہ تھا اور اگر یہ مراد ہی کہ بعض اوصاف اصل نائب میں چوتھین وقوع نظر تر جیح بالا
 مرجع ہے آپکا قیاس غلط اور باطل ہو گا۔ عصمت انبیاء کا میں قائل ہوں اور اس امت کو احیاء شریعت کے

اور برائی شاعر و مرثیہ نگار اسلام میں نبوت نبوت اعتقاد کرنا ہوں لیکن باوجود اہم اوصاف نبوت کو
 بنی کے ساتھ مختص سمجھنا ہوں اور اوصاف امام کو اس کے ساتھ۔ اور عصمت کو انم نبوت سے ہر دو
 پس نبوت عصمت کے لیے امام میں یکساں دلائل کے امت کو معرفت نبوت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا
 محض چار مجاہد کے ناجائز تقلید ہے کہ چونکہ یہ بھی غلط اور انجی تسمیہ ثالث وغیرہ کو بھی سداہ حق ہو
 وہ مجالس المؤمنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی میں فرماتے ہیں زیر کہ امام قائم مقام نبوت در جمیع امور
 کو در اسم نبوت نزول وحی اور اگر زیادہ متبع کیا جاوی تو نزول وحی کا بھی مختصات نبوت سے ہونا
 باطل ہوگا اپنی امام کلینی کے حدیث ملاحظہ فرمائیے عن السجادة ان علی بن ابی طالب کا خدا نازل
 وهو الذی یرسل الله الیہ الملائکة فیکلمونہ صوته ولا یروی الصورة عن خلقه اور کتاب
 مجتہد جو اتیم الذہب اور مصنف قاطع اگر بطور وحی کے نازل نہیں کی تو کیونکر انجی بہر کیف معلوم ہوا ہو کہ
 مثلاً یہ خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً نکاح چار سے زائد اور بیہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ
 مختص بہ نسب نبوت کی ہیں نہ نسبت اللہ کے تو اس بیہ اصل اگر اور اگر اہل غلت کی ہر قسم کے نازل
 حق کے اور اپنی مسلمات سے ختم کو الہام دیا بیہ آپ عیسیٰ مناظرہ دان ہی کا کام سے عملدادہ کہ بیہ
 محض قیاس سے جس کو آپ فرد میں بھی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو معلوم نہیں کہ ایسی کیا مجبور ہو جائے
 کہ جس کو بدلت اصول عقائد میں اس کو تسلیم کر کے استدلال قرار دیا۔ معہذا بیہ دلائل اگر دعا کو کیونکر نسبت
 ہو کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بیہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار اوس ملکیہ دار کی ہیں کہ بیہ
 انبیاء کی عصمت صرف زائد نبوت میں تسلیم کے گھر میں اور عصمت معتقد علیہا سچی جس کو آپ انبیاء
 در پی میں وہ ہی جو شعائر و کلمات سے ہوا و کلمہ از جہد تاحد ہو و جس در عا پر آپ بیہ دلائل و دلائل
 میں خصم پر اوس عصمت لانا بالکل لغو و باطل ہے۔ پس میر انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا اللہ کے
 عصمت کو تسلیم نہیں اور آپ کا قیاس مع الفارق اور غلط ہے۔ باقی راہ نمبر فضائیت
 امام سہاروی کے ہر حضرت علی ہر حضرت تہر اور کثرت وہ ہوتا ہے کہ فی کل لرت خدا ارشاد ہے وہ اس سے بڑا
 کو اور اس کی اور صورت میں ہے۔

ثبوت میں صرف میری اعتقاد و فضیلت کو جو خلفاء کے نسبت ہر کافری سمجھنا اور میری اس قول کو
مکملتی خیال کرنا کہ اہل سنت علم الاطلاق نفس کے منکر نہیں وہ بدیہی غلط ہے جو ادنیٰ طلبہ ہی نہیں
اور ہماری علامہ حجب گذشتہ ابحاث میں بہت جگہ گہ چکر میں اور ہم منہ کر چکی ہیں اب اس
تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ہماری محجب بسبب کو ہر تہہ شرانہ کے دلائل کے بیان کرنے کی کس قدر
ضرورت تھی لیکن کیا کریں ہماری پاس خاطر کے رعایت لابد میری ہی سلیج جب کوئی دلیل ہم
نہ پہنچی تو امام رازی کے ہر دو عقین پناہ لی کا حین مناص۔ **قولہ** لہذا گدازش ہے کہ اگرچہ
دلائل عقلیہ و قلبیہ عصمت امام پیشا میں اور میں سے بہت سی ہماری علماء اگر ہم نے کتب مبوطہ
کلامیہ میں تحریر فرماتے ہیں مگر بیان صرف اس قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ان کی تحقیق فحاشا ہے ہر اذکار
لکھا ہے تاکہ آپ کو پہنچے اعتراض نہ ہے۔ **بیت** خواہی کہ شو و خشم تو عاجز و دشمن ہی منہ بکار قول
پیران کہن ہر خشم از سخن تو چون نگر و دلزم و اور اب سخنہائے خود کش لزم کن۔ **۱۰ قول**
ای حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجتبیٰ کے استبداد انصاف کو دیکھنا چاہی کہ اس میدان پر
میں کس قدر طریق عدل سے منحرف ہے کہ محبت اثبات عصمت ائمہ از مہد تا محمد میں دلائل عصمت
انبیاء کے جو زمانہ نبوت میں ہر تسلیم کی گئی ہے پیش فرماتے ہیں اسکا نقص محبت گذشتہ
قول کے تحت میں عرض کر چکا ہوں اور انشا اللہ تعالیٰ ہر دلیل کے ساتھ اس پر حرج قح
کر کے اس خطا پر متنبہ کر دینا کہ جو ہماری محجب اور ان کے ہم مذہبوں کو واقع ہوئی ہے ہر پہر ہاتھ
خوبیا کس ناز و افتخار سے رباعی رزب جواب فرماتے ہیں۔ **قولہ** پوشیدہ نہ ہے کہ امام
فخر الدین رازی صاحب سولہ دلیلیں عصمت انبیاء سے قائم کی ہیں کہ وہ سب بغیر
عصمت ائمہ متین جاری ہیں بنظر اشتقاق و ہمیں سے بعض لکھ جاتے ہیں حضرت فحجب
تفسیر سیر بلا خطہ فرماتے ہیں۔ امام صاحب موصوف سورہ بقرہ اول رکوع ۴۴ میں ذیل
قرآن کے **فَاذْكُمَا الشَّيْطَانُ** عصمت انبیاء میں اختلاف نہ ہے کہ ذکر کے بعد فرماتے ہیں **لَا يَخْصِمُ**
عندنا ان لم يصدر عنهم الذنب **الانبياء البكره ولا الصغيره** يدل علیہ وجہ احدی و صرحت الذنب

بہت

فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تطہیر میں بھی داخل ہیں غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں
 تابعین اہل احسان غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں علیٰ القیاس محدثین فقہاء
 خیار میں صدیقین و حکماء خصوصاً جنکشان میں ہر کوئی انھیں لائق قطعاً انوار النبوت غایت درجہ
 شرف و جلال میں واقع ہیں علاوہ ان کے نائب صاحب الزمان جو سنگم عنیت کا رکن ہر
 جسم تمام دین کا دار مدار ہو گا غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں اگر شرف و جلال
 مطلق مستلزم عصمت ہے تو تمام مذکورین معصوم ہونگے۔ ول یقل بہ احداً اور اگر شرف خاص ہے
 تو وہ فقط انبیا کا شرف و جلال ہے جو غایت اعلیٰ درجہ کا ہے ائمہ کی شرف و جلال کا مستلزم ائمہ کی
 دوسری دلیل سے ثابت فرمائی۔ و ذلک لخط القنادیثا لثانی کا امت سے شرف و اجل
 و اعلیٰ فضل ہونا اور اقل حالانہ وہ امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود
 افراد امت میں داخل ہیں آپ اذکار اس طرح اجل و اشرف ہونا بھی بالاجماع ثابت کیجیے
 ورنہ اس دلیل سے ہاتھ دھو لیجیے اور ائمہ کو قیاساً علی الانبیا و امت سے افضل کہنا ہماری
 عجیب جیسے ہمہ دان کا کام ہے ورنہ یہ حقیقت یہ تفضیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہر
 تفضیل اس اجمال کے بیہ ہے کہ ائمہ احاد امت میں داخل ہیں پس اگر تمام امت سے افضل ہونگے
 تو اپنی نفس سے بھی افضل ہونگے اور یہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہر و جو فضل الشی علی نفسہ
 فضلیت ائمہ قیاساً علی الانبیا و باطل ہو ہے اور اگر ائمہ مسیروا بعد انقسم ہی تو ہر انبیا پر
 قیاس کرنا بدیہی البطلان ہے اور تمام دلیل لغو۔ راجعاً اب ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم
 کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہتی ہیں کہ جو علت عصمت انبیا ہے وہ بعینہ ائمہ میں بھی پکائی ہے یعنی
 جیسے انبیا غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں اس طرح ائمہ بھی واقع ہیں اور طرح انبیا کا
 امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ائمہ کا بھی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں تو بوجہ اشتراک
 اس علت کے جیسے انبیا معصوم ہیں ائمہ بھی معصوم ہونگے اور یہ صریح قیاس ہے کیونکہ قیاس کے
 لیے اگر ہر کوئی ہونے تو ہونے کے آثار منقطع ہو جاتے۔

تعریف صاحب معالم الاصول نے یہ کہ ہے۔ القیاس هو الحكم على معلوم بمثل الحكم الثابت على معلوم
 اخر لا يشترط الكمال في العلة اور یہ تعریف بذاتہ اس کے صادق آتی ہے اب ہم اس کی علت کو
 دیکھتے ہیں غامضی کہ یہ علت مفصودہ تو نہیں ہے۔ تو مستنبطہ ہوئی ہے اگر آپ معالم الاصول
 وغیرہ کتب اصول دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ وہ قیاس جبکہ علت مستنبطہ ہو چکی نزدیک بالاجماع
 باطل ہے معالم الاصول میں مذکور ہے۔ والمتشرك جامعاً وعلتاً وهي اما مستنطرة ومصنوعة
 وقد اطلق اصحابنا على اصح العمل بالمستنطرة الا من استد وحكم اجماعهم في غير واحد منهم
 وتوافق الاخبار بانكاره عن اهل البيت والجملة فمن بعد عن ضررنا المذہب اور بالقرض
 بہتر تسلیم کیا کہ علت مفصودہ ہے ہوئی تاہم متنازعہ جواز عمل کی ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ
 باب اعتقادات میں خبیات کو دخل نہیں ہے پس یہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ میں بالکل
 کافی ہوئی۔ خامساً وصف جلال و شرف جو انبیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی معلول
 ہے علت کا ہی اور وہ علت نبوت ہے یعنی اور جلال و شرف جسکی علت ثبوت ہے مستلزم عصمت
 اور ظاہر ہے کہ وہ جلال و شرف جسکی علت نبوت واقع ہے ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے تو یہ قیاس
 ہی لغو ہوا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع میں مشترک ہے نہیں سادہ حکم علی التشکیک
 نافذ ہر دلیل میں ظاہر ہے انبیاء پر حکم اصل و شرف ہوئی کا کیا گیا ہی تو ظاہر دلیل ہے کہ اس
 حکم کے علت نبوت واقع ہے۔ یعنی یہ شرف و جلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اسکی علت نبوت
 اور جلال و شرف و شرف ہے اور یہ حکم جبکہ معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہو گا
 اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اسکا لازم یعنی عصمت وہ بھی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی
 پس اگر بغرض محال یہ دلیل عصمت ائمہ میں جاری ہو تو جاری محسب کے دعا کو منہست ہوگی کیونکہ
 ۱۔ قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہی مثل حکم دوسری امر معلوم کے نسبت ہے اگر کہہ دو علت ہیں مشترک میں
 ۲۔ انما مشترک کو علت او جامع کہتے ہیں اور علت یا مستنبطہ ہے جو باسہوہ او جاری اصحاب پر شاکہ
 ۳۔ یہ ہر جن کو مستنبطہ پر عمل میں جو نسبت لوگوں نے ان میں اجماع کیا ہے اور اہل بیت سے کہ انکا زمانہ نبوت
 اور عصمت کا وقت و زمانہ ہے۔ ۱۲۔

یعنی اثبات عصمت از جهت تائید ہی اور اس دلیل سے غایت ہی غایت یہ ثابت ہو گا کہ ائمہ زمانہ اہل
 میں معصوم ہیں و این نہ امن ذاک - مجتہدان اور اس دلیل کا اس پر ہی کہ اگر انبیاء سے عصمت عصمت
 ہوگی تو انبیاء با اینہم جلال و شرف عصمت است ہی اقل درجہ ہوگی اور ظاہری کہ اسکا چرچان
 اویسی وقت ممکن ہی جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہیں تو امت کہاں ہوگی کیونکہ امت بعد
 بعثت ہوگی اور جب امت نہ ہوئی تو اقل درجہ ہونا در صورت حد و معصیت لازم نہ آیا تو عصمت
 قبل نبوت ثابت نہ ہوئی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامت کیونکہ ثابت ہوگی پس ہمارے حضرت
 مجیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرما دیں کہ یہ دلیل عصمت ائمہ میں کیونکہ جاری ہو سکتی ہی۔
قولہ ہر امام صاحب موصوف فرماتے ہیں تائید بالان نقل را قدامہ علی الفسق وجب
 ان لا یكون مقبول الشہادۃ بقولہ لکما ارجاء کم فاسق ینبأ یتینوا لکن مقبول الشہادۃ و
 الاکان اقل جلال من عدل الامۃ و کیف لا نقول ذلك و انہ لا معنی للنوۃ والرسالة الا
 انہ شہد علی اللہ تبارک و تعالیٰ شرع ہذا الحکم و ذاک والیضا فہو یوم القیمۃ شاہد علی کل بقولہ لکما لکونیا
 شہدا علی الناس کون الرسول علیہم شہیدا - چونکہ امام ہی احکام شریعت بیان فرماتا
 اور شہادت دیتا ہی کہ خدا و رسول نے یہ حکم امت کے یہی شروع کیا ہی پس یہ دلیل ہی عصمت
 امت میں جاری ہی کیونکہ حضرت شاد ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء میں قول خلیفہ کو دین میں
 عجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہیں چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم میں یہ عبارت
 راجع ہی صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ مطبع ندوۃ کے آخر سے شروع ہوئی ہی - و از لوازم خلافت خاصہ است
 قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ ہاں معنی کہ تغلبہ عوام مسلمین اور صحیح باشد زیر کہ اس
 لوازم اجتہاد است و در خلافت عامہ بیان آن گذشت نہ ہاں معنی کہ خلیفہ نے قصہ بے اعتماد
 غرض واجب الطاعت باشد زیر کہ اس معنی غیر معنی را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منہ لیس است میں
 بہترین تفصیل اس صورت است کہ حضرت ۲ حوالہ فرمودہ باشند بعضی امور را بطریق مختص
 م اویس لازم شود ثابت اور چنانکہ لازم نہیں و متابعیت اہل راجعیت انحضرت ۱۲ بمقتضا امر

انحضرت علیؑ بعد از صلوات و تحفہ شد بر این منیاید کہ قول نہیں ثابت را در ذرا سن مقدم
 سافت پرا تو ان معتدین دیگر و قول عبد اللہ بن مسعود را در قرأت و فقہ و قول ابی بن کعب و دیگران
 بر قول دیگران و قول ابن سیر را در یک اختلاف است بر قول دیگران انحضرت بہ تعلیم اللہ عزوجل
 دانستند کہ بعد تحفہ اختلاف طاری را شد است در بعض مسائل بحیرت و ندانست کہ
 انحضرت میراست تمنا فرمود کہ خلیفہ آن حیرت برائی ایشان معین فرماید و درین باب جمعی
 است قائم کنند و این معنی ثابت است بر انحراف و اربعہ - انتہی بقدر حاجت - پس بعد دلیل کی
 محضت امام بن جباری جو در جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہوا احادیث اہل سنت پر
 ثابت ہوا میں وہ باب ہی معصوم میں - **اقول** بعد دلیل پر ثبوت مدعا ہمیں اور اوجہ
 میرا همین اختلاف کی جہاں کہ وجود اختلاف دلیل اولیٰ البطلان میں بیان کی گئی ہیں اس دلیل
 میں ہی جباری میں در غلط فہمی اور ہی بعض وجوہ میں جو قاطع استدلال میں - پس حضرت اگر
 اولاً اس دلیل کا مدار سہیبری کہ رسول قلم نفس تمام است پر شہید ہوا یا بعد تہ خداوند
 پر شہید ہوا کہ ادنیٰ ہوا حکام شروع فرما کر ازین سہیبری کہ رسول کا عدول است کہ کم در
 ہوا باطل ہے اب ہم امام کو کہتے ہیں کہ وہ حکم نفس تمام است پر شہید ہوا کہ خداوند
 پر ادنیٰ تشریع احکام کا شہید ہی - اس قول کے وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرمایا **قُلْ لَکَ**
جَعَلْنَا کُم مِّنْ ذُلِّکُمْ سَاطِئَاتٍ کُوْنُوا سَاطِئَاتٍ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوْنُ السُّوْلُ بِحُکْمِکُمْ سَاطِئَاتٍ
 اور اس آیت تشریف کا حاصل یہ ہے کہ یہی تمکو است وسط اسیر بنایا ہی کہ تم امام فاضلہ پر جبکہ وہ
 اسی رسل کے تبلیغ کا انکار کر نیگی اور ہی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول انہما را شہاد
 فرمادی اور انہما ہی صدق نے شہادت پر شہادت دیوی تو ہمیں حسب قاعدہ اصول
 سامی یا خطاب اون لوگوں کو ہی جو ہنگام نزول آیت موجود ہتی یا حجاز است کو یا تمام است کو
 بہر کیف اگر ہم شہاد اول مستلزم عصمت کی تو نہ را احادیث معصوم ہونے کی کہ
 اسے اس طرح کیا معنی کو گزردہ عدل کہ تم لوگوں پر گواہ ہوا اور رسول میرا گواہ ہو - ۱۳

اثبات شہادت خاصہ الکی ادنیٰ اور قول امیر المؤمنین علیؑ

اس شہادت میں سب شامل ہیں اور شہادت رسول میں حق تعالیٰ شانہ شریک و امت میں ہر
 شریک نہیں فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی نفسہا کیا کم ہر جو کسی دوسری کی شریک کرنے
 کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اسکو ہی کہ جو شخص احادیث میں ہر شریک نہایت رسول ہوگا اور
 شہادت اپنی صدق و توثیق پر ہوگی دہو بد ہی البطلان اور ظاہر ہر کہ جب یہ شہادت
 جناب امیر کے واسطے ثابت ہوئی تو عصمت بھی ثابت ہوئی۔ امر ثانی کے وجہ یہ ہر کہ جملہ
 وانہ لامعنی للنبوة والرسالة الا ان شہدا علی اللہ تعالیٰ نہ شرع ہذا الحکم و ذاک
 کہ یہ معنی ہیں کہ رسول بلا واسطہ کسی شریک بلکہ توسط وحی آہی کے یہ شہادت دیتا ہے کہ یہ حکم
 خداوند تعالیٰ نے مشروع فرمایا اور یہ شہادت قطعاً امام کو میر نہیں کیونکہ یہ شہادت شہید ثالث
 شہادت ثانی ثابت ہو چکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہر امام اگر شہادت دیتا ہے تو رسول پر شہادت
 دیتا ہے اور بواسطہ رسول کے کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے پہلے اپنی رسول کے امت کے لیے فلاں احکام
 مشروع فرمائی اور یہ امر کچھ محض امام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علیہ فقہاء
 مجتہدین و قضات و نواب و رؤساء وغیرہ سب اپنی اپنی درجہ کے موافق اس امر کی
 شہادت دیتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بواسطہ انہی رسول کے یہ احکام امت کی لیے مشروع فرمائی
 تو یہ شہادت بھی کی طرح مستلزم عصمت کو نہیں ورنہ یہ سب فرقہ معصوم ہوں پس
 اس تقریر سے صاف واضح ہے کہ ہماری محبت جو عبارت از الہ اخفا سے مستلک کیا ہے وہ محض
 لغو اور قلت فہم ہر ورنہ اگر توحیدی سے ہی فہم ہو تو الہ اخفا کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر
 اور اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ خلیفہ کا قول بالابستقلال بلا توسط تنبیہ رسول دین میں
 نہیں وہ فرماتے ہیں وہ بائیں نبی کہ خلیفہ نے نفسہ بے اعتناء و برتنیہ آنحضرت ۲ واجب الطاعت
 باشد اس عبارت سے جو مطلب بصرہ ظاہر ہے وہ ادا کرنے فارسی خوان بھی سمجھ سکتا ہے
 لیکن علوم نہیں ہمارے حضرت محبت بانیہ ائمہ اعلیٰ علیہ السلام کیونکہ اس کو اپنا مسئلہ قرار دینا
 اسے جن اور بات کو اس کی کہ یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر نبی یا امام کے حکم شروع فرمایا ہے ۱۲۰

اہل انصاف دختہ فرامین اور اگر اور بھی کچھ نہ کریں زینت کر خوش فہمی کے تو ضرور ہی داؤد یون۔
 باقی رہے جب سیدہ جناب امیر کو سنا یہ ہونا انارٹ اہل سنت سے ثابت ہی بہر معض برات عائشہ
 بیضاغ آہو کہ سیدان ہی اگر واقعی ثابت ہی تو لایسی ہم ہی تو آپ کا یہ علم دیکھیں عسلاؤ
 اسکر احادیث اناد کو اگر بالضرمن صحیحہ ہی تسلیم کریں تو آپ حضرات ہی فرائی ہیں کہ عقداؤ
 میں احادیث اناد کو کچھ دخل نہیں ہے لیکن مخصوص جگہ جس کے معارض واقع ہو۔ مہذا ہی ہے
 جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہی لیکن یہ شہادت مستلزم عصمت نہیں کیونکہ اگر
 یہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہزار احادیث معصوم ہونگی۔ اور امام کے استحقاق کم درجہ ہونی کے
 پہلی دلیل کے جواب میں اسکی بحث گذر چکی ہے۔ ہم خوف تقویٰ اور اسکا اعادہ نہیں کرتے۔ نہ تینا
 بفرض محال اگر جناب امیر کا رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو بھی نہ ہم آپ کا یہ حال
 نہیں ہو سکتا کیونکہ اب صرف عصمت جناب امیر ہی کی قوافل نہیں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک ائمہ
 احمد عشر باقی ہی معصوم ہیں اور کچھ شہادت ہی ثابت کیجی دینے اور انکی عصمت ہی دست
 ہو جی۔ ثالثاً یہ دلیل مثبت مدعا محیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے معصیت
 منغیر اور کبیر سے سہواً خواہ عمدہ اور نہ اس سے ثابت نہیں ہونا وجہ اسکی یہی ہے کہ اس
 دلیل کا ہر در صورت صدور معصیت کو عدم قبول شہادت پر ہی اور ہی ہے کہ یہاں ہی معصیت
 کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ صدور مستلزم و شہادت ہو پس جو معاصر اسکی میں جنکا صدور مستلزم
 رو شہادت کو نہیں سنا سہواً کوئی منغیر گناہ صادر ہو چاہی کہ وہ متمنع ہو حالانکہ اسکا صدور
 ہی مثل کبار کے متمنع الصدوق منقذ ہے۔ رابعاً اس دلیل میں قیاس و قیاس واقع ہے کیونکہ جناب
 امیر المؤمنینؑ کو حضرت علیؑ علیہ السلام پر قیاس کر کے عام عصمت کا لگایا ہی الباقی گیارہ
 ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا بدو ظاہر الشطان قولہ امیر ام رازی صاحب فرائی ہیں
 لوصیہ المعصیۃ من الانبیاء لکانوا مستحقین للعداۃ لعلہم تبارک و تعالیٰ و من تعالیٰ و تعالیٰ
 ناجیہم خالیانہا ولا یستحق اللعنۃ لعلہم تبارک و تعالیٰ و من تعالیٰ و تعالیٰ و من تعالیٰ و تعالیٰ

[illegible]

قولہ میرا امام صاحب مدوح فرماتے ہیں کہ انھم کانوا یا مہرون الناس بطاعة فلولہ
یطيعوه ان خلوا تحت قوادعنا اما مہرون الناس بالبر وتسنون انفسكم الى قوله کیف
ننبی الایہا اخر میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات دشمنین است کو لائق نہیں کہ وہ کیا جائے
کہ وہ انہما کے طرف نسبت کجی الی اللہ ہی آدمیوں کو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے تھے کیونکہ امام مہرون

اور یہی علم کہ قریب تفصیلی است میں داخل ہو پس اگر ائمہ خواجہ عت ائمہ جل شانہ مکرین تو اس وقت
 کہ وقت میں داخل ہوں اور جو بات کہ در اطمینان است کو لائق نہیں دہ ائمہ کی حرمت کی بنا کہ نسبت کیجئے
 اقول یہہ دلیل ہی ثبوت عصمت ائمہ میں مثل دلائل سابقہ کے مجرد و مخدوش و مشکوک ہوگا
 اگر مشق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مثلاً عصمت عنہما بحیب ہر تو یہ رقت و دنا بمان اور نہ
 بغیر کہ یہی معلوم تسلیم فرمائیں اور یہہ امر بدیہی ہر کہ مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ائمہ کی نسبت
 اور عصمت میں شک کیجئے بالاجماع نہیں تو امام رازی نے فرما دیا اسلی اعتباراً فرما چھوٹے عقول عصمت نہیں ہوگا
 حاصل یہہ کہ نصف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اولاد بالذات ایما کو ثابت ہو اور نایا و بالشیع
 و ثقات و محسبان و صالحین ہی پایا جاتا ہے تو جو امراد نے درجہ کی کو کوئی نشان کچ لائق نہیں دہا
 درجہ ان کو کہ یہی متمتع و محال ہوگا کیونکہ اس مرتبہ کے ساتھ اس امر کو منافات تامہ ہوگی اور یہہ ہر مرتبہ نہیں
 کہ اگر کوئی امر علی درجہ والو کہ وہی متمتع ہو جادوی تو اد نے درجہ سے ہی متمتع ہو جادوی لائق نہوا
 دوسری بات یہی اور متمتع ہونا دوسری مان اس قدر مراتب متفاوتہ میں ضرور ہوگا کہ جو مراتب حق
 درجہ عالیہ کہ ساتھ ہوگی ان کو بحقوق و درجہ اولیٰ بہ اس مرتبہ کے ساتھ زیادہ ہوگا اور جو مراتب
 سافلہ سے قریب ہوگی ان کو اس درجہ کے اوصاف کے ساتھ زیادہ و تشرک ہوگا پس چونکہ مرتبہ
 امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سے زیادہ بحقوق و درجہ سے تو سلیبی ہم کہہ سکتی ہیں کہ اگر معلوم
 نہیں تو محفوظ ہیں۔ اس لیے کہ اگر اس طرح ہو گیا کہ یہہ معارضہ اسی صورت کے ساتھ مختص ہے جبکہ
 حکم فرد عالی سے تجاوز ہو کر کسی دوسری مرتبہ سافلہ میں ہی جاری کیا جادوی اور اگر اسی مرتبہ
 پر منحصر رکھ کر جادوی تو معارضہ نہیں ہو سکتا۔ معہذا اسہو و لیان میں ہی یہہ دلیل جاری
 نہیں ہو سکتی پس عا حضرت مجیب ثابت ہونا ہی متمتع ہے اب بعد ختم جواب اولہ سامی
 جو امام رازی سے منقول ہوئی مختصراً اس قدر درگزارش ہے کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عہود
 اگر ہستہ لال میں یہہ فساد ہے کہ کو یہہ یہی معلوم نہیں کہ عدم عصمت ایما کے صورت میں
 جو محال است لازم آ رہی ان محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت میں کوئی لازم نہ ہو

ایمان ہر مرتبہ و عصمت ائمہ کی بنیاد پر اس کا خود و غیر کیسے کہ اصل

مدعا ہی اور کوئی نہیں آپ نے صرف اپنی قلت اعتقاد کے سبب یہ دہرایا کہا یا اور اگر کوئی حقیقت
 آپ کی حلی وغیرہ نے الغین وغیرہ میں جن کو آپ خوشہ چین ہیں یہ غلط کر کہا ہے۔ ایسی علامت
 کی نسبت قلت اعتقاد کا گمان تو مستبعد ہے لیکن ہاں اتنا ضرر ہے کہ دعوے بغرض غیب
 وہی جہاں آپ کو ہرگز تفصیل اس حال کے بھیج کر امام رازی نے دلائل نقول میں عدم عصمت ابنیہ ذکر کیا
 میں جو لزوم محال ہے بلکہ دلیل پر دلیل سے یہ دعویٰ ثابت ہو گیا کہ آپ کا لزوم ہے اور دلیل ثانی میں غیر مقبول شہادہ ہونے کا
 لزوم ہے اور غیر مقبول شہادہ ہونی میں عدول امت سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم ہے اور دلیل
 ثالث میں مستحق لعن و عذاب کا لزوم ہے اور دلیل رابع میں دخول تحت قورقہ کے اگلا مرقہ
 اتاس الخ۔ کا لزوم ہے پس عدم عصمت ائمہ کی صورت میں یہ لزوم محالات تین طرح
 ہو سکتا ہے یا بالوثیت ہرگز یا بالسادات ہوگا یا بالضعف و اقلت ہوگا لزوم بالادویۃ
 اور بالسادات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعویٰ نہیں لیکن
 ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ میں محال کہ نہ مستلزم فضیلت یا سادات ائمہ کی ابنیہ سے ہی مجاز
 سو ثبوت لزوم بالادویۃ والادویۃ اور بالسادات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف و اقلت مفید
 مدعا نہیں تو اس پر استدلال کا مدار کہن محض قلت فہم و اعتقاد یا ہو کہ وہی پر مبنی اس پر آپ میری
 گزارش کو خطب غور سے ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں وہ خدا الہادی قوی و غر فکھ اس طرح کل دلائل
 جو امام صاحب نے عصمت ابنیہ میں تحریر فرمائی ہیں وہ بعینہ یک یقینہ تغیر سے عصمت ائمہ
 میں جاری ہیں خوف کھوالت سے پر کٹا کیا گیا آپ تفسیر کبیر کا یہ مقام ملاحظہ فرمادیں اقول
 یعنی ارشاد ساری کی تمیز کے اور تفسیر کبیر کا یہ مقام دیکھا اور کسی پہنچ کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ
 بنا پر پنجویں منکشف ہو گیا ہوگا۔ غالباً جناب نے یہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ بلا تغیر
 عصمت ائمہ میں بزرگ جناب جاری ہوتے ہیں سو ان کا بعینہ کیا بلکہ بغیر ہی عصمت ائمہ میں جاری
 ہونا جناب پر خصوصاً اور ارباب انصاف پر عموماً منکشف ہے اور ان دلائل سے جو تغیر سیر
 عصمت ائمہ میں بزرگ جناب جاری ہوتی ہیں چشم پوشی اور انما من فرما حالانکہ ثبوت عصمت

بین پیران و لائل بین هر اقوی ہی خالی ارطت نہیں۔ غرض اس عقل و انصاف کی نزدیک نظر
 نہ کرے کہ جو بعید مصمت اندر من بزم عجب صاحب جابر ہر سستی میں حال دلائل غیر مذکورہ کا قیام
 کیا جاسکتا ہے۔ **قولہ** اب آپکی خاتم الحدیث صاحب کی تقریر جو حقیقہ کے باب ششم عقیدہ دوم
 میں مجتہد فرمائے ہر کہی جاتی ہے۔ اس سے ہر عرصہ ثابت ہی گو صاحب تحفہ اسکر منکر میں وہ
 عبارت یہ ہے۔ **داحق مرتبہ نبوت و فائدہ لغبت** بعضی عصمت ابن بر گواران است بچند وجہ ذکر
 کہ اگر اراغیا گمان غصہ اصاد شود دست ماسد است اما جماع ایشان قلی الیکم تحسوا اللہ
 فاتعونی۔ و خود ایشان ارماسی و گناہان مردم را باز سید لزند و نہی میکنند پس متاخر در بیان
 دعوت نولی و بغلی لارم آید۔ **دوم** کہ اگر گناہ کنند ایک کہ باشند عذاب معذب شوند بقول تو
 ادا الا فلا صعبا الحیوة و ضعف المات و لقولنا یا ایہا النبی من آیت منک انما
 صبیحکم لکما العدا صغفین و معذب شدن خاصہ باشد عذاب منافی و مخالف منصب
 منوت است زیرا کہ ہی شفیق است است و شام ہر یک و ہی ایشان است و چون خود در کار خود
 در ماندہ باشد شفاعت کہ کند و سہادت کہ ادا نامند۔ **سیوم** کہ اگر گناہ میکردند مثل سلاطین
 جابر میندند کہ مردم را زجر میکنند و سیاست می نمایند بر رسوم فاسدہ و ترکاب فواحش خود
 می آرند و لابد روست لیا لریک جابر و سلاطین قالم مناز و سیان می باید۔ **چہارم** کہ اگر گناہ
 کنند مستوجب ایاد و امانت و عقوبت گردند و قد قال اللہ تبارک و تعالیٰ ان الذین یؤدبون اللہ
 اللہ فی الدنیا و الاخرہ و اعد لهم عذابا جہنما۔ **پنجم** کہ اگر گناہ ایشان بر امت ظاہر شود
 نماید اراحت ایشان و از نظر ایشان بنفیند بلکہ من جب تصدیق میکنند و کذب نمایند و اگر
 اگر ایشان در اخبار و مواعد خود راست میگفتند خود چو ترکب این کار نامیشتند و ہر بیان
 ادل ہی ہر کہ شد جل شانہ فرمانا ہر کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اولی الامر کی اراحت
 مثل اطاعت خدا و رسول ہی مزد ہی کہ جبکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہی و ہر معصوم
 در نہ وہ ہی ناقض لایم کیا با تفاق مفسرین ترقین اولی الامر ہی مراد اند و خلفا ہیں۔ اور اگر

آیت میں جو توجہیات باطنی و باطنیہ کو آئینہ نما میں منع کرتے ہیں اور سب کو لفظ الصیغہ
 باطل کرتا ہی **اقول** جریان اس دلیل کا عصمت ائمہ میں جو جو محل بحث ہے مختصر آئینہ
 ہے اولاً اس مسئلہ میں غلطی یہ ہے کہ اطاعت کو اور اتباع کو یہ معنی سمجھ لیا جائے کہ ان دونوں
 الفاظ کے معانی میں جو یہی تغایر ہے وہ ادنیٰ طلبہ پر ہی مختفی نہیں رسول کے حق میں
 اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہیں اور اولوالائمری اگر مراد ائمہ ہی ہوں تاہم ان کی تقدیر
 اطاعت و اتباع ہوا ہی اتباع و اراد نہیں ہوا اور سلامہ و مہوی قدس سرہ العزیز نے مسئلہ
 عصمت انبیاء پر لفظ اتباع سے کیا ہی اطاعت سے نہیں کیا پس یہ ہماری محبت کے پیش
 فہمی اور عالیٰ سمہ دانی ہے کہ اس مسئلہ میں لفظ اطاعت میں ہمیں ہمارے جہاں نہیں
 ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ائمہ سے عصمت صحابہ و سہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی اتباع کی مامور
 نہیں جو عصمت میں ہی اتباع لازم آوے اور ان کا عصمت میں ہی اتباع کرین اور اگر
 عصمت کا حکم کرین تاہم اطاعت واجب نہیں کیونکہ مطاع مطلق نہیں بلکہ مطاع محدود ہے کہیں
 و اطاعت خدا و رسول ہیں اور نیز اطاعت مخلوق و عصمت ان کی مانع ہے بخلاف اتباع کے
 کہ اول اتباع محض ائمہ مخصوص نہیں اگر کہیں واراد ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ اتباع مطلق نہیں بلکہ
 وہ بھی محدود ہے اور حق تعالیٰ شانہ رسول کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کو ساتھ منوط
 کیا ہے جو کسی امام کے حق میں نہیں ہو سکتی فرمایا **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي**
يُحِبِّكُمْ اللَّهُ وَيُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ حق تعالیٰ شانہ رسول کے اتباع کو سبب محبت خدا
 اور سبب مغفرت و نوب قرار دیتا ہے اور ائمہ میں یہ امر سرور مفقود ہے۔ ثانیاً اس آیت
 میں دعویٰ کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا و رسول ہے بالکل غلط ہے ہرگز آیت سے کلمات
 اثبات نہیں ہوتی اور نہ آیت میں کوئی لفظ مماثلت پر لفظاً و تقدیراً و الٰہی اور حرف
 سے جس میں ظاہر کے عصمت ہوا و میں مخلوق کی اطاعت نہیں ملے تو کہہ اگر تم ائمہ کو دست بردار ہو تو میرا
 اتباع کرو و ائمہ کو دست بردار رکھنا اور تمہاری گناہ بخشہ گا۔ ۱۲۔

تسبیہ بلفوظ یا مقدر ہے پس یہ محض ہماری تحبیب کمال عدم ہے دس تہا یہ جبکہ اولوالامر
کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری تحبیب کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہے کہ
اگر مائت سے مراد صرف تشرک اور مائت نے مجاہدہ سے تو مسلم لیکن بدانتہا مفید مدعا نہیں
کیونکہ نفس مائت مستلزم نہیں کہ جو حکم شہید کیو اسطرح ثابت ہو وہ مستبعد کے واسطے ہی نا
ہو ورنہ سبقرالین ہی فقیرس ہوا و صورت انسان علی الجہل نہ اطلق علاوہ اگر جو حکم کو آپ
ائمہ من جاری کرتے ہیں وہ ہی ہم اون اولوالامرین جاری کریں جنکو امام عام خاص
ولایت بر عاملین حاکم مقرر فرما کر بھیجی جیسی زبیا دین ابیہ دعویٰ ابی سفیان کہ جناب امیر کا
عامل بت وہ ہی واجب اطاعت ہونے میں آپ کی نزویک مثل خدا و رسول کے ہی
تو وہ بھی مخصوص ہو معہذا ہم یہ بھی سوال کرنگی کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہو
اور آپ کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مائت سے نہ امام کو خاصہ رسول یعنی عصمت
میں شریک فرما کر کو مکمل ظاہر ہے کہ عصمت صرف رسول پر تو رسول کے ساتھ ائمہ کی مائت
ائمہ میں عصمت کی ثبوت کی تحقیقی ہوگی لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کو سا
بھی مائت فرما کر تو اس مائت کے اعتبار سے ائمہ کو خداوند تعالیٰ کے کو کسی خاصہ میں
فرمائیکا اور اگر مائت سے مراد مساوات ہی تو فلفظ اور غیر مسلم جو اولوالامر کی اطاعت مسا
اطاعت خدا و رسول کے سب کے نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول کو کچھ امر فرما دی اور میں اور
چون و چرا کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سب شریع ہی اور اولوالامر کا امر تشریع نہیں آ
تامل ہو سکتا ہے اگر موافق کتاب و سنت ہے تو واجب اطاعت ہو گا ورنہ نہیں چنانچہ خود
امیر نے سبب تہارت فرمائی جو بیچ الہامیہ میں منقول ہے لا تملکوا عذر مقالتہ شیخ ابو
بدل فانی لست بفوق ان لظہی خود خداوند تعالیٰ نے اپنی ائمہ محمدین اس طرف اشار
فرمایا اور فرمایا - ہا تسانعتم فی سب فہدوہ الی اللہ والرسول الخ اس میں صاف معلوم
ہو کہ جو بہن گرجا ہے اسلئے تم اگر کسی چیز میں ملکہ نہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو تارک نہ ہو

کہ امر اولو الامر میں تنازع ممکن ہے، لیکن امر خدا و رسول پر حال واجب الطاعت ہے اور اس میں تنازع
 ہی ممکن نہیں بلکہ تنازع کا فیصلہ ادنیٰ کے امر کے ساتھ منوط ہے تو اس سے صحت ظاہر ہے
 کہ دعویٰ مساوات بین الطاعتین صحیح دیکھا ہے جس کا منشا کہ ہم نہیں ہے۔ رابعاً اگر اولو الامر
 مراد ائمہ و خلفائے اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہے تو حسب شہادت جناب امیر
 جسکو شریف رضی نے نبی البلاغۃ اور ابن ہشتم جلالی نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ
 رضی اللہ عنہم ہی امام حق اور معلوم ہو کر علامہ رضی نے نبی البلاغۃ کے خطبہ و من کلامہ علیہ السلام
 لما ارادہ الناس للبیعة بعد قتل عثمان میں نقل فرماتے ہیں وان تکفونی فاننا کاحدکم
 و اعلیٰ اسمکم و اطوعکم و ایتیموہ ابن ہشتم اسکی شرح میں تحریر فرماتے ہیں فکلہ و انکے متعلق
 ای کنت کا حد کہ فی الطاعت کا حد کہ و اعلیٰ الکل و اطوعکم لای لقو علیہ وجوب طاعت لکھا
 اس عبارت کو اگر آپ دیکھیں تو مختصر شرح ابن ہشتم میں نہ یکمین بلکہ شرح کبیر میں ملاحظہ فرمائیے
 ظاہر ہے کہ جو شخص خود امام مفسرین الطاعة و خلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطیع ہوگا اور سپر
 کی طاعت لازم نہیں اور جناب امیر اہل حل و عقد سے انکی بیعت کے ارادہ کے وقت یہ ظاہر
 فرما رہے ہیں جبہیں صاف لازم طاعت امیر ذمہ جناب ثابت ہوئی تو اس سے صاف مفہوم
 ہوتا ہے کہ اس وقت خود جناب امیر امام مفسرین الطاعت نہیں ہے بلکہ امام مفسرین الطاعت
 وہ شخص ہے جسکو اہل حل و عقد امام بنا دیں اور جس سے وہ بیعت کریں اور خلفائے ائمہ رضی اللہ عنہم اہل حل
 و عقد کی بیعت سے امام ہوئی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفسرین الطاعت اور اولو الامر ہوں گی اور انکو
 اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعتبار ادا من مائت کے جو مماثلت کہ آپ مراد ہیں ہوگی
 - خاصاً یہ جو ہماری محیب صاحب تئیمہ فرماتے ہیں کہ باتفاق مفسرین و فقیہین اولو الامر
 سے مراد ائمہ ہیں اگر اس سے مراد حضرت ہی کہ سوائی ائمہ کی اور کوئی مراد نہیں تو غلط ہے باتفاق
 مفسرین جہر باطل ہے کیونکہ اس حکم میں امر او عمل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائم ہے
 شامل ہیں بلکہ نزول اس آیت کا حسب تفسیر محمد بن و مفسرین اہل حق امر و امر اس واقعہ ہے

اخرج البخاري ومسلم وابوداود والترمذي والنسائي وابن جرير وابن المنذر
وابن عسكروا بن حاتم والبيهقي في الدلائل من طريق سعيد بن يحيى عن ابن عباس في قوله
أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ نَزَلَتْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَتَّابٍ التَّيْمِيُّ
بِزَعِّكَ إِذْ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِرَّةٍ وَأَخْرَجَ ابْنُ عَسْكَرٍ مِنْ طَرِيقِ اللَّهِ
عَنِ الصَّاحِبِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَخْرَجَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ فِي قَوْلِهِ وَأُولِي
الْأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ اصحاب السير اعلوا عهد النبي صلى الله عليه وسلم من منثور الى غير ذلك
من الروايات او غير مجيبه بغير مشروط في منقوض من غير منصوص من غير ان يثبت انهم كانوا من
طريقه في البيت في امر آيت كوجوب تقايد ائمة مجتهدين في كل زمان في كل مكان في كل عصر في كل
مدايت وارسلهم - اخرج عبد بن حميد وابن جرير وابن ابى حاتم عن عطاء في قوله
أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ قَالَ طَاعَةُ الرَّسُولِ اتِّبَاعُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ
الْفَقُّهُ وَالْعِلْمُ وَأَخْرَجَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ الْحَالِمِ وَالْحَارِثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ
تَعَالَى وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ لِيُنَازِلَ أَهْلَ الْفَقْرِ وَالْأَدْنَى وَأَهْلَ طَاعَةِ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ النَّاسَ مَا فِي
أَنْفُسِهِمْ بِالْعُرْفِ وَيَنْتَظِمُ عَنْ الْمَنَاسِكِ فَأَوْحَى طَاعَتُهُمْ عَلَى الْعِبَادِ وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَالْحَكِيمُ التِّرْمِذِيُّ فِي تَوْحِيدِ الْوَصْلِ وَابْنُ جُرَيْجٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ حَتَّابٍ
وَصَحَّحَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فِي قَوْلِهِ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ أَبِي
فَتْوَاهٍ وَأُولِي الْأَمْرِ قَالَ هُمُ أَهْلُ الْعِلْمِ لَا تَرَى نَبِيًّا يَقُولُ دُونَ ذَلِكَ الرَّسُولُ وَالْأُولِي الْأَمْرِ

هذا الحديث يدل على ان اهل العلم هم اهل الامر في كل زمان وحين
والله اعلم بالصواب

هذا الحديث يدل على ان اهل العلم هم اهل الامر في كل زمان وحين
والله اعلم بالصواب

هذا الحديث يدل على ان اهل العلم هم اهل الامر في كل زمان وحين
والله اعلم بالصواب

مِنْهُمْ لَعَلَّكَ لَا تَكُنْ مِنْهُمْ اَوْ اَنْ تَكُنْ مِنْهُمْ اَوْ اَنْ تَكُنْ مِنْهُمْ اَوْ اَنْ تَكُنْ مِنْهُمْ
 اس حکم میں شامل ہے تو پہر ہمارے محبوب سے فرمائیں کہ انکی ثبوت مدعا کی کیا سبیل ہے ائمہ کی
 عصمت کے خصوصیت کس دلیل سے ثابت کیجیگا اور اس کو عام مخصوص نہ البعض کس دلیل سے
 قرار دیکھيگا۔ سادسا۔ اطاعت، امور ہائے عام مراد سے کہ وجوب اطاعت بطور تقیہ ہو یا بلا
 تقیہ۔ یا خاص مراد سے اگر عام مراد ہے تو پہر حضرات شیعہ کو اسکا فکر فرمانا چاہیے کہ تمام سلاطین جابر
 حتی کہ نیرید بھی حسب اصول شیعہ واجب الاطاعت ہو کر اولو الامر میں داخل ہو گئے اور معصوم قرار پایا
 کیونکہ تمام امر اور باغیہا تقیہ کے واجب الاطاعت ہیں۔ اور اگر خاص مراد ہے یعنی وہ خاص
 جو بلا تقیہ ہو تو چشم مارکشیں ہم بھی اطاعت خاص ہی کہتے ہیں یعنی وہ خاص اطاعت جس پر
 خدا و رسول کی معصیت نہ ہو تو اس صورت میں حضرات شیعہ نے بھی اطاعت میں ایک شیعہ
 رنگا کر اسکو مخصوص کیا اور یہی ہی ایک فقیہ لگائی اور اطاعت کو خاص کیا۔ لیکن کوئی وجہ نہیں ہے
 کہ حضرات شیعہ نے جو فقیہ لگائی ہے وہ تو صحیح ہو اور نہ ہی جو فقیہ لگائی وہ غلط ہو جانی بلکہ سیاق
 آیت ہمارے کے تخصیص کے صحت کو ثابت ہے تو مدعا شیعہ جو اثبات عصمت ائمہ سے باطل ہوا۔
 سابع حضرات ائمہ نے حضرات شیعہ کے لیے اس آیت سے عصمت ائمہ پر استدلال کر کے کئی گنا پیش
 ہے نہیں چھوڑی۔ لیکن یہ ان حضرات کی کمال دانش و علم و حیا و شرم سے کہ اس آیت سے عصمت
 ائمہ پر بمقابلہ اہل حق استدلال لائی میں وجہ اسکا یہ ہے کہ عصمت ائمہ پر اس آیت سے صحت استدلال
 اس امر پروقوف و منحصر ہے کہ فقط اولو الامر سے صرف ائمہ معصومین سے مراد ہوں کیونکہ اگر یہ
 لفظ غیر معصومین کو بھی شامل ہوگا تو پہر اسکی دلالت ثبوت عصمت پر قطعاً باقی نہ رہیگی
 بلکہ اسوقت اسکا مدلول وہ ہے مدعا ہوگا جو کہ اہل حق اس آیت سے کہتے ہیں۔ پس میں کہتا ہوں
 کہ جناب ائمہ رضی اللہ عنہم نے حسب نقل و روایت عروۃ المحدثین شیعہ ابن بابویہ قمی امامت
 بصیرت علیہ السلام حسب تاویل تصحیح خاتم المحدثین علی محمد ربیب شیعہ علامہ باقر مجلسی قمی فرمادے
 کہ اولو الامر سے ہر ایک مراد ہیں اور جب ہر ایک مراد ہوئی تو وہ بھی معصوم ہونگی کیونکہ عصمت

او تو الامر پڑ آیت نص ہے روایت سینی ابن بابویہ قمی نے جنصال میں درج ۵۳ پر نقل کی ہے اور
 اس سے علامہ مجلسی بحار الانوار کے جلد اول مشہورہ سلطانی ۲۵۵ صفحہ پر نقل کرتے ہیں ہدایت طریقت
 مختصر عن کرنا ہون۔ القطان عن احمد الہمدانی عن علی بن الحسن فضال عن اسبہ
 عن حماد بن فضال عن الفضل عن ابیہ عن ابن طاہر عن ابن نبائہ قال قال امیر المؤمنین کا
 الحکماء فیما مضی مرانہم تقول ینبغی ان یکون الاختلاف الی الابواب بعشرۃ
 اوجہ اولہا بیت اللہ عز وجل لقضاء نسکہ والقیام بحجۃ واداء خضہ والثانی ابواب
 الملوک الدین طاعتہم منصلہ لبطاعۃ اللہ عز وجل وحکم واحب ونفعہم عظیم وضرر
 شدید والثالث ابواب العلماء الذین یرتفعون عنہم علم الدین والدنیا الی اخرہ قال
 علامہ مجلسی اگر شرح کرتے ہیں ان فرماتے ہیں بیان یحتمل ان یکون المراد بالملوک ملوک الدین
 من الامم وولاہم یحتمل الاعم فان طاعۃ ولایۃ الخیر البضائقیۃ من طاعۃ اللہ انتہی
 حدیث سے صاف روشن ہے کہ جبکی طاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت کے متصل ہے جیسا کہ آیت طہ ۱۱۰
 واطیعوا الرسول واولی الامر من پائی جاتی ہے وہ ملوک ہیں اور یہی ہے کہ ملوک کا اطلاق ائمہ پر نہیں
 ہوتا بلکہ ان ہی امرار و سلاطین پر ہوتا ہے جنکو تسلط ظاہری حاصل ہو لیکن علامہ مجلسی نے
 اپنی حفظ مذہب کے لیے دو احتمال یہ لکھے ہیں اول یہ کہ ملوک سے مراد ملوک دین ہیں جو ائمہ اور ان کے ولاء
 کو شامل ہے دوسرا احتمال یہ کہ ملوک سے عام مراد ہو جو ملوک دین اور ملوک دنیا کو شامل ہو۔ برآں
 اول قطع نظر اس سے کہ یہ اطلاق غلط اور خلاف عرف ہے شیعہ کے سراسر مخالف اور باری

۱۰ جناب امیر المؤمنین علیؑ فرمایا اگر گزشتہ مذکور کے حکم سے تم کو اس قسم کے دروازوں پر آمد و رفت رکھنا مناسب ہے اول
 میت نہ پر آمد و رفت اور کسی لشکر اور اگر نہ اور اسکی حق کے برابر رکھنی اور اسکی زمین کے بحالانہ کی میر۔ دوسری ان
 دارش ملوک کو دارہ جبکی فرمان برداری خدا تعالیٰ کے فرمان برداری کے ساتھ علی ہوئی ہے اور انکا حق واجب ہے اور انکا
 مع برآں ہے اور انکا ضرر سخت ہے۔ تیسری ملک اور کی در درہ جن سے دین دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲۔
 ۱۳۔ بیان۔ احتمال ہے کہ بادشاہ ہونے سے مراد دین کے بادشاہ ہونے اور انکی صوابیہ میں اور احتمال ہے
 کہ عام بادشاہ ہونے کیونکہ ظلم بادشاہ سونکی فرمان برداری یہی بطور تفسیر نہ کی طاعت سے ہی واجب ہے

مدعا کو مثبت ہے۔ کیونکہ جب علاوہ اللہ کے انہی دلائل و حکام کی اطاعت ہی خدا اقدس کی اطاعت
 کے متصل ہوئی تو وہ ہی لفظ اولوالامرین و افضل ہوئی اور امت اذنی ہی اطاعت کے مثل خدا و
 رسول و اللہ کی مامور ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ یہ بھی معصوم ہوں لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک
 سوائے ائمہ کے اور کوئی دوسرا معصوم نہیں۔ تو اگر اس آیت سے عصمت اولوالامر پر استدلال فرماویں
 اور اس آیت سے عصمت اولوالامر قطعی ثبوت صحیحین و پیر سوا سنی ائمہ کے عصمت و ولایت و حکام اللہ
 کی عصمت بھی قبول فرماویں اور ان کو بھی معصوم اعتقاد کریں ورنہ ائمہ کی عصمت سے یہ نااہل و ہوشیار
 اور بدوی احتمال ثانی علاوہ اس کی کہ یہ معصوم طلاق بھی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور مختار من
 گزشتہ بیان ہی وارد ہوتا ہے یہ حدیث تمام ملوک جائدہ بنی امیہ و عباسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی
 عصمت کو بھی مثبت ہوگی کیونکہ وہ بھی اولوالامرین و افضل ہوئی اور وہ بھی واجب اطاعت حسب ذم
 شیعہ کے مثل خدا اقدس کی ہوتی۔ دلالت ہے۔ تو وہ بھی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادس میں ہم کو بیان
 کر چکے ہیں لیکن اسید ہی کہ حضرات شیعہ کو کو معصوم قرارینگی تو پیر ائمہ کی عصمت کا بھی ثبوت اس
 آیت سے محال ہے۔ جس سے ائمہ کہ جناب امیر کی ہی ارشاد سے بظلال دلیل شیعہ ثابت ہوا و عدم
 عصمت ائمہ اس آیت سے منسوخ ہو کر فیصلہ ہوا۔ بعد اس کے ہم ارباب الضمان کو تکلیف دینے میں
 ذرا متوجہ ہو کر ہماری تحسین کی اوس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع و دخل مقدار اور حفظ نظام
 کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرمائیں تو سہی اور ہماری تحسین کے دین و دیانت و عقل و فراست اور سپر
 قیاس فرمائیں پہلے تو یہ دیکھیں کہ ائمہ کے امتیاز سے کیا مراد ہو سکتی ہے جنکو محاط سے اس سنت
 اس آیت میں توضیحات کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ یہ آیت لفظ تاویل پر ختم ہو چکی اس کو
 مابعد کے آئین ہلکہ نام رکوع جو لفظ مابعد سے متبادر ہے الفہم ہے وجوب اطاعت خدا و رسول پر
 صراط دال میں وارد اس کو کہ نہیں۔ تو ان آیات کے محاط سے اہلسنت کوئی ایسی توجہ نہیں کرتے
 جس سے وجوب اطاعت خدا و رسول میں فتور پڑے اور اگر اہلسنت بمحاط مابعد کی آیات کی کوئی
 توجہ کریں تو کیا قیاحت سے خود متعون ببعض الکتاب و تشریحات ببعض میں کیوں داخل ہوں

اور قاسمہ القزلبی بصرہ بعیدہ جہنم کو کیون ترک کرین اور اگر ابعد کے آیتوں سے مراد جسما
شرطیہ متغیرہ ہی جو فان تنار عندہ سے شروع ہوتا ہے اور تمتہ اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے
کہ یہ اطلاق محاورہ میں کس درجہ غلط ہے اسکی بعیدہ وہ تفسیر ہے کہ کوئی ملحد بے دین ہو اور پست
لا قدر و القسطنطینی سے نہاد کی مماثلت پر اور کلو او استریدا سے جو طبیعتی اکل و شرب سے پرور
کری اور کہی کہ اس میں جو حیوانات مجاز و مابعد کے مخالفین کرتے ہیں انکو لفظ لا تقر بوا بصرہ
اور کلو و اشربوا باطل کرتا ہے۔ سبحان اللہ علم و فہم کچھ ایسا اور صفات ہو تو ایسا۔ ع
ہرین عقل و دانش بیانیہ گریست۔ اور اگر مابعد سے مراد اور الفاظ میں جو بعد اسکی قرآن میں
بعید واقع ہوئی ہیں۔ تو اول تو سیاق کلام اور سہر و دلالت نہیں کرنا چہر جمعیتات صحیحین
علامہ اسکی ہمہ کہنا کہ لفظ اطعوا باطل کرتا ہے بالکل غلط ہے **قولہ** اور وہیل دوم کا بیان
اولہ ام رازی صاحب کے بیان میں ہو چکا۔ ہی شفاعت سوائہ ہی شفیع ہوگی فاضل
رشید ریضاح لطافۃ النحال میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر میں کتاب فصل
الخطاب سے نقل کرتے ہیں۔ عبد الرضا لہ قال من مت در حلقہ الی بابائے استحب دعاء و عذر
ذنبہ و من زارنی فی ذلک البعدہ کان من زار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کنت
قواب العجینہ ہر سرتہ و الہ عمہ مقبولہ و کنت اما و ابائی سعادۃ یوم القیمہ یہ روایت
اس پر ہے کہ حضرت امام رضا ام اور انکو اباطا ہرین زائرین قبر ائمہ ساس امام کی شفاعت
فرمانگی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لازم سے ہی ہیں سید شہدائی
ہی اعتراف سے عصمت ائمہ ثابت ہے۔ **اقول** اس میں کا جواب ہی بیان اولہ امام کی
جواب میں گند چکا ہی لیکن شفاعت کے بابت جو مجیب لمیب روایت فصل الخطاب سے دیو گیا
کہ کہ کر غلطیوں میں پڑی ہیں اور نہ مرتبہ کرنے ضرور ہے اسلی میں متفرک کہ اس میں بدل یہ روایت حسب
حدیث ہے نہیں ہے۔ اسکی تحت میں کلام ہی صاحب فصل الخطاب اب التزم عصمت روایات
نہیں کیا ہے جو او سکھا وارد کرنا تضحیم روایت سمجھا جادی جائزہ میت سے روایات ابن

بہار شریعت ص ۱۸۷
یہ روایت جو مذکور ہے

بابوہ قمری سے نقل ہے کہ میں جب سے بعض روایات سے ہماری تعجب و تعجب کی آئینہ انکشاف میں تیار
 کیا ہے اور اسکا جواب انشاء اللہ تعالیٰ کے بشرح و بسط اس جگہ نہ کر دوں گا اور ظاہر ہی کہ ابن بابوہ
 اس سنت کے روایت میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نصر اللہ مشواہ حوالہ میں
 اسکو زائد الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں معنی اقامہ ہے کہ جو روایات ثواب اعمال میں
 مردی میں اور انہیں تہذیبی تہذیبی کمال پر پر ہی بڑی بڑی مشواہت موعودہ میں وہ اکثر
 و موعودہ ہات میں سقاہم الخیرین قدس سرہ العزیز عجلہ نافذہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع کر
 بیان میں فرماتے ہیں کہ ہم فرط و غلبہ شدہ یہ گناہ صغیر یا اقرا و ور وعدہ عظیم پر
 قلبی حنائیہ فرماتے کہ تیف سبوح الف دار فکل دار سبوح الفیت
 و فکل بیت سبوح الف سبوح الف سبوح الف سبوح الف جاریہ۔ بلکہ
 احادیث میں اس لفظ راغواہ در ثواب باشند و راغواہ در عذاب موضوع بایہ شناخت۔ نہم اگر عمل
 قلیل ثواب حج و عمرہ یا ذکر نماید انتہی۔ باوجود اسکی یہ روایت حدیث لائشہ الرجال کے ہی مخالف ہے
 پس میں اس میں بفرض حال سمجھتا کہ یہ حدیث صحیح سالم عن المعاصی ہے لیکن تاہم ہماری تعجب کا
 ہند لال اس میں خطا ہے و یہ اسکی کہ شفاعت و شفاعت عامہ ہے کہ تمام امت
 کہ شفاعت ہو یہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت صغریٰ شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص
 کو کوئی کچھ اور یہ شفاعت صغریٰ عوام صلی مومنین کو ہی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ
 اس سے روایت کے کہتا بوئیں اسکی مویہ مردی میں اور یہ شفاعت جو اس روایت میں مردی
 میں ہے وہ شفاعت خاصہ و صغریٰ ہے کہ کینکا زائرین قبر اقدس کے ساتھ مختص ہے و مقتضی
 عصمت کو نہیں ہو سکتی قطع نظر اس سے یہ جو فرمایا کہ شفاعت شامہ صاحب کے افادہ سے
 عصمت کے لازم سے ہی یہ ہی غلط ہے شامہ صاحب کے کلام سے ہرگز یہ افادہ نہیں کہ شفاعت
 جو درکت چہی اسکی ہی سترہ زارگر اور ہرگز میں سترہ زار دالان اور ہر دالان میں سترہ زار
 اور ہرکت پر سترہ زار چو کہ ان۔ ۱۲۔

عصمت کے لئے اور میں بھی ہر مان اگر کوئی یہ کہی کہ عصمت و دوزخ میں جمع نہیں
 اور یہی کے اوصاف لازم میں بھی ہیں تو مستبعد نہیں لیکن ادعائی ظالم اور پیر شاہ صاحب
 کو انادہ ہی سرسختی پس اگر یہ کیا نام احترام عصمت ہی جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب
 قدس سرہی طرف منسوب کرتے ہیں تو بیشک آپ میدان مناظرہ جیت چکی ہیں تو فدی
 خالی کا ہی حلیہ شاید کچھ پیش کیا ہو۔ **فقیر** تیسری دلیل بھی اچھی ہے ائمہ علیہم السلام عصمت میں جلیق
 کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرتے تو مثل سلاطین جابر کے ہوتی کہ اور آدمیوں کو رسوم فاسدہ اور لڑکھاپ
 فواحش برزجر و ریاست کرین اور خود وہ لمود عمل میں لائیں اور ضرور یہ کہ ائمہ و خلفاء راشدین
 موش ملک جابر و سلاطین ظالم کے دشمن ہو جہاں ہو۔ **اقول** یہ دلیل بھی عصمت کو نہیں
 مثل لائل سابقہ بوجہ سابقہ مقوض ہے۔ اور ہمدانی نے یہ دلیل اور اس دلیل سے عصمت پر
 کچھ تباہی کا ثابت ہو گا۔ اس قدر کہ سو فی دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو قبول جاتے ہیں تو ہر
 خیال نہیں رہنا کہ مدعا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کر رہی ہیں سلامہ ازین ائمہ خیالی جو از ہر
 تاحد عوام کے زبانی میں ہے اور نام سمر ہی کہہ کر ائمہ حکومت کا نہیں ہو گئے نہ لروانی کا جنما
 ہر انہ زجر و ریاست کبھی کی ہر شدہ دوسری محکوم و مطیع ہے انکو ملوک ہی کیا مناسب
 اور سلاطین ہی کیا نسبت پس میں دلیل ہی کی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے معنیوں سے جہنم
 پستی آتھیں لکرنا ہماری محیب جیسی شخص کا ہی کام ہے۔ مان اگر اس دلیل سے ہر ہضم عام رشاد
 حباب امیر یہ کہہ بوجہ البلاغۃ میں منقول ہوا ہے واللہ لا سلامتنا مسلمات امور المسلمین
 خلفائے مد کی عصمت پر استدلال کیا جاوی اور شارح ابن تیمیہ نے جو کچھ اپنی شرح کبیر میں اکی
 شرح میں بخیر فرمایا ہے محفوظ رکھا جاوی تو ہماری نصف مزاج محیب کہہ کر یہ نہیں کہ اس پر استدلال کرن
 صحیحین شرح ابن تیمیہ فرماتے ہیں و فیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المناظرۃ فی ہذا الامر صلاح
 حال المسلمین واستقامۃ امورہم و سلامۃ متہم عن الفتن وقد کان لہم عن سلف
 من الخلفاء قبلہ استقامۃ وازکانت لا تبلغ عنہ کمال استقامۃ ہا ولی ہو ہذا

اس کا رد
 مان میں
 حلیہ کیا

نسبت از عصمت کی تشریح میں غلطی کا خیال
 میں
 اس کا رد
 مان میں
 حلیہ کیا

[illegible]

واعد لهم مذاياً جھيئاً۔ اہمین حق تھا کہ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا یا مٹھو بیٹا ایذا کو سبب
 لعن و عذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوتی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ
 کو اور نہ مصیبت کا قصد و ممکن نہیں ورنہ وہ مستوجب ایذا کہ ہوتے اور انکی مطلق ایذا سبب
 لعن و عذاب کا ہوتی اور یہ دلیل ائمہ میں بالمرہ موقوف ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ میں جاری
 کی ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مومنین کے شان میں فرماتا ہی واللہین یؤذون
 المؤمنین والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإتهامينا۔ اول تو حق تعالیٰ
 شانہ نے اس آیت میں عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہ حکم فرمایا اور موم جمع مومین کا نام
 سے استفادہ ہی اور نیز حکم علی التثنية علاقہ ناخذ پر دلیل ہے جو جبکہ علت پائی جاوے گی یہ حکم پائیے
 سکتا کہ نزول خاص جناب امیر کی ہے نسبت ہو سکتا العیۃ لعموم اللفظ لا لخصوص
 السبب قاعدہ سہ فریقین سے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاص مواتع
 اور خاص لوگوں کی حق میں نازل ہوئی اگر خوف تطویل نہوتا تو ہم اسکو فریقین کے تفاسیر سے ثبات
 کرتے افسوس کہ ہمارے مجیب کو اتنی ہی خبر نہیں دوسری یہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالیٰ شانہ
 اپنی ایذا نہیں فرمایا جیسا کہ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت میں ذکر جمال
 بشور تو طیبہ و عنید کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب طرح ایذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 نیز ارضہ الت کے ہے اس طرح ایذا مومنین نیز ایذا ائمہ کے نہیں ہے اور ان مابہ الفرق اگر چہ ایذا
 تو یہ ہی ہوگا کہ رسول معصوم ہے اسلیئے اسکی ایذا میں حق تعالیٰ نے اپنی ایذا کو شامل
 فرمایا اور اسکی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین مومنات معصوم نہیں تو ہر ایذا کیستہ
 اپنی ایذا کو شامل فرمایا بلکہ بغیر اکتساب کی قید کے ساتھ مقتد فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ ان سے اکتسابیہ افعال کا جنہر مستحق ایذا کہ ہون ممکن ہے۔ مشیر ہی یہ کہ اگر مومنین

سے اور جو کہ بظاہر دین میں ایمان والوں اور یوں کہ بدعت کبھی کام کے تو اور ہمایا اور ان کے لئے جو
 وہ بعد از حج گناہ ۱۳۔

مراد انکو کہ قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لیا کر ڈالینگو اور کس محل محمول کرینگے۔ چوتھی یہ کہ خدا تعالیٰ
 فرمایا مومنین کو بغیر اکتساب کے ساتھ مقید فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ناحق بدین
 یا وائش کسی جرم کے مومنین و مومنات کو ایذا دیتی ہیں وہ محال اور اہمیتان اور انام میں اور جو
 لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ میں ایذا دیتے ہیں وہ اس عید سے خارج ہیں۔ تو اس سے اس پیش
 روز روشن واضح ہوا کہ مومنین و مومنات محمولہ مصدر الیہ استعمال کے ہو سکتی ہیں جسکو پادش
 میں مستوجب ایذا کے ہون بخلاف رسول کے کہ حق تعالیٰ نے اوسکی ایذا کو کسی عقید کے ساتھ
 مقید نہیں فرمایا بلکہ اوسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اوسکی عصمت
 ثابت ہوتی ہے اور اللہ کی عصمت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ کہ جب نص قرآنی سے
 ثابت ہو گیا کہ مطلق ایذا مومنین محرم نہیں تو یہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ من اذا علیا
 فقد آذانی۔ نہ ہو کہ یہ ضرر اور نہ ہمارے جیسے مقید مدد کیونکہ یہ ایذا جناب امیر کو
 اپنی ایذا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دوسری ایذا جو بغیر اکتساب ہونہ مطلق ایذا اور معذرا
 اگر ہماری محیب لبیب ایسی ہی مطلق ایذا جناب امیر کو ایذا جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں
 اور رسول کے ایذا و خدا کی ایذا اور خدا کی ایذا و کفر ہی تو ہر اون کلمات موزونہ کے نسبت جن
 جناب سیدہ کی زبان مبارک سے نکلنا نسبت جناب امیر کی عکس و طائفہ مشیعہ بیان فرماتے
 ہیں کیا فرمایا گئی۔ مانند جنین پر نشین شدگی۔ الخ ظاہر ہے کہ ایسی کلمات نامنہ اگر باکتساب
 میں نہ عصمت سے نہ ہوا لیکن اگر بغیر اکتساب میں نہ ہو تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ
 عنہا کہ ایمان سے معاذ اللہ ناتھ دوسری کیونکہ ایسی کلمات جگر خراش ممکن نہیں کہ باعث کوفت قلب
 و سوزش دل نہ ہوں۔ علی الخصوص یہ وجہ حاجت اور ایسی ضیق کی حالت میں چنانچہ روایت فصول
 ابن ابیہ سے جو ایک ہرودی کے جواب میں جناب امیر نے اپنی مواضع ابتلاء ذکر فرمائی ظاہر
 ازین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسب روایت سامی جبکہ بعہ کی بہت اعمال کا مال غنیمت کے
 مکہ آئیں یہی جناب کے ایذا کا باعث ہے۔ چنانچہ جیسا کہ یہ درد انگیز خط اپنی اذکار کو کہہا ہے

روایت
 کہ حضرت
 ابوہریرہ

دو کسی پختی نہیں ہم سابقین میں نیچر سب اذیت سے اسکی نقل کر آکر ہیں خود حضرت عباسؓ نے ہی
 جبکہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے بھیر خلافت رضا جناب نہایت بطبع نفسانی کیا کیسی کہ
 جناب کو ایذا پہنچائی عقیدت و صفات امیر موعود سے جا ملی یہی پہلی ایذا کا باعث تھا
 صحیحہ بریلین نے سوامی سفار کے آکھو مخدول کیا اور جن میں اس وغیرہ میں اطاعت نہ کی بلکہ
 کچھ ایذا کا سبب بنا۔ امام حسینؓ نے بیت المال کے عمل میں بلا اجازت حضرت زما با جس سے آپ
 یہاں تک ناخوش ہوئی کہ ریحان رسول کے جھکو آپ دو کسٹ مبارک پر سوار کرتے ہی مارنے کا
 قصد کیا۔ اور اسی ہی پہ مبارک کا فعل دوسری کے سخت ایذا کا باعث ہوا۔ امام حسینؓ نے
 خلافت امیر موعود کے سپرد فرمائی۔ یہی پہلی آکھ ایذا کا سبب بنا۔ اگر آپ بقید حیات ہوتے
 تو قطعاً متاؤمی ہوتی۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا تھا
 کہ اپنے اس کو اپنی ناک مبارک کے کشنی سے بدتر سمجھا۔ محمد بن الحنفیہ نے امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے
 ہمہری و اعانت سے ناخو و قاعد کیا یہ کس قدر کچھ ایذا کا باعث ہو گا بعد اوسکہ امام سجادؓ سی ایست
 کی است تملاع کیا یہاں تک کہ نوبت حیر الاسود کی حکومت کی پہنچی یہی یقیناً جناب امام سجادؓ
 کے ایذا کا باعث ہے کہان تک عرض کردن یہ آکھ قاعدہ انت و انت و انت کے یہ کہ ایمان کہی
 سلامت باقی نہیں ہو رہا۔ اگر آپ اہل علی العموم والاطلاق قائل میں جوان بزرگوں کو ایمان کا
 منکر فرمائی جتنی اگر ایک امام میں عصمت ثابت ہوئی تو پھر کل الامون میں اسکا ثبوت یا
 قیاس ہوگا۔ اور وہ باب اعتقادات میں مفید نہیں یا کسی دوسری طریق سے ہوگا اسکو برہان
 کرنا چاہی کہ وہ کیا ہی اور دیکھت چاہی کہ وہ شرعاً باب اعتقادات میں کار آمد ہو سکتا ہے نہیں
 غرضیکہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکھ کر ہمارے محبت کے خیم و صفات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں
 ہم اس پر زیادہ کیا عرض کریں۔ قولہ وجہ تخیم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر اللہ کے گناہ است
 ظاہر ہوں و اطاعت سے استنکات کریں۔ اور انکی نظر و نشہ کر جائیں اور انکی احکام و فیرو کی تفسیر
 دتیں نہ کریں۔ بلکہ تذب کریں کہ اگر ہم مواعید وغیرہ کے بیان میں سچ ہوتے تو خود کیوں انکی

مکرم ہوئی۔ اقول۔ عصمت اللہ میں اس دلیل کا ذکر نہیں ہے کہ قابیل سے اہل النصارى سے سمجھ کر
 ہنر کر۔ عصمت اللہ میں اسکا بیان اصداق اس شعر کا ہے ہمیشہ جو خوش گفت است سمدی در نیکی
 الایا الایا اتی اور کا ما واد با سبب دلائل اس دلیل کا معنی اس امر پر ہے کہ اللہ با سبب استقلال سبب
 شریعت ہیں۔ پس اگر کسی تو یہ سبب علیہما کے مستکات سے ہے کہ تمام امور شریعت کے مثلاً تحلیل و تحریم
 وغیرہ سبب اللہ کو سپرد کر رکھی ہیں۔ اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کرتے وہ ابنا کو ابنا یا سبب شریعت میں اور اللہ
 کو اللہ اصل کو اصل اور تابع کو تابع پر اپنی مستکات سے حقہم کو الزام دینا ہمارے تعجب جسے قابل
 والضافہ پرست کا ہی کام ہے ظاہری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں جن
 تکمیل سے چکا تھا اور الیوم اکملت لکم دینکم نزول اجلال باچکا تھا اور امام مرت مرج شریعت ہی
 اور اسکا کام یہ ہے کہ امت کو شریعت تکمیل پر چلا دے تو وہ اگر تکلیف عصمت ہو تو اسکی اطاعت سے
 استکناک کر چکے ہیں انہیں اس اور انکی احکام جو مطابق شرع ہوئے عدم عقیدین و شریک
 کوئی صورت ہے اور جو احکام شرع کے موافق نہ ہوں وہ خود بخود واجب اطاعت انہیں تو امام کے
 اطاعت میں جیسا کہ مشیخ الشریعہ نے نہایت متبع تو لزوم ان امور کا مطلق نہ ہو گا۔ معصیت
 حق کے شانہ نے اللہ کی اطاعت کی یہاں میں صاف ارشاد فرمایا **فَاَنْتَ لَا تَعْبُدُ شَيْئًا سِوَايَ اللَّهِ**
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ اگر کسی امر میں ہست واد کو الام با ہم متعارض کریں اسکو
 کتاب و سنت کی طرف تو نادین اگر موافق ہو قبول کریں ورنہ رد کریں تو ہر شخص سے یہ کہتا ہے
 کہ یہ چیز ضرور نہیں کہ امام کا قول فعل موافق شرع ہو اور یہی عدم عصمت ہے پس کیا امت کو
 مانع میں میزان سبب شرع مجہدی تو انکو امام کے غیر معصوم ہونے سے کیا ڈر اگر کسی حکم میں
 امام کی تصدیق کرنے سے کیا خوف بخلاف نبی کے کہ اگر اس سے استکناک کریں اور اسکو تصدیق
 نہ کریں بلکہ مذہب کریں۔ تو دین و شریعت ہی درہم پریم ہو جائے پس اس دلیل سے عصمت اللہ
 میں استدلال کرنا ایک تعجب انگریز قصہ ہے علامہ اس بحث کے باقی نقوض و اعتراضات جو اس
 استدلال سے وارد ہوتی ہیں۔ وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال میں بیان کر آؤں

انبات شریعت و عصمت اللہ کے دلائل و اعتراضات کا احوال

ابو جہر کہ خود ایک بزرگ و پیر کی کیفیت ہے کہ کیا جواب خلیفہ ثانی نے ان کی اس قول کے جواب میں کہا
 ان کم مختلف سکوت فرمایا۔ اور وہ نہیں کیا اور ثانیہ فرج دلی کے ہر تہ و حاجب بلیب
 اور وقت نامہ سے ہر جگہ اب جہر کے قول سے لفظا لفظاً متضاد ہوتا ہے اور اب بلیب عدم درویش
 کہ ثابت ہو جاوے اور یہ محال ہے۔ پس اس بدامیت سے مسئلہ ٹال کرنا اس بڑبستی کی بجائے ہماری
 محیب بلیب اپنے مدعا سے متقابل ہیں۔ اب جہر کے اس قول سے اگر بغیر سن سال جواب نص
 ثابت ہو بھی تاہم مسئلہ شہرہ المذنبین کے مفید نہ رہا ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ امام نووی نے
 اس حدیث کے شرح میں عدم وجوب نص پر اجماع لکھا ہے نہ جو سکنا ہے کہ حضرت ابن عمر
 رضی کی اولیٰ شخص سے یہ روایت ہے۔ لیکن عطف ہوا و اسلام صحیبات کو یہی عمل میں لے لیا جسے سمجھتے
 ہیں اور نیز قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنی بدعا کو حتیٰ الوسع دلائل میں بیان کیا کرتا ہے تو اصل میں
 ادھون نے اس کا اس دلیلیہ میں غائب فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر فرما
 نہ تھا اس لیے سکوت فرمایا اور مکرر اس باب میں لب کشائی کیونکہ خود دلیل حضرت عمر رضی
 نو ذکر فرمائی وہ بالابتداء اس امر پر دال ہے کہ اختلاف و عدم اختلاف مرد و جائز میں واجب نہیں
 اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ انہی میں سے بعض حضرات اب جہر کے زمین میں لزوم نص آیا ہو
 لیکن جبکہ حضرت امیر المؤمنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہو گیا
 تو اپنی قول سے رجوع فرمایا۔ چنانچہ خلیفہ ثانی نے اس کے جواب میں عدم وجوب نص
 بیان فرمایا اور صحابہ میں سے کسی نے اس کے رد و انکار نہیں فرمایا تو اجماع سکوت ہو گیا۔
 پس خاتمہ دلیل پر جو کچھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت ہماری جمیع کتابوں میں کیا
 وہ کمال قاضی کے دلیل سے مدعا کو دلیل سے ثبوت کی بڑبستی ہے نہ سچی اور زبان درازی
 شرم کردی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ استتار انہی کے جو مسئلہ عدم عقیدہ ثابت غیر
 منصوبہ کو بھی پہلے ثابت فرمایا ہوتا اور اس کے بعد کچھ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت کھل
 فہم و انصاف سے خالی ہو تو جو سکوت کے کیا جواب دیا جاوے۔ فتوایہ صحابہ ابن عمر

ہی نہ تھے نہیں ہر اور صحابی کا ہی یہی ہر اعتقاد ہے چنانچہ خواجہ کاہلی صواعق میں جبکہ ترجمہ
 انکی خاتم الحدیث نے فرما کر اور نور سائغیر تبدیل کر کے تحفہ کہا ہے۔ ذیل قول جناب امیر المومنین
 بائعہ القوم الذین بالبعو ابابکر و عمر اللہ علیہما السلام مقتدر رابع است میں فرماتے ہیں و
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه فضلاً جليلاً و خفياً و اليه ذهب
 عبد الله بن مسعود و ابو الدرداء و حذيفة بن اليمان و انس بن مالك و ابو هريرة و
 وجم غفير من الحديثين و مشرقة من الاصوليين و طائفة من المتكلمين فجماعة من الفقهاء و غير
 و يجب ہر کہ انکی خاتم الحدیث نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر بلکہ کل صفحہ میں ترجمہ کی ہیں اس مقام کو
 ملاحظہ فرمایا و در اس عبارت سے اس عقیدہ کی نسبت نفرا کی کہ یہ عقیدہ عقل نقل کے خلاف ہے۔
 اقول یہہ دلیل ہر زبان حال سے چلا کر کہہ رہی کہ ہماری محیب کی عباد کی خبر نہیں
 رہی اندیز اس دلیل سے یہہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری محیب یا ہماری محیب کے اوس بزرگ نے
 جس سے وہ اسکو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواعق میں کمال دانت فرمائی ہے اور جو جسہ کہ انہی
 مذکور کے مخالف اور اس عبارت کو ابدیت سے قریب مذکور ہے اور گویا تمتہ اس عبارت کا ہے کہ
 حذف کر دیا سمجھا ہو گا کہ صواعق عزیز الوجود کتاب ہے کہان دستباب ہوتی ہے جو کوئی معاند
 کر کے غلطی نکالی گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کو یہہ کتاب بلا دقت میری
 اسیر و مل گئی ہے ہر ہر عبارت اہل الصفات کے سامنے پیش کرتا ہوں اہل الصفات ملاحظہ
 فرما دیں اور یہہ یہی یحییٰ کہ ہماری محیب بہیب کی مدعا سے اس دلیل کو کچھ تعلق ہے یا نہیں۔
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه فضلاً جليلاً و خفياً و اليه ذهب
 عبد الله بن مسعود و ابی الدرداء و حذيفة بن اليمان و انس بن مالك و ابی هريرة
 و غیرہم و جم غفیر من الحديثین و مشرقة من الاصولیین و طائفة من المتکلمین

اثبات ہر ہر حدیث کی اور ہر حدیث کا احوال

۱۔ بعض سورت گئی ہیں کہ امام کا منصوب ہونا خواہ غیر علی ہو یا جعفر واجب ہے اور یہ سورت گئی ہیں عبد اللہ بن مسعود اور ابو الدرداء
 اور حذیفہ بن الیمان اور انس بن مالک اور ہریرہ کی ایک بڑی جماعت اور اوسو میں ایک گروہ اور متکلمین میں ایک فرقہ۔ ۱۲۰

و جماعت من الفقہاء و تمسکوا بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعة و خلفوا
فی الفضل الجہد علی اندجال و جمع علی اندخف و الی ذہب الحسن البصری و اتفقوا علی انما ثبتت
بالاجماع ان لم یتمعین الا فضل و لم یوجد النص انتہی۔ اس عبارت کے آخر کا جملہ
و اتفقوا اس پر جو بدایت مدعا کی نفیض کی ثابت کر رہا ہے ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ اتم راست ہو پس
اگر یہ نقل میں ثابت نہیں تو کیا ہے۔ لیکن اگر اس جہد میں قطع نظر کیا دی تاہم یہ عبارت ہمارے
محبوب کے ثبوت مدعا میں کچھ فائدہ بخش نہیں ہے۔ کیونکہ نص عام ہے علی ہوا یا حقی اور کچھ دعوی
انہما نص جہد کا ہے تو اس صورت میں آپکا دعوی خاص ہے اور دلیل عام ہے اور دلیل
عام کے خاص مدعا کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بغور و تامل دیکھا جادے تو دلیل مدعا میں باہم مسموم
و خصوص نہیں بلکہ تغایر و تضاد میں ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپکی نزدیک انقطاع و است کے لیم
یہ شرط ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نص وارد ہوئی ہو کہ فلاں شخص بعد فلاں
بنی یا فلاں امام کے اسکا خلیفہ ہے اگر اس طرح نص ہوگی تو است و خلافت متحقق ہوگی
اور صحابہ میں سے کوئی اسکی ازوم و شرط کا قائل نہیں اگر سنی اسکو ضروری نہیں سمجھا
اور نص جہد سے یہی یہ مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہے۔ چنانچہ جہد و تمسکوا
بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعة اس مدعا پر ظاہر دلیل ہے تو بس دلیل مدعا باہم
ستغائر ہوئی پس ایسی بوج اور غلط دلیل پر اسقدر زائد و مفتہر۔ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی نسبت صواعق میں اس بحث کے دیکھنے کا الزام بالکل لغو و زائد ہے علی الخصوص جبکہ
شاہ صاحب صم کی عبارت کو جو تحفہ میں مذکور ہے دیکھ جادے وہ فرماتے ہیں و اما یہ
سیکونکہ کہ نص امام بر خدا واجب است پس مبادیہ کہ مخصوص بود از جانب خدا و این عہد

لہ از طرف من کہ ایک جماعت از اہل انجاہت سے دلیل کو بڑی ہر جو خلف و اجد کی خلافت کے بارہ میں واقع ہو کہ میں
اور شاہ صاحب میں اختلاف ہے مجبور اس میں کہ نص جہد ہے اور ایک جماعت اس پر کہ وہ نص جہد میں حسن ہری
اسطرح کہ میں اس پر سب متفق ہیں کہ اگر افضل متعین نہ ہو اور مشن پاسکے جاوے تو خلافت اصلا
کو ثابت نہ ہوتی ہے۔

مخالف عقل و نقل است۔ معلوم نہیں یہ عاجز مجسمہ امیرین کا ہے اور جبکہ شاہ صاحب ہر عقلی
عقل و نقل فرما رہے ہیں اسکو ہماری محبت کیونکہ موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا انصاف فرما کر
اپنی دلیل کو یہی ملاحظہ فرمائیں اور جبکہ نسبت شاہ صاحب فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اور کو
یہی حکیمین اور جلیل القدر لوگوں کی اپنی طرف سے کہ مریدان انصاف میں کہہ سکیں کہ لوہین توصات معلوم
کر لیجئے کہ آپ نہ عمارت صواق کو سمجھیں اور نہ قلعہ کو سمجھیں اور نہ خود ایجاد عاقلی نسبت فرمایا تھا
توفیق انصاف و زادہ راسد عشا فرمادی۔ **قولہ** اگرچہ اس وقت میں ہم بہت کچھ گفتگو
کر سکیں مگر بہتر اختصار و ترک کر کے ب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عقل کے باب میں
مثلاً وہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت بابا پرست ہو تا کی خانم الحیاتین سے والدہ ماجدہ میں اگرچہ جھگڑ میں
البتہ میں توریہ فرمایا ہے کہ نہایت ہی درجہ کی تفریب و سناٹاں فرمائی ہیں جس کی نسبت انہی
آپ ہی معجزہ و معجزات جناب رسالت نہایت ہی اعلیٰ شان میں کہہ رہے ہیں جیسا کہ پہلے ہی گذر چکا
اقول نہایت افسوس ہے کہ اس مقام پر آئے ہیں کچھ گفتگو نہ فرما کر۔ جس پر
مقام پر گشت کو واقع ہوئی ہے اور اس کے آگے علم و فہم و انصاف کی کیفیت اور بہتہ لال کی حالت
بخوبی شکست ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط و غلطی ثابت ہو کر اس
دعوے کو ہل کر دیتے جو آپ نے ابتداء جواب میں فرمایا جو بہتر تھا کہ آپ نے اختصار کے پیرائے میں
ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ بابا پرست ہو گیا ہے کہ تفریب فرمائی اور
اور عادات و عیب و اخلاق کے بد ہند ہیں کہ جامہ پہنا اس کے جواب میں ایسی تقریریں بلکہ اس سے بڑے
ہم بھی بہت کر چکے ہیں حال و صنی و خبر و نسبت عرض کر سکتے تھے لیکن ہم بڑے سکوت سے
اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ اس کی بعد جو سناہوتین کہ نفس کے غیبت کی بابت حضرت شاہ فرما
جناہ عیسیٰ پر نقل فرمائی اور کہ کیفیت ہی ملاحظہ ہو۔ **قولہ** آپ بظہر غور ملاحظہ فرمائی کہ جو
تقریریں ہم نفس کے باب میں کرتے ہیں ہمیں وہی حضرت شاہ صاحب از انہ کفایت میں رقم فرمائی
ہیں معتمد اول و ثانی دوم و لازم خلافت خاصہ کے کہ ہم میں جو غیبت میں واقع ہیں

سبائیں۔ تعجب ہو اپنی شیخ کے لیے تو ان اسباب ہونا ناپسند فرمائیں اور خود اس قدر ان
 ہوں کہ خدا تعالیٰ اولیٰ اس وصف سے ذکر فرماوی بہ ہر طرف حضرات مدعیان ولادت و شک
 کو ربانی ولایت مقتضائیں تو اور کیا ہے **اقول** اب بعض کا بیان ہے کہ آپنی ہر تقامید اپنی
 خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہے کہ باوجودیکہ دلائل شرعی سے ثابت نہیں ملزم
 دوسرے (مگر بعض کے وجوب اقوال صحابہ و علما کرام المسند سے ثابت ہے صحیح مسلم کی کتاب
 الامارت میں باب الاختلاف ملاحظہ فرمائی کہ جناب ابن عمر ترک اختلاف کو ضیاع وقت و مردم کا
 سبب جانتی تھی چنانچہ اپنی اہل بیت سے یہی راہ منع تھی کہ جب تک کہ ان کی مدد نہ ہو کہ وہ بدلتے
 اختلاف دنیا سے انتقال فرمانا۔ جانتی ہیں تو نہایت ہی تدبیر و ذہن سے اپنی باب اور امام
 وقت کو نصیحت فرمائی بخلاف طوالت نقل عبارت نہیں کرتے آپ دیکھ لیں کہ وہ اختلاف
 کو نہایت ہی ضروری سمجھتی ہیں اور اس کی ترک کو عین تضییع و فساد مردم جانتی تھی اور اس کی نازک
 اور داعی سے مشابہت دی ہے کہ مشر و غنم کو چل چوڑ کر کہیں چلا جائے خود فرمائی کہ اگر کے
 خاتم المحدثین جو اہل بیت کے مخالف عقل و نقل فرماتے ہیں کیا حضرت ابن عمر کے شاہین ہی سہا
 ہی فرمائیں کہ یا خاتم المحدثین صاحب صحیح مسلم ملاحظہ نہیں فرمائی تھی۔ **اقول** بجز اول وقت و قوت
 جبکہ ہم دلائل عصمت کا ابطال استیصال کر چکے تو انکو کچھ ضرورت نہ رہی کہ ہم ابطال دلائل نص و
 تضلیل میں اپنا وقت گران ہائے کثرت کریں کیونکہ جب عصمت سے باطل ہو گئی تو تمام امامت ہی
 اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی تو پھر ہر شرط تضلیل و نص باطلہ کے ابطال کے کچھ حاجت نہ رہی
 لیکن ناظرین مناظرہ کے رفع حجابان اور اپنی عجیب بیب کے مزید اطمینان کے لیے ہم اس طرف
 ہی متوجہ ہوتے ہیں اور محقق اگر اشارت کرتے ہیں چونکہ ہماری عجیب کے عادت ہے کہ ہر مسئلہ کے
 وقت اپنی دعویٰ کو بہ ملا دیتی ہیں مدعا کچھ ہوتا ہے اور دلائل کچھ لاتے ہیں اس لیے مناسب
 کہ ماہہ النسخہ سے جملہ بیان کریں اور ناظرین اور اوراق اور اپنی عجیب کو یاد دلائل کے کچھ یہ دعویٰ ہے
 اگر دلائل اسکی مطابق ہوں تو ابستہ قابل التفات ہوں گے ورنہ لائق توجہ ہی نہیں سمجھو جائیگی

میں جیسے ہو کہ اس جگہ اہل الشریعہ سے متبعہ ہو کہ شریعت میں نصیحت ہو مستحبہ فقہ میں
 کہ امام کے ہر نفس و نصیحت میں نصیحت ہو اگر نفس نصیحت ہو تو امام باطل ہو اگر
 امامت کہتے ہیں کہ عیسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام شریعت میں نصیحت ہو مستحبہ فقہ میں
 عصمت موعیٰ انبیاء کی کسی استہزائے نہیں ہونی جائے سنن و تفسیر کا تحقیق ہو مکتا ہو
 لیکن اگر انکا تحقیق ہو تو یہی امامت عنقریب ہو سکتی ہے ہماری حسب جگہ امام کی انذار کے یہی
 ہیں کہ نہ تشریح نفس کی بات و امین و امام کے لیے جو کہ مستند اعتقاد کے ہیں و لائل قطبہ
 ہم ہر جہاں تو بس غلاصہ دعویٰ عجیب بیب یہ ہے کہ امامت کے لیے شریعت علیہ السلام و نہ تشریح
 کی شریعت شریعت ہی اگر نفس ہونی جائیگا تو امامت و نہ تشریح اعتقاد کے ہیں امام کی عافیت میں
 محفوظ کہہ ہماری کہ اس میں نہیں کہ جب یہ مسئلہ گہنی نزدیک اصول و حکم اصل امور میں
 میں ہے ہی تو اہل واجب تھا کہ وہ کہ انبات کے مطابق و لائل قطبہ سب سے کہتے ہیں امام
 جسدہ آجے و لائل ذکر فرمائی ہیں اگر انکی ٹائیدوں اور مفاسد سے جو مسئلہ متنازعہ ہے ہاں
 جاری کرنے سے لازم آتی ہے جو چشم پوشی کیجادی اور فیض من محال انکو صحیح تسلیم کر لیا ہو کہ امام کی
 مدعا کی شبہ نہیں ہو سکتی ہاں قطبہ مدعا و لائل غنیہ سے کہو کہ ثابت ہو سکتا ہے کہ نہ تشریح
 اس سے کہ انکا مدعا قطعی ہو یا غنی اس قدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کری کہ در صورت
 تحقق نفس کے عدم تحقق امامت ہوگا اب آپ فرمائیے کہ انکی کوئی دلیل ہے یا لائل مدعا
 یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگر نفس نہ ہو تو امامت تحقق ہوگی۔ اب ہم نصیحتی طور پر دلیل و لائل
 بحث کرتا ہوں بغیر انصاف سببی۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو اب
 عمر بن الخطاب کے قول کا حاصل نقل کر کے اس سے اس مدعا پر مسئلہ لال کیا ہے بالکل غیر غیب
 مدعا پر اور غلط کیونکہ ابن عمر سے کہ قول ہے انکا مدعا و سوقت ثابت ہوگا جبکہ آپ یہاں
 فرمائیے کہ جو خلافت و امامت بلاغض کے اختلاف واقع ہوئی وہ انکی نزدیک باطل ہے اور امامت
 کہ خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ ابن عمر سے کہ نزدیک بد نص واقع ہوئی بلکہ اولی کے ہے

به عبارت تجزیه می یکنه سوم که خلافت از خطی است و نفوس بی آدم مجبور به اتباع هوا و شیطان
 در بی آدم جا بی تجزیه آلام چون خلافت بر امی شخصی مستقر شود احتمال دارد که جوهریش گیرد
 در معاصد خلافت نهادن صریح بعمل آرد و مرز این خلیفه راست مرجمه باشد باشد اثر ترک
 اختلاف دی این احتمال کثیر الوقوع است نمی بینی که بادش بان همه الاماشار الله درین
 همگی که گرفتار شده اند و میثونان وقتیکه این احتمال برانداخته نشود بوعده آبی یا باوصافی که نزدیک
 حصول آنها جوهر نهادن متنع عادی گردد - وطن قوی بعد از قیام خلیفه با برکت ظهور در
 اختلاف چنین شخصی خیر محض نباشد و نفوس بی آدم تا باست او اطمینان پیدا نکنند و یک
 مرشد خلافت گردد و مبل ایشان درین سرد باطن محتمل که در علم و حال خود غلط کرده باشد و دیگران
 بعضی قرائن متک شده همان غلط را رواج داده باشند و احسن باقیل - بهیث اسی بنا آید
 آدم دی هست پس بهر دست نشاند داده دست به تا اعتماد و بهر حال شخصی بهر دست متعفیض
 صادق و معصود و اشارات او حاصل نشود و کار تمام است که قضا کما یما اشارت وقت
 بصاحب آن داشته باشم شایع و اشارات او انهم بقدر حاجت - اس عبارت کوتاهی نشان
 سه ملاحظه عجیبی جیسی که اس سے بعضی کا جواب ثابت ہوتا ہے دیسی ہی عصمت خلیفه ہی ثابت ہے
 بابت خوف طوالت ہم اسکو الفاظ پر بسط و نشاط سے بحث نہیں کرتے اسقدر اشارہ
 کافی سمجھتے ہیں۔ **اقول** اس دلیل کو بھی یہ عاصی کہہ رہے ہیں اس - اور بیان ہی اپنا
 مدعا ہو لی - جو بعضی عبارت منقولہ ادالہ اعتقاسی مفہوم کو مستنبط ہوتی ہے اگر وہی نفس
 حنفیہ علیہ جناب محیب در ادراک ہم نہ ہو تو کسی تو مر جبا بالوافق لیکن یہیض و بعضی جوایت ہو
 زرعہ اللہ الذین آمنوا و انما کم اور حدیث ان تو مر و ابالکر اور اسکو مثال سے ثابت ہوتی ہے
 و نیز یہ وہی عہدہ خدادند می ہے جسنی احتمال اتباع ہوا کا استیصال کر دیا اور وقوع جوہر
 نادن کو متنع عادی بنادیا اور یہ نفس اشارات وہی جن سے صرف متحقق خلافت
 استخراج ہوتا ہے نہ اعتقاد اور یہ نفس اشارات متعدد و اشخاص کے در سطح ہی ایک وقت میں

منہ ان نفس کی تجزیه و تالیف

باتدقیق قسم دناخذ متنع نہیں ہیں پس اگر آپ اسکی قائل ہوں تو یحییٰؑ پر کچھ نزل میں
 اور اگر نفس متقد علیہ سامی جسکو انبات کا دعویٰ کیا گیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ وہ نفس جلی ہے جو
 علما قوم ائمہ اثنا عشر کو واسطہ دعویٰ کرتے چلو آئی ہیں نوادہ کو استراط کو اس دلیل سے کہ
 دلیل سوانبت قرآنی میں اس سبب سے تن حیرت ہوں کہ عجیب بسبب نے انہی کو کہہ کر
 فارسی خوان تو ضرور ہی تسلیم کیا تھا لیکن اس سبب سے تو اس دعویٰ کے ہی ثبوت میں تردد و
 ہے۔ کیونکہ اگر فارسی خوان ہوئے تو کیا اس عبارت کا بھی مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جسکا
 سہل الماخذ ہونا مثل ہر موشن میں تسلیم ہونا ہے کہ انکی سامنی کبھی یہ عبارت پہنچ سکتی
 ہوگی آپ لفظ نفس کے سنکر کمال ٹھٹھند ہی ہے سمجھ لیا کہ بس ثبوت نفس میں حجت قاطعہ
 اور ختم کے سامنی میں ہی کر دیا۔ اسوس کہ آئینہ بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر بحث
 نہیں فرمائی۔ ہر جگہ آپ اس عبارت سے نفس کو جو سکا سوق راہت ثابت نہیں کر سکا
 تو عصمت کو تو کیا ثابت کر سکی۔ **فقہ** اور سننی مقصد اول کے فصل مقدم کے مقصد دوم
 مسئلہ نخستین صفحہ ۴۸ مطبوعہ مطبعہ مسیح نہ کرہ من یہ فرماتے ہیں دلیل اول استقرار احادیث
 کہ در باب فنن ادایب میکند دلالت ظاہرہ دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 دلائل آتیہ تقریر فرمودہ سب اس واقعہ را بلفظی ادا کرده کہ رضائی خدائے یا سخط بان
 مفہوم شود چنانچہ اپن مقدمہ را بشناہیم بعد اس قوی یضین می فرماییم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 خلیفہ اول دانی دناست کہ بر سر مذکور بودند در اختلافات قوم در سخانات ایشان خندہ بر عباس
 کا رہا ہے عظیم شام افصح فارسی ہم ہم بخیر و لہبہ یثمین فرمودہ اللہ عاقل تنویر خیر کرد کہ اس مقامات را کہ
 در مان امور جریہ تمام نماید چنانکہ حدیثان عظیم اس پر بقدر حاجت یہ دلیل بعینہ ہی ہم پر ہے کہ اول
 مقدمہ میں بیان کرتے ہیں آنحضرت ساہر حجت اسل اس دلیل کے ہماری ہی تقریر ہے افکار
 بعض الفاظ را کہ اپنی نفس زیادہ کسی میں اور بجا می مطلق خلیفہ و اکم خلفائے کتبہ میں نا کہ
 حال یہ ہے جو ہم کہتی ہیں کہ جناب رسالت تاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی اس پر بسبب

و عطف دہشتی کہ احکام خبریہ و مسائل فروعیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی تھی کہ
 آپ کی مصاحبت و عورتوں سے مباشرت بلکہ بیت الخلا تک آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کہ
 بخیر کرے گا کہ حضرت بابائے شہیدان و شفقت و درایت ایسی اہم بات کو کہ امت کے جمیع صاحب دینی بنویں
 اوس سے وابستہ ہیں چل چور دین اور اوس پر نفس نفرا دین اور امت کو سناؤ اللہ علیہ اختلاف
 و تنازعہ تین دین ۱۰ قول ۱۲ عربی سلامہ عجیبے جو اس جگہ عبارت از اختلاف
 سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہی کیونکہ ثبوت مدعا عجیب سے اور کچھ سلسلے نہیں علی اختلاف میں حضرت
 صاحب ازالہ اختلاف سے بعد اس بحث میں تقریر فرما چکا ہیں و پیش از شروع در تقریر ان نکتہ است
 مقدمہ کہ ترتیب و اطلاق تقریب آن مسائل بر موفقت و موقوف است دان نکتہ است کہ مراد ما از بیان
 خلیفہ کہ بوجوب و لزوم آن زبان میکشایم نہ آنست کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بات
 خود مسلمانان را جمع فرماید و بیعت آن خلیفہ امر نماید الخ اس سے صاف واضح ہو کر کہ وہ
 فعل جبکہ دعوی کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وجہ اس کی بجز بطلان کے اور کوئی نہیں اور بطریق
 جب دفاع ائمہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سطح خدا شوقی اور کسانہ مضموم ہوئی تو وہ
 خلافت حقہ حسین اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تھا اور پڑی بڑے اعلیٰ درجہ کی
 کاموں کے درمیان ہر ہم ہونے کا خوف تھا اولیٰ داعی بالیان ہو بہ نسبت اس خلافت کے
 کہ حسین بیہ اندیشہ نہ تھا بلکہ اوس میں خود اختلاف واقع ہو گیا الہات اور اس اختلاف
 پر بھی طبع فرمادیا اور یہ تقریر بطور کشف واقعہ اور بطور احبار بالغیب واقع ہوئی
 تو یہ غلط ہے کہ یہاں ہی مطلق خلیفہ کے خلاف ڈالنے کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ
 عنہم کے ذوات مقدسہ کے ساتھ وقائع عظیمہ متعلق تھی کہ حسین کوئی اونکا شریک نہیں
 ہو سکتی بلکہ خصوصاً انکا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہ کہ یہ دلیل حضرت
 شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچھ الفاظ کم و بیش کی گئی ہیں سو اس انصاف چھوڑنا
 اول سے آخر تک کتاب ازالہ اختلاف کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علمیدہ انکی

نہیں نظر میں سلوم کر سکتی ہیں کہ ابتدا و حدوث میں شیخ سی یا جس روز سے کہ اس مذہب کے
 علم اور حجاب نقیہ کا چہرہ مذہب سے اوٹھا کر ظہر میں کلام کو جاری کیا آج تک کسی شخص
 علماء و فقیہین سے بیان معافی کتاب و سنت میں باہر خبری و سلبی کوئی تقریر نہ کی ہو
 اگر کوئی ہو تو مجیب لبیب ہی نام لینے والا وہ اسکی ابتدا و زمانہ خلافت خلفاء و ائمہ دینی
 عہد میں جناب فرماؤں ہی کے ہم مشرب رہی اور ان ہی کی موافق مسائل فرمائی رہی۔ رہا قرآن
 جو متمک اعظم و نقل اکبر ہی پر وہ نقیہ میں یہاں چھپا یا کو بخیر آمد کی اور کونہ کسینی پڑا نہ کسینی
 و کجک اپنی ناخلافت میں ہی نقیہ کے وہی حالت رہی اور بعد اسکی تمام ائمہ کی بعد گیری
 حضرت ہی کی تمام بقدم جلی انحر ایہمیشہ تقاریر علیہ اور مسائل دینہ موافق اہل سنت کے
 بیان کرتے جلی آئی پھر اگر یہ ایکابر اہلسنت سے اخذ نہیں کیا تو کہاں سے آیا اپنی مفسرین کو
 کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان میں چھپیں خیر فیومن اہلسنت میں تفسیر صافی کو دیکھیں کہ اسکی
 مصنف نے اس بارہ میں اپنی مفسرین پر یہی شیخ فرمائی تفسیر بمع الہیان جو نہایت
 معتبر تفسیر میں سے ہے ایک صفحہ اسکا آپ پڑھ لیں تو میری قول کے متقدیق ہو جائی
 اگر زیادہ تکلیف گوارا نہیں سامی ہو تو رسالہ المکاتیب ہی دیکھ لیجی کہ فاضل اصل مراد ہی فرمادیں
 حسین اس بارہ میں کس درد انگیز افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں صحتھ اے یہ عبارت کتب سے تیار
 سبب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر اور کہ نہ کردہ بگاڑتہ لیس عامہ پر واجبہ اند
 و منشایں ام غیر از قلت استعداد و در فن حدیث شریف خبری دیگر نحو و نیست جبکہ علماء
 اہل شیخ باعتراف خود ہمیشہ کا لیس اہلسنت ہی تو بڑی شرم کے بات سے کو شاہ صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا الزام اخذ دلیل کا نگاہی میں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی اور اپنی
 علماء کی حالات کو بھی نہ نہیں فرماتی۔ بیشک ہر حلالی سے بکا نام سے لیکن جو دلیل کو مجیب
 سبب ثبوت نفس میں بیان فرمائی اور انکار اکابر بڑی افتخار کے ساتھ ثبوت اس میں
 میں بیان فرماتے چلے آئی ہیں استہاد کی تردید اور انکا جواب ضرور ہے پس واضح ہو

کہ حضرت شیعہ کو مثل مشہور انحراف تشبیب لیکل احتیض جب کوئی دلیل ثبوت مدعا میں نہیں
 پہنچتی تو ایسی ایسی دلیلوں سے ہی اپنا دل خوش کر لیتی ہیں اور یہ نہیں سمجھتی کہ جیسا
 مدعا ہوتا ہے اور کچھ ایسی دلیلیں ہی دلیل کی ضرورت ہوتے ہیں جبکہ امت اور اس کی شہرۃ
 مودت علیہ اور اہل اصول دین میں تو کیا اور کما ثبوت ایسی ایسی دلیلیں نہ ہوں جو محض
 خیالی ہیں اور جبکہ تائید کسی کتاب و سنت سے نہیں ہوتی بلکہ بالعکس کتاب و سنت
 سے ان کی تکذیب ہوتی ہے ہر ممکنہ ہی ہرگز نہیں قطع نظر اس سے بہرہ دلیل خود مستدل
 منقلب ہے کہ حق تعالیٰ نے نہ کلام مجید میں جسکی محافظت کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا
 شہرہ سنایا اور اصول دین میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جسکی حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہو
 بلکہ فروعات فقہیہ عبادات و معاملات میں سے صوم و مسکوۃ و حج و زکوٰۃ نکاح و طلاق بیع
 و شرا و عتق و غیرہ تک بیان فرمائی تو باوجود اس رافت و رحمت کے کہ خداوند تعالیٰ اپنی بندوں کو
 سناٹہ ہی کوئی مسلمان کیونکہ تجویز کر سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے فروعات کو تو باہین استہام نہ کر
 سکے کہ یہ بیان فرمائی اور اسی اصول دین اور اہم لہامات کو جعل جوڑی جسکو ہاتھ عباد
 تمام مصالح دینی و دنیوی منوط ہوں اور ہر مسد عباد کو متعارض و ملت جبرین و اڑی
 بلکہ علامہ فروغ دین کے شلین اور بڑی قصی بکا متشابہات تک فرمادی اور اصول دین کو
 چھپا رکھی اور بعض افراد ہی اور تارک واجب ہو۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم تعجب ہے کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت و رتبا کے کتب سابقہ میں خداوند تعالیٰ نے خبر دی اور حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کو صفات نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
 وَسَلَّمَ اٰمَنَ اَمَّا اَنْتَ اَوْ حَضَرْتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ کَا خلیفہ راشد جو انبیاء و رسل سابقہ سے متصل ہے اور اسکا کہیں
 ذکر نہیں فرمایا حالانکہ عباد کا ایمان اس پر موقوف تھا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اصول
 دین ہی ہیں کہ انہیں درز خود خداوند تعالیٰ نے اپنی کلام میں نص فرماتا۔ معہذا ہم کہہ سکتے ہیں

کہ اگر امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہل پور دیا اور عہد امت کو با اہنہ شفقت بہت
 اختلاف و کثرت بر زمین ڈال دیا اور یہ کچھ اسی منجھتے نہیں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نام بنام نفس فرمائی اور کہتے کہ میری بعد فلان اور اس کے بعد فلان جیسے نام ہی بدلے گا
 خداوند تعالیٰ اس ہمہ کا شکستہاں ہوا اور نکلیں اس کا عہد فرمایا اور حضرت رسالت ہوا ہی
 صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وہ کیا کہ حسب وعدہ خداوندی جو خلافت واقع ہوگی دوحی ہوگی
 اور مہاجرت پر ہوگی تو آپ کو کچھ حاجت نہ رہی کہ آپ خلافت پر تفضیل خاص
 فرما دیں لیکن آپ نے خلفاء را در ازگی اوصاف اور مدت خلافت کو صراحتہ اور شریعتہ بیان فرمادیا
 اور سب سے آخر میں بطور تہیہ یہ لکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی قائم مقام
 امام صلاوات مقرر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و السلام و شایعات کہ وہ خدا
 خداوندی نے جسوہ ظہور پکڑا اور خلافت موعودہ بر روی کار آئی اور نکلیں دین رضیہ کامل
 ہوئی تو اب اس سے جو کچھ آپ ہی عقل ہی سلوم کر سکتا ہے کہ نفس ہونے کی صورت میں
 کس امر کا احتمال باقی رہا اور کون سی خلافت و کثرت ہو کر کہ جس میں است کو ڈال دیا تا خود کثرت کرے
 اندیشہ کو تو خود خداوند تعالیٰ کے ہی وعدہ و صادقہ نے بیچ دین سے اکو لہاڑ دیا ہے بلکہ اگر
 بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس فرمائی تو با وجود اس شفقت و عطوفت و رافت جس کے
 چہرہ مرحومہ کی حالت پر مبذول اپنی تمام امت کو جسکو سالہا سال کے محنت و مشقت میں
 طرح کی ازتہیں اور کثرت مسلمان کیا تھا اس نفس کے بدولت و طے خلافت میں اور نہ ڈال
 اگر یہ نفس نہ ہوتی تو کیوں لاکھوں آدمی کفر میں مبتلا ہوتے۔ کیا توحید و نبوت و معاد کا
 اعتراف کا فی نہ تھا سب سے جہد و مفسد کو یہ نفس متضمن ہے ترک نفس ہرگز نہیں با اہنہ
 نفس ہے ہر ہی یوم غریب ختم فرمائی یا کوئی اور اس کے نفس نہ ہوتا تو ظاہر ہے اور اگر کوئی اور ہو
 تو لایہ پیش کیجیے سلامہ الدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با اہنہ رافت و رحمت
 نفس فرمائی ہے لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالیٰ نے ذکر و تمکین نہ کر اور اپنی دلچسپی

جو طے ہوا اپنی دہ سے نہ اوتا را تو جو امور دینی و دنیوی اسکی ساتھ دہ سے نہ کیونکہ
 حاصل ہوئی اور نیز نص یہ کیا فائدہ ہو اچکے امام نے غائب ہو کر باوجودیکہ تمام منافع دینی و دنیوی
 اسکی ساتھ دہ سے نہی سبکو خاک میں ملا دیا اور امت کو عہدہ اختلاف و تنازع دل بر سین ڈال
 کیا کوئی شخص جبکہ دوا دین اسلام کا لحاظ نہ کیا وہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ عداوت ان کے ہماری محبت کے
 نزدیک اگر قطع عرق تنازعہ نص یہ ہے تو جسے تہا تو بہ یہ ہی بدانتہ غلط ہے کیونکہ جو تنازعہ دل و شجر
 و کاذب و تجاہد و بارہ نص فرق شدہ میں مجموعاً اور نامیہ میں خصوصاً واقع ہو رہا ہے اسکو دیکھ کر
 بر اختیار است و کلفہ اللہ المؤمنین القتال زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے
 کہ اگر داعی نص ہوتی تو بہ اختلاف و تنازعہ جو نص میں نہ کسی اختلاف و تنازعہ سے بدرجہا بڑھ کر
 واقع ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ باتیں تراشی ہوئی ہیں پس۔ اگر خوف نظر نہ ہوتا تو اس اختلاف
 کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ مواقع دفعہ و سیف مسلول وغیرہ میں شرح و بسط نہ کر سکیں چکا دل
 چاہی وہاں دیکھ لیں **قولہ** اگرچہ اس عبارت پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے مگر خیال
 اختصار عن بصر کر کے اسقدر گذار شش ہے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع ہی خلفاء اہلسنت کے خلفاء
 راشدین میں اور انکو خلافت ہی بدست سی سال میں ہو واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب کے کمال
 اور اوردین میں محض خلفاء ثلاثہ کا ہی ذکر کیا ہے یہہ ہی قابل غور ہے جسکے تحت لایزال اہلسنت کی یہی
 معنی ہیں۔ **اقول** یہہ تو اپنے اپنی ہی حق میں بہت اچھا کیا کہ اس عبارت پر بہت
 گفتگو نہیں فرمائی کیونکہ حیدر زیادہ گفتگو فرمائی اسقدر اچکی استعداد و لیاقت کی زیادہ تر
 پہلے ہی سوا کسی پر کچھ احسان نہیں۔ باقی رہا شاہ صاحب پر خلیفہ رابع رضائے مذکور کرنیکا
 الزام ہے محض عہدہ دوم و سوم ہی ظاہر ہے کہ خلافت رابع کے حقیقت متفق علیہ میں
 افریقین کے واسطے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اثبات اگر مقصود ہے تو خلافت تہا سہی ماشہ
 ہے جو مشائخ نے یہاں بیان کیا ہے کہ ضروریات سے اگر ایسی مواقع میں خلافت رابع کا
 لگایا جاوے تو جبکہ اسکو خلافت حقہ تسلیم کر لیا ہے تو ہماری شک و دلالت میں کچھ قصور

واقع نہیں ہو سکتا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو جب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت لےجی
 اہمیات سے موقع ہستہ دل میں کام نہیں پاتا۔ اور نیز بیان کرنا اس کا مقصد وہ ہے کہ ان
 خداوندین اختلاف واقع ہوتا تو ان میں جہات دینی و دنیوی کو یہ خلافیتیں متنبہ نہیں
 فتح مردم دہ دریں وغیرہ مہاک اور شیوہ اسلام کے دوسب درہم و برہم ہو جاتے چونکہ یہ جہ
 خاص خلاف نہیں ہے بلکہ ہی کا ہی سلی وہ اس بیان کے بعضی مفسرین میں تو انہیں کا ذکر کیا گیا
 مسلمانان ہم اہل روایات میں بہت جگہ دیکھتے ہیں کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے
 اور باقی اللہ کا نہیں ہوتا کیا اس سے ہستہ دل ہو سکتا ہے کہ حضرات کو اللہ باقیہ سے بغض تھا
 قرآن شریف پر جن سے کلمہ بعض مواضع میں بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا ابھرم بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے
 مثم من قصصنا علیک منهم من اقصص علیک حالکہ وہ ہی انبیاء ہی اور نہ کہ ان کا
 ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھیں گے۔ یہ حضرت ہی کی سزا فردا انی ہے کہ ترک ذکر
 دلیل بعض کے قرار دیتے ہیں اور بلا دلیل خلاف ولادت تک کہتے ہیں۔ **قول** اور نیز اس کا
 اہم المہمات ہونا ہی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا یہ آگے ذکر کیا ہے۔ **اقول**
 جبکہ آپ میری فکر میں خاک سرزد میں تو کچھ ضرورت نہیں تھی کہ اس کا جواب لکھا جاوے
 لیکن چونکہ یہ شک نہیں محض خیال ہی اس لیے ہم آگے کی غلطی پر متنبہ کرتے ہیں کہ اس سے ہر
 جاری اور ان کی مسئلہ امت میں یہ اختلاف ہے کہ آپ اس کو اصول دین میں سے مثل فرجید
 و نبوت کی سمجھتے ہیں اور ہم شروع دین میں سمجھتے ہیں اگر اس کی اہم المہمات ہوتی کا انکار
 تو باین اعتبار ہی کہ یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں ہے اور اس عبارت سے اس کا ہرگز اصول دین میں
 ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امت کا اصول دین سے ہونا
 ثابت فرماتے تو بجا ہی خود ہوتا اور نہ صرف یہ فرمانا کہ اس عبارت سے امت کا اہم المہمات

ثابت است که این برپایی که آپ علیه السلام در آن مجلس فرموده است و قول او سنی است و فصل
 مقصود و مقدمه بین بصیرت و عبادت مرقوم است و در بیان ثانی هر کتاب فضائل الصحابیه را
 از اصول خوانده باشد و در معرفت الصحابیه را متبع نموده باشد البته میدانند که آنحضرت صلی الله
 علیه و سلم در حق پرستی از اصحاب خود کثرت و بر خاست بان حضرت صلی الله
 علیه و سلم داشته نفس رانی فرموده است و کلمه که مرآت حاصل عسر و تواند بود و زبان
 شریف جاری شده و این قصص بیرون از شمار است هر گاه برای هر کسی کلمه روان ساخته
 بر کبار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی الله علیه و سلم که در یر کشید و بود و بعد
 دی صلی الله علیه و سلم تحمل اعبار خلافت نمودند چرا نفس رانی فرموده باشد و خلافت
 ایشان از دو حال بیرون نیست یا خیر است یا شر اگر خیر است بهترین جمیع خیرات است
 من سن سنة حسنة الاسلام کان له اجرها و اجمن عملها این بزرگواران را
 مثل اجور جمیع مجاهدین و جمیع آنانکه بسعی ایشان مهتد شده اند حاصل است و اگر شر است
 بدترین شر است زیرا که دین محمد صلی الله علیه و سلم را بهم زدند و امام معصوم را ترسانیدند و هر قدر آنحضرت
 صلی الله علیه و سلم امور جزیه اصحاب خود را که بعد آنحضرت صلی الله علیه و سلم بان متصف
 شدند بیان فرماید چرا امر عظیم اما الی الخیر و اما الی الشر بیان نفرماید اگر خیر است لطف
 خداست که در وقت حضرت پیغمبر صلی الله علیه و سلم تقاضا مینماید که بر آن
 خیر است مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بان اهتمام نمایند و اگر شر است لطف الهی
 در وقت حضرت رسالت پناهی تقاضا مینماید که بر شر است آن صلح سازند تا مردم آنرا
 شر بدانند و حجتی بر ایشان قائم نشود اگر نوع ثانی می بود آن نیز بیان امر خلافت است
 و نوعی از تعیین خلفاء که فلان فلان بخلاف تحقیق نیستند و تحقیق غیر ایشان است با چند
 است تقریر حضرت آنحضرت صلی الله علیه و سلم در حکم بر احوال صحابه دلالتی است که در آن خلافت
 بیان فرموده است و تعیین خلفاء را بوجه اتم کرده است و انتهای بقدر حاجت سینه تقریر و خلافت

و وجوب نفس کے بارہ میں حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہے نہایت ہی متین و لطیف ہے گوشتیں
 و تہمتوں کی داد دہی ہے خلق پر وجوب نفس کو خوب ظاہر کرنے ہے چونکہ ہمارا مطلب ہے جو کہ
 اس قدر ہے کہ خلیفہ کا مقصود علیہ ہونا واجب ہے اور میرے شاہ صاحب کی اس دلیل سے کہ جو
 و نسخ ہے لہذا اس باب میں کلام کرنا شروع علیہ السلام نے خلقا و ملتہ کی صحبت و خلافت میں
 فرمائی یا ابطالان خلافت میں اودھ کر صحبت خلافت میں فضول معلوم ہوتی ہے اقول
 یہ دلیل ہی جو ہماری مجبیت سے ازالہ اشخاص سے نقل ہے کہ ان کی ہر عا سے خبر مربوط ہے بیان ہی اہل
 مدعا یا مدعا حضرت آپکا مدعا اشتراط نفس کا اثبات تھا پہلے پراہ خداوندیکہ کی مدعا اس
 عبارت میں اشتراط کس کے ہے فہم ہم ہی انصاف کی آنکھوں پر ایسی ہی آواز پڑی
 اقول تو اس عبارت سے وجوب نفس ہی ثابت نہیں کیونکہ نفس متنازعہ فیہ کی اثبات
 پہ عبارت متضمن نہیں ہے اور جس نفس کو یہ عبارت متضمن ہے تنگ و ہمارے مجبیت سے ایسا
 مستدل قرار دیا ہے وہ متنازعہ فیہ نہیں ہے اگر یہ ہی تیس وجوب نفس متنازعہ فیہ میں جاری
 کریں اور یہ مقصود ہے کہ اسی دلیل سے وجوب نفس متنازعہ فیہ ہی ثابت ہے جو غیر مسلم ہی
 بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وجوب نفس متنازعہ فیہ کو یہ ہی دلیل مانع ہے کہ یہ کہ جب سوال نہ ہو
 و علیہ وسلم نے بیان دفع و اوصاف سے یہ بیان فرمایا اور ہر ایک سنی کی آواز
 عقیدین ہے خبر فرمادی تو اب نفس متنازعہ فیہ کے کچھ حاجت نہ رہی۔ ایزیز نہیں ہی یاد رکھنا
 کہ آپ کے نزدیک وجوب نفس میں وجوب سنی اللہ ہے جسکی اہست تحت شکر و مخالفت میں دلیل
 انکا اثبات ہی ملحوظ ہے یہ ہذا اگر وجوب نفس غیر من محال ثابت ہے ہو تو اشتراط
 کی ثبوت کو یہ مستلزم نہیں پس ثبوت اشتراط میں اسکو پس کرنا قلت تو پر رہی ہے۔ قطع
 اس سے یہ دلیل تشاء ہے جو اثبات اصول میں کار آمد نہیں ہو سکتی۔ لیکن جس مدعا کے اثبات
 یہ حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سوا دل تو وہ اصول میں نہیں ہے جس قدر دلائل انعامی و
 ذکر فرمائی ہیں وہ سب بطور مودعات کی اس دلیل کے ذیل میں واقع ہیں جو چھٹیں و چھٹیں

اشتراط کس کے ہے فہم ہم ہی

حالانکہ یہ بی بی بی بی غلط ہے جس سے اولیٰ علیہ سنی مشرورین جس شخص کی عبارت فارسی
 سمجھنے کا ثبوت اس ہی سلبیت پر وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب ازادہ اخفا نے نفس سے کہنے
 نفس مراد رکھی ہے۔ یہ بی بی بتنا زعم فیہ ہے یا کوئی اور ظاہر ہے کہ یہ نفس متنازعہ فیہ تو مراد نہیں
 کیونکہ وہ عبارت جو ہم اور میان کرانی ہیں بدلت محالقی ہے سپر دال سے وہ فرمائی دال
 نکتہ آنت کہ مراد از یقین خلیفہ کہ بوجوب دندوم آن لب میکشائیم آنت کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک وفات خود مسلمان را جمع فرمایید و بیعت آن خلیفہ امر فرمایید
 بانظر از افعال ظہر استخلاف درین حالت بعمل آرد۔ چنانچہ احوال بخت نشان دهن و تخریر
 بہانہ ان منہم استخلاف می باشد از بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوبیت سے کہنے
 عدم منصبیت اگر ہی ظاہر ہے کہ وہ بی بی عدم منصبیت اگر ہی ہے جو متنازعہ فیہ بین الفریقین ہے
 اردو منصبیت جس کا وجوب صاحب ازادہ اخفا نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اس کا مرکز انکسار نہیں
 جس کا صاحب تحفہ کو انکار ہے وہ اوس سے بالکل جدا ہے پس یہ ہمارے جیسے فارسی فانی اور
 خوش فہمی ہے کہ دونوں کو ایک سمجھ گچھ۔ پھر ان باتوں پر کیا کہہ دعویٰ انصاف ہے ان اگر
 آپ انصاف سے اپنی بیان کی روایات و عبارات کو ملاحظہ فرمادین تو معلوم کریں کہ اوس
 عدم استمرار لفظ ثابت ہوا ہے زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں حرج نہج البلاغۃ کی بشرح
 ابن مہدیہ کو ملاحظہ فرمایا جیسے۔ (۱) الميثاق ما لزمه من بعده الى بكره بعد اليقاعها الى فاذا
 ميثاق القوم قد انقضی فلم یکن الخالفه تعبد۔ اس عبارت کو بغور دیکھیں اور فرمائی کہ خلافت
 صدیقی انکی نزدیک ہے حال غیر مقصود ہے تو پھر خلافت غیر مقصود کا ميثاق لازم کیونکہ
 تھا اس سے معلوم ہوا کہ استمرار لفظ باطل بلکہ یہ بی بی دلیل قطبان استمرار منصبیت و
 کو بی بی مثبت ہے اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل بذریعہ روشن ثابت ہے (۲)
 ملے بیان وہ کہ جو کہ آپ بیعت الی کو اس کی رافع کہہ کر بعد لازم ہو گئی یعنی اگر وہ قوم کا جب مجبور لازم نہیں
 پھر اس سے بھی مخالفت جیسے ہو سکتی ہے۔

اس خطبہ میں جسکی ابتدا ایہ ہے ومن خطبہ کہ لما خصمهم روايت نقل فرماتے ہیں الامینۃ
 من قرأتین جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو عام قریش میں شائع فرما دیا تو
 بلکہ کہ جو شخص مخصوص نظر آئے اثنا عشر میں محض ترسی ہوئی بابت معلوم ہوتی ہے اور نہ کہ
 وہ نص جسکی شہادت کا دعویٰ فرمائی میں اسکو مخالف ہے شارح ابن ہشیم کے جواب کو بھی سنا گیا
 افادہ فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے گا۔ (۳۴) وہ خطبہ جسکی ابتدا ایہ ہے ومن خطبہ کہ
 الی معویۃ اما بعد فقد اتنی منک مو عظمتہ کی شرح میں علامہ ابن ہشیم نے جو خطبہ فرمایا
 امیر کا نقل کیا ہے و گنت امراء من المهاجرین اور دت لکھا اور دوا و اصدرت لکھا
 اصدر و اما کا اللہ لیجمعہم علی الضلال و یضربہم بھیس اس عبارت سے صحت
 ظاہر ہے کہ جب ہماجرین کا اجماع خط پر نہیں ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۳۵)
 اس خطبہ میں اسکی یہ ہے و اما ما منیت بین اهل الشام و اهل البصرة و بینناک
 بین طلحہ و الذبیر فلعلہ ما الا شہد ذلک الا الواحد لا یفایبعتہ و لحدۃ الامم تو یہ
 لایضا لہ اس عبارت کو بطور تامل و تبحر جائی معلوم ہو گا کہ کس صرح سے اشتراط نص کو
 باطل کر رہی ہے اور اگر اطراف و جوانب کا نام کو محفوظ خاطر رکھیے تو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ یہ
 دلیل میں اب عبارات انخصم نہیں ہے (۳۶) پھر پہلی دلیل کے ہر اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ
 و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اس طرح
 نص فرمائی جیسے کہ کوئی خفا باقی نہ رہتا۔ بلکہ یہ امر حصول دین سے تھا اور جب اس نزاع
 ہوئی و الالبت تو ضرور ہوتا کہ اکثر مجالس نشست و برخاست میں یہی نسبت تمضیر
 فرماتے بلکہ قرآن منزل میں بطور وحی مقلد کے نازل ہو کر در زبان اکابر و اصاغر میں سوتا کہ
 امام قریش میں سے ہیں ۳۷ میں ہی ایک شخص ہماجرین کے ہونے وارادہ ہوا میں صرح وہ دار ہے
 اور اس صرح وہ لوٹے اور اللہ اللہ کہ گرا ہی پر کہہ کر گیا۔ اور انکو جس سے انبیاء نہ بنا گیا۔ ۳۸ لیکن وہی ہو گیا اس میں
 اہل بصرہ میں داری میں اڑھو و بصرہ میں قرآن بیان کیا پس انی صحت کی قسم صحت یہ کہ یہی اس کی کہ ایک صحت ہے۔

اور اس میں ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا تا کہ ہر کسی کو اس میں مجال ملے اور انکار باقی
 نہ رہتی۔ اور اگر بالفرض تنقیص تنقیص کے صورت میں اور لوگ اس میں مخالفت برتی تو شاید
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو باہم کچھ اختلاف واقع ہوتا لیکن جیسا کہ ابھی باہم کچھ مذہب نہاد
 بابا جانا ہے۔ تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ بعض بنائی ہوئی باتیں ہیں جن پر غرور
 کسی کو دماغی نہیں ہونی پس بعض یہ ہے کہ جو نہیں لکھا غلطہ میں باہم اختلاف مروجی ہے
 الامتین قرینت اور نفس وہی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویہ اہل سنت سے ثابت ہے
 (۴) محمد بن حنفیہ اور امام سجاد کا باہم نزاع اور حجاز اور حکم بنائے امام و اس کے
 کرامت مفسورہ نہیں دیکھا محمد بن حنفیہ پر بھی سختی ہوتا جو جناب امیر کا اسل باؤ کی تہا
 اگر محمد بن حنفیہ کو معلوم تھا تو نہایت سبقت ہے کہ نفس خداوندی اور حالت بنیادی میں توجہ
 جہا فرمائی اور حجاز اور کفر فیصلہ کو منظور کر دیا حجاز اور کفر فیصلہ کے نسبت آتا اور یہی یاد کر کے
 اس میں بھی باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حجاز اور امام سجاد کو کرامت کی نصیبی ہے
 اور بعض کہتے ہیں کہ امت محمد بن حنفیہ کے شہادت دی سداورہ لکی اور حقیقت و اہل میں
 محبت وقت ادنیٰ نقل کے فرصت نہیں دینا اس لیے کہ یہی پرکتفا کرتا ہوں۔ **قولہ** نفس
 بار میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل سنی ہے مقصد فصل و مقدمہ میں
 میں تحریر فرمائی ہیں دلیل ثالث ہر کفر مخالفی را تتبع نموده باشد ہیبتہ میداند کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم ہر گاہ برائی غزوہ از مدینہ شریعت سفر میفرمودند شخص را حکم مدینہ
 مسلمان را گنہگار نہیں گنہگار نہیں پس چون کہ اس حالت اور دنیا فتنہ و غیبت گیری
 پیش آمد آن سیرت مرخصہ خود را چہ را رعایت نظر نمایند اگر مال گنی در رفت آید آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم تندر و نگذشتن است بغیر شوق محال دانی دیگر ہر صلاح عالم کہ سبب
 بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود است بین نظر و دلی شانہ گزشتن جنی آدم باب
 سنی طبع و تربیت و صلاح آہنا تھاقت و تانقص انگاری دیگر یہ سیرت علیہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و دفعات و تقویٰ بین ہر امری مستحق آن نظر بر گمار می نمائید
 اختلاف پیدا و کردن دنیا مستلزم یک بعد شماری استقراد اکثر افراد و احوال و حکم کردن
 بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کی اورادہ خطا بہرست کہ در معرفت احکام بان گفتا مکتوب
 کرد و قصص نصب ثواب بعد برآمدن در عزادات اذان و اسراج ترست کہ بنقل شدہ از
 احتیاج افقہ انتہی یہ دلیل ہی ہنایتہ متین و لطیف ہو اگر اہل عنایت بلکہ اہل سنت
 یہ دلیل بیان کرتے تو حضرات سید کیا کیا کچھ نہ کہتے اور حماقت و عقل کے سخافت کی نمونہ
 کرتے عقل و نقل کے خلاف فرمائی مگر چونکہ حضرت شاہ صاحب نے یہ دلیل بیان فرمائی ہو اب
 حجاب نہیں کہ اس کے تہج و تسبیح میں چون ہی کر سکیں۔ **اقول** اس ضعیف اور دہی
 استدلال پر ہمارے حبیب لبیب کا یہ نازد افتخار و جوش و خروش قابل تاشا ہی اخلاقی
 میر صاحب جناب کو اسکی ہی کچھ خبر ہی کہ وہ مدعا تب سیر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 اس دلیل کو اپنا مستدل قرار دیا ہی کچھ اور ہی اور وہ مدعا تب سیر آپ اس دلیل کو کہنیا تازہ
 کر کے ہستی میں کچھ اور ہی با ہم سرود و خود کو تغایر و تباین ہو گستاخی معاف سیر اگر
 اہل سنت حماقت کی سخافت عقل کے طرف آگے منسوب نہ کریں اور تحقیق و تجسس نہ کریں اور کیا
 کریں کیونکہ حماقت کہ کام پر کچھ تحقیق ہی نہیں ہی۔ اور تغایر حضرت شاہ صاحب کے دعویٰ
 آپ کے دعویٰ سے ایسا بد ہی ہو کہ محتاج بیان نہیں اور مافیل میں ہم سیر قدر بیان ہو کہ اگر
 مین اب ہی اگر شک ہی تو کسی فارسی خوان سے دریافت کر لیجیگا عبارت از از اخفا
 کی پر بکرات از اخفا سے آپ کو متباد لیگا اور اس دلیل کی آپ کی مدعا میں جاری انہو نہ ہی آپ
 بد ہی ہے چنانچہ اس سیر قدر آپ ہی متنبہ ہوئی اور آئندہ عبارت میں نہ ہم خود اس قدر
 کر رفع کرنے میں نام سلم اصول و معقول کو خارج کر ڈالا۔ چنانچہ ایسی کی کیفیت ہم ادسی
 قول کے شرح میں آپ پر اور ناظرین پر اس طرح کی گئی چونکہ یہ دلیل متین اور لطیف حسب
 اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری عقیدہ و ہستی ہی

اور کچھ گنجائش چون درجہ کی بیش ایسی نہیں گنجیہ نال ہو نہ آب ہی کہہ چون کر سکتی ہیں لیکن
 آب کی مدد کو نہ صاحب معرکی دعا کی سبب ہو ہرگز نسبت نہیں ایسی بجز اللہ و قوت و کبر
 نسبت است کہہ تہیکہ رکتہ بنیں اور سب کہہ سکتی ہیں لیکن جناب کا یہ خیال کہ یہ
 دلیل جو کہ نہ صاحب بیان فرما کر ملیں چہن چون درجہ نہیں کر سکتی محض غلط ہے مثلاً
 اور کہ یہ ہے کہ اس نسبت کی کہ نہ کہو بجز ملاحظہ نہیں فرمایا ہمیشہ اس نسبت قول راجح کی تہیکہ
 اور ضعیف کے تضاد و ترسیف کرتے رہتی ہیں اگر آب ارالہ اخفا کو ہی دیکھیں گے تو اس میں
 غلبہ پائیں گے۔ **قول** اگرچہ صاحب کی پہلی کلام اس دلیل میں ہستفاد کی طرف راجح ہے
 لیکن شروع کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ دلیل قیاس بالا ولویت پر بالاتفاق خیر ہے
 اور عقل پر اس کی انتہا پر صریح دلالت کرتے ہیں راجح ہے۔ **اقول** یہ ہی قول جو کہ
 ہماری محیب ہے۔ ہذا علم اصول فہرہ فرمایا اور چند اصطلاحات بطور دفع غلط فہم ذکر فرمائے
 لیکن پہلے شہور ہونے والی درست مطلب کو ہو چکا تو درکنار ایسی غلطیوں میں غلطان و بیجان ہوتی
 کہ جو حضرت کے دعویٰ فضل و کمال مسلم و ہتہا کی نقیض ہے نہ سچ و لائل میں پس نہ سچ ہو کہ کہ
 قیاس محیب ہے اس دلیل کو قیاس بالا ولویت قرار دینا میری حق خطا ہے کیونکہ قیاس بالا ولویت اگر
 تسلیم کریں کہ قیاس ہو اس جگہ ہرگز جاری نہیں ہو سکتا اس کے مثال و لاقتل ایما ات سے افغان
 درست قرار دینا و شتم جو بالا ولوی درست تا فیض ہے نہ ہوم نہ ہے جو اس جگہ اصل میں درست
 حکم معلوم ہے کہ جن نسبت کے لفظ بغض متلو درست تا فیض ہے بیان فرمائی تو جو کہ اصل میں
 چہ کہ قطعیت است اور فرع میں بالا ولویت ثابت ہو اور قطعیت معلوم ہو مگر نہ، لیکن فیہ کی اگر
 اصل اصل ہو نہ فرع فرع نہ اصل میں حکم وجوب بغض قطعیت ثابت ہے بلکہ نفس وجوب ہو ثابت
 نہیں پس حکم فرع و قول دسی کہ ہے اس میں کہوں کہ وہ حکم بطور وجوب قطعیت کی ثابت ہوگا
 تفصیل اس لہجہ کی یہ ہے کہ احوال و سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر غزوات و غیر
 میں باقی جاتے تھے۔ اس امر سے حال میں کہ آیت جب کہ سفر فرمایا تو کسی کو کہ نہ پر غیبت و حکم

مقرر فرمایا اب اسکو بشرط غور ملاحظہ فرمائی کہ انکی قیاس بالادولیت کی اگر اصل سے تو یہی سفر
 عزت وغیرہ ہیں اسکی اصالت کو دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ امین حکم کو نسا ہی اور وجوب اسکا
 کس دلیل سے ثابت ہے اور علت اس حکم کی کیا ہے اور جبکہ اصل کے یہ کیفیت ہے تو فرع
 کی کیا حالت ہوگی پس اسکا قیاس بالادولیت کہنا صریح غلطی ہے علاوہ ازیں لفظ لیکن
 کو سبب سلسلہ سابقہ کا استدراک فرمایا جسکا حاصل یہ تھا کہ شاہ صاحب کی آخر کلام
 استقرا کی طرف رجوع ہے اگر اس استدراک سے یہ غرض ہے کہ ہر گاہ شروع کلام میں دلیل
 کو قیاس بالادولیت ہونی پر دلالت کرتی ہے تو رجوع الی الاستقرا ہونی کا اعتبار نہ
 تو یہ صریح غلط ہے کیونکہ آخر کلام اول کلام کے یہی معنی ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالادولیت
 ہونا باطل ہے نہ رجوع الی الاستقرا۔ معہذا جبکہ دارالافتح دستقرا احوال پر یہی ہے تو
 اسکو کوئی کیونکر رفع کر سکتا ہے اور اگر غرض یہ ہے کہ قیاس بالادولیت جو شروع کلام
 مفہوم ہوتا ہے وہ اس دلیل میں بجائی خود معتبر ہے اور رجوع الی الاستقرا جو پہلی کلام
 مفہوم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو مزاحم و مصادم نہیں تو
 اس سے یہی زیادہ بدیہی غلطی ہے کیونکہ یہ ایک دلیل ہے جو اعتبار قیاس بالادولیت
 اس دلیل کے قطع ہونی کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستقرا اسکی خنثیہ کو مقتضی ہے
 تو ایک ہی دلیل قطع ہونی اور اظنی ہی معہذا اثنا تو اب یہی جانتی ہوئی کہ قطعی
 اور غیر قطعی سے مرکب قطع نہیں ہو سکتا نیز علوم نہیں کہ اس استدراک نے آپ کو کیا
 فائدہ دیا اور بغیر من محال اگر قیاس بالادولیت ثابت ہے تو آپ کو کیا مفید ہے اگر بعد
 اسقدر اور گذارشن سے کہ یہ ہی صریح راجی عالی ہے کہ قیاس بالادولیت کو قیاس کہنا
 صرف علامہ طوسی کے نزدیک ہی درجہ اولیٰ بیان محقق وغیرہ نے اسکی قیاس ہونے سے
 انکار کیا ہے معہذا اصول بحث قیاس میں مذکور ہے۔ ذهب العلامة فی التہذیب و کثیر العالی

الى ان تفتدوا بحكمه في قهر لواء النافقة الى انواع الادي التي لا تدع من باطل القياس وسمي القياس
 الجلي واثرك ذلك المحقق وجمع من الناس - اذ جولوگ که اگر قیاس بونی که منکر بین ده اسک
 مفهوم الواقعه اذ فحوی الخطاب و غیره سماء سحر می کرتے ہیں اس کی یہ بھی معلوم
 ہو سکتا ہے کہ یہ نیز مخصوص ہے دوسری جگہ جاری نہیں ہو سکتا پہر معلوم نہیں ہمارے قائل
 محیب با اینہم معلوم فضل الہی کیونکہ اگر اپنی اصول و فروع کی ہی خبر نہ ہی - ہم نہ ہا
 کہ حضرت کا قیاس بالادوات عقلاً معتبر ہے لیکن کہاں معتبر ہے جبکہ جاری ہو کہ جبکہ
 معتبر ہے جبکہ جاری ہو وہ ان ہی کو معتبر سمجھ گیا اگر وہ ان ہی معتبر ہے تو بخیر کی کہ کسی
 اعتبار کرنے والی طرف ہماری فاضل محیب کی عقل ہو اگر کسی فرد بشر کی نہ ہو کہ واللہ
 یکنون من یشکوا الى صراط مستقیم قوالہ اور سنی پہر سی مفسدین فراتے ہیں دلیل تابع
 اگر شریعتی را کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائی دفع مفسد عالم اسلام جیانیان بجا آورد
 بچشم عبرت تبع کنی شک نہ لاری اور اگر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اعتراضات کہ از او نہی آدم
 را از خلق فیض ہمیت با وجہ ملکیت رساند بیان فرمودہ بعد از ان ہر چه حاجت بان باشد
 از آداب معشیت و مکاسب و معاملات و تدبیر منازل سیاست بدن ہمہ را شروع ساختہ و
 ہر نابستی کہ در اینجا بود از ان منع و زجر نموده و از ان ہمہ گذشتہ تحسینات و سد ذرائع مفسدہ و
 انہ را بوجہ اتم مسکن گردانید و ہر چیزی میان کردہ ارکان و مشرطہ و آداب مفصل ساختہ مثل ان
 حکیم داناد مشفق مہربان عقل تجویز میکرد کہ اس خود را در عین ہمہ لک بسیار و تدبیر خلاص ایشان
 تفرماید در عذرہ تو کہ متوجہ شام شود انارہ قوۃ غصیہ برمیکنند و ایشان را تخریف نماید
 و نامہ کبیری نویسد کہ آتش غیرت بسبب آن برانہم ادرسد و وی از کمال رعوت خود قاصد
 پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرستد و قصد انابت کند و متبتیان ائمہ سیدہ کذاب
 کہ اس حکم کاغذیہ جو حوت نمایند ہر انوار تکلیف کبروت جو نایف سوزانہ بین اب و جہر سوزانہ
 قیاس حلوائی کہ ہی از محقق از ایک جماعت ۷ اسک لکھو کی ہے - ۱۳ -

و اسوئوسنی از زمین عرب برخاسته باشند و مردم ضعیف الاسلام در پی ترویج کفر افتاد و با
 دستور قرآن مانند عصافیر در دست مردم برگنده باشند بجهت این حکیم امانت این شفق
 همربان مناسبت دارد که تدبیر صلاح عالم ناکرده است خود را زیر نسق خلیفه سیمیه از علم
 بگذرد - سوال اگر گوئی همه احکام در شرع کسین نشده است بلکه بسیاری از احکام بقیاس تنهین
 حواله کرده است که از نصب خلیفه هم از احکام غیر سیمیه باش گو - جواب گویم خبری که در زمان
 آنحضرت صلی الله علیه و سلم واقع بود خبر آن بان حضرت رسیده لابد صلاح آنحضرت صلی الله
 علیه و سلم فرموده است اگر خیر است تقریر نموده و اگر شد است منع فرموده و الا تقریر بر محبت
 لازم آمد و آن محالست تضاد هم عصمت و چیزی که قریب الوجود و قریب بحصول بود آنرا میان
 فرموده آری آنچه بجهت الوقوع است آثار شبهات بان نکرده و آن عین حجت است حکما که
 بقیاس محبت تنهین حواله کرده اند آن وقایع جبهه الوقوع است نه قریب الوقوع و آنچه که تقریر
 آن کردیم قریب الوقوع است پیش پا افتاده که هر قاعلی وقوع آنرا عذر بعد عذمیه اند نشان
 باین القیاس تنهین باز قیاس محبت تنهین از حواله کرده که عقل تحقیق آن شستن باشد نه آنچه تعبیه
 محض باشد و تعیین خلیفه که در زمان آنشد تغییر و تبدل نکند و سعی او مقنیه مطالب
 مقصوده باشد امری که کول تبرحان اسان غیب که عقل را مدخل نتوان بود - انتهی خود فرمای
 که پس دلیل کار حرف ہماری مدعا که کیسانابت کرناهی آورده چارون هوال اتفاق دعیت
 خصوصاً اصل اول که حضرت شاه صاحب اس کتاب کے شروع میں کہہ رہے ہیں کسی ہا نشو
 ہو گئی بخوف طوالت زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ **اقول** یہ دلیل ہی مثل دلائل سابقہ
 ہماری فی ضل محبت کے مدعا سے بمرحلہ بغیر ہی کیونکہ اولاً یہ دلیل ہی دلائل خطابہ میں سے ہے
 اور ظنی ہے تو اس مدعا کو جو اصل اصول دین میں ہے مگر مثبت ہوگی - ثانیاً جو نص
 کہ اس عبارت سے مفہوم ہونی ہے یا اصل نص پر محمول ہے جو مدعا شاہ صاحب نے لکھیہ
 کا ہے اور یا اصل نص پر حمل کیجیگا جو ہماری فی ضل محبت کا مقصود بالاثبات ہے اور نیز

محال می نفس برد بود چنانکه اثبات کی موجب در پی بین تا هم مانع که گنجایش هر که ده اس
 است لال که منع کرمی اورده بیهی که که تحمل می که ده نفس برد بود که جوید عا حضرت شاه صاحب
 رحمة الله علیه که هر اوراقه دهی اذا جاء الاحتمال بطل استدلال توبیه استدلال ضعیف
 که رفع احتمال کیا جادی باطل بود که اورا اس احتمال که رفع بود محال هر او ظاهر می که اگر
 اس نفس که او سپر محمول کیا جادی جو شاه صاحب هم که مدعا هر او برودی عقل نقل اس هر
 هر محمول هر او اس صورت بین اس پس هر ماری محیب که مدعا کی ثبوت کی کوئی دلیل
 نهین - باقی ربابیه جو آپ فزانی بین که اس دلیل هر چارون اصول انفا و نعبت که
 خصوصاً اصل اولی اینها منشور است و گشتی سو بیه ماری فاضل محیب خوش فحشی هر منشور است و گشتی
 بیه هر که اول نفس هر ده نفس سمجی جو اینها مدعا است بعد او که بیه سمجی که بیه نفس انفا و گشتی
 کافی تبی حالانکه بیه هر دو امر فاسد تبی نه نفس هر ده نفس مراد تبی جو محیب سمجی هر که هر
 اورده بیه نفس انفا و گشتی کافی هر کیونکه بیه نفس محض کاشف دقایق از نیست استحقاق هر
 پس بطلان اصول که دعوی محض غلط فحشی هر فاشی است از اینها فاسد علی الفاسد -
 قول هر صفحه ۴۴ مین فزانی مین دلیل خاص علیه بر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت
 صلی الله علیه و سلم منوطی بود کما قال عز من قائل هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى
 وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ و کما روی عن النبي صلی الله علیه
 بالتواتر انه بشر بفتح فادس والروم اول سبعة بكة وفي اول قدومه بالمدینه وعند وفاته
 و اگر آنحضرت صلی الله علیه و سلم تقرب عباد بان فریضه مقتومه کنند او ای واجب کرده باشد
 حاشا من ادک زیرا که فتوح فایس و هم لذلک چنین نیست که بدون نصب خلیفه راشد می شود
 و طعن ایجاب خلیفه اتی خلیفه کان کفایت نمیکند زیرا که برای امر قوت بر نفسی سعاد
 نیست سخن با غیر مستحق مشبه است و قریب اختیار برای کسی زدن که برای آن موفق باشد
 و آن امر هر می شیر گردد از عدم امتیاز بیرون است و مقدمه الواجب واجبه نیست

روزت معلوم آنحضرت صلی الله علیه و سلم بود که میداشتند فی است بنزل یا ایها الذین آمنوا
 من بعدک منکم علی بنیه و اهل این فتنه در زمان شریف ظهور کرد که سید کذاب است و سی
 سر بر گشتند و با قطع معلوم بود که آن متنبیان و در زمان اگر دست یابند ملت ملام را بنهم
 زنند و سلمان را استاصل سازند و از این متنبی برای نصب خلیفه را شد ممکن نیست و نه خلیفه
 باشد بلکه شخصی غریز القدری که تدریس بر این عظیم عین فراید و دفع ضرر واجب است
 و حقیقت سحر نصی که لیکر بالی مینور و در خیم بخت تدریس بخت و تعبیه از شر متحقق نمیشود و قال الله
 رذ قالوا للنبی لهم اثبت لنا مملکا نقابل فی سبیل الله اگر درین آیت فهم خود را کار فرماشوی
 بدانی که مخالف با کفار است و در وقت بخت تدریس خلیفه امکان نیست و در خلیفه آن قائم نمیشود
 بن واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقل عامه خارج است پیغامبری باید که از تلقی غیب تعیین
 آن نماید و فتنه اختلافی بر بنیان در تعیین خلافت فرو نشاند و آتش شغب قح کندگان
 بعضی صاحب عرفیه و شایب سیمه تاب رال و عارف حقه اطمینان نماید و اگر تاراج ملوک را بخوانی
 بسته بدانی که در مثل این حالات مضطرب شده اند و منصب بادشاهی غریز الوجود و در تعیین آن شاه
 گاهی بدیل بخود تمسک میشدند و گاهی بردی و استخاره و گاهی بفرست حکیمی که بر کمانته او تدار
 داشته باشند و اخبارات این قصص از حد شمار بیرون است و اگر بایزندی مگر قصه را می ندون
 زال کسنان بعد قتل نوذر گفتند او بهیست نزد پیر پادشاهی تاج و تخت بدید که
 شاه و خننه بخت بد که باشد برو فرقه ایزدی به تپا به گفت اراد بخود می دهد و در آخر کار
 برزد و طماسب اتفاق نمودن و قصد ضعف سلطنت کوس در وقت پیری او و خواب دیدن گودرز
 که صلاح سلطنت فارس بخلافت کیخسرو خواهد بود و گویا زنده ستادن بر اینی آوردن کیخسرو از
 انصاری و تران این نیز کفایت میکند - انهمی - اقول - اگر چه آب جانی من کران نصیب
 مملون اودان عمده عبار تو نسج حضرت شاه صاحب کاکیا مطلب هر گز حسد الله کیمهی
 تقریرین سهار مدعا ثابت اورا کجا مطلب باطل کمرسته من کینا که خوب این و سلیو نسج خلیفه هر

مضحکہ جو بجا نہ ہو گیا تو ہمارا مطلب بجا ہی ہو گا حاصل اور اس باب میں ایک ہی نام شہید ہے
 واصل ہو گیا۔ **اقول** یہہ دلیل ہی مثل دلائل گزشتہ کے ہرگز آپ کی نسبت مدعا نہیں ہے
 اور اگرچہ آپ اس میں کہ تعریف قرآنی میں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا مثبت مدعا
 اعتقاد کرتے ہیں لیکن نے حقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائیگی تو آپ کو یہ واضح معلوم
 ہو جائیگا کہ یہہ دلیل اگرچہ من مبالغہ کے لیے صانع آتش بایہی کہ جسکی اصول مطالب کا
 بیخ و بن ہی استیصال کر دیا قطع نظر مفسدہ ستہ لالات مبالغہ کی جو بیان ہی لازم آئی
 میں اس اجمال کے شرح ذرا گوئی انصاف دہوش سے سنی و افسوس ہو کہ مختصر اخباریہ مطالب
 دلیل یہہ ہی کہ خداوند تعالیٰ کے شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کو
 جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تھا چنانچہ لفظ علی الدین کلمہ ارشاد ہوا اور ضرور عدم وہا
 کہ دین اسلام کو تمکین کامل دیگر اور خوف کو زائل کر دینگی اور اسکی جگہ امن قائم فرمائیں گے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رحلت قرآنی اور یہہ امور حجاب قوہ سے
 منصفہ غیب پر جلوہ گر ہوئی کیونکہ خود دو سلطنتیں جٹھ یہ پہلو بہ پہلو تھیں وہ اسوقت تک
 اس قوت و شوکت پر نہی کہ جسکو ہر طرح غلبہ تھا اور اوشی امن ہونا عقل سلیم ہرگز تسلیم
 نہیں کر سکتی تھی تو لامحالہ ایسی شخص کے ضرورت ہوئی جو بنی کے قائم مقام ہو اور اسکی
 فعل نمبر افضل رسول ہو اور مراد خداوند تعالیٰ کی ظہور کا جارجہ بنی ہو دو سلطنتیں پامال
 ہوں مریدین نہ جو از وقت سرور اٹھایا تھا انکی سرکوبی فرمادی اور رائے فتنہ میں ملامت کرنا
 نہایت پسند سے فرود کری اور حجتہ را مورد عقلی و خارجی میں تشبہت ہو اسکو منظم فرمادی
 اور ایسی شخص کی دریافت ہوا عقول نامہ سے خارج ہو تو اسی ضرورت کی کہ ایسی عزیز الوجود کو
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرما کر متعین فرمادی کہ جسکو وہ ہر پہلو بہت
 صبر انجام ہوں اب یہہ کسی بعد اس دلیل کے مطالب کو اگرچہ کہ کی حالات سے مطابقت کر کے
 دیکھتے ہیں تو پیش روئے حقیقت اور افسوس طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے

ہاتھوں نہ روئے تھوڑا سا ہوا نہ فرس تھوڑا سا ہوا نہ مریدین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غارت ہو گیا
 نہ دین کی نگین ہوئی نہ خوف وائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اسکی ہمیشہ خلاف
 و محقق وغیرہ ہوا نہ دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار منافقین کی خوف سے ہمیشہ ہموٹ
 بولتی رہی اور غلط سائل امت کو بتلاتی رہی ثقل اعظم آج تک شیرہ سو برس گذر گئی ہے
 صرف اور غلط امت میں مروج رہا کبھی اسکو نہ سبب لاقول اصغر کے ساتھ کیا کچھ سلوک
 ہوئی اور کچھ اسکا چارہ ہو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنی بدن سے جدا کر کے ایک ایسی
 غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھ دین و اسلام میں فتن بیسی کی کہ جنکو نظیرؑ یہ عالم
 میں ہوا پھر کیا ایسی ہی اشخاص غیب سے انصاف مہات کے لیے متعین ہوئی ہیں اور ایسی
 حضرات معاذ اللہ بقول اکبر جو انحطاط دولت دین کے جارح ہوئی سبب غلبہ دین کے
 ہو سکتی ہیں سبب انکے نہایت بظہیم ہم کہا تا کہ عرض کریں درخانہ اگر کس است یک صوت
 بس است پس اگر بعض محال اس دلیل سے وجوب بض مدعا یہ ثابت ہو جاوے تو اسکا
 مصداق کوئی نہ کہ کوئی وار دیکھ گیا۔ اور ثبوت استطراف بعض محال سے وجوہات گذشتہ سے
 یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے احادہ کی ضرورت نہیں۔ قولہ اگرچہ یہ قدر طول ہو گیا
 مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لکھی ہے فضیلت کے دلائل گوش توجہ سے اصفاف و
 انصاف کرنا انکا کام ہے عبارت مسطورہ کی متصل سے فرماتی ہیں و ایہی دقیقہ است
 اگر فہم کنی اکثر مفصلات آسان شود سنۃ اللہ جاری است برآں کہ چون اکثر خلق
 بشدتی در مانند بر اسموات والارض الہامی یا تقریری جو فرستہ تا اصلاح عالم بان تدبیر
 و رفع شدت صورت گیر و بعثت رسل نصب مجددین بر سرایت و چیز نامی بسیار متفرع
 برین اصل است سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر و آفاق
 تقاضا کردہ است۔ ملاحظہ فرمائیے الحدیث القدیۃ (اللہ تعالیٰ عظیم و عظیم الامام الباقی یا من اهل الکتاب
 والے اہد ات ان تبلیک ہم وان ایتلہم باک الحدیث

همان سرچون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنیٰ بعالم اعلیٰ انتقال فرمود منور ہو کر
 حق چنانکہ می بایست نشدہ و سبب اختلاف دین حق بہر سببیدہ باید کہ برقع از روی علم
 کشاد و تعین خلیفہ ثم ضیفہ نمود تا آنکہ مراد حق تمام شد و موعود و دستگیر گشت و چنانکہ معرفت
 شخصی کہ تحمل اعیان نبوت میشود از علوم بشر خارج است و لہذا جابلہان گفتند تو کلام
 خدا القراء علی حق اللہ ربیتین عظیمہما چنان معرفت شخصی کہ اعیان خلافت محل نماید و آن را
 حق بکمال رساندہ مقدر در بشر نیست اینچہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کار نامیکند و لایست
 کہ پیغمبر بآن شخص معین ارشاد فرمایند انتہی بقدر الحاح خبر بہر کلام بلاغت نظام اہل حق کہ
 مطلب کوہنایت ہی مراد حق ثابت کرتے ہر اور طالب حق کو ہدایت کے منزل پر پہنچانے
 پس کیونکہ اس سے بزرگتر وحی نیروانی و ارشاد و رسول ربانی خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا ہر اہل
 و اعلیٰ پر بالوجوب ثابت ہے کہ وہ یہی اصاف ظاہر ہے کہ انسان کا مقدر نہیں کہ تحمل
 اعتبار خلافت اور بالحق مسند الاست کو چنان سکر اقول اس کلام بلاغت نظام
 نسبت جعفر تقریف و توصیف مدح و ثنا فرمائی بجا و درست ہے وہ یہی قابل ہے لیکن
 اس تقریف کے نسبت وہ اور کہتا ہوں جو جناب امیر مضر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا تھا
 کہ حق ارید بہ باطل اگرچہ لائل سابقہ کی جوابات میں انکی تمام استدلالات کا جوابی الہی
 ہو چکا ہے لیکن یہاں یہی استدلال سنیں ہر ذریعہ کہ یہ جواب فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ
 وحی نیروانی و ارشاد و رسول ربانی خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہ لکھنا
 کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی اللہ ہے اور اس دلیل سے وجوب
 علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بدہیان ہے یہی زیادہ واضح ہے بلکہ وجوب علی اللہ کا ثبوت
 بجا بقرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم اور اقوال ائمہ سے ثابت
 مہندہ اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ پرعت رسل استخلاف اللہ واجب ہے تو اسکی علت غائی
 یہ ہے کہ عالم کے اصلاح ہو اور وہ شدت کہ حسین لوگ متبلا ہوں رفع ہو جاوے تو اسلئے

عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالیٰ پر واجب ہوئی تو پھر وقوع فساد بجز اس
 کیونکر ممکن ہو کہ خدا تعالیٰ کے تبارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن نہ ہو تو بعثت رسل کی کیا
 ضرورت رہی اور اسکا وجوب محض لغوی ہو گیا تو وجوب نفس خود اس دلیل سے بطل ہو گیا
 علاوہ ازیں جو عبارت کہ ابجد متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہے اور جبکہ ہماری فاضل نجیب
 اپنے مخالف مطلب سمجھ کر نہیں لکھی ہے وہ خود اس استدلال کو بیخ بن سے ادا کیا ہے
 حضرت شہاب صاحب رحمہ اس عبارت منقولہ کے بعد ہی فرمائی ہیں۔ و اگر فرض کنیم کہ بعض الزام
 تعیین بگذارد و آن نخواهد بود الا از جهت اعتماد بر تکفل الہی کہ یا اللہ للمؤمنین یا لیکر اس
 صاف ہی ہے کہ جب کہ خداوند تعالیٰ شائد اس سرانجام کا شغل ہو چکا تو ضرورت نہیں ہے
 کہ تعیین بتفصیل خاص فرمادی تو وہ نفس جسکی آپ تمام عبارت میں دربی اثبات ہیں مبارک
 منشور ہو گیا۔ اگرچہ چاہی کہ آپ خاص نفس مدعا یہ کہ ثبوت کی یہی دلیل کے فک فرمادین
 دلیل عام کے ضمن میں مدعا خاص کا ثبوت محال ہے۔ اور یہ جو آپ فرمائی ہیں کہ بشر کے مقدر
 نہیں کہ متحمل اعباء خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکے اس سے اگر مراد یہ ہے کہ جو وقت
 کی بوجہ کو اٹھا سکے اور بواجب خداوندی استخلاف سے اسکی طاہتوں پر پوری ہوں اور کفار
 و خجارد فتنہ دشمن کا ہم سپاہ دہم نوالہ نہ بنی تو مسلم نے الواقع یہی شخص کے پہچان مقدر
 عوام اناس نہیں لیکن یہ فی ہر حال کہ اگرچہ ہم معنی نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ ایسی خلیفہ کی
 پہچان مقدر بشر نہیں ہے جو بوجہ خلافت اٹھا سکے بلکہ کفار و فتنہ دشمن ہم سپاہ دہم نوالہ
 ہے بلکہ اسکی مسامحت و مدد انت اور ضعف اور جہن کے سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور
 باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اس سے نہ ہو سکی یا فرض کر دے ایسا شخص ہو کہ جسکی نسبت
 انصرام مہاجت خلافت میں نہ ہو و ہواور یہ معلوم ہو کہ سرانجام امور خلافت اس سے ہو گیا
 یا نہ ہو کیگا تو یہ غیر مسلم ہو یا غلط ہے کہ محتاج دلیل نہیں ہے یا وجود اپنی علماء کی تصریحات
 دیگر کے جو ائمہ کے حالات کے متعلق ہیں یہ فرمایا کہ ان کی پہچان مقدر بشر نہیں

آپ ہی کے علم و انصاف پر زیبا ہے۔ علاوہ ازیں اس بیان اور عدم بیان کا فیصلہ تو خود
 حضرت امیرؑ نے ہی فیصل فرمایا اور ان خطبات میں جو بیجا البلاغہ اور بوسکی شریح میں
 منقول ہیں یہ قصہ چک دیا شرح میں اجمال کی بیہ سی کہ علامہ ابن بیثم بجزانی اپنی شرح کبیرہ میں
 البلاغہ میں اس خط کی شرح میں جسکا عنوان یہ ہے ہر مکتب لکھائی معنیہ اما بعد فقد
 اتنی منك موعظة موصلة الى فرامی من وکتا من المهاجرین اور دت کما اور
 واصد دت کما اصدرها واما ان الله ليجمعهم على ضلالا و يضرهم عجمی جس سر ساف معلوم
 ہوتا ہے کہ اہل حل و عقد مجاہدین و انصار ہر سہ اتفاق کر لیں اور مجتمع ہو جائیں وہی امام و خلیفہ
 برحق ہی خواہ وہ ان امور کی حصول کو جو مقاصد خلافت میں اس کی نسبت جسکو امام بنادین
 معلوم کریں یا کریں اور بیجا نہیں بلکہ یہی نہیں کیونکہ کثرت ہدایت جناب امیرؑ و انکا اجماع
 ضلال پر مجال ہے تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیرؑ نہ بیعت اہل حل و عقد کا فی حیات
 دوسری خط میں ہے اسکو بغیر ائمہ ظاہر فرمایا و انما الشوری للمهاجرین و انما انصار فاذا اجتمعوا
 على حل منہ اماما کا ذلک للرضی اس ارشاد سے بدلتہ واضح ہے کہ اجماع اہل حل و عقد غلط
 رضی حق ہو نہیں سکتا تو حسب ارشاد جناب امیرؑ آپکا سوئہ نہیں کہ ہم پر امام بیجا نہیں
 اسکی مفسوس ہونے پر سہ نہیں کریں۔ قول ہے پس یہ بعینہ ہمارے ہی تقریر ہے کہ ہم کہتے ہیں
 کہ چونکہ امت میں عصمت شرط ہے اور عصمت کا علم عقد و بشر نہیں بلکہ ضروری ہے کہ امام
 اللہ والرسول ہو۔ پس فرق لفظ عصمت کے ہونے انہوں نے میں ہی درجہ مطلب ایک
اقول اول یہی غلطی کہ بجز عصمت کی آپکی تقریر میں اور حضرت شامی صاحب مدنی کی تقریر
 میں درباب نفس کچھ فرق نہیں کیونکہ اولاً آپ اسکو بوجہ علی اللہ کے قائل ہیں اور حضرت شامی
 اسکو قائل نہیں اور نہ کوئی عاقل مومن اسکا قائل ہو سکتا ہے۔ اور ثانیاً آپ ایک نفس کے فرما رہے
 مثبت ہیں جسکا اثبات عقل سے ہو سکتا ہے ہی نقل سے ارشاد ہے حسب جملة اللہ کے بیان سے
 ہرگز اسکا اثبات نہیں ہوتا۔ معنی یہ فرق جو عصمت کے ہونی نہ ہونے کا ہے کہ جو فرق

و اما ان الله ليجمعهم على ضلالا و يضرهم عجمی جس سر ساف معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل و عقد مجاہدین و انصار ہر سہ اتفاق کر لیں اور مجتمع ہو جائیں وہی امام و خلیفہ برحق ہی خواہ وہ ان امور کی حصول کو جو مقاصد خلافت میں اس کی نسبت جسکو امام بنادین معلوم کریں یا کریں اور بیجا نہیں بلکہ یہی نہیں کیونکہ کثرت ہدایت جناب امیرؑ و انکا اجماع ضلال پر مجال ہے تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیرؑ نہ بیعت اہل حل و عقد کا فی حیات دوسری خط میں ہے اسکو بغیر ائمہ ظاہر فرمایا و انما الشوری للمهاجرین و انما انصار فاذا اجتمعوا على حل منہ اماما کا ذلک للرضی اس ارشاد سے بدلتہ واضح ہے کہ اجماع اہل حل و عقد غلط رضی حق ہو نہیں سکتا تو حسب ارشاد جناب امیرؑ آپکا سوئہ نہیں کہ ہم پر امام بیجا نہیں اسکی مفسوس ہونے پر سہ نہیں کریں۔ قول ہے پس یہ بعینہ ہمارے ہی تقریر ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ چونکہ امت میں عصمت شرط ہے اور عصمت کا علم عقد و بشر نہیں بلکہ ضروری ہے کہ امام اللہ والرسول ہو۔ پس فرق لفظ عصمت کے ہونے انہوں نے میں ہی درجہ مطلب ایک

ضیاء و ظلام کے فرق سے یہی زیادہ سی کیا آپ کو نزدیک کچھ فرق نہیں ہے۔ اسکی اور پر تو دلیل
 کی صحت و غلط ہونے کا مدار ہے۔ چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گہراش ہو چکا اسلیج جو
 اس پر مبنی ہے وہ یہی از قبیل مبارقاہ علی الناس اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی
 دلیل ایک ایسی امر حق پر متفرع حسین مخالفین کو یہی چون کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پیر
 ہر فرق کو کچھ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھنا اور یہ کہنا کہ ذرہ مطلب ایک
 ہمارے محیب صاحب جیسے مدعی انصاف کے سوا کسی دوسری عاقل کا کام نہیں۔ قولہ
 اگر حضرات اہل سنت ہماری تقریر لفظ عصمت کے سبب پسند نہ فرمادیں اور اس سے گہراش
 اور انکار کے لیے آمادہ ہوں تو حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں جو اور پر مذکور ہوئی ہیں پیش نظر
 لکھیں اور ہمارے لفظ نکاح خیال نفرما کر نماز لفظی نفرمادیں بلکہ مطلب کے اتحاد و تفرق کر کے
 سکو شکم کریں اگر ہم عبارت منقولہ از ازالہ الحفا پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جاتے
 رہتے مگر ہوتا محض اس خیال سے حرف اشارت ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت محیب صاحب
 فرما کہ ملاحظہ فرمائیں انہیں عبارت سے عصمت ہی بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا
 جائے تو عصمت کی پہلی این امور کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں مگر چونکہ خلفاء
 ثلاثہ ہیں عصمت منقود ہے ان معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہے انصاف کے یہ بھی
 معنی ہیں۔ **اقول بفضل اللہ تعالیٰ** حضرت شاہ صاحب ہم کے عبارتیں اہل سنت کے
 پیش نظر ہیں اور وہ انکی مطلب مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور بقدر آپ بھی سمجھتے ہیں
 چنانچہ آپ ہی فرما چکے۔ (کہ اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ان فصیح کلموں اور عمدہ عبارتوں سے حضرت
 شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے) لیکن آپ کیا کریں اپنی انصاف کے دائرہ سے باہر ہیں مگر
 ان عبارتوں کو اپنی مدعا کی طرف نہ پہنچیں تو اور کیا کریں۔ کتاب رسالت سے تو دلائل کا تسبیح
 ہر نامعلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت میں اپنا دل یوں ہی خوش کر لیں پھر اسکا
 نام جواب کہہ چکے ہیں اور اس پر یہ جوش و خروش و شائید غلام کا نفع عام تو دہو ہوا

کہا یا نیکو اور کہہ دینی کہ جناب میر صاحب نے دلائل میں تحریر فرمایا کہ مذہب اہل علم انصاف ہے جو اپنے
 سکوت بہتر سمجھتے ہیں۔ جب نس کے یہ حال ہے جو سوق دین وہ کل ہی تو دایہ برجال
 بتہر عصمت کہ جسکی طرف اشارہ ہی اشارہ ہی اور نیز عصمت جبکہ لادن دلائل میں بھی بت
 نہیں کی جنہر کیا کہہ ناؤ افتخار بت دلائل میں آپ کیا ثابت کر سکیں گے مستی بنوہ
 اور خرد اور قطرہ انوزج بجا حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح
 صحیح انداز ذکر کیا گیا نہ احقیقت آپ نے دہشت ہی کو کام فرمایا کہ کلام میں بسط نہیں کیا
 اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا۔ کہ بندہ نے ہی بجواب دسکی محض اشارات پر ہی اکتفا کیا تو
 مجسمہ مختصر آگاہی غلطیوں پر مشتبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کے طرف متوجہ ہوتی تو اس
 آپ ہی اندازہ فرمایا کہ کہ بندہ ہی بجواب دسکی کیا کیا کچھ آگاہی ہستہ الامت کے ساتھ سلوک
 کرتا اور آگاہی ذخیرہ دلائل پر کسی صواقع اعتراضات نازل ہو تو باقی رہے خلفا ثلاثہ رضی اللہ
 عنہم میں عصمت کا مستفود ہونا سو یہ اہل سنت کے نزدیک کچھ خلفا ثلاثہ کی ہی ساتھ مستفود
 نہیں بلکہ اہل بیت وہی بلکہ سوائی انبیاء تمام افراد انسانی امین شامل ہیں لیکن اگر خدا انھیں
 اہل سنت ہی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعہ کے خلفا کے لیے مدعی عصمت
 ہوتے اور انکی عصمت کے لیے ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ انہ کی لیے پیش کرتے ہیں میں نے
 جواب کے دلائل سے کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر اہل سنت کا امام مقتدا ان کتاب و سنت ہے
 جو اس سے ثابت نہیں ہوتے نہیں بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجود کہ عصمت کتاب اللہ با
 کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہو سکی اس پر معتقد ہیں کہ اصول دین میں سے کچھ رکھا ہے
 اور اسی پر کیا منحصر ہے ہست مسائل فروعی اعتقادی میں جنہیں ہمیں ہی حال ہے کتاب
 کہ معانی کو ہمیں ہریرا و سطرہ پہنچتی ہیں اور ہمیں پہنچتی تاویلات عبیدہ رکھ کرے ہیں
 اور کسی کل سید ہی نہیں مٹتی واقعی انصاف کے یہی معنی ہیں اہل سنت کو حاشا اللہ
 یہ انصاف کہاں نشیب ہو سکتا ہے فقہ لہر اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں

اور فضیلت کو شرم کرتے ہیں اسکو دلائل مبنی بہ ہی عقل و نقل سے ثابت ہر اول ایک
 دو عقلی دلیلیں عرض ہیں غور سے مبنی خلافت ریاست عامہ دین و دنیا سے مراد ہی اور
 عرض اس سے شرائع الہیہ و معالم ربانیہ کی ترویج اور سائل دینیہ و احکام شریعیہ کا پہلانا
 اور حدود و ثغور کا ضبط و تہیب و کرنا اور عالم سے منطوقہ کا انصاف لینا وغیرہ ہی اور یہ
 سب کام اس طرح ہونی چاہئیں کہ رضا و الہی حاصل ہو اور یہ بات ظاہر ہو کہ جو شخص
 اعلم و اتقی اور عرج و فضل ہو گا بیشک اس شخص سے کہ جو علم و درجہ و تقویٰ وغیرہ
 میں کمزور ہو گا کہ اسکو کم ہو گا خلافت کے امور مطلوبہ بوجہ احسن بجا لایگا اور حصول رضی
 حق سے جس طرح اس سے ہو گا مقصود اس سے ہرگز نہ ہو گا اور یہی ہے کہ ایسی شخص سے جو جلال
 و امور بوجہ حسن انجام کری خلافت لیکر ایسی مقصود کو دین کہ یہ امور اس سے
 ویسی ہر انجام ہو سکے عقل مستقیم و راسخ سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے۔
 اقول یہ شرط ہی مثل اپنی خستین کو خلافت عقل و نقل و باطل سے اور جہد و دلائل اس جگہ
 ذکر ہوئی ہیں وہ ہرگز نہ ہوتا مدعا مجیب نہیں ہیں بلکہ فضیلت کے معنی جو ہماری مجیب
 لبیب ہے سمجھ کر ہیں اور اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہیں اور اس میں تعریف فضیلت
 میں ہر مختصر کرانی میں وہ ہی غلط اور خلاف تصریحات علماء و قوم میں ایسی ضروری ہو کہ اول
 مجیب لبیب کو اول علماء کی خصوص سے فضیلت کو بتلایا جاوے گی کہ اسکا دار مدارک
 امور پر ہی ہے اور اسکو ناظرین اس کا مجیب صاحب غلط کو خود سمجھ لینگی اور تہوی سے
 ہنہ کے بعد فاضل مجیب ہی اپنی غلط پرستہ ہو جائیگا۔ پس اس سے کہ پہلی فضیلت کے
 تعریف ہماری فاضل مجیب سے یہ فرامی (افضلیت کے یہ معنی میں کہ کل است سے جبکہ ام
 صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو) اس جگہ دار فضیلت کا صفات حمیدہ
 و اخلاق ستودہ پر ایک کہ ملکات نفسانیہ میں اور اس دلیل کے ضمن میں فرمایا (جو شخص
 اعلم و اتقی و عرج و افضل ہو گا) گویا اس جگہ ہماری مجیب صفات حمیدہ و اخلاق

تفصیل بیان کردن قطع نظر اس سر که اجمال و تفصیل با هم منافقین نیستند چنانچه در تمام کتب
توضیحات کو اس باب در کتب دیگرین من توصیف مسودم بر آن هر که تا فصل حبیب انصافیت که نسبت
بیه اعتقاد و بکل ختم هر ار در در فضل کا در بر گزینین انکی تیج سفید و ما حسابی بی انصافیت
امیر المومنین بن بر اس وقت میری سامنی بوجود هر خبر فراتے من فصل و خدا اعتماد الکر
المطرحه التفصیل علی ثلث طرف احاطا خواهر الا اعمال و التکا علی السمع الوارد بمقادیر
التواب و مادت علی بعضا الکلام و الثالث المانع فی الدین بالاعمال انهم بقدر کماله
اس عبارت سر صاف تا هر سر که انصافیت کا در ارادات و اخلاق بر نہیں تیج صاحب
اسی سر از من دوسری جگہ بیان افتات سما تفصیل من فراتے من و وقف منهم نصرا
طلب فی هذا الباب قالوا لسنافتم اکان افضل من سلف من الانبیاء او کان مساو یا لم
او دونهم فیما یستحق به التواب آری حضرت علم الہدی اپنی المائید من فراتی من
اعلم انہ لا طریق من حق العلم و العقل الی القطع بقضایا مکلف علی الخیر ان الفضل الی الہ
فی هذا الباب هو زیادة استحقاق التواب ولا سبیل الی معرفتہ مقادیر التواب و انما
فعل الطاعة اذ انکی کعبہ فراتے ہر فان دل سمیع مقطوع بد مذک علی شی عمل علیہ
والا کان الواجب التوقف عند الشک فیدر علم الہدی صاحب تیج توفیصا ہی کو ادا
کہ انصافیت کا در زیادتی استحقاق تواب بر سر اور او سکین عقل کو کعبہ و دخل نہیں مرت
اور نقل و سمع بر جو قطع ہی موقوف و منحصر بر پیر اب آپ اپنی افادہ کو اس سے
مطابق کعبہ اور انصاف ہی کعبہ کہ آپ انکی موافق من یا مخالف معہ اگر انصاف
در اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ بر ہو تو لازم آدی کہ حضرت درویش حضرت موسیٰ

و اما انما هو سلف من الانبیاء او کان مساو یا لم او دونهم فیما یستحق به التواب

فصل ابن خلدون تفصیل من تیج طریقون بر اعتماد کیا ہر ایک توفیق دے اعمال دوسری شایع سے خبر دے
تعداد اس میں ۱۱۰ ہر اور سہر معانی کلام دات کریں۔ فیبری دین میں شایع و اعمال سے حاصل
پہلی مہر ۲۰

انتقل من کینو کاجب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبیا علیہ السلام حالات دریافت کرتے ہیں
 تو آپ کی اخلاق کے نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بجا ہی اخلاق حمیدہ کی محاذاتہ اخلاق
 ناپسندیدہ تھی تفسیر معانی سورہ کہف میں ہر معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنی اوستاد حضرت کھن
 واقع ہوا قابل دیدہ ہے۔ **الحکم عن الباقی** لما أخبر رسول اللہ ﷺ قریشا بنجر اصحاب الکھف قالوا
 أخبرنا عن الاصل الذی امر اللہ موسیٰ ان یتبع وما قصده فانزل اللہ عز وجل ان ذالک لغیث
 قال وکان سبب ذلک انما کلم اللہ موسیٰ تکلیما فانزل علیہ الا لوح وفيہا کما قال وکتبنا لہ
 فی الا لوح من کل شیء موعظہ وتفصیلا لکل شیء رجع موسیٰ الی بنی اسرائیل فصعد
 المنار فاعبرہم ان اللہ قد انزل علیہ التوراة وکلمہ قال فی نفسه ما خلق خلقا اعلم منی اوحی
 اللہ الی جبریل ادرک موسیٰ فقد ہماک واعلم ان عند ملتقى البحرین عند الصخرة حبل علی
 سنک نصر اللہ وتعلم من علمہ فتنزل جبریل علی موسیٰ واخبرہ ودل موسیٰ علی علمہ انہ لخطا
 وادخل الرعب وقال یوصیہ یوشع ان اللہ قد امر ان انبعرجا عند ملتقى البحرین وانعلم
 منہ فترد یوشع حقا علی حاد منزع اگرچہ اس روایت میں بہت سے فوائد منطوقی میں لیکن
 بنی اسرائیل کو یہ فتنہ پھر میں پروردگار کیسے مرتب بیان مقصود پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بعض
 خدا تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلم تھی اور آپ کو خداوندی
 حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم اور ان کی انتہا کی نامور ہوئی اور بارگاہ خداوندی سے
 بقصد خاص شیعہ پروردگار کی تلمذ و اساتذہ شاد اپنی اوستاد کی تلاش میں اپنی جی کو سبک

سایہ قلمی نے اسم بابت روایت کی ہے جب حضرت موسیٰ قریش کو صاحب کہف کا قصہ سنایا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے
 بڑے عالم کا قصہ سننا جبکہ اس کا خدا سے موسیٰ کو حکم فرمایا بہت تواتر سے ہے یہ روایت و اوقات میں موسیٰ نے نازل
 فرمایا کہ سبب یہ ہر حاجت کے لئے موسیٰ کی کتاب تھی اور تختہ ان اوتاری اور ان میں حسب ارشاد ہر شئی کی وضاحت اور شئی کی
 تفسیر لکھی تھی موسیٰ نے اس کی خدمت لئے اور ان کو خبر دی کہ خدا نے اس پر عزت نازل فرمائی اور کلام کی اور اپنی زمین کہا
 اور ان کے کہ جو مخلوق میں جس پر زیادہ جانتی والا نہیں پیدا کیا خدا نے جبریل کی طرف وحی کی کہ موسیٰ کی خبر لی کہ وہ ہاک ہو چکا
 اور اس کو خداوندی نے جو ایک شخص چودہ برس کی زیادہ جانتی والا ہے وہی کی طرف ہمارا ذکر کی علم ہو چکا جبریل نے موسیٰ کو
 اور خبر دی کہ موسیٰ کو کہتا ہے کہ اگرچہ موسیٰ کی کتاب تھی اور تختہ ان اوتاری اور ان میں حسب ارشاد ہر شئی کی وضاحت اور شئی کی

بیابان خورد و شت غربت ہوئی اور پیر بعد ملاقات کو ایک سن بعد پیمان جو سہار ہوئی کو سہار
 معاملہ میں چون و چرا نہ کر دیا چنانچہ بصرہ کے تمام نص قرآنی میں مذکور ہے۔ اسکی بعد کا قصہ سینہ
 غلام کے قتل پر حضرت موسیٰ کو ایک کچھہ جوٹا آیا اور اپنی عہد و پیمان کو ایک سخت توڑ ڈالا۔
 اور اپنی اوستا کی کیسی بھیر مٹی فرمائی۔ فالعلل عز الصادق فغضب موسیٰ ولحقہ
 بتلیمیبو قال قتلنا الایہ قال الحضران العقول لا تحکم علی امر اللہ بل امر اللہ بحکم
 علیہما فلیہما تری واصبر علیہما فقد کنت علمت انک لن تستطیع معی صبراً
 اسکی یہ بھی یاد رکھنا کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالعکس جیسا کہ حضرت شیخ معتقد ہیں
 اور اسکی کچھہ اکی مذکور ہے۔ القہ عن الرضا فی تتمۃ الحدیث السابق فرماتے ہیں حتی انتہوا
 الی ساحل البحر وقد سمحت سفینہ وہی ترید لغیر فقال ارباب السفینہ کحل ہوا لا
 نفر فانہم قوم صالحون فحملوہم فلما سمحت السفینہ فی البحر قام الحضرة الی جوابہم
 فکرها وحشاها بالحق والیقین فغضب موسیٰ غضباً شديداً وقال للحضرة ہر قہا
 لتغرق اہلہا لقد جئت سبباً امر اھل الحضرة اقل انک لن تستطیع معی صبراً
 قال لا تاخذہ بمانسیت ولا تہقن من امری عسرا فخر جوامع السفینہ منظر الحضرة
 غلام یلعب بین الصیدان حسن الوحہ کا نہ قطعہ قمر فی ازنیہ دربان فاما ملہ الحضرة وقد
 فوٹب موسیٰ علی الحضرة وجلدہ بالارض فقال اقل نفساً زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئاً
 نکراً فقال الحضرة اقل انک لن تستطیع معی صبراً اور اسکی یہ بھی ثابت ہوا کہ
 ستملزم انصافیت کو نہیں کیونکہ حضرت خضر اعلم تھے اور افضل نہ تھے اور سنی کہ قادر ان کا
 یہ خلاف رضا خداوندی غذا کج خواستگار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو ہر حدہ قادر ان کا
 لے مل میں ام صادق سے مروی ہے کہ موسیٰ غصہ ہوئی اور حکم کر دیں کہ اسکی آفتاب نکلتی ہے کہ اسکی
 کہ اگر امیر حکم میں ہیں بلکہ اللہ کا حکم ہے کہ اسکی ہر کچھ کو یکسر دہی دے کہ اسکی ہر کچھ کو
 ہاں چکا ہے کہ نو میری سبب نہ مرنے کے کیلئے مارا۔

مجمع وزاری کی لیکن شدت غضب میں ایک مسموم نبوی جو جناب خداوندی میں پائید
 ہوئی اور حق تعالیٰ نے اوز میں کمات کو ساتھ موسیٰ کو عار دلایا جن کمات کے ساتھ قارون
 اپنے عار دلایا تھا مختصر عبارت تفسیر کہتا ہوں۔ وقد کان قارون قد امر ان یخلق
 باب القصر فاقبل موسیٰ قاضی الی الباب فانفجرت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انه قد
 ادنی بالعداب فقال یا موسیٰ سلک بالرحم الذی بینی و بینک فقال لموسیٰ یا ابن لادی
 لا تزدنی من کلامک یا ارض خذیر قد دخل القصر فانیہ فی الارض ودخل قارون الی رکبتہ
 فیکہ وحلف بالرحم فقال لموسیٰ یا ابن لادی لا تزونی من کلامک یا ارض خذیر فانیہ
 بقصره وخر اسند و هذا ما قال موسیٰ لقارون یوم اھلکھ اللہ عزوجل فغیر اللہ عزوجل کا
 قارون لقارون فغیر موسیٰ ان اللہ تبارک و تعالیٰ قد عیرہ بذلك فقال یارب ان قارون دعائے
 بغیرک ولودعائے لک لا یحبہ فقال اللہ عزوجل یا ابن لادی لا تزدنی من کلامک فقال
 یارب لو علمت ان ذلک لک مرنی لا یحبہ انتہ بقدر الحاجۃ علاوہ اسکی قطعی کو ماوا ان
 اور اپنی بڑی بہائی بگناہ کی جو نبی ہوا شی کیڑ کر بخینا الواح تورات جو عطیہ خداوندی تھا جس میں
 سورۃ اور تفصیل پر ایک شی کے مذکور تھی شدت غضب میں ڈال دینا حضرت کر اخلاق و اوصاف
 پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے اخلاق کی نسبت جو ہم تفسیر صفائی میں دیکھتے ہیں تو اسکی تفسیر سورہ
 اعراف تحت آیت و اخذہا من لحدید حجر الیہ قال ابن ام۔ میں لکھا ہے و فی الکافی علیہ المومنین

قارون نے حکم کیا تھا کہ محل دروازہ بند کیا جادی موسیٰ کی اور دروازہ کھلتا اشارہ کیا وہ کہیں گیا اندر اسکی پس گرجب موسیٰ کو دیکھا
 وہ کس جگہ کذاب آیا۔ کہا ای موسیٰ میں تجھ کو پہلے اس رحم کے جو میرا دھیری دریاں ہی سوال کرنا ہوں موسیٰ نے اسکو کہا ای
 لادی کجی مجھی زیادہ کلام مست کر ای میں اسکو پہلے درجہ چھوڑ دین میں اور گیا اور قارون بھی کہنوں کے میں
 پہر قارون اوپر اوڑھو اسکی رحم کی قسم دینی لگا موسیٰ کہا ای لادی کو مجھی موسیٰ زیادہ بات بہت کر ای زمین اسکی پس زمین اسکو اور کو
 محل اور زمین اسکو اسکی زیادہ بہت جو قارون کو ملائی کہ دن موسیٰ نے کہا۔ بہر خدات کہ مجھی اس کو کلام جو قارون کو کہی تھی عا
 دلایا اور موسیٰ مجھی کہ خدات کے اس کلام سے کہ عار دلایا عزم کیا ای پروردگار قارون تیری غیر کہ اسکو کہی کہ ابنا گزیر
 و ہتر کہ کجارت تو میں تیرے ل کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ای لادی کہ تیرے مجھ سے زیادہ بات مست کہ موسیٰ نے عرض کیا ای پروردگار میں یہ
 جانتا کہ اس میں تیرے ہی زمین میں قبول کرنا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ کافی میں جناب امیر مومنین علیہ السلام نے فرمایا میں مردی ہے ۱۲۔

نے خطبہ الرسولؐ انہ کان اخاء لابیہ وامرہ والقبۃ مثله عن الصادق قبل کان ہارون
 اگر من موسیٰ بیثک سین وکان حمولا لینا ولدک کان احب الی بنی اسرائیل استی
 اب ہم اور ان روایات میں اہل کے نظر سے دیکھتی ہیں اور حسب قاعدہ حضرات تبعہ کے عقل کو چھوڑ
 و قہر میں غلامی حاکم ہر اس معاملہ میں حکم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ بن
 اخلاق ناپسندیدہ تھی اور اگر بالفرض ظاہر سے بہتر تاویل بھی آپ فرمایا تو غایت یہ فی الباب
 یہ ثابت ہوگا کہ فی کسب بعض مواقع میں درشتی و سختی و عنف و قہر و غلبہ و جبر
 لیکن بروی عقل جبکہ احکام کا کین کہنا آپ کی قاعدہ کے بموجب واجب ہے بدانتہا یہ ثابت ہوتا ہے
 کہ علی العموم لبس و رفیق بہ نسبت درشتی و عنف کی زیادہ محسوس و پسندیدہ ہیں اور اگر یہ تسلیم
 کر لیں تو لازم آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں
 اگر نسبت حق ہے ارشاد فرماتا ہے۔ **فما ارحمہ من اللہ لیت طہر اور روف رحیم اہل صفات**
 خاصہ میں محسوس واقع و احوال اگر رفیق بہ نسبت و زہد و جہت کو شاید حال میں شادی ہوگا
 قصہ شاید آپ کو یاد ہوگا۔ **الحاصل اگر دار فضیلت کا اخلاق حمیدہ ہر ہی تو حضرت تھوڑے عرصہ**
جنین نفق ولینت پائی جاتی ہے حضرت موسیٰ سے افضل ہوگی اور نیز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما
عند جناب امیر المؤمنین والد بزرگوار سے افضل اور امام سجاد رضی اللہ عنہما والد سے افضل ہوں اور یہ
آپ کی نزدیک بدیہی البطلان ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ دار فضیلت کا اخلاق حمیدہ
پر نہیں ہے جو درک بال عقل ہو بلکہ دار زیادتی استحقاق ثواب پر ہی اور غیر درک بال عقل
چنانچہ بیان تشریف فضیلت میں ہم او کی طرف بیا کر چکے ہیں اب بعد اہل گذارست سے عقل
ہونی کی قید ہی ایجاد و اختراع ہی قطع نظر اس سے عقلاً غفلت کا جاننا اس پر موقوف ہے
سے کہ اور ان سے کسی کا حقیقی معانی تھا اور نبی نے جس اسکی امام باہرہ اور امام صادق علیہ السلام کی
کہتے ہیں کہ اور ان سے کسی کو تین سال ٹہی تھے اور ہایت مہمل اور نرم مزاج تھے اسی سبب سے نبی کریم
انکو زیادہ دوست کہتے تھے۔ **۱۱** **یہ خدا کی رحمت سبب تو انکو ایسی نرم ہو گیا ہے۔** **۱۲**

کہ در دب و قانع و غیره معاملات میں اس سے تداویس نہ ظاہر ہوں اور شہر تاج محمد ہو وہ کہ
 ہوں اور اپنی ناخن تداویس صحت پیچیدہ معاملات کی گنجشہ کو نکو عمدہ طور پر سلجھا دی اور جب
 ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز پس نہیں ثابت ہوتا کہ آپ عقل
 اور نہیں تو قصہ حکیم کو ہی ملاحظہ فرمایا جس پر یا خلع اپنی خلیفہ مانی کو ہی دیکھو یحییٰ غرض کہ اہم
 خلافت میں جعفر معاملات پیش آئی اور میں سے کوئی ہو سلجھا کر کوئی ہو اور ہوا اور خلافت سے جو بزرگ
 جن سے کسی کی تہی کہ تدریج شائع الہیہ معاملہ رہا نہ ہو اور مسائل مبنیہ و احکام شرعیہ یہاں تک کہ
 حاصل ہوئی اور جب کچھ حاصل ہوئی تو انکو قاعدہ کلیہ معلوم ہی ہو گا اذ اخلا البشی عن مقصود
 لہذا۔ علاوہ ان میں عقلیت کی ضرورت تو اس وقت سے جبکہ معلوم نہوں اور جب معلوم ہو
 اور سہو گونہ اخلا کا صادر ہونا اور شہر محال ہو تو پس یہ فیہ محض لغو ہے۔ اعلم ہونی کی قیام
 ہی غلط ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جب امامت مانی نبوت ہی تو اوصاف امت کہ میں ہی فرغیہ
 ہو کی نبوت کو جب نظر مال سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکا مدار محض صفات
 و جہتہ خداوندی شانہ پر ہے حق تعالیٰ اپنی عباد میں سے جسکو چاہی برگزیدہ فرمادی ہو
 کچھ نور خداوندی پر نہیں اور نہ کچھ اعتراض لایسئل عما یفعل اور نہ یہ کہ
 کہ جو علم اہل زمان ہو وہی نبوت کو دیکھ کر برگزیدہ ہو یا ہر کسی کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اسی پیدا ہوئی اور بعثت تک امی ہی کسی قسم کی ظاہری تسلیم نہیں پڑی
 اور اس زمانہ میں صدہا علماء و احبار دین موسوی و عیسوی کی موجود تھی جنکو کتب سماوی
 از بر تھی اور مسائل شرعیہ مستحق لیکن خلعت رسالت ہمارے پیغمبر نہو امی صلوات اللہ علیہ
 کو ہی عطا ہوا اذ لک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ گو بعد نبوت کہ حق تعالیٰ نے اپنی
 بنی کے سینہ کو مراثی لوح محفوظ بنادی اور اسکی قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرمادی
 اس طرح امامت کمال ہونا چاہیے کہ جو امام ہو وہ محض اصطفا خداوندی سے ہو چنانچہ ائمہ
 نفس سپردال ہو اور قبل امامت اور اسکا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہو بلکہ بتابع رسول

گوید است بسبب محدثہ کی کہ خاصہ امام جو علم و جادو لیکن پہلی سزا دہلی کا علمی
 ہوا خطا ہے اور انکو اس بخت میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ یاد ہوگا یا وجہ دیکھ خضر علم تھی
 تو ہی حضرت موسیٰ و خضر افضل تھے۔ باقی رہا یہ کہ خلافت فاضل سے ایک مفضل کو
 دینا مطلقاً ہیائت قبیح ہے اس میں یہ تو فرمائی کہ فاضل سے خلافت لینے کے کیا معنی
 میں یہاں سے اختلاف کی ہر وجہ اختلاف نہیں نہیں کیونکہ مفضل ہوگا مان اگر اس
 معنی میں کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو خلافت دیا ہے تو صحیح ہے مگر کلی سبب کے لئے
 کہ ہم اس قبیح کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ مفضل قرآنی ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے فاضل کو چھوڑ کر
 مفضل کو امامت عطا فرمائی۔ حضرت شمول علیہ السلام جو اپنی زبان میں بنی اور اوس اور
 اور اسلام اور اقلیتی ہر حق تعالیٰ نے انکو چھوڑ کر طاہر کو امام بنایا جو اوس کے کم تھی تو اس سے نہایت
 کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو امام بنانی کا قبیح محض اگر حکم الحاکمین مقرر ہے مانتی ہے ورنہ
 عند احد قس کے قبیح نہیں بلکہ قبیح سہی لیکن یہ ہی قبیح و شناعست ہے چنانچہ
 نواب و عمال میں جی جاری ہے کیونکہ جیسی است مالی نبوت بنایا ب تالی است ہے و مطلقاً
 قبیح ہے کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کر کے بھیجا جائے اور
 اس سے زیادہ اہم و استغنیہ ہے کہ حکومت اوس شخص سے لیکر جو عہدگی سے اس کی فرائض
 بجا لارہ ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جس کا حال ایسی نہ کہ بجز یہ میں نہ آچکا ہو کہ بعد آپ
 شرح نفع الباقیہ یا متن ہے کہ کھولیں اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے کس
 کس کو حاکم بنایا اور کس کو معزول فرمایا اور کہاں تک اس شہر کی رعایت رکھی تاکہ
 آئندہ اس کی شہرت لکھی بابت بندہ کہ قول کی تہذیب ہوگا اور ہم ہی کسی موقع پر انشاء اللہ
 آج کے متنبہ کریں گے **قولہ** اذین افضل کے سوتے مفضل کی خلافت کے بطلان پر
 اور طرح ہی دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ اگر مفضل افضل کے سوتے خلیفہ ہو تو لائے مئی
 مفضل کا محکم ہو اور اشراف اودن کی تواضع کا امور ہو کیونکہ افضل مفضل کی ان یا مگر

ہوگا اور عیال خلیفہ کی تواضع کر لیں یا وہ بھی اور یہ بات عظاماً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری
 عرض قبول نہیں کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر سنی وہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں
 جس میں ہے کہ ان لوگوں کو دلائل بیان کی ہیں کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفصیل دیتی ہیں یہ فراموش
 ہیں۔ و آخر میں قال بفضل الانبیاء علی الملائکہ بامور احدھا ان الله تعالیٰ امر الملائکہ
 بالسجود لآدم وثبت ان آدم لم یکن کالقیۃ بل کانت السجدة فی الحقیقۃ واذا ثبت
 ذلک فوجب ان یمکن ادم افضل من لان السجۃ نہایت التواضع وتکلیف الاشرف
 بنہایت التواضع للادون مستقیم فی العقول فانه یفصح ان یمر ابوحنیفہ ان یخدم
 اقل الناس بضاعۃ فی الفقہ فذل هذا علی ان ادم علیہ السلام کان افضل من الملائکہ
اقول یہ دلیل ہی برہان غاصبہ ہے اور بوجہ چند محمل بحث ہے اولاً یہ کہ گفتگو
 استطرافاً نہایت سچی اور یہ دلیل برگزشتہ شریعت نہیں کیونکہ اشراط اوسوقت ثابت
 جبکہ دلیل مفضل کے امامت کی عدم انعقاد پر تحقیق دلالت کرے بیان اگر ہی تو لزوم قبیح ہے
 جس پر قریب بحث کی جا سکتی ہے ان اگر اہل حل و عقد کی کو خلیفہ کریں تو البتہ افضلیت کا کو
 رسمی رکھیں اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مقصد میں خلافت ہو تو اس کے
 خلافت کے عدم انعقاد پر یہ دلیل برگزشتہ دلالت نہیں کرتے۔ ثانیاً افضل کا مفضل کے لیے
 امور ہونی اور شریعت کا اودن کو یہی محکوم ہونی کا لزوم ہی غلط ہے ہم کہتے ہیں کہ مفضل
 مفضل کا امور اور شریعت اودن کا محکوم ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ قانون شریعت جسکو
 حق تعالیٰ شائع فرمایا ہے اس پر رسول کے استیجاب کی لیں دستور العمل مقرر فرمایا ہے تمام امت کی افضل
 یہاں مفضل اور کیا شریعت اور کیا وضع سب اویسی محکوم داسور میں امام کا حکم اگر وہ جب
 لاطاعت ہے تو اوسے حیثیت سے ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری
 نسل مجیب ہے فرما چکی ہیں کہ غرض اوس سے شرائع الہیہ و معام ربانیہ کی تردید ہے پس
 رکوئی ایسا نہ ہو اوس حیثیت و اعتبار سے کوئی خالی ہو تو وہ ہرگز واجب اطاعت نہیں ہوگا

مثلاً اگر امام کہی کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا اس کا تمام مال میرے حوالہ کر دے۔ یا
 فی سبیل اللہ لٹا دی یا بھوکو حبسہ دے کر سی تو یہ حکم ہرگز واجب الاستتال نہ ہوگا چنانچہ فقہائے
 فان تنازلت عنہم سی اسکی طرف اشارہ ہر خلاف رسول کے کہ جمیع قول افعال کے برخلاف
 وغیرہ سب بات کر لیں تشریح ہر کیونکہ است کر لیں شریعت کا حصول بدون وہی اصول
 کہ ممکن نہیں۔ جب مسئلہ پہنچا فصل کا مفسول کے محکوم ہونا لازم نہیں آتا۔ ثالثاً مسئلہ افضل
 مفسول کے محکوم ہو لیکن ہم اسکا قبیح ہونا تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بالاتفاق حالات میں
 حضرت شعیب علیہ السلام حضرت داؤد افضل تھے اور اسکی محکوم اور تابع ہوئی اور حضرت خضر سے
 حضرت موسیٰ افضل تھے اور انکی امور و مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کے مفسول کے مطیع
 قبیح نہیں ورنہ لازم آوی کہ معاذ اللہ شارع آمر بالقبیح ہو جو کہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ جائز
 تو لزوم قبیح عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ رابعاً بالفرض تسلیم اگر افضل کے محکوم ہونا مفسول
 کو لے کر قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی یقین نواب اعمال حکام سرایا و جیوش و نصب و تنصاف
 وغیرہ میں سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ میں جناب امیر کے حالات کا تتبع
 کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ہرگز اسکی پابندی نہیں کی ہے اور اس شیعہ کو قبیح
 نہیں جانا آپ شیعہ علیہ السلام ہی کو ملاحظہ فرمایا لہجہ محقر تنبیہ گذارت کرنا ہوں کہ آپ نے
 عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ائمہ المؤمنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ
 کی رباب ہتی عمر بن کی حکومت سے معزل فرما کر نعمان بن عجمان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت
 عمر بن ابی سلمہ نے ادارت کو مہات کر ایسی طرح آدا کیا کہ مورخ حسین کو فریج چنانچہ اسی کی بنا
 موجود ہے تو کیا نعمان عمر سے افضل تھی اور ظاہر ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیر کے کسی کو
 موقوف علیہ تھی اور نہ حضرت آپکی محتاج تھے ہر بلا ضرورت داعیہ کیوں آئی انکی قبیح
 فرمایا اور باقی تمام عصمت اور یہی زیادہ اقبیح و شنیع ہے اور اسے طرح محمد بن ابی بکر کو اس
 معزول کے ہشتکر کو مقرر فرمایا اور اپنی حبش سے دو امیروں پر جو زیادہ بن نصرانہ

نیاو کا مختصر تاریخ

ابن ہانی ہتی اور انکی اتباع پر مالک بن حارث ہشتر کو امیر کیا اور انکو کہا فارس سے معاملہ کرنا
 ان سب کو رہنی دیکھی زیادہ بن ابی صفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصر حال گذارش کرنا
 ضرور ہے آپ شروح بیخ البمانۃ میں مطابق فرمالین یہیہ شخص سیدہ لونڈی کا بیٹا کجست
 زبان کا فصیح و بلیغ و زبان آور تھا ایک روز حضرت عمرؓ کی رو برو مجلس میں اسی تقریر
 کی کہ حاضرین کو بہت پسند خاطر ہوئی عمرو بن العاصؓ بلی کاٹش اگر یہیہ قریشی ہوتا تو تمام
 عرب کو اپنی لاپاشی سے ہلاکتا۔ ابو صفیانؓ کا خدا کی قسم یہیہ قریشی ہی اور اگر توحانی تو معہوم
 کر کے کہ یہیہ قبیلہ کو عمدہ گوگوین ہے ہے عمرو بن العاصؓ نے پوچھا کہ اسکا باپ کون ہے تو قسم
 لگا کہ میں اسکو سکران کے رحم میں رکھا ہوتا عمرو بن العاصؓ نے کہا تو پھر اسکو اپنی سائیدہ نسب
 میں کیوں نہیں ملا لیتا۔ اوسنی امیر المومنین عمرؓ کا خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ
 کر کے کہ اس سے ہر ڈرنا ہوں کہ میری بدن پر میری کہاں ہی جلاو گیا چو کہ اسکو باپ کا
 تعیین نہیں اسکو زیادہ ابن سیدہ اور زیادہ بن ابی صفیان اور زیادہ بن ابیہ کہتے ہیں۔ جناب
 امیرؓ نے اسی زمانہ امارت میں اسکو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اوسکی حضرت کو معہوم ہوا
 کہ امیر معویہؓ بغاوت کو تحریکیں مگر غیبی راہ سے اور اپنی کتہ ملا جا ہوتا ہے تو اپنے راہ کو
 خط لکھا جو بیخ البمانۃ میں بروی ہے۔ اوس خط کو پڑھ کر قسم لیا کہ کہہ کہ حضرت فی ہبی ابیہ
 کو دعویٰ کے صدق کی شہادت دی قد شد ہا و رب الکعبہ انجام بہ ہوا کہ حضرت
 امیر المومنینؓ کو چوڑ کہ امیر معویہؓ سے جا ملا اور اسکا جو کچھ نتیجہ نکلا شب کو معہوم ہوا کہ
 اسی شخص کو جب پردہ الزنا ہونے کا ظن غالب تھا آپؐ نے فارس کا حاکم مقرر فرمایا حال
 ولد الزنا بخش میں ہے اور اسکا جو ہونا تک بخش ہے من لا یخفر من ہے ولا یجوز الوضوء بسو
 الیہ فی والظہرک وطل الزنا والذکر۔ اور اگر ولد الزنا مومن نہیں ہوتا این بیہ غمی خضال میں ہے کہ
 عن ابی عبد اللہ لا یدخل حلاۃ الایمان قلب من دى ولا یحزى ولا یحزى ولا یحزى ولا یحزى

نیاو کا مختصر تاریخ

ولا ینکثر منہ ولا من حلقہ منہ سزا الیٰ - تشریح بن حرات کو جو خلفا کی زمانہ سے قاضی تھے اپنی
 قاضی مقرر فرمایا ان حالات کو دیکھنی سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے تعین میں افضلیت کو
 محمود خاطر نہیں فرمایا۔ پس اس سے عدم استثناء افضلیت ائمہ میں یہی ثابت ہوا۔ قاضی
 امام رازی ہم کی دلیل کو جو افضلیت اسیار میں بیان کی ہے اپنا استدلال قرار دینا غلط ہے اور
 اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ امام کی دلیل کے استدلال کا دوسرا سبب ہے
 جو نہایت تواضع پر اور نیز سجدہ ہی اس طرح کو بالاستقلال حضرت آدم کو ہی تھا یہ نہیں ہے
 کہ سجدہ نے بحقیقت خدا تعالیٰ کو بہا اور حضرت آدم محض اس لئے سجدہ کیا کہ افضل مجیک دلیل میں
 نہ نہایت تواضع ہے کہ امام کی اطاعت کر لیں اور یہی سبب حکم موافق شرع ہے اور یہ
 اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہیں نہایت تواضع جب ہو کہ جب است امام کو سجدہ اور
 لیس مامور ہو پس یہ کہنا کہ رعایا صلیعہ کے نہایت تواضع کے لیے یہی نہایت ہے اور نہ تواضع
 یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حقیقت سے ہی آدھ واسطہ اطاعت خدا
 و رسول ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ مقصود امامت سے ترویج شریع الہیہ کمال دینیہ ہے اور اگر
 آپ کو دعویٰ ہو کہ امام کے یہی است مامور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال مہتر
 مطاع ہے تو تاب کیجیے اور دلیل دیجیے۔ سادہ اس دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا جواب جوام
 رازی نے ان لوگوں کو تلخ فرمایا ہے جو ملائکہ کے تفصیل کے قائل ہیں نہ کہ مکرر کس قدر انسانی
 ہے۔ ابھی ہم اس جواب کو نقل کرتے ہیں اور جواب استدلال کو اس پر ختم کرتے ہیں۔
 احاب القائلون تفصیل الملک عز المحلۃ الاحولی فقالوا قد سبق بیان ان من الناس
 قال المراد من الخوہ التواضع لا وضع الجہۃ علی الارض ومنہم من قال انہ عبارة عن وق
 امام الاممہ شہرہ دی ہے کہ ان کے شریعی سند ہے اور حرجی اور دینی اور گوی اور حرجی اور ہک اور
 ۱۱ اس سے یہ عادیہ دہا رہے کے دلیلیں ۱۲۔ ۱۳ جو لوگ شریعت کی تفصیل کے قائل ہوتے ہیں انہوں نے
 جب لا حرج دیا ہے کہ پہلی گدہ چکا کہ جس لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ سجدہ سجدہ تواضع ہے۔ یہ پیشانی دیکھا
 کہتے ہیں ۱۳۔

الحجۃ علی الارض لکن قال السجود لله تعا وادم قبلہ السجود علی ہذین القولین لا اشکال لہما
 اذ اسما ان السجود کان لادم فلم یقلتم ان ذلک لا یجوز من الاشراف فی حق الشریف وذلك لان حکمہ
 قد یقتضی ذلک کثیرا من حب الاشراف والظهار النہایۃ فی الانقیاد فان للسلطان ان یجلس
 اقل عبیدہ فی الصدور وان یامر الاکابر یسجد متساویون غرض من ذلک اظهار کونہم مطیعین
 فکل الامور منقادین لہ فی جمیع الاحوال فلم لا یجوز ان یکون الاحقرینا کذلک والیضا العیس
 من مذہبنا انہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وان افعاله غیر محللہ وذلک قلنا انہ لا اعتساف
 علیہ فی خلو الکفر فی الانسان ثم فی تعذیبہ علیا بد الایاد واذ کان کذلک فکیف یعرض علیہ
 ان ینام الا علی السجود للادون انہ قولہ آپ تسبیح رضای می ملاحظہ کیجی تحت آیت
 فلما انبأہم باسمائہم الخ وہو یہ کہتے ہیں واعلم ان ہذا الایات تدل علی شرف الانسان
 ثم تیل العلم وفضل علی العبادۃ وانہ شرط فی الخلاقۃ بل العین فیما انہ بعد الخلق اور
 نیز کی اخیر میں یہ کہتے ہیں وان ادم افضل من ہولاء الملائکہ لانہ اعلم منہم والاعلم افضل
 لقولہ تعا اهل سبتوا الذین یعلمون والذین لا یعلمون ویکہی اکی قاضی صاحب اسکاٹ
 خلافت بل العمہ فرماتے ہیں - اقول یہی مسئلہ لان تم اوس مسئلہ لال سو ہی کہیں
 بڑی کہی جیسا کہ میں نے لائقوں کو اسلوا سے کیا تھا اوس کجبت نے نورث قید ہی
 بوجہ ذلک کر کے معنی مقصود کو بجا رہا اور جملہ کے معنی حقیقی ٹھیک رکھی تھی لیکن ہمارے
 ماضی محبت نے تو نہ سیاق عبارت کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکھے ہیں ان میں

شیراز اور انیسٹا کی تشریح میں یہی لکھا

کہ سجدہ ہوتا تھا کہ نہیں ہی لیکن سجدہ اللہ تعالیٰ کو ہوتا اور ادم سجدہ کر لی بلکہ قید کے ہوتے اور ان دونوں اقوال پر کچھ شبہ
 نہیں لیکن جب پہلے سجدہ کریں کہ سجدہ ادم کو ہوتا تو ہم یہ کہیں کہ کبھی ہو کہ یہاں شرف سے شریف کی حق میں جائز نہیں اور یہ
 اس وجہ سے کہ ان اوقات حکمت کے مقتضی ہوتے ہیں کہ اشراف کی محبت اور اوس کی نہایت اعانت خارجہ و جدی - بادشاہ کو اختیار
 کہ ستر میں غلامان کو صدر میں پہنلا دی اور اکابر کو اوپری خدمت کا حکم کری اور اس کی غرض ہوتی ہے انہما را اعانت و انقیاد
 تمام امور و اعمال میں ہو تو کیا جائز نہیں ہے کہ یہاں ہی سیدھے ہو اور تیر کیا جانا نہ یہ نہیں ہے کہ خلاف سجدہ چاہتا ہے کہ اس کا
 ارادہ وقت کے حکم کے ہی اور اس کی افلاحت میں ہیں اس سے سب سے کفر پیدا کرتے ہیں ان میں اس سے کچھ اعتراض نہیں ہے اور نہ
 یہ کہ اس کے بعد ان کے مذہب کے مذہب کے اعتراض ہی حال ہی تو اس سے کچھ نہیں کہ ان کے اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی سجدہ

نہیں ہے اور اس کی

کہ ابتدا اس قصہ کے یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ہم زمین میں نائب بنانا چاہتی ہیں
وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِیْہِ الْاٰدَمَ خٰلِفًا تَوَابِ اِسْمِہِ اِہْلِ الْاَصْنَافِ
وہ علم و عقل و فہم بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہے اور حضرت آدم
کس کس کی از خلیفہ تھی کیا آجکے وہ خلافت جو ہماری اور ہماری مجیب کے متنازعہ نہیں ہے اور
جس میں اس وقت گفتگو ہو رہی ہے اور جس کی لئی شرائط ملکہ لفظ عصمت و فضیلت مختلف ہیں
بین الفریقین میں وہ ہے خلافت مراد ہے اگر وہ ہے خلافت مراد ہے تو فرامین تو سن رہی
کہ حضرت آدم علیہ السلام کو لکھی تھی کہ خلیفہ تھی یا کوئی اور خلافت مراد ہے انیسویں کے
مجیب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس جگہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہے اگر قرآن شریف یا
انہیں تھا تو کہو لکھ دیکھ لینا تھا یا کسی شئی حافظ سے ہی پوچھ لیا ہوتا تاکہ سیاق و
معنی واضح ہو جائے کہ یہ حضرت آدم کا قصہ ہے اور خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے علامہ
لزمین آجکے ہماری فاضل مجیب کے علم و فہم پر آفرین ہے کہ اس عبارت کو شرائط فضلیہ
کی دلیل سمجھ کر پیش کیا ہے اور اپنی کمال دانش مندی اور دھور علم سے یہ سمجھ کر شرائط
میں دانہ کی صنمیر شرف یا فضل کی طرف راجع ہے حالانکہ اطفال کا فیہ خوان بھی سمجھ سکتے
کہ یہ غلط ہے ہر اوسپر طرہ یہ ہے کہ اس سے الکی فرماتی ہیں کہ دیکھی آپ کے قاضی صاحب
اس کو شرط خلافت بل عمدہ فرماتی ہیں اس جگہ ہی لفظ (اسکو) پر اکتفا فرمایا اور یہ
کہ قاضی صاحب کو شرط خلافت فرماتی ہیں سہلنا آپ کی سیاق عبارت کی خلافت
صنمیر (ذرا) کا علم ہے اور لفظ اسکو ہی علم ہی کی طرف راجع ہے لیکن تاہم دعا
عجب ہے کہ چونکہ یہ جب ثابت ہو کہ جب اعلیٰ فضیلت کو مستلزم ہو حالانکہ یہ
آپ کے اعتراف سے باطل ہے آپ نے انصاف کے تعریف میں اسکا وار و مدار احوال حمیدہ
صفات پسندیدہ پر کہا تھا اور شروع دلائل میں علم و ادب و تقویٰ و عقل جو نے
کہا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ مستلزم فضیلت کو نہیں بگاڑتا

لیو اور صفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علی الخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہی
 پس جبکہ اعلیت مستلزم فضیلت کو نہیں ہے تو یہ استدلال ہی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے
 جب ہم نفس اس عبارت میں تامل کی نظر سے دیکھتی ہیں تو یہ بات معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت
 ہرگز مثبت مدعا نہیں کیونکہ قاضی رحم فرمائے ہیں و اہل شریعت فی الخلافۃ بل العمدۃ فیما اولیٰ ہر
 کہ لفظ بل اسجگہ ترقی کے واسطے نہیں ہے کیونکہ شرط بد نسبت عمدہ ہونی کے اعلیٰ اقویٰ ہی تو ترقی
 ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیا جاسی تو اعلیٰ سے جو شرط ہر ادنیٰ
 طرف جو عمدگی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہے اور عمدگی کی اولیٰ وہ ہے نہ موقوف علیہ
 تو لفظ بل اسجگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور ایمان بلفظ اس شرط محض لغرض مزید تاکید ہوگا تو گویا
 قاضی رحم نے لفظ بل عمدہ فیہا کہہ کر یہ ثابت کر دیا۔ و انہ شرط فی الخلافۃ سے یہ مراد نہیں
 کردہ موقوف علیہ خلاف کا ہے اور اگر یہ معنی نہ ہوگی تو لفظ بل عمدہ سے یہاں محض لغو و لا ھلک
 محفل نقص ہوگا پس قاضی صاحب کا یہ قول آگے کو کچھ مفید نہیں بلکہ مضری ہے کیونکہ عدم شرط
 پر دلالت کرتا ہے نہ شرط پر **قول** حدیث سنی آپ کی علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع البحر
 جامع غیرین روایت کی ہے۔ اجمارجل متعل ہر جلا علی عشرۃ انفس وعلم ان فی العشرۃ
 افضل ممن یتعل فقد غش الله مرسلہ وغش جماعۃ الموصیین ع۔ عن حفصہ بنتہ
 اب ذر الصنف فریسی کہ جب مفضل علی حکومت دس آدمیوں پر جابر نہ ہو اور اوسین خدا
 رسول جماعت مومنین سے دنیا لازم آدنی پس تمام مومنین پر مفضل کی حکومت میں کہ احوال
 و انفس وغیرہ کا مثل نبی اولیٰ تجرب ہو کہ قدر قیامت دشمنی لازم آئیگی **اقول** اس
 حدیث کو معنی آپ نے جو کچھ صحیح غلط میں بیان فضیلت سے فضیلت متنازعہ نہیں
 ہرگز اور نہیں کہ حسن حیثیت فریتہ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اسجگہ فضیلت سے
 مراد بالفضل انجری ہے کہ جو متعلق بجا آدمی مقاصد ریاست و شرف و بزرگاری کی ہو مثلاً اگر کسی
 سریر یا حبش پر حاکم مقرر کیا جادے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا جو خاص فن حرب و معان

و ضرب میں زیادہ ماہر و خیر ہو اور شیخ ہو اور خداع و حروب اور ادب کی چال و فریب واقف ہو
 اور اگر کسی کو کسی ملک پر حاکم کیا جادی تو وصف تالیف قلوب بغیر زمین اور سیاست
 بدون ظلم و ستمین اعلیٰ درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کمی کے کسی خاص صفت کو جو
 مقدم کیا جادی مثلاً کسی خاص ساختہ کو جس سے ادب کی سعی و کوشش زمین زیادہ پور
 مستور ہو آجکے مہم ہو گا کہ حالات سے حضرت شمول علیہ السلام زاد علیہ السلام افشیل ہی باوجود
 اسکی حق تعالیٰ مفضل کو نام مقرر فرمایا اور ظاہر ہی کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس شخص کو
 زیادتی احتیاق ثواب حاصل ہو اور دلی کامل ہو وہ ہمہ مشفقہ کو ہی سب سے عمدہ طور پر
 انجام دے دے علاوہ اذین ہم کب کہتی ہیں کہ مراعات افضلیت نہیں چاہی ہی اگر انکار کرے
 ہیں تو اس شرط کا انکار کرے ہیں۔ اس حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی
 عامل بنایا جادی تو محالہ افضلیت ضرور ہی ہم ہی کہتی ہیں کہ جب کسی کو اسیر یا غلام یا
 نو افضلیت ملحوظ رکھنا چاہی لیکن اس سے یہ کہیونکہ ثابت ہو کہ اگر افضلیت فوت ہو گئی
 تو لارست غیر منعقد ہوگی اور اسکی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر نامل کی طرف سے دیکھا جادی
 تو اسی ادایت سے اتفاق و مہم ہوتا ہی کیونکہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ بخشش تو اسی
 و نیت سے جبکہ اسکی لارست منعقد ہوگی اور وہ واجب اطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب اطاعت
 ہی نہیں ہو اور اسکی لارست ہی منعقد نہیں ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا بخش ہوادہ تاہم
 ہی لغو ہوگی نیز شکہ افضلیت کو مراعات سے انکار نہیں بشرط اسے انکار ہی تحفہ اثنا عشر
 کی بحث افضلیت میں نہ کرے ہی آجکے دیکھا ہوگا آری اگر غضب و عین اہل حل
 و عقد باشد ہی باید کہ غضب افضل کنند در ریاست و شرائط سرداری نہ در امور دیگر آری
 ہر دلی کامل عالم مشہور سید امین الظرفین کہ از وی امور سرداری یک خانہ سرانجام نمی تواند
 در خواستہ پستی و باری باید۔ اس سے قطع نظر آجکے بحث میں عنقریب معلوم ہو چکا ہے
 کہ جناب امیر نے اس شرط کا لحاظ نہیں فرمایا کیونکہ جب زیادتی کسی شخص کو ایک ملک

حاکم بنادیا تو بس اس سر پر ہرگز اور کیا عدم رعایت اس شرط کی ہوگی پس اس سر معلوم ہو گیا
 کہ یہ شرط جناب امیر نعم کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول پر نہیں یا آپ معلوم نہیں کہ چونکہ
 خدا اور رسول و جماعت مومنین کے ساتھ عیش کیا۔ معاذ اللہ قولہ ایک دو اور حدیث
 دلی اللہ صاحب علی نقل کلام میں آگیا کہ اس مقام میں عسرت کی شہادت سن لیں جس کی ایک عالم
 حبیب و فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود شہو محمد پارسانی باوجود سخت نقصہ کے
 کتاب فضل الخطاب کے آخر میں بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر مرقی علیہ الرحمۃ سے علامات
 امام میں جناب امام رضا علیہ السلام سے ایک طویل روایت لکھی ہے چونکہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے
 یہی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اٹھارہ میں جسکا ذکر فاضل رشید نے یہی ایضاح
 میں کیا ہے نقل کی ہے لہذا خوف طوالت شیخ صاحب دہلوی کی یہی فارسی روایت پر
 اتکا کرتے ہیں وہ اس سالہ کی اخیر میں بعد ذکر ائمہ فراتی ہیں عبارتہ کہذا و این ابو جعفر
 مرقی نے مذکور علامات امام و فضل دی از امام علی رضا آوردہ است کہ فرمود امام را علامات نہایت
 کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر و دیگران باشد و ولادت کردہ شود
 مختون و دوی پاک باشد و از پیشاپیش کیسان بنید و چون او شکم او بر زمین آید مرد و گفت و
 افتد و از پیشاپیش دین بر آورد و مختلم نشود و چشم او بخواب رود و دلش سیدار بود و محدث باشد
 و در رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر دوی است آید و نزد دوی سلاح آنحضرت صا باشد و شمشیر او
 ذوالفقار و نزد دوی مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا و نزد دوی صحیفہ بود کہ در دوی نامہای مخالفان او تا روز
 قیامت باشد ثبت بود و بول او غلط اور کسی بنید و زمین ہو کہ بول او بر زمین آید و بول او
 آید از دوی و بوی دوی خوشتر از بوی مشک بود و بر مردم انقبہا می ایشان نزدیکتر بود
 ہر زمان تر از مادر پدر و متواضع ترین مردم بود و مرتج را عز و علا و امر معروف و نہی از منک
 نہی از منک کند تر بود و از ہمہ خلق دعائی او مستجاب بود کہ اگر پر سنگ دعا کند
 پاره شود و مویید بر دوح قدس بود و میان او و خدا نمودی بود از نور کہ بنید در دوی

اعمال نیکه گان را در جبهه بدان محتاج بود که هیچ بیست کرده شود و برای او پس بداند که هیچ قبول
 کرده شود از وی پس نهاند و امام شده شود و بزرگدست بود و در عین بشود و بخورد و بنشیند
 و جهان کند و بخشد و شادان شود و غمگین نشود و بکشد و دیگر بکشد و بدید و بدید و بدید و بدید و بدید
 و زیارت کرده شود و حشر کرده شود و پشیمانه کرده شود و در موقف عصمت و عزم کرد و پشیمانه
 برای اعمال پشیده شود و از آنها را کرام کرده شود و شفا عتس قبول کرده شود و دلیل در
 دو خصالت است یکی علم و دیگری استجابت و دعوات و الله بعد از پیغمبر صلی الله علیه و سلم
 کشته شده اند و شمس و زهره و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است و چنانکه
 غلات گویند علیهم السلام که ایشان کشته شده اند و در حقیقت بر مردم شب ایشان انداخته
 و این سخن دروغ است چه این مخصوص از آنها را اولیا عیسی بن مریم است چه ویرا
 از بین زننده برده باشند در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند و چون بر آسمان پادشاه
 روح او را در بدنش باز آوردند و امام است بزرگتر و منظم تر است از آنکه مردم بقتل بکنند آن بر سر
 و او را کسب حاصل کنند امام مخصوص است به تمام فضل و طلب کسب بکند محض اختصاص
 و بفضل و باب حکما و تبحر و عقلا قاصد و او با عاجز و بدی محصور از وصف نشانی از نشانی است
 و فضل از فضائل او میدهد و او را حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود آنچه معنی دهد غیر از این
 اگر چه اسرار و ادب است و جو خرابی کند و سبب است و خلالت و امامت خلفا و الله و دیگر خلفا
 متغلب بر که این اوصاف می موصوف نه تهی آئی هیچ بسبب کی بلکه اولی صاحب فهم بر پشیمانه
 بنین که بیان می نظر صرف شرط افضلیت امام که ثابت کرناهی آورده اس روایت می
 انظر من الشمس می قطع نظر او را اوصاف سنده روایت نه که شروع علامات امام
 به الفاظ بن عالم تر و حاکم تر و سلیم تر و پر پیروزگار و متجاع تر و عابد تر و دگيران باشد و او
 افضلیت بر دل بین که اهل حق خلافت و امامت که شرط جاتی بین حضرت مجتبی از
 کسی هم نه سبب گویند و هم نه که چون که به روایت ابو جعفر حمزی علیه الرحمة سے منقول می آید

ہل سنت پر حجت نہیں کیونکہ یہ ہم فاسد چند وجہ سے مردود ہی آؤں۔ یہ کہ خواجہ پارسا اور
 شیخ عبدالحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہے اور ہرگز انکار یا رد کا اشارہ
 تک نہیں کیا اور اگر خاتم المحدثین بجز نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہے دوم روایت
 شیخ ابوجعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کی نزدیک مقبول شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج درویش
 کوہین جہانچہ اس سے پہلی حیدر و امین نقل کر کے کہتی ہیں۔ اخرج هذه الاحادیث
 الخمسة ابو جعفر محمد بن علی بن الحسين بن بابويه القمي وكان من شيوخ الشيخ
 وشهرويه نعم استشهد به البخاري رحمه في كتاب الطب الخ اور شیخ عبدالحق صاحب
 اس سالہ میں فرماتی ہیں۔ داین پنج حدیث ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ
 القمی اخرج کردہ و ابن بابویہ و شیوخ شیعہ مشہوران ایشان است بخاری در کتاب خود و کتاب
 الطب بومی اشہاد کردہ و در حقیقہ مضمونش انیت کہ شفا در ستہ چیز است حجامت کردن غسل
 خوردن و داغ نہادن گفتہ مراد القمی عن ابیہ عن مجاہد عن ابن عباس ایچنین آوردہ است
 در کتاب الانساب امام ابو سعید عبد اکرم محمد اسمعائلی انتہی۔ **اقول** ہماری ہمار
 محیب اس روایت کو نقل کر کے خوشی سے پہلی نہیں ساقی جامہ سے باہر ہوئی جاتی ہیں
 افتدہ ہے پر کیا کچھ ترالی میں اور کیا کچھ نازش و افتخار ہے گو یا میدان مناظرہ آج آپ ہی کے
 ماتمہ ہے اور بزرگ خود مذہب اہل سنت پر کیسی کچھ خرابی ڈالی مگر یہ خبر نہیں کہ ہر دو تہ
 بہت بطور فرج کے بدلہ حزن و غمگینی اور نازش و افتخار سے عوض دولت و شرف کی نصیب ہو
 ہم تو کیا عرض کریں اہل انصاف خود دیکھ لینگے اور انصاف سے بول اوٹھینگے کہ یہ اچکا نادو
 افتخار بجا ہے یا بیجا او تقلی و ترفع روا ہے یا ناروا ہو کو سخت افسوس ہے کہ آجے فضل خطاب
 کو ماقبل و مابعد سے ذرا ہی نہ دیکھا کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ روایت کس موقع کی ہے اور کس
 عبارت سے اسکا ربط ہے اور کس دعا کی یہ نقل کی گئی ہے اگر آپ نہ مل کتاب کو ملاحظہ فرماتے
 تو میں یقین کرتا ہوں آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ میں نقل تک بھی نفرماتی

چہ جائیکہ آپ نادر افشار راوسپر فرمایں اگرچہ آپ نے اس روایت کو رسالہ شیعہ عبدالحق محمد شاہ
 دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کے ہی اور رسالہ اہل بیت
 میں پی ای او سی سے ترجمہ لیا گیا ہے۔ اسی ہی ہم اصل فصل الخطاب سے کہ پیش نظر رکھ کر کہ
 جواب ہوتی ہیں کہ یہ ترجمہ کے جواب سے ہی منفی ہوگا۔ محکو ضرورت نہ تھی کہ بجواب اس
 روایت کو ہم ابو جعفر راوی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کو تقلید و تزییف کی طرف متوجہ
 ہوتی کیونکہ بحول اللہ و قوتہ ہماری پاس اس کا جواب ہادم میان استلال اور قاطع حق مشہ
 موجود ہی جسکو ہم آئندہ گذارن اسٹیکشن کر نیو لیکن جبکہ ہماری محیب صاحب نے بطور دفع
 دخل مقدر کے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کر دیا کہ راوی کے کذب ممکن ہے
 اور نہ روایت کی تخلیص ہو سکتی ہے نو ضرور ہوا کہ ہم اپنی محیب سب کو اذکی غلط پر متنبہ
 کر دیں صبح ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت باتفاق فریقین لکھا
 و عدم عدالت اور صدق و کذب روایت پر منحصر ہے۔ آپ کے شہید ثانی صاحب معالم اصول
 میں تحریر فرماتے ہیں مختصا عرض کرتا ہوں۔ وللعجل بنجر الواحد شر الط کلمہ متعلق بالاد
 الاول الکلیف التا الاسلام الثالث الایمان الرابع العدالت وہی ملکہ فی النقص
 عنہما عن فعل الکبار والاحرار علی الضعاف و منافیة المروءة الخاصات فی الضبط۔
 سی ند القیاس آپکو معلوم ہوگا کہ السنن کے نزدیک ہی روایت کا اعتبار اچھی اعتبار ہے اگر آپ
 شیخ عبدالحق محمد شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی کوئی رسالہ متعلق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا
 ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ ہی یہی فرمائی ہیں اور طریق معرفت عدالت ہے
 پسندہ امور پر موقوف ہے معلوم اصول ہی میں دیکھ لیجی لکھا ہے
 لے خیرا علیہم لے کر لی شرائط ہیں۔ متعلق راوی کے ہیں پہلی شرط کف ہے، دوسری اسلام فیری
 یاں دوسری عدالت اور وہ نفس میں ایک ملکہ ہے جو اسکو کسیر گناہوں کو کرنے اور منہ و گناہوں پر اصرار کرنے کو
 بکثرت و برورت کے مخالف باقوسر یا کوسر مبط ہے۔ ۱۲۔

تقریباً التالیف بالاختصار بالصحة المتأکدة و ملازمته بحيث تظهر احواله وخصاله
 على سبيل توفيق يكون ذلك ممكنا وهو واضع ومع عدم ما يشتهر به اهل العلم واهل
 الحديث و بالقرائن المتكثرة المتعاضدة و بالتزكية من الناس الى ما انتهى بقدر الحاجة
 پس جب ہم روایت مذکورہ کی راوی ابو جعفر قسمی کی حالات کو طرف تفصیل کے نظر سے متوجہ
 ہو کر دیکھتے ہیں تو اہل حق کے اسناد الرجال میں اسکا کہیں نام و نشان ہی نہیں پائی عدول
 و حفاظ میں تو کہاں خود و عیال میں ہی حضرت کا کہیں پتا و نشان نہیں تقریب
 التہذیب منشی میزان الاعتدال نہیں کسی میں آپکا ذکر نہیں ہاں تنکھیں کے منظرہ
 کی کتابوں میں آپکا ذکر کیا ہی ہے بسلاً و سبلاً ہی ظاہر کسی میں ہونا خواجہ نصر اللہ رحمہ اللہ
 (مذکورہ میں) اور حضرت شافعی رحمہ اللہ میں علامہ دہلوی نے تحفہ میں ذکر فرمایا ہے سو مولانا خواجہ
 نصر اللہ رحمہ اللہ تو اسماں کلمہ زائغۃ الکذب سے یاد فرماتے ہیں اور تحفہ میں آپکے خود ہی
 ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ جس درجہ کی تہذیب و ایمانی بنیاد کی طرف نسبت کرنا کہ اوسنی اپنی
 صحیح میں ابو جعفر قسمی سے روایت کیا ہی ہے اسے حفاظ سے بخاری اور اسکی شرح مفصلہ کے ناورد الوجود
 نہیں جبکا دل چاہے دیکھ لیں اوس میں مرکز ابو جعفر قسمی کے ہاں نہیں بلکہ وہ حتی جس سے امام بخاری
 فرشتہ فرمایا ہی اور شخص سے اور اس قسمی کے ساتھ ہر قسطلانی میں ہی رواہ القس فیہم لقا
 و قد بد الیم المسورة یعقوب بن عبد اللہ بن محمد بن مالک بن عاتق بن عامر بن ابی
 العاصم الاشعری عن اہل قمر مدینہ عظمیٰ حصینہ و اہل ہاشمہ و اوصالہ الزار

راوی کے حالات اس قدر مختصر و مفید اور ملازمست کہ ساتھ آرائش بھی ملے گی کہ اسکی احوال غامضہ و عجیب
 اور اسکی جیسی ہونی حالات پر اطلاع ہو جاویں گی کہ ممکن ہو اور یہ امر واضح ہے کہ ارباب یہ نہیں سکی تو وہ الٹ علماء اور اہل حق
 میں شہرت سے معلوم ہوتی ہے۔ اور قرائن سے جو بہت سی ہوں اور ہم ایک دوسری کی تقویت کریں۔ اور نیز کسی غائبی کا
 ذکر کیا ہے ہی معلوم ہو گا کہ اسے ۱۳۰۰ قریب یعنی نصف اور شہید یہ کہ سورہ سے یعقوب بن محمد اللہ بن سعد بن ابی
 بن ہانی بن عامر بن ابی العاصم اشعری قمر کے نوکر و نسو سے ہے اور قمر ایک بڑا استقامت شہر ہے۔ اور اسکی قسطلانی
 شہید ہیں۔ ۱۶۰

خدا کے ہاں ہر ایک کی حقیر سی بات سے کتنا شکر ہے

اور اس طرح دوسری ترویج میں ہی اسکی تشریح ہو کر واپس سر نہایت ہوا کہ یہ ابو جعفر نے تھا اور مجاہد
 ہی میں نہیں بلکہ اہل حق اسکو وضا عین دکنہ امین میں سر سمجھتی میں خواجہ پارسا اور شیخ خیر علی
 علیہما کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہوا ہے کہ بخاری اس سے کہتا تھا کہ اسکو تو شیخ سمجھنا بالکل غلط اور غش
 برآب بالعان ہر اب ہے کیونکہ یہ تو شیخ نہیں بلکہ حکایت مذکورہ تو شیخ ہی بلکہ حکایت مذکورہ
 حکایت کیونکہ خواجہ صاحب الساب سے عالی سے حکایت کرتے ہیں اور صاحب الساب بخاری سے
 اور یہی جو محبت حکایت محکم غنہ کی برانقت پر موقوف ہے اگر حکایت محکم غنہ کی مطابقت ہے
 تو حکایت لمیح اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکم غنہ کی مطابقت نہیں ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے
 اسکا کہ حکایت مذکورہ محکم غنہ کی مطابقت نہیں بخاری کے استشہاد کا حال تو واضح خدمت ہوئی
 حکایت دوسری حکایت الساب کے نسبت منقریب واضح خدمت کیا جائیگا۔ باقی رہا خواجہ صاحب
 رحمہ اللہ کا خلاف واقع حکایت کرنا اگرچہ الواقع صحیح ہو اور یہ جلیلہ بحاقیہ نہ ہو چنانچہ قرآن ارشاد
 الحاق برہال میں اور ہم عرض خدمت کر بن گئے باعث کسی حرج یا خوف کا نہیں ہے کیونکہ
 ہمیں کب دعویٰ کیا ہے کہ خواجہ صاحب سے یہ خط سہو و خطا سے معلوم میں اگر ادنیٰ میں نے ایسا لکھا
 اور نہ خطا ہوئی بخدا اللہ نہ سب اسبت ایسا عجیب بیچارہ ہی کہ اوہ میں نے کسی کی غلطی سے حرج و مال
 نقصان ہو اور نہ غلطی کا اتباع کیا جاسکتا ہے کیونکہ اصل اہم کتاب و سنت کو زبردستی
 رکھا ہے نہ اپنی لہو کو کہ اللہ علی ذاک لیکن جب ہم قرآن میں غور کرتے ہیں تو
 غریب یقین کے ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب پارسا کی کتاب فطس الخطاب میں یہ عبارت
 استمد بہ البجاد خیر کتابہ فی کتاب الطیب فقال فی حدیث الشفاء فی تفسیر طبرستان و قرآن
 عمل و کثیر بنارہ و اہ القہ عز لیت عن محمد بن عبد بن عباس رضی اللہ عنہما کہ لانی کتاب
 الامام ابی عبد اللہ الکبریٰ عن محمد بن عمار عن احماتی کہ کیونکہ اولاً جو جملہ کہ ابن عبد رب
 لہ جملہ ہی کہ لانی طیبی کہ استشہاد کہ ہر حدیث میں حکما حال ہے و شاخین جہر میں عن محمد بن ابی عبد رب
 کہ ہر حدیث کی علت کہ لانی کہ ہر حدیث میں عن محمد بن ابی عبد رب کہ ہر حدیث میں عن محمد بن ابی عبد رب

پہنچنے کو ہی وہاں میں شیخ الشیعتہ مشہور تھے اسکی باکھل مخالفت منافی ہے کیونکہ وہ جملہ
 ہکار کہہ رہا ہے کہ یہ شخص شیوخ شیعہ اور شہورین اور انکریسی ہی تو قابلِ دو انکار ہے غالباً اہل
 کراحول حدیث کے رسائل میں علی الخصوص شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات
 میں جنہیں سزا دے فرمایا ہوگا کہ جو شخص منہم بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے علی الخصوص
 بدعت تشیع میں ماوث ہونا جسکو اہل حق رفض سے تعبیر فرماتے ہیں اور اسکا ادنیٰ منہبط
 اعتبار سے اور جو اسکی پیروی کر دیت کی محضت کا مدار صدقِ راوی پر ہی اور ان حضرات کے
 نزدیک کذبِ تقیہ جائز بلکہ فرض قطعی ہے جسکی تارک کو دین سے خارج فرماتے ہیں تو انکو
 صدق و کذب کی حالت ایسی نہیں کہ شبہ ہوگی کہ جسمانی اعتبار سے ان سے اہل حق محال
 و متمنع ہوگا تو جس شخص کے نسبت یہ کہا گیا کہ یہ منہم بدعت رفض سے ہو گیا تو اس سے
 یہ مراد ہونی کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے تو جس شخص کے لیے اذعانِ یقین کے ساتھ یہ کہا
 گیا ہو کہ یہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور امام ہے اور اسے تائیدِ شیخ مصطلح میں غرق ہے
 تو اس پر قیاس کر لیا جائے کہ اسکا سقوط اعتبار کس درجہ میں ہوگا اور حسبِ اسکا
 سقوط و عدم اعتبار اس درجہ پر پوچھا گیا تو اب یہ جملہ استثناء بدلتی ہیں الخ جو فی الجملہ
 وثوق و اعتبار پر ذال ہے گویا جواز اجتماعِ تفتیشین کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں بخاری اور
 اسکی شرح خزیر الوجود نہیں اور ہر زمانہ میں اسکی پیروی تداوم و کثرت رہی ہے چنانچہ خود
 امام سے اسکی روایت آلاں کر درجہ کو پوچھی تھی اور نیز خواجہ یارسان اپنی کتاب میں بخاری
 سے روایات نقل فرماتے ہیں اور اسکی بعض شرح سے یہی نقل کرتے ہیں تو اسی
 حالت میں عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ
 سے ہی بلا مہجرت اصل کتاب کے محض سمعانے نقل پر اسکو اس درجہ معتبر اور صحیح سمجھیں
 کہ اسکو اپنی کتاب میں ہی داخل کر دین غرض یہ کہ یہ سیاق و سباق کو دیکھ کر اس
 جملہ کے احاطی ہو چکا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ معاذ اللہ کہہ کہ اس روایت کی نقل کے

بعد سکوت کیا اندھیر گڑ مریا انکار نہیں کیا سرسرخ غلط ہی کیونکہ جب اسبق میں بیان ہو چکا تھا کہ اس روایت کا رادی شیوخ شیعہ اکثر ہودین میں سے ہی تو اس حاجت اسکو رد و انکار کیا باقی نہیں رہی کیونکہ اوس سے معلوم ہو چکا تھا کہ جعفر روایات پر سطلہ اس رادی کے ہمین یہ متفر دہو کہ مری ہو نگہ وہ قابل اعتبار نہ ہو گی سو فی تحقیق کلام سابق میں اس روایت پر یہی رد و انکار ہو چکا تھا اور نیز بعد ختم روایات الہیت سے نقل کیا اسکو وہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے اللھم العن الرافضۃ فانھم ینھوننا۔ تو اب یہ مرجع رد و انکار نہیں آ گیا ہے پیر نجیب ہی کہ آپ یہ فرمایا کہ رد و انکار کا اشارہ تک نہیں کیا اور بغرض محال اگر یہ سطلہ صحیح ہو تا ہم ہماری عجیب کا اسناد لال یا کحل فاسد ہی کیونکہ جب یہ بات محقق ہو چکے کہ ابو جعفر رادی شیوخ شیعہ سے ہی تو پیر اگر کسی روایت میں استہاد کیا تو اس سے جمیع روایات کے نسبت اعتبار اور ثوق سمجھنا سرسرخ غلط اور زیادہ قبیح ہے کیونکہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی مہتمم نسبت و ثوق و اعتبار سے ہو تو اسکی روایات کا اعتبار مقصور اون ہی روایات تک ہے کہ جن روایات میں اپنی مذہب کی طرف دعوت نہیں کی اور جن روایات میں مذہب کی طرف دعوت پائی جاوے گی وہ قطعاً واجب الرد و انکار ہو نگہ سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت میں استہاد ہی کیا ہے تو یہ ہدایت و ہدایت ہے جس میں دعوت اپنی مذہب کی طرف نہیں پائی جاوے اس روایت سے استہاد اطلاق اسکو و ثوق پر دال نہیں اور اس سے اس روایت کی تصحیح و تقویت نہیں ہو سکتی جبکہ ہماری عجیب نے اپنا استدلال قرار دے رکھا ہے کیونکہ اس روایت میں صحت اور یورجانی مذہب کی طرف دعوت ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری عجیب استدلال فرمایا ہے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن عجبہ اللہ تعالیٰ و بحوالہ تہذیب کو اس کے کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ابو جعفر کے نگذیب کر میں یا روایت کے عدم اختیار کو اس بناء پر ثابت کریں۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اسکی باقیل سے دیکھا جاتا ہے تو کھاف معلوم ہوتا ہے

کہ خواجہ یار سہم نے کچھ مابین سے مذہب شیعہ الہی کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ
 اس مدعا کو یہی ضرورت تھا کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لاسحاح اولیٰ روایات کو نقل فرمایا
 جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جملہ استہد بہ البخاری الہی اپنی مابین سے بے جوڑ اور بی ربط
 ہے اور اسی ہی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن نقل روایات کے اثناء میں بعض روایات شیعہ کے
 جو موافق روایات اہل سنت کی واقع ہو گئی تو ایسی اون کو بعد میں چند روایات اہل سنت کی بھی
 ذکر کر کے پہر اصل بیان کی طرف عود کیا جو کہ مقصود تھا یعنی بیان مذہب شیعہ الہی کی نسبت متبرک
 کر دیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ خواجہ سہم نے روایت مذکورہ اپنی مقبولہ بیان کے تھی سر اس غلطی سے منشا
 اس غلطی کا یہ ہے کہ اول تو یہ نہیں سمجھ کر کہ یہ مذہب شیعہ کا اون کو روایات سے ہی بیان ہو رہا ہے
 دوسری غلطی یہ تھی کہ جو روایات اثناء میں تبعاً اہل سنت کی مذکور ہوئی تھی اون کی نسبت یہ
 نہیں خیال کیا کہ یہ محض بطور مجملہ معتبر نہ کہ میں اس کی بعد یہ غلطی ہوئی کہ جب روایات
 کو شتم کر کے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اس کو یہ نہیں سمجھا کہ رجوع الی القصد ہو کر آگیا
 و نہشت می سے یہ سمجھ گئی کہ خواجہ صاحب سہم یہ ایمان مذہب امام احمدیہ متفقہ الیٰ علیہ کر رہی ہے
 حالانکہ یہ گمان بالکل غلط تھا اب میں تمام عبارت متعلقہ من اولہا اسے آخر فی فصل اضافہ
 کر نقل کرنا ہوں اور ناظرین جو اسکے مذاہمات میں عموماً اور اپنی تحسین کی خدمت میں خصوصاً
 گذارش کرنا ہوں کہ ذرا ملاحظہ فرما دیں اگرچہ نقل تمام عبارت خالی از اطناب و تطویل نہیں
 لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہی ایسی آپ مجھ کو معاف فرمائیں گی۔ وقال الامام فخر العلقہ
 والذین الرازی الصاخرۃ اللہ فی کتابہ الحاصل ما الامامیۃ فالذی استقر علیہ رایہم ان
 الامام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ بن ابیطالب رضی اللہ عنہ ولہ الحسن ثم الخو جہ الحسین
 علیہ السلام و نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب محصل میں فرمایا ہے۔ لیکن جس پر انہی کی ای ہری ہی ہے
 کہ امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں پھر اون کو فرزند حسن و خواتین
 پھر ان کو پھر ہی حسین رضی اللہ عنہ ۱۱۔

اخذ اللواء عبد الله فقاتل قاتل قاتل رحم الله عبد الله ثم اخذ اللواء خالد ففتح الله له
 فخال سيف من سيف الله فبكي اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم
 فقال ما يبكيكم فقالوا وما لنا بالبكي وقد قتل خيارنا واشرافنا واهل الفضل منا
 قال لا يبكيوا فانما مثل امي مثل حديقة قام عليها صاحبها فاجتث رواكبها
 وهياء مساكنها وخلق سفعها فاطعمت عاما فوجائرها عاما فوجائرها فوجاء فلعن اخرها
 طعما يكون اجدوها قنونا واطولها شمر اخا والذي بعثني بالحق ليتجدد ابن مرير في
 امي خلفا من حواريه حدثنا علي بن سعيد بن مسروق الكندي قال حدثنا علي بن
 يونس عن صفوان بن عمر السكسكي عن عبد الرحمن بن جبير بن نفير الحضرمي قال لما اشتد
 جرح اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على امر اصيب مع زيد بن حارثة يوم مونة
 قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدركن المسيح من هذه الامة اقوام انهم مثلكم
 وخيمنتكم ثلاث مرات ولن يخرجني الله تامة انا ولها والمسيح اخرها قال ابو عبد الله
 رحمه الله فمن الله سبحانه على هذه الامة خصوصا ثم عدد المنية فقال كنتم خيرا مة
 اخبرجت للناس فكذلك جعلكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس والموصوف
 بالسطه هو الموصوف بالعدل لا يميل الى افراط ولا الى نقصان فالمنان لسانه في وسطه

۱- پیر عبد الله نے چند ایاد اور ذکر مقول ہوا اللہ تعالیٰ نے پیر خاندانہ جنت الیاب راہنے خالد کو فتح دی اور خالد نے فتح
 ایک نادر پیر احمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر وہ ان کی گڑبادی آپ پر چڑھا کہ میں نے اسے ہرگز نہیں دیکھا کہ وہ میں نے خدا کو ہمارے بغیر
 اور شہادت اور ہر گز رائے مقول ہوئی تو فرمایا ہے وہ کو کہو کہ میری امت کی مثال مثل اسے ہر گز ہی کرنا سکنا کہ اسے دیکھ کر ہر گز ہر
 اور ہر گز کہ میرے تہہ میں کسی اور میری کہو کہ ہر گز ہوئی کو کہ کہ اسے اور اس کی رہی کے جگہ کو تواریا اور اس کی شخون کو برابریا پس اسے
 ایک سال ایک جماعت کو پہل دیا پھر دوسری سال اور جماعت کو پھر تیسری پس اور جماعت کو پس شاید پچھلے سال والا اسے
 خوشن والا اور لبنی مشخون والا وہ پس اس ذات کی قسم جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہی۔ ابن مریم میری امت
 میں اپنی حواریہ میں کا جانشین بیگا۔ عبد الرحمن بن جبرین نفیر سرمدی ہی جبکہ جنگ موندہ کہ ان انہر زید بن حارثہ کی مانند شہید ہوئے
 اصحاب کا اور اہل سخت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دنوں کا یا اس امت کی بعض لوگ میں بن مریم کو نہیں دیکھا کہ وہ تم صبی یا کسی ہر گز نہ کی اور
 اللہ تعالیٰ اس امت کو رسوا نہیں کرے گا چاہے کہ اول میں اور آخر میں ہی ہو گا۔ ابو عبد اللہ نے کہہ کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو چھوڑ دیا ان کی
 پھر حسان گزرا اور فرمایا تم ہر گز ہر گز نہ کی گئی ہی۔ اور اسے جگہ کی امنی کو کہہ کہ ہر گز نہ کی گئی ہو اور جو وسط ہوں گے
 ساتھ موصوف ہر گز نہ کی گئی ہو جو اول و آخر نہ کی گئی ہو فاقول نہیں پس ترازو کا کٹا اور اس کی بیج میں ہوا ہی۔ ۱۲-

واستواء الطرفين والكتفين يستوى لسان الميزان ويقوم الوزن فجعلت أوائل هذه
 الأمانة وأواخرها من يهدون بالحق وبه يعدلون فجعل أولها وأخرها ككفتي الميزان
 يستويان وما بينهما من الكدر والتج والعرج كلان الميزان يستقيم ولا يميل هكذا
 وما كذا ما استواء الكفتين فمعناه أن يخرج هذا الوسط بهذين الكفتين فإنه إن مال
 الوسط إلى أي الجانبين مال إلى ركن وثيق فغير استواء هاتين الكفتين أعوجاج هذا
 الوسط وتجيئه الأبري أنه غمهم فقال وكذلك جعلناكم أمة وسطا أي عدلا فوسط
 الأمانة أعوجاج فكما كان في استواء الكفتين استقامة اللسان فكذلك في استواء أوائل
 هذه الأمانة وأواخرها يقوم الوسط فلا يميل ذلك وقد جاء في الخبر أنه سيفظهر العلم في آخر الزمان
 وتقبل الناس على أمر الله سبحانه حتى يتم حجة الله على عباده وقد أخرج أبو جعفر القمي المذكور في
 علامات الإمام وذكر فضل الإمام عز الرضا رضي الله عنه أنه قال للإمام علامات يكون
 أعلم الناس وأحكم الناس وأحلم الناس وأتقى الناس وأسخى الناس وأشجع الناس
 وأعبد الناس ولدي محبونا ويكون مطهرا ويرى من خلقه كما يرى من بين يديه وإذا وقع
 على الأرض من طنأه وقع على راحته رافعا صوته بالتمهاتين ولا يجتلم ويأثم عينه ولا
 ينام قلبه ويكون محدثا ويستوى عليه درع رسول الله صلى الله عليه وسلم ويكون عنده

وکتبنا و ابائی شفعاؤه يوم القيمة وهذه البقعة روضة من رياض الجنة وتختلف
 الملايكة لا يزال فوج ينزل من السماء وفوج يصعد لم ان ينقح في الصور عن رسول الله
 صلى الله عليه وسلم انه قال سيد فن بضعة مني بارض خراسان ما ذلواها مكروب ^{نفس} الله
 تعالى كما يشته ولا مذهب الا يغفر الله تعالى ذنوبه وعن الرضا رضي الله عنه من زارني وهو
 على غسل خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه وعن الرضا رضي الله عنه من زارني عارفا بمجي غفر ^{للي}
 تعالى له ما تقدم من ذنبه وما تأخر وعن الرضا رضي الله عنه من زارني في غربة كان ^{مع}
 في حرم حتى يوم القيمة مغفورا له وعن علي بن محمد بن الرضا رضي الله عنهم انه قال من زارنا الرضا
 فاصابه في المطر بقطرة من السماء حرم الله تعالى جسده على النار وعن علي بن محمد الرضا
 رضي الله عنهم انه من كانت له الى الله عز وجل حاجة فليزر قبر جد الرضا رضي الله عنه وهو
 على غسل وليصل عند راسه ركعتين وليسأل الله تعالى حاجته فانه يستجاب له ما لم يسأل
 في ما ثم او قطيعة رحم وان موضع قبره لبقعة من بقاع الجنة لا يزورها مؤمن الا
 اغفره الله تعالى من التائب وادخله دار القار وعن الصادق رضي الله عنه انه قال من
 زار واحدا من الأئمة فكأنما زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل للرضا رضي الله عنه
 عليه قولا يبلغا كاملا اذ ازرت واحدا منكم فقال اذا صورت الباب فقف واسئله

له اذيات من ابن ابي عمير اياها اوسى شفع في ابيه جده جنت كباغ من كباغ انزله شونج آد و رفت کی جگر من نفیج موزک همیشه
 ایک جماعت فرشتگی اور پیغمبری اور ایک چڑھنگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہی کو باغ مقرب میرا تخت جاگہ فرسان کندھ میں میری
 ہوگا جو سختی سہیدہ اوسکی زیارت کرے گا خدا اوسکی سختی دور کرے گا اور جو گنہگار اوسکی زیارت کرے گا اوسکی گناہ سناٹ کرے گا۔ امام رضی اللہ عنہ
 سے مروی ہے فرمایا جو شخص ہذا میری زیارت کرے اپنی گناہوں سے ایسا پاک ہو جائیگا جیسے کرنا کے پیش سے پیدا ہونے کی دن تھا
 امام رضا سے مروی ہے فرمایا جو شخص میرا حق سمجھ کر میری زیارت کرے گا اوسکی ہر چیز جیسے گناہ خدا ان کی بخشے گا۔ امام رضا سے مروی ہے
 جو شخص میری عزت میں میری زیارت کرے گا قیامت کی دن میری ساتھ میری درجہ میں پیش ہوا ہوگا۔ علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم
 سے مروی ہے فرمایا جو شخص امام رضا کی زیارت کی اور سے میں ہوا سکوا آسمان سے مینہ کا قطرہ پہنچے گا اللہ تعالیٰ اوسکی ہر گناہ کو دفع فرمائے گا
 کرے گا۔ علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم سے مروی ہے فرمایا جسکے خدا کی طرف کوئی حاجت ہو جائے کہ گناہ اور ارضائی کی قبر کی زیارت
 کرے اور جسکے شغل درگاہ میں پڑے اور اللہ سے حاجت مانگے تو اوسکی دعا قبول ہوگی جب تک کہ گناہ اور قطع رحم کے دغا نہ کرے اور
 اوسکی قبر کے نزدیک جنت کے دروازے میں سے ایک گھر دیکھے جو مومن اوسکی زیارت کرے گا اللہ اوسکو آگ سے آزاد کرے گا اور اوسکو جنت میں داخل
 کرے گا۔ امام صادق سے مروی ہے فرمایا جو کسی امام کی زیارت کی گویا اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ امام رضا سے مروی
 کسی نے ہذا مسجد کو بیعت کا کر لیا ہے اس پر کہیں آگئی زیارت کر دقت پڑ ہوں فرمایا جیب درد اڑا دے جا سنی تو ہر روز نماز میں پڑھتا

ال محمد من الجن والانس وصلى الله على محمد وآله الطاهرين وسلم تسليما وعن الرضا
 رضي الله عنه وعن ابائه رضي الله عنهم عن رسول الله عليه وسلم انه قيل يا رسول الله متى يخرج
 القايم من ذريتك فقال صلى الله عليه وسلم مثله مثل الساعة لا يحيط بها الوقتها الا هو
 تَقْلَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً وَبَرَايَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ فِي صَفَةِ الْمَهْدِ
 رضي الله عنه يحكم بالعدل ويامر به يخرج من قهامة يصدق الله عز وجل في قوله ويصدق
 الله عز وجل تحمى الله تعالى من اقصى البلاد على عدة اهل بيته ثمانية وثلاثة عشر رجلا
 معه صحيفة تقصو فيها عدة اصحابه ياسيا يقيم ويلازمهم له علم اذا حان وقت
 خروجه انتشر ذلك العلم وانطقه الله عز وجل وناداه العلم اخرج يا ولي الله وله
 سيف مخد فاذا حان وقت خروجه اقبل ذلك السيف من غمده وانطقه الله عز وجل
 وناداه السيف اخرج يا ولي الله فيخرج ويقيم حدود الله ويحكم بحكم الله عز وجل حبل
 عليه السلام عن عبيد وميكائيل عليه السلام عن ابي بصير عن ابي بصير عن ابي بصير عن ابي بصير
 به وعن ابي عبد الله جعفر الصادق رضي الله عنه انه قال منا اثنا عشر مهد يا ماضى ستة
 وبقي ستة ويضع الله عز وجل في السادس ما احب وما قيل في مرثية الرضا رضي الله عنه

سلامه ادرين آل محمد کی دشمنی خواہ جن پر باشند انہ کی طرف بیزار ہوں اور رحمت ہوا اللہ کی محمد پر اور اسکی اولاد پر
 پر اور سلام ہو۔ امام رضا اور انکی آباء سے روایت ہے کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ آجکی اولاد سے کون تم کو
 ظہور فرمائے گا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکی مثال تیرا ہے کہ تیرے ہی خاندان پر گویا اسکی وقت پر ہماری ہی آسمان میں
 اور زمینوں میں ہماری پاس میں آجکی گزرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی روایت سے ہی ہماری رضی اللہ عنہ کی صفت میں کہ وہ صفات کہیں
 حکم کرے گا۔ ہمارے کہ زمین سے نکلیگا اللہ تعالیٰ اسکی قول کی تصدیق کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسکی ہی نفس
 عباد کو جس سویرہ آدمی بعد تقدیر اہل درگاہ اسکی پس ایک ہر ہی عظیم ہوگا جسین اسکی اصحاب کی تقدیر اور
 انکی نام و زکوة و شہادت انکی جیسے اور اسکی علم پر گلاب اسکی ظہور کا وقت قریب آئیگا تو ہمہ منتشر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کرے گا اور
 پکارے گا اسی دلی انداز سے اسکی توار میں اسکی جب اسکی خدج کا وقت قریب ہوگا تو اسکی آئینہ میں اسکی تصویر اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا
 کرے گا اور توار اسکو پکارے گی اسی دلی انداز سے اسکی ہر جگہ اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کرے گا
 اسکی اور اسکی علم پر گلاب اسکی ظہور کا وقت قریب آئیگا تو ہمہ منتشر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کرے گا
 اور بعد اللہ جعفر صادق سے روایت ہے فرمایا ہم میں بارہ ہند ہیں فیہ گزرتا ہے اور چہ باقی رہی اور اللہ تعالیٰ چہ ہی میں جو چاہے
 ہوگا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کبھی کہا ہے۔

اشعار قبر بطوس به اقام امام + حتم الیه زیارة و لمام + قبر مستانوار
 یحلبو العی - و تبریه قد بدفع الاسقام + قبر اذ احل الوفود بریعة + و حلوا
 و حطت عنهم الاحمام + ارواحهم موجودة اعیانها + ان عن عیون غیبت احمام
 تربة الرضا رضی الله عنه بطوس مبارکه کان يستشف بالناس و عن بعض و ذرا خول
 انه اصاب البرص فدعا الله تلک عندھا فشفاه الله سبحانه فخرک لک الوزير فیها
 انفق فیها قریبا من عشرة الاف حینا و عن بعض کبار اهل البیت انه کان یقول فی
 دعائه اللهم العز الراضیة فانهم یتهمونا و عن ابن
 علی بن الحسین رضی الله عنهما انه قال له رجل کیف رایت منزلة الی بکرم و عمر رضی الله
 عنهما من النبی صلی الله علیه و سلم فقال کمزلتها الیوم و عن ابن العابدین رضی الله عنهما
 قال اقرب ما یکون السرد من غضب الله عزوجل اذا غضب من کلامه فی الله عند القاد
 ملک خف و من کلامه قنوطک اعظم من ذنبک و من رواية رضی الله عنه یقول
 الله عزوجل اذا عصا من خلقه من لیر فی سلطت علیه من خلقه من لا یر فی و کل
 رضی الله عنه یا اهل العراق اجونا حبالی سلام فمار ال حکم بنا حتی صار علینا عار البغ
 شیعنا انا لانفسه عنهم من الله سبحانه میا و ان ولا یستال الالباب و عن

علی مرتضیٰ طوس بر قریب من اربعین - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه
 بر قریب - ای طوسی بری که در کعبه می - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه
 بنده ای که در کعبه می - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه
 برص کی چاروی بری که در کعبه می - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه
 جزائی - بعضی که در کعبه می - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه
 برص کی چاروی بری که در کعبه می - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه
 جزائی - بعضی که در کعبه می - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه
 برص کی چاروی بری که در کعبه می - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه
 جزائی - بعضی که در کعبه می - او کی زیارة از کوفه قریب راه و غیر یکی از کی طوسی بری که در کعبه می - اورا کی طوسی بری که در کعبه

اب اہل علم والصفات اس عبارت میں بظہر نازل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اول خواجہ پارسہ
 فی مذہب شیعہ ائمہ اثنا عشر کے نسبت امام رازی سے نقل فرمایا اور اسکی بعد اذکر روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن
 سے ائمہ اثنا عشر کی ائمت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ان روایات کی صحیح کی مذہب کو بیان کر دیا تا
 لوگ اسکی ان روایات سے وہ سو کانہ کہا دیں جو متضمن بیان مذہب کو ہوں۔ اور اگر احاق نہیں جو
 تو غلطی سے استہناد بخاری تقلداً عن الانساب نقل کر دیا بعد اسکی اویسی قسمی راوی سے پہنچی ہو
 جو کتاب بحضرت امین مروی ہے۔ اور مطابق روایات اہل حق سے نقل کی اور اسکی تحریف اہل سنت کی
 روایات سے کر کے اسکی تاویلات سابقہ کی طرف اشارہ کیا اور انکو مایہ دلایا اور اس روایت کی
 نقل سے اس امر کی طرف ایما کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مختصرہ ہیں
 اور صحیح ہیں ہی ہیں جو موید بر روایات اہل حق سے ہے بعد اسکی ساتویں روایت اویسی سے نقل کی جو
 کتاب بحضرت امین مذکور ہے اور امین بطور بشارت کر دو امر ارشاد ہوئی میں ایک یہ کہ ائمت کے
 مثل باران جیسی جو جسکی اول آخر کی تینیر (خیریت و نفع رسائی میں) دشوار ہے دوسری ہے
 کہ جس ائمت کے اول میں میں اور ائمہ اثنا عشر ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں وہ کیونکر
 ہلاک ہو سکتی ہے چونکہ فی الجملہ یہ روایت بھی روایات اہل حق کے مطابق ہے جزو
 اول اور مطابق ہی خود میں کہ خلفائے اثنا عشر حضرت عیسیٰ نے اپنی طرف سے تراش کر بڑھا دیا حالانکہ
 اپنی مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اہل ائمت میں شمار کرنا غلط ہے امام قائم
 بالامور آخر ائمت میں متصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں نہ اوائل ائمت میں پس حضرت
 صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا خیال نہ رہا ورنہ ہوں فرماتے انا واحد عشر خلیفہ من بعد علیؑ
 والامام القائم بالامور عیسیٰ بن مریم آخری۔ اور اگر ترکیب عبارت اسطرح ہے انا اولہا وانا
 خلیفہ من بعدک والمسیح بن آخرہ کہ مسیح کا عطف اثنا عشر سے ہی تو اول سے ہی زیادہ غلط
 چنانچہ خود بدیہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے بیکر آخر تک جانب آخر ائمت میں کہنا
 بہرہی البطلان اور خلاف واقع ہے تراشی خواجہ یار ساعلیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی کتب سلفہ اس روایت کو مطابقت ہی ذکر و اشارہ کر دیا کہ اس روایت میں لفظ دلفنا سے خلیفہ
 بعدی حضرت عثمان کا اقتدار و اختراع ہے یہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کی طرف جوائے
 کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا ہوتا ہے جو کیا اور اسی ابو جعفر عثمانی کے روایت علامات امام
 میں نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل محیی نے اپنی ہستہ لال میں پس کیا اور اپنی کمال و اہمندی سے
 بہرہ سنجیدگی کر لیا یہ روایت خواجہ پارسی کی مشہور ہے اور ہمیں یہ روایت قرآنہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل
 روایت سکوت کیا تو یہ سکوت قبول نہیں روایت ہے اور یہ نہ سمجھی کہ مقصود اس روایت کو
 نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہے اسکو قبول و عدم قبول روایت سے کچھ تعلق نہیں اسکی بعد
 اور در آئین شیعہ کے متعلق منضائل کہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام روایات شیعہ کو جوائے کی
 حق میں مبالغہ آمیز روایتیں کرتی ہیں اور انکی منافق و مانع میں غلو و اغراق فرماتی ہیں یہاں تک
 کہ انکار کے مرتبہ سے بھی بڑا دینی میں جسپر حجاب امیر کی پیشین گوئی خوب صادق آتی ہے یہاں تک
 فی ضنجان محب مطلق الخ روایات الہییت سے تگزیب فراموشی اور کبار اہل بیت سے نقل فرمایا
 کہ وہ اپنی دعائیں بجناب باری خوشامد عرض کیا کرتے تھے اللہم العن المرافضۃ فانہم یتعموننا
 انہوس کہ اسپر ہی آپ یہی فرماتی ہیں کہ خواجہ پارسی بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسکو
 آپ تسلیم کے دلیل قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بحث کہ سیدہ طویل ہو گئی ہے لیکن ایک گذرشنہ فرمائی جائے
 ذرا گوشہ انصاف و ہوش اس طرف متوجہ فرما کر سن لیں یہی وہ ہے کہ کمال تعجب اور ہنایت انہوس سے
 کہ آئے باوجودیکہ سن نہیں سی ہے کہ چونکہ مناظرہ میں تو غل و انہماک رہا اور بہت کچھ کہتا ہیں دیکھ ڈالی
 اور بہت لوگوں سے سباحت کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اس میں صرف کیا اور مسائل خلافہ
 و غیرہ میں جن اہل حق کا مرتبہ بھی بزرگ و حاصل کر لیا اور گویا اپنی مجتہدین سے بھی کوئی سبقت
 لیگئی با اینہما دعائی ہمہ دانی تحفہ کو بھی ملاحظہ فرمایا جو اس دستبان کے اطفال کا پہلا سبق ہے
 کہ اسکی مصنف خاتم المحدثین رحمہ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیا استنباط کیا ہے مجھے امید ہے کہ اگر
 آپ اسکو ملاحظہ فرمائی تو اس دلیل کا نام بھی نہ لیتی لیجی اب میں تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہوں

خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تھقفہ کے باب بیوم در ذکر احوال اسلاف شیوعہ فرمائی ہیں۔ محمد بن
 علی بن بابویہ القمی نے اپنی غیر ان مخفی است کہ بخاری بوی استنہاد کردہ است دور روایت حدیث
 الشفاء فی ثلث شرط مجھ و شربة غسل و کیتہ بنا در کتاب الطب از صحیح خود گفته است
 و رواہ القمی عن لیث عن مجاہد زید الکلبی بن بابویہ قمی از وزن ربع است و لیث از وزن
 ثانی امکان نیست کہ لیث روید باشد از وی و لیث کردہ و اگر ایست عن لیث از برسان روایت با واسطہ حمل کنیم حال آنکہ
 متعارف بخاری در مثال ازین قبیل است نہ از روایت مخفی شاذ و کذا و غیرہ بخاری و باقیانہ است پس ابن بابویہ از وی
 ستارہ است بزبان بسیار بوی چه قسم استنہاد تواند کرد و انعم ما قبل فی میلاد البخاری فائدہ
 و سنی حمہ و ولد فی صدق و عاش حمید و مات فی و زود و این قسم بمعنی از بزرگان ستارہ
 در فہم عبارت سمعان غلط افتادہ چنان گمان برود اند کہ ابن مخفی ہاں کسی است کہ بخاری بوی
 استنہاد نمودہ در اینجا نقل عبارت سمعان کردہ شود و منشأ غلط بیان کردہ آید قال السمعی فی
 المنسوبین اقم و ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی نزل بغداد و حدیث
 ما عن ابیہ و کان من شیوخ الثبوت و مشہور الرافضہ و عنہ محمد بن طلحہ النعمانی
 یعقوب بن عبد اللہ یسعد القمی مستشهد بملبخاری فی صحیحہ فی کتاب الطب
 نال فی حدیث الشفاء فی ثلثہ شرط مجھ و شربة غسل و کیتہ بنا و رواہ القمی عن لیث
 بن مجاہد عن ابن عباس و الاسناد العمد الوطی ہر سعد بن علی بن عیسی القمی
 از وزیر السلطان سنج بن ملکشاہ الی آخر ما قال عبارت الاتساب و صرح شراح
 اری بالقمی الذی استشهد بہ البخاری هو یعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی

۱۔ سہولتے اور بیان میں جو قسم کی طرف منسوب ہیں کہا ہی اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی بغداد میں بہر اور اپنی
 حدیث کی شیعہ کے شیوخ اور اصفہان کی مشہرت یا نندہ میں ہر محمد بن طلحہ نے نہ اس سے روایت کیا اور یعقوب بن عبد اللہ
 مخفی بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الطب میں اس کو مستنہاد کیا ہی اور اس حدیث میں جبکہ محاسن یہ بھی کہ شافعیین نے اس کو
 پس کی گواہی مستنہاد کیا آگ کہ ساتھ داغ و لہذا کہا ہی (روایت کیا ہی اس کو مخفی نے لیث سے اور اس کی مجاہد سے اور اس کی
 سے و عید الوطی ہر سعد بن علی بن عباس قمی جو سلطان سنج بن ملکشاہ کا وزیر ہو گیا تھا آخر عبارت مستنہاد۔ اور بخاری
 نے تفسیر کیا کہ بخاری نے اس کو مستنہاد کیا ہی وہ مستنہاد بن عبد اللہ بن سعد قمی ہے۔ ۱۲۔

۱۔ حدیث بخاری
 ۲۔ حدیث بخاری
 ۳۔ حدیث بخاری
 ۴۔ حدیث بخاری
 ۵۔ حدیث بخاری
 ۶۔ حدیث بخاری
 ۷۔ حدیث بخاری
 ۸۔ حدیث بخاری
 ۹۔ حدیث بخاری
 ۱۰۔ حدیث بخاری

لا ابن بابويه والضابطہ فی کتاب الانساب ان یعطف احد النسوبین بنسبہ واحدہ
 آخرہ او عطف مکتوبہ بالحرمة فلعن ناسخہ لئلا یسخر لئلا یسخر لئلا یسخر لئلا یسخر لئلا یسخر
 بالسواد حتی ظن من رواة ابن بابويه وان ما بعده وهو قولہ مستشهد بہ بالبخار
 ما یعلق بحال ابن بابويه والواقع لیس كذلك بل تمت ترجمة ابن بابويه الى قوله
 روى عنه محمد بن طلحة النخعي وابتداء بقوله ويعقوب بن عبد الله بن سعد
 استشهد بہ بالبخار فی ترجمة اخرى وكل هذا من غلط النسخة وقرئ النسخ
 اشد تعلیقا من هذا القدر والله الحامض عن كل نزل - انتهى
 بلفظہ الشریف اب اس تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ابو جعفر قسمی سے نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
 استہدایا اور نہ انساب میں بخاری کا اس سے استشہاد منقول ہے صرف بعض متاخرین کو کتاب
 کی غلط فہمی غلطی واقع ہو گئی ہے اور نہ نسخ ہو کر بالقرض اگر بعض سے مراد علماء دہلی حم کی خواجہ باب
 ہے تو ہم اس تقریر کا راسی اس پر ہی کہ اس عبارت کو خواجہ عمر کی تسلیم کر لیا دی اور وہیں اس کی
 نسبت چون چڑا کی جاویں۔ چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قرائن خارجیہ ہی پر چسبی گئی گئی
 گنجائش ہے اور جواب بدون اس کی بھی حاصل تھا تو علی حضرت خاتم المحدثین صاحب تحف نے اس میں
 خواجہ باب اسرار کی ہی تسلیم و فرض کر کے جواب تحریر فرمایا جواب عبد اس کی اس تقریر میں اور تقریر
 میں جو سلسلہ الحاق بیان ہو چکا ہے باہم کچھ تعارض و تناقض نہیں ہے اب اس قدر گزارش کرنا اور
 دہرایا ہے کہ جسہ اللہ تعالیٰ ایسی کسی راہیہ و مومنوعات و فقریات سے اہل سنت کی مذہب پر خراب
 واقع ہوا محالات ہے۔ لیکن یہ ہے روایت کہ جسکی ناصیہ کا ذبیہ سے امارات وضع و افترا خاص
 اس باب سے اس کتاب الانساب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو لوگ ایک نسبت کرنا نہ منسوب ہیں اس میں سے ایک کے سر پر ہر
 ماوراء میں کہہ کہ نصف کرتا ہو تا یا اس شخص کی کا ذبیہ پیدا ہو سہا سہا ہی کہ کبھی یا یہاں تک کہ یعقوب پر یہ ہے کہ اس
 باب کی روایت جو گمان کیا گیا اور یہ کہ قاعدہ خود مستند بہ بخاری میں بابیہ کے حاشیہ تعلق جو حال گذر واقع میں ایسا ہی
 ہے کہ ابویہ کا حال خال خال دی ہے محمد بن طلحہ النخعی کہ ہم جو گیا تب اس نے یعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشهد بہ
 بخاری سے و حال حال شرم کیا اور یہ سب کا بتوں کی غلطی سے آگئی ہے اور کتابوں کی مدھر اس سے ہی زیادہ سخت ہوتی ہے
 اور اللہ تعالیٰ ہی کہماں ہی ہو ایک نور میں سے - ۱۱ -

کیونکہ خدایت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہولیکن اسطرح ہر کہ فرستہ کی طرف
آواز سموع ہوا اور اسکا پیشادہ ہو خواہ اسکا نام وحی رکھا جاوی یا نہ رکھا جاوی یہی اہم
اختیار ہے آپ کی حضرت کلینی نے امام سجادؑ کی روایت کی ہے وان علی بن ابی طالب کان محمداً
وهو الله يدل الله الیہ الملك بیکہ وسمع التثویلا یروی الصورة (۳) و نزول وحی صحف
فاطمہؑ ہو۔ کیا جناب امیر کا مصحف تھا جو صحیفہ جناب فاطمہؑ کے ضرورت بڑی (۴)۔
و امر جبروت کنندہ و نبی ارسلہ کنندہ تر بود کیا اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ
غلط مسائل خلق کو بخدا گراہ کرین استبصار کو دیکھ لیجی حال تنگست ہو جائیگا اور تم کہا کہ امر اور جوہر
کی پہلی تعریفین اور نو شائد کرین خطبہ شد بلا دفنان و عبرت کہ ایک کیفیت تنگست ہو سکتی ہو اور
کیا امر بمعروف و نہی از منکر اسکا نام ہے جو جناب امیر حسنؑ نے خلق خلافت کر کے کہا (۵) دعای
اسجناب بود کہ بر سنگ و عاکن دو یار دست و آفروں کہ حکام ظالمین کے حکم نہ یاد تیاں فقہین
ذیل و خراب ہوئی دین و دنیا ایک عالم کے درجہم و برہم ہوئی تمہا اسکا دفع کر سکتی تھی اور نہ کیا اگر
ظاہر سے صبح و سپاہ ذو عد و عد و ندین تھی تو کاش کوئی دعای سحری ہر کام کرتے جس سے
معادین دین کا کام تمام ہوتا است کی اصلاح جو حق حق دار کو پہونچتا اس کے صفات معلوم ہوتا ہے
کہ جب قدر ائمہ کی زمانہ میں حکام دلائر نہی جابر و ظالم دشمن دین نہ تھی اور نہ ہر استجابت کہ کج لیکر کہہ
چو وری تھی (۶) در میان او و خدا نمودی بود از نور کہ بہید و روی اعمال بندگان ہر چہ
بدان محتاج بود یہی جملہ اور دجلہ جو کہ بعد متصل مذکور ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جملہ یہی کہ
و گاہی بطور کردہ شود رانی اوس بداند و گاہی قبض کردہ شود و روی پس نہ جملہ اول دلالت کرتا ہے
کہ ہستی کو ہر وقت معلوم کہ کسی میں تو ہر وقت ہر دن تخصیص شئی و دن شئی و زمان و دن زمان
ہر ایک شئی جبکی حاجت معلوم کہ کسی میں اور جملہ دوسرا اسکا مدعا یہ ہے کہ ائمہ پر دو چہ تین
سلسلہ اولی میں اے غالب مٹ محمد تھی اور محمدت وہ ہر جسکی طرف شد فرشتہ بھیجی وہ اس سے کلام کری
اور آواز سنی و اور کی صورت مدیکھی ۱۱۰۰

طاری ہوئی ہیں ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بطل کی حالت بطن میں بغیات کو
 جانتی ہیں اور حالت قبض میں بغیات کے ساتھ علم متعلق نہیں ہوتا اور نیز جسم ثانیہ اوسکی
 بھی منافی جو انکی علم اور محدثین نے غیب لا تشریح میں نے جناب امیر کے واسطے علم کا ان کا کیوں اس
 روایات سے ثابت کیا ہے کہ شاید بعض رسد میں درجہ تواتر کو پہنچتی ہوں چنانچہ انکی ہام
 کلیتہً کافی ہیں اور ان بابوہ نے خصال وغیرہ میں ثابت کیا ہے منظر اعتقاد اس حجاب میں ایک
 روایت خصال پر کرتا ہوں۔ حدیثنا ابی محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال حدثنا
 ابن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن عیسیٰ بن عیسیٰ بن ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم عن
 عبد اللہ بن حاتم الاضراری عن صباح المزنی عن الحارث بن حضرت الاصبغ بن نباتہ
 عن امیر المومنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم فی الف
 بآمن الحلال والحرام وما کان وما یكون الی یوم القیمہ کل باب منها فقیہ الف باب فی ک
 الف باب حتی علمت علم الملتایا والبلا یا وفصل الخصوصا۔ اب اس روایت کو
 ملاحظہ فرمائیے اور اس جملہ سے مطابقت پر بھی بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
 جناب امیر کو جو قدر علم کا ان کا کیوں تھا وہ اس تسلیم کے طفیل تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 مرض کے حالت میں سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ عمود نور میں محض
 حضرات کا اختراع ہی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تسلیم ائمہ باقیہ تک انہیں پونہ چوبیس کر انکو
 علم کا ان کا کیوں تھا وہ علامہ ازین کتاب اللہ کی ہی مخالف ہے حق تعالیٰ کے شانہ و تائید
 وما تذکرہ نفس ما ذاکت کسب غلب القیمۃ الصادق ^ع ہذا الخمسة شیعاء لم یطلع علیہا
 ملک مقرب ولا نبی مرسل وہی من صفات اللہ تعالیٰ اور فرمایا ہے عالم الغیب فلا یشظہر

۱۔ اصناف میں بنا جناب امیر سے روایت کرتا ہے کہ تاسی جینی جناب امیر سے سنا فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ نے حال سوار حرام ہی جو گزرتا ہے اور جو آئندہ ہوگا غزیر باب تسلیم فرمائی کہ اس باب و من کا غزیر باب
 کہوت ہی تو یہ اس باب ہوئی یہاں تک کہ میرے ذہن اور حسیوں اور حسیوں کو فیکہ کا علم کہہا گیا۔ ۱۲۔ اور کہ فی حق تعالیٰ
 کل کلمہ لایکمل ^ع امام صادق سے روایت ہے ان پانچ چیزوں پر نہ مقرب نہ شہداء اور نہ نبی مرسل صلح جو اور یہ اللہ کی صفات میں ۱۲۔

خصال سے نقل کی گئی علمی الف باب خود بطریق شوعہ روایت فرمائی ہے حضرت کو یہ یاد
 نہ رہی علاوہ اسکی جب اخبار باحوادث بعد از عہد ہوا لیا ہے تو وہ عہد نواری جو روایت
 سابقین بنایا گیا ہے وہ محض وضع و اختلاق ہے اور نیز فقہ قبض و بسط کا ہے غلط ہوا
 قول سیوم یہ کہ فاضل شیر نے شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی توصیف میں کتاب
 الفیاض لفظ المقل ہیں لکھا ہے کہ تصانیف مشہور علوم دینیہ مسلم الثبوت نزد علماء اہل سنت
 و جماعت و کلاسش بہت انصاف یحیوت و انصاف کثمتہ اصحاب دانت و براعت ہست
 انتہی بقدر الحاح۔ اور یہ روایت ہے شیخ عبدالحق صاحب تصنیف دینی میں بار دو انکار منقول ہے
 چاہیے کہ یہ بھی مسلم الثبوت علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہو۔ **اقول** فاضل شہید
 رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم و سہو و خطا ہی بغیر محال
 اگر یہ باب ثابت ہے تو چاہیے کہ یہ روایت بار دو انکار علی سبیل تسلیم کی ہی تو ہی ہوگی
 صحت کو مقتضی نہیں کیونکہ جب بدانتہ نقل مطابق منقول عنہ کے نہیں تو کیونکر واجب تسلیم
 ہوگی۔ مہذا اگر یہ قاعدہ آپ کا مسلمہ ہے تو اسباب و بیکی تمام روایات اور اس طرح اپنی طوسی
 صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہو کر علاوہ ان کے کافی کلینی جو کتاب اللہ سے ہے
 صحیح سمجھ کر جاتے ہیں اسکی روایات تو ضرور ہے واجب القبول ہو کر۔ اور فقہ میں سے
 جو ایضی صاحب الطاق وغیرہ بھی مسلم الثبوت ہیں انکی روایات ہی بار دو ہیں برہم و شک و سہو
 لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور غیر معمول ہے ہر شام میں کہ نے جو البقی اور صاحب الطاق
 پر د لکھا ہے عالم محمد بن علی بن شہر آشوب میں دیکھ لیا ہے ہر شام میں کہ نے ترجمہ میں لکھا ہے
 جس کے اسکی مصنفات بیان کی ہیں۔ **الودع** علی ہشام الجوالیقی اور یہ لکھا ہے کتاب علی
 سلطان الطاق اور مذکور ہے مبارک لقب لکھا ہے ابن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہے منبہ کے
 طرف سے نہ خیال فرمادین کہ منبہ نے یہ کتاب تاخر نہیں کی۔ آپکی تمام کلینی جو مسلم الثبوت اور
 کتاب کافی جو صحاح اربعہ میں اعلیٰ مرتبہ اور امام بڑے ہی گئی ہے آپکو معلوم ہے کہ اس میں تحریف

واسطافہ آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہیں حالانکہ ابن بابویہ نے اون روایات
 کو موضوع و مفتری اور اذکر فی کل کاذب فرمایا ہے۔ وقال شیخنا الصدوق رئیس المحدثین
 محمد بن علی بن بابویہ القمی طلبت تراه فی اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی
 انزلہ اللہ علی نبیہ ہو ما بین الدہشتین وما فی ابدی الداس لیس اکثر من ذلک
 قال من سب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فہو کاذب نقلاً عن القمی بسند صحیح نمبر ۱۸
 ای طرح ابن طہر علی نے حدیث لیلۃ التعلیس اور حدیث ذوالیہدین کو موضوع کہا مگر حالانکہ کہنے
 میں پسند صحیح مروی ہے اذکر فی شریف تفسیری نے اپنی مستادالات شیخ ابن بابویہ کی حدیث
 جویشان کتاب روایت کی ہے کذب کی ہے اور موضوع کہا ہے باوجودیکہ اسکی سند بھی صحیح ہے
 لیکن اتنا فرق ہے کہ ہماری اس روایت کی ہے جسکی سند حسب قاعدہ بالاتفاق موضوع تہی کذب
 کی ہے اور حضرات نے اون روایات کو موضوع و مفتری کہا ہے جنکی سند کی صحت مسلم الثبوت
 فرق ہے یہرچہ جواب ہماری مجیب اپنی روایات کی طرف سے بخوبی فرما دیں وہی ہماری طرف
 براہ ہر بانی قبول فرما دیں۔ باقی رہا رد و انکار کے نسبت پہلی گزارش میں مفصل ہو چکا ہے قول
 چہا ہم یہ کہ اگر یہ روایت جو خواجہ بابر ساو شیخ عبدالحق نے علامات امام میں نقل کی ہے موضوع
 و مفتری ہے اور ہم جانتی ہیں کہ حضرات اہل سنت کو شاید مجبوراً یہ بھی کہنا پڑے گا سولہ لازم آئے گا
 کہ حضرت خواجہ بابر و تاج عبدالحق صاحب لہائیت بھی صاحب حیا و غیرت ہیں کہ خود ہی اپنی
 میں اہل حق پر اس گمان دوہم سے کہہ کر کہ اس میں موضوع و نقل کر کے جناب امیر علی کی افضلیت ثابت کرنے
 میں نہایت ہی تشبیہات شنیع و ترغیبات قبیح وارد کی ہیں یہ کیا انداز ہے یہی کہ بغضی انا کہ
 الناس یا لیر و تفسیر النفس کہ تم اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر اسی امر کی خود تکبر ہو

جگہ ہماری شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ تفسیر طلبہ راہ نے اپنی اعتقادات میں کہا ہے ہمارا
 اعتقاد یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ ایسی ہی پر مادل فرمایا ہے اور وہی خود و خود کی دیکھا ہے اور وہی کہ
 پاس سے وہی کہہ رہے ہیں اور وہی طرف سمت کرتے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ زیادہ ہے۔

کہ جبکہ طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی ایسی حدیث موضوع دروایت مجعول کر دینا زعم میں محض
 کذب و افتراء ہی حضرت امام رضاؑ کی نام لگا کر روایت کی اور اس کو دینی کتاب میں جو روایت
 خلق سیم اہل سنت کو ایسی تصنیف کہ یہی لکھی اور کچھ یہی اوسکار و دو انکار نہ کیا بلکہ برعکس اس کو روایت
 کی تو بشق و بجاری کا اعتماد نقل کیا اور تہیٰ مسلما نو نکو جو فضیلت کو ایسی خرافات سے پاک میں گمراہ
 کیا کیونکہ جب وہ دیکھیں کہ ایسی عالم ثقہ و جلیل معتقد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب میں لکھا ہے
 اور بجائی رد و انکار کے اس کی راوی کی توثیق کی ہے تو بیشک اس کو حق سمجھیں اور تصدیق کریں گے
اقول یہ جو ش و خروش جاری مجیب کا محض انہی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب
 ہے کہ عبارت فضل الخطاب و رسالہ مناقب حسین ترجمہ فضل الخطاب بند کو یہی نہیں سمجھتے دینی حقیقت
 خداوندیت کو انہیں توثیق ہے بلکہ رد و انکار ثابت ہے اور نہ کیوں گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتاہی
 فہمی سے گمراہ ہو اس کا الزام ادنیٰ ذمہ نہیں ہو سکتا نہ راوی آدمی معافی قرآن کے نہ سمجھنے کی
 وجہ سے گمراہ ہو گئی معاذ اللہ خدا تعالیٰ پر اس کا الزام آپ کے نزدیک نہیں حالانکہ وہ جو بظہر
 کی ہے آپ قائل میں پس بسم اللہ بقول سامی بنی سلمان اب یہی ایسی خرافات سے پاک مندرجہ
 میں اور اہل سنت کو تشبیحات و تعرضات کچھ مضائل اسے کہی بابت نہیں ہیں بلکہ تمام الہیات
 و نبوات و اعتقادات و عملیات کو نسبت ہیں اگر آپ ہتھوڑی سے یہی تحقیقات اپنی روایت
 و روایات کو فرمائیں تو آپ پر یہی واضح ہو سکتا ہے اور مشرح جو اب اس دلیل کا ابحاث سابقہ
 کو ضمن میں گزر چکا ہے اس سے آگاہ و مطلع ہو گیا ہو گا کہ کچھ مجبوری نہیں کہ ہم اس
 روایت کو موضوع و منقہری ہی کہیں گے اس حقیقت موضوع و منقہری ہے پس
 آپ کا یہ فرمانا حرف ابکی کمالی فہم و ہدایت و نیشی کی دلیل ہے۔ باقی کلمات
 نامائیم کا جواب ہم دانتہ قلم انداز کرتے ہیں قولہ اب فضیلت کے باب میں حضرت
 حلیفہ اول کی شہادت لہجی۔ کثر العمال کے فرع اول خلافت ابوبکر باب ثانی کے
 فصل ثانی کے کتاب الامارات حرف ہمزہ میں لکھا ہے عن انس قال لما ابطاء الناس

عن یحییٰ بن ابی بکر قال سأل عن هذا الأمر عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم فذكره خلافاً
 خليفة أولئك فيه كلام ميرزا اسدوالی کہ سبقت اسلامیہ و حضرات تہذیب و تمدن کو اپنی خلافت
 کی فضیلت پر دلیل لائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی حق خلافت وہی ہی
 جو ختم ہوا۔ **اقول** اجماع میر صاحب ہمیں یہ کہہ چکی انفضل حق باخلافت نہیں
 ہے مدعا کچھ ہوتا ہے کچھ فرمائے مگر مسلسل مدعا جسکی اثبات کا آپ بیڑا اور ہمارا ہر وہی
 آپکی حافظہ شریف سے نکل گیا ہے پہلی اسکو سوچکر یاد کر لیجیے پھر اس روایت سے اس مدعا پر
 استدلال کجی۔ افسوس کہ جناب نے یہ خیال نفرا کیا کہ نبوت احقیت نسبت استدلال فضیلت
 نہیں ہے بلکہ اگر آپ بظہر نامل ملاحظہ اس دلیل کا کریں تو اس کے پس دلیل سے اثبات
 عدم استدلال فضیلت ہونا ہے کیونکہ جو وقت ایک فرد کے لیے افضلیت اور احقیت ثابت
 ہوئی اور ظاہر ہو کہ انفعول التفضیل میں زیادتی نسبی ہوتے ہیں جسکو اسکی دفع مقتضی ہے
 نو افراد باقیہ کے لیے یہی نہ ہے جبکہ فضل حقیق باخلافت ہونا ثابت ہوا پھر اگر خلافت احق
 کو کسی وجہ سے نہ پونجی اور حقیق کو ہو پونج جادوی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ منعقد نہ ہو کیونکہ جب
 حقیق باخلافت ہونا اسکی یہی پایا گیا ترو و خود بالبدانہ مستلزم انفاق و کوہی و نہ حقیق
 ہونا باطل ہو گا و ذلک خلف تو اس سے ثابت ہوا کہ فضیلت شرط انفاق و خلافت نہیں
 و نہ امور اسلوب۔ **قولہ** چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاحبہ از آلہ انفاق میں اعتراف
 کرتے ہیں کہ اثبات خلافت خاصہ میں فضیلت کو دخل ہے سند ابی بکر فضل رابع مقدم
 واقع صفحہ نمبر ۲۰۰ میں یہ عبارت لکھی ہے اما اثبات صد بنی نو خلافت حضرت فاروق را
 بافضلیت او۔ فقد اخرج الزمردی عن حسان بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس
 بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر و اخرج ابوبکر
 بن ابی شیبہ عن ابن عباس ان ابابکر جین خمر الموت امر لک محمد بن خلفه فقال

الناس تختلف علينا فظا عليظا ولو قدر ولينا كان افظ واغلظ فما تقول
 لربك اذا القيت واستخلفت علينا عمر قال ابو بكر ابرئ تخوفني اقول اللهم
 استخلفت عليهم خير خلقك الحديث فاخرج ابو بكر بن ابي شيبة عن محمد بن
 رجل من بني زريق في قصة طويلة قال ابو بكر لعمر انت اقوى مني فقال عمر انت افضل مني
 ناظر ونصف دين آنا مرضط ميشود ورنكه اين اوصاف را داخل ميست وراثيات خلافت خاصه
 كه در طبقه او كے بعد والا ذكر اين كلمات در مجت اثبات خلافت خارج از قانون منطيات باشد
 انتہی۔ دیکھی حضرت خلیفہ اول کے نزدیک انصافیت خلافت کی ایسی ضروری تھی کہ باوجودیکہ
 اہل کلمہ خلیفہ ثانی کو فطریہ کتب پر ہی اذکی خلیفہ کرنے سے خود امت کے سمجھتے رہے مگر چونکہ خلیفہ اول
 کو نزدیک وہ افضل تھے کچھ بھیجنا نہ کیا اور خلیفہ کر ہی دیا۔ **اقول** یہ دلیل بھی مثل دلیل ثانی
 کے موافق نہ ثابتیں اور اس سے ہی اشتراط انصافیت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حسب اعتراف قائل
 محیب اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ انصافیت کو اثبات خلافت خاصہ میں داخل کر
 اور اس کا ہمہ انکار نہیں کیا۔ انکار صرف اشتراط کا ہے اور مطلق داخل ہونا بدائتہ مستلزم اشتراط
 کو نہیں پس اثبات اشتراط کی ایسی سکوپش کرنا بھی ہے خود نہیں اور جبکہ انصافیت کو داخل ہے تو
 نہ تمام استخلاف ضرور اس کو ملحوظ رکھا جائیگا اور افضل حق باختلاف ہو گا لیکن اس سے اشتراط
 انصافیت صحیحہ اور عدم انعقاد کا قائل ہونا خطا ہے اور خلیفہ ہونا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر
 فاروق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگوں کی ڈرائی کے ایسا مثمر خیرات و متبع حسنات ہوا کہ ایک
 عالم میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ڈھنگا بج گیا اور
 حسب ارشاد جناب امیر الدین مجتہد رحمہ اللہ خداوند تعالیٰ کا وعدہ استخلاف ظاہر ہوا اس
 سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ فرستہ صدیقی اس ملامتین رضائی خداوند تعالیٰ کے کوئی
 ہوئی اور جو لوگ اس باب میں مخالف تھے ان کو فرستہ خطا پڑ تھی۔ باقی رابطہ و غلط ہونا
 یہ وہ صفت ہے جو قبول پسندیدہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکا اور اس کے برعکس

قصہ میں اسی وصف میں حضرت نوح علیہ السلام کی شبہ عطا ہوئی اِسْتَدْعَاہُ
 الْكَافِرِينَ حَتَّىٰ كَانُ الْيَوْمَ ابْنُ شَارٍ ابْنُ زَيْدٍ عَمْرٍ اِنْ يَغِيظُ بِهِمُ الْكُفَّارُ كَصَدَاقِ هِيَ۔ **قول** اب
 حضرت خلیفہ ثانی بانی مہدیان خلافت خلیفہ اول کی شہادت لکھی بخاری کی کتاب التہذیب
 باب الرِّجَالِ مِنْ اَزَا اِحْصَتْ مِنْ حَدِثٍ فَلَمْ يَشُورْ ہے وہ بیت بڑی
 روایت ہی النفاذ بیعت خلیفہ اول کے کل کیفیت لکھی ہے اس کے شروع سے مطلب کے فقرہ
 لکھتے ہیں آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے۔ ولیس وکمن یقتطع الاعناق المید
 مثل ابی بکر الخ اب کفر فرمائی کہ باوجود اس بیعت کی فلتہ یعنی کاربہ اندیشہ بدو مشورہ ہو
 کی چونکہ ابی خلیفہ ثانی کے زعم میں خلیفہ اول افضل تھے بدو مشورہ و اجماع و تامل یہ بیعت صحیح
 ہو گئی چنانچہ ابی خاتم المحدثین مثلاً عن ابوبکر طعن فہم میں یہ عبارت لکھتے ہیں کہ در آخر
 کلام کشیدہ اور برائی ترویج شعبہ خود نقل کردہ اندہ بن لفظ ہم واقع است و ایک مثل ابی بکر
 یعنی کیست در شما مثل ابوبکر در فضیلت و خیریت و عدم احتیاج بمشورہ و تامل در حق او۔ انتہی
 بقدر اجماع ہے۔ **قول** اسوس ہماری فاضل محبتیے اِسْتَدْعَاہُ میں ہر وہ ہی غلط کہانی
 جو دلائل سابقہ میں کہا چکے تھے اور یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھ مربوط نہیں ہو کہونکہ
 اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ فضیلت کو خلافت میں داخل ہے اور ہم ہی کہتے ہیں
 کہ فضیلت کو خلافت میں داخل ہے افضل اص باخلافت ہے لیکن اس سے اثبات استنفاذ
 فضیلت خیال محال ہے باقی رافضیہ کے معنی کاربہ اندیشہ بدو مشورہ کے نفاذ کہ نفی
 اجماع کر فرمانا ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتی گستاخی میں شمار ہوگا۔ لیکن جناب ہی فرمائیں
 کہ یہ کہانی دیا ہے کہ جو مفہوم لفظ کا نہیں ہے اس کا اور سمجھ چکا ہے میں۔ ذرا دیکھو
 تو سمجھو کہ اجماع کفالتہ سے کیا تعلق ہے اگر آپ اگر نظر انصاف سے ذرا ہی تامل فرمائیں تو وہ فہم
 ہو جائیگا کہ پہلی سے کام میں تامل مشورہ نہ کرنا دوسرے ہے اور بے تامل مشورہ ایک امر کو
 بالاجماع قبول کر لیا دوسرے پہلے اول کے نفی سے دوسری کے نفی سمجھنا حضرت کی خوش

السنہ و تصدیق کے انہوں میں کا حال

فہمی کہ دلیل ہے قولہ تعجب حیرت ہر کہ آپکی خاتمہ اللہ شین انضلیت کو شرط خلافت نہیں
 مانتی بلکہ اسکو ہماری مقابلہ میں خلافت عقل و نقل فرماتے ہیں اور خود ہی اہم مقام میں بحر فرما
 میں کہ سبب افضل و غیر مجزئہ خلیفہ اول کے مشورہ و تامل کے ہی احتیاج نہیں۔ **اقول**
 یہ آپکی حیرت و تعجب خود قابل حیرت و تعجب ہے کیونکہ اس قول سے کہ سبب افضل و غیر مجزئہ
 خلیفہ اول کے مشورہ و تامل کے بھی احتیاج نہیں ہے ہرگز اشتراط انضلیت پر دلالت نہیں
 بلکہ اس سے صرف اسقدر مفہوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالخلافت ہے۔ پس اس سے اشتراط مجہونا
 آپ جیسی منصف و مناظرہ دان و فوکی و زمین سے البتہ لائق سخت حیرت و تعجب کو ہوگا پھر آدم
 اظہار حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب اصناف مضاعفہ ہے۔ آپکی دلیلیں انضلیت
 کی کچھ سی سمائی ہے کہ آپکی عادت ہو گئی ہے کہ جب جگہ آپ نے لفظ انضلیت دیکھا ہے سمجھا کہ
 اشتراط انضلیت کی دلیل ہے اور حیث پیش کر دیا سیت کہ در جان فکر و چشم
 سیدارم توئی + ہر کہ پیدایشود از دور نہ دارم توئی + اور یہ نہیں خیال فرماتی کہ مقابلہ خصم
 ایسی دلائل پیش کرنے سے بجز ندامت و شرت کی کچھ حاصل نہیں۔ **قولہ** اصل اجماع
 جو حضرات سینہ نے محض اس خلافت کے لیے وضع کی تھی اور اس پر پڑنا نہ ہی اور نہ کچھ
 خیال فرمایا **اقول** اسی اہل دانش و انصاف خدا کے لیے دلائل سے سبب کے مصلوب کو فرمایا
 اور اس سے تعارض و تخالف کو جو فیما بین غلہ اور اجماع کے ہماری فاضل سمجھنے و افع کیا ہی
 دیکھنا اور ہماری عجیب البیب کے ہم کے داد دینا کیا لاجل اعتراض طبع و قوادسی ایجاد فرمایا
 سبحان اللہ۔ ایک طرف مشورہ و تامل کو اجماع کے ساتھ ساتھ دیکھا و نہیں ہے کہ اگر مشورہ
 و تامل نہ ہو تو اجماع پر رفع ہو جاتا کہ مشورہ و تامل ہوا اور اجماع نہ ہو یا مشورہ و تامل نہ ہو اور اجماع ہو جا
 اس میں کوئی استحالہ نہیں ذرا تامل فرمائیے اور سوچئیے۔ **قولہ** افسوس ہر کہ آپکی خاتمہ اللہ شین
 اپنا قول بھی یاد نہیں کہنتی اور یہ ہر کہ کچھ ہی مقام میں مختصر نہیں بلکہ تحفہ میں اکثر جا ایسا
 ہوا ہے اور سبب اسکا آپ جانتی ہی میں ہم کیا عرض کریں **اقول** جہان تک ہم کو علم ہے

دیا اور پھر یہی ہم پر بھیج دیا کہ کیا تو آکر اور اپنی ان بزرگوں کو جو تحفہ پر اعتراض کرتے ہیں خوش
 فہمی سے بعض عداوت و عناد ہے جسکی بدولت ع عیب نائید نہرین در نظر نہ کہ مصداق
 ہو رہا ہے۔ اے اپنے اعتراض کا حال کہہ دیا ہے اور حضرات کا حال بھی اسی پر قیاس فرمایا گیا
 پس آپ کا یہ افسوس لائق افسوس کے ہے کہ مطلب خود سبھین اور الزام قائل کے ذریعہ لکھائیں
 علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہے کہ زبان عناد و سخرہ اقلے اور اسکی کتاب پاک اور رسول پر نہیں
 بھی تو بے ادا کر تحفہ و صاحب تحفہ کے کیا حقیقت ہی با اینہم ہم صاحب تحفہ کو سہو
 دنیان سے معصوم ہی نہیں سمجھتے قولہ علاوہ اسکی اور ہیبت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط
 انضلیت پر دال کرتے ہیں بخوف طوالت اوںکو ترک کیا جاتا ہے اقول جبکہ آئے ان
 احوال سے فرض نہیں فرمایا تو ہم ہی انسی اغراض کرتے ہیں اگر آپ ان احوال کو ذکر فرمائیے
 ہم ہی انشاء اللہ تکرار پی استیصال مسئلہ کی ہوتی قسولہ مگر اسقدر گزارش
 کرنا ضرور ہے کہ خلیفہ ثانی کا انضلیت کو شرط خلافت جاننا ایسا صریح امر ہے کہ محققین اہل سنت
 کو اسکا اقرار کیا ہے چنانچہ صدر المحققین ابن حجر مکی الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب
 الاحکام نے اور آخر کتاب باب کیف یباع الامم میں حدیث شوری کی شرح میں
 ابن ابی اسیر نقل کرتے ہیں فان قبل بعض هؤلاء المسته افضل من بعض وکان ہای
 عمران الاحق بالخلافتا رضاهم دنیا و اہل لا یصح ولا یتعد المفضل مع وجود
 فالجواب انہ لو صرح بالافضل منہم لکان قد نص علی استخلافہ و هو قصد ان لا یقلد
 العہدۃ فذلک فجعلہا فی مستہ متقاربین فی الفضل لانه تحقق انہم لا یجتمعون
 علی تولیۃ المفضل و لایالون المسلمین نعماً فی النظم والشرع فان المفضل منہم
 لا یتقدم علی الفاضل ولا یتکلم فی منزلہ و غیرہ احق بیامہ و علم رضی الامۃ عنہ
 یہ المستہ۔ انتہی اس سے صاف ثابت ہے کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک
 انضلیت خلافت کے ایسی شرط تھی کہ وہ مفضل کے خلافت صحیح نہ جانتی تھی اقول

یہ مسئلہ ہمارے فاضل مجیب کے لیے مثبت مدعا نہیں کیونکہ جملہ (وکان را عمر ان الحق
 بالذلا قدرناهم دنیا) بظہر قاس امر کو بیان کر رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ
 یہ نہ تھا کہ حق باختلاف وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور آدمی سے بالبدانہ یہ ثابت ہوتا
 ہے کہ شتر اہل فضیلت باطل ہے کیونکہ اس میں تفصیل کی صفت واقع ہے اور کسی شہرت
 فعل مع زیادت پایا جاتا ہے تو یہ ہرگز اسکو مانع نہیں ہے کہ نفس افضل دون زیادت کیسی
 واسطی ثابت ہو بلکہ باعتبار اقتضای اصل وضع تفصیل کے جو ایسی فرد کا ہونا چاہیے جسکی نسبت
 زیادتی ثابت ہو ورنہ مبالغہ اور تفصیل میں کچھ فرق باعتبار معنی کے نہ دیکھا جاسکے اس جملہ کا
 مطلب میں نشین ہو چکا تو دوسرے جملہ جو اس جملہ سے منطبق اور استخراج صحیح کی ایک مطابق ہونا
 چاہیے اور اسکا بھی مطلب واضح ہے کہ دلالت اسکا کہ معنی تو یہ ہے کہ میں اور لا یمحیہ کی معنی
 لایحوز کے حاصل مدعا عبارت یہ ہو گا۔ وانه لا یجوز قولہ المفضل مع وجود الفاضل یعنی
 خال کہ ہو مفضل کو متولی امور بنا جائز نہیں۔ پس اس صورت میں یہ جملہ اور جملہ سابقہ ہم
 معنی ہو گئی کہ دونوں کا حاصل حقیقہ باختلاف افضل کے یہ ہے اور اگر اس جملہ کو باوجودیکہ جملہ اولی کے
 فرع ہو اسکی طرف راجع کیا جاوے گا تو باہم اصل و فرع متعارض نہ ہو گا۔ اسکی بعد میں کہ خاتمہ جواب کے
 عبارت سے جو لا تحقق سے آخر تک مذکور ہوئی یہ سمجھا کہ کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت
 کو ایسی شرط تھی کہ وہ مفضل کے خلاف صحیح بخاری تھی سرسری غلط ہے کیونکہ اول تو حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ نے خلافت کو تمام صحابہ میں دایر نہیں کیا تھا بلکہ صرف چھ شخصوں میں منحصر
 کر دیا تھا جنکا عبارت اعتراض میں صراحتہ ذکر ہے توجہ دھما کر جمع کر اس عبارت میں
 مذکور میں وہ سب راجع بظرف ستہ متعارفین نے الفضل میں تو اس سے ہماری مثال
 مجیب کا کل صحابہ کو سمجھا کمال خوش فہمی کا شاہد ہے اور دوسری یہ کہ عبارت اور عبارت
 سے ہی فاضل کا حق باختلاف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جو نہ ہماری فاضل مجیب کو کچھ
 مفید ہے اور نہ ہو کہ غرض ہے۔ لیکن اس سے شتر اہل سمجھا اللہ تعالیٰ تعجب انگیز ہے۔ ہذا سکا

در تاسیدن یا تاسیجی - منتهی اگر فرض محال بود دلیل مثبت استرابطه بود تا هم محال می بود
 نهیب که غیبیهین کیونکه استرابطه است بجا اصولی سبب می هست تو او که او را در یکی شرابطه که از بنا
 بی استیجی و ناچایسی جو اپنی در اولی که قطعی طور بر ثابت کرین غلبات اسین مرکز که از غیبیهین
 اور بالفرض است که نزدیک آرا فردا است کی کسی فردین استرابطه غلبات ثابت بود
 تو به سکه جو که از یکی نزدیک فرحات بین سحر هی ایلی یکی ثبوت کی ایلی اور غلبیه کافی بود
 او قطعه کی سرزرت نهوگی - لیکن اذن اوله که علم استعیده که بمقابل حق میت کرنا ثبوت
 استرابطه غلبات بین جو او که از غلبات اصول اعتقادات سحر هی باطل جو گالیس هار محجب
 سبب ان دلائل کو جناد بر خود ثبت استرابطه سبب که هار محجبی سبب ایلی پیش کرتے بین
 اور غیر استرابطه خود استرابطه سحر ایلی بر سحر ایلی بین کو فی الواقع مثبت استرابطه غلبات
 لیکن اگر دلائل کی روی استرابطه غلبات ثابت بود هی تا هم ایلی مدعا کی ثبوت بین ایلی کو بین
 کره بر هر غلط اور خللات قاعده سحر علی بن الفیاس حقیق استرابطه گفته کی اثبات که دلائل فرائی
 سبب کی هی جو حالت هی کیونکه حضرت محجب کا گمان هی سحر که الزامی جوابات استرابطات
 کافی بودگی جنانچه فرمودات سحر ابدا بحث بین ایک رباعی هی ریب جواب فرائی تهی
 جکا اول حضرت هی استرابطه خواهی که شود خصم تو نا جز سخن بد جانکه هی غایت در جکا
 به هی غلطی اگر فرض محال ان دلائل سحر هی مدعا ثابت هوتا به غلبیه مدعیه شیده
 نهین بود سکا او غلبیه کو گنجایش سحر که او که معرفت اس سحر سحر که سحر که هر دو
 ان استرابطه بین زمین آسمان که فرق سحر او که نزدیک سحر متنازعه سحر سحر او که
 نزدیک اصل سحر تو کیا ضرر سحر اگر دلائل غلبیه سحر او که ثابت استرابطه که نزدیک هوتا بود - تو
 قطع ضرر بر هی ثبوت بود که غلبیه بود ان شیع بود بلکه حیب دلائل غلبیه بین تو مثبت مدعا
 قطع کر نهین بود سکتی - پیراد جو دایسی موئی بر آرا اورنا حق غلبیه که جو سحری ناضل
 حیب سحر سرزرت هوتا بین هی مدعا کی کره که صحیح بود گا که بهی تمام سحر متنازعه سحر نهین

درین حق یقین حاصل کر لیا ہے۔ افسوس کہ اتنا بڑا دعوہ کیا اداوار کے ثبوت کہیں ہو گیا
 پس بجز اس کہ اسکو سہو و سیان بخشہ کر کے ٹال دیا جاوے میں یاد رکھو عرض نہیں
 کر سکتا کہ اس دفعہ ہر چشم انصاف کہو لکھ ملاحظہ فرماوین۔ علاوہ ازین ترجمہ عبارت میں جو کچھ
 غلطیاں واقع ہوئی اذکو ہم بوقت تطویل ترک کرتے ہیں قیلاً بہ تعجب و حیرت ہے کہ آپ کی
 خاتم المحدثین کے نو بابہ نمبر ہر فتح الباری کو بھی ملاحظہ فرمایا کہ باوجود خلیفہ ثانی کے کمال صحیح
 کی فضیلت کو شرط نہ ملاشت جانی کہ اس شرط کو لازم نہیں مانتی اور نہیں تو خلیفہ ثانی کے
 تقلید تو اذکو لازم تھی اقول یہ تعجب و حیرت سامی اس کی ناشی ہے کہ با اہمہ اذعالی
 سہمہ دانی آپ نے فتح الباری کے عبارت کا مطلب نہیں سمجھا۔ لیکن طرفہ یہ ہے کہ اس
 بی سبب پر اس سبب پر یہ کچھ نازی کہ خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے نہ کیجئے
 الزام لگاتی ہیں حالانکہ خود ہی علامہ کنوری کے شرح ابن یسین مذکور ہے کہ الزام کے جواب میں
 یہ فرماتے ہیں (کچھ ضرور ہے کہ علامہ نے شرح دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو اداوار کا مطلب بخیر ہے)
 افسوس کہ یہاں اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا ہوتا تو کیا وہ ضرور ہی جو خاطر سامی ہو گیا ہوتا
 قیلاً بہ تعجب و حیرت ہے کہ آپ نے جو تقلید اپنی خاتم المحدثین کے ان شرائط کو دلائل شرعیہ کی خلاف فرمایا ہے
 ظن غالب ہے کہ اب تو آپ ہی اس شرط کو مان لیں کیونکہ اگر افتلا ہی صحابہ خلیفہ ثانی آذکو
 لازم ہے۔ اقول جو کچھ یعنی ان دلائل کی نسبت گذارش خدمت کیا ہے وہ مختص تقلید
 ہی نہیں ہے چنانچہ اجاث سابقہ سے جواب کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا پس جس کو امید ہے
 کہ جواب میری حمد و ثناء کو نظر انصاف و تعامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ
 آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائیں گے و اللہ بہد ہی بن یشا الی صراط مستقیم قیلاً بہ
 اور نیز خلیفہ ثانی اور صحابہ کی یہ راہی کہ انصافیت کو شرط خلاف جانتی تھی اگرچہ اس راہ
 سے بخوبی واضح ہے مگر تو عنین اس قدر اداوارش ہے کہ بخاری کی کتاب انصاف
 میں حدیث سفیدہ ملاحظہ فرمائی کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب میں فرمایا۔

بل نبیاعک انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور خلیفہ ثانی کی یہ کلام صحیح دلیل اس کے ہے کہ جو شخص سیدنا افضل ہو وہ خلافت کا حق ہو
 اقول ہم ہی کہتی ہیں کہ بیشک وہ شخص جو افضل ہو اس کا حق باخلافت ہو لیکن اس سے
 آپ کا دعویٰ حاصل ہوا بلکہ وہی غلط ہے جو اکثر استدلالات میں آپ کو واقع ہوئی ہے
 پس اسکا ہی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہے انفس فہم کا یہ حال ہے کہ ان
 ترانہ کا وہ حال - قولہ اور یہ ہی ثابت ہے اب اسے رسول ہی اس کا باخلافت ہو ہو کو
 یاد رکھو اگر آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کس کام آئیگا۔ اقول سیدنا خلیفہ اولیٰ
 کو بندہ کو پہلی سے ہی یاد ہے لیکن تمہیں کس کام یاد کر لیا ہے اور اس وقت کا ہی منتظر ہوں
 جو وقت یہ لفظ کام آئیگا۔ قیاسی غرض کیا اس وقت میں یہ خلیفہ ثانی کے اس قول کو
 تسلیم کر لیا اور یہ نہیں کہا کہ افضلیت کو خلافت میں کیا دخل ہے شرط خلافت
 افضلیت نہیں تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط تھی اقول اجماع
 اہل انصاف ہماری ذہن صحت کے اس دلیل کی خوبی و متانت و جہت کو دیکھو تو تو ذرا
 ملاحظہ فرمائیگا کہ سطح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک شرط افضلیت ثابت فرمایا ہے
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت میں دخل ہے
 اچھا مسلم لیکن دخل ہونی سے یہ کیونکر لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت ہی ہو گئی علاوہ ازیں
 بحجرات اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکر شرط کر دے جہت ہو گیا۔ ممکن ہے کہ یہ
 سکوت اس وجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کہنی اور کسی
 حقیقت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہو اور کہنی کسی دلیل سے استدلال نہیں کر آتی ہے
 اسکی حقیقت سمجھو اور بعض نے احادیث سے اور بعض نے ازکمر ساتھ دہان قیاس یہی منضم
 کی ہوں۔ تو چونکہ دعا اور مظلوم پر ایک کا متحد ہونا تو کیا ضرورت تھی کہ ان دلائل میں
 اور کچھ جو اپنی ہی مدعا کو موید تھی اور نیز باعتبار نفس الامری صحیح تھی اور مطابق واقعہ تھی

پس اس سکوت کو حجت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہو۔ سہمذا انس سکوت کو تو آپ دلیل
تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہو کہ جناب امیر کی سکوت کو جو زبان خلفا رشتہ فرمایا
بلکہ سائل ہی ان ہی کے موافق بتلاتے رہی اور سامنی ہو کہ یہ کہی فرمایا کہ اہل بیت کے
سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا ہو تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علیٰ ہذا القیاس جناب
امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت بکارت تسلیم کو ہی تسلیم نہیں کرتے اور یہ طریقہ ائمہ باقیہ میں سے جنوں
سکوت فرمایا اور سب کچھ دیکھتے رہے اور کچھ مذہبوں نے تو اسکو ہی تسلیم تصور کیجیگا۔ ملاحظہ کیجئے
وجہ تحقیق کا جبکہ ادہ خود ایک ابو ذریب بات ہو کہ اصول شیعہ کے موافق ہی کوئی اسکو
تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ صرف اسلیئے عرض کیا ہے کہ آپ نے سکوت کی حجت کو تسلیم کر کے
استدلال فرمایا ورنہ حضرت عسکری رضی اللہ عنہ کا قول قانت سیدنا و امیرنا واجبتا الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کہ اس اعتبار سے پہلی تسلیم تھا کہ باعث
واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو بہادریا اوصاف حاصل ہے اور اس اعتبار سے ہی تسلیم تھا کہ ان
اوصاف کو خلافت میں داخل ہے قولہ اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن
عسکریہ کے یہ رہائی کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازالہ الخلفاء وغیرہ میں مفصل درج ہو ارادہ
کہ گذر اس سے جو خوف اطاعت باز رہا اگر حضرت مجیب جنابین ازالہ الخلفاء ملاحظہ فرمادیں اکثر
علما اہل سنت کا یہ ہو مذہب ہو کہ افضل امام ہو تا بھی چنانچہ شرح مفاد کے بحث مابین
خاتمہ میں تحریر ہو۔ ذہب معظم اہل السنۃ و کثیر من الفرق الی اللہ تعالیٰ للاختصاص
اہل العصر۔ اقول ظاہر ہو کہ جن دلائل سے جانب استہدایہ افضلیت پر استدلال
فرمایا ہے وہ دلائل نسبت ان دلائل کے جو ترک فرمائی اوجہ و اقوی ہو مگر موجب
میں دلائل مذکورہ کو جو اوجہ و اقوی تھی دیکھ چکا اور انکو باطل کر چکا تو مشرکہ دلائل کے
دیکھنے کے کیا حاجت باقی رہی بہر کیف جنکو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ کی کچھ کم
درجہ کے ہی ہو مگر توجہ انکا جواب ہو وہی جواب تقریباً انکا ہی ہو چھوٹی شرح مفاد کے

عبارت آپکی مثبت مدعا نہیں اور اسکی مطلب کہ آپنی نہیں سمجھا افضل اہل العصر کی امت
 کو یہی ستیغین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اہل حل عقد بیعت خلافت کے یہی امام کو منتخب
 توجہ دار افضل امت ہو اور اس سے بجا ذکر کے کسی دوسری کو امام بنادین۔ افضل کے ہوتے
 فاضل یا مفضل امام بنا نا نہیں چاہی اور اسکی یہ معنی نہیں ہیں کہ افضل بدون بیعت
 اہل حل عقد کے امام ہو جائیگا اور اسکی انفا و خلافت کے یہی بیعت اہل حل عقد
 حاجت ہوگی اور اگر افضل کے ہوتی فاضل یا مفضل امام ہو گیا تو اسکا انفا و ہونگا اور
 اسکی انفا لازم ہوگی پس اس سے یہی اشتراط کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ قول
 تعجب ہے۔ عبرت کا مقام ہے کہ آپ کے خاتم الحدین یا ائمہ و الی انہی کتا بون میں احادیث
 و اقوال صحیحہ و علمامہ ائمہ نے اس شرط کو مخصوص اور افضل سے فرماتے ہیں اور اسکی لغت
 کتاب اللہ سے اپنی زعم میں ثابت کرتے ہیں۔ اقول یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عبارت
 مطالب کہ ذہن رسالہ کی نہیں فرمائی ورنہ اگر نظر انصاف سے اہل دلائل کو ملاحظہ فرمائیں
 و بعد عنایت دیکھ کر نظر انصاف دیکھیں گے تو خود اپنی فہم پر تعجب فرمائیں گے اور اسکی
 عبرت کا مقام سمجھیں گے چنانچہ پیوستہ ہی عرض کیا جا چکا ہے۔ **قولہ** اگر یہ اور بیعت
 یہاں اسکی ثبوت میں ہیں مگر بخوف عداوت ان سب سے قطع نظر کر کے اب کچھ یہاں
 ایک خاتم الحدین کے والد بزرگوار کے ہیں کہ میں دو کتاب قرآن عین میں لکھتی ہیں
 کہ۔ ابن جن جن است کرتا اعتقاد و فضیلت مبلغ قرآن و سنت و حسین و علی و محمد
 خاطر پر خد شائع جمع نکر و اور یہ بھی لکھا ہے یہی قائل شدہ اند با کلامی امام می باید افضل
 است یا نہ معصوم و مفسر من الطاعت و منصوب من محمد و رسولہ و این قول متضمن
 حق و باطل ہر دو شدہ است قول محقق است کہ انصافیت از امت بر نسبت اہل خلافت
 و نبوت کہ متضمن قوانین و مبلغ شرائع و درج دین ایشانہ لازم است و الا عتقاد کلی چاہل
 نشود و بجا حکمت حفظ الہی و تائید ربانی بحسب عادت می باید انہا کرد و بجا قرآن

طاعت و نسیب من عند الله و رسولہ اختلاف نبض و انوار می باید ذکر کرد تا سخن درست گردد
 اینهمه اگر چه اس عبارت اسم صفت ظاهر می که محض خلافت خلفاء ثلاثہ بجانبی کے یہو شاہی
 یہ تادیل علیل بدین دلیل فرماتے ہیں اور خود انکی اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور عار و عور
 ثابت ہو کر چونکہ یہ محض صرف انضامیت کی ثبوت کا ہی اسلی ہی ہم اس سے تعرض نہیں
 کرتے اور انضامیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ انضامیت از است کو لازم کہتی ہے
اقول چونکہ ہماری محیب اسلی ہے اسکا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلاموں
 استدلال فرمایا ہے اسلی ہی مناسب معلوم ہوا ہے کہ کثرت ربط و تفصیل کے ساتھ جواب گذارش
 کریں تاکہ وہ شبہات جو ہماری فاضل محیب کو عبارت از انہ انحضرت وغیرہ سے واقع ہوئی
 نہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں سترۃ العین سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں لیکن
 ہم صرف دوسری عبارت کو جسکو ہماری محیب صاحب نے ثبوت عاز زیادہ سمجھ رکھا ہے
 ہمارے نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں
 شاید سہو و غلط واقع ہوئی ہے نیز اس سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند با اینکه امام مثنوی
 افضل است باشد معصوم و معتمد من الطاعت و مضروب من عند الله و رسولہ و این قول
 مستحسن حق و باطل و دوشدہ است قول محقق نسبت کہ انضامیت از است نسبت اہل خلافت
 نبوت کہ مقتضی قوانین و سبب منع شرائع و مروج دین ایشانند لازم است و الا اعتماد کلی چل
 نشود و بجائی نصحت حفظ الہی و تائید رحمانی بحسب عادات اللہ می باید اثبات نمود و بجای
 اعتراض طاعت و نسیب من عند الله و رسولہ اختلاف نبض و انوار می باید ذکر کرد
 اہل سنت و جماعت میں قول محقق و منفع دینین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودن تفصیل میں
 اجماع انکہ انضامیت کہ منسوب بہ در طبقہ اولیٰ مئی باید کہ ہنگام احکام دین و تدریج شریعت
 و تقنین قوانین آن بودہ و در ملک عفو ضریب کہ در ملک عفو نفس عامل علم دیگر شدہ و بحسب
 دولت دیگر چنانکہ فتویٰ ہر قوف بود بر علم شیر بحال اینہم فتوایہ را منفع کردہ نوشتہ اند

اہل عبارت والی می باید و پس اتہم۔ اس عبارت میں لفظ اہل خلافت نبوت تبرکات
 اضافی واقع ہوا اور ہماری محیب بسبب کی عبارت منقولہ میں دو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت
 و نبوت منقول ہوئے فرق باہمی حرف اطلاق تقید ہے اور عجیب نہیں کہ اصل نسخہ منقول
 عنہ میں یہ غلطی کا نسب سی ہوئی ہو غرض کہ ہم اس سے چند ان تعرض نہیں ہے اسکی
 بعد اگر اس ہے کہ جو کچھ انصافیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر
 فرمایا ہے نہ وہ آپکی مدعا کو مثبت ہے اور اسکی معارض و مخالف ہے جو حضرت خاتم النبیین
 رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اتنا عشریہ میں شتم اہل انصافیت کی نسبت تحریر فرمایا ہے وہاں اور
 یہ ہے کہ خلاصہ مطلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی میں بیان
 فرمائی ہیں یہ ہے کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی سچی اور جوخت لفظ میں اور ان کے عوارض جدا گانہ
 اور اس کو کاپنی افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہے پس محاصل عابہ یہ ہے کہ خلافت جو طبقہ
 اولیٰ میں پائی جاتے ہے وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک امت
 متعین تک ہے اور شصت بعض خلافت نبوت ہے اور افراد خلافت میں اکمل ہے ایکلی اور
 خواص میں ہے چند امور میں مثلاً اول لازم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضران حدیث اور
 حاضران نزول سورہ نور اور حاضران شاہ عظیمیہ مثل بدر و تبوک میں سے ہو۔ دوسری یہ کہ بشیر
 با نخبہ ہو تیسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ساتھ لیا میا فرمایا ہو جب کہ یہ
 منتظر الامارت کے ساتھ مع اللہ کیا کرتا ہے۔ چوتھی یہ کہ جن امور کو ظہور کا وعدہ حق تعالیٰ
 شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض اہلین سے اسکی باتہ پر بھی تھا
 ہوں۔ پانچویں یہ کہ اسکا قول دین میں حجت ہو بسبب ترویج و تہذیب حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی۔ ساتویں یہ کہ افضل امت ہو اس کی صفات ظاہر ہے کہ انصافیت گویا شیخ
 اوصاف دیوانہت سابقہ کا ہے اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتے ہے
 وہ منحصر خلفار بعد پر ہے ہی اور مخصوص اہلین کے ذوات متحدہ کے ساتھ ہے اسکی

بعد سنی کرچو لو ازم خلافت خاصہ کند کور ہوئی اگر ادین سے کہی کا حق خلیفہ میں بیاچہ
 مثلاً افضلیت ہی منقود ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں کہ وہ خلافت منقود ہو جائیگی لیکن مرتبہ اہل سنی اس کا انحطاط ہوگا اور
 مرتبہ غریب سنی نکل کر درجہ خضعت میں مستقر ہوگی لیکن اس کے خلیفہ کی اطاعت واجب
 ہوگی اور اس کی تحت حکم جاری ہوگا کہ ہدایا اور اس کا نصب اعمال و قصات و اخذ زکوٰۃ و صدقات
 صحیح ہوگا حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو
 مطلق خلافت باطل ہو جائیگی اور اس کی اطاعت و امانت اور اس کی ساتھ ہو کر جہاد و محبت ہوگا پس
 نشاء ائمہ اہل صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب افضلیت وغیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہے
 جس کو فوت ہونے سے نفس خلافت فوت نہیں ہو سکتی اور حضرات شیعہ اس کو شرط نفس خلافت
 نہیں لیا ہے جس کی فوت ہونے سے ان کی نزدیک اصل خلافت فوت ہو جائیگی یہ لہذا حضرت شاہ
 عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ سے تحفہ میں یہ عبارت شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہے تو وہ ہرگز
 مبارض اور انکی والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے تحفہ پر نہیں ہے کیونکہ حضرت صاحب تحفہ
 نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہے جس کی شیعہ قائل ہوئی ہیں وہ یہ کہ
 افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے وہ اشتراط ہے کہ جس کی شیعہ مثبت ہیں اور صاحب
 تحفہ نامی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہے نہ نفس خلافت
 کی طرف پس نفی و اثبات میں اختلاف نہیں کی طرف راجع ہیں اور انکو شاید معلوم ہوگا
 کہ تناقض میں آئے وہ حد میں ماخوذ و معتبر میں جیاد نہیں ہو کوئی فوت ہو جائیگی تناقض رفع
 ہو جائیگا اور اجتماع جائز ہوگا اب اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جعفر رضا قرین ازالہ خفا یا قرۃ العینین
 میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثبت اشتراط تحریر ہیں ہماری عجیب لیب کا ادنی
 بہ شہاد صحیح نہیں ہے اسلیں کہ انکی مدعا کی موافق نہیں اور انکا مدعا اثبات اشتراط

انفصیت کا ہی نفس خلافت کو واسطی اور اذن عبارت تو نکاح عاقبت ہستراتھ فیصلیت کا ذکر
نفس خلافت کر نہیں ہے بلکہ کلیت خلافت کو واسطی ہے پس اگر یہ باریک شوق نگاہ عباد
میں تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر ہر ہی عجیب بسبب پر پوچھ دیا تو ہم محدود سمجھتے ہیں
معاذہ اللہ ہم پہلی کلاس کرائی میں کہ آپ کا یہ عاقل اصول دین میں ثبوت قطعی کو منقضی
ہے اور ہماری واسطی اسکی ثبوت کے لیے دلائل قصیدہ کے اسلی ضرورت نہیں کہ اسکا اصول
میں کو نہیں سمجھتے تو ہم کو دلائل غنیہ کافی ہوگی۔ لیکن آپ ادنا کو ہماری مقابلہ میں اپنی
دعا کر ثبوت میں کیونکہ ہمیں کر سکتی ہیں اور وہ آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت کر سکتے ہیں
پس اذن دلائل کا اپنی دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرنا صحیح غلط ہے جسکا نشان یہ ہے
کہ آپ ہمیشہ اپنی دعویٰ کو بھول جاتے ہیں اور یا یہ ہے کہ وہ کہہ دہی مد نظر عالی ہے
قولہ اب ذرا از ادخا کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمائی مقصد اول کے فصل دوم
واقفہ صفحہ ۱۶ کو دیکھیں یہ عبارت تحریر ہے **ذلوازم خلافت خاصہ انت کو فیہ**
است باشد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً از انجست کہ در نکتہ اولیٰ تقریر کردیم کہ چون
خلافت ظاہر ہمارے دین خلافت حقیقیہ است و خلع سنی در محل خود ثابت گردو لیکن ایچا اینج
باید شناخت کہ غیر اخص خواص ریاست خواص لائن نیست پس خلافت او مطلق نباشد
نصب غیر اخص حکم رخصت دارد بہ نسبت غنیمت و رخصت خالی از ضعفی نیست عود
مع مطلق نمواند شد و از آن بہت کہ در خلافت خاصہ کلین دین مرضی من کل وجہ مطلق
دین نیز استخلاص انفس صورت نہ بندد چنانکہ حضرت ترقی نزدیک استخلاص الامم من فرمود
البرکات باللہ بالما سخیما ایجمعہم یسک علی خیرہم۔ رواہ الماکر۔
بجائے خلافت مارکہ آنجا کلین دین رخصتی من بعد دون وجہ مطلق لائن کل وجہ اور انجست کہ
ندمت خاصہ نیست از بہت نیز کہ در حدیث آمد **خلافت علیہا منہاج النبوة** و نیز آمدہ
تکون نبوة و حجة قمر خلافت و حجة مومع مراد ریاست عامہ است دین ہرینا ظاہر و باطناً

پس چنانکہ ابتدا شخصی ولایت میکند بر افضلیت وی بر امت تا قبح از مستغنی جل ذکره مرتفع
گردد همچنان استخلاف شخصی بر امت ولایت می نماید بر افضلیت وی بر امت و از جهت
که عامل مفسد شخص مفضل است است عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله
علیه و آله من استعمل رجلا من عصابة فی تلك العصبة من هو ارضی الله منه
فقد خان الله وخان رسوله وخان المؤمنین و عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول
الله صلی الله علیه و آله من امر المسلمین شیئا فامر علیهم احدا یما ماة فطیعه
لعنة الله لا یقبل الله منه صرفا ولا عدلا حتی یدخله جہنم اخرجهما المحاکم
از اینجا میتوان دانست که خلافت کبری چه خواهد بود از وی نزدیک تر از هم امور و اختلاف بر و شر و عدم نظام
اصلی با هو حق و یقین و ان را که شخص پیش گرفت و از انجبت که در وقت مشورت صحابہ را
استخلاف افضلیت را نامانده لفظ حق بنده الگفتند و همچنین ساقی و اشتد در استخلاف
صدیق اکبر چون خطاری خود بر ایشان ظاهر شد قائل شدند با افضلیت او این مرتب است
بر آنکه استخلاف افضلیت صادق باشد و افضلیت خلفا را بر بعد ثابت است بترتیب خلافت بهر
بسیار اینجا بر سه سبک الکفایت سبک اول آنکه استخلاف این بزرگواران منجر اجماع ثابت شد
و استخلاف که لازم است افضلیت را حکم تقریریه نهی بقدر حاجت - اس عبارت کو بطر غر و انصاف
ملاحظه فرمایید که عقلا و نقلا افضلیت کو قائلین او در حدیث کا هم و عده که آنرا نهی
و ده بی همین مذکور هر **قول** قول سابق کے جواب میں جو تقریر مطالبہ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کی کہ آیا ہوں بصراحتہ یہاں جاری ہے انہوں
کہ آئینی با وجود اس وضع مرام اور ظہور مطلب کہ عبارت کو نہ سمجھتا اور مثل لا تقر بوجہ سلوۃ
کہ استدلال فرمایا پس مختصرا گذارش ہے متوجہ ہو کر سن بھی وہی مدعا یہاں حضرت شاہ صاحب
فرماتے ہیں کہ جو خلافت بنو کور تہ کمال میں واقع ہے اور عالی تہ ہر اسکی کسی
افضلیت عقیدہ لازم ہے جس جگہ یہ خلافت پائی جائیگر افضلیت ہی ضرور پائے جائیگر

استخلاف افضلیت کی امر و انکار

اور جبکہ افضلیت فوت ہوگی یہ خلافت باعتبار اپنی اس مرتبہ کے فوت ہو جائیگا۔ دلیل اس کے خود
 شاہ صاحب کے ہی عبارتوں طاری فرماتے ہیں بلکہ منصب غیر افضل حکم خصیت دارد نسبت
 نسبت و خصیت خالی از خصی نیست و مورد مطلق متواترند (اس سے صاف ظاہر ہے کہ منصب
 کو اس است و خلافت منعقد ہو جاتے ہے۔ لیکن ترتیب میں نہیں ہوتا اور مطلق مورد مباح
 نہیں ہوتا تو افضلیت شرط کھیت خلافت ہوئی نہ شرط نفس خلافت۔ اور اس سے کوئی
 فرماتے ہیں۔ آری نزدیک تر از ہم امور و اختلاف خیر و شر و عدم انتقام علی موجب عنوان اور
 ترخص میں گرفت منتخب ہو کر آئے اس عبارت کو نفل کیا۔ اور اس سے استدلال
 فرمایا اور ان جملوں کو نہ کیا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا۔ اسی کا ش کچھ اپنی فہم نہ تھا
 سرکام لیتی اب ملاحظہ فرمائی کہ آجکا استدلال ان عبارتوں سے اور جو انکی مبالغہ میں
 کیونکہ صحیح ہوگا اور حدیث موعود کیا کار آمد ہوگی **قول** حیرت ہے کہ حضرت شاہ
 صاحب تو اس شرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہیں اور انکی خلف رسید یعنی اگر خاتم المحدثین
 اس عقیدہ کو مخصوص ہر نفس مابین اور کتاب اللہ سے اسکی مخالفت برعم خود ثابت
 کریں اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر۔ کاش یہ کتاب اپنی پور برزگواری سے جکا
 خود فرماتے ہیں ملاحظہ کرتے **اقول** اس فسوس کا مورد ہماری حضرت فاضل مجیب
 فہم لیت ہی ہے اور یہ امر عبارت از الزام الحفار وغیرہ کو دیکھا اور بندہ کی گذشتہ شکر بخش
 سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقلاً و نقلاً قائل ہیں حضرت خاتم المحدثین
 رحمۃ اللہ علیہ اسکی ہرگز منکر و مخالف نہیں یہ معارضہ محض فاضل مجیب کے خوش فہمی سے
 ناشی ہے حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا وہ نہ سرتا یا صحیح ہے یہ عقیدہ مخصوص
 شیعہ کے ساتھ ہی اور مخالفت عقل و نقل کے ہے نہ اسکو کتاب اللہ سے مدعی اور نہ احادیث سے
 صدق اللہ علیہ وسلم اسکی بویہ ذرا جمع البصر کرتے ہیں **قول** حضرت شاہ علی اللہ صاحب اس عقیدہ
 کی تقریر اسے مستلزم میں نہیں فرمائی۔ بلکہ مائیت افضلیت خلافت میں

ایک حوالہ طویل الذیل لکھا ہے اور کتاب وسنت واقوال صحابہ و دلائل برہین لالی بہن چونکہ
 وہ عبارت طویل ہے اور اس میں تفسیر میں طول ہو چاہی ہے لہذا ہم نہیں لکھتے اگر حضرت
 مجیب چاہیں تو ازالہ اشغاک ملاحظہ فرمادیں ہم نے نقد فیصل مقصد صفحہ گذارش کرتے
 ہیں سہلک رابع و اثبات فضیلت شیخین کے مقدمہ اولیٰ واقعہ صفحہ ۳۲۸ کو ملاحظہ فرمادیں
 شروع اسکا بیان ملازمت درمیان خلافت خاصہ و فضیلت شخصی کہابین خلافت مکرر
 ساختہ اند اور ختم پس فضیلت لازم خلافت خاصہ گشت و اللہ اعلم ہر **اقول**
 سہمی ازالہ اشغاک میں یہی مفہوم ہی دیکھا علاوہ اسکی بہت مواضع میں فضیلت کے
 اثبات میں تامل کیا ہماری فاضل محلیب کے مفید مدعا نہیں اور اس سے شہرہ فضیلت
 سلطان خلافت کی یہی ثابت نہیں ہوتا جسکے اثبات کو ہماری فاضل مجیب نے اپنی درجہ طلب
 دلائل ہی پر جو پیشہ گذارش ہو چکا حاجت تکرار نہیں قولہ اگرچہ فضیلت کو ثبوت میں حجتہ
 گذارش ہوا نصف کریم کی کافی دوائی ہے اگر سید طول ہی ہو گیا اگر اس شرط کا ثبوت مختصراً کہی خاتم المحدثین
 کی تفسیر سے ہی پیش کرتے ہیں وہ اس میں بھی ہماری اقوال باقیہ کا جواب گوش لوجہ نہیں اوردہ
 یہ کہ اگر کئی خاتم المحدثین باب نبوت عقیدہ دوم میں یہ بحث فرماتے ہیں عقل نیز صریح دلالت
 میکند کہ نبی را ولیب الاطاعت کردن و وحی بسوی او فرستادن و اورا امرنا ہی و حاکم علی الاطلاق
 ساختن و امام را نائب و تابع اورا واپیدن بدون فضیلت بنی پر صبی تصور نیست و چون
 انہم معانی در حق ہر نبی موجود اند و در حق امام مفعول و بیع امام اگرچہ صریح نبی فضل نمیتواند بود
 انتہی بجز راجحاً نہ کہ کلام صریح دلالت کرتے ہی کہ نبی کا امرنا ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا
 فضیلت کا سبب ہے اور امام کا مبنوع ہونا اسکی مفضولیت کا موجب ہے اور اگر کئی
 خاتم المحدثین نے یہ کہ نبی پر عقل صریح دلالت کرتے ہی کہ نبی کا امرنا ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا
 افضل ہونا اسکی عیاں نہ ثابت ہو گیا کیونکہ امام کی امرنا ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا عام عیاں اولیٰ بہرین اقوال
 مستحاجی حاجت محبت کے بخارہ تزیینت فہم الاضافہ نامی کو یہاں تک مکرر دیا ہے کہ سبب سے لایا خدا و تلوکو

آپ نہیں سمجھتے تو اوسکی فہم غالب میں سرانجام کی راہ پر چلتی ہیں افسوس آپ حبس مذکی
 الصبح منظر وہاں جسنی تمام سائل غلامیہ میں یہ تکس تحقیقات کی ہو کہ مرتبہ جن تقصیر کا
 حاصل کر لیا۔ وایسی عمار تو نہیں ایسی فحش غلطی کبھی فی اللہ سبحانہ و تعالیٰ آیت عیسیٰ
 سر ہند لال نہیں سہہ دیا ہا کہ اوسکو مسخ و تحریف کر ڈالا آپ سنی مختصر الذراست ہر شاہ صاحب
 رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی کا واجب الطاعت ہونا اور وحی کا اوسکی طرف نازل ہونا
 اور مردنا ہی وحاکم علی الطلاق ہونا اور امام کا اوسکی تابع ہونا یہ محسوس و اوصاف جو خداوند
 تعالیٰ نے بنی میں نصبت رکھی ہیں اس امر کو مستلزم ہیں کہ بنی امام سے افضل ہو اور
 بہرہن الفضلیت بنی کے امام کی یہ امور مستلزم نہیں اور تہہ تمام اوصاف ہر ایک بنی میں
 پائی جاتے ہیں اور امام میں مفقود ہیں تو کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا ہر
 آپتہ اس سے استدلال اسطرح فرمایا کہ اگر مردنا ہی وحاکم علی الطلاق ہونا افضلیت کا
 سبب ہے اور یہ امر بنی مردنا ہی وحاکم علی الطلاق ہونا امام میں ہی پایا جاتا ہے تو وہ
 ہی افضل ہے اہل سنت لال میں جبہ و رجبہ و کثرت و مال ہی اول یہ کہ کثرت صاحب جنت
 غالب ہے ہر احد ان امور کے امام میں نہ پائی جائے کو بیان فرمایا ہے آپ اپنی تہ لال
 میں اوسکو خلاف اوسکو تحریف کیا اور یہ کہا کہ امام میں مردنا ہی وحاکم علی الطلاق ہونا
 پایا جاتا ہے اور باوجود اسکی اس مخالفت و دعویٰ کو کسی دلیل سے ثابت نہیں فرمایا پس
 نہ صاحب کی عیاریتی مد کو لست استدلال ہے آنگو شاہد یہہ جنال نہیں رہا کہ اس تحریر
 نام دلیل ہی دیم برہم ہو بیکر اور اصل مدعا ہے اوسکو کچھ خلعت نہیں رہیگا کیونکہ مدعا
 یہ ہے کہ کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ جن
 پر بنی کی فضلیت کا امام پر وارد رہا تھا امام میں ہی پائی جائے تسلیم کر لیں تو تمام دلیل
 مدعا کو مسخ کر دیا پس آئی تحقیق یہہ تہ لال شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دلیل سے نہیں
 بلکہ اپنی مقدمہ مطویہ فی الزاہن سے کہ تہ لال ہوا جکا ثبوت معتقلاً ہو سکر اور نہ نقلاً

ہائیا ہم ہستی میں کسب انصافیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہی نہ ہو واحد کیونکہ واجب الوجود
 ہونا علی العموم علت انصافیت نہیں بلکہ انصافیت بذاتہ الوجود واجب الوجود ہے اور انصافیت
 شرط نہیں تو یہ حضرت مجیب کی کمال منظرہ دالے اور نہایت ختم و انصاف ہے کہ
 اوس مجموعہ میں سے بعض اوصاف لیکر اوس حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہ سمجھا کہ مجموعہ کا
 حکم اجزاء کو حکم سے جدا گانہ ہوتا ہے اس میں نزول بھی کو بھی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسطی
 ثابت ہے چنانچہ اکی حضرت کلینی نے محدث کو معنی میں ایک قسم کے نزول و حجت کو روا
 کیا ہے اور جب نزول و حجت اور آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو آپ کا استدلال
 شاید صحیح ہو جاتا کہ ختم کے نزول صحیح ہوتا یا نہیں۔ مثالاً سلنا کہ آمد و ناسی و حاکم
 علی الاطلاق ہونا مستلزم انصافیت ہے۔ لیکن ہم کب تسلیم کرتے ہیں کہ امام آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق
 و حاکم علی الاطلاق ہے یہ تو صرف حضرات شیعہ ہی کے خلاف عقل و نقل تسلیم
 فرما رہا ہے پس اپنے سلامت سے ختم کو الزام دیتا ہماری مجیب لیب کی کمال
 دہشتندی اور منظرہ دانی ہے۔ ہم امام کو آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق نہیں کہتے تو بلکہ
 علی نقیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف بنی کے کہ اوسکی اوامر و نواہی خود
 تشریع ہیں جو کچھ وہ فرمادی وہ قطعاً حکم خداوند تھا لے ہے اوس میں دوسرا احتمال نہیں اور نہ
 کوئی دوسرا قانون اوسکی لیب ہے کہ جبکہ مطابقت و عدم مطابقت سے اوسکی صحت
 و غلطی طبع ہو سکتی ہے وہ دوسرے اوامر و نواہی کے لیبی میزان و قانون ہے۔ راہب
 اس جہد کا مطلب ہماری تعجب میں نہیں آیا معلوم نہیں یہ کیا چستان و ہیلی ہے (اور
 امام کا متوقع ہونا اوسکی مفضولیت کا موجب ہے) ہماری مجیب فرامین تو سہو کہ
 حضرت از اس جہد میں مطلب رکھا ہے یا نہیں ہماری خیال میں تو یہ آتا ہے کہ متوقع ہم
 مفعول کا صیغہ تھا تو خیال کیا ہوگا کہ اوسکی لیبی مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا مفضل)
 تو مناسب نہیں لہذا باعتبار معنی کے صحیح ہوگا کہ اوسکی لیبی اگر صحیح ہوگا تو اسم مفعول کے مفعول

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیٰ مفضولیت کا اطلاق کر دیا سبحان اللہ ع برین علم برین
 بیا بگرتیت بلکہ بیا بخندید۔ یہ اس فہم و یقین پر ہے دعویٰ ہے کہ یہ مہندی کی مثل ہے
 اس برائی پر تباہی قتل اسباب سے ہی کہ کوئی غنی ہی ہے جائیکہ ہماری مجیب سے کوئی
 دومی ہو اس شرط کا انکار نہ کیا کیونکہ ہمیں عقل و نقل کتاب و سنت حتیٰ کہ اقوال ائمہ
 و صحابہ و عترت و علماء اہل سنت و دالہ ماجدہ کی خاتم المحدثین کے قول سے اس شرط کو بخوبی
 ثابت کر دیا و الحمد للہ علیٰ ذلک اقول جعفر اپنے افضلیت بلکہ شریعت علیٰ ثبوت میں
 دلائل پیش فرمائی اور برعہ خود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال ائمہ و صحابہ و عترت و علماء
 اہل سنت سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت نشہ پر آب بلکہ لعان مراب تباہ بول اللہ و قوتہ تعالیٰ
 ہماری موجودات سے جو اوپر متعلق حرج و قدح کے کئی گئی ایک سخت تباہی کہ اوپر شدت الہیہ
 فی یوم عاصف بہا و مشور ہو گیا اور مثل تار و پود و شکست کی ہستی اور سکو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور
 آفتاب نیروز کو دفع کر دیا کہ یہ ہست لالات محض حضرت مجیب کی اور ان کی بزرگوں کی خوش
 ہستی سے ناشی ہیں اب بعد اسکے یقین ہے کہ کوئی اجمل و اعنی ہی ہے چاہے جیسے ہمارے فاضل
 مجیب جیسی ہو کی الصبیح دومی ہو اس ان شرط کو تسلیم نہ کیا کیونکہ جو امر عقل و نقل کے ثابت
 ہوا و سکو کوئی عامل و نذر تسلیم نہیں کر سکتا اللہ العلیٰ و اللہ العلیٰ و اللہ العلیٰ و اللہ العلیٰ و اللہ العلیٰ
 قولہ اور بیان کرنا چاہی کہ مدار و جواب نفس کہ اس اصل پر جو کشف علی اللہ واجب ہے و نیز
 اری تہ سکا اثبات بھی ضروری ہے۔ اقول ہم اکی علماء و صحابہ مقبولہ کے اقوال سے وجوب
 نفس ثابت کر چکے آپ اپنی عمارت سے دریافت کیجی کہ وجوب نفس کہ مدار اس اصل پر جو یکساں اصل پر
 یقول السید الفقیر الی مولادہ الغنی ہماری فاضل مجیب علماء و صحابہ کے اقوال سے جیسا
 کہ وجوب نفس ثابت فرما کر آئی وہ اہل علم و انصاف پر بخوبی واضح ہو چکا اب اس سے
 حدیث طبرانی کو ہمیں نفس در دفع الوقتی بلکہ گریز ہے جب ان حضرات کو در دیگر ایجاب کے
 شک و شبہ میں پہنچنے کا خوف ہوتا ہے تو اس طرح راہ قرار دینا ہوتا ہے کہ علماء و ائمہ

یہ کیا ضرور ہی کہ جو چیز وجوب نفس کے لیے آپکی نزدیکی اصل مدار ہو وہ ہی ہماری نزدیک
 ہی ہو۔ ہماری نزدیک سری ہی وجوب علی اللہ ہی غلط اور غلط ہی لیکن آپکی نزدیک
 برومی آپکی عقل کے خداوند تعالیٰ تعالیٰ کو کون علو الکیڑا کی ذات پاک پر لطف چاہیے
 اور وجوب علی اللہ ثابت ہی اور وجوب نفس کا مدار ہے اسی پر ہے۔ لیکن چونکہ
 وجوب نفس کے دلائل ہی میں ہیبت غلطان و بیجان ہوئے اور ہر اوقات وہ ہی
 غلط ساطو دلائل نقل کیے تو اب اگر اصل کے دلائل کو چھوڑا جائے تو دلائل ہم ہونچنی تو
 معلوم نہیں بلکہ المنی عند الفاسد جعفر دلائل ثبوت وجوب نفس میں ذکر فرمائی
 ہتی وہ ہی لغو اور لاطائل ہوتے اس درمیں پافین ہی قبول اگرچہ یہ عقیدہ وجوب
 کافی تھا اور جو اعتبار کہ از الہ الخفا کی نقل ہوئی ہیں اور میں اس وجوب کا مدار ہی یہ قدر
 لکھا ہے مگر ہم حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں اور مدار ہی اس وجوب کا عرض کرتے
 ہیں چونکہ امامت کے لیے عصمت ضروری ہی چنانچہ ثبوت اسکا گزر چکا اور عصمت
 سوامی اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں جانتا ایسی ضرور ہی کہ امام مخصوص میں اللہ و رسول
 ہو۔ اعتبار از الہ الخفا سہی یہ بات ثابت ہی گوشہ صاحب نے لفظ عصمت صریح نہیں لکھا
 اور وہ پاس خلافت خلفائے کرام سے لفظ کیونکر لکھ سکتی تھی۔ اقول کتب عقائد
 شرح تخرید و شرح باب حد عشر المسیم بالنفع یوم الحشر کے دیکھیں سہی معلوم ہوا ہے کہ اصل
 امامت کا یہی مدار اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہو اوسکی یہ شرط ہی خواہ بلا
 خواہ بالواسطہ اسی اصل کی طرف راجع ہو گا۔ لیکن وجوب لطف کا نام کیونکر لین ایسی
 نہ اوسکی امامت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ اوس سے انکار ہی فرماتے ہیں اگر اقرار کریں
 تو اوسکا ثبوت کہا نہیں لادین اور انکار کریں تو یہی ہے کہ کل کہ خصم دست گیر بیان ہو گا
 ایسی آپ نے وجوب نفس کا مدار وجوب عصمت کو ٹھرایا اور اصل سوال (کہ وجوب نفس کا مدار
 اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہی یا نہیں) کی جواب میں لا ونعم کجید نظر آیا یہ منظرہ

و اگر غیر ختم ہو چکی ہے کہ ہندو ہی نہیں تو کیا ہیں۔ لیکن آپکی ختم ہو چکے ہیں چہاں چورانی والا ہے
 اور غیر واجب لطف کو اچھا رہنے دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچھ ناز ہی تو ہمیں اوسکی دلائل
 پر ہی مختصر کردہ کچھ جرح و قدح کی ہے جو آپ جانیکر اور حضرت شاہ صاحب رحمہ نے اگر عصمت
 نہیں لکھا تو سیاسی خلاف و خلفاء نہیں بلکہ سیاسی ثابت نہیں کیا کہ خلاف کتاب
 و سنت کیونکہ لکھ سکتے ہیں **قول** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہے اور اسکا ثبوت
 چاہا ہے اگرچہ یہ اصل ہے اپنی محل پر ثابت کی گئی ہے مگر چونکہ یہ بحث آہیات سے
 متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب
 یوں تو آپ کے جو دل چاہے فرما میں نہ آپکو ثبوت آہیات کی ضرورت نہ ہو انکے حریف ایک
 امامت سے امامت کافی ہے لیکن پہلے آپ اپنی ختم کے گذارش سنی اور کچھ بعد فرمایا ہے اگر آپکو
 وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں وہ یہ گذارش خدمت والا کرتا ہے کہ وجوب
 عصمت بغیر دیگر بلکہ تمام محبت امامت کے لیے وجوب لطف علی اللہ اصل ہے یا نہیں
 اگر جی اور فی الواقع آپکو نزدیک اوسکی امامت مسلم ہے تو یہ اصل ثابت ہے کیونکہ مسلم
 محال ہے کہ وہ فرع جو اس اصل پر متعلق ہوگی وہ پہلو فاسد و باطل ہو گئے تو گویا آپکی ختم نے
 اس صورت میں آپ کے مسئلہ امامت کو وہ اوسکی لواحق کے سبب رجحان ہی میں باطل کرنا چاہا
 اور جن کو لکھا کہ ابطال دلائل میں زیادہ تخفیف مستلزمات کی ضرورت نہ پڑی ہے چہاں اب لاا کا
 یہ فرماتا کہ چونکہ یہ بحث آہیات سے متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں
 آپ ہی الصاف سے فرمادیں کہ ہمدی وہ اب مناظرہ کے صحیح ہے یا غلط ہے اور آپکو
 بحث امامت ہی میں اسکا ثبوت و اثبات کی ضرورت ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس
 بحث کے آہیات سے متعلق ہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ اسکا امامت سے کچھ متعلق نہیں
 تو غلط ہے چنانچہ ابھی واضح ہو چکا ہے اور اگر نفی علاقہ کی امامت سے مقصود نہیں تو پھر یہ
 ارشاد فرماتا کہ اگر ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں میدان مناظرہ سے مرعہ گریزی ہے۔ بیست

حرف مطلب کو میری سنگم بھنڈا رکھا ہم سمجھتی نہیں بکتا ہی یہ سودا کی کیا بات
 انطہ چنان سہی بڑا ملوگا کئی کچھ ضرورت تو ہی لیکن بقایہ شکش کچھ انظار کر کا نہ کم
 سمجھ گئی قال الفاضل المحیب قولہ۔ اور اختلاف نص کے صورت میں کس کو امام
 سمجھا جائیگا۔ اقول۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں آتا جبکہ نص کی شرط ہستی ثابت
 کردی اختلاف نص کے کیسے اگر نص میں اختلاف ہے تو نص ہی کہاں ثابت ہوئی
 یہ قول العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ حضرت میر صاحب دافعی اسکا مطلب
 جناب کے فہم شریف میں نہ آیا ہوگا کیونکہ باوجود اینہمہ ادعا کے شجر لکھو اپنی مذہب کے
 روایات و مخصوص خبر نہیں ہے لیکن ہم ہی خدمت سامی میں گذارش کرتے ہیں کہ حضرت
 امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تھے ایک اسمعیل دوسری حضرت موسی کاظم علیہ السلام
 آپ کو فرزند کمان اسمعیل تھے جنکو آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الامم سے زیادہ محبوب رکھتے
 تھے اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت میں تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و متمیز سمجھتے
 تھے اول حضرت نے امامت کو انکو نامزد فرمایا اور انکی یہی امامت کی نص فرمائی یہہ ہر وجہ
 ہوئی کہ ایک جہم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہیں فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے
 بعد اسکو حسب آیات حضرت شیخ (دریغ بر گردن اوی) جب اسمعیل معصوم غافل تھے یہ وہ حرکات
 قبیحہ کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسی کاظم کے مخصوص
 فرمایا اور اپنی اصحاب کے جواب میں جو بابت اختلاف نص صادر ہوا ابدار کا عذر فرمایا آپ کے
 رئیس المتکلمین نے نقد محصل میں اپنی پیشوایان دین سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام صادق رضی اللہ
 عنہ اسمعیل سے خود قائم مقام خویش فرمود کہ ہر نامش نص ہو نہ چون امور ثابت ہو اور حد
 یافت امامت را بنام موسی کاظم قرار دادند و جواب اصحاب عذر بردار آواز نہادند۔ نقل عن
 ائمانہ انفسی در کتبہ و نقویہ کلینی کی روایت سے ہوتے ہے جسکو خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
 ازانہ انفسی میں نقل کیا ہے بعد ازاں ابی جعفر علی جعفر ہالیم یکن یعرف کہ کجا بداء

ابد بامین نادانست که اختلاف مصلحت ہوتی ہے بخلاف نسخ کے نسخ میں بیان اتنا کم ہوتا ہے
 وہیں غرضیکہ بانسخ مراد نہ رہتا بلکہ میں نہیں تھا نہ میں قولہ اسکو مفصل تحریر فرما کر بھیجا
 تاکہ جواب گذارت ہو اقول ہمیں مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجھا دیا ہے جو اب عنایت
 ہو۔ **قال النبی** قولہ اور زمان قدرت میں کیا حکم ہوگا۔ اقول
 وہی جو زمان قدرت نبوت میں ہوتا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاه**
 یہہ جواب محل بحث و مائل ہے کیونکہ قرۃ الرسل کے معنی حسب تفسیر صاحب تفسیر صانع
 فتوہ الارسال اور انقطاع الوحی کے ہیں جس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں رسالت بند ہو جاوے
 اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہماری فاضل نے جو فقرہ **استکثر فی اب** برقیاس کی تفسیر
 قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالیٰ شانہ کی بے قیاس
 حفظ اور بقا کا وعدہ نہیں تھا یہی وجہ ہوتی ہے کہ لوگ اس میں کج متفکر ہوتی تھی
 اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتی تھی بعد اسکی جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تھا تو اسکی تجدید
 کرتا تھا اور جو کچھ اس میں خرابیاں ہوتی تھیں رفع فرماتا تھا کوئی مستقل شریعت جدا گانہ ذکر
 بھیجا جاتا تھا جب ہماری پہنی کریم خاتم النبیین **صلی اللہ علیہ وسلم** الی کا قہ العرب والعجم مبعوث
 ہوئی اور خداوند تعالیٰ شانہ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اسکی حفظ وصیانت
 کا وعدہ فرمایا اور نام ادیان پر دین اسلام کی غلبہ کا شہود سنایا تو اس سے صاف معلوم
 ہوتا ہے کہ اس شریعت میں تغیر واقع نہ ہوگا اور اسکی کتاب محفوظ رہے گی تو اگر ایسی شریعت میں
 قرۃ واقع ہو چکا واقع ہونا کچھ ضرر رسان نہیں ہے تو اسکو اسی شرائع کی قدر رسالت پر قیاس
 کرنا جو سندرس ہو چکا ہو اور نہ اسکی کتاب باقی ہو اور نہ اسکی احکام اپنی حال پر ثابت
 رہے ہوں سخت بے ہوشی غلط ہے قطع نظر اس سے قرۃ کا واقع ہونا ہی خود وجوب
 لطف کے خلاف ہی گویا اگر نبی مبعوث تقریباً ہی یا ائمہ مفسرین تقریباً ہی تو معاذ اللہ
 آپ کو نزدیک خدا تعالیٰ کے خود تبارک واجب الہدایہ ہوگا جسے شانہ عظام مفسرین اور فاضلین

بنیابی سفیان از یحییٰ بن احمد بن بعددہ عہد اہل کون الامریہ بن
 شوریٰ بن المسلمین و علی ان الناس امنون حیث کا نوا من ارض اللہ شام
 و عراقہم و حجازہم و یمنہم و علی ان صاحب علی و شیعتہ متون علی انفسہم
 و اموالہم و نساہم و اولادہم و علی معویۃ بن جلی سفیان بذلک عہد اللہ
 و ميثاقہ و ما اخذ اللہ علی احد من خلقہ بالوفاء بجا اعطی اللہ من انفسہ و
 علی ان لا ینبغی للمسلمین علی بن ابی طالب و لا لاختیار الحسنین و لا للاحد من
 اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم غایبہ سزا و لا جہرا و لا یخفی احدہم
 فی الافاق شہد علیہ بذلک و کنی باللہ شہیدا فلان و فلان و السلام اس
 صاحب نامہ کی کلمات کو غور و فاس سے ملاحظہ فرمائی کہ حضرت امام نے امیر معویہ کو کیا پیغمبر
 تسلیم فرمائی وہ تو لیتا در ولایت اسر مسلمین ہی جو معبر است ہی یا کوئی اور چیز ہے
 اگر ولایت اسر مسلمین کے سپرد فرمائی ہے تو پھر آپ ہی فرمائی کہ است کو ایسی ہی مطلق
 کیا یا نہیں کیا اب فرمائی آپ کو وہ نفس کہاں گئی جسکو آپ ثابت فرما کر آئی تھی اور
 علاوہ اسکی وہ جملہ علی ان جیسے مسلمین کہاں اب اللہ و سنت بولہ و سیرۃ و اخلاص و احسان
 اور بل کوین ان سرمن بعدہ شوروی بین المسلمین نہ سبب شیعہ پر کیسی کجی خرابی و انتہا
 ہیں اور جبر و تسلیم کی نکالتو ہیں چونکہ مقصود اختصار ہے و سیاسی اشارہ کسی دیتی ہیں انہیں

اس بن ابی سفیان کو حاضر ہیں کہ اسکی ایک بیوی تھی کہ اسکی ہند اسر مسلمین نو میں عہدہ شہرہ کی ہو گا
 اور اسپر کوئی حد نہ تھی کہ اسکی خود شہرہ میں اس میں اور جمہورین اور میں میں اس میں ہو گی اور اسپر
 کو علی کے اصحاب اور اسکی سید اسکی جاؤں اور مالوں اور عورتوں اور بچوں پر اسوں ہو گی۔ اور اس مسلمین
 میں عہدہ پر وہ سب یا ہند کا عہدہ اور متفق ہو کر رہے تھے اللہ سے عہدہ یہاں سے کسی سی ایسی مسئلہ
 وہاں کوئے اس عہدہ پر جو ایسی ہی طوط سے حد کے ساتھ کیا ہے اور اس شہرہ کہ جس پر بنی بن ابی طالب
 اور اسکی بہن حسین کہ اور اس ملک سے کسی کوئی فریب ہو گا ورنہ شیعہ اور نہ عہدہ اور نہ کوئی دوسرے کسی پر
 غم نہ کرے اسپر ہند ان گواہ ہوتے اور نہ گواہ کافی ہے۔

و کما سجدت لیس - بان بیان اس قدر باقی بگیا که حضرت امام نے خلافت و امامت حضرت
 امیر موعود کو تسلیم تو فرمادی - لیکن بیعت نبوی فرمائی یا نہیں فرمائی سو اسکو ہم جیسے کہ
 میں دیکھتی ہوں - اس کو معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت ہی فرمائی بلکہ اعتبار نہ
 چون امام ہمارے اہل اسلام بقضیہ آقا کے حکم شام در آمد روزی عشرین العاص موعود را
 گفت که حسن یا کبر که خطبہ خواند و مزار اہل استغفار سے خوشی و خلافت تو آگاہ گرداند و چنان
 نمود کہ حسن رضی اللہ عنہ از اواز خطبہ عاجز خواہد آمد و خلایق را معلوم خواہد شد کہ او را
 قابلیت این امر بخودہ متوجہ نیست از قبول این سخن امام موعودہ بالا تر بنا بر مصالح عشرین
 امیر را از امام حسن التماس نمود آنحضرت بسمس را سپرد و ایستہ در مجلسی کہ جمہور اعیان انوار
 و شام حاضر بودند بر منبر صعود فرمود و فرمود کہ ایہا الناس بہترین مرکب تقدیمی است
 و بدترین چمن فجور است و بدستی کہ اگر شما طلب نمایند از ہا بلقا و جابلسا مردی را کہ بعد از محمد
 باشد نیاید کسی غیر از من و برادر من سید امید کہ خدا تعالی شمارد بہایت و بیکدمی و بجات بخشید
 از غوائے دشمنان و غیر گردانید بعد از مذلت و بسیار سخت بعد از قلت و بدستی کہ موعود
 بامن نزاع کرد و امری کہ حق من بود پس من برای قلع فتنہ و صلاح امت این مهم را
 بروی باز گذاشتم و ترک محاربه گفتم و چنین خون اہل شام را داند استقیم ہر آئینہ شہادت
 کند مرا کہ این امر را بغیر اہل ان دادم و این حق را در غیر خود غرض ہنا دم و مقصد من اصلاح
 امت بود و ان ادھر لعلہ فتنہ لکم و صلاح الی حین چون سخن بدینجا رسید موعود
 بر حالت شدہ گفت پس است ای ابو محمد فرمادی و بر دانیکہ در گفتن خود مرخص
 از خطبہ مذکورہ موقوف است کہ قد یا بعد و راست ان حقن الدماء خیر من سفکھا دلم
 ارد بذلک الاصلاحکم و بقاءکم و ان ادھر لعلہ فتنہ لکم و صلاح الی حین -

حلیہ حقیقیہ میں اس بیعت کر لی جو از سر برائی میں یہ آبا کر خان نے یہی سزا دہی خلافت بہتر سے اور بار بار اس
 جو فرائض فرمائی اور ان کے اور کچھ نہیں فرما دینے جاننا یہ شاید بہاری ہی نہیں دیکھا کہ ایک دفعہ انہوں نے ۱۲-

او کو تسبیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ مرجع ہے میں ہم پوچھتے ہیں کہ عصمت اور خطا
 یعنی ہے۔ علاوہ ازیں اوائل سالہ زہد میں گذر چکا ہے کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیت
 کی غسل سے ایک ضیف کیلے بعد ایک رطل کے غسل لے لیا بہت اوسپر حجاب امیر نے ہدف
 غیلہ و غلبہ فرمایا کہ مارنے کا قصد کیا اور ہذا تحقیق بیت المال کا پذیرا فرمایا بلکہ تصرف
 قبل القسمت کو ناجائز فرمایا اور حضرت امام نے جعفر رضی اللہ عنہ بیت المال سے لیا تھا جسے الفور
 حجاب امیر نے قسم اول بازو سے خرید کر کے اوس ہدف کو سینہ داخل فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ
 تخطیہ میں ہے اب فرمائی کہ عصمت اور خطا یعنی ہے۔ لیجی آپ امکان تخطیہ کے یہی تکرار
 ہتی ہے آپ کو اسکا وقوع ثابت کر دیا۔ اور نیز شروع اس سال میں ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ
 عنہا کا حجاب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمات سے بچنے مثل جبین پر وہ
 نہیں ترمیم شدہ الخ فرمانا بیان کر آئی ہیں آپ کو یاد ہوگا محب کو نظر آتا ہے کہ آپ حصہ اکابر
 میں محمود ہو کر بجا دامن قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو سمجھتے اور الزام اسکو
 پیش فرماتے لیکن اساحال میں کہ اراد اسکا تخطیہ ہونا باطل ہے علاوہ اسکا ابھی خطا ہونا
 جس میں ابھی محصور میں غیر مسلم ہے اور برحق محال اگر انبیاء میں تخطیہ واقع ہو بھی تو چونکہ
 انبیاء باتفاق فریقین محصور میں اور اوکے عصمت و لائق قطعیت سے ثابت ہے تو ایسی ادھر
 تاویل ضرور ہوگی بخلاف اللہ کی کہ نہ اولیٰ عصمت مسلم اور نہ اولیٰ سب کوئی دلیل مثبت قائم ہے
 تو اسکا انبیاء کہ تخطیہ پر تہاں کرنا کیونکر صحیح ہوگا **قول** کہ تم حسب مذاق حضرت
 محبوب عرض کرتے ہیں کہ بغیر محال اگر یہ ثابت ہی ہو تو اسی طرح سمجھا جائیگا حجاج
 انبیاء ایک دوسری کا تخطیہ فرمادین جو جواب حضرت محبوب دیکھ دینا ہی بیان ہے
 تصور فرمادین۔ **اقول** ہماری ناضل محیب کو فرض محال کے تکلیف اور دشانی کی کچھ
 ضرورت نہیں کہ اگر آپ کی ہی روایات سے و خروج تخطیہ ثابت کر دیا اب فرمائیں کہ انبیاء میں
 کو کس تخطیہ واقع ہوا ہے جو اس تخطیہ کے برابر ہو جسکو مشترک انجواب تصور فرما کہ یہاں

علاوہ ازین اسکا دارد مدار ثبوت عصمت ائمہ پر مبنی اور لوگوں کو ہم سب حق میں ہر ایک کی امانت تو یہ ہیں
 محض بنا پر فاسد علی الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سے اگر اسکو نازل سے دیکھا جا تو یہ بیشتر
 لازم ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہو اس کی وہ اسطرح ہے کہ امام باقر علیہ السلام
 امام بالقوہ کا خطبہ فرمایا ہے اور اگر یہی صورت خطبہ کے ابتدا میں نازل کی جاوی تو جو کہ
 عصمت انبیاء قبل البتہ علی مخصوص صغیر سے مختلف فیہ میں اہل نسبت ہی اسلی کی کہا جا سکتا ہے
 کہ بنی بقرہ کا خطبہ کرنا بنی بالقوہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپ کی حکم کے بموجب ہمیں اس
 جواب کو آپ کی طرف سے ائمہ میں بھی تصور فرمایا تو یہ ثابت ہوا کہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہوگا
 اور میں امام باقر علیہ السلام پر ہوگا اور امام بالقوہ خطا پر تو غسل کے تقدہ میں جواب امیر محمد علیہ السلام
 صواب ہے اور معارف میں جناب امام حسن علیہ السلام صواب پر مبنی یہ بھی اطمینان
 عصمت کو بیان تو خود تسلیم فرمایا قال الفاضل المحمّدیہ - قولہ اور نہ عصمت کا
 محقق ہے مگر میں ہی بعض میں - اقول - نہ سب اہل حق یہ ہے کہ از مہد تا آخر عصمت
 محقق ہے بقول العبد الفقیر مولانا جو کہ عصمت کی نسبت یہاں
 یہاں کہ بحث ہو چکی ہے جو کافی ہے اسلی اسکی اعادہ کی قدرت نہیں ہمارے ہر سیدزادہ اس
 سے کہ قطع نظر اس سے کہ ابتدا تا آخر یہ صحیح ہی یا نہیں کیونکہ شاید ایک وقت میں ہوگا
 کہ اس میں ہی باہم اختلاف ہو اسلی اسکو نہ سب اہل حق فرماتے ہیں بحث اہل عصمت
 میں جس قدر دلائل ذکر فرمائی ہیں ان میں سے کوئی دلیل بھی عصمت از مہد پر دلالت نہیں کرتی
 اس اثبات کے وقت ہی یہ بھی دعویٰ محفوظ خاطر سامی ہونا قال الفاضل المحمّدیہ
 کہ جب جناب علیہ السلام نے ائمہ کو دلائل کے ساتھ بیان فرمایا تو اس پر روح و قیاس
 ہوگی۔ اقول - یہی آپ کی کتاب سے یہی اثر نظر مل جائے کہ دینی اگر آپ دو دفع ہی
 علی کی کلام صحیح کہ اقول یہ کہ اسکی میں تو سب ائمہ کی بھی ہر ایک طرح فائدہ ہے۔ بقول
 العبد الفقیر مولانا کہ جان اللہ یہ ہمارے فاضل محمّدیہ

تکتہ میں پیکر تیر لڑتے ہیں۔ منها ما اوردہ الرضی فی ہجر البلاغۃ عن ہر اویہ
 فی کتاب کتبہ الی معاویہ و ہوا ما بعد فان یبغی یا معاویہ لزمک
 وانت بالشام فانہ بالیغی القوم الذین بالیغوا انا بک و و عمر و عثمان علی
 ما بالیغوہم علیہ فلم یدکن للشاہد ان یجتاد ولا للغائب ان یرد وانما
 السورۃ اللہ ہاجرت والا یضاد فان اجتمعوا علی رجل و سمعہ اما ان کان
 رضی فان یرجی منہم خارج بطعن او بدعت ردہ الی خارج منہ فان ابی قالوہ علی
 اتباعہ غور سبیل المؤمنین ولاہ اللہ ما تولى و اصلہ جنتہم و سیاأت مصداقہ
 اب اس کے جواب میں یہ امیر کو بی ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کے بیعت
 بقول انعقاد خلافت نہیں کی بلکہ اسکی پرہیز کرنے کی تدبیر میں فرماتے ہیں چنانچہ ان کا کھانا
 کی بجائے چھوٹا حصہ اوراق بیت جناب سیدہ علیہا السلام میں نقل ہوئی سو سیدہ شہیدہ
 اور چوبیسین جو بیعت فرمائی وہی بخوشی نہیں کی چنانچہ بروایت بخاری بلکہ صحیحین کے مشرک
 و حیات جناب سیدہ بیعت نہیں کی اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں و کان یعلی
 من الناس و جہ حیات فاطمہ فلما توفیت استبک علی وجہ الناس قال من
 مصالح الی بکو و مایقہیں اگر اس خط سے جو جناب امیر نے معاویہ کی طرف تحریر فرمایا
 خلیفہ اول کے صحت خلافت ثابت ہوا اور جناب امیر علیہ السلام کی متفقہ بیعت و لازم آئی
 کہ معاویہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و امام مطلق سے تائید سے منحرف نہیں
 ہوئے اور یہی برحق خلیفہ کے خلاف و امامت پرہیز کرنے کی یہی مشورہ کرتے ہیں
 چنانچہ کتاب الیغی الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر
 منکم و ہر شے رسول اللہ میں من مات و لم یعرف امام زمانہ مات میتة عام
 ہر جہی اور جناب امیر علیہ السلام کے شان میں اس کو منع ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ
 جناب امیر علیہ السلام کو تحریر فرمایا ہے۔ چونکہ معاویہ خلفا سابق کو برحق خلیفہ جاننا

اور انکا یہی حکم کردہ تھا اسلئے جناب امیر نے اس پر حجت ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے
بیم الفاظ اندہ بالیغ القوم الذین بالیغوا بالبرک و عمر و عثمان علی ما یلویہم امیر ص
دلائل کرتے ہیں اگر یہ ہمہ تحقیقی ہو تو اسکو لکھنی کی کیا ضرورت تھی اور خصوصاً وہ
فقہ جو ایک خاتم المحدثین اپنی تحریر سے صریحاً سمجھ گئی یعنی لزمتک وانت بالشارع
الزاجی تحریر پر دل ہے کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے
ختم کر کوئی بات لازم کریں۔ **اقول** ہمیں تبرعاً اجمالی طور پر جناب امیر کا
دالنامہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا مخصوصاً بھارتیہ مذہب شریعت کے لیے اور فی الحقیقت
اسیصال اصول فروع مذہب شیعہ کے غرض سے گذارش خدمت کیا تھا بجواب اسکو جناب
اسکی تحقیقی ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اسکا تسلیم فرمایا گیا اس امر کو تسلیم کر لیا
کہ اگر یہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو شریعت ثلاثہ بلکہ
تمام اصول فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کراہت مند بہ الیحد بہا انشوراء ہو گئے
پس ان نگاہ یہ تہر ہے فیصلہ دیکھا اب ہم پر لازم ہے کہ اس خطبہ کے الزامی ہونیکا
بطمان اظہر من الشمس وین من الائن کر کے دکھلا دیں اور ثابت کر دیں کہ خطبہ الزامی
طور پر تحریر نہیں ہوا بلکہ واقعی واقعی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ پس افسوس کہ جب ہم اس
خطبہ کو جاملین اور انکی مضامین میں غور و تامل کی نظر سے دیکھتے ہیں تو عام خطبہ میں ازل
سے آخر تک کوئی حرف ایسا نہیں پاتے جن جو اسکو الزامی ہونے پر دلالت کرنا ہو اسکو
مناسب دہم ہونا کہ اول عام خطبہ کی نقل شرح ابن مہتمم بحرانی سے کیجا دی اور بعد اسکو اسکی
جملہ ثبات کیا جا دی کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے اس خطبہ کی شرح میں جسکا
شروع یہ ہے۔ ومن کلامہ علیہ السلام وقد اشار الیہ اصحابہ بالاستعداد بحرب
هل الشام بعد ارساله الى معاوية جدي رضي الله عنه شرح ابن مہتمم تحریر فرماتا ہے
یہ ایک اور کام میں ہے جسکی ایک اصحاب نے شام کی لڑائی کی یہی شیعہ ہونیکا شہرہ جبر علیہا کہ سونے کو بیچ کر دینا

الزامی تحریر پر ردال ہے کیونکہ یہ دایہ تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے
 ختم ہو کر کوئی بات لازم کریں۔ **اقول** ہمیں تبرعاً اجمالی طور پر جناب امیر کا
 دالانامہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا مخصوصاً بصرہ تکذیب شرائط ثلاثہ کے لیے اور فی الحقیقت
 اسے اتصال اصول فروع مذہب شیعہ کے غرض سے گذارش خدمت کیا تھا جو اب اس کے جواباً
 اس کے تحقیقی ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اس کا تسلیم فرمایا گویا اس امر کو تسلیم کر لیا
 کہ اگر یہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو شرائط ثلاثہ بلکہ
 تمام اصول فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کراہت مند تہ بالریح بہار منشور امیر و مکرر
 ہیں اگر نگاہ یہ تہیز ہے فیصلہ دیکھا اب ہم پر لازم ہے کہ اس خط کی الزامی ہونیکا
 سلطان اظہر من الشمس دین من الناس کر کے دکھلا دین اور ثابت کر دین کہ خطبہ الزامی
 طور پر تحریر نہیں ہوا بلکہ واقعی و تحقیقی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ لہذا ختم کر کے یہ

عاقبت مصنف اول اس نام خط کی عبارت کو اجائی غرض یہی کہ کوئی جملہ یا کوئی حرف غلط
اس خط کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہے مگر نہیں تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ خط
الزامی نہیں اور جو اس پر یہ ہے کہ خبر فی حقیقت حکایت ہوتے ہی اور اس کا محکمہ یا تو
حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد منکلم بلکہ اعتقاد منکلم کا محکمہ ہوتا ہے اسی وجہ سے بہتر ہی کہ منکلم
اپنی اعتقاد کو مطابق واقع کر کے سمجھتا ہے یہ ہے وجہ ہے کہ محدث و کذب کا مدار جوہر کے
نزدیک نہیں بلکہ عقائد و اعتقادات پر ہے جس کی منکلم کسی خبر کے ساتھ منکلم کر لیا تو سامع مجبوراً
خبر کے یہ سمجھ گیا کہ منکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور عقیدہ سمجھتا
ہے کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا محتاج نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ تباد الی الفہم دلیل حقیقت کی ہر
لفظ مودعہ کی اطلاقی کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ منقاد الی الفہم ہر لفظ کو حقیقی
سمجھا جائیگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھ کر جادین کے اور محتاج سمجھتا ہے قرینہ کی طرف
ہوگا اور جو حقیقت نہیں کہا جائیگا بلکہ اور جو محاذ کشی کے جواب اگر اس خط کی مضمون
کو حقیقی سمجھا جائیگا تو تمام عبارت اپنی معنی حقیقی پر مسمول ہوگا اور بسبب تباد الی الفہم
ہونے کو کسی قرینہ کی محتاج نہ ہوگی اور سمجھا جائیگا کہ جناب امیر رضو اللہ عنہ حال واقع کی
حکایت فرما رہے ہیں۔ اور اگر اس کو الزامی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور
الزام کے حکایت حال اعتقاد و محاذ کشی فرما رہے ہیں تو یہ عبارت اپنی معنی حقیقی پر مسمول
ہوگی اور بسبب تباد الی الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاوے گا
و اپنی حقیقت سے متباد ہو کر اس سے مسمول ہوگا ورنہ نہیں۔ اب تفصیل و نظر سے اہل فہم
والنصاف ہر ایک جملہ کی مضمون کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی
قرینہ پایا جاتا ہے جس سے الزامی ہوتا سمجھا جاوے یا نہیں اور دیکھیں کہ قرینہ خارجیہ جو
کلام کو معنی حقیقی پر مسمول کرنے سے مانع ہو وہ ہوتا ہے جو عام طور پر متباد الی الفہم ہو
اور شخص اس سے سمجھ سکی کہ یہ کلام مصروف عن الفہم ہے اور اعلیٰ فیہ میں یہ قرینہ

معقود ہر ادجکی نسبت اور عا ہر وہ بلا و بیل ہر اور غیر مسلم اول جملہ لایہا یعنی المقوم الذین
 بالیوا ابابک و عمر و عثمان علیہما السلام علیہم علیہ السلام ہر اور ظاہری کہ یہ جملہ حال
 واقع کہ حکایت ہر اور اپنی محکمہ کے مطابق ہر اور یہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح ہر
 کیونکہ جن لوگوں نے خلفاء ثلاثہ سے بیعت کی تھی اور اہل حل عقد تھی اور انہوں نے
 حضرت سے ہی بیعت کی۔ دوسرے جملہ علمائے کرام للہ الشاہدان یختارونہم لایہا ابابک
 ہر اس جملہ میں کوئی قرینہ دلالت نہیں کرتا کہ برخلاف واقع کے صرف مختص کے
 اعتقاد پر مدار کلام ہر اور اسکی معنی فاذا احدکم لیس للشاہدان مختارین من ارجب
 کوئی قرینہ جو نہیں تو یہ جملہ اسکی خلاف متبادر ظاہر محمول ہوگا بلکہ اپنی معنی حقیقی
 پر جو متبادر اسے القہم عند عدم القرینہ ہوتا ہی محمول ہوگا اور وہ یہ کہ بیعت اہل حل عقد کی
 صورت میں باعتبار واقع و نفس الامر کے نہ متبادر اختیار کر سکتا ہر نہ غائب ہو کر سکتا ہر جو یہ
 بیعت اہل عقد کی واقع ہو گئی تو پھر کیونچون ہر اسکی گنجائش نہ ہی تیسرے جملہ وانا الشاہد
 للہما حین فی انحصار ہر اس جملہ میں ہی کوئی قرینہ نہیں جو اسکو الزامی ہونے پر دلالت
 کرے بلکہ اگر اس عبارت میں شامل کیا جاوے تو صراحتہ ثابت ہوتا ہی کہ اس سے ہی برا
 تحقیق ہے اور الزام نہیں کیونکہ لفظ انما سفیدہ حصر کہ ہر جسکی سننی یہ ہوئی کہ شوریٰ شہ
 ہر جبرین و انصار ہی میں منحصر ہر اور کسی دوسری کو اہلین و اہل نہیں تو گو با ضمتنا اس جملہ
 یہ ثابت کیا کہ مخاطب کے جو طلقاً اہلین سے ہے شوریٰ میں یہی کیا کہ داخل نہیں تو حذف کا
 مستحق کہ نہ کر ہو سکتا ہر اور اس حصر کے بموجب یہ تقریر اسی وقت صحیح ہو سکتی ہی جبکہ اسکو
 تحقیق محمول تھا چاہے اور اگر اسکو الزام پر چل گیا جاوے تو باطل ہو کیونکہ امیر معاویہ اس
 امر کے داخل نہیں کہ شوریٰ منحصر ہر جبرین و انصار میں ہر۔ بلکہ اولیٰ نزدیک شوریٰ میں
 تمام مسلمین کے داخل ہر چاہے اس خط کے جواب میں جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت میں
 بھیجا ہر اسکی ظاہری اور اس خط کو ہم آئندہ نقل کریں گے۔ اس جگہ کچھ بے موقع

نہیں ہو اگر ہم اپنی دعویٰ کے ثبوت میں شارح ابن ہشیم کے عبارت جو احسن جملہ کی شرح
 میں لکھی ہے نقل کریں اس اضافہ و فہم اس عبارت سے بخوبی سمجھیں گے کہ یہ عبارت
 بلکہ تمام خط تحقیق سے ہی یا الزامی و قطعی عبارت ہے و حصہ شری و الجماعۃ فی الہماجرین و
 الانصار لانہم اهل الحل والعقد من امت محمد فاذا اتفقت کلہم علی حکم من الاحکام
 کا اجتماع ہم علی بیعتہ و تسمیۃ اماماً کان ذلک اجماعاً حقاً انتہی بقدر الحاجۃ
 چوتھا جملہ فان اجتمعوا علی حل و سموہ اماماً کان ذلک للہ رضی عنہ نہیں ہی کوئی
 قرینہ نہیں جس سے سمجھا جاوے کہ مراد فی الواقع نہیں بلکہ عنہ الخطاب ہی اور صاف عن تحقیق
 تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب پر محمول کرنا بلا قرینہ کیونکہ جابر سے سمجھا جائیگا کیونکہ
 بالضرورت مصیر الحجاز جابر نہیں تو اس سے عبارت محمول اپنی معنی تحقیقی پر ہوگی اور محمول
 معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل و عقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنا دیں تو وہ شخص
 فی الواقع عند اللہ امام ہو جائیگا اور اسکی امامت خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی
 یا بخوان جملہ فان خرج منهم خارج بطعن او بدعت مردودہ الی ما خرج منه ہی
 اس جملہ میں ہی کوئی حرف نہیں جو صاف عن تحقیق مواد الزام ہونے پر دلالت کرے
 تو اپنی معنی تحقیقی پر محمول ہوگا اور تہہ بلاتین واقع نفس الامر کے متصور ہو کر چہا جملہ
 فان ابی فالتوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین و ولاہ اللہ ما تولى و احلاہ جہنم و
 ساتھ مصیر ہو۔ اس عبارت میں ہی کوئی لفظ نہیں جو اسکی الزام ہوے پر دلالت کرے
 بلکہ یہ عبارت بجا ہے اس پر دال ہے کہ مراد تحقیق ہی نہ الزام کیونکہ یہ عبارت بطور اقتضائے
 کلام اللہ سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرقت شہیر ہو کر جو سورہ ناسین ہی
 و من یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الهدی و یشیع غیر سبیل المؤمنین نوامق
 و فصلہ جہنم و ساءت مصیرا - اور اس آیت سے استدلال فرما کر اس پر سورہ مد
 کو متنبہ کیا کہ یہ استدلال گویا نفس قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور اس میں گنجائش نہ کہ

۲
 جابر سے سمجھا جائیگا کیونکہ بالضرورت مصیر الحجاز جابر نہیں تو اس سے عبارت محمول اپنی معنی تحقیقی پر ہوگی اور محمول معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل و عقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنا دیں تو وہ شخص فی الواقع عند اللہ امام ہو جائیگا اور اسکی امامت خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی یا بخوان جملہ فان خرج منهم خارج بطعن او بدعت مردودہ الی ما خرج منه ہی اس جملہ میں ہی کوئی حرف نہیں جو صاف عن تحقیق مواد الزام ہونے پر دلالت کرے تو اپنی معنی تحقیقی پر محمول ہوگا اور تہہ بلاتین واقع نفس الامر کے متصور ہو کر چہا جملہ فان ابی فالتوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین و ولاہ اللہ ما تولى و احلاہ جہنم و ساتھ مصیر ہو۔ اس عبارت میں ہی کوئی لفظ نہیں جو اسکی الزام ہوے پر دلالت کرے بلکہ یہ عبارت بجا ہے اس پر دال ہے کہ مراد تحقیق ہی نہ الزام کیونکہ یہ عبارت بطور اقتضائے کلام اللہ سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرقت شہیر ہو کر جو سورہ ناسین ہی و من یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الهدی و یشیع غیر سبیل المؤمنین نوامق و فصلہ جہنم و ساءت مصیرا - اور اس آیت سے استدلال فرما کر اس پر سورہ مد کو متنبہ کیا کہ یہ استدلال گویا نفس قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور اس میں گنجائش نہ کہ

نہیں سو کیونکہ جس دلیل کا منبر ملا وہ اجماع کے نفس قطعی پر ہوا وہیں شک و شبہ کو دخل
 نہیں ہو سکتا اور اگر بری کو اجماع غیر سبیل کے مذمت حق ثنائے ثنائے نے بطور الزام
 نہیں فرمائی بلکہ بسببیں متفقین درمیان ہے کہ اس آیت شریفہ سے کسی کی الزام نہیں دیا بلکہ
 واقعہ لافس اہل کے اعتبار سے فرمایا ہے جس جواب امیر اس آیت شریفہ کو دیتی ہے
 اپنی وہ کہ تہمت میں نہیں فرمایا تو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کو الزام محسوس کیا جائے کہ اگر
 اس کو الزام محسوس کیا جاوے تو تہمت ثابت ہو جائے کہ جواب امیر اس آیت شریفہ کے منقول
 منکر ہے حالانکہ یہ واقعہ غلط ہے۔ پس جس جہاد میں مشن میری اولی کے وہ منکر ہو گیا کہ یہ منکر
 مارے تحقیق واقعہ پر نہیں ہے اور حضرت علما و متبعین کو جس منکر ہے کہ اس کلام کو الزام محسوس
 کر کے اس کو مسدود کر دیا ہے اس لئے میں اور منکر بن کر کیا کریں مریج دیکھتی ہیں کہ مذہب
 تشیع کی سچ و سادہ اور کھری بات ہے اسلیئے التہدیانہ مارے ہیں تو اس تمام عبارت میں
 ماہود اس قدر سبب و دلیل کے باوجود عقل و ذہانت و دانش کو کیا سمجھتا ایک طرف ہے
 ایسا اختیار فرمایا جو اس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا حالانکہ ہر دو قرینہ کے
 ہر کو الزام پر حمل نہیں کیا گئے بلکہ جہد ربط کیا اور جہد رجحان ثنائی اور ثنائی اس امر کا ثبوت
 قوی ہو گیا کہ اس عبارت کو بجا تحقیق پر ہی الزام ہو کر ممکن نہیں پس اگر اب بھی اس کو
 الزام ہی محسوس کیا جاوے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت
 نویسی کا کچھ بھی سلیقہ نہیں تھا اور ان کی وہ بھی خبر نہیں تھی کہ کس منکر کو کیسے قرینہ کہ جہاد
 ہے اور کونسی معنی قرینہ سے تحقیق میں علامہ اس کی جو عبارت کہ اس کے بعد اس خط کو شائع نہ ہوا
 جس کو حضرت رضی صاحب نے نقل کر دی ہے جس کو ہم اوپر نقل کیا ہے اس میں وہ ہی دلالت کرتے ہی
 کہ خصوصاً الزام نہیں دیا ہے بلکہ یہ ہیں۔ وان طلحہ والزید بالباقی ثم نقضاً بعبتہ مکان
 نقضاً ما کر د تھا فجاہد متما جب حقیقت خلاف اسل اجماعی نفسی سے ثابت فرما چکر
 اس کے بنا ہوا ہے میں کہ طلحہ اور زید نے معیت خلاف جو دلائل حقیقہ سے ثابت تھی

توڑی اور یہ نقص مثل بدت کے ہو کیونکہ گویا انکار نفس کا ہے اسی کی بنا پر جو یہ کہہ دیا تو اس سے
مسلموں کو کہاجاں میں جو کچھ فرمایا تھا وہ تحقیق تھا الزام نہیں تھا اور کب بعد فرمایا کہ
فادخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الیہم من الی فیہا فلیک العاقبة
پھر کہہ رہے ہو کہ اب اس سے سبیل المؤمنین کی تاکید فرماتے ہیں کہ جہاں میں مسلمان داخل ہوئی
تو وہی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہے اور اوس میں عاقبت بھی اور جو کچھ پسیدہ وہی امر ہے کہ تمہیں
عاقبت ہو۔ اس سے صحت ظاہر ہے کہ جسکو مسلمان اختیار کریں وہ حق ہوگا اور اوس میں
عاقبت داریں منظور ہوگی تو وہ امر جسکو کبر اہل اسلام نے کیا اور اہل حل و عقد نے نسخہ
کیا وہ کیونکہ حق ہوگا۔ پس اس عبارت نے بالبدایت ثابت کر دیا کہ تمام دلیل سابق
تحقیق ہی الزامی نہیں ہے بلکہ بعد آخر خط میں تحریر فرماتے ہیں واعلم انک من الظلقات
الذین لا یجتنی لهم الخلافة ولا یتعرض لهم الشوریۃ من عبارت کے
بالکل واضح ہے کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے کہ باعتبار واقعہ و نفس الامر کے خلافت و شوریہ
میں خطا کو کچھ دخل نہیں خلافت ہی شواکھ کا قمار کے اور لوگوں میں ہے اور اہل شوریہ ہی
سوائے خطا و دوسری آدمی ہیں تو اس سے سمجھا گیا کہ شوریہ حق ہی پس اس کو اپنی شرط کا
بہان سمجھنا صحیح ہے۔ اب اس کے بعد گذارش ہو کہ جو اب اس خط کا امیر معویہ نے تحریر کیا
اور جو کچھ اس کا جواب ابوجاب جناب امیر نے تحریر فرمایا ہم اسکو شرح سے نقل کرتے ہیں
آپ اسکو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ ان تحریرات کا
دار الزام پر نہیں اور یہ دلائل اب عبارت انھیں ہم پر کر رہیں بلکہ بیان واقعہ اور تحقیق نفس الامر
کا جابہ معویہ اما بعد فلعمری لو با یحک القوم الذین یصلو و صلت علیہم
من دم عثمان کنت کافی بک و عمر و عثمان و لکنک اعزیت بثمان و عثمان

پس معویہ نے اسکا جواب لکھا۔ اما بعد بخیر جنوں نے بیعت کی ہے اگر وہ تمہیں معیت کرنے اور عثمان کے خون سے بچنا
نہ تو یہی مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتا لیکن تم نے عثمان پر (فتنہ کی آگ کی طرح) اور اس سے بدکار و مذکورہ کر دیا۔ ۱۲۔

عنه الانصار فاطاعاك الجاهل وقوى بك الضعيف وقذلي اهل الشام
 الا قتالک حتى تدفع اليهم قتله عثمان فان فعلت كانت ثورى بين المسلمين
 واحصا ما جئتک على تجتک على طلبة والذين لا منها بايعاک ولم ابايک وما
 جئتک على اهل الشام کحجتک على اهل البصرة لانهم اطاعوک ولم يطعک اهل الشام
 فاما شرتک في الاسلام وقرابتک من النبي ﷺ الله عليه وسلم ووضعتک من
 قرين المبدأ دفعه وکنت في اخر الکتاب قصيدة کسب بن جعيل اور بعض روایات میں
 اس خط کے الفاظ اس طرح مسطور ہیں ^{۱۱} من معی یرزق سفیان الی علی بن ابی طالب
 او البعد فلو کنت علی ما کان علیہ ابوبکر وعمر وعثمان ما قاتلک ولا استجاک
 ذلک ولکنه انما اشد علیک بحضرة خطیبتک لی عثمان وانهما کان اهل الحجاز
 الحکام علی الناس حين کان الحق فیهم فلما ترکوه صار اهل الشام الحکام علی
 اهل الحجاز وغیرہم من الناس ونعم علی ما جئتک علی اهل الشام الخ ابی اس خط کے مشہور ہیں
 اہل النصارى و دانش تامل فرماوین اگر چاہا اب امیر کا خط الزام سو تو باکل مہمل اور بڑی معنی
 ہوا چاہا تاہی کیونکہ امیر معویہ کے خط میں صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس کی وجہ غلیظہ خلافت

سلطہ تو باطل ہے نہ بری امامت کی اور ضعیف باب تیری قوی ہو گیا اور اس میں نہ سوائی تیری مثال کی انکو کیا
 میں نہ کہ کو عثمان کو نہ انکو خدا کو نہ ہی پر اگر تو نے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ بطور مشورہ کے کہہ نہ دین میں ہوگی اور میری زندگی کی قسم
 جیسا کہ میں نے جیت طو اور میری ہی نہیں نہیں کیونکہ انہوں نے جسے جیت کی تھی اور ان نے نہ جیت نہیں جیسی تیری جیت پر
 داروں پر ہی اس شام پر نہیں کیونکہ انہوں نے نہ میری امامت کی ہے۔ اور اس شام میں تیری امامت نہیں کی اور میں
 تیری زندگی اس سہا میں تیرا قربت بنی صل اللہ علیہ وسلم سے اندر میری تیرے قریب میں اور انکو نہیں اور چاہا اور خط
 آخر میں کتب بن جعيل قصیدہ ۱۲ ^{۱۲} سوی کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف۔ امامہ۔ اگر تو اس میں تیری
 جس پر ابوبکر و عمر و عثمان تھے تو میں کسی نہ لانا اور نہ تیرا قتال حال حیات میں نہ عثمان کے ساتھ میں تیری خطا سے
 میری جیت نہ تیری سبب نہ لانا اور میری زوالے لوگوں پر حاکم اور وقت تک نہ میری جیت نہ ان میں جن را اور جب انہوں نے
 حق چھوڑ دیا تو ان میں نہ چھوڑا ان اور امیری لوگوں پر حاکم میں اور میری حیات کی قسم نہ میری جیت نہ اس میں میری جیت نہیں
 جیسی اہل عرب پر ہے۔ الخ۔ ۱۳۔

الائق بنو اور جماعت خلافت کو سرانجام نہ کر سکی تو بیعت اہل حل و عقد سی دہ شخص خلیفہ
 نہیں ہو سکتا ہے تو جب اس کا یہ مذہب ہے تو اس کو یہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت
 ہے کیونکہ ہم سی اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے اور جس سی اہل حل و عقد نے بیعت کی
 وہ خلیفہ ہے بالکل پور اور غوث ہو گا اسلی کی معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل و عقد
 بدون وجود صلاحیت کے بالکل لغو اور مشغول سمجھنا ہے بلکہ اس پورج الزام پر
 کلامی اور تطویل اور بی زیادہ بیودہ ہے چنانچہ اہل ذوق صحیح اس کو بخوبی سمجھتے ہیں
 اور صاحب تحفہ علیہ الرحمۃ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کے بعد اس خط کا جو کچھ جواب
 جناب امیر نے تحریر فرمایا اور اس کو آپ کی حضرت رضی نے بیج البلاغہ میں نقل کیا ہے
 لیکن اپنی عادت شریفہ کے موافق حضرت رضی نے اس میں کمی بیشی فرمائی اور سبب
 اس کا آپ جانتی ہیں کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط میں ایسا تصرف
 کیوں فرماتے ہیں اور کس واسطی ان کی تحریف کرتے ہیں اس میں اصل خط شرح ابن سلیم
 میں نقل کرتے ہیں اور بعد اس کی شارح نے جو کچھ تحریف کی نسبت لکھا ہے نقل کریں گے
 فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المومنین الی معویہ بن صفحہ اما بعد فاند
 انانی کتاب امر لیس لہ بصر بھدیہ ولا فاید برشدہ قد دعی الھوی
 فاحامہ وقادہ الضلال فاتبعہ فھجلا عطا و ضل خابطا ان قال رحمت انما
 علی بیعتک وکتب امر من المہاجرین اور دت کما اور دوا و اصل دت کما اصل دت

۱۔ جناب امیر نے اس کا جواب لکھا اللہ کے بندہ امیر المومنین علی کی طرف سے معویہ بن صفحہ کی طرف ابابعد میرے
 پاس یہ خط آیا ایسی شخص کا خط تھا کہ اس کی بیانی ہی جو راہ دکھلا دی اور نہ کہیں والا ابابعد میرے پاس
 خواہش نفسی نے اس کو بلایا اور سی اس کی اجابت کی اور اگر اسی نے اس کو کہیں تو اس نے اس کا اتباع کیا پس
 بیودہ بعد اس کی اور خط میں گراہ ہوا یہاں تک کہ فرمایا تو نے گمان کیا کہ تیری بیعت کو میری ساتھ
 لگا دیا۔ میں ہی ایک شخص مہاجرین میں سے ہوں فاراد ہوا میں جسطرح وہ دارد ہوئے اور ہوا
 جس طرح وہ لے لے ۱۳۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيَّ ضَلَالًا وَلِيُصِيبَهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَإِنَّمَا صَدَقَتْ بِبَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُمْ
 الْمَرْفُوعُونَ وَبَيْنَكَ وَسَبِيحَ طَلْحَةَ وَالزَّيْدِ فَلَعْنَتُهُمَا لَاحِرَةً ذَٰلِكَ الْوَاحِدُ لَمْ يَجْعَلْ
 الْإِنْسَانِيَّةَ فِيهَا السُّطْرَ لَا يَتَلَفُ فِيهَا الْحَيَاةُ وَالْحَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ وَالْمَرْوِيُّ فِيهَا مَصْدَرٌ

اس خط سے جیسی کچھ خرابی و مصیبت ذیل میں بیان ہوئی ہے بے پایاں اور خارج از
 بیان ہے اور جو کچھ خواہ و منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں اور کما حقہ خارج از
 محیط امکان ہے لہذا بخوف اطہاب حال اذنان صافیہ الوالابصار البصائر کے صرف
 اس سبب کہ شکی اس قدر بیان کرتے ہیں کہ یہ خط صریح دلیل ہے کہ جو کچھ مضامین
 پہلے خط میں مرقوم تھے جنکی نسبت الزامی ہو نہ کا دعویٰ کیا گیا تھا وہ سب تحقیقی تھے
 اور الزامی ہوا اور کما بالکل باطل ہے پس صریح ہو کہ جناب امیر نے اپنی پہلی خط میں
 جہین بخت واقع ہو رہی ہے جو کچھ تحریر فرمایا تھا امیر معویہ نے اس کے جواب میں
 اس کے مضامین میں سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو گناہ غیر مسلم رکھا اور پتے
 کو روک دیا کہ کیا جناب امیر نے دلیل اول یہ تحریر فرمائی تھی کہ میری خلافت اہل حل و عقد
 کی ہے اس کی جنگی معیت سے ابو بکر و عمر و عثمان کی بھی خلافت ثابت ہوئی تھی
 واقع ہوئی چونکہ اس خلافت کو حقیقت جو بیعت اہل حل و عقد سے واقع ہوئے اندھ
 و عنہ المؤمنین واقعی اور نفس الامر ہی ایسی اوسمیں نہ حاضر کو بدل بدل کا اختیار
 نہ غائب کو رد کی گنجائش اور اہل شورشی صرف ہمارے ہیں و انصار ہیں جبکہ وہ امام

سے نہ ہوتے اس کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اگر وہ ہی ہیں میں مستند ہیں و انکار
 اور جو کہ قرنی اہل شام اہل ہند میں اور غزوہ و سر اور اپنے زمینوں کیا ہے۔ پس میری وہ گائی کہ
 قسم اس میں صرف ایک حکم ہی کیونکہ ایک معیت ہی۔ اوس میں مکرر نظر ہو سکتی ہے یہ تفسیری ہے اس اعتبار
 پر مکت ہے اس میں سے کھنسی والا لعن کرے والا ہی اور اس میں توقف کرنا لازم ہے

بنائیں اور پھر وہ اکہڑی ہو جائیں وہی خدا کا نزدیک یہی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے
 اسکو جواب میں اس امر کو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سے اہل حل عقد نے بیعت کی ہے
 اور جوہر مہاجرین و انصار نے جنہوں نے خلفائے ثلاثہ سے یہی بیعت کی اور انہوں نے
 آپ کو بھی خلیفہ بنایا گو یا امیر معاویہ نے قیاس کے تحت یہی تسلیم کیا لیکن بکبر سے قیاس کو
 نمانا اور اسکی کلیت کو باطل کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار
 بیعت کر لیں وہ امام برحق ہے بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل عقد بیعت کریں صلاحیت حاصل
 نہ کہنا ہو تو وہ بیعت اہل حل عقد سے خلیفہ نہیں ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہیں
 رکھتے کیونکہ آپ خلافت کا سرخجام نہیں کر سکتے اور قومی سے ضعیف کا حق نہیں دلا سکتے بلکہ
 بلکہ امام برحق کے خون میں شریک ہوئی کہ انکی مدد نہ کی یہاں تک کہ بھاننے انکو شہید
 کر ڈالا پس اگر تم میں صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صلاحیت خلافت ابوبکر و عمر و عثمان
 تھی ایسی ہی تم ہی ہوتے تو بیعت اہل حل عقد تکو بہی فیض اور باعث اتفاق و اتفاق
 ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صلاحیت خلافت نہیں تو تمکو بیعت اہل حل عقد
 کچھ مفید نہیں اور نہ انکی بیعت سے تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کو منعقد
 ہو سکتی ہے اگر تم مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتی تو میں تمہاری ساتھ ہرگز قتال نہ کرتا
 جب تم جو ہمیشہ ہو گئی تو اب خلافت تم میں سے نکل گئی اسکو جواب میں جو کچھ جناب امیر نے
 تحریر فرمایا وہ قابلِ ذکر ہے کہ یہی حضرات شیخہ خصوصاً ہماری محیب السبب بنور ملاحظہ فرمائیں
 حاصل جواب یہ ہے کہ تیری کتاب پانچویں ایسی شخص کے کتاب کہ اسکی یہی عقلِ نادی نہ کوئی قائد
 رہتا ہے ہوا کا مطیع ضلال کا متبع ہو کر یہودہ گوی کی اور خطبہ کے ساتھ ساتھ ہاتھ ہاتھ ماری جو
 معاملہ شہادت عثمان میں ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب
 سمجھا اور فاروق میری اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان جنبا کیا سوا نکل بے عقلی اور ضلال اور بہرہ
 گوئی اور خطبہ ہے۔ کیونکہ میں ہی مہاجرین میں سے ایک شخص نہیں جیسے وہ دارِ ہونی میں

میں یہی دارد ہوا۔ اور جیسی وہ عمارت ہوئی میں یہی عمارت ہوا اور خدا تعالیٰ کے انکو عینی
 مہاجرین کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ اور سبکو اندہی میں میں مبتلا نہیں فرمائے گا۔ حاصل یہ
 کہ جو جب اعتراف کرے کہ میں صالح الخلفاء ہوں اور بدون میری صلاحیت کی اس صل
 و عقد نے میرے ساتھ بیعت خلافت کی ہو تو سب اہل صل و عقد وجوہ مہاجرین و اعلیٰ
 انصار گمراہی پر ہوں کہ خبر صالح یعنی خلافت کو خلیفہ بنا دیا اور مہاجرین و انصار کا گمراہی
 پر مجتمع ہوا محال ہے کہ یہ بخلاف کے ہرگز انکو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا اور نہ انکو کفر
 نامہ کرے گا تو اس سے ثابت ہوا کہ جب وجوہ مہاجرین و انصار نے میری ساتھ بیعت کر
 دی تو میں صالح الخلفاء ہوں اور نہ لازم آتی کہ تمام مہاجرین و انصار گمراہی پر مجتمع ہوں اور
 بہ محال ہے اور ثبوت اس سخاوت کا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ہے اب
 اس خط کی عبارت میں بالفصحا مفسر اس خط کو عامل مصنف نامل فرما ہوا اور سوچی تو آیا
 اس کو مقصود فصیح نظر فرمائیہ اور عدم قرینہ کے الزام ہے بالتحقیق۔ اس خط کی عبارت
 مثل روز روشن روشن کر دیا کہ یہ خط میں جس قدر مضمون شوریٰ منقول ہوا وہ
 سب تحقیقی ہے ہرگز الزامی نہیں تھا کیونکہ اگر اسکو الزامی تسلیم کیا جاوے گا تو یہ
 جواب بالکل لغو و بھل ہو جاوے گا۔ اسی کہ جب امیر معاویہ نے بیعت مہاجرین و انصار کو
 بدون صلاحیت لغو سمجھتی ہیں تو پھر انہیں مہاجرین و انصار کے بیعت سے الزام
 اسی صلاحیت مستحق خلافت ثابت کرنا بالکل خلاف عقل ہو گا دوسرا معاملہ یہاں یہ
 حکم وزمیر کا کج برزنا یا نہ کہ انہوں نے بیعت توڑی اور اپنی الہی جہاد کیا سو گنا
 تو یہی مخالف کر لیا تو جیسی ہی جہاد کرونگا۔ امیر معاویہ نے اسکو جواب لکھا کہ میری
 اور طلحہ و زبیر اور اہل شام اور اہل بصرہ کے معاملہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی
 آپ کی حجت طلحہ و زبیر اور اہل بصرہ پر قائم ہے مجھ پر قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ طلحہ و زبیر نے
 آپ کی بیعت کی تھی اور میں آپ سے بیعت نہیں کی اور اہل بصرہ نے آپ کا رشتہ اخلافت

اپنی گردنوں میں ڈال لیا تھا اور اہل شام نے نہیں قبول کیا تو آپ کو معیت میں اجماعت
 جنہوں نے قبول کیے ان ہی پر لازم ہے نہ ہمیں قبول کی ہی اور نہ ہمیں لازم ہو سکتی ہے
 جناب امیر نے اس کے جواب میں یہ مضمون لکھا اور قسم کہا کر فرمایا کہ اس میں کچھ فرق نہیں
 حاضر غائب سب برابر ہیں کیونکہ ایک معیت ہے نہ اس میں کمر سوچ کر کچھ ہو سکتا ہے
 اور نہ اس میں کو کچھ اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہو گیا وہ ہو گیا اور میں بھی پیش
 چون و چرا کی کچھ نہیں بھی حاضر غائب سب پر لازم ہو گیا جو شخص اس میں سے خارج
 وہ گویا اس میں طاعن ہے اور کسی سائنہ جہاد کرنا واجب ہے کہ سبیل المومنین کا مخالف ہے
 اور جو اس میں متوقف ہو وہ مدافعت ہے اور یہ بھی ایک قسم کا نفاق ہی شارح فرماتا ہے
 قوله الخارج منها الخ قسمه من لم يدخل في بيعته الے قسمين لانه اما خارج عنها
 وهو الطاعن في صحته وحبب مجاهدته لمخالفته سبيل المومنين وامامهم
 في ذلك فتوقف حكمه الله مداهن وهو نوع من النفاق انتدال لضعف ارجح کے بھی ملاحظہ فرمائیے
 کہ اہل حق کی معیت کی ثبوت کو جناب الزام فرما رہی ہیں یا تحقیقاً اور قسم اور قسم الزام
 ہونے پر کہا رہی ہیں یا تحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اسنی کب کو تسلیم کیا ہے
 اور اگر تحقیق ہے تو منہ المرد غرض جواب بجواب کے انتقام سے مثل آفتاب نمیزد روشن ہو گیا
 کہ پہلے خط میں حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر ہے
 اور جس امر کو کفایت غیر تسلیم کیا وہ یہ ہے کہ حضرت فرشتوں کو مہاجرین و انصار میں
 منحصر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ طاقاً کہ اس میں کچھ داخل نہیں تو اس کے تسلیم کی طرقت کفایت
 قوله الخارج منها الخ جو لوگ آپ کی معیت میں داخل نہیں ہوئی ان کو وہ سب سے غیر قسم کیا کہ نہ کہ تو بعد
 معیت کے اس میں کسی کچھ والا تھا اور وہ اس کی معیت میں داخل نہ کرے والا ہے اور اس سے سرسبز کے رستہ کی
 مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہے اور یا معیت میں متوقف ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مدافعت ہے
 اور یہ بھی نفاق کی ایک قسم ہے ۱۲۔

ایسا کیا اور کہا کہ اگر تم قاتلین عثمانؓ کو ہماری حوالہ کرو تو خلافت شوریٰ بین المسلمین ہوگی
 گویا عموماً اہل اسلام جسکو خلیفہ بنادیں وہی خلیفہ ہو جاوے گا پھر خفیص اہل حل و عقد کی ہنر
 اب اسکو بعد جب وعدہ جناب امیر کے خطو کی تحریف کی نسبت جو کچھ الزام حضرت رضی
 کی طرف سے لگے قائم کیا ہے اسکو نقل کرتے ہیں شارح اس جواب انجواب کی شرح
 میں جسکا شروع یہ ہے ومنکم ما لای الی معویۃ اما بعد فقد اتقے منک غلطہ
 موصلاً کہتے ہیں فلکب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین لم معویۃ بن صفار
 اما بعد فانه انا فی کتابک امر الی قوله خابطا لمرئصل بہ ان قال عمت
 انما افسد علی بیعتک وکنت امر من المهاجرین اور دت کما اورد واواصد
 کما اصد واما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال ویضربہم بحسم واما ما میزت
 بین اهل الشام واهل البصرة وبنک وبن طلحة والزبیر فلکم ما الامر
 ذلک الا واحد ثم یتصل بقوله لانها بعتہ عامۃ الخ آخر میں سلج کہا ہی
 واما ینبذ علی هذا ان هذا الفصل المذکور لیس من الکتاب الاول
 الاول لم یکن فیہ ذکر موغظۃ حتی یدکر ہا فہا فی جوابہ غیر ان السید
 اضافہ الی هذا الکتاب کما هو عادۃ فی علم مرہات ذلک واما لا انتقم
 اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا کر رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ میں عبارت جو ان
 نہیں تھی اضافہ کر دی اور درج ہو کہ یہ عبارت جو عمت کا افسد سے شروع ہو کر بضرہم
 جمعی پختہ ہوئی جو مخالف نہ ہو سکتے تھے یہی حدت فراموشی ہو کہ اسکو موقع ہستہ مال
 ماتہ نہ آد کی اسکی بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہے۔ جسکا شروع یہ ہے

نائب امیر المؤمنین حضرت رضی کی طرف سے

سے اور جہاں سے مر کے من پر مہر کر دیا ہے کہ یہ مسلسل ہو کہ پہلے خط میں سے ہیں۔ کیونکہ پہلے
 خط میں موصوفت کی آکر تہا یہاں تک کہ وہی جواب میں اسکو ذکر ہوتا ہو کہ یہ۔ یہ سب اس خط میں اضافہ کر دیا۔
 جیسا کہ اسکی حدت سے ہی کہ میں یہی مر کے حدت میں ہیں کرتے۔ ۱۲۔

ومنك باله المعوية فاراد قوما قتل الدنيا تارح و سكر شرح من فراتے میں
 بشر متصل یہ قولہ ولعمرہ الخ و هذا خبط عجيب من السيد مع وجود
 كنية في كثير من التواريخ اب اب و كہم بچہ یہ شرح اگر سید نسبت وق ہو ہو کر کیا کیا
 کچھ فراموشی میں خیر یہ ایک بطور جملہ معترضہ کی حضرت مخی طرب کو جملہ دیا ہو یا دکر میں
 اور کچھ اسی جگہ خاص نہیں بلکہ یہ قطع و برید بہت جگہ ہی اب پھر ہم اصل مقصود و کھٹ
 جو ہم کرتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ جناب امیر کی کلام بلاغت نظام سمی واضح
 بیان ہو گیا کہ خلفاء راشدین کے بیعت اجماع اہل حل و عقد سمی معتقد ہوئی اور خداوند تعالیٰ
 اور رضوان کے نورانی اور پتھر روشنی ڈالا اور جس شخص نے اس سے انحراف کیا بغاوت میں مبتلا
 ہو کر متوجہ جہاد ہوا بلکہ جہنم کا مستحق ہوا اب فرمایا کہ جناب امیر خلفاء راشدین
 خلافت کو وقت اگر ہمراہ ہا جبرین و انصار کے تھے جیسا کہ معتقد اہل حق کا ہے تو فہو المراد
 اور اگر ہا جبرین و انصار سمی خارج تھے حاشا ثم حاشا معا و اذنتہ جو کچھ لازم آتا ہے ظاہر
 و باہر ہی آپ کے ہی زبان اور سکر ادائی طاقت رکھتا ہے اگرچہ بعد اس رضوح و تبیان کے
 حاجت نہیں رہی کہ ہم او خط کا تحقیقی ہونا اور یہی ثابت کریں۔ لیکن تبرعاً حضرت مخی کے
 مزید اطمینان کے لیے تھوڑی سی اور یہی گزارش کرتے ہیں ذرا متوجہ ہو کر سنیں علاوہ اس
 کہ جو کچھ نتیجہ البلاغہ سمی نقل کیا گیا اور جگہ یہی جملہ آیا ہو میں مذکور میں اسپر اول دلیل
 میں کہ حضرات ائمہ اہل حل و عقد کو تسلیم کرتے تھے اور امامت کو اجماع سمی معتقد اعتقاد و کثرت
 ہتی بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجماع جمیع کا شرط نہیں سمجھتی تھی اول ہم از اول ائمہ
 نقل کرتے ہیں۔ ولعمرہ لن کانت الامامة لا تنعقد حتی یخضرھا عامة الناس
 ما الخلفاء مبیل و لکن اھلھا یحکمون علی من غاب عنھا ثم لیس للنشاهد ان یدرج لا لایق

۱۔ پھر اس کے ساتھ متصل ہے قولہ و عمری الخ اور یہ سید ۶ سے عجیب قسم کا قطع ہے یا جو کہ جناب
 امیر کے خطوط اکثر تاریخ میں مذکور ہیں۔ ۱۲۔

نہایت عزیز و محترم نام

ایہ کیا اور کیا کہ اگر تم قلعین عثمان بنو نہ کو ہمارے چلیں رجلاً ادا دعی ما لبسہ و الخوم
 کو یا عمو اہل اسلام جبکہ خلیفہ بنا ویرا درای الماسیہ کہ علی بن حسن نام دست نیست و
 اب و سکر بعد جب وعدہ جناب اہل حق و انکے حاضر شوند جمیع مردمان بنی باشند بانفقا و امامت
 کی طرف تشریح نے قائم کیا ہے اب انکار جو بہت و اہل شام را معیت آن امام علیہ السلام ہوا
 میں جبکہ شہاب ملاح است و انفقا و جمیع اہل اسلام و انحراب التارست فرمود با میں کلام کو جمع
 امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دستوری دستار و بلکہ معتبر در انفا و
 اتفاق اہل حل و عقد است اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم برامری از امور حیا کہ اتارست
 بدان ولیکن اہل امت حکم میکنند بریکہ غائب است آقان پس از ان نیست سرانجام
 ہیچو طبع و دیگر از جمیع رجوع نماید و نہ غائب را ہیچو معاویہ کردا برای خویش
 بلفظ اس عبارت کو تامل کے نفسی ملاحظہ فرما دین اور ایک ہی ترجمہ کو جو آپکی زوروری
 پڑ میں اور کہیں کہ اس صراحت کہ ساتھ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اہل حل و عقد کو جس
 ثابت فرمایا اور ان کو اجماع سے انفا و امامت کو تسلیم فرمایا اور انفا و اجماع کے لیے
 نسبت عدم اس شرط حاضر فرمایا اور حضور بعض کو کافی فرمایا اور مذہبی ہے کہ
 لازم نہیں نو وہ خطبہ جو ابہ الترام ہی اور آپ کی ہم معنی ہے وہ ہی الایمانی
 محمد اللہ و سنتہ خود جناب امیر نے اہل حل و عقد کو اجماع کو محبت انفا و
 کو یہی ثابت فرما کر اور ہا جرین و انصار کے اتفاق برتر تب رضا را ہی بنا کر
 بدست جمیع کو پیچہ دنیا سے طلع و قمع کر ڈالا۔ دوسری پنج البلاغت میں
 مکاتیب میں ہے۔ و منہا فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من اللہ الاموال
 اما و کہ ان خطبہ میں یہ جملہ نہ کو دیکھو و کانت امور اللہ علیکم تود و عنکم تصدروا الیکم
 تبارج ابن میثم ہنسی مختصر شرح میں جس جملہ کی شرح اس طرح فرما رہا
 اس کے کام نہ کو دیکھو دوسری ہی دوسری ہے یہی اردہا ی طرف روشنی ہے۔

قولہ کہ انت امور باللہ الی قولہ ترجع الی انکم کنندہ اہل الاسلام والحد والعقد
 فیہ وہم المهاجرون والا لخصاصہا اب ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں
 کہ حضرت ابنی اصحاب کو اہل حل عقد فرمایا ہیں اور شارح کی تفسیر سے صحت
 معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل عقد ہمارے ہیں و انصار ہیں اور جب اہل حل عقد ہوںات ثابت ہو
 تو اگر بشرط ثلثہ باطل ہوئی تو اصل اصول دین آپکا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہوا کہ
 تمام اصول و فروع بھی باطل ہو گئی اور غا ہر سی کہ یہ خطبہ بظاہر ابنی خواص اصحاب
 کی ہے تو اس میں نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجائش ہو سکتی
 ہے۔ تیسری جگہ نامہ فیما بین حضرت امام حسنؑ اور حضرت امیر مومنینؑ تحریر ہوا تھا
 اور اسکی نقل ہم منقریب اوپر کر چکے ہیں اسکی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات
 لینی کرتے ہیں ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائیں چنانچہ علی السبیل دلائلہ
 المسلمین علی ان یحصل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
 و سیرۃ الخلفاء الصالحین و سیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین
 واقع ہوا چنانچہ صاحب ازالۃ الغبن کے مخاطب نے اس طرح ضبط کیا ہے اور دوسرے جگہ اسکو
 متصل مذکور ہے و لیس ملحوظہ بنی سقیان ان یعمد الی احد من بعدہ
 بل یوزن الامر فیہ بین المسلمین المتوہمہ ہر دو جملے اس نامہ کے حقیقت خلافت خلفاء
 اور صحت و حقیقت اس بیعت کو جو بطور مشورہ کے بین المسلمین واقع ہونات کرتے ہیں اور جبکہ
 یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام پیشینہ اصول و فروع باطل ہو گیا اور مذہب اہل حق ثابت ہو گیا
 علی ذلک بعد اسکو اس قدر کہ ارشاد فرما رہی کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کو الزامی ہونے
 پر جب انکو کوئی دلیل ہم پر نہ پہنچی تو آخر بیعت کو قرینہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو
 جو مشرہ ہے کہ جبائے ایمام حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بیعت نہیں فرمائی اپنا استدلال
 پرایا تو ضرور ہو کہ مختصر علم مسکا بھی جواب کہ ارشاد کریں پس صحت ہم کو کہ منتخب علماء کو

جواب میں یہ قدر کافی ہے کہ یہ فی الحقیقت قرینہ ہی نہیں ہے کیونکہ اولاً تاخیر غیر مسلم ہے
 چنانچہ یہی عرض ہوتا ہے۔ تاہم اگر تاخیر تھا تو قدح نے الاستحقاق غیر مسلم اور باطل ہے لہذا
 ممکن ہے کہ تاخیر خطا اجتہادی کے وجہ سے ہو۔ راجعاً اس کی ضرر کی دلالت اس خط کے الزام
 ہونے پر تسلیم نہیں کیا جاسکتی کیونکہ اگر بالفرض اس تاخیر سے کسی ناخوشی مفہوم
 ہوتے ہو یہی نو سالہا سال کا آبجاء خلفا کی ساتھ تمام دنیاوی و دنیوی امور میں فرق
 و غلغلہ رہا صریح اور کما بطن ناخوش ہے ان اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء کی محبت سے تمام
 عمر ناخوش رہتی اور ادنیٰ کسی کام میں شریک نہ ہوتی اور ادنیٰ امرات نہ کرتے اور دہائی
 ہجرت کر کے کہیں نکل جاتے اور تمام مسلم خلفاء کی عداوت میں رہتی تو شاید یہ کام
 اس قرینہ سے الزامی سمجھ جاتے۔ علاوہ ازیں یہ قدر واضح گذر رہا ہے کہ جناب امیر کا
 مذہب دوم ہو چکا ہے کہ انشاء خلافت کو دینی جمیع کی حسب کو ضروری نہیں سمجھتی تو
 جب اکثر اولاد اہل دل عقد نے بیعت کر لی خلافت منقطع ہو گئی تو جناب نے یہ خیال فرمایا
 کہ بیعت تو منقطع ہو چکی ہے غلامین میں بیعت کروں یا کروں اور ان کی دلیین بطوریکہ
 اس تہ اور عدم منورہ کی وجہ سے طالع تھا ہی نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ کو استحقاق خلافت
 خلیفہ اول میں مال ہو سلیبی آپنی تاخیر فرمایا اور یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اطاعت سے
 انحراف کیا ہو اور اگر کہیں اتفاقاً بالفرض ہو تو ہم کب آپ کو مصوم اعتقاد کرتے ہیں
 غرض جناب امیر کو استحقاق خلیفہ اول کی نسبت میں کبھی تردد نہیں ہوا اور نہ کبھی
 استحقاق خلافت کا انکار کیا باقی رہا نقض خلافت کو شور مچی بابت ہم شروع
 رسالہ میں عرض کر چکا کہ ادایت ہی صراحت یہ مفہوم نہیں ہونا کہ نقض خلافت کے شور
 کیسی ہوں بلکہ چونکہ یہ اجتماع شور می منجر بغض و تہی تو اسلامی اور کو نقض خلافت کے
 شور می کہا گیا بعد عذر و معذرت کے صفائی ہو گئی تو بخوشی و طیب نفس بیعت
 کر لے۔ چنانچہ یہ ہی اوس ادایت میں مذکور ہے جس کی تائید بخاری سے جاری صحیح

یا علیؑ ان القراء حلف مراشی فی الصحف والحریر والقراطیس محدودہ
واشعورہ ولا تصبرہ کما صنعت الیہود التورۃ فانطلق علی فجمعه فی ثوب اصفر
لرحم علیہؑ ینتہ وقال لا ابدی حتی اجمعہ قال کان الرجل لیا قیہ یخرج الیہ بنیہ وجمع
اور ظاہر ہے کہ اس جہ سے وہ ایف کر لیں ایک متمدن نامہ جابھی۔ اس سے فارغ ہونے کی کھڑت
فاطمہؑ کی زوجہ اور بیمار داری غرض کا مین ستوں و مبتلا ہونے پر نگہ کر ان جی ٹوکی وجہ سے
ست تیجات و ظہر رضی اللہ عنہا مقلدہ عبت مین ناخر رہا ہوگا ورنہ بطور منافقہ ارباب
کر کر ممکن نہیں کہ آپؐ بیب سے تاخر فرمایا ہو بہر حال برخلاف روایات معتدہ اہل سنت
اگر اس تاخر کے وقوع کو جو روایت منقولہ سے مفہوم ہوتا ہے تسلیم کر لیا جاوے تو فریقین کے
مزدیک بردایات خود واجب التاویل اور معروف عن انصار ہر اہل سنت کے نزدیک تو ظاہر ہے
کہ ابو بکر صدیقؓ جلد بوجہ ہر اور ادنیٰ انحراف کبیرہ تھا تو بغرض طہارت ذیل جنابا پر
تاویل واجب ہے اور شیوہ کے نزدیک اس سے بھی اظہر ہے کیونکہ امام معصوم کا خلافت حکم خدا اور
کہا محال ہے تو تاویل لازم ہوتی باقی را محض فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجاہت کا حال
سو شرح بھیج البلاغہ اور البیانات مجلس سے خوب روشن ہے کہ خطہ ارمیہ کے نزدیک کسی
وجاہت تھی کیا اس کا نام وجاہت ہی کہ کوئی دقیقہ تدلیس و تفسیر دے جہستی کا (معاذ اللہ)
خاک پہن دشمنان آن پاک نژاد۔) اور ہمارے کہہ تفصیل کے بقدر سابق میں مذکور ہو چکا
تو جنہوں نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حقوق غصب کیے اور ضرب و تہمت کے اور
گھر کو جلاؤالا تو وہ ادھر وجاہت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کرینگے

اسی علیؑ و ان میرے درن کے بھی مسجد اہل بیت کے بعد میں ہر دیکھ کر کہتا کہ بھو اور مانع کیجو
صلح ہو چکا وراثت کے مانع کو رہا پس علیؑ نے اس کو جمع کیا اور کثرت میں پر راس پر لگا لی اپنے
گھر میں اور فرمایا میں تا وقتیکہ اس کو جمع نہ کروں جاؤ رہو گے۔ کب بعض شخص لگے پس آتا ہوتا تو دل
جاؤ رہا اس کی لپی کھتر سے یا تک کہ آئے اس کو جمع کر لیا۔

ثان اس قدر گذارش کرنا دیا جانا ہے کہ یہ روایت بخاری کے جسکو ہماری تحجیب بسبب نے
 اپنی اس حدیث میں پیش کیا ہے دوسری روایت صحیحہ صحیحہ میں ہے جس میں مساف مذکور ہے
 کہ حضرت علی زبیر نے ابتداء النفاذ خلاف بین بحیث فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور
 حاکم اور ہیثمی نے ترجیح کی ہے اور الفاظ او سکون مخصوصا و اعن سے نقل کرنا ہوں ثبہ بالیہ
 الہاجرون والا لہمار و سعد ابوبکر المنبر و نظری و وجہ القوم فلم
 یزال زبیر فد عاہ فجاہ فقال قلت ابن عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ^{اردت}
 ان تشق عصا المسلمین فقال لا یشرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فقام فالوثر نظری و وجہ القوم فلم یزل علیا فد عاہ فجاہ فقال قلت ابن عمہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فختہ علی نثہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال
 لا یشرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاہم ازیر اسکی قریب دوسری روایت
 ابن حجر نے صواعق میں نقل کی ہے و اخرج موسیٰ بن عقبہ فی معاریہ و الحاکم
 و صحیح عبد الرحمن بن عوف قال خطب ابوبکر فقال واللہ ما کنت شریکاً لہما
 یوما ولا لیلہ قط ولا کنت راغباً فیہا ولا سالت اللہ فی سر و علانیۃ ولکن
 اشتفت من الفتنة وما لی فی الامارة من راحة لقد قلت امرأ عظیماً

۱۱۔ ہر کسی کو ہر چیز میں انفس سے بیعت کی۔ اور ابوبکر منبر پر چڑھ کر جو قوم میں منبر کی زبیر کو
 نہ پایا کہ وہ اس کی فرمایا میرے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کا بیٹا اور کچھ خوار سے مسلمانوں کی حاجت کا
 نظریں کرنا چاہا اسی حال میں کہ عیشین ذات نہیں ہیں بل اپنا اور بیعت کی ہر وہ قوم میں منبر کی اور میں کہ نہ کہا جانا کہ آن فرمایا
 میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو بیٹا اور کچھ والا تو نہ مسلمانوں کی حاجت کا نظریں کرنا چاہا کہ اسی خلیفہ رسول اللہ کے ملاقات
 نہیں ہر بیعت کی ۱۲۔ ہر کسی بن عقبہ نے اپنی ساری عین اور حکم نے پیچھے کی ہے اور شیعہ کے ہر فرد میں
 بن عوف کے کہا خطبہ پڑھا کہ رسول اللہ کی قسم میں اراستہ پر کہی کسی دن اور کسی رات میں میں تھا اور میں
 اس میں رعب تھا اور ہر شیعہ و غافلہ سے اسی کے سوال کیا ہوں لیکن میں نشتہ سے ڈرا اور مجھ کو اراستہ میں کہ
 رات میں میں ایک اشقیہم کی میں پہنچا گیا ہوں۔ ۱۳۔

تالی بہ منطقتہ ولایدا لا یتقویۃ اللہ تعالیٰ فقال علی والزبیر ما غضبنا الا
 لاننا نخرع عن المشورۃ وانا نری ان ابابکر راحق الناس بما انہ لصاحب الخاروانا
 نعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ وهو حیا ارجب ہم
 روایت میں جو ابو حبیہ سے مروی ہوئی اولیٰں روایت میں جو بخاری میں حضرت عائشہ
 رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی اور بخاری مجیب بسبب اوسکو اپنا مستقل قرار دیا ہی
 وجہ تعلق کو دیکھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کا اون مجامع میں شریک
 ہونا ثابت نہیں بلکہ بخاری میں ثابت ہے اور ابو سعید خدری روایت حدیث بیعت
 ضروران مجامع میں شریک تھی تودہ جو کچھ بیان کر چکی اپنی شہادہ محسوس اور اپنی معافیہ
 روایت کر چکی اور یہی ہی لیس لکھ کر الحاشۃ تو اسلیں روایت ابو سعید کے جو مثبت بیعت
 ہی نسبت روایت ام المومنین کے جو نافی ہے ارجح ہوگی علاوہ ازیں حضرت
 ام المومنین کے روایت متضمن نفی کو ہر اور حضرت ابو سعید کے روایت متضمن اثبات کو
 اور قاعدہ ہو کہ عند الترجیح اثبات نفی بر مقدم ہے اور مثبت نافی سے ارجح واقوی ہو کر معلوم
 ہو چکا اسکی تہ اس آیت وحدیث کو بھی متضمن کیا جاویں جو بخاری میں مندرج ہے
 لَمْ یُحْضِرْہُمْ لَیْسَ بِہُمْ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَطِيعُوا اللہَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِیَ الْاَمْرِ مِنْکُمْ وَمِمَّا
 ولریح امام زائدہ رحمہ اللہ اور اس ضمیمہ میں خیال کیا جاویں کہ حضرت امیر کے شان ارفع ہو کہ
 خلیفہ برحق ہو تا شہسوار خوف زمین۔ چنانچہ سابقہ روایت بجا مجلسی گزرا چکا ہے کہ تفسیر
 امر ابو رہی شل خدا و رسول کے واجب الاطاعت ہیں اور اول الامر کے زمرہ میں ہیں توراں

صلی اللہ علیہ وسلم کے تفسیر کے بموجب حاکم اور ترمذی نہیں تو اس پر سے اندر نہیں کہا ہم ہوسکتے ہیں مگر
 کہ ہم سورہ سے بھی مٹائی گئی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اگر کوئی گواہین سے زیادہ اسکی حقین کی کوئی دوا نہ
 سورہ اون کے بدرگ اور بھائی کو ہم چانتی ہیں۔ اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نذر حیات
 میں مار کے است کا اور کو حکم فرمایا ہے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جبر معانہ کی بار نہیں مٹے ۱۴۔

۱۲۰
۱۱۰
۱۰۰
۹۰
۸۰
۷۰
۶۰
۵۰
۴۰
۳۰
۲۰
۱۰

وجوہ مذکورہ سے ابو سعید کے روایت کو حسبِ عدہ رجحان و اعتبار ہوگا تو اب اس
 صورت میں مرجع نفی بحیثِ اول کا جو روایت بخاری میں المومنین سے ہے یا تو علم اور
 اطلاع کی طرف ہے کہ آپ کو بیعت سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یا وہ بیعت ہے جس کے بعد کچھ
 ممال و شکر بخجی نہ ہی ہو چو نکہ بیعت اول کے بعد ہی جسے کچھ ممال رہا تھا اور معاملہ فہرک
 اس کا ختم ہو کر اور باعث کشیدگی ہو گیا اور بخجی و پٹھار داری حضرت زہرا اور بی شغولی
 اور عدم حاضری بی بی خلیفہ برحق کا سبب ہوا اور اس کے بعد جب آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ
 عنہ کو اپنی پاس ملا کر تفصیلاً معذرت فرمائی اور انضیلت کا اقرار کیا اور کر بیعت کر
 تو قلب شریف مالا دل دے دیا اور اس کے بعد صاف ہو گیا اور عام طور پر سب سے پہلے گیا کہ آپ نے
 بیعت فرمائی یہ کیسی جہالت کا بیان ہے کہ روایت میں دیکھا جاتا ہے تو آپ کا مال یا تاخر عدم
 المیۃ و صلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تھا جو قادیان میں حاضر تھا
 مومنین روایت نے اس کو صراحتہ بیان کیا۔ ما غضبنا الا اننا اخرا عن المشورۃ کہیں
 کہنا یہ روایت کیا اور کہا ولکن کانوی ان لنا فی ہذا لامر نصیبنا اور غایب ہو کر تقریر سیاق
 عبارت ہذا لامر نصیبنا سے مراد مشورہ ہی کیونکہ اقبل اس عبارت کا یہ ہے ہی وحدث اندلہ
 علی الذی صنع نفاسۃ علی ابی بکر ولا انکار للذی فضلہ اللہ بہ اور بعد میں
 کو یہی واستبد علینا تو اس عبارت کے اقبل و بعد کے لحاظ سے ہرگز یہ معنی معلوم
 نہیں ہوتے کہ نہ فی ہذا لامر نصیبنا سے مراد استحقاق خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہوں کہ ہم جانتی تھی کہ خلافت ہمارا حق ہے یہ حضرات شیعوں کی خوش فہمی ہے
 روایت مسلم کی ابو سعید سے جو تاخر بیعت پر دال ہے اس کو تخریج بخاری نے کتب م
 ۷ اور لیکن ہم جانتی تھے کہ ہم کو یہی اس امر میں حصہ ہے۔ ۱۱۔ اور بیان کیا کہ ابو بکر

اپنی اور اس کی فضیلت کے انکار نے کچھ اس پر بگڑنے نہیں کیا جو کام کیا ہے۔ ۱۲۔

ہمسایہ زہری کی ضعیف کہا ہے اور عدو اعق محرقہ میں لکھا ہے قال البیہقی واما ما وقع
 فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخیر بیعة حو و غایہ من بنی ہاشم الی
 موت فاطمۃ ضعیف فان الذہری لم یسندہ و ایضاً فی الروایۃ الاولی عن ابی
 سعید علی الموصوۃ فیكون اصح انتہی پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ استحقاق خلافت
 خلیفہ اول سے جناب امیر کو کہی انکار نہیں ہوا اور روایت تاخیر بیعت کو رجوع ہی ہو
 اوس سے استدلال ہر اسی ذیل میں مجیب کا صحیح نہیں ہے اور دوا کی مفید دعا تو اس سجدہ کا
 تحذیر فرما - انہ بالعی القوم الذین بالیوا ابا بکر و عمر و عثمان اسوہ ہے ہی
 کردہ خلافت میں عند اللہ اور ہماری نزدیک اور تمہاری نزدیک حق ہی اور بیعت اہل حل عقد
 سے ثابت ہوئی نہیں اور جس سے وہ بیعت کریں اوسکی خلافت حق ہی تو اس سجدہ سے ہوا
 استدلال فرمایا کہ اسکی حقیقت میں کسیکو کی طرح کا قائل نہ تھا اور ہمیشہ دشمن و نکاحا عدو
 کہ ایسی ہی وہاں سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ جبکی حقیقت مثل آفتاب نمبر و روشن ہو
 پس یہ دلیل ہی ایسی قطعیہ حقا سے مرکب ہی کہ جبکی حقیقت عند اللہ و عند اللہ
 مسلم ہے اور فی تحقیقت یہ دلیل اس وقت نام ہو سکتی ہے بلکہ لا جواب ہی جیسا کہ
 تحقیقی استدلال کیا وہی اور مقدمات حق سے مرکب کلمہ جادی کیونکہ جب واقعہ اور نفس الامر
 اور عند اللہ و عند الفرقین صحت حقیقت خلافت کے اجتماع اہل حل عقد سے ثابت
 ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی یہی حقیقت خلافت اس طرح اور اسی دلیل سے ہم ثابت
 کرتے ہیں تو آپ ہی فرمائی کہ اس دلیل کا کیا جواب ہے اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کیونکہ
 کہ سکتی ہیں اگر اسکی جواب میں یہ کہیں کہ صحت حقیقت خلافت بیعت اہل حل عقد
 سے ثابت ہے لہذا جو کہجو - دلیل ابو سعید سے مسلم میں واقع ہوئی ہی موت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا
 بیعت جناب امیر کو دیگر بنی ہاشم کی اہمیت وہ ضعیف ہی کیونکہ دوسری نے اسکو مدد نہیں کیا اور نیز
 ابو سعید ہی رسول ہے تو وہ اصح ہوئی - ۱۲ -

اور سوقت مترتب ہوتی ہے جبکہ بیعت اہل حل و عقد صلاح للخلافت کو واسطی واقع ہو چنانچہ خلافت
 ٹاٹھ کر لینی ہوئے ہوتی اور اگر غیر صلاح کے لینی واقع ہوگی جیسا کہ جناب کے لینی ہوتی
 تو وہ بیعت مبثت ہوگی تو ظاہر ہے کہ یہ ترویج بالکل مردود ہے اور اسکا جواب خود جناب امیر
 زادین خط میں جو اسکی جواب میں لکھا تحریر فرمایا وہ یہ ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے صحت
 خلافت بیعت اہل حل و عقد پر رکھ دی ہے تو جسکو وہ خلیفہ بنا دینگی اور باختیار خود جسکو ہائے
 بیعت کرنیکی وہ صلاح للخلافت ہوگا اسلیں اسکی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالیٰ
 اوفکر ہرگز گمراہی پر مجتمع نہیں فرمادینگا اور اگر انکی بیعت خلافت باختیار خود کسی غیر صلاح
 للخلافت کے ہائے مرد واقع ہو جائی تو سب گمراہ اور ضال ہو گئی اور تمام خلافت پر مجتمع
 ہو گئی اور یہ محال ہے تو اہل حل و عقد کا کسی شخص کے بیعت پر شفق ہونا خود اسکی صلاحیت
 اور ہائیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا نہ امیر معویہ اسکا کچھ
 جواب دیکھتے ہیں اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی اذکر طرف سے اسکی تردید کیجیے اور اگر اس دلیل
 دلیل الزامی کہا جاوی تو ناقص نہ تمام ہے اور ہرگز مبثت نہ جانوگی اور اسکی جواب میں
 جناب امیر ملزم و محجوج ہو جائیں گے کیونکہ جب امیر معویہ نے بجا اب اسکی اہل حل و عقد کے
 بیعت پر ترتیب حقیقت کر لینی صلاحیت و عدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب
 فرمائی الزام تو باطل ہو گیا اب جناب امیر کو درجہ ثبوت صلاحیت و اہلیت کا پیش آیا تو
 اسکو خود اس بیعت اہل حل و عقد سے ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ واقعی اور نفس الامر میں نہیں
 تو دوسری کسی دلیل کی طرف مثل بغض و عصمت کو رجوع فرماؤں گے اور یہ دلائل ایسی ہیں کہ صحت
 مواقع و صریح علی پیش آئی لیکن کسی ظاہر نہیں کی گئیں پس انکو نسبت امیر معویہ کو اذکر
 البطلان میں آتا ہے کہنا کافی ہو گا کہ حضرت یہ دلائل خلافت ٹاٹھ کے زمانہ میں کہیں
 پیش ہوئیں جو آج میرے مقابلہ میں کیجائے ہیں اور جب تو ہنوں نے تسلیم
 نہیں کی تو میں کیونکر تسلیم کروں تو آپ ہی فرمائیے کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا

جواب ہوا اس مرحلہ سے کیونکہ خلاصی ممکن ہے بجز اسکی کہ آپ لازم و مجبوج میں اور
 اگر چاہئے کوئی امر اسوقت تراشا ہی ہوتا اس جواب کہ محفوظ خاطر کہنا ضرور ہوگا جو
 اسکی جواب میں خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا سارا اس قول میں جواب ہے
 یہ جملہ تحریر فرمایا (اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپ کے خاتم الحمدین اپنی تہجیر عالمی سے اصل
 سمجھ گئی ہیں یعنی ذمتک وانت بالشام الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ دال تحریر نہیں ہے
 کہ اپنی ہمت کو بیان کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں) معلوم نہیں آپ کے کس
 حالت میں یہ جملہ تحریر فرمایا نہ دعا صحیح ہے نہ دلیل دعویٰ کے مطابق اور نہ کسی مثبت
 اب سنی کہ حضرت خاتم الحمدین کی ذمت الزامی تحریر فرمایا کہ وہ جملہ ذمتک و
 انت بالشام کو اپنی تہجیر عالمی سے اصل سمجھ گئی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہو اور
 بیان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور میں چاہے
 امیر نے اول اپنا دعویٰ ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے جملہ ہی بیعتک ذمتک وانت بالشام
 اور اسکی بعد اسکی دلیل بیان فرمائی پس جملہ مذکور اس اعتبار سے کہ مکتوب میں اول
 اصل ہے اور اس اعتبار سے ہی اصل ہے کہ دعویٰ مقصودہ ہے جسکا اثبات نہ نظر ہی
 ہے حضرت شاہ صاحب کو الزام دینا کہ وہ اپنی تہجیر عالمی سے اصل سمجھ گئی اور کیا وہ تحقیق
 اصل نہیں ہے سر نہ نہیں ہے قطع نظر اس سے جسجگہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط
 نقل فرمایا ہو اور اس پر بحث کی تھی چنانچہ ہماری فاضل مجیب ہی کہ جگہ سے خط کو نقل
 فرمائے میں وہاں اس جملہ کا کچھ نہ ذکر نہیں ہے اور نہ اسکا اثبات و عدم اصابت
 فرض فرمایا ہے اور اس جملہ سے تعرض کرنے کے کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ محض دعویٰ
 ہی دعویٰ ہے اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہے تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات
 الزامیہ جہت سے استدلال فرمایا ہے یا مقدمات حقہ نامہ نے نفس الامر سے اور اس
 جملہ کی اصابت و عدم اصابت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق ہے

تہجیر عالمی کا ثبوت یا عدم ثبوت اسکا اثبات یا عدم اثبات

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی ابتدا سے تعریض فرمایا اور اگر ہو بھی تو اسکی اصالت میں کچھ
تردد نہیں نہ حاصل ہوا ہی کرتا ہو۔ پس یہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار جاری
فاضل محکم کے خوش فہمی ہی تحفہ کے جوابات میں کہیں کچھ مضمون دیکھا ہو گا بے سمجھا ہو گا
کچھ سے کچھ نقل و ترجمہ کر دیا اسکی بعد یہ کہنا کہ جب جملہ الزامی تحریر ہوئی بردال ہے سرسرا
بچا اور دایات محض ہو مدعا کو دلیل کے الزامی تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا غلطہ اسکی لپی
خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا سلمہ سے اور خصم کا غیر سلمہ اگر ادعا ثبوت صحت
وحقیقت نفس الامری و حسنہ محکم مطلوب ہو گا تو دلیل تحقیقی ذکر کیجاوینی ورنہ اگر صرف
اسکات و الزام خصم مقصود ہو گا تو دلیل الزامی ذکر کیجاوینی کی پس یہ کہنا کہ جب جملہ تحریر
الزامی ہونے پر دل ہے حضرت کے کمال تبحر علمی پر دل ہے ان حضرت کی تبحر علمی سے
کچھ یہ رہنمائی کہ اس جملہ میں جو لفظ ارتکاب کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا تھا تو اس سے
جہاں نے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہو کہ یہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر
دل ہو اسکی بعد اسکی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے کہ اپنی سلمہ کو یہاں
کہ کے خصم پر کوئی بات لازم کریں سبحان اللہ یہ دلیل اور یہی حضرت کے تبحر علمی خصوصاً
منافذہ دانی پر اس طرح دلیل ہے کیونکہ حضرت یہ دلیل جب جملہ لزمات و انتہا بالکام کے
الزام ہونے پر وارد فرماتے ہیں اور اسکو کیونکہ مثبت ہو ذرا سمجھا ہی تو یہی کاش
آپ ان افادات تازہ کو کوئی مصنف لبیب دیکھ کر کہو آپکی علم اور فہم اور منافذہ دانی کی داوڑ
اس عبارت سے صاف مستفاد ہوا ہی کہ جملہ لزمات و انتہا بالکام کو یہی آپ سلمہ
خصم سے سمجھی ہوئی میں حالاکہ یہ مدعا ہی یہ اگر سلمہ خصم ہو تو وہ خصم ہی کیونکہ بنی اور
دلیل کے اور اسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ہی حضرت یہ کہ دعویٰ ہی جو صرف اپنا ہی
سلمہ ہی اور خصم اسکا منکر ہو اب اس دعویٰ کا دلیل سے ثابت کرنا مطلوب ہو قطع نظر
اس سے کہ یہ دعویٰ میں اس قول سے کہ یہ داب تحریر نہیں کہ اپنی سلمہ سے خصم پر کوئی

بات لازم کریں (کیا مراد یہی اگر یہ مراد یہی کہ ایسی اقوال ہیں جو صرف اپنی ہی سلامت
 میں اور ختم از کوئی تسلیم نہیں کرتا اور واقعہ اور نفس الامر کی اعتبار سے مسلمین ختم پر کوئی
 بات لازم کرنا دایہ تحریر کہ نہیں تو صحیح مسلم لیکن ایک مفید نہیں کیونکہ اس دلیل کی
 نسبت ہم کتاب کہتی ہیں کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہی اور باعتبار واقعہ کے غیر
 مسلم ہو اور اگر یہ مراد یہی کہ اپنی سلامت سے گودہ حقدہ واقعہ اور مسلم ختم ہی کہیں
 ہوں اور کسی ختم پر کسی امر کا لازم کرنا غایب اور اب تحریر سے تو غلط ہے اور اس کی نظر
 ایسی بدیہی ہی کہ اس پر حاجت دلیل پیش کر چکی ہے نہیں اور ہم اس دلیل کو
 ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اہل اسلام میں سے کسی سہانہ پر قرآن کے آیت
 پیش کرے یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اس کو کوئی الزامی دلیل نہیں
 کہیگا حالانکہ ادنیٰ اپنی سلامت سے ختم کہ الزام دیتا جاوے ہی غرض کہ یہ جب مستحب
 و غریب ہے جو حضرت کی تحریر مسلم کی دشکارا طور پر بیان کرتا ہی اور علم و فہم و مناظرہ
 دانے کا ہوا پورا اندازہ بتاتا ہے **قول** جناب امیر علیہ السلام جو کہ حجبت قد اتھی
 ختم پر ایسی حجبت ختم فرماتی تھے کہ پھر جواب کا موقع نہ رہی۔ **اقول** اس دلیل کا
 ایسی حجبت ہونا جس کو پھر جواب کا موقع نہ رہی و بیوقوف ممکن ہے جبکہ اس کو با اتباع
 اہل سنت دلیل تحقیقی قرار دیا جادی اور کوہ بکر بموجب حضرت امیر کا حجبت خدا ہونا
 بھی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء اشیعہ دلیل الزامی
 کہ اس جاد تو پھر بہر دلیل ہی نام نہیں ہے جائیگا امیر جواب ہوا جو حضرت کا حجبت
 خدا ثابت ہونا تو نہ مان ملزم منظم ہونا لازم آئیگا چنانچہ مصلحتاً ہم اسے گوارہ میں کر رہے ہیں
قول کیا کہ بعد انفا و سعیت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو سعیت کر رہی تھیں
 تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری قرابت رسول کے ذریعہ سے انصار سے خلافت لی ہے اب تم سے انصاف
 کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون ازب ہے چو کہ تمہنی حق پایا ہے حق دوا

جواب بجز غشی و درشتی حسب عادت خود خلیفہ نمائے کچھ ندیا اور جواب ہی کیا تب
چنانچہ یہی کل حال کتب معتبرہ تواریخ مثل روضۃ الصفا و غیرہ میں مفصل و مخرج مندرج ہے
اقول اس کلام میں بوجہ چند بحث و کلام ہے اولاً اس قصہ کو اہل سنت و جماعت
کتابوں میں ثابت کیجی اور اگر بعد جواب لیجی اور کتب معتبرہ کے اندراج کر سنت و جماعت
آپے تحریر فرمایا اگر معتبرہ سے اپنی کتب معتبرہ مراد میں تو ہم پر محبت نہیں اور اگر ہماری
معتبرہ مراد میں تو پہلے اعتبار ثابت فرمائی اور روضۃ الصفا کا معتبر ہونا غیر مسلم سے ثابتاً
خود آپ ہی کتب معتبرہ میں اس طرح مرزی نہیں انہی البتہ غلط جو بنائیت معتبر کتاب ہے
اوسمیں لکھا ہے و منکلام لا علیہ السلام لما انتمت الی امین المؤمنین ابنا السقیفۃ
بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قال الا لصادق قالوا قالت
منا امیر و منکر امیر قال فہذا حجتہم علیہم بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وصی بان یحسن الی محسنہم و یتجاوز عن سببہم قالوا و ما فی ہذا من الحجۃ فقال
لو كانت الامارۃ فہم لم یکن الوصیۃ بہم ثم قال فہذا اذا قالت قریش قالوا حجت
شجرۃ الرسول فقال یتجوز بالشیخۃ و اصناعوا الثمرۃ انتہی۔ و کہو نہ اس مجلس میں خلیفہ
نانی کا حاضر ہونا ہی نہ حق خلافت کا مطالبہ ہے نہ تلفار سے کلام و گفت گو ہی نہ
باہم کچھ سختی و درشتی ہے ہمیں صرف وعدہ نہ کہو ہر کسب آپ کو سفید کے خیرین پہنچی تو آپ نے
حال دریافت فرمایا اور یہ کلام فرمایا اور اگر وہ ہی روایت معتبرہ ہوئی تو اس کا کوئی
رضی صاحب نقل فرمائے کہ اول علی القصفۃ تہی۔ ثالثاً یہ سہا بہ اپنی حق کا کرنا

اور خافار کے ساتھ معاملہ خلافت میں چون ہوا کرنا سرسہ خلاف حکم الہی و دینیت
 رسالت پناہی ناجائز اور راجح تھا تو کیونکر ممکن ہو کہ آپ باوجود عصمت کے کرب
 معصیت کر سکیں چنانچہ اس کے ایک خطبہ میں جسکا شروع یہ ہے و منکم لادم کہ
 بیغہ خمان فرماؤں واللہ سلین سلین علیہ السلامین و لیکن قباہر اللہ تو اس کے بعد کہ یہ کہتے
 بالکل غلط اور موضوع و مقرر ہی ہے۔ رہنا جب ہم نفس میں الزام میں نازل کرتے
 ہیں تو اس کو غلط اور راجح پائے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس دلیل کے ہرگز احتجاج
 صحیح نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی عاقل اس دلیل کو لائق احتجاج سمجھ سکتا ہے کیونکہ
 یہ دلیل حضرت نے اپنی حقیقت خلافت کے لیے حسب زعم اولیا سامی فرمائی ہے
 پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے پہلی جہت خلافت کی طرح ثابت نہیں ہوتے کیونکہ
 آپ اس قول کے قریش نے شجرہ کو بکڑا اور عمرو کو صنایع کیا یا یہ مراد ہی کہ بعد کیا
 اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اس سے آپ کی خلافت متنازع نہیں ہا یعنی بلا فصل ہرگز ثابت
 نہیں ہوتے بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ حضرت عباس عقیل احق بخلافت ہیں
 کیونکہ حضرت علی علیہ السلام سے اقرب البعثات ہیں اعمام کا درجہ نبی الانس و
 السم مقدم ہے۔ یا یہ مراد ہی کہ عدل کو لیا اور فروع کو چھوڑا تو اس سے بھی واضح ہے کہ
 جناب امیر کربلا اپنی آپ کو فرع ہونے سے تعبیر فرماتے ہیں حالانکہ ابن العم فروغ
 میں داخل نہیں اور اگر حقیقت بخلاف فروع کے یہی ثابت ہوگی تو جناب نہیں
 نسبت جناب امیر احق بخلافت ہونگے اور اگر ذریعہ مجازیہ مراد ہی تو قطع نظر اس سے کہ ایسی
 امور میں مجازیہ کو دخل نہیں اور لفظ شجرہ اور ٹبر اس سے ابا کرنا ہی یہ لازم آتا ہے کہ ہاتھ
 بن زید احق بخلافت ہوں غرض یہ دلیل کتنی پریشک نہیں بیہوشی اور کسی کل سے
 نہیں ہوتے۔ ایسی واپسی و لائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپ کی حجت
 خدا ہونے میں قبح کرنا ہی کہ معاذ اللہ حضرت کو سلیقہ مسئلہ لال کا کچھ ہی نہیں تھا

جائے ظاہری کی البکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت سقیہ بنی ساعدہ میں اجماع
 دعویٰ خلاف کے نزدیک میں جو دلیل پیش کی تھی جسکو سب تسلیم کیا اور کبھی چون چرا
 ہنہیں کی اور جو مقول علیہ فریقین ہے وہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 الامۃ من قریش۔ صورت استدلال یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص کے
 اثبات کا خاص قریش میں ہونا ثابت ہوا کہ جس میں انصار شریک نہیں ہو سکتے نہ انصار کا
 استحقاق باطل اور ان کا مطالبہ بے محل ہوا اور اس حدیث مقول علیہ شیعہ و اہل سنت سے
 یہ بھی واضح ہے کہ جب امامت قریش کا یہی حق ہے تو نفس اس حقیقت میں تمام قریش متساوی
 الاقدار میں کیونکہ الفاظ نص کے کسی تخصیص نہ چیز مفہوم نہیں ہو سکتے اور ظاہری
 خداوند کریم کے نزدیک اور کسی عباد میں کسی تفریق نہیں ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اور
 ان اکرمہ عند اللہ اتقہ۔ ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک
 پیار دہی جو احکام الہی کا زیادہ تسلیم نہ خواہ حریہ یا عبد عربی یا عجمی چنانچہ شرح
 صحیح البدائع میں آپ سے نقل ہوا ہے ان ولی محمد من اطاع اللہ وان لبیت ل محمد وان
 عدو محمد من عہد اللہ وان قربت قرابت۔ اس میں خداوند کریم نے
 حضرت روح کے فرزند کی نسبت اذہ لیس من اہلک فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ
 مدار قرب کا قرب قرابت پر نہیں بلکہ اس کی لپی دوسری اور صاف کی ضرورت ہے تو اس سے
 واضح ہوا کہ اس حدیث میں حضرت نے خاص قریش ہی کو ان میں فضل خاص کے ساتھ
 مخصوص فرمایا کہ الامۃ من قریش یہ خصوصیت محض تفسیری ہے عقل کو اس میں دخل نہیں
 ہے اور قاعدہ ہی کہ جو لہ شارح علیہ صلوۃ سے خلاف قیاس ثابت ہوا کہ اللہ تبارک
 ہو سکتا اور شیعہ کے نزدیک تو قیاس سے سہواً یونہی جائز نہیں ہے حضرت خلیفہ اول علیہ

السلام قریش میں سے ہو گا خدا کے نزدیک تم میں بڑے دلاوری جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

یہ کہ امامت سے جو خدا کا ارادہ کیا قرابت پر نہیں بلکہ ارادہ سے ہے جو خدا کا ارادہ ہے کہ اس کے نزدیک قرابت سے ہو۔

اگر اس حدیث سے ہندو کی نسبت کو رد کیا تو اس میں بعض سی رد کیا جو خلاف قیاس میں محض تفسیر
ہوتی ہے اگر جناب امیر نے اس کو مستحکم فرمایا ہو جتنوں بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ حبکہ
شاید کہ زعم ہے اور واقع میں ایسا آج نہیں فرمایا ہو گا تو گویا آج کے خلاف قیاس میں
میں قیاس کیا اور یہ اسی نظر سے کہ مجتہدین است سی ہی صادر نہیں ہو سکتی آج کے شہید
ناتے معالم الاصول میں تحریر فرماتے ہیں القیاس هو المحکم علی معلوم بمثل المحکم
الثابت لمعلوم اخر لا شرک لکملۃ علی المحکم فموضع المحکم الثابت یسے اصلاً و
موضع الاخر یسے فرعاً و المشرک جامعاً و علیہ اما مستنبطہ و منصوصہ
وقد اقبل اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطۃ الا من شذ وجبک اجماعہم فیہ
فیر واحد منهم و قوا تو الاخبار بانکار عن اهل البيت علیہم السلام وبالجملة
فمنعہ بعد من ضروریات الدین و اما المنصوصہ فیہ العمل بها خلاف میں
فظاہر المرتبۃ المتعیناً علیہ اور نیز اس متفق علیہ نفس سے یہ بات ہی ثابت ہوئی
کہ تخصیص ائمہ اثنائے شرکے غلط اور بدلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی قبیلہ کی طرف
عموماً نسبت کیا گیا ہے وہ اس کی تمام افراد کو شامل ہو گا اور قبیلہ کی افراد میں جس جگہ
وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہو گا و نہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت
بابت نفس فرماتے کہ ائمہ کے ہی واسطی ہے تو لائے من قریش کی کیا ضرورت تھی میں
معلوم ہو گا کہ وہ نفس محض حضرات کی ترغیبی ہوئی ہے الزمن بہ الزام ایسا وہی الزم
کہ ہو گیا و بلکہ اگر اسی ہی عقل ہو گی وہ اس الزام کا جناب اسیر کی طرف منسوب کرنا نہایت
مشنع ہے جیسا کہ حضرات شیعہ کو اسی پر کیا کچھ افتخار و ناز ہے اور یہ کیوں لا جواب
سمجھتے ہیں انہوں نے اس ہی وقت میں تمام ضرور و صایا حضرت کو زور میں ہو گئی اور یاد آیا
تو یہ ایک ناقص و لئوسہ لال یاد آیا فاعتبر وایا اولی الالاب قولہ اس طرح اس خط میں
معمو یہ کو الزاماً تحریر فرماتے ہیں کہ تو خلفا رسالہ کے خلاف کو حق جاننا ہے اور مہاجرین

۹۰
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰

والصار کا شوری حجت سمجھتا ہو میری معیت ہی شجر لازم ہے کیونکہ یہ معیت ہی اول
 اشئ ص نے کی ہے کہ جنہوں نے خلفا سابقہ کی معیت کی تھی **اقول** حضرت
 خط کے بہتر جملوں کو مطلب کا خلاصہ ہی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بوجہ سامی الزام کو اور
 زیادہ تقویت ہوتی۔ آخر کس مصلحت سے ان کی مضمون کو ترک کیا ہے ہم سابقین کی
 سابقہ گذارش کر آئی ہیں کہ یہ دلیل دلیل الزامی نہیں ہو سکتی اور یہ جو ہماری فاضل
 مجیب اپنی کمال شجر اور بدین سے فرما رہی ہیں کہ تو خلفا سابقہ کی خلافت کو حق
 جانتا تھا اور ہاجرین والصار کا شوری حجت سمجھتا تھا یہ ہرگز اول الفاظ تو
 مفہوم نہیں ہوتا اگر اس عبارت کے یہ معنی ہوں تو مصداق مثل المعنی نے بطور اشارہ
 ہو گا اور کیا ضرورت ہے جو یہ ضرورت خلاف اصل ارتکاب حدیث کا اختیار کیا جاوے
 پس صحت اور سیدہ با مسئلہ اس عبارت کا یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جہاں شجر فرمایا
 میری تا تدریبہ یالین خلفا نے معیت کی ہے اور میں کسی خاصہ و غائب کو چون چرا
 کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ شوری کا اشتقاق صرف ہاجرین والصار ہی کو ہی حجبہ
 کسی امر پر مجتہد ہو جاوے اور کسی کو اس میں نہیں خدا کی عنایت ہی سے اور اگر
 کوئی شخص یا بدعت کر کے اور میں سے نکلی اس کا وہ میں لوٹاؤ اور اگر انکار کرے تو
 لڑو۔ اور خدا اور کو چہ نہیں ڈالے گا۔ آپ اس مضمون کو بھی مخاطب ہیں اصل عبارت کو بھی
 اور اپنی مدعا کو بھی مطالبی بھی اور انصاف سے دیکھیں کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت
 کہ ہے ہر ایک میں کہو کہ دیکھیں کہ الزام ہے یا تحقیق واقع ہو مومن **قول** اگر کوئی کہے
 یہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہی ہے کہ معیت ہاجرین والصار کا ہرگز یہ بدعت پرست یہ
 بنو اگر جو ہی حجت چہ اوجہات حضرت امیر در مجلس و کتابت خود کو کہیں کہ
 ائمہ۔ بقدر حکمت۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں کہ ہر آدمی اپنے ہر قول
 و فعل میں ہمیشہ مدعا پر ہی ہو اور کو حکم انحال و اقوال میں ناقص نہ ہو بلکہ اس

و مہی ب دین کا یہی حال ہے کہ حسین اپنا نفع و بہتر میں وہ اختیار کرتے ہیں جب خلاف
 شانہ کی خلافت میں اپنا دینی فائدہ دیکھتا ہے اور اس کی صحت و حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا
 اور جب سمجھا کہ بنا ب اسیر علیہ السلام کے صحت خلافت میں وہ فائدہ دینی نہیں لے سکتا
 یعنی ہو گیا اور نہ اس سے فرائض و اگر معویہ خلفائے راشدہ کی صحت خلافت پر مہاجرین و انصار
 کی جیت کا قائل تھا تو ان کی خلافت اس کے نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تھی کیا
 یہ جو رجال المؤمنین اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اجماع اہل حل و عقد کو حجت بناتا تھا
 اور وہی مثل و انفس نفس عصمت و فضیلت کا قائل تھا یا اس کے نزدیک خلافت کے
 اور نیز طین بہین اگر یہ بات سب سے پہلے اجماع حجت نہ ہو اور خلیفہ اول کے خلافت
 جو اجماع صحیح و سب سے اول سنت کا اسیر ہے اور جو درست نہیں **اقول** اگر اس کے جواب
 ہماری کلام سابق سے واضح ہے لیکن چونکہ حضرت حجب کو عبارت تحفہ کی فہم میں
 خطا ہوئی اور ایہ مضمون اس پر بطور اعتراض بیان فرمایا اس لیے آپ کے خوش فہمی کا اظہار
 بھی واجب بات سے ہی پسند ہے کہ اسی حضرت میر صاحب سخن فہم حجاب پر ختم ہے
 جواب تو آپ کے تحریر فرمایا لیکن یہ تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھا ہوتا ہے سو بھی
 سمجھ کر انہی پستہ پستہ کہ وہ دنیا کو نسی عقل کا کام ہے جو کہ تحفہ عام طور پر جس
 دستہ ب ہونا ہی نقل عبارت کے کچھ ضرورت نہیں صرف بیان مضمون پر اکتفا
 کرنا ہوتا اور اس کے بعد آپ کے خوبان ظاہر ہو جائیگا۔ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام
 اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی ہو تو الزامی
 دلیل کے دہائی لازم ہے کہ اس کے مقدمات مسلم و متفق ہوں۔ اور میر معویہ کے نزدیک
 یہ مقدمات کب سے تم پر اس کا مذہب جو اس کے خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی
 جواب میں بھیجے اور اس سے دیکھ کر کہنا ہو نہیں سکتا کہ وہی ظاہر ہوتا ہے وہ یہی کہ جو سلمان
 پر مبنی کہ جہاں الامت کو سرسجام کر کے اور ترقیہ احکام و جہاد و کفار و سیاست رعا

میر صاحب سخن فہم حجاب پر ختم ہے
 جواب تو آپ کے تحریر فرمایا لیکن یہ تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھا ہوتا ہے سو بھی
 سمجھ کر انہی پستہ پستہ کہ وہ دنیا کو نسی عقل کا کام ہے جو کہ تحفہ عام طور پر جس

اور پھر جیوش اور سد فہر پر قادر ہو اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اور سکرانہ بیعت کر لین
 خواہ وہ جماعت اہل منیہ اور کہ ہوں یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جس کے اندر یہ صفات
 مذکورہ بنائی جائیں اور ان پر قادر ہو اور درمیان میں نہ کر سکے گو وہ مہاجرین اولین سے ہو
 اور اگرچہ اس کی مانند پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صحابہ اور اہل الامامہ نہیں اور
 بیعت اہل حل و عقد سے وہ امام نہیں ہو سکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر معویہ
 کو نزدیک اسوہ طرییح نہیں ہے کہ اس کے زعم میں جناب میں یہ اوصاف مفقود تھی
 بلکہ علاوہ فقدان اوصاف کی کہ جو خلافت کو ایسی شرائط میں بوجہ اہتمام قتل عثمان رضی اللہ عنہ
 اور ان کے قاتلین کے حمایت کے حضرت کو غیر صالح اور ساعی فی الارض بالفساد گمان
 ہوتا چنانچہ بارہا مجالس میں اس کا ذکر کیا اور طنز و تخریص کے طور پر خطبہ کیا تو اس
 حالت میں جبکہ اس کی نزدیک معاذاً تھا جناب امیر میں شرائط صحت خلافت ہی مفقود
 ہیں اور آپ اہل اصحاب نے انہیں ہی نہیں میں تو بیعت مہاجرین و انصار اس کی نزدیک
 کیا تحقیقت و وقت رکھ سکتے ہیں اور یہ بیعت اس کی نزدیک کیا صحیح مسلم ہو سکتی
 ہے اور اس بیعت سے اس کے سپر کو اگر الزام دیا جاسکتا ہے بخلاف خلفائے راشدین کی کہ جو اللہ
 وقوتہ ان سب صفات کے ساتھ متصف تھے مرتدین کی قوت و شوکت کو ان ہی کی قوت
 عالمی نے خاک میں ملا کر کسری و قیصر کے بڑی بڑی سلطنتیں ان ہی کی حسن و بابر سے
 یا کمال ہو کر اہل اسلام کے قبضہ میں آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع ان
 ہی کی قوت ایمانی اور نیک نیتی کا ثمرہ ہے اور ان ہی کے نامہ اعمال میں ثبت ہے
 جناب امیر اسوہ طرییح ہمیشہ حسرت سے فرماتے ہی ابتلیت بقتال اہل القبۃ
 اور اس سے زیادہ ان کی قوت و شوکت بہت و شجاعت حسن تدبیر کی کیا دلیل
 ہو سکتی ہے کہ انہوں نے امت کو بڑے بڑے دوستی ایسی شخص کے ہاتھ سے غضب
 کیا جو شجاعت میں مینا اور تہور میں لانا ہی اور جرأت میں بے مثل تمام قوم عاقلین میں

ایک لمحہ میں دارالافتا کو پہنچا دیا اور حضور من اللہ اور غضوب من الرسول تھا ہر صحت
 یہی اوسکو علم تھا بلکہ اختیاری تھی اگر تمام روی زمین آدمی یہی اوسکو صفت بدین ہوں
 تو کچھ پرواہ کر لے مگر تھافی الواقع یہی شخص ہے زبردستی غضب کرنا بیجا عباد
 عقل کی دلیل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہی ہے کہ معاذ اللہ توبہ توبہ خدا و رسول یہی در کمال تاکید
 دست یہ بھیج الناس اسفل الناس کہ فرمایا کہ تو اُنکی صفت بدین چون و چرا کچھ نہ کہجو اور
 پہولی سے یہی کہی ایسی عن کا نام نہ لیجو اور ایسی صفت یہی کر لینا اور جسطرح گزری تفسیر کے
 پروردہ میں اطاعت و امتی سے گذرنا جس جب ذلکی اندر یہ یہ کمالات و جوہر تھی تو جب
 اہل حق نے اُنکو ہاتھ پر صفت کر لی تو بخود کو اسین کیا چون چرا کی گنجائش تھی اور کسی
 مستندین عاقل کو اس میں چون و چرا نہیں ہو سکتی اب اس پر آچا یہ فرمانا کہ اگر اسکو یہ
 صحت خلافت خلفا پر صفت ہا جو میں اور انصار کا قائل نہ تھا تو اُنکو خلافت اوسکو
 نزدیک کیونکر کر سکتے ہیں (یہ ثابت ہوئی تھی) یہ نکل لغو اور بوجہ یہ کیا منسا و اوسکا یہ تھا
 کہ مطلب عبارت کا نہیں سمجھو اور بعد اسکو یہ فرمانا کہ (کیا عصمت و رضی عنہ صلیت کا
 قائل نہ یا اوسکو نزدیک اور شرطین تھی تب یہی ثبوت خلافت باجماع نہ تھا) اوسکو
 زیادہ لغو اور بیہودہ یہی عبارت تھ کہ سمجھو اوس سے بخوبی واضح ہے کہ اوسکو کون اسلیم
 خلافت جناب امیر سے مانع تھا اور وہ خلفائے ثلاثہ میں موجود یہی یا مفقود نہ اوسکی
 نزدیک شرط ثلاثہ شرط خلافت تھی نہ کوئی اور شرط تھی بلکہ صفت اہل اس کے مع وجود الہیہ
 بوجہ بحیث شرط خلافت کہتا تھا جو اوسکی زعم میں جناب امیر میں مفقود تھی اور خلفا
 ثلاثہ میں موجود۔ پس بروی اوسکو مذہب کے خلفا ثلاثہ نہ کی صحت خلافت میں قائل نہ
 نہیں ہو سکتا تا یہ الزام کہ امیر معویہ نے جب تک خلفا ثلاثہ کی خلافت میں اپنا دینوی
 فائزہ نہ کر سکا کہ حقیقت خلافت کا قائل نہ ہو جس سے کچھ اجنبی امیر کی خلافت میں
 وہ فائزہ نہ رہی گا مگر باعنی ہو گیا تنجیب مذہب ہو گیا آجکی نزدیک امیر معویہ یہی مثل

اور جواب جواب نقل کیا ہے کہ حقہ ہوتی ہے اور ابن ابی کحیدر باوجود معتزلی ہونے کے اگرچہ
 علما شیعوہ کے نزدیک فی الجملہ معتزلی ہیں لیکن بہت اہل بنی شیم اسکا قول بزرگ قابل ہیجہ
 نہیں ہو سکتا ہے اور اہلسنت پر اسکا قول روایت ہے حجت لانا ہماری فاضل محیب جیسی مشہور
 دان کا ہی کام ہے مفسرین آپ مخرج ابن شیم دیکھ لیتے ہیں کہ ابن ابی کحیدر کی روایت کہ غلطی
 معلوم ہو جائیگا اور ثابت ہو جائیگا کہ امیر معاویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہ بخیر الزام ہو
 تو آپ باطل ہوئے اور اگر بالفرض سادہ کاغذ ہے چیدہ کر کے یہی دیا تو اس سے ہماری محیب
 سبب کا یہ مطالبہ سچنا کہ جو کہ جواب کچھ مذہبی اسکا سببی سادہ کاغذ لپیٹ کر یہی دیا
 بالکل غلط ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس پر سہی سادہ کاغذ یہی ہو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو جائیگا
 کہ آپ کا دعویٰ مان حاصل شدنی نہیں۔ چونکہ آپ نے جریر کے ہاتھ جو خط یہی بہت اہل بنی
 بیت کو دکھائی لکھا تھا تو یہ سادہ کاغذ اس سے انکار کے طور پر بھیجیا تاکہ اس میں کمالی
 پرویل ہو جائی۔ یا ممکن ہے کہ سادہ بھیجی سے ایسا اس طرف ہی کہ یہ بخیر قابل جواب
 ہی نہیں کیونکہ پہلے آپ اپنے آپ کو اہل اور صالح لائحہ ثبوت تو ثابت کر لیں۔ باقی رہا
 یہ فراماد کہ ایسی عجیب وری الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے۔ درہندہ قسم کہ جواب
 تو بخیر نفس اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے) حضرت کی کمال مشاعرہ والی پر والی ہے
 حضرت کو یہ بھی ایسا کہ معلوم نہیں کہ اس مادلہ میں سے کونسی دلیل زیادہ قوی اور بہتر
 ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے دیکھ کر یہ لازم نہیں ہے کہ باعتبار واقع
 اور نفس الامر کے ہی صحیح ہو یا ہو پس اگر اس کی صحت ہو تو صرف بزم سئل و سئل
 ہوئے ہے خواہ واقع میں اور عند کچھ غلط ہے کیونکہ ہمارے اس بخیر کو جو دلیل نقضی
 اور مقدمات حقہ سے مرکب کہتی ہیں اس سے یہ مراد ہی کہ یہ دلیل عند اللہ حق ہے
 اور باعتبار واقع کے صحیح تو ہر ایک مسلمان کو اسکا اتباع واجب ہے کیونکہ اسکا حقیقت
 اصول شرع و ثابت ہو رہا ہے تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور مستدل ادیہم کے

نزدیک تسلیم ہوگی اب حینال فرمائی یہ تحقیق قوی ہو جو سب کے سامنے زیادہ الزام قوی ہے
 جو صرف خصم کا ہی بزم مستدل مسلم ہو۔ اگر بالفرض اس پہلی امیر معویہ کی طرف سے یہی
 اعتراض فراہم جو انہوں نے کہا ہی سوا دسکا جواب دہی ہی جو جناب امیر نے تحریر
 فرمایا کہ جب خلافت کے اہل سبیل المؤمنین کا حکم فرمایا اور اس کے مخالفت سے ڈرایا
 اور حضرت علیؓ علیہ السلام نے خبر دی کہ میری امت اگر ایسی مجتمع نہ ہوگی تو اب یہ کہنا
 کہ سبب اہل حل و عقد کی غیر صلاح للامت کے واسطی ہوئی گویا سب کے تفصیل ہے جو تلخ
 لکھنا یہ خط اندر وقت کے شانہ ہو چکا ہے اسکا جواب امیر معویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہماری نظر سے نہیں
 گذرا اور اگر کوئی اسکا جواب ہو گا یہی تو غالباً اسی قسم کا جیسا پہلی جواب دیا تھا جسکے
 تردد ایک مجلس میں کر دی گئی تو اب آپ حینال فرمائی کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجھا جائے تو
 امیر معویہ کے اعتراض کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور جب تک اسکو تحقیقی تسلیم فرمادیں
 اور وقت تک یہ خط لاجواب نہیں ہو سکتا لیکن اسکو تحقیقی ہونے میں بدست کیج کر
 دست بردار ہونا پڑ گیا کیونکہ یہ خط قلع اساس شیعہ بالبدلتہ کر رہی ہے۔ **قولہ**
 جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ خط اسکو الزام لکھا گیا ہی تو یہ فقرہ انما الشوری الخ ہی الزام
 ہی ہی آپ کے خاتم المحدثین یہ جو فرماتے ہیں کہ باز چشم پوشی نمودن از اطراف وجوہ
 کلام کہ زائد برت الزام است الخ انکو اس تحریر سے سخت تعجب ہو کہونکہ دلائل الزام
 اس طرح بیان کرنے چاہیں کہ مخالف کے نزدیک انکو قدر و منزلت ہو اور یہ بدون ربط کلام
 و تکرر و ثبوت ہو نہیں سکتا۔ **اقول** جو کچھ آپ نے بزم خود نامت سمجھا تھا کہ یہ خط
 الزام لکھا گیا ہے وہ محض کسب لکھنکبوت تھا اور سپرندہ نے جو کچھ گزارش کیا
 اس سے مثل روز روشن واضح ہو گیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہی بلکہ تحقیقی ہونا
 ثابت ہے خاتم المحدثین کی تحریر سے اگر آپ کو سخت تعجب لاحق حال ہو تو کچھ تعجب
 نہیں سمجھو آپ کو فہم عبارت میں یہ ہر حال ہے کہ سبیل عبارت میں غلطان و بیجا

ہوتی ہیں اور نہیں سمجھتے اگر اس عبارت کو یہی نہ سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں اس کلام میں
 قدر الزام سے جسد زیادہ بڑھ گیا ہے وہ صاف طور پر اسکی سختی ہوئے پر دال ہے
 تو جب اسکی پہلی بڑھائی جائیگی جو الزامی ہوئے کو باطل کرے گی تو کیونکر مخالف کفر نزدیک
 باعث قدر و منزلت دلیل کے ہوگی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں پہر چشم تو بہی
 کر اطراف و جانب کلام سے جو زیادہ قدر الزام سے ہے الزام صرف ہیئت سے حاصل
 ہو سکتا ہے کہ ذکر بیعت فرمادیتی اور باقی عبارت کو قاذ اجتمعوا ہلے جل سے آخر
 تک الزام میں کچھ دخل نہیں ہے ترک کر کے امام معصوم پیغمبر کیوں جہوت بولی اور وہی
 خدا تعالیٰ کے برگزگانان للہ رہی ولیمہ جہنم وساؤن مصیر کمال نشاط و تحسین و تہکب
 و تکریر کے ساتھ معاذ اللہ غرض کلام کی اطراف و جانب جو زیادہ قدر الزام سے ہیں وہ
 میں جکوا الزام میں کچھ دخل نہیں بلکہ کذب بھی حاصل اور الزام کے مخالف اس میں نہیں
 بسط و نشاط کرنا سرسہر بیا اور ناجائز ہے۔ افسوس کہ کلام میں اسقدر بسط و نشاط ہو
 اور ایک لفظ ہی ایسا نہ فرمادین جو اسکو الزام ہوئے پر دال ہو بلکہ جسد بسط کریں وہ
 اور اسکو تحقیقی ہوئے پر زیادہ دلیل ہوتا جائیگی آپ ہی کہ اعتقاد کے بموجب جہت
 کی اس کلام میں کتنی ہے کہ ارادہ کچھ کریں اور زبان سے اسکی خلاف کچھ ظاہر ہو معاذ اللہ
 سن سورنظر **فصل** در معجزہ الہیہ کلام کو بطور الزام فرمائے مگر واقع میں عین صلیق
 و محض حق ہے اور اسی سے بطلان خلافیت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی جہت
 پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہیں ہوا کیونکہ جناب امیر مدنی اثنا عشر و غیرہ و
 بن عبادہ نے بیعت نہیں کی چونکہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر ہی
 داخل ہے کیونکہ آنحضرت ہی جسد مہاجرین بلکہ نہیں مہاجرین ہی فی نفسہ
 ہماری ہو یہی اس تقریر پر چاہیے کہ ششاد تک خلیفہ اول خلیفہ امام بنون اور
 احمد اللہ تم احمد اللہ کہ اسوقت ہماری فاضل محبت نے اس دلیل کا تحقیقی ہونا

قبول فرمایا شہر اسی سجا میر کے آیام پہلے آئیکر جب ابن بلالی میر کے گہر آپ
 چلا آئیکر + ہماری فاضل مجیب فرماتے ہیں کہ یہ کلام بطور الزام کے ہے لیکن واقعہ
 میں عین صدق اور محض حق ہے اور ہم تحقیقی اوسیکو کہتے ہیں کہ جو باعتبار واقعہ اور
 نفس الامر کے عین صدق اور محض حق ہو تو جب یہ کلام باعتبار واقعہ کے عین
 صدق اور محض حق ہے تو ہر ایک جملہ اوسکا مطابق واقعہ کے ہے اور صفوی دیکری
 قیاس کے عند اللہ حق ہیں تو صفوی قیاس اقترانی کا جو اس لیل سے مستنبط ہوتا ہے
 یہ ہے لاندہ یا لیسنہ القوم الذین بايعوا ابا بكر وعمر وعثمان علیہم السلام علیہ
 اور اسکا کبریٰ یہ ہوگا کہ کل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يحتاج
 حیاہ من بايعهم ولا الغائب عنها ان يرددها او يبرئ من رد صفوی دیکری جس کا طرفہ مخالف
 مجیب عین صدق اور محض حق ہیں تو نتیجہ اسکا یہی حق ہوگا کہ وہ یہ کہ انہ لیس لاحد من
 حضرا و غائبان بردہ بیعتہم لی اندیدہ اسلام کو مستلزم ہے کہ حاضر و غائب سب پر بیعت لازم
 ہوگی کیونکہ جب اللہ حق ہوئی تو سیکو حاضرین و غائبین میں سے جو ان چار کی
 تخیلیش نہیں ہو سکتی عبارت شرح ابن مہتمم کی اسکو مرید عرض کرتا ہوں فقولہ اما بعد
 لی قولہ الشام صورة الدعوى وقوله لاندہ یا لیسنہ الی قولہ علیہ صورة صفوی القیاس
 ما من الشکل الاول لنتیجہ منہ ملزوم تلك الدعوى لغایت صدقہا بصدق و ملا
 تقدیرا الکبریٰ و کل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يحتاج من
 ليعوم ولا للغائب عنها ان يرددها انتیج انہ لیس لاحد من حضرا و غائبان بردہ بیعتہم
 ذلك يستلزم كونها لازمة لمن حضرا و غائب وهذا نتیجہ ہی قولہ فاما لیکن الی قولہ
 لاندہ قولہ اما بعد سی قولہ الشارح الدعوی کے صفوی ہی تو قولہ یا یعنی سے قولہ علیہ کہ شکل اول سو فیہ
 غریبی تاکہ اس ہی اس الدعوی کے ملزوم کا نتیجہ حاصل ہو جائی کہ وہ کہ اسکی ملزوم کے بعد کو منفع ہے اور کبریٰ کہ تقدیر
 ہی کہ اس کا یہ ہوا لیس لمن شهد بیعتہم ان یقترع غیر من بايعہ ولا الغائب عنها ان یرددها تو نتیجہ یہ ہوگا لیس لاحد من
 اب ان بردہ بیعتہم - اندیدہ ملزوم ہوگی کہ بیعت حاضر و غائب کو لازم ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 در بیان بیعت حاضر و غائب
 و رد دفعہ صفوی
 و رد دفعہ دیکری

یہ قولہ وانما الی قولہ تو فی تقریر لکبری القیاس وحرر الشوری والاجماع فی
 المهاجرین والانیصار لانهم اهل الحل والعقد من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام کاجتماعہم علی بیعتہ وتسمیۃ اسامائہ
 ذلک اجماعا ورضی اللہ ائی ضربا لہ و سبیل المؤمنین الذی یمیبا تباعہ فان
 امرہم ورجع عند الطعن فہم اذ من اجمعوا علیہ کخلاف معویہ وطفنہ فیہ یقبل عتقا
 ونحوہ او بیدہ کخلاف عذاب الجبل ویدعتہم فی نکتہ بیعتہ مردوہ الی ماخرج عندہ فان
 الی قائلہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین حتی یرجع الیہ وولاء اللہ ما تو لی واصلاہ
 جہنم ویاکوت مصیدا اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کا تحقیقی ہونا صاف دیکھ
 مفہوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اسکی تحقیقی ہونے
 پر کسی شاہد و برہان کی ضرورت نہیں تو یہ عبارت صرف بطور تنبیہ و تشریح اخترا لقیار
 عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اثرات فاضل مجیب عین صدق اور
 محض حق ہونا ثابت ہو تو اس کلام میں ابو بکر و عمر و عثمان کے حقیقت خلافت کو تسلیم
 اپنی خلافت کے حقیقت پر استدلال کیا ہے اگر انکی خلافت کے تحت حقیقت کسی دلیل
 سے باطل ہو تو آپ کے خلافت ہی ثابت نہو گی اور اگر انکی خلافتیں حق ہوں گی تو جو ذکر یہ مثلاً
 بھی ان ہی پر متفرع اور ان ہی کی قدم بقدم ہے یہ ہی حق ہو گی تو اس کلام کے
 عین صدق و محض حق ہونے کی صورت میں یہی حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کا

صلوات پر مشتمل قرآن حکیم سے قولہ ربک ہر اور نور اناسی قولہ ولی یکبیری قیاس تقریر ہی اور شوری اور اجماع کو رہا رہا
 اور انصار میں مہر کا کہ کو کواست محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ہر اہل حل و عقد ہیں جب اتفاق ہو کہ کسی حکم پر احکام میں سے
 ہر پانچوں جیسا انکی بیعت انکا ہی امام بنانے پر تو یہ اجماع صحیح اور اللہ کا پسندیدہ اور یقین کی رستہ جسکا اتباع واجب ہے جو کچھ
 اگر کوئی انکی امر کی مخالفت کری اور ان میں سے انہر عن کر کے کچھ جیسا کہ سوئے سے خلاف کیا اور شباب میں متعلق
 کا عین کیا مثل اسکو کوئی شخص دعوت کر کے کچھ جیسا اصحاب جس نے حدیث کیا اور بہت نکال دیا کہ تو انکو تو انجس جگہ سے
 کہ میں اور اگر انکا ذکر سے تو ان مسلمانوں کو سو اس پر رستہ کی پیروی کرنے سے بچنا کہ اس طرف کوئے اسکو جو کچھ کہہ کر کہ
 یہ ہر ہر پڑائی اور جہنم میں اسکو داخل کر دے اور وہ بری جگہ ہے۔ -۱۲-

اولا یہی اور ثبوت حقیقت خلافت جناب امیر ثانی کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اس حل عقد
 صحت حجیت ثابت ہوئی بعد اوسکے صحت حقیقت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اوسکے بعد
 حضرت کی خلافت کی حقیقت ثابت ہوئی امیر ہمارے فیاض مجلس کا یہ ارشاد کہ اسی سے
 بطمان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا
 اجتماع نہیں ہوا الخ قابل تماشائے منصفان روزگار والو البعد والابصار یہی کیونکہ اس
 قول میں کہاں ہے کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے
 اور اس کلام میں کہ جس جگہ شرط اجتماع جمیع اہل حل عقد حقیقت خلافت کو یہی لکھا ہے
 اس میں توصیف و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ میری ناہتہ پر بیعت اون لوگوں نے
 کی۔ جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کی ناہتہ پر کی تھی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تھے
 اور خواہ وہ بعض تھے اور خواہ وہ دس تھے یا پانچ تھے یا ہزار تھے یا دس ہزار تھے
 جس قدر تھے ان کو بیعت کرنے سے انعقاد و خلافت ثابت ہوا اور حقیقت خلافت متحقق ہوئی
 خواہ جناب امیر دینی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تھے یا نہیں تھے حضرت امیر نے اس
 قول میں صدق و محض حق میں یہ تسلیم فرمایا کہ جنہوں نے خلفاء سے بیعت کی وہ
 کوئی بھی اور اگرچہ بالفرض وہ مہاجرین بھی نہیں تھے کیونکہ معرفت حجت جو شرط ہجرت
 علیٰ مزیعوم الامامیہ ہی مفقود تھی تاہم انکا بیعت کرنا موجب حقیقت خلافت تھا پس
 بر دعویٰ عدم ثبوت خلافت خلفاء کو رد اسوجہی اور دوسری شراعی حفظت مشیاء و
 غایت حکم انشیاء خود اس خط کا یہ جملہ فلم یکن للشاہدان یختار ولا للغائب^۱
 اور شارح کا یہ قول فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من یأبوا ولا للغائب^۲
 عثمان پر دھا اور یہ فرمانا وذلک یستلزم کوہذا لازمة لمن حضر او غائب

۱۔ اور شخص کو انکی بیعت میں حاضر ہوا اسکو یہ امر حاصل نہیں ہے کہ اسکی سوا کسیکو اختیار کری
 جسکو سناہ اہل حل عقد نے بیعت کی ہے اور نہ ثابت کر حاصل ہے کہ اسکو رد کرے ۲۔
 اور یہی حاضر و غائب پر لازم ہوئی کہ مستلزم ہے ۱۲۔

بدالالت مطابقی اس امر کو ثابت ہو کہ بعد اذن لوگوں کے جہنوں نے خلفا و ملتہ سے رعیت
 بنی کسی باب کے عیدیت اور کسی تحلف کا تحلف اس کو قاضی نہیں ہو اور اس کی نفی
 کو مانع ہے بلکہ جب انہوں نے بیعت کر کے چونکہ ادیکھا ضلالت پر اکٹھا ہوا تھا اور
 اور سب کا حق سے انکار ہوتا تھا ممکن نہیں وہ خلافت راستہ ہوتی ہے اور سب خیرین ہیں
 پر لازم ہو جاتا ہے تو جیسا ظہور و زبر و میر و یہ و جمیع اہل شام پر باوجود ان کی تحلف کی لازم
 ہو گئی ہے اس طرح جاباب میر و زبر و یہی ہاتھ و معد بن عبادہ پر لازم ہو گئی تھی۔ پس
 جبکہ حسب اقراران سامی یہ کلام عین صدق و محض حق ہوتی اور فی الواقع یہی ہے
 اور اس سے چوتھے اپنے اپنے حق سے بھلان خلافت ضفاء سمجھا ہوا وہ بالبدلتا بل
 ہو اور اس سے ملاحظہ فرمائیجی کہ اس کے شرک و ملتہ کیا تمام است بلکہ تمام اصول و فروع کا
 کیا حال ہو اس پر کفایت پائی یہ کیا اور معنی حیت گئی اور اگر بلکہ جناب میر کی عزت
 سے محض و حیت نہ سب اہل حق ثابت ہوتی کہ محمد اللہ علی ذلک مضمون آیت -
 هو الادی ارسل رسولنا بالهدی و دیں الحق لیطهر علی الدین کے لیسادق آیا
 باقی رہا جس تحلف کی نسبت گذارتی ہے کہ جناب امیر حضرت زبیر کے تحلف کے نسبت
 پہلی مفصلہ عرض ہو چکا ہے۔ سعد بن عبادہ کا بیعت سے تحلف کرنا
 مرجوح اور محض ہے چنانچہ بعض اور مواقع اور متہم کلام وغیرہ سے معلوم ہوا ہے کہ اور ان میں
 بجز ان کے ہی اپنی کبیر شرح فیج البلاغہ میں اکی طرف لفظ قیل سے اشارہ کیا ہے و کل
 سعد بن عبادہ وہو مرابین ما دخل مرہ و قیل اذ بقی متعاصر البیعت حتی ما
 بجز ان کے طریق التام۔ علاوہ ازیں حسب اقرار سامی اگر فیصلہ حال
 حلیغہ اول جہ ماہ تک نام نہوں اور بعد جہ ماہ کے نام کے مطابق اور خلیفہ برحق
 سے اس میں عبادہ کریم کی حالت میں تھا کہ گھر میں لگی اور کب عیسیٰ کو وہ بیعت سے ہار رہا تھا
 راکت میں اس وقت میں اس کی نامی مال - ۱۰ -

ہو جاوین تو آپ خیال کر لیں کہ مذہب شیخ کی اہمیت حال کے واسطے تو یہ بھی بہت کم ہو
 پہر آپکا بعد چھ ماہ کے خلافت کو جس میں شیخ کرنا خود آپ کی حق میں باعتبار آپ کی مذہب کے
 سہم ہو گیا۔ اچھا اگر آپ کی دین و ایمان و عقل و صفات کے روشنی خلیفہ اول چھ ماہ تک
 خلیفہ نہون اور چھ شش ماہ دیگر خلافت ثابت ہوئی ہو تو آپ ازسی وقت سے آپ کی
 حقیت خلافت کے قائل و معتقد ہو چکی ہستش ماہ کے لیے یہ پر ہم آپ سے سچو بیٹو
 نان خوب یاد آیا اگر تو ہم ان کی بنیاد شکر گزار ہیں کہ آپ اپنے اس کلام کو باعتبار واقعہ النفس
 الامر کے عین صدق و محض حق تسلیم فرمایا۔ لیکن آپ نے اس کو ساتھ یہ کیا فرمایا
 کہ (یہ کلام اگر بطور الزام فرمائی) اگر اس سے یہ مراد ہی کہ یہ کلام دلیل الزامی ہے
 لیکن باوجود اس کے کہ واقعہ میں عین صدق و محض حق ہے تو ظاہر العطلان ہے
 کیونکہ دلیل الزامی صرف اس کو ہی کہتی ہیں جو صرف مسلمہ فیہ ہو اور بطور محاربات
 مع الخصم ذکر کی جوی اور اگر یہ مراد نہیں ہے تو اس کی ذکر کئے کیا ضرورت تھی اور کیا
 اس میں فائدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے یہی مقصود یہی ہوتا ہے کہ خصم پر
 مدعا کو لازم کریں اور آپ کا تسلیم کرنا واجب ہو۔ غرض الزام و تحقیق کا اجتماع اس جگہ ذکر فرمانا
 صرف حضرت مجیب کے مناظرہ و ان کی کے اوضح دلیل ہے۔ ہم نے یہ جب مدعہ صرف آپ پر
 دعویٰ مناظرہ دانے کی ہے وجہ سے ذکر کر دیا ہے وہیں۔ قولہ اور نیز یہ کہ
 میں اس خط سے چند ورق پہلے ایک خطبہ موجود ہے جس میں یہ عبارت ہے لا یصح اسم
 المهاجر علی احد الامم فترتہ فی حق عرفہا و اقرہا فہو مهاجر۔ اور اب اس کے
 لی کہ شرح میں لکھا ہے لا یصح ان یسجد الانسان من المهاجرين الا بعد فترتہ
 زمانہ و هو معنی الامم فترتہ لکھتے ہیں الارض قال فترتہ الامام و اقرہا
 فہو مهاجر۔ انتہ۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمان کے بموجب خلیفہ اول کی
 سبقت کرنے والی ہمارے ہیں نہ ہے کیونکہ اس وقت سے جو ائمہ و ائمہ و ائمہ جناب

امیر علیہ السلام تھی کہ وہ انہوں نے نہ پہچانا اور اگر موافق اہل سنت کی اسکی معنی ہی چاہیں
 تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام دینی ہاشم وغیرہ ہاجرین نہیں تھے **اقول**
 اس قول میں بوجہ چند بحث ہے۔ اولاً افسوس کہ ہماری فاضل محیی نے شرم و حیا کو
 بالاسی لفظ رکھ کر رضی رضی اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعہ کے اقوال سے ہمہ گیر لال
 فرمایا ہم نے کتب تسلیم کیا ہے کہ یہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے ہم اسی بوجہ کہ
 اقوال کو جابجا اعتبار لغت و در اصطلاح کے ہرگز صحیح نہیں کہ جناب امیر کی طرف منسوب
 کرتے ہیں تا نیا کہتے ہیں کہ کہا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ
 حجۃ اللہ اور امام مطلق تھی جنکی نہ پہچانی تھی سے آدمی ہا ہاجر نہیں رہتا۔ ثالثاً ہمیں ہرگز
 نہیں کہا ہے کہ ثبوت ہجرت کے واسطی معرفت خلیفہ وقت شرط ہے۔ رابعاً ہم ہرگز
 نہیں کہتے کہ جناب امیر دینی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہیں تھی خاص
 ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں امام سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ رسول ہی اور اسکی معرفت
 مراد اسپیہ ایمان لانا ہے یعنی ہا ہاجر انسان اور وقت ہوتا ہے جبکہ رسول پر ایمان لاکر
 ہجرت کرے ورنہ ہا ہاجر نہیں ہوتا۔ سادسا اگر ہا ہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی تھو
 تو تو ہم کہتے ہیں کہ حسب مذاق شیعہ خلفائے ثلاثہ اور اہل سنتی معیت کرنے والی سب ہا ہاجر
 تھی کیونکہ انکو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل تھی ایسی کہ وہ انہوں نے رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم سے علی غرور الامامیہ جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزار بار غصہ و
 تہی صہ و اڑت تاکیدات و تشدیدات قارع صراح ہوئی اور یہی انہیں تو ختم غذیر کا
 خطبہ تو خمر و ریادہ تھا جو اب تک ایسنت کی بھی کتا برہین مروی ہے علاوہ اذین
 روایتیں شیعہ کی ہر حال میں کہ صحابہ نے نکتہ عہد کیا اور مہایا کو پس پست
 ڈال دیا خلاصہ یہ کہ اس میں کسی شیعہ کو چون و چرا نہیں ہے کہ صحابہ حضرت امیر
 امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے ہی لیکن باوجود امام برحق جاننے کے بطمع نفسا

ماہرین نے اور اسکی معیت کی گواہی نہیں

مستعدی خلافت ہوئی اور جن جناب امیر کا غضب کیا غرض اس ساری گفت گو
 یہ ثابت ہوا کہ علی زعم ہم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہنچانتی تھی۔ لیکن
 معاویہ طمع نفسانے کے نااہلہ کو لاچار ہو کر مخالفت اختیار کر رکھی تھی پس اس کو ثابت
 ہوا کہ وہ ہمارے ہیں ہوں کی کیونکہ ہمارے ہونے کے جو شہرہ معرفت امام کی ہی وہ اوغین پائی
 گئی اور چونکہ ہمارے ہونے کے واسطی صرف معرفت شہرہ پر تسلیم و انقیاد کا ہونا اس کو
 مفہوم نہیں ہوتا اسلئے ہم انقیاد و تسلیم ان کو ہمارے ہونے کو مضر اور فادح نہ ہوئی
 چنانچہ خداوند تعالیٰ شانہ نے اس معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو حاصل ہے جسکی ان الفاظ کے ساتھ تعمیر فرمایا ہے یَعْرِضُونَ مَّا يَتَعَفَّوْنَ اَبْنَاءَهُمْ وَ
 اَحْزَابَهُمْ اَسْتَيْقِنُهَا النَّفْسُ طَلَمًا وَّ عَلَوا اِيْمَانُ کے تحقیق کے درمیان
 کافی نہیں فرمایا اور ان میں صرف معرفت ہی ضروری ہے اور وہ متحقق ہے تو ہمارے
 ہونا صحابہ کا متحقق ہوا۔ سابق آئی صحابہ مقبولین ہی جنہوں نے خلفاء ثلاثہ کی
 بیعت کی اور انکی حکم کے موافق خدمات بجالائی کوئی عامل ہذا اور کوئی حاکم مادہ ہستی ہمارا
 نہ ہو جو جواباً کو طرف سے دیکھا وہی ہماری طرف سے قبول کر لیجیگا مگر اس اعتبار
 نصت کو ہمارے ہی جو ایک جگہ سے چوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شرع
 میں وہ ہر جو موسن دار الکفر سے قطع تعلق کر کے اور جدا ہو کر دار الایمان میں آکر
 مستوطن ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لیے نہ لغت ہی نہ اصطلاحاً تا سغا اگر اہل
 کوئی شخص دار الکفر میں ایمان لاوے اور اسکو چھوڑ کر دارالاسلام میں توطن اختیار کری
 تو ہرگز اس وقت بعد عینت کبریٰ کے امام کی معرفت شیعان اخلاص کو
 ہی حاصل نہیں ہے چچ جائیکہ ایک پیچارہ نو مسلم کو حاصل ہو تو اسی حالت میں شعیان
 اسکو پہنچاتی ہیں جیسا اپنی بیوہ کو پہنچاتی ہیں۔ ۱۳ اور انہوں نے اسکا انکار کیا براہِ مسلم
 اور ظلمی کے اور انکو دلوں نے اسکا یقین کر لیا تھا۔ ۱۴

متحقق اور ظاہر ہو کر رسول کے زمانہ میں جن لوگوں نے بعد ایمان لانے کے دارالکفر کو
 چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو اُن کو حضرت صدیق
 علیہ السلام کی معرفت اور تسلیم و انقیاد حاصل ہوئی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین ہی آ
 سیدی خداوند تعالیٰ کے لئے جا بجا اور ان کو مہاجرین کے نام سے ذکر کر کے شرف فرمایا
 تو جب ان کا مہاجر ہونا مستحسن ہو گیا تو سیراد سکی ایسی کسی حالت متفقہ کی ضرورت نہ رہی
 نہیں یہی اوند اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے
 زمانہ میں ہجرت کریں گے اگر ایسی مجبوجب اس قول کے اس امام کے معرفت ضرور
 ہوگی پس لیکن اگر نظر دقیق سے دیکھا جاوے تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام موجود
 شرط ہجرت ہے یا نکل غلط ہے کیونکہ مشاہدہ تو شرط نہیں اخبار بکتفی ہی ہو جس گزشتہ
 ائمہ میں سے بھی کسی کو سچائی کی بلکہ سچی ہی کو پہچان کر ہجرت کی چاہی کہ وہ مہاجر ہو
 اور سب سے ولایت نخل کا حدیث میں المؤمنین فی تخصیص مسی الحجۃ المبرکۃ
 دلالت کرتا ہے کہ معرفت لا اعلیٰ بسبل التبيين کی ہوئی چاہی علماء ازمین کیا فردر
 کہ حجت سے مراد تعلیم ابن ابی حنیفہ علیہ السلام ہو بلکہ حجت سے مراد حکم خداوندی ہی جو بنی
 اور خلیفہ نے پونچھا اور ایمان کی طرف دعوت کی جو شخص اس حکم خداوندی کو جو اہل باد
 کو دھڑے پونچھ پانچانی اور ایمان لا کر دارالکفر سے قطع تعلقی کر کے دارالاسلام میں آجائے
 وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئندہ اس میں دلالت کرتی ہے ولا یجہلہم ولا یستغف
 علی من بلغۃ الحجۃ پس اس کا حجت سے خلیفہ مراد لینا خود غلط ہے۔ من حسب الشرا
 اصل میں یہ خط انہ بالیعنی القوم الذین المؤمنین صدق و محسن حق ہی جو مثبت حقیقت
 ملافت خلفائے ثلاثہ ہی اور بجائی خود امام کو حجت عطا کر دی رکھا ہے جس کی نہ بچانی سے
 باجہ ہونا باطل ہوتا ہے اور یہ ہی اعتراف ہی کہ جناب امیر نے خلفائے ثلاثہ کو خلفاء

نہیں مانا تو لادہ کیا حضرت امیر مہدی ہاشم و زبیر و غیرہ مہاجرین ہی اور میں کم بعرف
 اہم زمانہ کی دعید میں زیادہ نہیں تو شش ماہ تک حسب اعتراف فاضل مجیب اظہار
 ہوئی۔ شجب یہی کہ مہاجرین ہونے میں تو یہ نہ صرف کیا لیکن انصار ہونے
 میں کچھ کیوں نہ تراش گیا۔ شارح ابن ہشیم کی کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہر
 سہ آدم ہونا ہر کہ اس جملہ میں ہی آپ کہ حضرت رسی نے قطع و برید فرمائی ہی پھر تشرین
 البہرین والکلمہ وما قبلہا وما بعدہا وھو قولہ یقیر اسم الحجۃ الی قولہ قبلہا
 ملقطہ منقطعہ رب آپ کہ اس کی ہی لفظ فرمایا پھر اور اپنی ہند لاکت ہی پھر **قولہ** جناب
 امیر علیہ السلام حجت خدا ہتی اسی کلام جامع مانع فرماتے ہتی کہ مخالف کو چون و چرا
 کی گنجائش ہی نہ رہی **اقول** یہ تو حضرات کا محض زبانی دعویٰ ہے دعویٰ ہے
 جس قدر اس ثبوت میں تخریر فرمایا وہ فی تحقیق اس دعویٰ کو تو مثبت نہیں ان اس کی
 نفیس کو مثبت ہی چنانچہ جو کچھ محسلاً و مفصلاً گذارش ہو چکا منصف بسبب کے یہی وہ
 ہی کافی دہانی ہے۔ **قولہ** انا الشوری الخ اصل میں موقع میں قانع میان خلقت
 خلفا سابقہ ہی اور ظاہر میں اوکے مذہب کے موافق ہی سوائی حجت الہی یہ ہر کی کیا کام
 نہیں **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول شیعہ میں حجت الہی اور مکتا نام ہی جو ظاہر
 میں کچھ اور باطن میں کچھ اور اس کا قول خود وہ ہیں ہو یہی حضرت امیر کی کلام میں یہ
 اعجاز ہی جیسا آپ کا ظاہر و باطن کیسا نہ تھا ظاہر میں خلفا سابقہ کے ساتھ خلا و ملا
 و محبت و لغت رکھتی ہتی اور باطن میں خلاف و عداوت اور سیکا اتر گویا حسب غم
 مجیب بسبب آپ کہ کلام میں ہی کہ اس کا لفظ اور باطن یہی ہی کیکن سوائی مخلصین کے
 کہ دوسرے کو اس کا سمجھنا محال ہی اہل فہم اس تقریر ہی اس قول کے لغو اور راہی ہونے
 کو علاوہ یہ ہی سمجھ کر ہونگی کہ اصول شیعہ رجناب امیر معاذ اللہ و حاشا عن ذلک

بسبب حجت سابقہ کا کلام ظاہر میں خلا و ملا و محبت و لغت رکھتی ہتی اور باطن میں خلاف و عداوت اور سیکا اتر گویا حسب غم

صفت نفاق میں تمام منافقین سے بڑھ کر تھی انکار از تو فاش ہی ہو گیا ہوتا لیکن یہ
 عقدہ کھل سہ نہیں سکتا لغو ذلت من ذلک۔ ان حضرات دشمن دوست نامہدیت
 سے کوئی پوچھی کہ یہی نامیہا سے باتوں سے جن سے علاوہ تو میں اہمیت کی خود اپنی عقل و فہم پر
 دیکھ لے اور الزام آدمی کیا حاصل ہے اس کے بعد دولت ہماری فاضل محبت اپنی اور اپنا
 کی صحت سے ناہر ہو چھین جن میں تودہ تودہ منافق شجاعت و شوکت بمقابلہ خلفاء
 روایت کی جاتے ہیں کہ نہ جب جناب امیر کو یہاں تک اخفا منظور ہوا اور یہاں تک
 رعایت فرمائی تھی کہ نقص اذکر خوشنودی کے واسطی ایسی کلام فرمائی تھی جو بظاہر
 اذکر مودید ہو اور نے حقیقت اذکر خلافت کی قانع بنیان ہو تو کیونکہ ممکن ہے کہ اگر
 امور جو باعث انا و بیجان فتن ہوں بر ملا عمل میں لاوین ہوں ہماری فاضل
 صحت اپنی زبان شریعت سے بیان ہی اس قدر اعتراف فرمایا کہ یہ کلام بظاہر خلاف
 کذب ہے موافق ہے اور اس میں ہمارا مدعا ہے کیونکہ جب ہم کو ظاہر کا ہی مامور اور پابند فرمایا
 اور یہ کہ ہم نہیں کیا کہ لوگوں کی دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسب اثر
 سامی ہمارے مودید ہے تو ہمارے مستند لال کے حقیقت کے لیے بس ہی خداوند تعالیٰ کو بیان
 ہی ہماری لیے یہی ہے اگر حجت الہی کا قول سند کافی ہوگا اور اس سے بھی کہ ظاہر میں
 اس خط کا خلفاء کے مذہب کے مودید ہونا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کو دلیل حقیقی
 قرار دیا جاوے اور عدم وجہ ان اجماع سے بطلان خلافت پر حجت لایا جاوے اور اگر
 اس کو دلیل الزامی قرار دیں جیسا کہ علماء شیعہ نے تو ہم فرما کر کہا ہے تو ہر بظاہر مودید
 ہونا ہی غلط ہوگا تو اس صورت میں آپ نے اس کو حقیقی بنانے کا اعتراف فرمایا
 و الحمد للہ۔ باقی رہا اس قول کے حقیقت قانع بنیان خلافت خلفاء و ہونا ہو
 بحول اللہ و قوتہ بخوبی ہم اس کا قلع بنیان کر چکے ہیں ضرورت ایجاد نہیں قال
 الفاضل المحیب۔ قولہ۔ اور دوسری جگہ مذکور ہے۔ و انہ کا ید اللہ من

ائید براد فاجر لعل نے اس وقت المؤمنین دستمق یہاں لکھا ہے۔ اقول۔ حضرت
 اہل سنت کے فہم و عقل پر عجیب سے اہل مطلب کو نہیں سمجھتی فحوائی کلام کو ہر
 دیکھتے ہیں اہل بعد کا کچھ خیال نہیں کرنے جہاں لفظ امیر وغیرہ دیکھا اور فوراً سند ان
 نقل کر دیا اور شیخ زعم میں اہل حق کو جواب دیدیا آدمی کو چہ تو عقل و علم سے ہی کلام
 چاہیے انصاف بالامنی طاعت شہد ہے یہ قول اللہ تعالیٰ ہے مولانا
 اس کو جواب میں ہم اور کچھ نہیں جرت اس قدر باد بگدازش کرتے ہیں کہ اہل علم و انصاف
 فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فروغاً عموماً اور ہماری اور ہماری فاضل
 مجیب کے تقریرات کا حضور سوا نہ کر کے دیکھیں اور کچھ امرواجبی انصاف سے اور
 سمجھ میں آدمی فراوان۔ **قول** اب ذرا انصاف فراوان کر اگر آپ یہ تو ہم صحیح ہو
 تو اس سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط
 امامت نہ تھی کیونکہ آپ کی عرض اس نقل کرنے سے یہ ہے کہ انجانب سے فرمایا ہے کہ آدمیوں کو
 امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہیں پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت
 امامت کیوں صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر معصوم
 نہیں اگر یہ بات درست ہے تو باوجود ادعائی متک اہل بیت حضرات اہل سنت احادیث
 کو قید کو وقت انصاف ہی کیوں ہو کیوں لگائی ہیں چنانچہ آپ کی خاتم المحدثین متحدہ میں تحریر
 میں آئی وقت انصاف باید کہ ترکب کیا پور مصر بر صغیر ہما شد کہ معنی عدالت است
اقول مناظرہ و مانان روزگار و رباب قانون توحید دست لال کہاں ہیں جو ہماری
 فاضل مجیب کے ادعائی مناظرہ وانی کا تماشا دیکھیں کہ حضرت کو اپنی منصب کا بھی
 ہوتے نہیں رہا بندہ نے ابھال غلط امامت کے لیے الزام بیج البلاغت کی ایک عبارت
 سے اور بہرہ ور ہے کہ لوگوں کے لیے امیر جو ایک ہو یا فاجر مفسد اس کی ادارت میں غفلت کر
 اور گمراہ ہیں مانہ اور شک و۔

قتل کے تھی جس سے صاف متحقق ہونا ہی کہ امامت کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف
عدالت ہی شرط نہیں ہے کیونکہ فاسق و فاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزرگ شیعہ شہر درہی
سلیم فرمائی اور فرمایا کہ میں واللہ لا بد للنا من ان امیر بدو فاجر اس کے جواب میں پہلے حضرت
فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہیں (کہ اگر آپ کا یہ تو ہم صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ
جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہ ہو) میں کہتا ہوں کہ یہ تو ہم
نہیں بلکہ وہ مضمون ہی جو اس عبارت سے مفہوم ہونا ہے کہ بزرگ شیعہ جناب امیر کی
نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہیں پس اس کا لزوم آپ کی مخالفت و مضرت ہی نہ ہو اور
آپ ہی اس کو جواب دہ ہیں نہ ہم تو اس لزوم سے آپ کا ہکو ڈرانا یہ آپ کی منظرہ دے اور کمال عقل
دفعہ کی دلیل ہے۔ ہم ہی خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا اہنت الزام
دینا کہ جب تم ہی مدعی شک اہنت ہو تو یہ الزام درباب تعارض عدالت منہاری
ہی مخالفت ہے اور زیادہ عقل دفعہ سامی کا اندازہ بتانا کیونکہ جب یہ لزوم محض نہج اہنت
کی عبارت سے ہے تو اس سے اصل حق کو الزام دینا سر اسر خلاف عقل ہے ہم کہتے ہیں
کہ جو آپ کو رضی صاحب نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہے قولہ اگر فرمایا کہ ہم نے الزام یہ روایت
پیش کی ہے جو اعتراض امیر ہوگا اور اس کو جواب دہ شیعہ میں نہ اہنت **اقول** یہ
توصاف ضیح تھا کہ یہ الزام عرض کیا گیا ہے ہر سانی میں اس حشو و تطویل سے کیا فائدہ
ہاں اس کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ میں نے بزرگ خود جواب لکھا اور اس کے بعد منہ ہوا
اور ان کے پہلی تو کلام ہوا کہ یہ جواب تو مجھ ہی نہیں ہے کیونکہ خصم الزام دی رہا ہے
تو اس کو اس طرح پھر اسوا سکے بغیر ہی آئندہ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** اس کو جواب
میں گذارش ہے کہ اول تو کتاب نہج البلاغہ ثقات اہنت شل و شجی و تقنازلہ و بعض
لاہوری دگا فردنی کے اعتراف سے جناب امیر کی کلام سے ہے **اقول** سبحان
ثقات اہنت کے اعتراف سے نہج البلاغہ کا کلام جناب امیر ہونا اب ضرورت

یہ کتاب ہے جو حضرت امیر کبیرؒ نے لکھی ہے اور اس میں
 ہے کہ جو شخص اس کتاب کو پڑھے وہ اپنے دل سے
 گناہوں کو دھو کر لے گا اور اس کی مدد سے
 وہ اللہ کے فضل سے اپنے دل کو پاک کرے گا

اور ہنگامہ حالانکہ ہم نے اس پر فاضل شہید ابن ہشیم شارح فتح البیان کے احتراف سے ثابت کر دیا کہ
 کہ اس میں جا بجا حضرت رضی صاحب کے طرف سے خط و خط و حدت و مانی و نحو اثبات ہے
 پس کیونکر ممکن ہے کہ اس سنت جو کلام حق و باطل کے امتیاز کے لیے ثقافت و معیار میں آگے
 خاص کلام جناب امیر کا تسلیم کر لیں اس سنت کے ہول حدیث کا عام قاعدہ ہے
 کہ جس روایت کے سلسلہ میں کوئی راوی اگر غیر ثقہ واقع ہو تو اس کو صحیح نہیں
 سمجھتے پس فتح البیان کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحب کے ہی
 اس کو کیونکر کلام جناب امیر کا بار کرین گے۔ علیٰ خصوص اس میں حدیث جگہ اس کی عقیدہ کا
 کہ صرف دعوت باکی جائے ہے۔ مان نہیجہ اہل غلطہ کو جناب امیر کی ایسی کلام مجاہدین تو
 کچھ یہ نہیں جیسا کہ نورات و تحیل کو جو آب یہود و نصاریٰ کے پاس ہے یا بعد
 تعریف کے نبی کلام خدا و تعالیٰ کی سمجھت میں۔ اور اگر جو یہ تسلیم کچھ نہیں ہے
 قولہ ثانیاً اس سنت کے اور کیا زمین یہ کلام جناب امیر علیہ السلام سے وارد ہے
 چنانچہ شہرستانے کتاب تلخ ترجمہ خارج حکیمین لکھا ہے و لما سمع امیر المؤمنین
 علی رضی اللہ عنہ ہذا الکلمۃ قال کما عدل یراد بجا و الفایقون الامارۃ و
 لا بد من امانۃ بقاء و حاجۃ اور مشورین فی الایات اطیعوا اللہ و الرسول الخیر علیہ
 السلام ہی انحرج الیہ فی علی بن ابیطالب قال لا یصلح الناس الا امیر بر او فاجاب
 اور اس کی وجہ سے بیان فرمایا ہے ہم نے اس صفت اشارہ کر دیا ہے آپؐ سے مذکورہ کا یہ قسم
 بلا خضہ فرامین ثانیاً اس سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ہی نقل ہے یہ چنانچہ کنز العمال کے کتاب الامارۃ حرف الالف میں تحریر ہے۔ لا یدل الناس
 من الامارۃ و اما الفاجۃ فاما البیۃ فعدل فی القسم و تقسم بیک بالموت و اما الفاجۃ
 بیستے فیہا المؤمن و الامارۃ خیر من المرء فیل یا رسول اللہ و اما المرء قال القبل و
 الکذب طیب عن ابن مسعود۔ انتہی اب فرمائی کہ اگر کوئی ان دو باتوں سے دلیل لائی

کہ جناب امیر علیہ السلام و جناب سول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجار کے امارت و مصلحت
 جائز فرمائی اور تم عدالت کی قید کو وقت نصیب ہی ہو کیونکہ لگائی ہو تو آپ کیا
 جواب فرمائیں گے کیونکہ یہ بیان باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہے جب سید جو جو
 اب عدالت کے شرط قائم رکھنی کے واسطی فرمائیں وہی ہماری طرف سے عصمت
 میں قبول فرمائیں۔ **اقول** اللہ کے بعد ہر چیز کے خاطر منجھو استہدائے انزلیس
 پردہ تقدیر پدید یہ بیان تو ہماری فاضل محبت نے اپنی شرط عصمت کو خود اپنی ہاتھ
 جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس جہال کے یہ ہے کہ اس جگہ امارت برادر فاجرہ ہماری روایت
 سے ثابت کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جیسا عصمت کی سنا فی ہر دیا ہی عدالت کی
 مخالف ہے جو معتقد علیہ السنت ہی پس جو جواب عدالت کی طرف سے السنت دیوین
 وہی جواب نتیجہ کی طرف سے عصمت کے بارہ میں قبول فرمادین۔ اس کے معلوم ہوا کہ وہی
 جواب ہماری فاضل محبت کو عصمت کے باہین تسلیم ہو گا خواہ اس جواب اس عصمت
 باقی ہی یا نہ ہو پس واضح ہو کہ جو مذہب اہل سنت کا استشرط عدالت کی نسبت ہے۔
 اس کو یہ روایات ہرگز مخالف نہیں ہیں اول روایات کے الفاظ میں شامل کرنا چاہیے اور
 یہ مذہب السنت کو سمجھ کر اس کے مطابق کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر
 ہو کہ امارت ضروری خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور وقت
 ضرورت و احتیاج اگر امیر برہ ہو سکے تو فاجرہ ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنی غلبہ
 و استیلا کی وجہ سے امیر ہو گیا یا اہل حل و عقد نے کسی برکو امیر بنایا ہے اور بعد امارت کے
 وہ فاجر ہو گیا اور جو پیشہ ہو گیا تو ایسی وقت میں اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاوے گا
 کیونکہ اس کے رفع میں نافرہ قتل و قتال متضمن افتاد نفوس تغل ہو گا جو بہ نسبت اس
 امارت کے مفاسد کے اسد ہے۔ جب سید اس وقت اس امارت کو لایہ بیت جو لفظ لایہ ہی
 مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت میں استشرط عدالت کی

حسب اہل سنت و جماعت میں امارت کی وجہ سے عدالت کی نسبت
 قبول کیا نہ ہو یہ صحیح معلوم نہیں ہے۔

سب سے اہل کسے ہیں تو معلوم رہا ہے کہ شتر اطر عدالت اہل سنت کو رد کیا ہو وقت
 کو ساتھ معصوم سے جبکہ اہل اہل و عقد ماحیا خود ہستہ کسی شخص کو امیر خاویں اور اگر یہ ہندو
 ہو تو انعام و امارت کے یہی شتر اطر عدالت نہیں ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہی منعقد
 ہو جاوے گی اور انواع و اقسام کے غش و خراج اوسکو ادا کرنے سے اور ہو جائیگا اوسکی ساتھ
 ہو کر جیاد و چسپا کہلائیگا اوسکی غنائم و مال نامے و سبایا وغیرہ سب عدال ہوگی نہیں
 اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات نہ سب اہل حق کے در باب شتر اطر عدالت
 سنائی ہیں اور نہ اہل حق کے نزدیک شتر اطر عدالت بالعموم ہے بلکہ صورت اور اہل
 وقت میں شتر عدالت راقہ ہو جائے ہی اور امارت عمر عادلہ منعقد ہو جائے ہی خلیفہ
 شتر اطر عدالت کے بار میں یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بھی
 لکھا ہے۔ پس حسب کما جب محیب جب ہم اس جواب کو جو ہم نے شتر اطر عدالت کو بار
 السنہ کی طرف سے دیا ہے حضرت محیب کی طرف سے قبول کرتے ہیں تو اوسکا حاصل
 یہ نکلتا ہے کہ ہمارے اہل حق محیب کے تمام یہ عصمت کی مسئلہ میں اس امر کے معتقد ہیں
 کہ شتر اطر عصمت علی العموم ثابت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص بنفس خداوندی بلکہ چنانچہ
 اہل حق ہوں یا وہ معصوم ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون نفس یا بعیت اختیار ہی اہل
 عدالت علی ریاست ہو اور دارالاسلام پر اپنا تسلط و سبیلہ کرے تو اوسکی امارت
 ماحیہ و عصمت کے یہی منعقد ہو جائیگا اور ماحیہ و عدم عصمت کے اوسکی امارت منعقد
 ہوگی نہ سب اعمال و تقاضا و عقد و خراج و صدقات و غنائم وغیرہ عدالت ہوگی
 اور ظاہر ہے کہ عصمت کے لیے ہی نفس کی ضرورت ہے جب شتر اطر عصمت منفع ہو گیا
 تو نفس بھی منفع ہوئی پس حسب ارشاد اپنی فاضل محیب کے شتر اطر عصمت میں اس
 جواب کو ہم نے اسکی طرف سے نہایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کر لیا اور اگر اپنی اس
 قول مستقیم ہوگا اور اس سے نہیں ہو سکتا کہ مذہب نفع سے یہ حکم اور اوسکا فاضل

تسلیم کر چکے اور نے الواقع وہ مذہب اسی لائق تھا قولہ یہ جواب تو الزامی تھا
اب بطور حل گوش توجہ سے سینے یہ کلام باغت نظام خوارج لئام کے مقابلہ میں رو
لغو لھم کہ بارادہ باطل کہتے تھے لاحکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ الحج البلاغۃ میں اسکا
عنوان اس طرح مسطور ہے ومن کلام لہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع
علیہ السلام قولہم لاحکم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بها الباطل نعم لاحکم
الا للہ ولكن هو لائم یقولون لا امرأۃ وانه لا بد للناس
من امیر یدروا فاجری الخ جناب امیر نے جب اسکا یہ قول لاحکم الا للہ سنا
تو فرمایا کہ یہ کلمۃ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اسکی اصل معنی ہی نہیں
سمجھی اور باطل معنی سمجھ کر لگایا کیا ہے کہ ہکو رئیس کی متابعت درکار نہیں اسکے جواب میں
فرمایا لا بد للناس غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور بدون مشارکت نبی
نوع اسکے کام تمام نہیں ہوتے اور مشارکت واجتماع بدون سیاست منجر بفساد و فساد ہوتا ہے اور
جانوں مالوں کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جلی یہ بات ہے کہ بدون رئیس و امیر کو خوا
نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہیں کر سکتا اور مطلق امارت اسکا انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ یہ
ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر کر لیا اور بدون امیر و
کام نظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا بھی انھم کانوا فی بدوا امرھم لیقولون ینذہبون
الی انہ لا حاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا
عبداللہ وھب الراسی انتھای قول اب ہم اس حل کی بھی قلعی کہولی دیتے ہیں ذرا گو
توجہ سے سینے کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی ہیں عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبح ہے چونکہ آپ کو اسکا اعتراف ہو کہ شروع
بسالہ میں اہل حق پر حسن و قبح شرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے
حاجت نقل روایات و تقریحات تلایفہ نہیں ہے اب ہم مطلق امارت کو بد کہتے ہیں تو برہم عقل

ارشاد جناب امیر لہذا سبب انکار ہے
نظام عدلیہ کی تقریر

نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے اور چونکہ انسان مدنی الطبع ہی اس کے امور کا ہر قسم
 واجتماع بدون متکرت ایسی نوع کے ممکن نہیں اور شاکریت واجتماع بوجہ اختلاف طبائع
 منجانب فساد ہر توسیست لایہی ہی جو بدون امارت حاصل نہیں ہو سکتی تو امارت
 خواہ جائزہ ہو یا عادلہ انسان کے لیے لایہ اور ضروری اور واجب عقلاً اقسام حسن میں
 داخل ہے بلکہ اقسام حسن میں کمالی قسم ہے کیونکہ اس کی اقسام میں سے مندوب و غیر
 ہی میں پس جب امارت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہوئی اور حسن میں ہی اعلیٰ درجہ کے
 یعنی واجب ہوئی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اور ناجائز اور حرام نہیں
 ہو سکتی اور نہ حکم شرع بمقتدا حکم عقل کے جو یہ بھی ہے حسب اصول قوم مسموع ہو سکتا ہے
 مان یہ ہے کہ اگرچہ مرتبہ تشکیک کو بہت گنجائش ہے تو اس کی اعتبار سے یہ ممکن
 ہے کہ فیہ میں ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت
 فاجرہ سے اولیٰ و احسن ہو چنانچہ عقل اس کو استحسان کے لیے بالبدست شہادت دیتی ہے
 جس کا کسی سائل کو انکار نہیں اور اگر فاضل مجیب پانڈا کو کسی ہم مذہب کو یہ شبہ ہو کہ امام
 برحق کے ہونے امام جائزہ کے ضرورت اور اس کا لایہی ہونا اگر غیر مسلم ہے اور جب ضروری
 نہ ہوئی تو قبیح ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس صورت میں بلکہ عبارت خطبہ کے
 لفظ اول میں ہو چاہے کہ کیونکہ ہم پوچھتی ہیں امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی
 یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہی تو دعا حاصل اور اس کی ضرورت سے انکار باطل اور اگر غیر ضروری
 ہے تو خطبہ میں مطلق امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور گنہگار ہوا اور نیز اس کی
 ضرورت کا ابھی اعتراف کر چکے ہیں اور اس کی منافض ہو گا دوسری یہ کہ امام کے غیبت میں
 علیٰ الخصوص جبکہ غیبت کبر کے حاصل ہو تو اس وقت بداندہ عباد امام برحق کی بیعت
 کرنے میں عاجز ہیں اور اس کو کسی بدسیر و حلیہ سے حاصل نہیں کر سکتی چنانچہ اس نے
 اس میں بداندہ میں لکھو کہ امام منہج کنگان ملا لایمان ایران کو منتشر ہیں اور امارت ابھی

لابدی ہی کہ بدون اوسکے بدست قلیل ہی گزارنا دشواری تو اگر امارت فاجہ کی پہلی دقت
 میں ہی ضرورت نہ ہوگی تو کس دقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق امارت سیاست کے کچھ
 ضرورت نہیں علامہ ازین اگر بالفرض نام ہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی جیلہ و پیر
 سے کوئی نہ کوئی اپنی طرف رابع کر لے اور امیرین جہاد کے اور نہ امارت پر ایسا استحکام پیدا کری
 گا اگر اوسکی غزل کا نام ہی لیا جائے تو بیجاں فتن و فسادان حوادث و فسادات کے نتیجے میں
 ہوں تو یہی دقت میں شکی کوئی تسلیم عقل اوسکے ضروری ہو چکا انکار نہیں کر سکتا تو جب امارت
 مطلقہ عقلاً لابدی اور حسن ہوئی تو محالہ شرعاً ہی حسن ہوئی کیونکہ برخلاف حکم عقل
 شرعاً قبیح نہیں ہو سکتی اور جب عقلاً و شرعاً لابدی اور حسن ہوئی تو کم از کم نسبتاً ضروری ہوگا
 کہ ضرورت کی دقت میں منعقد ہو جاوے اور شرعاً و عقلاً اوس پر احکام است کے جاری
 ہوں اور جہاد و قسمت غنائم وغیرہ میں اوسکے حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اوسکی اطاعت
 واجب ہو اور عیسویوں و اولی الامر میں شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا یہی اس بار
 میں یہ ہے کہ ایسی امارت ضرورۃً منعقد ہو جائے میں میں اور شرعاً اوسکے امارت جاری
 ہوئی ہیں اور انکے اطاعت واجب ہو گئی اور اگر خود ان ہی انفاذ میں جو انجم لیا جائے
 میں میں ناکل کیا جاوے تو مفہوم ہوتا ہی کہ جناب میرے اس کلام میں تاکید اللہ تعالیٰ من
 اعداء و فاجہ فرمایا اسلام و کافرین کے لئے کیا حال کیا انسانی ضرورت ہوتی میں امارت مسلمہ
 اور کافروں و نو برابریں برباست اوس کے حاصل ہوتے ہی کافروں ہی پہلے ہی ہو
 اور ہتھام و اجتماع و دفع فساد و فساد جیسی اس کے مقصود ہی اس کے ہی تصور ہی باوجود
 اسکی حضرت امیر نے کافروں میں فرمایا کیونکہ کافر کے لامست کی طرح صحیح نہیں ہے
 و لا یجوز علیہ اللہ لکافری علی المؤمنین سبیلہ و ارشاد ہی اور اسلام کے است کو فاجہ
 ضرورۃً منعقد ہو جائے اور یہی مذہب اہل سنت کا یہی جو موافق ارشاد جناب امیر کے
 ہی مخالفت نہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی نزدیک کسی ہو سکتا ہے است کیسا ہی متفق ہو میرے گارڈ

اور اگر کوئی کہہ دے
 کہ یہاں دلائل
 ۱۰۵۱

قرشی فاطمی حسنی ہو اوسکی امامت علاوہ ایہ اثنا عشر کے ہر گز صحیح نہیں اور کیسے
 ہی ضرورت کے وقت میں ہو منعقد نہیں ہو سکتی سوائے ایہ اثنا عشر کے کوئی شخص
 واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا اور نہ اُس کے ساتھ ہو کر جہاد جائز ہے اور جو سپاہیا و اموال
 کفار کے اوسکی جہاد سے حاصل ہوں نہ وہ حلال ہیں اسلئے حنفیہ وغیرہ وغیرہ کی
 بابت علما شیعہ قبلائے تشویش ہیں بہر حال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہ مذہب
 حضرت م کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے
 بلحاظ عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اوسکے سمجھنے کے لئے بھی عقل بنایا جائے۔
 واللہ التوفیق قولہ بالجہاد اس قول سے جناب امیر کی غرض یہ ہے کہ انسان
 کو باعتبار اسکے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہیں نیک ہو یا فاجر اس سے کچھ تپا
 نہیں کر سکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نایب رسول سے مراد ہے وہ بھی فاجر ہو سکتا
 یہ کلام بلاغت نظام جناب امیر لغیش انسان کے بیان میں ہے نہ حکم شریعت میں
 اقول ہمارا مدعا یہی اسی غرض سے جو جناب امیر کی اس کلام سے حاصل
 ہے کیونکہ جب کوئی فرد افراد امامت میں سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم
 کے بھی منعقد ہوئی تو آپ کا دعویٰ عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا
 خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہ ہونا سوائے ہم ہی معتقد ہیں بیشک ناسق و فاجر خلیفہ
 راشد ہو گا لیکن یہ کہ مستلزم نہیں کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق و فجور کے درمیان میں
 مراتب کثیرہ ہیں اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہ ہونا اسکو مستلزم ہے کہ غیر راشد امام بامامت عامہ
 نہ ہو سکے مگر یہ ہے کہ علی سبیل التمرل ضرورۃ اوسکی امامت منعقد ہو جائے اور اوسکے منافع دینی
 و دنیوی حاصل ہوں اور کچھ نہ ہو تو انتظام و سیاست و شوکت اسلام تو ضرور حاصل ہوگی غرض
 انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد
 اگرچہ لغیش انسان کے بیان میں ہو لیکن تاہم مستلزم حکم تشریع کو ہو گا اور تشریع اس امر کی

جو بروئے عقل انسان کو لازم و مستحکم ہے مخالف عقل نہ ہوگی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ
تشریح اسکے خلاف واقع نہیں ہوئی بلکہ جا بجا روایات سے اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی
ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہوں ابن بابویہ قمی نے خصال میں روایت
کی ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثة یدخلہم اللہ الجنة بغیر حساب
وثلثة یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنة بغیر حساب
فامام عادل و تاجر صدوق و شیخ افندی عمرہ طاعة اللہ عزوجل و اما
الثلثة الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فامام جابر
و تاجر کذب و غیرہ ان اس روایت سے صاف واضح ہے کہ آئین جزا و سزا کو عدل
و جور کے ساتھ جو بعد امامت کو فصل خصوصیات و غیرہ میں پیش آتے ہیں موقوف و مربوط فرمایا گیا
اور اصل بنیاد یعنی انصاف و امامت جائزہ کی نسبت کچھ نہیں فرمایا اول واجب تھا کہ اسکی
نسبت عدم انصاف و بیان فرماتے اور لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اس سے منع و ضلع کرادیں اور امام
جائزہ پر ترجیح کریں جب یہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائزہ جیسی کچھ ہوتی ضرورہ متعقد
تو ہوگئی اب اُسکے مفاسد سے جو آئندہ متحمل ہیں کہ امام جائزہ سے صادر ہوں اُسکو تحریف
و ترہیب ضروری ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہاں
کہیں لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اُسکے معنی لغوی لینے پر تیار ہوتے
اس حدیث سے وہ بھی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر ہے یا امامت عامہ نہ یا امامت
خاصہ راشدہ لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنی اصطلاحی شریعی
میں حقیقہ شریعی ہے اور عدول حقیقہ سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو جائزہ نہیں ہوتی کہ امام
امام ابو عبد اللہ رحمہ سے مروی فرمایا تین شخص ہیں جنکو اللہ تعالیٰ بلا حساب جنت میں داخل کریگا اور
تین ہیں جنکو دوزخ میں بلا حساب داخل کریگا جنکو جنت میں بلا حساب داخل کریگا وہ ایک امام عادل و دوسرا سچا و
تیسرا دیکھنے اپنی عمر و کلمات میں فدا کردی ہو اور جن کو دوزخ میں بلا حساب داخل کریگا وہ امام ظالم اور ہٹکار اور دوسرا

مخصوص اپنی خواہری پر محمول ہوتے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل اول لفظ امام
 عادل اور امام جائز واقع ہیں پس ان دونوں لفظوں سے یا ہر دو جب کہ معنی لغوی برابر ہیں اور یہ
 باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صاف ہر علامہ اورین جو سلاطین
 و خلفاء کے عادل گزری ہیں جس کا اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ انوشیروان و غیر
 بن خطاب صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب بر خلاف مرسوم امامیہ
 اس و عدلی کی سختی ہوئی اند اگر ایک جگہ معنی پہنچا دی اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد لی جائے
 تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ وجود قرینہ جو صاف عن تحقیق ہو غیر مسلم اور علامہ ازین مقابل
 صحیح نہیں ہو گا بلکہ خود مقابل قرینہ ہے اور اس سر پر مال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہنگام
 دہی ناسے کر ہوئی اور مقابل کے اطلاق سے کلام درجہ فصاحت سے ہی نہیں کر سکتا بلکہ اصل
 ہو جائیگا تو اب متعین ہو اگر ہر دو جب کہ معنی پہنچا دی ہی مراد ہیں۔ چونکہ اول کوئی محتمل ہے
 ہیں اور ہیں ہر دو جب کہ معنی پہنچا دی ہوئے پر بوجہ اتفاق و خلافت امر جو کہ جو کچھ نہایت
 آفت نہایت شیعہ پر واقع ہوئی ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس تحریر میں اطناب ہونا جاتا ہے
 ایسی ہم اس کے شرح و بسط کو کسی دوسری وقت پر منحصر کرتے ہیں۔ **قول** اور اگر
 معاذ اللہ یہ بات جائز ہوتی تو فرمایا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت
 کیوں نہ کی اور کیوں شہید ہوئی بلکہ پہلی بات یہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چار زمین
 امام معصوم کو جب رعایا برابری اورین ممکن نہیں اور اس سے منازعت کر کے اس کے
 اصلی مقام سے مانعت کریں تو اس صورت میں حفظ نوع انسانی حصول انتظام ناممکن
 ہے گو وہ کیسا ہی ہوا میر و حاکم سے گریز نہیں **اقول** کیوں حضرت اور اگر معاذ اللہ
 یہ بات جائز نہ ہوتی تو اول اللہ و اللہ کے لئے کون خلاق اللہ کے ہاتھ پر بھرت فرمائی
 اور کیوں ان سے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کر کے جھگڑا کرنا کریم نہ کرنے
 یہاں تک کہ یا اپنی حق کو پہنچتی یا مثل جناب امام ثالث کے شریعت شہادت چکا ہوتی

اور نیز اگر معاذ اللہ یہ بات جائز نہ ہوتے تو کیوں جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر موعود
 خلافت تسلیم کر دیتی اور کیوں اس سے بیعت کر لیتے اور باوجود عدم دروغد کہوں
 جدال و قتال نہ کر گئے یا اپنی حق کو ہاتھ سے نہ ڈال دیا۔ یاد رہے شہادت پر چھوٹے اور بڑے
 اس شعر کے ہوتے بے بیعت و رشایہ دوست ارد گردانہ نہ دیکھتے مطلب یہ ہے
 ح حفظت شیئا وغالب عنک اشیار۔ افسوس کہ ایک ایک امام ثالث کا یہی
 قصہ یاد رہا اور امام اول ثانی کا فراموش ہو گیا یہی ہم ہی انگو یا دولا دیا یا کیننگ
 مثل خبیث علاوہ ازین جبکہ دلائل و بنیات واضح ہیں اس بات کا ضرورہ جائز ہونا
 پہنچے حسب احوال ائمہ ثابت کر دیا تو اب اس کی ہی جواب دہ اہل تشیع ہی ہوں گے
 معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہماری فاضل مجتہدین عدم انعقاد بیعت امام جائز کی
 نسبت بیان فرمائی ہے یہی کہ معاذ اللہ اگر امامت جائز نہ ہوتے تو امام
 حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہ ہوتے اور جب انہوں نے بیعت
 فرمائی اور یہاں تک کہ اسے کشتید ہو گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید پر امامت
 جائزہ تھی صحیح ہوتی تو کوئی امامت جائز نہ ہوتی عدم انقضائے امامت۔ بنی
 عرض کرتا ہے کہ خود اس دلیل سے بالبدلت یہ امر ثابت ہو کہ امامت میں جیسا قشہ
 کرنا امام معصوم کا دلیل اور قریبہ اس کے بھلان اور عدم انعقاد کا یہی اس طرح تسلیم
 امامت اور منافقہ نکرنا دلیل اس کی صحت کی ہے علی الخصوص اپنی حالت میں ترک
 مناقشہ کرنا کہ حالت عدم عجز اور خوف کی ہو۔ اب ہم ائمہ کی حالات کو درپاک تسلیم
 خلافت کو نظر تقصیر سے دیکھتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے زمانہ خلافت رائے
 میں ان کو خلافت نہ تسلیم کیا اور پہلے تسلیم و انقیاد بسبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہیں تھا
 بلکہ انہوں نے سے بڑا کہ خلافتیں مطابقت رضائے خداوندی کے نہ واقع تھیں چنانچہ یہ امر
 آپ کے اول بعض خطبہ میں جو فریم البلاغ میں شریف یعنی نے جمع کی ہیں بطور حرج و مرج

وہ خطبہ یہ ہے ومن کلام کہ لما عرفوا علی سبغۃ عثمان لقلہ علمتم الحق ونبھا
من غیرہ واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین ولہم بکین فہا جورا لہا علی
خاصۃ التماسا لاجہادک وفصلہ وزہدا فیما تافستوہ من خرفہ
وزہجرہ۔ اتھے اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے
کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے حیثیت الخلفاء کے جسکا مدار حسب فرہم امیر وجود
نفس و عصمت و انصافیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدا کے پاک کی کھا
فرمایا کہ میں جن تک مسلمانوں کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور و ظلم
نہوگا اور سوت تک خلافت کو تسلیم کر دینگا اور اوسمیں چون و چرا نہ کرونگا تو اس سو مان
جو آپ کا منشا ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے اوپر اس خلافت میں جور ہوا اور انکی
حق تلفی ہوئی تو اس وقت مناقشہ کرونگا اب دیکھا چاہیے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے
مذہب تشیع پر کیسی کچھ آفت دہانا زل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے اخیر زمانہ خلافت
اوسمیں مناقشہ اور منافہ نہیں فرمایا اور کچھ چون و چرا نہیں کی اور پہلی دو نوں خلافتوں
میں خلافت کا ہی نام نہیں لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم رکھا اور یہ تسلیم کچھ عجز اور بیچارگی اور قوت
کے وجہ سے نہ تھی کیونکہ اگر عجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ما سلمت امور المسلمین
ولہم بکین الخ بالکل مہمل ہو جائیگا بلکہ یہ سکوت و تسلیم حقہ خلافت کی وجہ سے تھا اور اس وجہ
تھا کہ خدا اور رسول کی طرف سے حکم سکوت و تسلیم تھا چنانچہ فاضل بجزانی نے اپنی شرح
میں دوسرے جگہ لکھا ہی وانہ کان معہودا علیہ ان لا ینزع فی امر الخلافۃ پھر اگر
مجدد آپ کی کلام کے جبکہ لوگوں نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ میں بابت
دوسرے کسی شخص کے احق بالامامت ہوں اللہ کی قسم میں تسلیم کر دینگا جب کہ مسلمانوں کے امور
رہینگے اور اوسمیں بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم نہوگا اسکے اجر اور بزرگی کی طلب کے لئے اور
جبکی زینت اور خوش آئندگی میں تمہنی رغبت کی ہے اوسمیں بے رغبتی کے سبب سے ۱۲۔

نہیں کی تو معلوم ہوا کہ یہ احداثت محض اہل جیسی حضرات کے محدودہ ہمنام میں جو انکو
 دلائل میں اور جہان کو منہ پر کھینچتے ہیں کیا تھا اور نے الواقع ایسی کذابت کے ہاں
 ایسی ہی ہونے چاہیے اور شام ابن میثم نے اسکا کب قدر نسبت کیا اور بعد بیان
 کھڑے ہوئے کہ وہ قد جالب الناصرین لعنان عمرہ الا حدان باجوبہ
 مستحسنة وھی مذکور فی الموطا ابیہم علیہم کذا فی رجوع کرتے ہیں اور گزشتہ کرتے
 ہیں کہ ابن میثم نے دوسری خطبہ کے ترجمہ میں جسکا عنوان یہ ہے - ومنک الام
 لہ لما اردت قل البیعة لعد قتل عثمان دعونی والقسم غیر الخ فرماتے ہیں
 قولا وان ترکتمو فاناکم حدکم ولعلی اسمکم والطوعکم لمن ولتیمو امرکم ای
 کست کا حدکم فی الطاعة لانی کم بل لعلی اکون اطوعکم لہ ای بقوة علیہ لوجوب
 طاعة الامام - خدا کے ایسی کوئی حالت منصف ان مخصوص صریحہ کو کہہ کر جناب امیر
 حسب تقریر اختلاف ابن میثم کس وضاحت کے ساتھ فرما رہی ہیں کہ جبکہ چوڑ کر جسکو ہم نام
 بنا رہیں ہی ہم میں کا ایک ہوں جیسی تمہارے کو اطاعت واجب ہوگی دوسری ہی مجاہد ہی واجب
 ہوگی بلکہ امید ہے کہ میں بہ نسبت تمہاری زیادہ مطیع و فرمانبردار ہوں کیونکہ جب ہم
 واجب اطاعت ہر تین اداری ما جب میں زیادہ ساعی ہو گیا یہی کہ اطاعت امام
 کو وجوب کا علم اگر سب سے زیادہ ہوا اب فرمائی کہ اگر امامت منفقہ ہی نہیں ہوئی
 تو وجوب اطاعت اور وہ ہی امام مخصوص معصوم مقرر من الطاعت پر کیا اور امام معصوم
 کی اطاعت میں مثل عوام کے ہونے کو کیا معنی بیان بھی فرما دیجیگا کہ حضرت نے تفسیر
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقوں کے حامیوں نے عمرہ سعیدہ دہائی ہیں جو دہائی ٹی کی کہ میں نے کہیں میں
 قیل لہ ما ترکتموے مج کو تم کہ چوڑو گے تو میں تم کو ایک جیسا ہوں ارشاد میں زیادہ سی الاموال ک
 دلوں کہ تم ہی پورا سزا بنا دینی میں تم میں کا ایک جیسا ہوں تمہاری امر کی دلوں میں کہیں میں کہ
 تم کہہ رہے ہیں میں سب سے کہہ کہ اگر امامت کی وجہ کوئی ہم سے ہو۔

بیان کیا کہ میری شہر علی جوہان اللہ فہم انصاف ہمارے فیاض محبوب پر بس ختم ہو چکا ہے
 امیر کے اس ارشاد سے ہر سترہ سترہ اٹھ نفر غصہ و غضب و انتہائیت کا یہی نسخہ دہرنا ہے۔ ہر سترہ
 کر دیا اور پھر آخر ثابت کر دیا کہ اصل دل عقد جسکو امام بنادین دہمی نام سے اور واجب الاعت
 اور شہر ہے کہ حسب احوال امامیہ زمین امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ
 نہیں ہے بلکہ جو امامت کہ غیر مخصوص و مخصوص کے واسطہ ثابت ہوگی کا ٹھکانہ کان وہ امامت
 فاجرہ ہو گے کیونکہ امام معصوم کا حق اجماع غصب ہو اور جب امامت امیر اپنی ارشاد میں
 امامت اور امیر کو جسٹس دو قسموں میں مجبور فرمایا ہے لہذا بنی اس میں امامت فاجرہ اور امامت
 شہر کے امامت بارہ امامت عادلہ ہوگی اور امامت فاجرہ امامت جابرہ ہوگی
 اس طرح امیر یا خطیفہ راشد امام عادل ہوگا اور فاجر جابر ہوگا اس طرح امامت میں بھی ہم
 فاضل بنی اس نے کو کسی حکم مقرر کرتے ہیں وہ اس خطبہ یا سخن میں کی شرح میں فرماتے ہیں
 و ما یؤید ذلک ان اکثر الخلق متفقون علی ان امر ابن امیۃ کا فاضل بنی اس نے
 رحیلین اولئذ لکھتھان و غیر بن حسب الخیرین اور جب یہ فاجر بنین تو بارہ امامت کی امامت
 امامت بارہ ہوئی جو امامت راشد کے برابر ہوں گے نہ کہ غیر راشد اٹھ بالکل باطل ہوئی
 اگرچہ اس میں مرض ہیں کہ یہ قدر حمل ہوگی مگر اس قدر اور گزارش ہے کہ امامت مطلقہ کہ
 تواد عادلہ ہو یا جائزہ آپ ہی اس کی شد و درمی ہونے کے قائل ہیں کہ نہ امامی معصوم
 عباد کے اس کی ساتھ منوط و شرط ہیں بدون اس کی منتقم ممکن نہیں ہے اور اس کی حالت
 یہ ہے کہ اگر اس کی نزع و فسخ کا نام بھی لیا جاد ہی تو اس میں ایسی ایسی نوازش و کاشت و
 ہر نا یقینی ہے کہ جس میں کثرت میں دنیا کے ضرر و نقصان ہے اور دین کے خیریت کو
 یہی جب ہم نظر کرتے ہیں تو اس میں بسنت ضرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان ہے

امامت اور اس میں سے جو اس کو نایک کرنا ہے یہ بھی کہ اکثر مخلوق اس پر متفق ہیں کہ امام بنی امیہ مجرب و بنین
 شیعہ و کثرت عثمان اس میں بن عبد العزیز کے فاجر ہے۔ ۱۱۔

تو خاص انکی ذوات کو دیکھتی ہے اور جبکہ ائمہ اور مجتہدین و علما احیاء و سکن میں داخل ہوتے ہیں
 اسلام میں شمول ہیں تو انکی فسق و فجور سے اسلام میں غرر کا اندیشہ نہیں چنانچہ خود فضل
 عزیزی نے اپنی شرح میں اسکی یہی شہادت دینی میں دیا اور یہی دلیل ان کے فیہ الحق
 متفقوں علی ان اسراہ منی امیۃ کا انکار اعدا رحلیں اولئکہ کعثمان و عمر بن
 عبدالعزیز و کان الفی یجمع بھم والبلاد تمنع فی ایا مھم والثور الاسلامیۃ
 محرمہ و السلسلہ امیۃ والقوی ماخوذ بالضعیف ولہذا یضربونہم شیئاً فی ذلک
 اکامور ہے جب فجار کے است میں یہ امور مثل ثور و بنار قنا طرہ جو تھو پیر جو سن و فتح
 بلان و قلع و جمع نے دامن طرف و فضل حضرات علی الحق ہوئے ہیں تو انکی فسق و
 اسلام میں کوئی ضرر شدید نہ پہنچا تو انکی است کو وہ فاجر ہی سمجھی با اعتبار دنیا کے
 بحسب اعراف و فضل مجیب الابدی ہے لیکن باعتبار دین کے یہی اسکی سنا فح
 اسکی مفسد سے بہت زیادہ ہیں تو یہی غرور کی حالت میں جبکہ وہ لادبی ہوا اور اس
 گزیر نہ ہو بروی عقل گر جائز نہیں کہ اسکو غیر منفقہ کہا جاوے اور اسکی ساتھ چھاؤ
 نہ جائز اور اسکی فح کو حکم اور اسکی اطاعت کو جو امور موافق شرع میں ہو معصیت اور
 ناجائز قرار دیا جاوے سبجا نکند بہت ان عظیم و جب بروی عقل اسکا واجب ہونا
 ثابت ہوا بحسب قاعدہ الامیۃ اگر شرع سے اسکی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو
 لازم آوی کہ معاذ الخلفائے قبیح کا حکم کیا اور ترک اسکی و لطف و نایا کیونکہ اسوقت صلح
 و لطف یہ ہے کہ اگر اسکی جواز و خصوصیت انتقاد کا ضرورۃ حکم دیا جاتا ہے شائد عن
 ذلک علواً کبیرا پس اس تمام گفتگو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خلیفہ میں کم تقیض ہی

اس اور مسجد کی حرمتی اسد کرتا ہے یہ بھی کہ اکثر ممکن ہے سر معنی ہی کہ اگر ایسی مسجد جو اہل حق و سید و سید
 عثمان و سید بر عبدالمیر و جبر ہی اور انکی سبب اہل بیت مع جوئے ہی اور ملازمتی ایام میں مع ہوئی ہی اور انکی
 کہاں کہ وہ حق ہی اور انکی صحت حق کے عین میں گرا جائے اور انکی حرمت میں یہ نقصان نہیں پہنچا یا ہوتا ہے۔

نہیں فرمایا بلکہ حکم شرعی پر چلنا فرمایا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عصمت امامت کو
 شرط نہیں مگر خدا واجب ہم ان ہی الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں اور قطع نظر دوسری باتیں
 و عبارات سے جو اور بیان کرتی ہیں تو یہ ہیں تو بدلتے ہیں میں آتا ہے کہ عصمت امامت کے
 ایسی شرط نہیں کہ جو کہ جناب امیر نے منع فرمایا کہ امام نیک ہو گا یا امام فاجر ہو گا سلمنا
 فاجر کے امامت ناجائز اور غیر معتقد ہے لیکن امامت برزخ کے تو ضرور جائز و راستہ ہی کہ جو
 خلوان و دوفس جائز نہیں اور ظاہری کہ نیک کے دیکھتے ہیں کہ لازم نہیں ہے کہ وہ معصوم
 ہوگا تو مطلق برکے امامت جائز و معتقد ہوئی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہے تو اگر بالفرض
 فاجر کے امامت صحیح ہو تا ہے ہمارا استدلال اس عبارت سے ہے بخاری اور اس عبارت سے
 بطحان عصمت کا شمس فی الفہام الہدایۃ فی شرح علیہ ذاک اس بحث کے تفصیل
 میں ہو گا اور یہی گنجائش ہے امرضائین زمین میں ہیں لیکن خوف تظویل اجازت نہیں
 دیتی اگر موقع ہو تو انشاء اللہ کہ کسی موقع پر عرض کریں گے یا باقی صحبت ہے
 قول جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کے مثال یہ ہے کہ لایہ الناس میں قوت اور قوت
 عام ہے حلال و حرام سی اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہیں دیتی مگر انسان کو قوت ہے اگر وہ
 حلال سے حاصل کرے شرع کی پابندی کے ہو اور اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اس طرح
 امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرع بطریقہ لائل شرعیہ و عقلیہ ثابت ہیں اگر ایسی امام کی اجازت
 کریں اور اس کو امام نہیں تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہیں کسی نہ
 کی کو ضرور حاکم امیر کریں گے جیسا کہ خوارج لیام نے باوجود انکار نہ اپنے آخر کو حاکم کیا
 اقوال اس موقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو شمس
 علیہ قرار دیا یہ یعنی ہماری دعا کی موید ہے اور فاضل مجیب اس نقل میں مصداق مثل مشہور
 کا لاجست عن حنفیہ بظلفہ کے ہیں تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ امام مطلق کا لایہ
 ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ لوگوں

و اگر امام لایبھی نیک ہو اگر نیک بیس نہ ہو سکر تو فاجر ہی ضرور ہی کیونکہ احادیث میں گزیر
 اوجب اسکا لایب ہونا ثابت ہوا لاجرمی اور ضرورت گرفت میں اسکا انفاق بطور
 شخصیت بلکہ حسب آیات امامہ اسکا شخصیت اور اسکا جواز انفاق بطور وجوب غریبہ
 ہوگا کیونکہ تفسیر علیہ اسکا قوت ہے کہ لایب للناس من قوت من حلال کان ادرام ہیں اگر
 انسان کو قوت حلال میں بیس نہ ہو اور بشرط قوت حرام کی طرف تو بشہادت میں نہیں
 قرآنی جو چند جگہ کلام میں ارشاد ہے متاول حرام اسکی الہی شخصیت کی بنا پر ایسا کہ قسین اضطر
 عَزَّوَجَلَّ وَلَا عَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ - قسین اضطر ہے تَخَصُّصٌ غَايِبٌ مَجْبُورٌ لَا اِثْمَ
 فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ بَلَّغَ حَسْبُ تَبْيِيهِ ايات شیعہ ایسی حالت میں اوپر فرض ہے کہ حرام کو
 قوت بناوی اور اگر اسی حرام سمجھ کر ترک کیا اور کر گیا تو کافر کیونکہ حق تعالیٰ نے جس شخص کو
 اسکا حق حلال فرمادیا تھا اسکو اسی حرام سمجھنا تفسیر سافہ میں تحت تفسیر قراتہ تھا
 فمن اضطر جواریت لکھی ہے اسی پر لکھا کرتا ہوں فی الہقیہ عن الصادق فمن
 اضطر الی المیتۃ والدم ولحم الحمر نہ فلم یأکل متیام ذلک حتی یموت فهو
 کافر اب ہم سی حکم کو جو تفسیر علیہ میں موجود ہے تفسیر بغیر است میں جاری کر رہے ہیں جو
 وکذلک من اضطر الی الامارۃ الفاجرة فلم یقبلها ولم ینقذ لها حتی مات
 فهو کافر - یعنی اگر کوئی شخص ارب ناجرہ کی طرف مضطر ہو اور اسکو حرام سمجھ کر اسکا مصیع
 و منقا نہ ہو اور غائب نہ ہو یا تنگ کہ مر جاوے تو وہ شخص کافر ہی کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے
 اسکو لیبی حلال فرمادیا اسکو اسی حرام سمجھنا اور منقا ہونے کا خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو سختی کفر ہوا
 ۱۷۔ ہر شخص مضطر ہو۔ بے حکمی کرنا ہے۔ روافی قلدہ سیر نہ بنیں ۱۸۔ ہر شخص لایب ہو کہ میں دیندار
 ہوں نہ وہ تو ایسا ہی ہے۔ ۱۹۔ قیہ میں امام متاوی سے مروی ہے جو مراد اور حل حضرت کے گوشت کھان
 مضطر ہو اور ایسا کہ کہہ کر مر جاوے وہ کافر ہے۔ ۲۰۔ ہر شخص جو است ناجرہ کیلئے
 مضطر ہو اور اسکو قتل کر دیا وہ مصیع نہ ہو یا تنگ کہ مر جاوے وہ کافر ہے۔ ۲۱۔

تو اس سے ہدایت ثابت ہو کہ ضرورت و اضطرار کے وقت میں شرعیتنا دل فوت حرام
 وخصت و اجازت دینی ہی بلکہ فرض فرماتے ہو اور اس کے تارک نہ کرنا کو کا فکر کرتی ہی تو اسنی
 جب اپنی حالت میں فوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے ہنقدار
 و تلاش میں رہا اور کوئی نہ کیا تو اس میں مخالفت شرعیت کے اور کا قدر اور طاہری کہ حکم
 امامت بہ نسبت اکل کے الگ و اہم ہی تو امامت کی ضرورت کے صورت میں اس کا انکار بالاد
 منہج کفر ہو گا پھر ہماری حبیب کا یہ ارشاد کہ اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہو بخیر
 میں اس میں غلط ہو نہ اس کا یہ یہ کہ آگاہ یا ایفہ او عامی ہمہ دانے اپنی گہر کے بھی خبر
 نہیں ہے۔ محمد اللہ کہ جو مثال آئے اپنے مدعا کے ثبوت میں پس کے تہرہ ہی
 اس کے مکذیب اور خود جناب پر منقلب ہو گئی کہ محمد اللہ اولاً و آخر اولاً مر دبا طبا -
 قال الفاضل المحبیب قولہ - اگر شک ہو تو بیع البیاعۃ نکال کر دیکھ لیجی اور انصاف
 سے فرمائی کہ آپ کا دعویٰ سچا ہی یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا ارشاد سچا ہو۔ اقول - ۱ شک
 یہ بیع البیاعۃ میں ہی اور جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد سر نہ شاد عین صدق و محض
 حق ہے کہ آپ اس کا مطلب نہیں سچا کہ استامخی معات کلمہ میرا دہا الباطل کا ضمیر سچا
 صادق ہے بقول العبد الفقیر الی مولاه العفی جب یہ ارشاد جناب
 امیر جو بیع البیاعۃ میں منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور سنی بالاسل ضحی ثابت
 کر دیا کہ اس کا مطلب ہی وہی ہے جو ہم سمجھتے ہیں اور جو کچھ آپ نے سمجھا تھا وہ غلط اور آج کل
 اصول کے برخلاف تھا تو انصاف سے فرمائی کہ کلمہ حق ارید ہا الباطل کس پر صادق آیا
 اور اس کا مصداق کون ہو چاہا پھر اگر اس کے ارشاد میں کہ بروی عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ
 تو آپ کہہ رہے ہیں بخیر بقول نقیدین ہو جائیگا۔ فقیر اور چونکہ سارا دعویٰ جناب امیر و
 رسول خدا و کرامہ علیہم السلام کے اقوال سے مقتبس ہو بیشک سچا ہی اقول
 بیشک یہ سچا دعویٰ آپ کے زعم میں اقوال جناب امیر و رسول خدا و کرامہ علیہم السلام سے مقتبس ہو سچا

دود لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپ کا اقتباس صحیح ہو بلکہ نئے محققین کا
 اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر کسی طرح ہر ایک فرقہ کے دعویٰ
 اقتباس کو صحابی واقع سمجھا جاوے تو حواج ہی بہترین کہ ہمارا دعویٰ خدا و رسول خدا
 کا ارشاد اس سے مقتبس ہے بلکہ یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تمام اہل مل سے بہترین کہ ہمارا
 دعویٰ خدا و رسول کے کلام سے مقتبس ہے پھر مسلم نہیں کہ جناب کو ان کی تسلیم کر سکیں
 کیونکہ انکار ہے پس جو جناب اپنی انکار کے دلائل و دلیل قائم کریں وہی دلیل بیان
 بھی سمجھ لیں۔ ان جناب میر صاحب آپ نے شروع جواب میں یاد آتا ہے کہ ہم
 اعتراض فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے خطبہ میں جو نقد عمال کے صلوة و سلام میں اصحاب پر کی تھی
 تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ باعتبار ذیاب السنہ کے
 تقدیم اصحاب کے آل پر ہونی چاہیے اور جو آدمی یہ بھی کہ آپ کے نزدیک تقدیم فی الذکر
 مسلم مقدم نے الرقبہ کو ہی پس سمجھا جو آپ نے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا
 کیا آپ کے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے بر حیت الرقبہ افضل ہیں جیسا کہ یہ تقدیم
 حسب زعم سامی مقتضی ہے اگرچہ آپ کی ہیبت سے روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ جناب
 امیر جیسا تمام انبیاء سے حسب اعتقاد شیعہ افضل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے بھی افضل ہیں لیکن چونکہ فی ہر طور پر خاص حضرت کی نسبت اسکا انکار کیا ہے
 عبارت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تو اس لیے دریافت کر لیا گیا
 تھا کہ اور حاشا کہ ہمارا دعویٰ اور اس ارشاد میں کسی قسم کی مخالفت ہو مردی جی
 نہ دوستانہ **اقول** یہ صورت جناب کا زعم ہے کہ واقع میں جناب امیر
 ارشاد اور دیگر دعویٰ میں سرسہر تناقض و مخالفت ہے کیونکہ جناب امیر کا ارشاد
 ضرور مطلق امارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپ کا دعویٰ اس کی عدم صحت کو مقتضی
 پس حاشا و کلام اگر اگر دعویٰ اور جناب امیر کے ارشاد میں باہم توافق نہیں ہونے کا

اجتماع باتفاق وحدات ثانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد میں تو کچھ تر و تہیں
ہوئے ان آپکا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعویٰ صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا
ہاں ہر دو بیانی خود درست کی طرح نہیں ہو سکتے۔ **قول** آپ عقل سے ہم سے ہفت
سیر کا کم نہیں **اقول** بحول اللہ نفس لہ معنی تو اسے عقل و علم انصاف خدا اور
کام لیا تھا مگر افسوس کہ آئینہ اس پر نہیں نظر آیا اور گستاخی عاف آیت اما صرف اللہ
بالذکر و تنسوت انفسکم کا مضمون اس کی صداقت آیا اور ہم یہ بھی بشک نہ گزاریں
عالمین اور جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اپنی علم و عقل و انصاف سے کچھ ٹیکر عرض کرتے ہیں
اور دھا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جناب کو یہی توفیق عطا فرمادی کہ ان کے علم میں رہنا فتح
بینا دین قومنا بحق و انت غیر الفاضلین **قال** الفاضل الحسب - **تولد** - اس کے بعد فرمایا
حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا اگر اس
کلام کے موافق ہے تو مر جانا بالوفاق اور اگر مخالف ہے تو کسکو حق کہیگا اور کسکو باطل کہیگا
باب نادیدہ دوسرے - **اقول** کلام بلاغت نظام جناب امیر علیہ السلام کے معنی
اور اصلی مراد عرض ہوئی آپکا شبہ رفع کیا گیا اور اپنی دعویٰ شرط ثلثہ کو ان کی ہی علم
مستند کی کلام سے ثابت کر دیا یہ **قول** العبد الفقیر الی مولاه الفقی
جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اس سے اصلی غرض جو کچھ اپنے سمجھی
وہ جناب کے مرقوم پر ہی منحصر ہی صحت اور قیست کو کچھ ماس ہی نہیں اور اس
کلام سے معنی مذکورہ کو اصلی غرض سمجھنا قبیلہ توجیہ القول یا بالیرضی بہ قائم سے ہی اور
ثلثہ کا ابطال تو ایسا جلدی و بدیہی ہے کہ کسی عاقل و مجتہد نہیں رہ سکتا علی الخصوص
جناب کے جلیلہ شہوت گہرا تو نہایت ہی لوح تھا بخندہ سے جو کچھ اس پر گزاریں
کیا یہی اگر اسکو بفرمائے انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ اور انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ تو خود ہی اس پر
اور اگر نہ ملاحظہ فرمائیے ہند ہ ہر ہی دلیل مستحبابہ سے خطہ کہیں تو ہم ہر ہی تقریر و تقریر

حاضرین و اللہ ہوا فوق **قول** آپ چاہتی ہیں کہ جو عمر بنی سوال میں دریافت کیا ہے
 وہ ہمیں ہی چھین اور اس سے غرض انکی بھی معلوم ہوئی ہے کہ اس طرح بحث میں ملوث
 ہو کر آپ انہیں شہادت کرتے ہیں اصل سوال کے جواب ہی سے بچ جائیں
قول جب ہم نے جناب امیر کی ارشاد است مسلمہ سامی سے انکی شرارت اور ستم
 ابطال کر دیا تو وہ سوال جو آپ ہم سے کرتے ہیں آپ پر ہی منسوب ہوا اور انکی ہی اور اسکا
 جواب دینا لازم ہوا پھر اگر ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا
 یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیوں گھبرائے ہیں اور اگر آپ تو میرا
 و مشہدات سے ڈرتے ہیں اور طوالت پسند نہیں فرماتے تو قصہ مختصر بھی اور زبانی ہوتا
 گفتگو کر بھی جلد فیصلہ ہو جائیگا اور جب ہم نے انکی شرارت کا ابطال مثل آفتاب نمودار فرما
 کر دیا اور مسئلہ امت مسلمہ سامی باطل ہو گیا تو حکم آپ کے سوال کے چارے ہی کی کیا ضرورت
 رہی اور جواب دی سے بچنی کی کیا حاجت اگرچہ ہمارا سب یہ تھا کہ عمر انکی سوال کا جواب
 اسوقت لکھتے کہ جب آپ اپنی مسئلہ امت کو اور اسکی شرارت لکھ کر بدنامی ثابت فرماتے
 حالانکہ اسوقت تک جعفر دلائل مثبت شرارت لکھ کر فرمائے ہیں وہ دلائل اور شرارت کو آپ کے
 اصول پر ہی ثابت ہیں کرتے اور قصہ کے اصول پر تو ادھر ثبوت از قبیل محالات ہی
 لیکن ہم انشاء اللہ تعالیٰ کے حسب قوانین ایسا پس خاطر سامی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی
 خدمت کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے خدمت میں اپنی جہت پر کرنا ہوتا کہ اگر آپ بھی حسرت
 اعتراضات باقی نہ رہ جاوے ماسطورا و کلام کو امتزاج میں **قول** اگرچہ ہم
 اس سوال کا جواب بھی مفصل و مدلل دے سکتی ہیں اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ کے اگر
 بخوبی معلوم ہو جائیگا اور اگر آپ کچھ انصاف و غور کریں گے تو سمجھ جائیگا کہ ہمارا یہ
 دعویٰ زبانی ہی نہیں ہے یہ جواب جو لکھا گیا ہے نمونہ ہے مگر اسوقت صرف خیال
 مذکورہ بالا اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہیں جانتی **قول** جعفر جناب

تحریر فرمایا یہ وہ بے شبہ نمونہ ہی جس سے بخوبی آپ کے مناظرہ دانے اور باریہ علم معلوم ہو سکتی
 ہیں یہ یہی درجہ ہوئی کہ جب اس حیدر ان کے ایک علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپ کے جواب
 کو لپی بکراست قلم اٹھایا اور نام دلائل کو فجعلنا اھل تصدیک کا نذر نقن بالاحسن کا مصید
 کر دیا بلکہ نہ اس تحریر کو قافیہ جواب اور نہ جواب سامی کو احسنیت سے لائق خطاب سمجھا جاسکتا
 یہ یہی درجہ تھی کہ آپ کے تحریر کا دوسری حضرات نے جواب تحریر فرمایا جس سے داغ سامی کا
 پیرسہمایا کہ بچوں بیکر مریست اگر وہ حضرات پہلو تھی نفراتے تو جواب کو یہ حوصلہ
 کبھی اٹھوا لیس مینی جہاں تک انصاف سے دیکھا اور غور کیا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ
 اپنی ضروریات دین اور اصول سب کو ہی ثابت نہیں کر سکتی تو آپ کا یہ دعویٰ محض
 زبانی اور تقلیدی ہے جس قدر مواقع آئی کہ جنہیں آپ نے بہت کچھ زور لگا کر جھگڑا
 ہی آپ سے کچھ نہ ہو سکا تو اور کونسا موقع ہے کہ جس میں آپ کچھ کر کے دکھلاؤ مگر آپ
 کسی مصالحت سے اور کسی خیال سے جواب میں غفلت کچی اور جان بچا مینی لیکن جب بھی
 آپ کچھ فرمائیے انشاء اللہ نقالے ایسی کچھ اجاث میں کہیں جانتی ہو کہ وہ وارنہ تک ہو کر
 الان حرب الله هم المفلحون وان جندنا لعلم الغالبون **قول** آپ کے ارشاد
 کو ہم نے تعمیل کر دی اب آپ براہ ہر گاہ ہماری ہی عرض قبول فرما دیں **اقول**
 آپ نے تو کیا ہماری گذارش قبول فرمائی اور کیا قبول فرما سکتی تھی لیکن ہم آپ کے حکم کی
 تعمیل کرتے ہیں اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل حقیقہ الزامیہ و عقلیہ
 و نقلیہ ثابت کرتے ہیں ذرا تھوڑی دیر کے ایسی انصاف دوست ہو کر سنیں اور یہ یہی
 اخطائی تھی کہ چاہی دشمن انصاف ہو کر ہر منیر کے زور پر خاک افشانی کریں جب ہم نے
 یہ نمونہ سے آپ کی ذخیرہ علم و فہم کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے تو ہماری نظر میں آپ کا اعتراضات
 طبعیہ و ذہنی سے زیادہ وقت نہیں لے کر ہمیں شہرہ ذلیل و اجلب غیلناہر جہاں و خیال
 آپ بیشک دل کو کار امتراضات قدیم و جدید و طریقہ و نصیحت و تمجید جس قدر ہو سکتی ہو تو فرمیں

جسٹ اشاعت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم

چنانچہ ہر ایک اس سادہ میں جس قدر دلائل کو ہم مواتع مختلفہ میں لکھتے آئی ہیں ان میں سے بعض
 ایسی ہیں جو خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہیں
 چنانچہ بعض جگہ ہم نے صرف اشارہ ہی کر دیا ہے لیکن چونکہ ہماری فاضلہ جیسے فرانسس
 بیس دوم ہوتے ہیں کہ بحث ثبوت خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو چکی ہے ہم حسب
 ارشاد سامی اس بحث کو مستقل طور پر لکھنے کے لیے اور جو میں پس سنی کے علم ازل
 معاملات فیما بین جناب الخیر ثلاثہ کو دیکھتے ہیں اور سچتے ہیں تو ازل میں حلال آتے
 باہمی محبت و عداوت کا ہی اہم سنت کہتے ہیں کہ یہ حضرات باہم یکجا و دان غیر شکر
 تھی انہیں محبت و الفت نے اللہ اور تواضع تعظیم رکھتے تھے اور ہمیشہ متقابل
 و محاور بیان فرماتے تھے ہر ایک دوسری کا خیر خواہ دلی تھا۔ اور اگر مقتضای بشریت
 کہہ سکتے ہیں کہ اللہ سے دوستی نہ کرنا شرک ہے تو وہ زائل ہو جاتے تھے اور اسکو ظہر میں
 ہرگز نہ دیکھتا تھا کہ جس کی خلاف بھی جو جس حقیقت خلاف تھا وہ نہایت ہی ہوتا تھا جو انکی مراتب عالیہ کو کم
 نہ کرتا تھا۔ حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ انکو کمال عداوت تھی بلکہ
 تمام اہلیت نبوت کے ساتھ ہی حال تھا اچھا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی
 دقیقہ تکلیف رسائی اور تضلیل کا اوہٹا نہیں رکھا یہاں تک کہ قتل کا بھی قصد کیا تو لا محالہ
 کو ہی ایسی ہی بعض عداوت تھی لیکن جناب امیر مظلوم و مخدوم راجے اور انصاف تھے
 ایسی ہی ہمیشہ تقیہ کے پردہ میں انکو ساتھ خلا ملتا رہتے تھے تقیہ کے طور پر کہیں کوئی
 انکی تعزین بھی فرماتی تھی اور خلا ثلاثہ ہی زمانہ سازی کے طور پر انکو اپنی شامل کر لیا
 اور ظاہر ہی مدارات و تواضع و تنظیم سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب ہم کمال
 کو دیکھتے ہیں اور روایات و واقعات میں غفلت کرتے ہیں تو دعویٰ اہل سنت کا حق اور دعویٰ
 شیعہ کا باطل ہونے میں۔ آہ آیات پس اولاخذ اذ علام الغیوب صحابہ کو خیر است
 ارشاد فرماتا ہے اور ظاہر ہی کہ انکو مخالفیت سے جو چاہیں ہیں جنکو حضرات شیعہ کرام

یہاں تک کہ انکو مخالفیت سے جو چاہیں ہیں جنکو حضرات شیعہ کرام

سمجھتے ہیں بلکہ خطاب تمام صحابہ موجود ہیں وقت نزول آیت کو عام ہے پس اگر یہ امور ثابت
 اولیٰ فرضاً صادر ہوں جنکو صدر کا خزانہ شیعہ دعویٰ فرماتے ہیں تو صحابہ غیرست نہیں
 بلکہ شریعت کے بارے میں وہ معجزی و کھنجر کے اور سالہا سال فیض صحبت بنو علی سے کیا ہو
 منکر ایسی اعمال شیعہ کے ہوئی۔ ثانیاً موقع مدح و امتنان میں ارشاد فرمایا ہو کہ لا تَقُولُوا
 آيَةُ الْفِتْنَةِ وَرَأَيْتُمُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْفَاسِقِينَ قُلُوْهُمْ لَمْ يَنْفَقَتْ مَالُهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 بَلْ قُلُوْهُمْ لَمْ يَنْفَقُوا لَكُمْ وَاللَّهُ يَتْلُوْهُمْ اَلَمْ يَنْفَقُوْا لَكُمْ اَلَمْ يَنْفَقُوْا لَكُمْ اَلَمْ يَنْفَقُوْا لَكُمْ
 ۱۵۲
 قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ کا مخصوص السبب تمام صحابہ کو عام ہے اور کمال مدح و امتنان
 کو ہی زیادہ مناسب اور بیان یہی ہے علامہ ابن عبد السلام کسب یقین کرتے ہیں
 کہ خداوند تعالیٰ انصار کے لئے تو کفیر و کافر کو رسول کے اعانت کے واسطے نکال دی اور قریش میں
 جو باہم استعداد و رعب نہ تھے اسی کے تذول کرنے کے واسطے بغیر خداوند تعالیٰ کے آگ بھڑک کر
 جتنا کلمہ نہایت انجیلیم جب خدا تعالیٰ نے باہم اوکھڑو لو نہیں الفت ذال می تو اب یہ کہنا
 کہ ثابت اور خفا میں جا لیں گے اوکھڑو لو نہیں کا سن تھی جو وقت غضب خلافت
 پر برومی کاہر آئی اسے ضرر نہ تھا اسے کو چٹھانا ہو اور سب سے کمال الدین ابن ہشیم سے
 شیعہ فریخ العبدانہ میں جمعیت متقیہ کی بارہ میں جو یہ کہنا ہی مقام بشر بعد الخیر ہے
 وکان یحسد سعد بن عبادۃ ان یصل الیہ ہذا الا لہی البتہ فاکمل بالخط لعل من رآہا ہو ما
 حق انک شامہ سورۃ حمزہ میں فرماتا ہے اَوْجَعِلَ الَّذِیْ کَفَرُوْا فِی قُلُوْبِهِمْ
 الْحَمِیۃ حَمِیۃ الْجَاوِیۃ نَاوِلَ اللّٰهُ سَیِّئَتِہٖ عَلٰی رُوحِہٖ وَعَلٰی الْمُؤْمِنِیۡنَ وَآلِہٖمُ
 کَلِمَۃُ الشُّعُوۡی وَکَاوَاۡحِیۡنَہَا وَآخِلَہَا وَکَانَ اللّٰهُ یُکَلِّمُ شَیْءًا عَلِیْمًا۔ اس آیت شریفہ

اس آیت کے نزول پر ایسی ہوا کا آواز ہوا اور ان کے دلوں میں الفت ڈالی اگر تو خود کو توجہ دے ماری دنیا میں یہ سب کلمہ نہایت
 اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ڈالی اور ان کے دلوں میں الفت ڈالی اور ان کے دلوں میں الفت ڈالی اور ان کے دلوں میں الفت ڈالی
 کو سارا کہیں کو کہیں اور سب سے کمال الدین ابن ہشیم سے شیعہ فریخ العبدانہ میں جمعیت متقیہ کی بارہ میں جو یہ کہنا ہی مقام بشر بعد الخیر ہے
 اور سب سے کمال الدین ابن ہشیم سے شیعہ فریخ العبدانہ میں جمعیت متقیہ کی بارہ میں جو یہ کہنا ہی مقام بشر بعد الخیر ہے۔ ۱۵۲۔

اگر با ہم عداوت ہوتے اور شیخین نے حق خلافت غضب کیا ہوا تو اس سے بہتر کوئی موقع
 عداوت نکالنی کا اور اپنی حق کے لینے کا نہیں تھا شیخین کو حضرت کے چھتر غسل میں ان کے
 خواہش کے موافق شرک کر لیتی اور جب وہ نابینا ہو جائے تو اس وقت اپنا حق
 بے حسوت حاصل کر لیتی نہ کہ کسی کے نوبت آتی نہ جدال و قتال کا ہنگامہ ہوتا بلکہ
 کسی حیلہ و تدبیر کے ہی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اہل بیت کے لیے
 ارادہ ہوئی تھی اب بھی وہی ہیبت کر لیتی اور وہ بارہ آدمی جنہوں نے فرمایا تھا ابوبکر کو
 منبر سے اُتار دینا چاہی اور خلافت سوامی جناب امیر کے اور کیا حق نہیں چاہیے طاعت
 روایت صدوق کے سب پر ملا جلا کر خلافت میں ابوبکر سے جھگڑی اور برابر کہیں
 اس وقت سب موجود تھے جب تراجم سے یہ ان صاحب دیکھتے ہر کسی کو سوامی جناب امیر
 کیوں مقدم ہونے دیتے اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اس کی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے
 اس لیے ہم اصل روایت فضال سے نقل کرتے ہیں ابن الذہبی انکروا علی ابی بکر
 جلوسہ فی الخلافۃ اثنا عشر عن زید بن وہب قال کان انکروا علی ابی بکر
 جلوسہ فی الخلافۃ وقد مد علی بن ابیطالب علیہ السلام اثنا عشر رجلاً من
 المهاجرین والانصار کان من المهاجرین خالد بن سعید بن العاص والمقداد
 ابن الاسود والابی بن کعب وعمار بن یاسر وابو ذر الغفاری وسلمان الغفاری
 وعبد اللہ بن مسعود وبریدۃ الاسلمی وکان من الانصار خرمیۃ بن ثابت
 ذوالشہادتین وسہل بن حنیف وابو ایوب الانصاری والوالہیثم
 زید بن دہب سے روایت ہے کہ تین بن کر کن ۲ ابوبکر پر سند خلافت پر پیشی اور علی بن ابی طالب
 پر سبقت کرنے کے باہین انکار کیا تھا بارہ آدمی مهاجرین و انصار سے تھے (مهاجرین میں سی خالد بن سعید بن العاص و مقداد
 بن اسود۔ ابی کعب۔ عمار بن یاسر۔ ابو ذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ عبد اللہ بن مسعود و بریدہ سلمی تھے اور انصار میں سے
 خرمیہ بن ثابت۔ ذوالشہادتین۔ سہل بن حنیف۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو الہیثم ۱۲۔

ان التیہان وغیرہم فلما صعد المنبر قشا وروا بیدہم فی امر فقال ہلا تانیہ
 فتزل عن منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ قال اخرون ان فعلتم ذلك عنتم
 علی انفسکم فقال اللہ عز وجل ولا تلقوا ابایکم فی التہلکۃ ولکن
 امضوا ما الی علی بن ابی طالب علیہ السلام نستتیرہ ونستطاع امرنا فاقوا
 علیا علیہ السلام فقالوا یا امیر المومنین ضیعت نفسك وترکت حقانت اولی
 وقد اردنا ان نأتی الرجل فتزلہ عن منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فان الحق
 حقک وانت اولی بالامر منہ فکرمنا ان ندولہ دون مشا ورتک فقال لہم
 علی علیہ السلام او فعلتم ذلك ما کنتم الاحزاب لہم ولا کنتم کالکمل
 فی العین وکاملہ فی الدین وکاملہ فی الزاد وقد انفتحت علیہ الامۃ التاکر
 لقول نبیہا والکاذبۃ علی ربہا عن رجل ولقد شاورت فی ذلك اهل بیتی
 فاقوا الا السکوت لما یسلمون من وغر صد ورا القوم ولقبضہم للہ عز وجل
 ولا اهل بیت بقیہ علیہم السلام یطلبون بشارات الحیا علیہ وآلہ لو فعلتم
 ذلك لشرہم واسیوفہم مستعدون للحرب والقال کما فعلوا ذلك حتی قهرہ

۱۔ تہاں دیکھ رہے تھے۔ جب ان کے منبر پر چڑھ ہی اوہوں نے باہم اس کے معاملہ میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا
 کہ ہم کیوں نہ آکر اس کے حضرت کے سر سے امارہ دیں۔ اور دوسروں نے کہا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم لوگ اپنی جانوں پر
 اس کے گردگی اور اللہ تعالیٰ کے قہر کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی نے کہا کہ ہاں میں نے اپنے نائب سے مشورہ کر لی ہے وہ
 اور یہ بات کہیں علیؑ کے پاس لے آ کر کہیں لو گئی اسی امیر المومنین تو نے اپنی نفس کے ضائع کر دیا اور تم نے اسی اور میں کو جکا
 تو یہ مستحق تہا چڑھ دیا اس میں چاہتی ہیں کہ اس شخص کے پاس حکمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برہمنی اور دین
 کی کوہی حق تیرا حق ہی اور ان کے ریاہ مستحق ہے۔ نسبت اس کی اور میں نے اپنے سہوہا کو اس کے میں میرا مشورہ ہے کہ اگر تم
 علیؑ یہ سلام دے دیا اگر تم ایسا کر دو گے تو تم لوگ اپنے عزیزوں کے کوہی ہو گئی اور تم اب بھی ہو گئی جیسا کہ میں نے سر دیکھا ہے کہ
 کہ تحقیق میں ابھی ہی کے قول کہ وہ میوالی داری۔ مدد کی ریرہ ہو چکے ہو اور اسے سہوہی اور میں نے یہ ہی اپنی اس کے
 سہوہ کیا اور سہوہ کی کوہی۔ تاکہ کوہی تو تم کے کوہی کہنوں اور اللہ تعالیٰ کے ریت میں کے ساتھ ہو گئی کوہی ہی اپنی
 کوہی میں دیکھا ہے کہ میں نے تم ایسا کر دو گے تو تم لوگ اپنے عزیزوں کے کوہی ہو گئی اور میں نے یہ ہی اپنی اس کے

و غلبونی علی نفسی ولبونی وقالی بالبع والا قتلک فلما وجد حیلہ الا ان
ادفع القوم عن نفسي وذلك انی فکرت قول رسول الله صلی الله علیه و آله یا علی
ان القوم نقصوا امرک واستبدوا بها دونک وغضبونی فیک فعلیک بالصبر
حتى یبذل الله الامر الا و انهم سیعده و ت بک لا محالة فلا تجعل لهم
سبیلا الی اذ لا ک وسفک و ما ک فان الامر ستعده ربک لحدی
کذلك اخبرنی جبریل علیه السلام عن ربي تبارک وتعالى ولكن استواء الرجل
فاخبروه بما سمعتم من نبيكم علیه السلام لا في الشبهة في امره لیکون
ذلك اعظم الحجة علیه وبلغ في عقوبته اذا الی ربه وقد عصی نبيه وخالف
امرہ قال فانطلقوا حتى خفوا اجتمع رسول الله صلی الله علیه و آله یوم الجمعة فقال
المهاجرون والانصار ان الله عز وجل بدأ بکم في القرآن فقال لقد تآب
الله علی النبی والتمها جریتم ولا تضار فیکم بدأ نکان اول من بدأ وقام
خالد بن سعید بن العاص باداة لیسینی امیة فقال یا ابا بکر اتق الله فقد
علمت ما تقدم لعلی نزلی طالب من رسول الله صلی الله علیه و آله لا تقلان

۱۰ مغلوب کیا میری نفس پر اور بھی دھم کیا اور کہا کہ بیت کرے ورنہ ہم تجھ کو مار ڈالیں گے پس میں نے سچ بھائی کوئی جیل نہ پایا کہ نرم کر
اپنی نفس سے دفع کروں اور وہ یہ کہ کہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس قول میں فکر کیا کہ اسی عمل قوم نے تیرا سروٹوڑ دیا اور بدو
تیری اور سپہرقتل ہو گئی اور تیری باہر میں تیری نافرمانی کی تو مجھ کو صبر کرنا لازم ہی رہا تاکہ کہ اللہ اپنا ارادہ نازل کرے خبر دلو یہ لوگ
میری بعد جزو تیری ساتھ عذر کریں گے تو ان کی ایسی کوئی راہ اپنی دلیل کرنے اور خن پہا کی کثرت کیجیو کہ نہ کہ امت میری بعد
خدا کر کے مجھ کو جبریل نے پروردگار تعالیٰ سے اس طرح فرمادی ہے لیکن اس شخص کے پاس جاؤ اور جو کچھ اپنی نبی
علیہ السلام سے سنا ہوا دے سکو جتنا کہ یقینی طور پر اس کی امر میں تاکہ یہ اس سپہر جیکہ وہ اپنی رب کی نافرمانی اور اس کی مخالفت
کر کے اس کو پس آئیگا بڑی حجت اور ابع نے العقوبت یہ کہہا پس وہ چلی یہاں تک کہ حضرت کی گھر کو جو کہ دن گیارہ
انصار یہ کہہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلی قوم کو ذکر کیا ہی اور فرمایا لقد تاب الله علی البین والمہاجرین والانصار تو تمہارا
پاس پہلے ذکر کیا ہے پس چینی اولیٰ ابتدا کی اور نبی امیہ پر ناز کر کے اور ہا خالد بن سعید بن العاص یہ کہہا ہی ابوبکر خدا
کو تو جانتا ہے جو کچھ علی بن ابیہ خالد کے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہے کیا تو نہیں جانتا

اسی طرح زبانے حضرت صدوق شیوعہ کے ہر ایک اپنی اپنی بولیوں میں۔ اس حدیث میں
جو کچھ خیال کیا ہو یا مین میں ان کی استخراج کو جو الزامان صافیہ اذکیا کر کے جسکیم درجے
میں اوسکو لکھتے ہیں روایت سابقین میں سید اللات واصحہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کو
شیخین کے ساتھ گماں محبت الوقت تھی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہیں تھی نہ خلافت
اپنی ہی خاص حق سمجھتے تھے اور شیخین کو غاصب خلافت سمجھتے تھے اور وہ اوس سے بہتر خلافت
یعنی کا کوئی موقع نہ تھا کہ بدوین شہر سیوفے نوران فتن پہلوست مانتہ آتی تھی۔ ثانیاً حضرت
شیوعہ کے صدوق نے حصال میں روایت فرمائی ہے حد ثنا احمد بن جعفر الحمد
رضی اللہ عنہ قال حدثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرہ عن ہشام بن
سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اشاعرا ثمانیۃ الاف من المدینۃ والفاق من غیر المدینۃ والفا من الطلاق
لیریدیم قدرہی ولا مرجی ولا حرمہ ولا معتزلی ولا صاحب رای کا فواہیکون
اللیل والنہار ویقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل الحنجر الحماہین
اس روایت میں معلوم ہوتا ہے کہ کسی بکر احکم مدائج میں کیا گئی تھی یا نہ ہوتی تھی اب ہم یہ جانتے ہیں
کہ جو وقت بعیت سقیفہ افتخار خلافت غصب ہوئی اور وقت بیعت حضرت کہاں تشریف
رکھتے تھے کیا معاذ اللہ یہ حضرات ہی ان ہی میں سے ہیں جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کے مرتد ہو گئے تھے اور سوامی ابو ذر و سلمان اور عمار اور مقداد کے روت سی کوئی نہیں جانتا
بلکہ سوامی مقداد کے کوئی ہی ایسا نہیں ہے کہ جسکو شک ہو ہوا ہوا اور اسکو کہیں کچھ شبہ نہ ہو
پس اگر یہ مرتدین میں سے ہیں تو یہ طویل و عریض مناقب و محابا کل غلو و بیجا ہونے کا جب انہوں نے
ام حق سے انحراف کیا اور امام باطل کے اعانت و تائید کی تو انکو تمام اعمال صالحہ جط و باطل
ہوئی اور غصب خلافت کی اوزار اذکیا نہ ہو و رقاب پر رہی اگر یہ لوگ امام بحق کو مخدول
رہنے اور اسکی اعانت و تائید کرتے تو حق اپنی مرکز سے کیوں متجاوز ہوتا تو جب امام

حصوم کے ذبانی جو امور باطن ہمارے حق تہی اور اس قدر مدح و ثنا ہوئی تو قطعاً معلوم ہوا کہ یہ
 لوگ وہ ہیں جو کمال صحابین سے ہیں اور جو کمالین فی الایمان ہیں تو اسی خیرات موصوفین و ممدوحین
 کی نسبت محال ہے کہ وہ اہل بیت نبوت کو دشمن بن اور امام حق کو بخند و کفرین قلمت غصب و کینا
 یا خود غصب کریں یہ بعد اس کے کہ حضرت شیخین رضی اللہ عنہما اکہین داخل ہیں جیسا کہ تعریف
 و توصیف ائمہ سے جو خصوصیات ساتھ فرمائی و واضح ہوا ہے کہ اکہین اور کلو لمان عادلان فرمایا اور
 کسی جگہ ان کی عظمت ہلام میں بیان فرمائی اور کبھی صدیق کے لقب سے بھی لکھیں گے کما فی الزم
 اگر وہ انہیں داخل ہیں تو ہمارا دعا حاصل ہے اور اگر بغیر من محال تنجین ان بارہ تہار میں داخل ہیں
 ہیں تاہم ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ یہ سب یہ جماعت ہے ان کے معاذ میں ہیں کسی ہی اور جو
 اختلاف جماعت ہمارے کہ وہی امامیہ مدوح ہو کر جو ایسی مجاہد کے ساتھ موصوف ہوں ان کی
 نسبت بروی عقل سلیم خیال کر لیا جائے کہ ان کو اہل بیت نبوت کے ساتھ ولا و دوستی کس قدر
 ہوگا اور اہل بیت کو ان کے ہتھ نظر عنایت و محبت کدہ جو ہوگی تا لکھا جیسا کہ حضرت فاروق
 غزوہ روم میں خود بنفس نفیس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے یہ مشورہ دیا جو
 بیخ البلاء ائمہ میں موجود ہے۔ و مصلح لہ و قد تادہ عنہ الخطاب فی الخروج
 الی غمر و الروم و قد توکل اللہ لا ھل ھد الدین باعزاز الحوزة و ستر العوزة و اللہ
 نصرہم و ھم قلیل لا ینصرون و معہم و ھم قلیل لا یجتمعون حی لا یعوت انک
 متی تہر الی ھذا العد و بنفس قتلہم فتکب لا یکن للمسلمین کافتدو
 اقصى بلادہم و لیس بعدک مرجع یدعون الیہ فالت الیہم رجلاً خراً و ھما
 معدا ھل البلاء و النصیحة فان اظهر اللہ فداک مانح و ان کن الاخری
 کت رداع للاس و مثابة للمسلمین۔ انتہی اب اس سورہ کے الفاظ میں غمر
 کرنا چاہی اور اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ باہم کدہ سختی و وضع تھا اور جناب امیر جناب
 فاروق کو کافتدو کہیں اور و اللہ اس اور مثابة کہ میں سمجھتی تھی اند آپ یہ بھی خیال

و قد تادہ عنہ الخطاب فی الخروج
 الی غمر و الروم و قد توکل اللہ لا ھل ھد الدین باعزاز الحوزة و ستر العوزة و اللہ

کرتے تھے اگر حضرت فاروق شہید ہو گئی تو بعد آپ کے فوج اسلام کو کوئی جمع و ملجا نہ ہوگا
 اس طرح جب حضرت فاروق نے خود غزیرہ نسیس فارس پر فوج کشی کا قصہ کیا اور جناب امیر
 مشورہ فرمایا تو جناب امیر نے اس کو جواب میں جو کہہ فرمایا بیچ البدائع سے نقل کرتا ہوں
 و تبرک لکم ۳۷۰ وقد استشاره عمر بن الخطاب في الشيوخ فقال الفرس
 بنفسه ان هذا الامر لم يكن نصراه ولا خذلانه بل نزة ولا بقلته وهو دين
 الله الذي اظهره وجنده الذي اعده وامده حتى يبلغ ما بلغ وطلع ما طلع
 ونحو على موعود من الله والله منجز وعده وناصر جنده ومكان القيم بالامر
 مكان النظام من الخرز يجمعه ونصمه فان انقطع النظام تفرق وذهب ضمهم يجمع
 بجدا فيه ابداء العرب اليوم وان كانوا قليلا فهم كثيرون بالاسلام وشره
 بالاجتماع فكن قطبا واستدرا لرحى بالعرب واصلمهم دونك نار الحرب
 قال ان شئت من هذه الارض انقضت عليك العرب من اطرافها
 واقطارها حتى يكون ما تدع وراك من الخوارج اثم اليك مما بين يديك
 ان الاعاجم ان ينظروا اليك غدا يقولوا هذا اصل العرب فاذا انقطعتموه
 استرحتم فذلك اشد لكلهم عليك وطمعهم فيك فاما ما ذكرت
 من سير القوم الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هو اكرم طيسرهم صنت وهو
 اقدر على تغييرها بكرة واما ما ذكرت من عدد دهم فان الله لم يكن نقا قتل فيما مضى بالكرة

ضرور پورا فرمایا گیا اور اپنی لشکر کو جو یہ موجود ہی بے شک منظور منصور کر چکا تھا جو جلیغ خلیفہ
 امیر نے فرمایا تھا اس کو مطابق واقع ہوا خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ہاتھوں
 تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام ادیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء کے
 دین پر ماضی کو نگین دی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو اس سے بدل دیا دو سٹھستین عظیم
 کسریٰ و قیصر کے جو پہلو دین تھی جیسا سخت خوف تھا اور ہر وقت کشاکش کرتا تھا پامال
 ہو گئی اور اہل اسلام کے قبض و تصرف میں آ کر اسلام کے نور نے شرق مغرب میں اطراف کرات
 عالم کو منور کر دیا اور ظلمت کفر و سبکی پس یہ سب کچھ اگر خدا نے تھا تو کسی را شدہ کا شرہ
 نہیں ہے تو کیا ہی اس کی بعد حجاب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیم بالا فرمایا کہ اگر تم شہید
 ہو گئی تو یہ جہنم میں گر رہو سکیا اس کے بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنی حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانہ میں کثرت فوج و سپاہ پر نہیں اڑاتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی امداد و اعانت
 کفار سے اڑاتے تھے اور اب بھی چونکہ وہی حالت ہی وہی اسلام کے سپاہ ہی جس کے خداوند
 تعالیٰ نے ملائکہ سے امداد فرمائی ہے اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہے۔ وہی اعلان کرتے اللہ اور جہا
 مقصود ہے۔ تو یہاں کیوں خدا تعالیٰ کی نصرت کے یہ وسعہ پر قتال کیا جاویں پس جو
 کچھ حضرت امیر نے اس کے بعد فرمایا عاقل منصف اس میں غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے
 اور ان کے خلاف کے کس قدر تعریف و توصیف میان فرمائی اور کس قدر ان کی حقانیت
 بدلائل ثابت فرمایا اور طرفہ بہر ہے کہ اس کے مقلد بھی حضرت شریف رضی جیسی غالی
 شیعی ہیں۔ کہو اس کے خوف و اضطراب و طویل سفر و زحمت ہم انہی تصدیق کے ایسی تمام کمال اعتبار
 کمال الدین بچانے کی شرح سے جو اس کے متعلق ہے نقل کرتے اب بھی جسکو تفصیل کا ثبوت
 ہو وہ علامہ بحرانی کی شرح کبیر کو مطالعہ فرماویں۔ راجعاً فیج البلاغہ کی اس خط
 کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے کہ اس کے مقلد و منافقین فاراد حق منافقین
 یسنا الخ علامہ ابن میثم بچانے خط کی ذمہ داریات نقل کرتے ہیں جو اگر شریف صحابی

نفع البلاء آخر من جنت فرامی۔ وہی اندرہ ذکریت ان اجتناب من المسلمین اعولاً
 ایدھم بہ کائناتے مازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان
 افضلھم فی الاسلام بکازعت والضمیم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ
 الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکاتھا فی الاسلام لعظیم وان المصاب
 لھا الجرح فی الاسلام سند یدیرحمہما اللہ وجزاھا باحتساجہا۔ انتہی
 بسبب جناب امیر کی اس کلام کو بنال کہی اور سوچی کہ جنابے تیجین کے فضائل و مناقب
 کس درجہ تکبہ شدید کے ساتھ قسم کیا کرنا وائی اور فرمایا کہ جبکہ اسی عمر زندگان کی قسم
 تحقیق تیجین کا رتبہ اسلام میں بسبب عظمت والا ہی اب اس جملہ کو دیکھنا چاہی کہ
 حضرت رضی اللہ عنہ نے نزدیکہ کے غرض سے تمام اقسام تاکید کی اس جملہ میں ختم
 فرمادی اور اس جملہ کو قسم کے ساتھ اور جملہ اسیہ کی ساتھ اور ان کے ساتھ اور علم کے ساتھ
 کہ کہ کیا تاکہ منکرین کو گنجی لیں انکار کی کسی راہ سے باقی نہ رہی جمیع جہات سے انکار کا راستہ
 مسدود ہو جا اور فرمایا کہ اونکا انتقال اسلام میں سخت زخم ہی خداون دو نو پر رحم
 فرادی اور انکو نیک کاموں کی ازاد و خیر اعطاء وادی حیا ل کرنا چاہی کہ جناب امیر تیجین کے
 انتقال کو اسلام میں سخت زخم فرماتے ہیں پس اگر معاذ اللہ تیجین موصوف اور انشا
 کی تہ ہوں جو حضرات تبعہ فرماتے ہیں اور صدر ابون اعمال کے ہوں جنکو حضرات تبعہ علی
 ہیں نو جناب امیر کا بہر ارشاد سرسیر کہ نب ہوگا اور انکا انتقال ہرگز اسلام میں ختم نہ سمجھا جائیگا
 بلکہ انکا وجود اسلام میں زخم نہ ہوگا۔ لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہے
 و بہت سوا کہ جو کچھ حضرات کشید فرماتے ہیں وہ نقائیں کے مخالفت ہے اور مخالفت اور
 جو کچھ اہلسنت کہتے ہیں وہی حق اور موافق نقائیں کے ہے خاصاً جناب امیر نے اپنی
 حد جزا دی اسم کہتے ہم (جو حضرت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے تھیں) کا نکاح حضرت
 عمرؓ کے سب سے پہلے کیا گیا تھا و مجبست کہ درجہ بیل سے اگر حضرت فاروقؓ ہیں

بحیثیت دین و داری کو تاسی ہوئی تو ممکن نہ تھا کہ جناب امیر سے جبراً و ظماً حبس کیا گیا ہو
 زعم ہی اس کلام کو کہ اس کے اس عقد نکاح کی نسبت جو کچھ ہماری محبت کے تحریر کیا گیا
 اور اس کا جواب مفصل ہے ہم آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی موقع پر عرض کریں گے ساتھ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کے ہمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات نبی است مقرر ہے
 میں شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب میں لایا اخبار میں الامم موسیٰ رضا سے روایت کی ہے
 عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابابکر صنی ہمنزلہ
 لسمع و ان عمر بنی ہمنزلہ لایسمع ان عثمان بنی ہمنزلہ لالتواء و نفس میرا حسن عسکری سے نقل
 کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابوبکر صدیق سے کہا کہ جہاد صنی ہمنزلہ لسمع
 و البصر و الراس من الجسد و ہمنزلہ الروح من البدن حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ان کلمات ہایت آیات کے صاف واضح میں کہ شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تھا اور اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی جناب میں
 ان کی کسی قدر منزلت ہوگی جو کیا دنیا پر مرتبہ ہی تو اہل بیت کو ان کے ساتھ کس قدر محبت ہوگی اور
 ان کو طبیعت کے ساتھ کیسی الفت ہوگی اور اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ فقہاء نے منافک ایک دوسرے
 کی نسبت فرمایا وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہوگا نہ لڑا راہ نقیہ کہ بادر زور۔ شاخا خاتم
 مشکوٰۃ مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ الامالی ابن جہور وغیرہ سے نقل کیا ہے
 ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر و فیہم العباس بن عبد
 ابن عمہ فاستشار ابابکر فیہم فقال قومک و اهلك استیعہم لعل اللہ یتوب علیہم
 وخذ الفدیۃ یقوی بہا اصحابک فقال عمر بن ذک و اخرجک فخذ بہم
 و اضرب اعناقہم فانہم ائمة الکفر و لا تاخذ منہم الفداء مکن علیا من عقیل
 و حمزہ من العباس و مکن من فلان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
 یلیق قلوب رجال حتی یکون الین من اللین یقسی قلوب رجال حتی یکون اشد

ع
 عن ابی ہریرۃ
 عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ع
 عن ابی ہریرۃ
 عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

من الحجارة مثلك يا ابا بکر مثل ابراهيم اذ قال فمَنْ تَبِعَنِي فَاِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي
 فَامْكُ عُفُورًا جَحِيمًا وَمِثْلَكَ يَاعِزُّ تَوْحًا اذ قال رب لا تدن علي الا ارض من
 الكافرين يا ابراهيم ان تدبرهم يضلوا عما دك ولا يلدوا الا فاجرا كفارا ثم
 قال ان شئتم قتلتهم وارستهم فاذمهم ويستشهد منكم بعدتهم قالوا بل نأخذ
 القدر فما استشهد بعدتهم باحد كما قال صلى الله عليه وسلم حضرت صلى الله عليه وسلم
 كرام اسرار سے دیکھا جا ہی کہ شیخین کا مرتبہ کس قدر عظیم و جلیل ثابت ہوتا ہے جیسا کہ
 سید الانبیاء والارسل علوم مرتبہ شیخین کا یہاں تک پہنچا کہ اپنی ذاتی اوصاف میں اولیٰ الامر
 رسول کے ساتھ تشبہ محال ہوا تو پھر اس کے بعد کو نفسی فضیلت پر کیسی اور جیسا شیخین کے اوصاف
 و کمالات و کمالات نفسانی اس قدر رفیع المنزلت ہوئی اور ان کا اسلام میں یہ مرتبہ ہوا
 تو اس سے قیاس کر لیا جا ہی کہ ان کو المہیت نبوت کو ساتھ کیا تعلق ہوگا اور ان کی نسبت کو ان کا
 کو ساتھ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل باور کر سکتا ہے کہ جن کی کمالات ان کی نبوت کو ساتھ
 مشابہ ہوں وہ منافق و فاجر ہوں یا وہ خاصا صلب خلافت ہوں یا وہ المہیت کے
 نو حین تبدیل کریں اگر وہ فی الواقع ایسی ہوں تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد خلافت واقع ہوگا اور آپ کے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے لہذا حضرت کا
 یہی منافق و خاصا صلب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جس میں شیخین کو نبی کا تمثیل
 عطا فرمایا مطلق مشورہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اس ساری مدد کو کہ ان
 اس امر پر واضح دلیل ہے کہ حضرات خلفاء کو جناب سالت میں کمال قرب حاصل تھا اور
 بہتر اور زمین کی تھی کہ آپ جس ارشاد و تہنیت کے اندر مہمات امویین انسی مشورہ لینی تھی پس
 جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرب و منزلت حاصل ہوا ان کو بدی
 کے ساتھ یاد کرنا اور دشمن المہیت نبوت عقائد کرنا کس قدر اسلامی طریقہ سے عجیب
 لغو و باطل و ناکام تھا مثلاً تفسیر مجمع البیان میں سورہ الدلیل کے تفسیر میں

اور اس
 صورت میں
 ہے

تحت قوله تعالى وَسَيَجْزِيهَا الْكَافَّةَ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى لَهَا هِيَ
وعن ابن الزبير ان الآية نزلت في ابيه بكر لانه امتدري المالك الذين
اسلموا مثل بلال وعامر بن فهير وغيرهما فاعفهم والاولى ان يكون
الآيات محمولة على عسرها في كل من يعطى حق الله من ماله وكل من يعطيه
حق سبحانه تعالى آيات بنيات من بسبح البیان سے نقل کیا ہے قال اللہ تبارک
والتعالیٰ وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْصَّدَقِ وَصَدَّقُوا بِهَا وَلَهُمْ أَثْمَرُ الْقِيلِ الَّذِي
جاءوا بالصدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم في البكر عن ابي العاليد الكلبی ثم جاب حضرت ام المؤمنين عائشہ
رضی اللہ عنہا کے برائے نازل ہوئی اور مجاہد اور ابو کونہ جنہوں نے ان کے باب میں کلام کی تھی
سطح بن اناثم تھی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا یا داس میں اس نفقہ کو جو سطح پر کیا کرتے
تھے بند کر دیا تو اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَكَاتِلَ اُولَ الْاَهْلِ
مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُؤْتُوا اُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ
لِيَعْفُو وَلِيَصْفُو اَلَا يَتُحْشَوْنَ اَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اس آیت شریفہ
میں حق تعالیٰ نے ابو بکر صدیق کو اولو الفضل ہونی سے تشریف بخشی اور خلعت
خطا فرمایا منتہائی حد وہاں حضرت صدوق کا جو ان ہر آیت کے جواب میں ہے
تا میں اس سے اہل فہم و دانش سے پہلو تھوڑا نفع ہے ورنہ ان کی رسالہ امامت سے وہ جواب
نقل کرتے اور اہل فہم و انصاف کے روبرو پیش کرتے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا۔ تو
انشاء اللہ تعالیٰ عرض کر میں کہ عرض بحول اللہ وقوتہ شہادت کتاب اللہ
سے اور شادات رسول اللہ سے اور فادات ائمہ سے مثل روز روشن واضح ہوا
کہ جناب شریفین رضی اللہ عنہما خدا اور رسول خدا کو نزدیک مقرب اور صاحب مراتب تعریف
اور مراح عالیہ تھے اور اہلبیت کے ساتھ باجماعت و قطع رکھتی تھی چنانچہ حسب نقل
مولانا مولوی تاج علی رحمۃ اللہ علیہ اکبر مولانا باقر مجلسی بخاری میں فرماتے ہیں

وہاں سے نقل کیا ہے
اور اس سے واضح ہوا
کہ جناب شریفین رضی اللہ عنہما
خدا اور رسول خدا کو نزدیک مقرب
اور صاحب مراتب تعریف اور مراح
عالیہ تھے اور اہلبیت کے ساتھ
باجماعت و قطع رکھتی تھی

کہ جناب امیر نے بارہ قسم شرعی کہا کہ دنیا یا کہ میری اہمیں کوئی عداوت یا عبا وصال
 سنجین کے نسبت نہیں ہے توحید راؤ کی مناقب و فضائل میں باسے ائمہ کے بیان کر
 وہ نفس الامری اور باطنی واقع کے میں نقیہ پر پرگز معمول نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ہوتا
 سوا کہ جو کچھ قبائح و ذمائم سے حضرات متبعہ اذکر امانہا میں پاک کر مٹا کر رہتے ہیں وہ
 سہرہ اور سوان ائمہ کے نمائندہ اور دین اسلام سے خارج ہے پس جب خلفاء و حضرات
 عظیم کے فضائل و مناقب و علوم و مرتبہ عند اللہ و الرسول اور محبت و اہست یا ہم المہمیت کے
 ساتھ گناہت ہو چکی جو بظاہر اثبات خلافت کے لیے ہتھید اور غصے و تحقیق ثبوت
 خلافت کے لیے بران مولیٰ اور مزید تقویت و تائید دیتی تو اس بات ثبوت و حقیقت خلافت
 خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب سنت و اقوال ائمہ سے محقق کر بیان کرتے ہیں
 لیکن چونکہ ہماری فاضل محبت کے نزدیک اذکر عقل سب پر قاضی و حاکم ہے اس لیے ہم اول
 دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہیں جس سے مسئلہ یہی اولیٰ کے ثبوت حقیقت خلافت ہو جائے
 پس اس سے پہلے کہ اس مسئلہ ثبوت کے اصول دین میں سے ہے اور تالی ثبوت ہے جن اور
 خاصہ اور خواص اہمہ کے ساتھ ثبوت مخصوص و متصف ہے اور نہیں اور صاف و خواص
 کے ساتھ اس سے بھی متصف ہے یہی وجہ ہے کہ عصمت و نفییت و نفس شرط
 ثبوت ہے تو شرط اس سے ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اس پر اتفاق ہے اور خواص
 ہماری فاضل محبت کے شروع جواب میں اس کے اعتراف فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان
 ہر شے شرط کی دلائل کے نسبت اگرچہ ہند ہے گذار میں کافی تھی کہ جب اس تالی مرتبہ
 ثبوت ہو اور نیابت نبوی سے مراد ہے پس جو دلائل عصمت و نیابت پر دال ہیں وہی نقلیہ
 یا عقلیہ سے عصمت ائمہ پر دال ہوگی) اور نیز یہو اس امام اور نبی میں کچھ فرق نہیں
 تمام احکام میں متحد ہیں اگر فرق ہے تو صرف اہم ثبوت اور نزول وحی میں فرق ہے
 چنانچہ آپ کو شہید ثالث قاضی نور اللہ ثبوت شرعی مجالس المؤمنین میں تقریب ذکر

محمد بن طریح ابن حسین بن موسی بن بابویہ قمی در حق نمبر ۱۲۴ پر فرما سے ہیں بزرگوار امام
 قائم مقام بنی است در جمیع امور و گرد آرم نبوت و نزول وحی۔ اس سے یہ حالت بر طاعتی
 ثابت ہے کہ امام بنی کے تمام اوصاف میں شریک ہے سو اسی آرم نبوت اور نزول وحی بنی
 بنی است جیسا بنی کے ساتھ منوط ہے ویسا ہی امام کے ساتھ مربوط ہے اور حفظ شریعت
 جیسا بنی پر موقوف ہے اسی طرح نبی کے امام پر بھی منحصر ہے اور جیسا نبوت لطف
 خداوندی اور خدا تعالیٰ پر ہے اسی طرح امامت بھی لطف خدا تعالیٰ پر ہے اور اس پر
 و احبہ بنی اور جیسی نبوت کسی شخص کے واسطے بدون نص خداوند تعالیٰ کے کسی کی بنیائے کر
 بنی بنی بنی اسی طرح امامت بھی بدون نص خداوند تعالیٰ کو کوئی اجتماع سے نہیں ہو سکتی
 اور جیسا بنی کے ساتھ معاہدہ اور عقدی بنی کوئی شخص اس پر غالب نہیں ہو سکتا
 اسی طرح امام کے ساتھ معاہدہ و عقد بھی کر کے کوئی اس پر حیرہ دست نہیں ہو سکتا
 بلکہ قطع نظر اور ان اوصاف کے چونکہ یہ بنی شریعت و نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض
 حیرت ہوتی ہے اور جیسا اوصاف میں بنی شریعت و نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض
 اور ان کے خفیہ ہوتی ہے اسی طرح امام بھی بیدار دل اور چشم و خواب ہوتا ہے جیسا بنی کے
 سایہ نہیں ہوتا امام کے بھی سایہ نہیں ہوتا جیسا بنی کی انجمنی سے کیسا بنی کو ہوتا ہے
 اسی طرح امام بھی اگر نیچے سے بابر و کہتا ہے جیسا جوہ اور محبت اس عجائب الہیاتی
 اور حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتے ہے جیسا بنی محکم نہیں ہوتا امام بھی محکم
 نہیں ہوتا۔ علی القیاس یہ بنی اوصاف و خواص میں کہ بنی میں بنی امام باہم
 مشارک ہیں اور وہ اوصاف کہ جن کا تعلق بحسب است عامہ دینوی و دنیاوی خلق کے ساتھ
 ان کے ساتھ بنی کوئی حدت ایسا نہیں کہ جن میں باہم اتحاد و اشتراک نہ ہو الاطلاق
 سم نبوت سو یہ ایک نظم امری کہ جو راجع الے الاصطلاح ہے ورنہ لغت یہ اطلاق بھی صحیح ہو
 لفظ امام تو قطعاً عام ہے جس کا اطلاق لسان شریعت میں ایسا ہے جیسا کہ شریعت

اور دوسری نازل وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثالث بنیاد کے ساتھ مختص ہو کر میں
 نہیں پایا جاتا ہے لیکن حضرت شہید ثالث کا یہ زعم بطل ہے کہ چونکہ انہ کو خصوصاً جناب امیر
 آخر محمدؐ تو فرمایا ہی میں اور حضرت حسب تصریح محمد بن یعقوب انکلیسی سے کیا نام ہے
 کہ نازل فرستے کہ ہو اور اس کا اور نسخہ لیکن اس کی خبر کو نہ بھیجی پس اگر اس کا نام دعوی
 نہیں ہے تو یہ ہر بی راجح اس کے لفظ اصطلاح ہے اندر نزاع لفظی سنو میں بہرہ کفایت
 بہرہ دو ضعف ایسے میں کہ جن میں ابنہ رسوائی انہ کے مستقر ہیں۔ اور حسب اتجا و دشمنی
 فی الاوصاف ثابت ہوا تو ہم کہتی ہیں کہ تجسید اوصاف مبنی کے ایک بہرہ ہی ضعف
 ہے کہ امینا کے ساتھ عادت اللہ باری ہے کہ نبی کے مقابلہ میں مبنی نبوت کا چھوٹا دعوی
 کرنا لاپرواہی دعوی میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہی بقایا معجزات نبوی کے ایک
 سب استدراجات متغایب اندر عکس ہو جاتے ہیں نبوت کا چھوٹا دعوی کرنا لاپرواہی
 انجام کار نڈوال اور مقہور ہونا ہے اور ہرگز فروغ نہیں پاسکتا حضرت آدم علیہ السلام سے
 آج تک کوئی نظیر ایسی نہیں ملے گا کہ کسی شخص نے بقایا کسی نبی کے نبوت کا چھوٹا دعوی
 کیا ہو اور وہ اپنی دعوی میں کامیاب ہوا ہو سید لکڑا بابا راسوہ عسلی اور سحاح وغیرہ کے
 قصص و حکایات تاریخ کے واقف و مخفی نہیں اور کیونکر ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ بقایا
 اپنی نبی رسول کے چھوٹے دعوی کو غالب اور کامیاب کری اگر ایسا ہو تو محض تمہیں ہی خداوند
 تعالیٰ شانہ سورہ مؤمنین ارتقا فرماتا ہے **وَإِنْ يَكَادُ بَاغْتَالِيهِ كَذِبًا يُكَذِّبُ ۚ صَاحِدًا**
يُضِلُّكُمْ بَظُنُ الذِّينِ يَعْبُدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الضَّالِّينَ ۚ حضرت کذا اب
 جسکا حال یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ چھوٹی سرف کے دھمائی بنیات اور معجزات کی طرف
 نہیں کرتا کہ نبوت کا چھوٹا دعوی کر کے کامیاب ہو جائے تو اس طرح معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ

سے اور گروہ چھوٹا ہو گا تو چھوٹا ہو گا اور اگر وہی ہو گا تو تمہارے کوئی وعدہ دے رہا ہے لیکن ان میں
 کہا کہ اسکو جو دعویٰ کر رہے وہاں چھوٹا ہے۔

دعویٰ کذب نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر یہ دعویٰ کذب ہوتا تو یہ معجزات الٰہی کی سی اور نبیات
 علیہم السلام ہوتے اور خدا تعالیٰ ان پر قدرت فرماتا۔ ^{ان کے} صاحب میر صفائی کے تفسیر میں لکھتے ہیں
 قبل احتجاج ثالث ذو وجہین احدہما اندلوا کائنات دسرفا کذا بالماہدہ
 اللہ الی البیانات ولما عصفہ بتلک المعجزات اور حجب نبوت اس صنف کو ساتھ
 متصف ہی اور نبی کے ساتھ غارت اللہ جاری ہے کہ متنبی ہمیشہ مخدول ہوتا ہے تو چونکہ
 امامت بھی جمیع اوصاف میں نبوت کے ساتھ متحد ہی اور مقاصد میں اس کی مشاکبہ
 تو امامت بھی لامحالہ اس صنف کے ساتھ متصف ہوگی اور امام کے ساتھ ہی یہی عبادت
 اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نہایت بڑا اور امام کے ساتھ ہو کر ہی وہ ہرگز اپنی
 دعویٰ میں کاسیاب نہ ہوگا اور مخدول و مقہور ہوگا اگر ایسا نہ ہو تو قطع نظر ان مفاسد بیشمار
 و قبیح غیر متناہی کے جو اس تکلیف سے لازم آتی ہیں بہتر کہنے والا صاف اور اتحاد
 و انحصار جو نبوت کے ساتھ ہی وہ فوت ہو جائیگا تو ضرور ہوا کہ امامت کی یہی یہ
 و صنف لازم ہوا اور امام میں یہی یہ خاصہ پایا جاویں بعد ازاں ہم جنابے سالتاب معلوات اللہ
 علیہ وسلم کے خلف میں جو جب اس کا عدسے تامل کی طر سے دیکھتی ہیں بعد اس امر کے کہ ہم
 فرضاً حسب غرض شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق
 اور خلیفہ راشد جناب امیر تہی ثوبہ تہتہ یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب عدہ اگر جناب امیر
 بلا فصل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوں تو جو لوگ بالحق بل کذباً
 و عدوئاً مدعی خلافت ہوئے وہ مخدول و مطرود ہوں اور ان کی خلافت ہرگز مسلم نہ رہی
 بلکہ ان کا انجام خواری و ذرا بی و تباہی ہو لیکن جب ہم واقعات میں نظر کرتے
 ہیں تو معلوم بالکل پائی میں اور قطعہ منقطع کہتے ہیں اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب سرور
 کثیر ہیں کہ تیسرا مسئلہ لایعین ہے ایک تو یہ کہ اگر کسی صرف کتاب ہذا اللہ تعالیٰ اس کو نبیات
 ہدایت کرتا اور ان معجزات سے اس کو تقویت دیتا۔

کائنات علیہ علیٰ آلائس احمیات و استیسات جناب امیر کے سامنی اور اگرچہ جنگی میں نہیں شخص
 میں بعد دیکری مدعی خلافت ہوئی اور اس وقت کا دعویٰ کیا اول زمین سے ابو بکر صدیق
 ہیں۔ دوسرے عمر بن خطاب۔ تیسری عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس ارجاع
 سے خالی نہیں کیا یہ تینوں حضرات اپنی دعویٰ میں کاذب تھے باصاوق اگر کاذب
 تھے تو واجب تھا کہ وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے۔ بلکہ بخود دل ہوتے۔ لیکن ہم
 روز روشن دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی دعویٰ راست میں اسے کامیاب ہوئی کہ امام مہجرت سے یہی
 خواجہ سبط بڑھ گئی اور انہوں نے اپنی اس دعویٰ کی تشہید اسلام کے نمایان ترقی
 کر کے اسی طرح کہلائی کہ اپنی دعویٰ کو بیلہ دیران کر دیا اور خداوند تعالیٰ نے ان کا وہ
 قدرت دی کہ دنیوی اور دنیاوی ترقیات اسلام میں اسے سب سے اعلیٰ جا رہی ہوئی تفصیل سے
 یہ ہے کہ اسلام کے دو تفسیر اور دو زمین ہیں ایک جہت ترقیات اور دوسری جہت ترقیات
 ترقیات ترقیات ہیں تو اس صورت سے ہے کہ مثلاً شریعت کا شیوع و درواج جو جدید
 و قصاص جاری ہوں۔ عالم میں کتاب انجیل کا درس ہو کفر و کفایت کو ناسر ہوں اور
 کلمہ شہی علیہا صداق آدمی شعار اسلام کا زور و شور ہو اور علیٰ القیاس اور ترقیات
 جہت دنیاویہ کے یہ صورت ہے کہ مثلاً مال دولت کے اہل اسلام میں شریعت ہو اور نبات و
 فراش اورانی اہل اسلام میں سلاطین و جاگیر اسلام ہوں قرعی انصاف و دیات اور قضا مع
 و جاگیر اہل اسلام کے بکثرت بعض لغت میں ہوں وغیرہ ذاک اب ہم دونوں اسلامی
 حالتوں کی ترقی جو زمانہ خلفائے ثلاثہ میں ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہیں توصات حکم ہوتا ہے
 کہ اہل اسلام کے دونوں حالتوں کی ترقی زمانہ خلفائے ثلاثہ میں اوج کمال پہنچ گئی تھی بہر حال
 ہم دعویٰ خلافت کو ساتھ وجود خلافت میں خیر کرتے ہیں تو تین طرح سے پائی ہیں
 اول یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان خلفاء کو واسطیٰ ہی گویا تمام عالم میں شعار اسلام کو
 پہلایا اور دین اسلام کو ان کے ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار گونہ شمار ہو کر کلمہ آئندہ ہی علیہا کا صدق ان ہی خلافتوں کا ثمرہ اور ان ہی
 سعی و نتیجہ ہی غرض جو اصلی غرض اس سال اور حسب خلفا سی ہی کہ دین اسلام کو
 شیوع و دروایع بنو نجوبی خلفائے ثلاثہ کی خلافتوں سے حاصل ہوا اور خداوند تعالیٰ نے
 ان کو ان مہمات کے تمکین عطا فرمائی اگر یہ حضرات اپنی دعویٰ خلافت میں کامیاب
 ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ وہ بمقامہ خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے
 اور حق تعالیٰ نے ان کو بمقامہ خلافت کے حصول پر تکمیل دیتا۔ دوسری یہ کہ اسلام
 پر شق دنیاوی کے ترقی ہی خلفا کے ذریعہ کمال کو پہنچ گئی اور خزانہ کسری
 فیض حیات وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے پہرے
 وقت فرحت و انبساط کے ساتھ فرمایا تھا ان ہی خلافتوں کے بدولت اہل اسلام کے
 آئندہ آنی بلکہ ہر چار طرف سے سوال ٹوٹ پڑی اور خزانہ کے موندہ کہولی گئی اگرچہ صرف
 دنیاوی ترقی حقیقت کی عسوا دلیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوند
 کو نقصان ہو جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز یا نقصان ترقی دنیوی البتہ قطعاً ثبوت حقیقت
 خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ ان کا زمانہ خلافت میں ان کی خلافتوں کو
 تمام آقا صبی داد الی نے ابا بکر غزیرہ اور ذیل سب نے حق تسلیم کر لیا جس سے
 ہمارا مدعا یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو وہ قدرت و تمکین ہی تمام عجزہ اسلام ان کی مطیع
 و سخرہ بنقا و ہو گیا اور یہ سب خیر و نفعیاد اور یہ بجا آوری و حصول مہمات خلافت آخر تک
 لیکن ان ہی تمکین اللہ تعالیٰ نے ہی بلکہ الی یوم القیمہ جماعت عامہ اسلام حکم و شائین ہر اہل بلاغت
 میں ہو وان ید اللہ علی الجماعۃ و یا کر والفرقۃ فان الساذجن الناس للشیطان
 اور ہوا و اعظم است محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی شائین ہی فالزمو السواد الاعظم سوا
 لہ بیک اللہ کا تہ جماعت پر ہی اور اپنی آپ کو تفریق یا جی سے بجا کیونکہ جدا ہونے والا اور مین سے
 شیطان کا ہر طرفی ۱۲۔

چند ہی متشعین کے حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کے معتقد اور قائل رہیں گے پس اس سے زیادہ
خداوند خدائے کی طرف سے اور کیا ممکن دے عطا ہو قدرت ہو سکتی ہی تو اس سے مثل آفتاب کے
ظاہر و باہر ہو اگر یہ حضرات خلفائے اسنی دعوی خلافت میں ایسی صداقت تھی تو اس سے زیادہ کبھی
مستعمل نہیں ہوا ان امام غائب کے لیے دعوی کیا جاتا ہے اور میں یہ بیات اولیہ کی ثابت ہوا
کہ یہ دعوی جو حضرات متبعہ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
امام بنو فضل جناب امیر ہستی اور ابو بکر عسکری و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت
ہستی کہ جن جناب امیر کا برہنہ غصب کر کے منتقص خلافت ہو گئی کذاب اور باطل اور لغو اور
لاطائل ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بنو فضل جناب امیر ہوتے
اور خلفاء محض حاکم اور غاصب اور چھوٹی بدعتی خلافت بمقام خلیفہ برحق ہوتے تو ہرگز اپنی
دعوی میں کامیاب نہ ہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت میں جاری ہوتی
ہی ان مدعیان خلافت میں بھی جاری ہوتی تو اس سے مثل آفتاب شہیر و ثابت ہوا
کہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد ہستی۔ اب مجھ کو یہ خیال ہوتا ہے
کہ بعض کم فہم سوچنے والے لوگو مقدمات دلیل کے پوری طور پر ذہن نشین نہ ہوئی شاید یہ
انکس اہل کربن کہ بہت سی ملوک اسلام مثل امیر معاویہؓ کے ایسی ہیں کہ جنگ خداوند تعالیٰ
بمقام ائمہ کے کامیاب فرمایا اور انکو ممکن دی اور صد ہا قرنی و مہزاروں کی سعی و کوشش
سے مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سے انکو بھی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہی
حالانکہ وہ سلاطین باقوان و رفیقین خلفاء راشدین میں سے نہیں ہیں۔ تو اس کا جواب
اور گائیہ یہ ہے کہ اس دلیل کے مقدمات کا مبنی صرف مذہب خصم پر ہے اگر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے
تو اصول شیعہ پر ہی وارد ہوتا ہے اس کا جواب بھی وہی دیوین ہم کب کہتی ہیں کہ نبوت
و امامت فتنہ کار و الاوصاف و انکس میں ہم کب قائل ہیں کہ امام قائم مقتدر و ناجی
النہر۔ اور جب یہ مقدمات مسلم خصم میں تو جو اوپر ایراد ہوا اس کا جواب یہ کہ ہم سے نہ ہم

ثانیاً سنا لیکن ہم کہتے ہیں کہ بعد خلفائے ترقیات اسلامی بروہیت دینوی اور دنیوی
 میں کامل طور پر کسی کو نگین نہیں ہوئی اور اگر قدرت رنگین ہوئی ہے تو صرف دنیاوی
 ترقی میں جو خاصہ سلطنت ہوئی ہے اور دینوی ترقی جو اہم مفاد خلافت سے ہی
 بزرگ حاصل نہیں ہوئی اسکو ہی ہم بحول اللہ تعالیٰ کے وقوت آپکی کتب معتبرہ سے ثابت کر سکتے
 ہیں علامہ کمال الدین ابن شیم بحرانی بیچ البلاغۃ کی اپنی شرح کبیر سنی بمصباح السالکین
 میں اس خطبہ کو شرح میں جسکا عنوان یہ ہے ومن کلام لہ فی بیعت عثمان لہذا
 علمتم انی احق بہا من غیرہ واللہ لا سلیم جاسلمت امور المسلمین ولہم
 لیکن یہ باجود الاعلیٰ خاصۃ الخ فرائض ہیں فان قلت السؤال من وجہین
 الاول با وجہ منافستہ فی ہذا الامر الخ الثانی کیف سلمہ ہنا عند حق
 الفتنہ ولہ یسلم لغویہ وطلحہ والذیر مع قیام الفتنہ فی حربہم قلت الجواب
 عن الاول ان الخ وعن الثانی ان الفرق بین الخلفاء اللثۃ و بین معویہ
 اقامتہ ود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر انتہی ملخصاً ثانیاً
 ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ کامیابی کے لیے اپنی دعویٰ امامت پر جیسی ترقیات
 اسلامیہ کے بروہیت کے ضرورت ہی اس طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جماعت عامہ امامت محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم اور سکو خلیفہ راشد اعتقاد کر سکتے ہوں اور سوا اعظم امامت محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیا ہو تاکہ اس جماعت کا اتفاق جیسے یہ اللہ ہی اور حکامین
 و ماکان اللہ لیجمعہم علی صلاۃ و یضربہم بعصی فرماتے ہیں اس خلافت کے
 لئے اگر تو اعتراض کری سوال دو وجہ سے ہی اول تو یہ کہ امامت میں آپ کو رغبت کی کیا وجہ ہو۔ الخ
 دوسری وجہ کہ بیان تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کر لیا اور عویہ وطلحہ و زبیر کے ایسی باوجود قیام فتنہ کی تسلیم کیا
 میں کہتے ہوں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے الخ اور دوسری کا جواب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ میں اور عویہ میں اللہ کے حکم
 قائم کرنے میں اور اسکی امر دینی کے مقتضی کی موافق عمل کرنے میں فرق ظاہر ہے ۱۲۔

حقیقت کی دلیل ہو جاوی پس جس قدر سنا حسین السلام گذری میں اذکو کسینی خلیفہ راشدین
 تسلیم کیا نہ اذکو سوا اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہی بلکہ وہ خود ہی مدعی خلافت
 نہیں ہو گئی اور اگر ہوئی تو اوائل امارت میں غلطی ہوئی بعد اس کے آخر اپنی ملوک
 اسلامی میں ہونے کا اعتراف کیا ہی تو اوسنی یہ دلیل منقوض نہیں ہو سکتی سبب
 دلائل نقلیہ میں جو دلیل پانچ حق سچا نہ تھا لے سورہ نور میں اوس وقت کے مومنین
 خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہی ۔ وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات
 ليستخلفهم في الارض كما استخلف الذين من قبلكم لعلهم يهتدون لعلهم يهتدون
 من بعد خوفهم امنا ليعبدوا لا يشركون لي شيئا ومن كفر بعد ذلك
 فاولئك هم الفاسقون حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو ساتھ میں ہی
 جو ایمان لائے میں اور عمل صالح کی ہیں وعدہ فرماتا ہے کہ اذکو میکائیل میں میں خلیفہ بنادیا
 جیسا اوسنی پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اذکو میں ہی اوس میں جو پسندیدہ ہے
 اذکو دہشتی اور یہ شبہ اذکو خوف کو پسند ہی بدل گیا میری پستش کر گئے اذکو سیکو میری ساتھ
 شریک کر گیا اور اذکو بعد جنہوں نے اس نعمت کو ناشکری کے پسند ہی فاسق ہیں اس آیت
 شریفہ میں چند فوائد حاصل ہوئی اول تو یہ کہ حق تعالیٰ نے بعض مومنین حاضرین عند نزول اللہ تعالیٰ کو
 ساتھ ہم وعدہ فرمایا سن اگر تجھ سے ہو تو ظاہر ہی اور اگر بیانیہ ہی تو اولاً میں بیانیہ منہمیر
 مخاطب محدود ہو رہا نہیں ہوتا پانچ مسائل میں یہ دیکھا ہو گا کہ حق بیانیہ کی علامت صحت و دفع
 لفظ اللہ ہی کی اذکو جگہ ہے اور ظاہر ہی کہ اس جگہ لفظ اللہ ہی نہیں دخل ہو سکتا اور اگر نہ کہتے
 بتا دیں بعد اس کو بیانیہ کہا جاوی تاہم من طہیر کے استخلاف سے بعض کا استخلاف ملزوم
 اور چونکہ اذکو نفع تمام کو شامل ہوتا ہے ہر ملکی سب پر اطلاق کیا گیا عرف میں شائع ہے جب
 کسی قوم میں سلطنت ہو تو یہی نو باد جو دیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہے لیکن تمام قوم کے
 سلطنت کہلاتی ہے کیونکہ اذکو نفع ان سب کے طرف عائد و راجع ہوتا ہے اور فی الجملہ

منازلت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی درجہ اولیت و اہمیت

وہ بھی حاکم ہوتی ہیں اب آپ کی دیکھنا نہیں اولیٰ اولیٰ گوری کیسی حکومت کرتے ہیں
 اور اپنی حکومت سلطنت سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر من تعجبیہ کے آپ بطل کے ورپی ہوں
 اور تبیین ثابت کریں تو خفارت شیعہ اس آیت سے امام مہدیؑ کا اختلاف مراد لیتی ہیں
 وہ باطل ہے کہ جو جو اب اس کے حرف سے دیوین دہی ہماری طرف سے ہی قبول فرما دیں اور حاضرین
 عند نزول آیت اعلیٰ خاصہ گردین کہ ہولیدین شیعہ نے تشریح فرمائی ہے کہ جو کلام کو خطاب
 شافہہ کے لیے موضوع ہے وہ خاندین کے ساتھ ہی شخص ہوتی ہے اگر کسی علامہ شیعہ ثانی معلوم
 الاصول ہیں صفحہ ۶۷ پر فرماتے ہیں۔ وما وضع الخطاب المشافہہ تحویا ایہا
 الناس ویایہا الذین اصنوا لایم بصیفتہ من تاخر عن فن الخطاب وانما ثبت
 حکمہ لہم بدلیل اخر وهو قول اصحابنا واکثر اهل الخلاف۔ اور خاتم کہ یہ عبارت
 موضوع المشافہہ ہی تو حاضرین کے ساتھ مخصوص ہے مگر دوسری یہ کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا
 کہ میں ہر بعض کو خلیفہ بناؤں گا اور اس وجہ سے کسی خداوند تعالیٰ کی وعدہ میں بدار اور خلف محال ہے
 لامحالہ یہ وعدہ واقع ہوگا نہ خلف وعدہ لازم آئیگا۔ جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو نہ
 خود جو محال ہے اب وقوع اختلاف موعود کی ضرورت محال میں اول یہ کہ وعدہ اختلاف سے
 یہ مراد ہے کہ ہم نفس بالاختلاف کریں گے اور جب بعض بالاختلاف فرماوی تو وعدہ پورا ہوگا
 دوسری یہ کہ موعود یہ ہے کہ ہم خلیفہ بنا دیں گے اور نفس اختلاف واقع کریں گے لیکن
 احتمال اول بوجہ باطل ہے اگر لایم یعنی اختلاف ایقاع فعل خلافت ہے اور بدیہی ہے
 کہ امر بالشیء عین شیء نہیں اور نفس بالاختلاف عین اختلاف نہیں تو اس صورت میں
 لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھ فرماوی اور کری کچھ اور یہ ہی خلف وعدہ ہی۔ ان بعض جگہ

لے اور جو الفاظ خطاب فقہ کیسی موضوع ہیں مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین امنوا کے اپنی مینو تہم
 انکو مل نہیں ہوتے۔ جو دوسرے خطاب سے پیچھے ہیں اور اس کے حکم ان کی بھی حرف دوسری سے ثابت
 ہوتا ہے اور ہماری ہجایہ کا اور اکثر میں خلاف کا یہ بھی قول ہی ہے۔

نتائج کو نہیں تو یہ دلیل خود جناب امام مہدی کی امامت وغیرہ شواہد و ثبوت میں ناقص و ناتمام ہوگی۔ خائبہ! سنا نص بالاختلاف ہی مراد ہے لیکن لایسلم کہ نص سی و بی نص مراد ہے کہ جس خصوصیت کو ساتھ اور سہبتہ کذالمیہ سی حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ نص سے مراد نص جلی ہو یا نفی کسی بیعت کی ساتھ اور کسی طریقہ کو ساتھ ہو چنانچہ اہلسنت خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لیے نص کے قائل ہیں آپ نے ازالۃ الخفا کا مطالعہ فرمایا ہے اس پر جوابی یہ امر ثابت ہو سکتا ہے لیکن بہرہی وعدہ تکلیف دین برضی اور تبدیل اس بعد کجوف میں کوئی احتمال نہیں اور اسکو وقوع میں ہو خود ہم کے لیے کچھ شک و تردد نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ نص سے تاہم مستحسن وعدہ اختلاف کو ہی اور اسکا وقوع لازم و متحقق ہے۔ تیسری یہ کہ اس اختلاف سے مراد وقوع سلطنت جاریہ جیسی منافی و مجاریا شدہ و کفار کرتے ہیں مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ خلافت دریاہت راشدہ و امامت و سلطنت حقہ ہے جو اجرائی شرائع دین و احیاء و ثبات اسلام کے لیے ہوا جس سے عالم میں احیاء و سلام پایا جاویں اور اس پر جوہ چند ولالت کرتے ہیں اول یہ کہ جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام علیہ السلام کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن رقیصی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ والقسم نزلت في القائم من آل محمد والجمع المروى من اهل البيت انها في المهدى من آل محمد قال وروى العياشي باسنادہ عن علي بن الحسين انه قرأ الآية وقال هم والله سيقتنا اهل البيت ليعمل

لہ تفسیر تفسیر میں ہی کہ یہ آیت فاکم آل محمد (امام مہدی) کے بارہ میں نازل ہوئی اور تفسیر مجتہدین میں ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے مہدی کے باب میں آئی ہے اور روایتی ہے اپنی اسناد کے ساتھ امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ آیت یہ آیت مجاہد شریفاً کہنے والی ہے کہ یہ آیت کی شیعہ میں ہے۔

ذلک علی یدی رجل منا وهو معدی هذه الامة وهو الذی قال رسول الله
 لا یسبق من الدنیا الا یوم یطول الله ذلک الیوم حتی یدل رجل من هذه الامة
 استیلا الارض عدوہ وقسطا کما ملئت ظلما وجورا قال روى مثل ذلک
 عن ابی جعفر والی عبد الله وفي الکمال عن الصادق فی قصة نوح وذكر
 اشطار المؤمنین من فوق من الفرج حتی اراهم الاستخلاف والتکلیف قال
 وكذلك القاتر فانه تمتد ايام غلبته لیصر الحق عن محضه ویصفوا الایمان
 الکذاب وادخل من كانت طینة حیث من السیف الذین یخشی علیهم النفاق
 اذا احسوا بالاستخلاف والتکلیف والامر المنشر فی عبد القاتر الی
 غیر ذلک من الروایات توفا هریر که از کئی خلفان تو حضرت شیعو کے نزدیک
 مخصوصہ راشدہ ہے تو اگر اس نسبت سے اختلاف حق مرادی نہیں اور خلافت راشدہ
 پر یہ آیت دال ہی نہیں تو اس کا نزول امام مہدی کے نبی جبکہ خلافت راشدہ ہی
 ہو سکتا ہے اور یہ سب آیات چھین کر آیت کا امام غائب عن البصائر ہی صحرا
 کو یہی بیان کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس اختلاف سے مراد اختلاف

ہے و عدد ہم میں ہی ایک شخص کا تہ پر پورا ہوا اور دوسرا اس امت کا مہدی ہوگا اور وہ ہر جگہ نبی رسول اللہ
 فی دنیا اگر دنیا سی پہنچے ایک دن کے باقی نزدیک فوذاقی اس کے قبول کر گیا یہاں تک کہ ایک شخص میر کا قریبی
 حکم ہوگا میر میں ہوگا جیسا کہ مسلم و جہد سی پر ہوگی اس طرح عدل انصاف سی ہو گیا کہ اور سی
 روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہے۔ اور کمال میں امام صادق سے نوح کے قصہ میں جو روایتیں
 اسکی قوم میں سی کئی سی تھیں کہ اگر کیا یہاں تک کہ انکو اختلاف و تکلیف دکھلایا فرمایا اور اس طرح قائم ہی
 کو انکی غیبت کا زمانہ اور انکو کا خالص حق خالص ہو جاوی اور ایمان کدورت سی صاف ہو جاوی اور علیہ السلام
 سی جہنم نفاق کا خوف ہر ایک کے لئے اور ان کے ساتھ جسکی غیبت مٹی ہے جب اختلاف اور تکلیف انکو کیے
 دیکھیں گے اور امر ہو گیا ہوا قائم کے زمانہ میں ہوگا۔ ۱۷۔

امام مہدی ہی سب انجو و لا طاعل ہو جائیگا تو ثابت ہوا کہ مراد اختلاف ہی تھا نہ حق و باطل
 و امامت حق ہی اور اس ہی مہدی ثابت ہو کر بعض ایہ و ایات میں جو حضرات شیعہ ائمہ سی
 مذکور ہیں کہ مراد اختلاف ہی اختلاف و تمیز ہے نہ ائمہ و مراد مراد نہ ائمہ ہی
 صحافی میں نقل کیا ہو و فی الکافی عن الصادق اے مسئلہ عن هذه الآية فقال هم
 الامم و عن الصادق و لقد قال الله في كتابه ان الامم من بعد محمد بن عبد الله
 و بعد الله الذين امنوا منكم اے قولہ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ یقول اختلافکم
 فیسلف و حینی و عبادتی بعد نبیکم کا اختلاف و صاء آدم من بعدہ حتم
 پر پیش البقی النبی علیہ السلام و نبی لا یشترکون لہ شیئا یقول بعد نبی ہا ایمان
 لا نبی بعد محمد فحضرت خیر ذلک فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ فقد مکن
 و الامم بعد محمد الصلح و نحن ہم فاسقین فان صدقنا کہ فاقدر و ما
 انقول بفا علیہن اور وہ اس کے یہی کہ اول اختلاف جو عقیدہ عقیدہ فی الارض ہوا اور کا
 حیرت انگیز سلطنت اور اسطرتی مہری نے الارض حاصل ہو نہیں ہو سکتا و دوسری ایہ کہ
 حکامات آیت خود و حکومت مہری کو مستلزم ہو رہی ہیں کہ اولیٰ حصول بدون سلطنت
 مہری اس کے صرف اختلاف فی نفس ممکن نہیں ہو علاوہ ازیں مخالف اون روایات
 جو سابقہ گذارش ہو چکی ہیں جن میں ثابت ہوا ہے کہ آیت کا نزول امام مہدی کی حق
 میں ہی اور اس اختلاف سے اختلاف امام مہدی مراد ہی افسوس کہ یہ حضرات نہ خدا

سے کافی میں امام صادق سی مہدی ہی اور نبی کی آیت اسی پوچھا فرمایا کہ میں اور امام باقر سی مہدی ہی
 اللہ تعالیٰ کی آیت میں کہ بعد محمد علی اللہ علیہ وآلہ کے خاص امور کے یہی فرمایا۔ و بعد الله الذين امنوا منكم اے امام باقر
 قرآن کی حلیہ بناؤ گے مین نگواچی علم اور دین اور عبادت کو دہی مہدی ہی کے بعد جیسا خلیفہ بنایا آدم کے
 اور جیسا کہ اولیٰ عجمی رہا تک کہ اس کے چھلانی مبعوث ہو میری عبادت کریں گے اور سیکو میرا ایک
 نہ کریں گے فرمایا میری ایمان کے ساتھ پرستش کر دے محمد علی اللہ علیہ وسلم کے چھپی کوئی نبی نہیں آئے گی مہدی
 وہ فاسق ہیں عقیدہ تمیز ہی ولایہ امر کو محمد علی اللہ علیہ وسلم کے علم میں اور وہ ہم میں ہیں ہم جو اگر علم کسی صحیح کہیں کہ

در سول سر در تنی بین نہ انکہ سی جیاد شرم فرمائے ہیں اور جو دل چاہتا ہی جسمیں اپنی مخلصی
 و بجات کی اجابت علماء رسمی صورت دیکھتے ہیں خدا و رسول امر بر اقترا با مذہبتی ہیں اور دوسری
 یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس عہد کو مؤمنین عالمیں صیاحات کی ساتھ فرمایا ہے اور
 قاعدہ ہر کہ حکم سے اشد تن علیہ ماخذیر دلیل ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور غایت
 صلاح و عمل اس اختلاف کو عود کے علت واقع ہو اور نہایت بدیہی ہر کہ حسن عود
 خداوندی کا موقوف علیہ اور جس علت ایمان اور اعمال صالحہ ہونگی وہ امر خیر اور حق اور رشد
 محض ہوگا اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب اختلاف کو
 بھی حق تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ منوط و مربوط فرمایا ہے تو یہ اختلاف
 اختلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل و علا شانہ ہوگا۔ تیسری یہ کہ حق تعالیٰ شانہ
 فراموش نہ فرمائیے کہ صرف اختلاف ہی کا تو وعدہ نہیں فرمایا کہ اس کو سلطنت کے
 اور پستی محمول کرے یا گنجی پیش ہو بلکہ اس کی ساتھ یہی وعدہ فرمایا کہ اس کی ساتھ ہیں
 ہم اس دین کی بھی نگاہیں انکریں گی کہ نیک جو دین کہ ہماری نزدیک مرضی اور پسندیدہ
 ہوگا۔ یہ وعدہ فرمایا کہ ہم ان کی خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے اس
 کو ساتھ بدل نیکو اب ان وعدہ و نسی صاف ظاہر ہے کہ جو اختلاف کو ان نوائید کو شرم و متعجب ہو
 و قضا خلافت جاریہ ہوگی ہر بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب اختلاف پر وہ غیب ہو
 نہ خود ظہور پر جلوہ گر ہوگا اور اس کی ثمرات و نتائج کمال تکمیل دین اور ذوال خوف و حیرت
 اس نام عالم میں شیوع پذیر ہوگی تو لوگ میری عبادت میں مشغول ہوگی اور یہ کہ
 میری شریک نہیں کریں گے تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جس میں شیوع
 کمال طور پر مروج اور شایع ہوگی اور یہی ہے کہ جو خلافت اس کو متضمن و متعل ہوگی
 وہ راستہ اور حق ہوگی۔ اس کی بعد ارشاد ہوا کہ ومن کے قریب ذلک فاولئک
 هم الفاسقون یعنی بعد اس نعمت عظمیٰ کے جو شخص اس کا کفران کریں پس وہ ہی

فاسق ہیں ظاہر ہو کر حق تعالیٰ شانہ نے اس سے انکار و کفران اور اس پر پوریش
 طغیان اگر کمال فسق سے تعبیر فرمایا جس سے اس کا بڑی نعمت اور کمال احسان
 خداوندی ہونا مفہوم ہوتا ہے اسلیلی موقع امتحان میں اس کو بیان فرمایا پس اگر یہ
 خلافت محض سلطنت اور خلافت جائزہ ہو تو اس کا انکار تو بجائی خود عند شیعہ و اہل بیت
 اور اس کی نفی کے تدبیر لازم و متحتم ہے جو جیکہ خداوند تعالیٰ اس کو موقع امتحان میں
 بیان فرمادی اور اس کا انکار کو فسق سے تعبیر فرمادی تو اس سے صریح طور پر معلوم ہوتا
 کہ جب یہ اختلاف ہدف نہ پدیدہ جناب باری ہی کہ اس کو موقع احسان و امتحان
 میں بیان فرمایا اور اس کی انکار کو فسق کے ساتھ تعبیر فرمایا تو وہ اختلاف کمال حقیقت و رسطہ
 کی ساتھ متصف ہوگا۔ چوتھی یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس اختلاف کو اپنی ذات
 پاک کی طرف منسوب فرمایا کہ ہم خلیفہ بناؤں گے اور ہم تمہیں ہینگے اور ہم تمہیں خوف کی
 اس کے ساتھ کریں گے اور جب اس کا متکفل خود خداوند کریم ہوا اور اس کا ذمہ دار ہوا
 پھر اوستی جب وعدہ پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جائزہ ہوتی تو فیہل خداوند تعالیٰ
 کا قبیح ہوا تعالیٰ عن ذلک علو الکیبر ایں علی نہایت شیعہ صد و تعبیر نسبت جناب
 باری لازم آیا وہو محال تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف سلطنت و خلافت جائزہ ہونگی بلکہ ان
 حقہ و خلافت راشدہ ہونگی۔ علامہ طوسی بخیرہ بین الکھتیین واستغنائہ و علمہ یلک
 علی انتقاء القیم عن افعالہ کی بعد گزارش ہی کہ جب خداوند تعالیٰ نے خلیفہ بنایا
 وعدہ فرمایا تو افعالہ یہ وعدہ واقع ہو نہیو الا ہی اسب باقی ہوا یہ امر کہ یہ وعدہ کس زمانہ میں
 واقع ہوا اور موعود اہم اس وعدہ کی کون ہیں اور یہ خطاب کس کو ہے سو اس میں عین احتمال
 ہیں و لا رابع لب بالتفاوت الفریقین۔ احتمال اول یہ ہے کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ
 اس اور اس کی بے پردائی اور اس کا علم اس کی افعال سے جبرانی کے دور ہونے پر دلالت
 کرتے ہیں۔ ۱۲۔

حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسا مستحکم بن ہوا کہ اختلاف سرسرا
 اختلاف مومنین کا ہی بجائے کچھ کے اور موعود الہم اور مومنین میں جو اس وقت
 موجود تھے اور ان ہی کو خطاب ہی تو سر احتمال یہ ہے کہ کسی موعود الہم حضرت امام مہدی
 رضی اللہ عنہ اور ان کی اتباع میں اور یہ وعدہ دادن ہی کے زمانہ خلافت میں ہوا ہوا
 تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الائمہ کو ہی اور ان کی موعود الہم
 خلفاء اربعہ میں رضی اللہ عنہم اور یہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کے زمانہ خلافت میں ہوا ہوا
 اور خداوند تعالیٰ کے بعد دفات جناب سالتماب صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کو ان کی جگہ خلافت
 اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان پر ہم چنانچہ ان میں ہمیشہ تک ہم غور کرتے ہیں اور اپنی ایمان اور
 سہ ماہی کرتے ہیں تو ہم دونوں احتمال کو غلط پاتے ہیں اور قیسی احتمال کہ متعین و متحرک
 میں اگرچہ ابطال احتمال اول سب سے کم ہے چند ان تجسم مستدلال کی ضرورت نہ تھی کہ نہ
 مقبول و محض شیعہ نے اس کو امام مہدی پر حصول کے اور ان کو نزول کا سورہ متعین کر کے
 خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن اگرچہ بعض شیعہ جب تک کہ انظار علمائے اہل سنت میں گزرتا
 ہو کہ میدان فرار تنگ و بخت میں تو ایسی پوچھ احتمال اور وہی تو حسین پیش کرنے لگتے
 ہیں ایسی مناسب ہی کہ مختصراً اس احتمال کے ابطال کی طرف ہی اشارہ کیا جاویں اور مٹنا
 و تباہی اور اسکا ابطال ہی مومن اثبات میں لایا جاویں پس اس طرح ہو کہ ہر دو احتمالات کا
 بطلان ایسا آسان ہے کہ اگر زلات میں ہاں کیا جاویں تو انکا ابطال ان کے تکلف ہم
 میں آسکتا ہے احتمال اول کے ابطال کے لیے پس یہ ہی وجہ کافی میں کہ اولاً حق تعالیٰ
 شانہ نے یہ وعدہ مومنین کے ساتھ فرمایا ہے۔ اگر اور اس کے مستحکم ہو تو یہ وعدہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا اور مومنین ہی اس میں داخل ہوتے تھے نہ یہ کہ خداوند
 تعالیٰ نے مستحکم کو کہ بصورت رو یا کی کہ ہلا دیا تھا اور چونکہ اثبات اس کے خلاف ہی
 دی ہوئی ہے تو سبلی اسکا وقوع قطعی تھا ہی چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

بلکہ علیٰ غم حضرت کہ احباب اکثر منافقین و کفار و منافق تہی تو ایسی حالت میں کیونکر ہو سکتا
 دین اور اس نام حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے یہ ثابت معلوم ہوا کہ اس آیت کا سورہ فتح
 مکہ نہیں ہو سکتا۔ شاید یہ کجا یہاں ہی داخل ملاحظہ کیجئے کہ واقع ہو کر حق تعالیٰ نے
 فتح مکہ کے بیان میں ہی فرمایا ہے اٰمنین مختلفین ہو سکے و مقصر نہ لائے گا کہ جس
 ثابت ہوتا ہے کہ ایام فتح مکہ میں اس حاصل ہو گیا اور خوف نازل ہو گیا تو اس سورہ میں
 صدق و لیسہ انہم من بعد خوفہم اٰمنا کا یہی واقعہ فتح مکہ ہو گا جو اب اس
 شبہ کا یہ ہے کہ یہ شبہ عدم تدبیر اطراف و جوانب کلام اور نظم کے اقبل و بعید میں غور
 نہ کرنے سے ناشی ہوا ہے ورنہ فی حقیقت اٰمنین اور سپہین فرق از بین و آسمان کا ہے
 کیونکہ آیت سورہ فتح میں اس طرح واقع ہے لَمَّا حَلَزَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْشَاءَ اللّٰہِ
 اٰمِنِیْنَ مختلفین ہو سکے و مقصر نہ لائے گا کہ جس سے صحت واضح ہے کہ یہ کجا اب اس
 خوف و دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جسکو معنی یہ ہیں کہ جو خوف ہو گا و دخول مسجد
 کو وقت کفار کہ کسی سبب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و اکثریت کے ہونا و دخول
 مسجد حرام کے وقت ہو گا اور اس خوف سے تم اٰمن ہو گی نہ یہ مراد ہے کہ تم کو
 اس وقت اس نام اور عدم خوف کا مل حاصل ہو جائیگا یہ کہ تو مسہم واقع کے اور عقل کے
 خلاف ہے جب تک دو سلطنتیں مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہیں ہرگز خوف
 نازل نہیں ہو سکتا اور اس نام حاصل نہیں ہو سکتا تو بقرہ نہ سیاق نظم اقبل میں آتے
 تامل سے مفہوم ہو سکتا ہے کہ کجا اس میں عدم خوف سے وہی مراد ہے جو کفار کے سے کیا
 ہوا اور آیت سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے۔ لَیْسَ بِمُخْلِفِهِمْ فِی الْاَرْضِ وَلَیٰکِنْ
 لَّہُمْ یَوْمٌ الَّذِیْ اَرْتَضٰی لَہُمْ وَلِیْدَہُمْ اٰمِنِیْنَ مختلفین ہو سکے و مقصر نہ لائے گا کہ جس سے صحت واضح ہے
 کہ حق تعالیٰ نے شانہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وعدہ قائم لے گا و یائیں فرمایا جسکی سبب سے
 تمہارا دین تمام اویان پر غالب ہو گا اور ہمدی دین کو مستقر و متکون فرمایا اور حقیقت

کفو کفار کی شوکت ہو سب ٹوٹ جاگیر اور تھو خوف کے بدلی امن ملک امن ارزانی فرمایا
 جسکو تھوڑی سی ہی فہم ہو وہ اس غلہ کے سیاق سے اور اطراف و جوانب میں تدبیر
 کرنے سے سچ چھپ سکتا ہی کہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ کے شانہ نے حصول امن اور
 زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا سی وہ امن تمام اور خوف کامل ہے جو بعد زوال سلطنت
 کسری و قیصر کے ہو گا چنانچہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ فرمایا
 و سنبلیخ ملک امنی و روی نے منہا پس کوم ہوا کہ یہ حصول امن اور زوال خوف دوسری
 اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اسکو اور پھر حصول امن کی کہ سکتی تو اس موعود کا فتح مکہ پر
 حاصل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بھی غلط کلام سے صاف مٹا دیا کیونکہ
 اولاً حق تعالیٰ نے یہ وعدہ الدین امن کرنا فرمایا جو حقیقہ جمع ہو اور باعتبار معنی حقیقی جسکے کم
 کم اسکو معدوم کیے لیکن فرد کا ہونا لابد ہو کہ معنی حقیقی جمع کما حقہ اور صحیح ملامت لایا کہ
 قائمہ اقل مراتب صیغۃ الجمع المثلثۃ علی الاصح و قبل اقلہا اثنان
 بہر کیف اقل مراتب صیغۃ جمع کے لیے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہیں پس اگر ایک فرد پر
 محمول کیا جاوے گا تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور اصل علی الحجاز جب تک اصل علی حقیقہ
 مستند ہو جائے نہیں ہے اور یہاں کوئی قرینہ قائم نہیں ہے کہ جو معنی حقیقی سے صاف
 ہو صیرورت الحجاز کو مقتضی ہو تو اسکا حمل کرنا ناممکن ہی رضی اللہ عنہ بر جو ایک فرد میں
 جائز نہوا ثانیاً یہ وعدہ حق تعالیٰ کے شانہ نے حاضرین عند نزول الایۃ کے ساتھ فرمایا
 چنانچہ ارشاد - وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیسئلنکم عنی فخذوا
 وعدہ فرمایا ہے تم میں بعض اون لوگوں کی لیے جو مومنین اور عاملین صالحات میں کارندوں
 اپنی رسول کا جانشین و خلیفہ بنا دیگا تو یہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابقین میں مجاہد سے
 کہ ارشاد ہو چکا ہی و ما وضع لخطاب المشافہۃ لایتم بصیغۃ من تاخر عن بین الخطاب

اور یہی ہے کہ امام مہدی حاضرین عند نزول السورۃ سحر مخین میں اور انکی خلافت کے مسئلہ پر
 پرینہ کوئی دلیل دلائی گئی ہے تو یہ آیت انکی خلافت پر حسب قاعدہ محمول نہیں ہو سکتی
 ثالثاً خداوند کریم جل علائہ نے اس اختلاف کو اس اختلاف کے ساتھ تشبیہی ہی
 جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے انکی خلافت انکی جانشین
 ہوتی تھی اور انکی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقی ماندہ نبوت حق خالصہ انکی
 ماتہوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین انکی جگہ
 خلیفہ ہوتے تھے اور جماعت خلافت کو سرجام فرماتے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے بعد حضرت یوشع اور انکی خلیفہ اور جانشین ہوئی پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خلافت انکی بعد گزرنی دہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ مستند نقصان مرتبہ
 رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نسبت انبیاء سابقین ہے تشبیہ انھیں انکا نام ہوگی
 کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت داغ شدہ ممکن ہوئی اور آخر کائنات
 و نجد کا غلبہ رہا حالانکہ انبیاء سابقین کے خلفاء انکی بعد ہی ممکن گئی تھی تو اس سے بدتر
 ملاحظہ ہوتا ہے کہ انکی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت پر نسبت انیا گنہ گشتہ کے کم ہی اگر اس
 نام و نامہ سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور اسی رسول کا جو فضل الہی ہو تمام راہ امتداد
 نبوت ہیں بعد وہی حیدر سال کے و اعلیٰ ایک خلیفہ کو تکمیل عطا ہوئی اور باقی تمام راہ امتداد
 و شقان و کفر و فسق سے مملو نہ تو وہ استخلاف کیا وقعت رکھ سکتا ہے اور ان انبیاء کے
 کیونکہ ہم ملے ہو سکتا ہے کہ جب تک خلفاء و اوصیاء انکی متتابع پیدا ہوئی اور وقتاً فوقتاً مجتہد
 دین اور ارجحائی شریعت کرتے رہی اور یہ تشبیہ کیونکہ تشبیہ تام ہو سکتی ہی اور باقی ان
 جب انکی تکمیل ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ حائل و محقق رہی وہ خود میں سے قطع
 ہو گئی کیونکہ انکا وجود و عدم برابر ہو گیا تو اس تشبیہ میں صاف بدلتہ ثابت ہوا کہ اس
 استخلاف سے اختلاف مہدی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہی جو بعد رسول اللہ صلی

علیہ السلام کے متعلق متشابہا ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس کو تسلط اور حکم عطا فرمایا اور اس سے
 عالم بین زمین و آسمان پر مقرر ہوا اور وہ اختلاف بجز اختلاف خلفاء و اربعہ کے اور کسی نہیں
 اور اس کی افضال و قرب پر وہ روایت ہی دلالت کرتے ہیں جو صفائی میں ہی آیت کے
 تفسیر میں مذکور ہے۔ و فی الجوامع عن النبی علیہ السلام قال نزدیکی الی اللہ
 فاربت عشار تھا و مغاربہا وسیلہ ملک امتی ماری لے منہا اچھے ٹھوکی
 چوٹے چوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ میں استقبال قریب کا قائمہ دیتا ہی جس سے
 معلوم ہوتا ہے کہ مقرب اسلام شائع ہونے والا ہے اور یہ تمام مشرق و مغرب
 زمین کے جو حضرت کو کہلاتی تھیں اس میں جو مقرب مملکت اسلام کہیں داخل ہونگی
 اور وہی روایت جو صفائی میں مروی ہے وہ ہی اس کا گویا مصداق ہے قال وروی
 المقداد عنہ انه قال لا یبقی علی الارض بیت من دین ولا دیر الا ادخلہ اللہ
 الاسلام یعنی یہ لو ذل ذلیل امانت لیزہم اللہ فیجعلہم من ابہا واما انزلہم فی
 لہا وضمک انش یہ سہ اس آیت کا امام مہدی کی نسبت جس میں کہنا صحیح ہوا۔ رابعاً حق تعالیٰ
 شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کے ارشاد فرماتا ہے و من کفر بعد
 ذلک فاولئک اثم سفوف بعد اتمام اس نعمت کے جو لوگ اس کی ناشکری کریں گے وہ یقیناً
 میں اس سے ارشاد ہر طرف ہو کہ بعد حصول استخوان بعض اہل ایمان و صلاح میں بھی
 احاطہ میں عند نزول الایۃ جنگی تعداد حدیث تک پہنچیں گی اور تمکین و استقرار میں اور
 بعد تبیل خوف از اس نعمت کا کفران واقع ہو گا تو خداوند تعالیٰ شانہ نے

تفسیر جوامع میں بنی علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا سمیع بنی سیری یعنی زمین اور اس کی طرف و مغرب
 کہنا کہ کہلاتا گیا اور مقرب سیری امت کا ملک و ملک پہنچے گا جہاں تک سیری یعنی سمیع گیا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱

بطور تحریف اور بصورت تحذیر کے اون کو گونگی و صدف کی خبر دی کہ جو بعد اس کفر ان تک
 ہونگی اور چونکہ خلافت امام مہدی میں اس طرح نہیں پایا جائیگا۔ تو اس واسطی اس آیت کو
 خلافت مہدوی پر محمول نہیں کر سکتی اور ظاہر ہی کہ یہ کفران مجریہ زمانہ مختلفہ اور بعد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جس طرح جناب رب الفرت غر اسہم نے خبر دی تھی کہ اول ان خلافت
 ہوگا۔ پھر تکمیل میں اور تیسریں خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کی طرف ایسا فرمایا تھا اور
 واقع ہوا اول ان خلافت ہو کر تکمیل میں اور تیسریں خوف واقع ہوئی بعد اس کفران نعمت کا
 قائمین عثمان رضی اللہ عنہم سے واقع ہوا تو اس سے بدلتا ثابت ہوا کہ بعد
 اس آیت کا خلافت مہدویہ نہیں ہو سکتی بلکہ خلافت خلفا رضی اللہ عنہم پر خاست
 ہو کر اسپر ان اہل کے بیان کر چکی کہ یہ ضرورت نہیں کہ یہ آیت سوائی خلافت کمال
 جہ کہ کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب سیر رضی اللہ عنہ خود اسکا فیصلہ فرمادیا اور اسکا
 تنفیہ چکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس عہد کا زمانہ وہی ہے جو خلافت خلفا کا زمانہ ہے اور
 اسکی سبب وہی ہے جنہاں خلافت خلفا رضی اللہ عنہم میں کیونکہ وہ صدوق و قائم اور صلوات اللہ
 علیہ فی الایت کے میں اور طریقہ یہ کہ اسکا شریف رضی اللہ عنہم نے بیچ الیہ انہ میں نقل فرمایا ہے چنانچہ بیچ
 ہم وہ خطبہ شرح بیچ الیہ انہ سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن تیمیہ نے اپنی شرح میں
 اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اسکو نقل کرتے ہیں کہ خطبہ یہ ہے ومن کے کلام اور قد
 بتشارہ عمر الخطاب فی الشیخو من قتال الفرس فی غزوات ہذا الامام لم یکن نصر
 ولاخذ لانہ بکثرة ولا یقلہ وھو دین اللہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ
 وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونمض علی صعد وصر اللہ واللہ متبرک و
 ناصر جندہ و مکان القیم بالامر مکان النظام من الخیر فی جمیعہ و فیہم مدبران
 نقطعت النظام نفق و ذهب شر لہم یجمع یجد اویک ابد او العرب الیوم وان
 کانوا قلیلا فھم کثیرون بالاسلام عزیز و بالاجتماع فکن قطبا و استبدلوا رجب

خلافت مہدویہ پر محمول نہ ہو
 خلافت مہدویہ پر محمول نہ ہو

بالعرب واصابهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت
 عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون ما تدع وراك من العوثر اعم
 اليك مما بين يديك ان الاما حرم ان ينظروا اليك غذا يقولوا هذا اضل العرب
 فاذا قطعتموه استرحتم فيكون ذلك اشد لكلهم عليك وطمعهم
 فيك فاما ما ذكرت من مسير القوم الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هو
 اكرم لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عدد دهم فانهم
 تمكنون في ما مضى بالكثرة وانما كانا نقاتل بالنصر والمعونه انتهي - اگر چه اس رشاو
 سہی ہو کہ بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن بسبب خوف تطویل انہی اعتراضات اخصا میں کر کے
 اپنی مدعا کی طرف جبر کر رہے ہیں رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ
 میں نہانہ حصول موعود آیت سرایا بدایت کو زمانہ خلفاء کا قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ
 دین فرمایا جس کا غلبہ موعود ہی اور اس شکر کو وہ شکر فرمایا جو اللہ کا شکر ہی اگرچہ اس
 خطبہ میں یہی یہ مضمون واضح ہے لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہ مدعا آشکارا
 طور پر ثابت ہوتا ہے۔ پہلی ہم جو چہ شرح ابن میثم اس خطبہ کے شرح میں تحریر فرماتے
 میں کہ میں **قَوْلُهُ** اِنَّ هَذَا اَمْرًا لِّلْجَمَاعِ صَدْرًا لِّلْجَمَاعِ عَلَيْهِ
 الْوَارِثُ فَقَدْ فِيهِ اَوَّلُ اَنْ هَذَا اَمْرًا لِّاِمْرِ الْاِسْلَامِ لَيْسَ نَصْرًا بَلْكَرَةً وَلَا
 خَدَاةً لِّقَلْبَةٍ وَبَنِي عَلَى صَدَقِ هَذَا الدَّعْوَى بَا نَهُ دِينُ اللَّهِ الَّذِي اَظْهَرَ وَجْهَهُ
 نَبِيَّ جَبْدِهِ الَّذِي عَدَهُ وَامَدَهُ مِنَ الْمَلَايِكَةِ وَالْمَاسِ حَتَّى بَلَغَ هَذَا الْمَبْلَغَ
 لَمْ يَقُلْ بِنِهَا لَمْ يَرْسِ قَوْلُهُ لِّلْجَمَاعِ كَلِمَةً كَصَدْرِي تَا كَرِ سِرِّي قَا كَمِ كَرِي - تو پہلی یہ ثابت کیا
 کہ اس یعنی امر اسلام کی فتح نہ کچھ کثرت پر ہی اور نہ اس کی شکست کچھ قلت پر ہی اور اس دعوی کے صدق
 پر اس طرح متنبہ کیا کہ اللہ کا دین ہی جس کو غالب کیا اور اس کی شکر اللہ کا شکر ہے جس کو تیار کیا جس کی شکر
 اور آدمیوں کی مدد کی یہاں تک کہ اس مرتبہ میں پہنچا اور شہرہ دلی کنہ روینن نکلا۔ ۱۲۔

وطلع في انا والبلاد حيث طلع تمر وعدنا بموعود هوالنصروا لخلبة الاستسلام
 في الارض كما قال وعد الله الذين آمنوا ميثاقهم وعملوا الصالحات ليسخلفهم
 في الارض كما استخلف الذين من قبلهم الآية وكل وعد من الله فهو منجز لا عدم
 بخلف في جزه وقوله ناصر جند بهجته مجرته النبي اذ من جملة وعده نصر خذ
 وحده هم المؤمنون فالمؤمنون مضمومون على كل حال سواء كانوا قلوبا
 اوكبريين ثم شبه مكان القيم بمكان الخيط من العقد وجده التشبيه هو قوله
 يجمعهم لضم الى قوله ابدل آخر شرح بك جو نهايت طويل عريض هي اور اس خط
 شرح كي اخبرين به تخرير فرما داماما ذكره من عدد هم الخ فهو ان عمر ذكر كثرة القوم
 وعدد هم فاجابة بعد كبر قال المسلمين في صدر الاسلام فانه كان من غير كثرة و
 انما كان بقصر الله ومعونة فينبغي ان يكتفى بحال الان كذا لك فهو مجرور
 التمثيل كما اشهدنا اليه في الشورى الاولى وعد الله تعالى المسلمين به مستحلفات
 في الارض وتمكين دينهم الذي ارتضى لهم وتبديلهم بخوتهم انما كما هو مقتضى
 الآية بقدر الحاجة اس ظهير كماله في ايشهادت وبيان شراح شريعت حقيقت
 حالان ايسا عيان هي كجس كميان كجس انيس ملاو از بن دوسر لخطبه جو پنج البلاء
 بين نقول به ومن كلام له وقد ساو به عمر في الخروج اخر والروم بنفسه

۱۵۔ ہر مہم سی و عدد و ناما اوسخ تار و قلبا اور کسک بین کچیشین کرنا ہی چنانچہ فرمایا وعدہ اللہ بن ائمہ اس کے علم و علما
 اچھوت استیسیہم لادن کما مختلف الدین من تسلیم اللہ - اور افسہ کا جو وعدہ ہر دو مرد و پورگا کیونکہ اس کی خیرین صلت
 پیہ جو سکنا اور قولہ نامہ صر جہہ شیخ کے قائم ام ہر کیونکہ جو جسدا اسکی وعدہ کے ایسی سک کی بدوی اور اسکا
 لکڑیوس ملین تو موسیٰ بر حال ضروری خواہ تہذیبی ہوں یا بہت پیرام کے مرتبہ کو لڑی کچہ دیا کہ سنی تنید دی اور پوچھنے
 قولہ بیکہ لیسیم ہی تو ابد آنک - ۱۶۔ خوارا ناما کرت جس دم الفم وہ بیہ بی کر ستر تو کم کثرت قد اہلانی کر کی تہا تو
 صدر اہل اسم سما و خوارا لہ و لاکر جو ایک اور کثرت نہیں بلکہ شرا لہ کی مدد ایش پتہا تو اب سی اسی مال ہوا ان ہی جو قائم

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

یقیناً توکل اللہ لا اهل هذا الدين باعرا الحوزة وستر العورة والذي نصرهم وهم
 قليل لا يتصرفون ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون حیث لا يموت انك مني تسرا في هذا
 العدد وبفسك قتلهم فتنبك لا یکن للمسلمین كانه ذون اقصى بلادهم ویس
 بعدك مرجع یدجون الیه فالبت الیهم رجلا بحربا واحضر معه اهل البلاد والصیحة
 فان اظهر الله قذالك ما تحب وارنی ^ك كن الاخری كنت اردو للناس ومثابة
 للمسلمین ^ع كمر شرح من شرح ابن شیم فرماتے ہیں۔ قوله وقد توكل الله الى قوله لا يموت
 صدر لهذه الصیحة والرای ینہ علی وجہ التوكل علی الله والاستناد الی
 هذا الاخر فخلاصتها انه ضمن اقامة دينه واعزاز حوزة اهله وكفی بالعورة عن
 هتك السترة في النساء ويحتمل ان ^ي يكون استعارة لما يظن عليهم من الذل والقهر
 لو اصابوا فضمن ذلك سبحانه ستر ذلك بافاضة النصر عليهم وهذا المحكم من قطع
 تعا وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما يختلف
 الذين نزلهم ولما كانت لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلهم من قبل ذوقهم
 امنا۔ انتهى بقدر الحاجة اس سے صاف ظاہر ہے کہ صدق اس بیت کا زمانہ خلفاء و خیر
 عباسیہ ہی اور اس وعدہ کے بموجب وہ خلفاء و خیرین اور بخاری اس وعدہ کا زمانہ خلفاء و خیرین
 اور مشائخ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و اسیر خلافت خلفاء کو حق اعتقاد فرماتے تھے
 کہ نور قد توکل اللہ سے قرآن لا یموت کت اس رای الصیحة کا صدر ہے حسین اللہ پر توکل کرنے اور اس
 حرف سہار گار کے پرستہ فرمایا ہے اور خدا صدرا کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کے قائم رہے اور دین الکوئی
 دین کا فتن ہو اسی افسوس عورت کی شہ عورت کی بد پرگی کو کیا کیا اور احتیال ہے کہ یہاں اسکی ایسی استعارہ ہو جو عزت
 و سختی الکی ہو سچی گے اگر مغلوب ہوں اور خدا تعالیٰ اسکی پردہ پوشی کا فتن ہو۔ اپنی مدد کے پہنچنے کی شہ
 اور یہ کہ نور تعالیٰ وعد اللہ الدین امنو منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کیا استخلف اللہ الدین من قبلہم دیکھیں
 لہم وینہم الدین ارتضى لهم ولیدبہم لہم من بعد خوفہم امنا سے اخذ ہے ۱۱

اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ خداوند تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ تمکین میں اور تبدیلی میں
 اور حفظ و حمایت اور غلبہ و نصیحت کی فراہمی میں ان سب کے انجام کا وقت یہی ہے ان
 خلفاء کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کے خلافت مہدویہ پر حمل کر کے
 کی کوشش کی ہے وہ بالکل مسکنی مخالف ہی اور جعفر تو جیجیات لائے اس آیت کے
 خلافت مہدویہ پر کرنے میں کی ہیں وہ سب کہہ رہے ہیں کہ یہ بھی ثابت ہے
 کہ وہ سب تودہ تودہ روایات جو جناب امیر سیدی اور بابائے ایت غضب خلافت خلفاء کی
 نسبت کے گئیں ہیں وہ سب محض افتراء و اختلاق ہیں۔ اور خلافت خلفاء
 اس وقت حق اور خلافت راشدہ ہے اور حضرات خلفاء امام برحق اور خلیفہ راشد ہیں جناب
 امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات و غیباں و احتمالات رفع ہو گئی اور الحمد للہ
 ملی مذاکرے کیلئے ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم پر وہ خط ہی
 جو سابق میں بھی بھیجے بغلاغتہ اور اسکی شرح سے تعجیب برسر نقل کیا گیا ہے امام بعد
 فان بیعتی بالمدینۃ لرمک وانت بالمشام کاحۃ باعینہ القوم الذین بالیعوا الیابک
 و هم و عثمان علی ما بالیعوہم علیہ فلیریکر الشاہدان یختاروہا للغائب ان یر
 و رضا الشوری المعاجز و الا نصار فاذا اجتمعوا علی رجل و سموہ اماما کان
 ذلک للہ رضی فان خرج من امرہم خارج بطعن او بدعة ردوہ الی ما خرج منه
 فان ابی قاتلو علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین و وکالہ اللہ ما توی و لیصلہ جہنم
 و صاۃ مصیرا وان طلیعہ و الزمیر بالیعانے غیر نقضاً بیعتی فکان نقضہا کرمہا
 فجماعہ بقا علی ذلک حتی جاء الحق و ظہر لہم اللہ و ہم کارہون فادخلہم فی النار
 فیہ المسلمون فان احب الامور لک فیک العاقبة الا ان تعرض للبلای فان تضرع
 قاتلتک و استغنت باللہ علیک و قد اکثر فی قتلہ عثمان فادخلہم فی النار
 فیہ الناس فخر حاکموا القوم الی احکام و ایاہم علی کتاب اللہ فاما ملک التی تری

خلافت خلفاء راشدہ ہے امام برحق اور خلیفہ راشد ہیں جناب
 امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات و غیباں و احتمالات رفع ہو گئی اور الحمد للہ
 ملی مذاکرے کیلئے ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم پر وہ خط ہی
 جو سابق میں بھی بھیجے بغلاغتہ اور اسکی شرح سے تعجیب برسر نقل کیا گیا ہے امام بعد

خذ من الصبی من اللبن ولعسکم وان نظرت لعقلک ذون هواک لتجد
 ابو قریس من دم غمات واعلم انک من الطقار الذین لا یحیی لهم الخلق
 ولا یعترف بهم الشوری وقد ارسلت الیک جری بن عبد الله وهو من اهل
 الامیان والهجرة فبالع ولا قوة الا بالله اسلمت شہوت خدافت خلفا لہم
 مثل آفتاب کے روشن ہی۔ اور غایت کو شمش علیا شیخہ کے اسکی تاویل میں یہ ہے کہ اسکو دلیل
 کہہ کر اپنی ہڈی کے جان بچا ہین اور ظاہر ہو کہ ایسی ہی داسی اور بوج تاویلات بلکہ توحیات
 سہ ناموس نہ سب گیر و دار علما ہی معلون دامون انہین رہ سکتا ع کف محال است
 کہ ہر لب وریا گردد چونکہ ہم بوج اللہ وقوۃ اس دلیل کے تحقیقی ہوگا اثبات اور اراہی ہوگا
 ابطال باہین بن مقرب کر انی ہین۔ سہی حاجت اعادہ و ضرورت تھوین بحث نہیں
 دیکھو دلیل راجع فہم البسلافت ہین یک خط ایک شریف رضی نے اپنی عادت
 شریفی کی موافق کلام طویل سے منقطع نقل کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ ومن کلام
 لہ یجری مجری الخطیہ فقیرت کلام حین فسلوا اللہ اس خطبہ کو خاتمہ کی عبارت
 یہ ہے فقیرت امری فاذا اطاعتہ قد صدقت بیعتہ واذا المیذاق فی
 عنقہ لغیرک عاقل ان جہلکو کو نظر غور سے دیکھی اور عجیب قدرت خداوندی کا ثبات
 لری اب سنی کرنا رہا ہین سیم اس سے واضح تر اور صاف فرما رہی ہین ان کی عبارت نقل
 کرنا ہون فوجہ منتظرت فہم امری اللہ ہینہ احتمالاً ہی احدہما قال بعض
 لشارحین اندہ مقطوع من کلام یدکر فیہ حالہ بعد وفات الرسول
 علیہ اللہ علیہ وسلم وانہ کان معہودا الیہ ان لا ینازع فی امر الخلافت قبل ان

اثبات حقیقت خلافت حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی

۱۵ میں اپنی امرین سوچا ناگاہ میری حالت میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کامیاب ہو کر
 ن ہذا ملے قولہ فقیرت فی امری اللہ امین ہوا احتمال ہے کہ ایک قریب ہی کہ بعض شارحین نے کہا کہ یہ
 سے کام میں سے منقطع ہے جہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کی بھیجی کا حال اور یہ کہ آپ ہی
 نہ لیا گیا کہ اگر وفات میں ہوگا اور کہہ ہین۔ ۱۶۔

حصل بالرفق والا فليسل فقوله فنظرت في امره فاذا لها حتى سبقت
 بيعة اى طاعة لرسول الله صلى الله عليه وسلم فبا امره به من ترك القتال قد
 بيعة للقوم فلا سبيل الا امتناع منها وقوله واذا الليثاق في عنقه فخره
 اى ميثاق رسول الله صلى الله عليه وسلم وعهده الى بعد الميثاق وقيل
 الميثاق والقوم من بيعة الى بكر بعد ايقاعها اى فاذا ميثاق القوم قد ان
 فلم تكن الميثاق بعد الاحتمال الثاني ان يكون ذلك في تفصيل
 ونسبة من نقل اعبا بالخلافه وتكلف مدارات الناس على اختلافهم
 ويكون المعنى الى نظرت فاذا طاعة الخلق واتفقوا على قد سبقت بيعة
 واذا ميثاقهم قد جاز في عنقه فلم اجد بدا من القيام بامرهم ولم يسعني عند
 الله الا التوسل بامرهم اذ لم يكن لي كس ولا اول اشهر بين الشارحين على حجاب
 امير كي كلام من نال كرى اذ شارح كي تصريح كولا خطه كرى اذ وكبحر كخلافت صدقيه كا
 ثبوت حقيقت اس كلام سر كس وضوح وحرمت وظهور وديانت كس سائده مور با هر بند
 اذ كولا مختصر عرض كراهمي كرا شارح كس بيان سمي سمي سلم موجود كا همي كراهمي كلام اس كلام سر
 مقطوع هر حسين پناوه حال جو بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم كس هو بيان فورا كا
 سمل عبارت جو شارح كس بڑا في هر وانه كان معهود اليه ان لا ينازع في ما

سلك بلکہ اگر نرمی سے معامل ہو جائی مینہ در نہ باز دین بیان فرما رہی ہیں پس پکا ارشاد (کریمی اپنی
 امر میں سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سی سبقت کر چکے تھے) یعنی میری طاعت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی ترک قتال کے باب میں میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہو چکی تو اب
 اس سے باز رہنی کی کھوف بہت نہیں ہے اور پکا ارشاد (اور ناگاہ آخر کو ميثاق میری گردن
 میں آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ميثاق اور بعد عدم نزاع میں اور بعض کہتے ہیں کہ ميثاق وہ جو کہ کسی بیعت
 تھی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہوگی جیسے یہ قوم کا ميثاق جب کہ وہ زم جو کہ وہ بعد کی مجسمہ تحلفت ہو سکا اور
 احتمال یہ ہے کہ یہ پکا ارشاد ہجرات خلافت کی بار سے دلنکاد و میری میں اور لوگوں کی مدارت کتف میں اور
 اختلاف و ہجرت اس کھنا اور ہجرت ہجرت نہیں دیکھا کہ کو کا میری طاعت کرنا اور مجھ اتفاق کرنا اور میری سبقت سے

اور اگر نرمی سے معامل ہو جائی مینہ در نہ باز دین بیان فرما رہی ہیں پس پکا ارشاد (کریمی اپنی
 امر میں سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سی سبقت کر چکے تھے) یعنی میری طاعت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی ترک قتال کے باب میں میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہو چکی تو اب
 اس سے باز رہنی کی کھوف بہت نہیں ہے اور پکا ارشاد (اور ناگاہ آخر کو ميثاق میری گردن
 میں آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ميثاق اور بعد عدم نزاع میں اور بعض کہتے ہیں کہ ميثاق وہ جو کہ کسی بیعت
 تھی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہوگی جیسے یہ قوم کا ميثاق جب کہ وہ زم جو کہ وہ بعد کی مجسمہ تحلفت ہو سکا اور
 احتمال یہ ہے کہ یہ پکا ارشاد ہجرات خلافت کی بار سے دلنکاد و میری میں اور لوگوں کی مدارت کتف میں اور
 اختلاف و ہجرت اس کھنا اور ہجرت ہجرت نہیں دیکھا کہ کو کا میری طاعت کرنا اور مجھ اتفاق کرنا اور میری سبقت سے

الخلافہ بل ان حصل لہ بالرفق والایقانیمسا۔ ولات کرتے ہی کہ حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم کو طمانیت تھی اور معلوم تھا کہ بعد وفات شریف کے خلافت اہل جمال
 ہو گئے اور چونکہ اوس وقت بہت سے علماء حیات خلافت چند اشخاص میں دوا کرتی جن میں
 جناب امیر سی اس صف التیہ الخلافہ میں شریک تھے اور حسب تصریح علامہ ابن میثم
 کہ شرح خطبہ نقشبیین ثابت ہے کہ حضرت امیر کو مستشار اہل الخلافہ تھا اور دوسرے
 بہت جگہ سے بھی شرح نوح البلاء اختہ میں یہ ثابت ہے چنانچہ وقت بعیت حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لقد علمتم انی اہتی بھامن غیرے اور سارح
 اسکو شرح میں بطور اعتراض وجوب کے لکھا ہے فان قلت السؤال من وجہین الاول
 ما وجہ منافستہ فی هذا الامر مع انہ منصب متعلق بامور الدنیا والا
 مع ما اشہر عندہ من الزہد فیما والاخر ارض عنہا ودفعہا ورفضہا قلت الجواب
 عن الاول ان منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منصباً دیناً ویا
 ان کان متعلقاً باصلاح احوال الدنیا لکن لا لکو فیما دیناً ویا بل لانہا
 منضما لآخرۃ وضرعہا الیہ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر غیبت ہو مستشار اہل
 الامارت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسری
 حاصل ہو تو نہ سازغہ نہ کرنا کیونکہ جبکہ حاصل ہو اگی رد اہل الخلافہ ہو گا اور جسے بغیر اہل اختلاف
 کی کیا امر کر سکتے ہیں مگر پس جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوئی تو اوسکو ساتھ
 مبارک مت منوع ہوئی چنانچہ آپؐ ارشاد فرمایا لقد علمتم انی اہتی بھامن غیرہ
 سلمہ اسبجک انہ من وجہ سے پہلی یہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق باصلاح امور دینا ہے اور آپؐ اہل
 زہد اور اعراض اور ترک مشہور ہیں۔ یہاں تک کہ اگر غیبت کی کیا وجہ ہے یہی علیہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ
 منصب اگرچہ احوال دنیا کے متعلق ہے تاہم منصب دینا ہی نہیں ہے لیکن اوسکا تعلق دنیا کے ساتھ
 بحیثیت دنیاوی ہے نہ کہ دینا ہی بلکہ اس حقیقت سے کہ وہ آخرت کی کینٹی کے جگہ سے ہے۔

واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین شارح اگر شرح میں کہتا ہے کہ وہ اشارۃً
 ان غرض من المناقشۃ فی هذا الکلام هو صلاح حال المسلمین واستقامۃ
 امورہم وسلامۃہم عن الفتن وقد کان بہم ممن ملف من الخلفاء
 استقامۃ امر الخ ماقال۔ تو آپ نے خلافت کو اسی شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ جو
 شرط خلافت راشدہ کی ہے گویا یہ فرمایا کہ اگر یہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کروں گا اور بشر
 اور اگر مطلقاً عدم منازعت کا عہد لیا گیا ہے تو یہ آپ کا ارشاد ہے واللہ اگر سرسری
 ہوگا اور خلافت جمعیۃ رسول کے ہوگا اور یہ بھی وجہ ہے کہ آپ نے زمانہ خلافت میں منازعہ
 و مناقشہ نہیں فرمایا اور امیر معاویہ کے ساتھ منازعہ فرمائی اور فقہ کا کچھ خوف نہ فرمایا۔ اگر
 مطلقاً عدم منازعہ یہودی تھی تو آپ کا یہ عہد مناقشہ امیر معاویہ کے ساتھ منازعت
 یہودی اور باعث توڑان فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سے خلفاء کے ساتھ ترک منازعہ
 کہ تو بیان ظاہر وقوع فتن ہے تو معلوم ہوا کہ آپ نے عدم منازعت اسی وجہ سے نہیں
 فرمائی کہ وہ خلافتیں شدہ نہیں اور حضرت کا ارشاد یہی عدم منازعت کی بابت گواہی دیتا ہے
 اسی شرط کے ساتھ ہے کہ اگر امیر معاویہ سے منازعت میں عدم منازعت یہودی یعنی اگر
 خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت یہودی حاصل ہوگی یہی شرط منازعت کی وجہ سے عہد
 منازعت لیا گیا ہے اور اس لیے کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشد ہوگی اور اگر یہ منازعت
 ہوگا اور اس کی نقض کے تابع نہ کرنا بلکہ ہماری یہی اگر اس کا حصول یا رفق ہوگی تو فیہا
 کیونکہ جب تک میں مخالفت کر ایک آپ ہی میں اور اگر حصول آپ کا برفیق نہ ہو اور اہل
 حل و عقد آپ سے بیعت کریں بلکہ کسی دوسری جمعیۃ کر لیں تو اس پر منازعت سے باز
 رہنا چاہی اور اس عبارت سے یہ بھی صریح مستفاد ہے کہ اس وقت تک خلافت مکمل
 ہے اور اس میں ہر طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی عرصہ خلافت میں رعیت سے مسلمانوں کے حال کی دینی اور دنیا کی کوئی
 استقامت اور ان کو فتنہ سے مدد نہ ملتی تھی اور گزشتہ خلفاء کی بھی یہی استقامت اور مدد نہ تھی امر کی مثال ہے۔ ۱۲-

جناب امیر کو نہیں ہوا تھا ظاہری کہ ضمیر حاصل کے امر خلافت کی طرف راجع ہی اور یہ جملہ
 مدخل ان شرطیہ کا ہے جو باعتبار اپنی اصل و نفع کی مشکوک پر داخل ہوتا ہے معنی یہ ہے کہ
 کہ اگر تہا ری یہی حصول امر خلافت ہے جو کہ ہو سکتی تو فہم اور اگر حصول نہ ہو تو
 سنا زعمت سے باز رہنا چاہیے غرض حصول امر خلافت حضرت کی یہی مشکوک ہی اور جو خوف
 اس پر ہے کہ اگر محبت اہل حل و عقد کے آپ کے ساتھ واقع ہو گئی تو حصول خلافت ہو گا
 ورنہ نہیں تو اس سے صاف منصوصیت خلافت جناب باطل ہو گئی اور حصول امر خلافت کا
 دار مدار محبت اہل حل و عقد پر ہوا خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو در میان میں مذکور ہوا اہل
 مقصود یہ ہے کہ اس عبارت سے بظہار عبارت خطبہ ثانیہ واللہ کاسلمن ماسلمت
 امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہے کہ عہد عدم منازعت صرف اسوجہ سے تھا کہ جو خلافت
 واقع ہو گئی وہ خلافت راشدہ اور امامت حقہ ہو گئی اور اسکی ثبوت سے جو آفت کہ مذہب شیعہ پر پڑا
 ہوئی بے پایان اور اسکا بیان خارج از حد امکان ہے اسکی بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر
 کی کلام میں ہے ترجمہ البلاغت میں مذکور ہے یہی حضرت نے امرے فاذا طاعتہ قد
 سبقت بیعتہ یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معنی اپنی امر میں قال
 کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر چکا تھی جس جملہ کی تکریم
 ملاحظہ ہو واضح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی میں مصدر مضاف طرف یا مستلزم ہو رہا ہے اور
 اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مصدر مضاف الے المفعول ہو اور اسکا فاعل مخدوف ہو
 اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر مضاف الے الفاعل ہو اور مفعول مخدوف ہو احتمال اول چند وجوہ سے
 باطل ہے اولاً یہ کہ صاف الے المفعول خود قلیل ہے چنانچہ رسائل نحو میں مذکور ہے شرح
 جامی میں ہی وقد یضاف الے المصدر الے المفعول سواء کان مفعولاً یا
 سلف کہی مصدر مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے خواہ مفعول یہ یا غیرت یا مفعول الے ہو نا علی کے بسبب

او طرفاً و مفعولاً علی علیہ بالنسبتا الی الفاعل اور بنی شرح کا مفعول و فاعل ایک ہی ہے
 و انما یضاف الی المفعول اذا قامت القرینۃ علی کونہ مفعولاً اما بحی نالہ لاد
 منصوب حملاً علی المحل نحو اعجبینہ ضرب بنید الکریم و بحی الفاعل بعد و ضمناً
 کہو لہ امن رسم دارم و مصیف لعینیک من الثون و کیف او بقریدہ
 معنویۃ نحو اعجبینہ اکل الخنزیر توجب یہہ تلیل ہے تو اسکو کثیر الاستعمال ہے اور ضرب و ضرب
 باؤنیہ ترجیح دینا باطل ہے۔ ثانیاً یہ کہ حسب تفسیر شارح جب اس کلام کو اس حال کے
 بیان پر محمول کیا جاوی جو بعد حضرت علی علیہ السلام کے واقع ہوا تو بالکل واقع
 کی اور بیان کلام کے مخالف ہو گا کیونکہ بعد وفات حضرت علی علیہ السلام کی سبقت
 علی علیہ السلام لہ علیہ السلام واقع ہوئی ہے نہ میں اور خدشت مثل علی علیہ السلام وغیرہ تسلیم کرنا
 خود خلافت خارجہ و خلافت اصل ہی۔ ثالثاً یہ کہ یہ کلام بطور تحسین صادر ہوئی اور
 یہی ہے کہ مضافہ الی المفعول کی ضرورت میں تفسیر و تخریج کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جناب
 مطاع ہوئے ہیں جبکہ خلافت خود اس پر بہترین تھا کیا تحسین لاحق ہو سکتا ہی مان جبکہ
 اضافت الی الفاعل ہو اور آپ مطاع ہوں اور اسوقت تحسین کا اظہار نہ کیا اور شایان ہر
 راہ کیا۔ اگر اس پر اصرار ہے کہ جناب امیر کے اور تحسین چھوڑ کر کیا جاوی جو مدلول اجتماع ماننے کا ہے
 کہ آپ نے اپنی زمانہ خلافت میں ان اعبار خلافت کے تقاضا سے دلنشک ہو کر یہ فرمایا تو یہ ہرگز
 اس سے کہی نہ یاد و ای ہی میں شارح میں بہترین پس بوجہ مذکورہ ثابت ہوا کہ الفاظ کا تعلق
 اور بنی بن اضافت مصدر کے الی الفاعل ہے اور اس وقت اس کے المفعول نہیں ہے جو ضابطہ
 شارح ابن تیمیہ میں ہے کہ فاعل ہوا کہ مصدر جناس الی الفاعل ہے اور مفعول محذوف ہو نہیں
 سکا جبکہ اسکی مفعول ہے بے پرتشہ قائم ہو یا کوئی اسکا تابع منصوب حملاً علی المحل نہ آجائی جیسا کہ بنی
 ضرب نہ الکریم و فاعل ہو کر بعد صریح واقع ہو جائی جیسا قول شاعرین یا کوئی قرینہ معنیہ ہو جیسا
 اعجبینہ اکل الخنزیر۔

اب گفتگو اس میں ہو کر دو نو مصنفہ فرمایا مفعول کیا مخذوف ہی سو اس میں تو ہمارا اور شارح ابن
 نمین کا اتفاق ہو جو لفظ بمعنی کا مفعول مخذوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا اطاعتی قد
 سبقت بمعنی للقوم فلا سبیل ۱۰۱ متنازع منها اور ہم بھی یہی کہتی ہیں کہ جب
 معیت اہل حل و عقد نہ ہو تو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہو گئی تو عموماً
 حاضر و غائب کو اور اس کو کہ جس نے معیت کے ہستی اور جس نے نہیں کی ہستی ابوبکر صدیق رضی اللہ
 عنہ کی اطاعت واجب لازم ہو گئی تو اس کو آپ فرما رہے ہیں کہ معینی اپنے امر میں نکر کیا
 ہو معبود ہم ہوا کہ اس سے پہلے کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معیت کروں میرا
 ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا تھا ہاں صرف ہماری اور شارح
 ابن نمین کے درمیان میں در باب اہل خمار فقہ یہ مفعول لفظ بمعنی اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب
 کول قول لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صاحب لفظ ابوبکر نہیں کہتے اور ہمارا کہ مراد شارح
 کی لفظ قوم سے ابوبکر ہی ہے چنانچہ جماعہ آئمہ کے شرح میں بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا
 لیکن ابوبکر کا نام نامی بھی لیا جس سے بصر احست معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد
 ابوبکر ہیں کیونکہ مطہر قوم کے معیت کی کچھ معنی نہیں اگر تھکی تو معیت ابوبکر کی ہستی
 اور شارح ہی راہ معذور ہی ابوبکر کا نام کیونکہ اسے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال
 ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو ہو کر ایسا لفظ لکھا جو تہذیب نام کہہ کے ہی لیکن لفظ
 طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فیہ مجملہ اختلاف ہو شارح
 صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہ ہے کالتی میں فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم فیما امرت بہ من ترک القتال اور ہم یہ کہتی ہیں فاذا اطاعتی لابی بکر
 لا یخل الفقد خلافتہ ولکنہ اماماً حقیقاً اگر تقدیر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہو
 اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہو کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا
 کی ہے او اس کا جائزہ نہ لگا کر کیا ہی اسی کی کہ او اس کا جائزہ نہ لول تو یہ ہی کہ وہ

وہی کہہ رہے ہیں کہ ابوبکر کا نام ہی ہے قوم کا نام لیکن شارح صاحب نے ابوبکر کا نام ہی لیا جس سے بصر احست معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد ابوبکر ہیں کیونکہ مطہر قوم کے معیت کی کچھ معنی نہیں اگر تھکی تو معیت ابوبکر کی ہستی اور شارح ہی راہ معذور ہی ابوبکر کا نام کیونکہ اسے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو ہو کر ایسا لفظ لکھا جو تہذیب نام کہہ کے ہی لیکن لفظ طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فیہ مجملہ اختلاف ہو شارح صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہ ہے کالتی میں فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما امرت بہ من ترک القتال اور ہم یہ کہتی ہیں فاذا اطاعتی لابی بکر لا یخل الفقد خلافتہ ولکنہ اماماً حقیقاً اگر تقدیر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہو اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہو کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا کی ہے او اس کا جائزہ نہ لگا کر کیا ہی اسی کی کہ او اس کا جائزہ نہ لول تو یہ ہی کہ وہ

جملہ جو مدخل اذاکا ہی اور اسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بغیر
 ازینجہ ہوا کرتا ہی ہوا اسکی اسکو مفاہیثہ کہتی ہیں شرح جامی میں بھی بقال ناجا
 الامر مفاہیثہ من قولہم فحیثہ فجارہ بالمضم والمدا اذ القیہ وانت کاشف
 خرجت فاذا السبع واقف اسکی مثال رسائل بخونین مذکور ہی اور اس سے بخوبی یہ ہوا
 فہم میں آسکتا ہی اب ہم باخفیہ میں اسکو دیکھتی ہیں تو بوجہ تقدیر شارح کے حصول
 مضمون جملہ کا جو مدخل اذاکا ہی مفاہیثہ صاف نہیں آتا کیونکہ نہایت بدیہی ہی
 کہ جس امر کی نسبت خداوند تعالیٰ کے کیفر فرما احکام بنا کید نازل ہوئی ہوں اور رسول علیہ
 الصلوٰۃ والسلام نے اسکی بابت عہد و موثقت اور موثقت ہو کہ وہ ایسی ہوں وصیت
 یا بیان و شہادات لکھا گیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص اسی مطلب کے لیے نازل
 ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حزر جان موجود ہو تو ایسی حالت میں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی
 عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا نزل ایسا موثقت ہو کہ وہ ہی
 لغتہ اور مجاہدہ ہو چھل ہذا الاکن بصریح دین بواج ان بوجہ ہمارے نقد
 کلام کے بہتہ حصول مضمون جملہ پر مجاہدہ اور لغتہ ہوا صحیح اور درست صاف
 آتا ہی کیونکہ دفعۃً بیعت اہل حل و عقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہو گئی اور ایک
 عام و خاص پر اسکی اطاعت لازم ہو گئی تو جناب امیر نے اسکی نسبت فرمایا کہ اپنی
 اپنی امر میں سوچا تو اچانک اطاعت ابو بکر کو جو ذرا پیشتر لازم نہیں تھی اپنی بیعت کرنے سے
 بھی پہلی اپنی اور پر لازم پایا پس اس صورت میں یہ تقدیر اذامفاہیثہ کو نہایت چسپا
 اور اسکی بہت نہایت مربوط ہی اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مفاہیثہ کے
 ہوا ہی۔ علاوہ ازین جسکے فہم کلام کا ذوق ٹھیک ہے وہ سمجھ سکتی ہیں کہ اسکی وجہ
 بہت بولتی ہیں ناجاہ الامر فجاہ الخ قول عرب سے ترجمہ نجارۃ بالمضم والمذنب تو درست ہے اور

مصنف فاعل کی طرف جو بیہما متحرک ہو اور وہ ضمیر حکم کی ہر واقع میں واجب و متحد فی حکم
 میں کہ دونوں وجوب اطاعت کو مقتضی میں اور متحد فی الفاعل میں کہ دونوں کا فاعل
 حکم ہے تو اس کو مناسب اور پابانِ قیہ ہی ہے کہ مفعول بھی دونوں کا متحد ہو اور یہ
 امر عامی تقدیر کی صورت میں ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا
 کہ تقدیر کا عام قیہ ہی فاذا اطاعتی لاجبی بکو قد سبقت بیعتی لہ اور ظاہر ہی کہ لزوم
 دو وجوب اطاعت بدون صحت و حقیقت خلافت منصوص نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ جب
 امیر کے نزدیک خلافت صدیقہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہو وہو الطوبی
 قطع نظر اس سے اگر صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کر لیں تاہم اس کا حال بھی وجوب لزوم
 اطاعت الی بکر بھی کیونکہ شارح کی تقدیر بھی ہے فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فی تہ الامناۃ والصلال اور ظاہر کہ اس کو منی یہ ہی ہے فاذا اطاعتی لرسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعتی الی بکر اور نہایت بدیہی ہے فاذا اطاعتی
 لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعتی الی بکر اور فاذا اطاعتی لاجبی بکو
 کا مدعا اور ال ایک ہی پس اس تقدیر میں بھی عامی اور شارح کی تقدیر میں صرف لفظی فرق ہوا
 اور باعتبار معنی کے ان کا وہی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ابو بکر کی اطاعت کو بارہ میں محض وجہ مصلحت عدم ثورانِ فتن تھی یا یہ کہ یہ اطاعت
 وجہ حقیقت خلافت الی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عقلی سو حکم نمون اللہ تعالیٰ
 بھی جملہ سابقہ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ جب امیر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور نہایت
 کہ نہ صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے بعد اس کے تیسرا جملہ جو آخر میں
 مذکور ہو چکا ہے واذا الملتاق فی عنقی لعمری یہ جملہ ثبوت حقیقت خلافت میں
 ۱۰۰ ایک میری فرمان برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ابو بکر کے فرمانبرداری میں ۱۰۰ ایک
 میری فرمانبرداری ابو بکر کے لیے ۱۰۰

گو یا جس طرح معنی اور شارح پہلی احسن جملہ کی شرح میں اسکو مثبت خلافت تسلیم فرمایا ہے اور
 ابن تیمیہ اسکی شرح میں فرماتے ہیں قَوْلُهُ وَآذَا الْمِلَاقِ فِي عِنْفِي لَتَحْدِثَ أَمِينًا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجمہد الی بعد المشارة وقيل المِلَاق
 ما لم یمن یبعث الی یکر بعد الفاعل ای فاذا امینا ق القوم قد لزمتی فلم
 یکن المخالفة بعدہ شارح نے احسن جملہ کی دو تقدیریں لکھی اور دوعنی بیان کی
 ظاہر وہ یہی ہے کہ اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کی وہ سراسر تاریخی
 مدعا کی مثبت میں اور فاعل اس تسبیح کیونکہ لزوم بحیث الی بکر معنی اللہ عنہ بخیر اسکی
 ممکن نہیں کہ اوکھ خلافت حقہ راستہ ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بخیر
 برحق کے واجب الطاعت نہیں اور جو شخص منعباً وعدواً مستقیم خلافت ہوا اسکو
 اطاعت اسکی عامت اسکی حمایت حرام ہے اور اسکی اطاعت نہ کرنے والے ائم
 اور تکب حرام کے اور اسکا خلاف واجب ہے۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
 معیت جناب امیر پر لازم ہو گئی اور عہد لزوم منصب رسول بنا۔ اور بدو خلافت راشدہ
 ہونے کی لزوم ہو نہیں سکتا تھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت خلافت حقہ
 اور راست راشدہ تھی اور اس سے پہلے ہی ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ اسوقت نہ خلیفہ تھے
 اور نہ امام تھے اور جس شرط اللہ عصمت ونبوت و افضلیت ہی بالکل مطلق ہو گئی اور خود اکمل علیہ
 ابن تیمیہ کا یہ پیرایہ رضی بکے فرو جناب امیرؓ نے ان دو جموعین مذہب تشیع کے استعمال
 کر دیا علیٰ اجماع صریح بعد ایتھا جو شارح نے بڑے دیا ہر عبارت اطمینان کا تھا کہ پہلا ناچار
 شارح نے توحید قیہ جس عن غرض سے لگائی ہے وہ شخص سمجھ سکتا ہے لیکن وہ بالکل لغو اور
 لے اور نگاہ قیہ کہ میں میرے گمان میں تھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد امینا اور
 سنا عہد میں اور بعض کہتے ہیں میں وہ ہے جو ابو بکر کی بیعت کا امینا اور اسکا واقعہ کرنے کی بدایہ کہ وہ
 ہو گیا جس قوم کا امینا و مجہر لازم ہو گیا اور بعد اسکو بحسب مخالفت نہ ہو سکی ۱۲۔

باطل ہے اگر جاری محیب لبیب اوسکو در پی ہوئی تو ہم انشاء اللہ اقلے بدلائل اوسکو بطریق
ثابت کر دیا بیگو حق یہ ہے کہ یہ جملہ جاری نہایت مفید مدد عاری اور ہماری نہایت
کار آمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی یہی واذامینا ایتیس ایک کر بعد ایقاع القوم
ایا ہاے عنقے اس سے صاف ثابت ہوا تھی کہ بیعت کے انعقاد کا دار مدار بیعت
اہل حل عقد پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جو اول معنی بیان فرمایا کہ
وہ غلط بین چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے تحت ہی اذیکم سلطان بخوبی ثابت ہوتا ہے علامہ
اسکو جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذامینا جاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے یہ اللہ اس سے
کہ اس جملہ کے لیے مقدور و حذف کی کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا
ارتکاب اسی جگہ کیا جاتا ہے جس جگہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن نہ ہو ہو سکتی
حذف خلاف اصل ہے اور یہ جملہ کبھی صریح اجزاء المذکورہ نام ہی محتاج کسی خبر کی حذف یا تقدیر
کا نہیں ہو سکتا کہ اس جملہ کے اصل عبارت اسی طرح ہے فاذا امینا ان الخیر فی عنقے
اور یہ خود جملہ نام ہے جو اپنی نامی میں محتاج کسی جز کا نہیں بخیر اسکو کہ خبر ظرف مستقر
جو محتاج متعلق کا ہو سوا و تقدیر خارج از بحث ہے پس اس عبارت میں بحر تقدیم و تاخیر حذف
کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہے تو اس صورت میں معنی صاف واضح
ہے کہ مینسی اپنی امر میں نہ کر گیا ناگاہ مینا غیر کامیری گردن میں ہوتا اور یہ شارح
کی تفسیر جو معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہے جس سے مراد ابوبکر مینا اور بیان
حذف مضاف الیہ یعنی لفظ رسول کا سلطان ثابت کیا گیا تو اسکو معنی بیعت کی فاذا امینا
الی یکرم من لزوم بیعتہ بعد ایقاع القوم ایا ہاے عنقے فلم یکتب الخ لفظ
بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گئی اور دونوں جملہ یا ہم خوب
سے ناگاہ ابوبکر کا مینا اس کو بیعت کے لازم میں بعد واقع کرنے کے اوسکو میری گردن
میں اور بعد اسکو کسی مخالفت نہ ہو سکی۔

مرتبط ہو گئی اور انو اسفا جائید کے بھی مناسب ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 وفات کے بیان حال کے ساتھ بھی نہایت چہان ہو گیا اور اصل عبارت یہ ہو
 نظرت فی امرے فاذا طاعته لابی بکوقد سقت بیعتہ واذا امینا فی الغیر
 وهو ابوبکر من ندم بقیہ وجوب طاعته علینا بعد ایقاع القوم ایاھا
 عنقہ فلا سبیل الی الامتناع منها ولا ہمکنی مخالفتھا۔ علامہ ابن کثیر
 کی اس تقریر کو صحیح تسلیم کر لیا حادی تو بھی ہماری مدعا کی منقض نہیں جیسا نجد
 جملہ کے متقدیرین گذارش ہو چکا ہے بلکہ ہماری مدعا کے موید ہے کیونکہ ہمیشہ رسول اللہ
 وعہدہ الے بعدہ الساقۃ کا حاصل اور میناق رسول اللہ فی لزوم بیعتہ
 الی بکوقطاعتہ کا حاصل ایک ہی ہے ہم سب معنی۔ میناق ابے بکونے لزوم بیعتہ و اطاعتہ
 کا ہے بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہہ و میناق کا اور زیادہ ہو کہ ہو گیا اور ہمیشہ
 دعویٰ اسی مبنیہ و برہان ہوا محمد متذکرہ جناب امیرین کی اعتراف اور ان کی جناب
 رضی کے نقل اور جناب شارح ابن ہشیم کی شرح سے صحت و حقیقت خلافت خلافت
 ہوئی اور چھکڑا چکا بیعت کیا لطف جو غیر پردہ کہو لے جادو وہ جو سر پر چھکڑا
 بولے دلیل خاص۔ شریف رضی نے فیج البلاغت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں
 وہ مناقب و اوصاف بیان فرمائی ہیں جن کا بعد ان شخصیں کچھ سو ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا
 شخص اس خطبہ پر ہر و منکلام صلی اللہ علیہ وسلم بلا فلاں فلقد قوم الا و دواں
 الحمد اقام السنہ و خلف الفتنہ و ذہب نقی الثوب قلیل العیب صاب خیار
 و سبق مٹھا ادی الی اللہ طاعته و اتعاه بختہ رجل و ترکہم فی طرق متسبغہ
 فلاں شخص کو آرایش خدا کے ہی ہی خدا کی قسم اسنی کجی کو سید نکایا اور یہی کا علاج کیا اور یہ
 سر کیا اور مستند یہی جوڑا اور یہاں ان کے عیب کیا صاف کی پہلائی کو بھیجا اور یہی سے گذر کیا خدا کا
 رزق نفوی ادا کیا اور کہیں یہی پیچیدہ بیوسن جوڑ کر گئی اور کہیں گمراہ رہا بے

بزرگ حضرت خلافت جان نظامہ دارا بکون و ہل

لا یمتدی فیہا الضال فلا یتقن الا ھتدی۔ انتہی بندہ کھنڈن عرض
 کرتا ہے کہ مدوح ان اوصاف مدائح کی یا ابو بکرؓ میں یہ سب طریقیں نکلتی ہیں لیکن جاؤ نہیں
 کہ مراد جلالت ہو کیونکہ جو جلالت کہ مراد ہے وہ ابو بکرؓ سے پہلے ہی یا بھی
 ظاہر ہے کہ سچھی بزرگ عثمان رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہیں اور ظاہر ہی کہ حضرت عثمان
 مراد نہیں اور نہ کوئی اسکا قائل ہوا تو انحالہ یہ مدوح وہ جلالت ہو گا جو ابو بکرؓ سے پہلے
 زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی زمانہ میں دفات باگیا لیکن
 چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہ توصیف کسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے زمانہ میں ہے دفات کر گیا ہو کیونکہ اولاً جب وہاں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا موجود ہی وہی نازل ہوئے ہی تو ظاہر ہی خداوندی سرسراچھام پائے ہیں
 اور جو جناب امیر بھی موجود ہیں انقبض بقا کیونکہ بوجہ قرب منزلت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم امر کے رفق و رفیق میں دست اندازی ہے اور بغض اللہ تعالیٰ اسوقت آپ
 محمدؐ نازل ہو کر بھی نہیں میں تو اسے ہی حالت میں کسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہوا نہ بالقوہ خلیفہ
 راشد ہو اسی اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا جو خاص امام کے سطحی ایون سرسرا کذب
 و خلاف واقع ہے علاوہ ازیں ثابتاً اس خطبہ کے الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ
 اصحاب خیر و سبب شریعت کی بنیادین خلاف کیطرف راجع میں شارح ابن ہشیم فرماتے
 میں والضمیر فی خیرھا وشرھا للخلافة وان لم یخیرا ذکرھا لکونھا
 معبودۃ او لتقدم ذکرھا۔ انتہی۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف
 ان صفات کا ہے اوسنی خلافت کو پایا اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات
 خلافت سرانجام کر کے تمام برائیوں سے بچا کر تمام خوبیوں کو سمیٹ کر اپنی شان
 لگیا پس یہ شخص بزرگ حضرت ابو بکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی نہیں ہوا تو اس
 متعین ہوا کہ وہ جل جو موصوف ان صفات کا ہے یا ابو بکرؓ سے یا عمرؓ سے یا کسی

کوئی نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً اگر سوای ان دونوں کی کوئی تیسری اسی لفظ کے قطب صاحب
 راوندی اور آپ فرماویں تو بھی دو کون ہے اور اور اس کا نام تو لین بہ بلا جو
 ایسا نام واد شخص ہو جس کے ایسی اوصاف ہوں عقل سلیم تکلیف کرتے ہے
 کردہ ایسا مجھل لکسم وچم مختلف ہو کہ جس کو کوئی بھی نہ پہچانے اور کئی ہر سے
 حضرت امیر نے جو اس کا نام نہیں ذکر فرمایا تو اس کو وجہ یہ ہی ہوگی کہ بوجہ اس کی شہرت
 کہ اوصاف کی ذکر کو نام کے ذکر سے معنی سمجھا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا
 کیا اور جب کوئی آگاہ اور اگر راوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف
 نہیں معلوم ہوتا تو شخص یہ تحصیل دروسہ ہی اور اگر قطب صاحب کے سکا شہ کی غلطی ہو
 اگر مصداق ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہو جاتا تو زمین آسمان کو باہم ملا دیتی
 اور کیسا کچھ غل شور نہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ مجھ ابو بکر و عشر کے تیسرے شخص موصوف
 ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے۔ آج کل اس کا کچھ اسی موقع پر مختصر نہیں ہی بلکہ جناب
 امیر نے بعض اور مواقع میں ہی حضرت ابو بکر و عشر رضی اللہ عنہم کی قریب قریب اسی
 تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ہی جناب امیر تعریف و توصیف
 انہیں کی فرما رہی ہیں نہ شخص ثالث کی جیسا کہ اگر قطب صاحب نے تو ہم فرمایا چنانچہ
 بجا اب خط امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہیں جس کو علامہ ابن میثم نے اپنی شرح
 کبیر میں نقل کیا ہے و ذکر ان الله اجبت له من المسلمين اخوانا ایدلہم
 لک انوائے منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم الاسلام وفضلہم فی الاسلام
 لکما زعمت والضحہم لله ولنولہ الخلیفہ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق

ولے کے بقا مکاتھما فی الاسلام لعظیم المصائب بہا فی الاسلام بحج
 شہید یحییٰ بن محمد اللہ وجزاھا یا حسن ما علما انتے بقدر الحاجت اور بہرہ
 عبارت اس خطبہ کے شرح میں مذکور ہو چکا عنوان یہ ہے ومن کتاب لہ الی
 فاراد قومنا قتل نبی الخ اس تعریف میں حضرت نے قسم کیا کہ شخص کے فراموشی جبکو
 حضرت رضی نے خطبہ میں سے نکال ڈالا ہے۔ جب یہ ایسی جامع ذکر فراموشی میں جو اس
 عشرہ مذکورہ سابقہ کو مع شہر زباید جامع میں پس سہی ہم ان دونوں کو مکمل مضمون کے اس
 خطبہ کے مضمون سے اور اس مدح و توصیف کو اس مدح و توصیف سے مقابلہ کر کے
 دیکھتے ہیں اور موازنہ کرتے ہیں پس اس خطبہ میں پہلا جملہ اس خط کا ان مکاتھما فی الاسلام
 لعظیم الخ اور دوسرا جملہ۔ وان المصائب بہا فی الاسلام بحج شہید ہو ظاہر ہو کہ ہر
 شخص کے علم کے خصوص خطبہ کے دو چنانچہ میں ایک یہ کہ اسکا معاملہ خدا کے ساتھ جو اپنی ذاتی
 امور میں ہو مثل تقویٰ و صلاح اعمال و ادائیگی عبادت و عبادت الہیہ اور ہی حقوق اللہ میں ہو
 دوسرا یہ کہ اسکا معاملہ عباد کے ساتھ و انکے حقوق کے بجا آوری کے متعلق ہو گا جناب میر
 فراموشی دونوں چنانچہ دونوں امر مذکور جمع فرمایا اور دونوں حقوق کے ادا کرنے کی نسبت یہی
 مدح و توصیف فرمائی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور جو حق تعریف کا ہی پہلا جملہ ان مکاتھما
 فی الاسلام لعظیم الخ اگرچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم
 علم سبیل التمسک اکتی میں کہ اس سے مراد انکے عظمت مکانی ہے الاسلام صرف عبادت
 بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقویٰ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ان کریم عند اللہ تعالیٰ اور
 دوسرا جملہ ان المصائب بہا فی الاسلام بحج شہید بجا احتیاج مذکور ہے باعتبار کمال
 بجا آوری حقوق العباد کے بیان کر رہا ہے یہاں تک کہ ان پر مصائب موت کا واقع

ہونا یعنی اذکار و فرائض اسلام میں سخت زخم ہی یا بون کہی کہ خلیفہ کے دو تین مرتبہ
 میں ایک زمانہ حیات کے کہ جو اپنی رزاد حیات میں خیرات و حسنات کا حقوق اللہ اور
 حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری صفحہ کہ بعد اذکار و فرائض کے امت میں اسکی
 وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اسکی فقدان سے امت کو کیسا صدمہ پہنچے پس ظاہر ہے کہ پہلا
 جملہ زمانہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے اشتکاف بیان کر رہا ہے
 جسکا حاصل یہ ہے کہ ادنیٰ ایسی اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوئی جو اذکار و فرائض غنیمت منیبہ کے
 عند اللہ تقا کے ہو گئی اور دوسرے جملہ واقعات بعد وفات کو بجا کر کہہ رہا ہے کہ اذکار و فرائض
 کی سبب سے اسلام کو سخت زخم پہنچ گیا ہے چنانچہ شاہد و محسوس ہے عیان یا چہ بیان
 کہ شیخین کے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پہنچا جو پہرہ ستمل نہوا آب ہم ان
 دو جملہ نامہ منہوں کو باعتبار پہلے دو حالتوں کی اوصاف عشر و سابقہ سے مقابہ و موازنہ
 کر کے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف عشرہ میں سے پہلا اوصاف خلل اللہ
 کو اعوجاج اور کجی کو سیدہ لڑنا اور دوسرا اوصاف اپنی مواظبات لغہ کے ساتھ امر ان
 نفسانیر عباد کا مواظبہ اور بد او کرنا۔ تیسرا اوصاف سنت نبوی کا قائم کرنا جبکہ اس سے
 مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا۔ چہاں اوصاف دہا سے قبیل العیب اخصص ہونا
 یعنی معاصی تلبیہ کے ساتھ جانا قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہے کہ معصوم نہ بنی یا آہوا
 و صف خداوند تقا کے لئے پوری طور پر بندگی بجالانا نوان و صف اتقا کرنا خدا
 تقا کے حقوق کے ساتھ اور اسکی حقوق کو اسکی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہہ
 چہرہ اوصاف گویا اس جملہ کے شرح اور تفصیل میں جو اس خط میں اول مذکور ہوا یعنی
 ان مکاتہ نامہ الاسلام تعلیم جو چھٹا ان سب صفو نگاہ جامع سے اور تیسرا اوصاف
 اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سنت نبوی کا لوگوں میں جاری کرنا اور لوگوں کو اسکا پابند کرنا
 اور اعمال اسے نہانا اور توبہا و صف فتنہ کو چھپی چھوڑنا یا بچوان و صف دھما

پاک صاف لوگوں کی خدمت میں اپنی حقوق کی نسبت جانا ساقیان خلافت کے پہلے
 عدل و انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اور سب شریعتی فتن اور غوغا سے محفوظ رہنا
 و سوان ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ جہالت کی چیدہ رستوں میں گمراہ
 ہو گئی ہوں کہ جن میں گمراہ کو راہ یابے دشوار ہو اور راہ یاب کو اپنی راہ یابی پر پورا اعتماد ہو
 یہ پانچوں وصف متعلق حقوق العباد کے ہیں اور گویا شرح جملہ ان المصائب ہلما فی
 الاسلام لشرح شدید کی میں کیا چوٹا اور سوان و صف تو گویا اس سید کا حکم
 اور اذیت تھی کہ چنانچہ ظاہر ہے معنی بنجوت مظلوم اچھا لا ذکر کر دیا ہے اور تفصیل اور کیا
 وصف کو چھ لگانے اور سب کی شرح کر کے جملہ کے اندر داخل کر کے نہیں بیان کیا اگر ایسا
 کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوئی اہل فہم خود سبب لیں سبب کہ جہاں اوصاف و عشرہ مذکورہ
 دونوں چھ لگانے ساتھ باعتبار دوسری دونوں احتیاطوں کا مقابلہ کر کے ہیں تو درجہ ہو تا ہے
 کہ مظلوم کی سرکشت کا ان مکاتبات المدوح کے اور اعمال حسنہ کی جو اپنی زمانہ حیات
 میں کیا اور میری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی ہو گویا تصویق کی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ
 ان المصائب لہما الخ اور حالات اور واقعات کو ظاہر کر رہا ہے جو مدوح کے وفات کے
 وقت کو پیش آئی اور ان صدقوں کی خبر دی رہا ہے جنکی سبب سے مدوحین کے تقال کے
 بعد اسلام رضی اور جبروح ہو گیا اور یہی دونوں میں کہتے کہ شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ
 بن مذکور ہے چنانچہ ہلما وصف اور دوسرے اور پانچوان اور چھٹا اور سوان اور پانچوان
 سوان جملہ اولی کے شرح ہے جہاں ان سنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ مدوح
 نے زمانہ حیات میں کیا اور میری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی کے عظمت و رتبہ خدا تعالیٰ
 نزدیک پیدا کر کے لیکھا اور چوٹا اور سوان و صف جملہ ثانیہ کی شرح ہے اور پانچوان
 تفصیل کا بیان ہے کہ جو وفات مدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پونہ
 تفصیل اور یہ اجمال باہم پوری طور پر سابق ہیں تو اس تقریر سے ثابت ہوا

کہ جس وقت کسی میری شخص کے نہیں بلکہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ خامسا سلامہ ابن میثم نے بھی اس کی ترجیح دی ہے کہ رسول
 ان اوصاف کا یا ابوبکر ہے یا عمر بلکہ انہی میں حضرت ابوبکر کو بہت جناب عمر
 کی ترجیح دینا صحیح علم اسلام کی کلام دینی شرح کتب سیر و نقل کرتے ہیں ان نقل و اوصاف
 ما خطہ امین والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القطب الراوندی مائتہ اضافہ
 بعض الصحیحین من الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات قبل وقوع
 الفتن وانتشارها وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذكورۃ في الکلام
 يدل علی انه اراد رجلا ولی امر الخلافة قبلہ لقوله قوم الاعداء وداوی العمد
 ولم یرد عثمان لوقوعه في الفتنة وتعمها بسببه ولا ابوبکر لتقصده خلافة
 وبعد حمده عن الفتن وكان الاظهر انه اراد عمر وقوله ان اراد قتالہ
 شبه من ارادته لعمر لما ذکرہ فی خلافة عمر وضمہا بہ فی خطبہا المعروفہ
 بالمشقیۃ كما سبقت الامتداد الیہ انتہی بقدر الحاجة من عبارات صحیح
 صاف ظاہر ہے کہ تاریخ کے نزدیک لفظ فلان سے سوائے ابوبکر و عمر کے شخص ثالث
 مراد ہو نہ مرجح ہے کیونکہ اول بطور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلان سے عمر میں قسب ہے اور
 لفظ اول بطور سببی کہ مراد لفظ فلان سے عمر بن خطاب ہے اور قسب راوندی سے منقول ہے کہ حرف میں
 صحابہ زاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو فتنہ کی واقع ہوئے اور پہلی ہی پیشتر انتقال کر گیا مراد کہا ہے کہ وہ ہیں ابوبکر
 کہا کہ ہر اوصاف میں ہر حال میں کہہ شخص مراد ہے جو آپ سے پہلے خلافت کا متولی ہو بسبب اس قول کے کہ صحابہ
 کیا اور چاری کا علاج کیا۔ اور عثمان کو مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تنوع میں اور ان کو سب سے فتنی پہلے اور ابوبکر
 ہی بسبب کی مدت خلافت اور بسبب انہوں نے زمانہ خلافت کے فتن سے راہ نہیں ہے کہ ابوبکر انہر میں
 کہ عمر بن خطاب کے مراد کہا ساد میں کہتہ ہوں ابوبکر کو آپ کے مراد کہ بہت عمر کے زیادہ مدت یعنی ابوبکر کو قسب
 لفظ فلان خلاف عمر کی مدت کی ہے چنانچہ اول دیکھی طرف اس راہ گزر چکا۔ ۱۱۔

قول غرض کیا ہے اور اسکے بعد ابن ابی الحدید کے قول حسب عین عقلی طور پر علم ان قول را زندی
ثابت کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ قطب را زندی کا قول فحوی عبارت کے سر
مخالف وادریان کیا گیا ہے کہ اطہر یہی ہے کہ مراد حضرت عسب بن پر شارج خود کہتا ہے
کہ شبہ بحق یہ کہ مراد ابو بکر صدیق ہیں پس شارج ابن مہتم اور ابن ابی احمد متفق ہیں
کہ شخص ثالث مراد نہیں اور قیسر شخص صدق ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے یہ شخص ایک قطب
صاحب کے دستگاہ نامی یا قصور کا شفق ہے کہ نہ عبارت کو دیکھتے ہیں نہ اس کے مضمون کو سمجھتے
ہیں اور اپنی توجہ کی چلے جاتے ہیں خواہ الفاظ میں پیدا ہو یا بخیر مگر اس سے کیا بحث
خدا تعالیٰ کے اول کو اس یا نادر اور دیات کے جزا دی اور دوسری کی عجزا رہ یعنی عدی
برج قائم الخ۔ ہماری غرض یہ ہے کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابو بکر میں یا عسب مراد یہ ثابت
ہو گیا اور یہی ہے کہ جو شخص موصوف ان اوصاف کا ہو گا وہ خلیفہ راشد اور امام بحق ہو گا
نہ ظالم و فاسق نہ فاجر کیونکہ امام بنی اودہ کا بتفاق شری مراد نہیں بلکہ وہ سلاطین و امیرین ہیں
تسلط و نفوذ و کبریا میں پائیدار و محکم ان اوصاف میں لیکن امامان عسیرین کو لی مراد نہیں ہے نہ ابو بکر یا عمر مراد
ہے نہ ابو طلحہ یا عسب مراد ہے بلکہ ان اوصاف کے لئے شرح و تفسیر میں وقد وصف
بامور احدھا تقویہ للاود وھو کما تہ عن تقویہ لاھو حاج الخلق عن مہیل
اللہ الی الاستقامۃ فیھا الکمال وادۃ فلعل واستعار لفظ العمد للا مراض
النفسانیۃ باعتبار استقامۃ لا ذی کالعمد ووصف المداوۃ المعالجۃ
ثلاث الامراض الموعظۃ البالغۃ والزواج القارۃ العقلیۃ والفعلیۃ الثالث اقامۃ
سے اور تحقیق چند اوصاف کے ساتھ دیکھو موصوف کیا اول کا کبھی کو سید ماکر اور یہ کہنا یہ ہے اس سے کہ اسنی خلق کی
اشد کی رستہ سے استقامت اور ہوا دی کی طرف سید ہو گیا۔ دوسری اس کا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عمد کو
امراض نفسانیہ کے لیے چونکہ وہ یہی مثل سبکی تکلیف کو مستند ہے ہر ہتھارہ کیا اور پوری نصیحتوں اور بڑی حکیموں قول پر
حکم کے ساتھ امراض کے معالجہ کو مدد کے ساتھ وصف کیا۔ ۱۲۔

کسی میں پائی جاکرتی ہن حاشا وکلا اور خلفا میں سے جب ایک کو یہی خلافت ثابت ہوگئی تو سب کے
 ثابت ہوگئی اور اس میں ثابت ہو کہ خلفاء علیہ السلام راشد تھا اور یہی مذہبات اور یہی تعلیمات قول قطبیہ
 راوندی کے جو کہ گئی ہی بشرط تسلیم اس امر کی ہے کہ راوندی کا مذہب یہی ہو کہ مراد جل سے وہ جل
 ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور یہی نامہ میں قبل از وقوع فتنہ فاس
 پاکیا ورنہ علامہ ابن تیمیہ نے جو عبارت متضمنہ یہاں باب دہدہ نقل کی ہے اور اس میں صرف
 اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اصل سے مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتنہ سے پہلے فوت
 ہو گیا اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ مراد جل ہے کوئی شخص
 ثالث یا سوای ابوبکر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتے ہی
 کہ مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے یا عمر رضی اللہ عنہما کیوں کہ اولادہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہ ممکن نہیں
 کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صدر ان اوصاف کا ہو سکی۔ اور ثانیاً
 ممکن مانت قبل وقوع الفتنہ و انتشارا ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمانہ حیات
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی وفات پائی ہو بلکہ اس میں صاف مفہوم
 ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زندہ رہا۔ مان وقوع
 اور انتشار فتنہ سے پہلے حلت کر گیا اور ایسا شخص کبیر ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے
 اور کوئی دوسرا نہیں۔ ابن ابی الحدید سے خلاصہ ابن تیمیہ نے صاف طور پر نقل کیا ہے
 کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین بعد شواہب فتنہ سے بالکل پاک اور صاف
 ہی زمانہ فتنہ بعد وفات جناب فاروق شروع ہوا ہے پس عبارت شیخین مضمون
 عبارت راوندی۔ اللہ انما اراد بعض الصحابة في زمن رسول الله صلى الله
 عليه وسلم من مات قبل وقوع الفتنه وانتشارها بخوبى صادق آتا ہے اور
 اس عبارت میں معلوم ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک ہی مراد جل سے یا ابوبکر نہیں
 یا عمر رضی اللہ عنہما نامہ نہیں سیتا اور نامہ لے تو کیونکہ لے اوسکو اپنی مذہب کے

ہر شخص ہمیں یہی کہہ رہا تھا کہ انہوں نے اپنی مذہب کا استیصال کر لی۔ پس جب
 بقول قطب الاقطاب شیعہ و علامہ ابن میثم و ابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مراد ابو بکر میں
 بسم اللہ علی وضوح الحق و فضوح الماطل اب وہ جواب بھی
 ضرور سنی جاوے جس حضرات شیعہ نے اس کلام کے جواب میں فرمائے ہیں۔ جواب
 اول یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ مدح اور ان کو کوئی دجھوٹی و اسلحہ کے لپی فرمائے ہو کہ جو
 صحت و حقیقت خلافت شیخین کے معتقد تھے اور بدیہی ہے کہ یہ جواب نہایت وہی
 ہے کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ یہ مدح دجھوٹی کے طور پر فرمائی تھی لیکن ہم یہ نہیں
 ہیں کہ یہ مدح مطابق واقع و نفس الامر کے تھی یا نہ تھی اگر مطابق واقع نہ تھی۔ تو
 سب اذائد اپنی لوگوں کو دجھوٹی کے واسطی شتم کیا کہ دس جھوٹ بولی اور جھوٹ
 و فریب کے ساتھ لوگوں کو مکاری کرنا چاہا اور خدا تعالیٰ کے کی نارہنی کے ساتھ لوگوں کو گمراہ
 چاہی اور اس جھوٹ کا نتیجہ صرف یہ ثابت کہ لوگ شیخین کے مدح و ثنا حضرت کے
 زبان خلافت کے بارہ میں نہ کہ ان کی حقیقت خلافت کے معتقد ہوں اور زیادہ گمراہی
 میں پڑیں۔ پھر اگر بقول ابن میثم کے اگر آپ کو اسبابی جھوٹ ہو لکہ کام کانا تھا تو
 بمقابلہ امیر معاویہ کے ہی طرح کیوں جھوٹ ہو لکہ کام نہ نکالا۔ و مان لہذا امیر معاویہ کی مہمت
 اور اپنی مدح میں فرمائے ہیں کہ وہ فریب کرتا ہے اور ہم دعا اور فریب نہیں کرتے
 پس آفرین ہی حضرات شیعہ کے دلاور متکبر کہ اگر پروردہ میں کیا کیا خوبیاں حضرت
 ان کی طرف منسوب فرمائے ہیں اور اگر یہ مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت
 اور یہ جواب تو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اسکا یہ فرمائے ہیں کہ یہ مدح بطور
 ظن و قریض عثمان اور دیگر تو بیخ کے تھی یا نہ تھی کہ بعد اس شخص کے جو ان صفات
 کے ساتھ متصف تھا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی افتادہ کے ساتھ متصف تھا
 اسی کی خلافت عثمان میں تھی اور انہوں نے سب اس سال کو بجا صرف کیا جسکو

سبب سے اذن پر ہوا ہوا یہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور اسی طرح جیسا کہ پہلا جواب تھا
 کیونکہ اس میں بھی وہی کلام ہے کہ جو اس جواب میں کی گئی ہے علاوہ اس کے اس انصاف
 نظر انصاف سے دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی ایسا لفظ نہ ہو کہ جو اس کو طعن و تعریض یا
 توہین پر دلالت کرے یا ہو۔ سہہ ایہ سب ڈھکوسلہ ہوا ہے کیونکہ جناب میرے خدای قسم
 کہا کر فرمایا تھا کہ واللہ لا ملین ما ملعت امور المسلمین ثم لیکن فیہا جو کچھ اعلیٰ صحت
 ظاہر ہے کہ آپ نے باوجود اس جوہر و علم کے سکوت فرمایا تو یہ قول شدید اس میں جو طعن و
 اتحرش ہوئی اور عاصی۔ علاوہ ازیں یہ جواب خود ہماری سیدھی اور صاف دلالت
 کرتا ہے کہ مراد جن سے قطعاً یا ابوبکر رضی اللہ عنہ بنی ہاشم رضی اللہ عنہ کیونکہ طعن و تعریض
 جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو یہ نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہ کہا
 گیا کہ فلان خلیفہ تو ان مجاہد و اوصاف کے ساتھ متصف تھا اور نہ خلیفہ اذن اور نہ
 سہ متصف نہیں اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بخیر ابوبکر و عمر کی نہیں ہو کہ وہ ان
 کو ساتھ متصف ہو اور اگر واقع میں وہ خلیفہ جسکی نسبت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی ہو
 ایسا ہو تو طعن و تعریض کے غلط ہونے کی علاوہ عثمان رضی اللہ عنہ اور انکی اولیاء کہہ سکتی ہیں
 کہ آپ نے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف باہین صفات ہو آپ خود مقتد
 نہیں ہیں کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جو بڑے الزام نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ
 طرح و صفت عثمان و منقبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہی خیر شرکی اور واقعی اور نفس الامری ہی اور جب یہ
 ثابت ہو تو حقیقت خلافت کا ثبوت اسکی گویا فرج ہے وہ یہی ثابت ہوئی باقی اسکی
 بحث اور حجت کبھی نیکی جبکہ ہماری فاضل جمیع کے بہت کچھ جوش و خروش فرمایا ہے۔
 دلیل سادہ۔ اگر اہل الامائد امام کلین نے شروع کلینین باب بن حجب علیہ السلام و من لا
 یحب میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسکو خاتم المسکونین مولانا مولوی عبید اللہ علی
 رحمۃ اللہ علیہ نے اول اللہ العزیز میں نقل کیا ہے چونکہ وہ حدیث مشہور خلافت خلفاء

نامہ رضا علیہ السلام بھی اس حدیث کو ازاتر نہیں سے نقل کرتے ہیں علی بن ابی حمزہ
 عن ابیہ عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر الزبیری عن
 ابی عبد اللہ قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجمہاد فی سبیلہ اھو یقول
 لا یجمل الا لہم ولا یقوم الا من کان منہم ام ھو مباح لكل من وحد اللہ
 عز وجل وامن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ومن کان کذا قلہ ان یقول
 الی اللہ عز وجل والی طاعتہ وان یجاہد فی سبیلہ فقال ذلک بقولہ لا یجمل
 الا لہم ولا یقوم ذلک ان من کان منہم قلت من اولئک قال من قام بشراط
 اللہ عز وجل فی القتال والجمہاد علی المجاہدین فھو الماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عز وجل
 ومن لم یکن قائماً بشراط اللہ عز وجل فی الجمہاد علی المجاہدین فلیس بآذن
 فی الجمہاد ولا الدعاء الی اللہ حتی یشکر اللہ فی نفسه ما اخذ اللہ علیہ من شراط الجمہاد
 قلت فینہم من شکر اللہ تعالیٰ ان اللہ تبارک وتعالیٰ اخبرنا کما یبارک اللہ فیہ والی اللہ الخ
 ذلک لہم درجات یعرف بعضہا بعضاً ولیس بدل بعضہما علی بعض تاخیرا
 علیہ السلام ابوعبیدہ بن جریہ ام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہابی کہاجنی میں کیا یہ حضرت مجاہد کی شہادت ہے یا ان کے ارادے
 جمہاد کرنے کی خبر بھی کیا وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز انکی کسی اور سرگروہ والے نہیں ہے اور اس
 بجز انکو کوئی دوسرا براب نہیں کر سکتا یا وہ ہر ایک شخص کو جو وحدہ نہایت الہی کا قائل اور ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا شرف ہر مباح ہو کہ اللہ کے ارادے کی شہادت ہو یا اور کوئی میں جمہاد کرے تو ایسا یہ ایک قوم کے ساتھ نہیں
 اور نہ ایک کو جدا نہیں اور وہی انکو ارادے کوئی براب نہیں کر سکتا۔ یعنی عرض کیا وہ کون لوگ ہیں فرمایا جو شخص
 شراط کے ساتھ قتال جمہاد میں مجاہدین ہر تہ کم ہو۔ وہ اللہ عزوجل کی شہادت ہو۔ اور جو ان شراط
 کی ساتھ جو جمہاد میں ہر جمہاد میں میں قائم ہو۔ تو وہ جمہاد کا اور خدا کی شہادت دعوت کا
 نہیں ہے تاوقتیکہ اللہ اسکی نفس میں شراط جمہاد کا جو وہ ہر مقرر کی میں حکم کرے۔ میں نے
 کیا۔ تو بیان فرمائی خدا آپ پر رحمت کرے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی
 دعوت کی خبر دی اور اسکو بیان کیا۔ اور ارادے میں اسکی درجہ مقرر کیے جنہیں بعض کو بعض
 جانیں اور بعض پر بعض سے استدلال کریں پس خبر دی ۱۳۔

تبارك وتعالى اول من دعا الى نفسه فدعا الى طاعته واسباغ امره فبدا
نفسه فقال والله يدعوا الى دار السلام ويهدي من يشاء الى صراط المستقيم
ثم تسمى برسوله فقال ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجاد لهم
بالتى هي احسن يعني بالقران ولهم يكن داعيا الى الله عز وجل من خالف امر الله
يدعوا اليه بغير ما امر في كتابه والدين امر لا تدعى الابه وقال في نبى صلى الله عليه
وانك لم تهدي الى صراط مستقيم يقولون قد دعوتهم لثقت بالدعاء اليه ليكنوا باليه فقال
ان هذا القران يهدي الى صراط مستقيم اي يدعوا وينشر المؤمنين ثم ذكر من اذن في الدار الجدة
ولقد رسله في كتابه فقال ولكن منكم طائفة يدعون الى الخير يامرون بالمعروف وينهون
عن المنكر واولئك هم المفلحون ثم اخبر عن هذه الامة ومنهم من هم وانها
مزدنية ابراهيم ومنهم من اسمعيل من سكان الحرم ممن لم يعبدوا غير الله قط الذين
لهم الدرع دعوهم ابراهيم اسمعيل من اهل المسجد الذين اخبر عنهم كتابنا منهم اذهب
وهم تطهير الذين وصفناهم قبل هذا في صفة الله ابراهيم الذين عنها هم الله تبارك وتعالى في قوله

۱۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلی اپنی دعوت کو اور اپنی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلایا پہلی اپنی
 آپ کو رکھا اور فرمایا (اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور جہنم کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے) دوسری اپنی رسول
 مقرر کیا اور فرمایا (اپنی پروردگار کی راستہ کی طرف بلاتی اور اپنی نصیحت کے ساتھ علماء اور فہمی جیسے گمراہی
 طریقہ سے) یعنی قرآن کے ساتھ اور جو اللہ کے حکم کا مخالف ہو اور قرآنی حکموں کو سدا کو کفایت بلاتی تو وہ اللہ کی طرف داعی ہوگا
 اور یہ آپ امیر کو بخیر اس کی دعوت نہیں کیجی تے اور اپنی نبی صلا اللہ علیہ وآلہ کے باب میں فرمایا (اور میں ایک سیدھی راہ دکھاتا ہوں
 یعنی بلانا ہے پہلے میری اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (یہ قرآن حکم اللہ کی طرف راہ دکھاتا ہے) یعنی بلانا ہے اور
 سنا تا ہے یہ نوٹھاؤ کہ کیا جنگ کو اپنی اور اپنی رسول اور اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہے اور فرمایا (مومن کسی ایسی جماعت میں
 چاہی جو عیلمانی کی طرف بلائیں اور ابراہیم و اسحاق علیہ السلام کے گھر میں اور یہ لوگ فلاں باب میں پیراس امت کی خبر دی کہ یہ گھر
 اور یہ ابراہیم و اسحاق علیہ السلام کے اولاد حرم کے رہنے والے ہیں یہ ہے جہنم میں سے خدا کی سوا کہیں کیا حکم است نہیں کی اور اسکی ایسی ہی
 کی دعا و اجیب ہوئی اور ان سجدہ المومنین سے تکی خیر اپنی کتاب میں دی ہے کہ اگر ہر نبی بعد کی دور کر کے ان کو بھول جائے اور نہ
 اس کی پہلے صرف بیان کیا اور اس کے اس کے حضرت میں اور اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اس قول میں ادعو اے اللہ ۱۲۔

وَبِأَجَابِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ الْأَمَّةِ الَّتِي بَعَثَ فِيهَا وَفِيهَا وَالْيَهَابِ
الْحَقِّ مَنْ لَمْ يَتَرَكَ بِاللَّهِ قَطُّ وَلَمْ يَلِمْ إِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ وَهُوَ الشَّرُّ تَمَرُّدُكُمْ
اتِّبَاعَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَاتِّبَاعَ هَذِهِ الْأَمَّةِ الَّتِي وَصَفَهَا
فِي كِتَابِهِ بِالْأَكْمَرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالْمَنْعِيِّ مِنَ الْمُنْكَرِ وَحَقْلَهَا دَاعِيَةً إِلَى رِادَةِ
فِي الدَّعَاءِ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
تَمَرُّدُكُمْ وَصِفَ اتِّبَاعَ بَيْدِهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَآلُهُ
مَعَهُ أَسَدًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ زُكُلًا سَجْدًا يَدْبَعُونَ فَمَا
مِنْ اللَّهِ وَبِرِضْوَانِ نَسَمَاهُمْ فِي وَجْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ
مَنْلَهُمْ فِي التَّوْقَاتِ وَسَلَّمَهُمْ فِي الْأَجَائِلِ وَقَالَ يَوْمَ لَا يُخَيَّرُ اللَّهُ
الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ تَوَّرُّهُمْ تَسْمَعُ نَكَيْتَ أَيْبِيَهُمْ وَأَيَّائِهِمْ يَقُولُونَ
رَبَّنَا آتِنَا نُوْرًا وَاعْظِمْنَا لَكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا يَعْنِي أَوَّلًا

۱۔ علی صیرو، ادا من تبعی۔ سرور کہہ رہی ہیں سب کو پہلی جنہوں نے حضرت کی ہر دی کی آپ پر بار بار
ان کی نصیحتیں کی ہیں اور جو آپ کے خلاف کیا ہے اس کی طرف رجوع ہوئی ہیں کہ قبول کیا کہہ رہی ہیں
نیک کیا اور نیکوئی کے علم کو جو شکر ہے اور یہی علم کہ اللہ علیہم السلام اتباع کا دیکھا اور اس سے کہ اتباع کے ہر ایک
اور معروف اور نہی میں اس کے ساتھ وہی علم کہ اس کی طرف بلائے اور ان کو یہ عورت کا اذن دیا اور کہہ رہی ہیں
اور تیری سر دی کر رہا ہے تو میں کافی میں ہر زمین اپنی ہی کے پر دی کر رہا تھا وہ صبح بیان کیا اور فرمایا (عبداللہ
رسول ہے جو آپ کی صاحب میں کا فردن پر سخت اور اس میں میں تو ان کو کو کس حد تک نہ پہنچی رہتا ہے کہ
معد سے فضل اور عطا کر کے علمائیں ان کی چہرے پر سجود کے نشان ہیں یہ اور کونسا مثل ہی تو ثابت میں
پہل میں) اور فرمایا (حمدن تمہارا کریم اللہ ہی کو اور ان کو جو اس کی سائنہ ایمان لائے اور کافر ان کی ہیں ان میں
ہر گاہ کبھی کسی اور بے ہدیہ چکر پڑی ہیں ہر ان کو ان کے شکر و شری پر قدر سے دیکھ رہی ہیں۔

المؤمنین فقال قد اقم المؤمنون ثم حذرهم ووصفهم کیدا یطمع
 فی الحماق بهم الا من کان منهم فقال فیما خلاهم ووصفهم الذین کفر
 فی صلواتهم خاشعون والذین کفر عن اللغو مؤمنون الی قوله
 لعلی اولک کت هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیما خلدوا
 ثم خلاهم ووصفهم کیدا یطمع فی الحماق بهم الا من کان منهم فقال
 فیما خلاهم به ووصفهم وقال فی وصفهم وحلیتهم ایضا الذین لا یدعوا
 مع الله الہما اخر الایۃ ثم اخبر انہ اشتری من عوالم المؤمنین ومن کان
 علی مثل صفۃہم انفسہم واموالہم بان لہم الخبت یتقابلون فی سبیل
 اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حصا فی التورۃ والانجیل والقرآن
 ثم ذکر وفائہم لہ بعدہ ومباعدہ فقال ومن او فی بعدہ من اللہ
 فاستبشر بالبیعکم الذین یأخذونہ وذالک هو الفوز العظیم فلما نزل
 بعد الایۃ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم

یعنی یہو مؤمنین اور فرمایا (بیشک کامیاب ہو کر آیا ان سے) پیراؤں کا ذمہ بخشی اور ان کا وصف کیا تاکہ
 بڑا ان کی جو اولین سے ہو اور میں اس کے طمع کرے تو ان کی بہت اور صرف میں فرمایا (جو اپنی نمازیں خشوع کرتے
 ہیں اور جو معبود کے سوا عرض ہیں۔ الی اول لقلے۔ یہ جی دارت ہیں جو بہت فروس کی دارت ہوگا ہمیشہ اس میں
 رہیں گے) پیراؤں کا ذمہ بخشی اور وصف کیا تاکہ بڑا اس کا جو ان میں سے ہو اور میں ان کی طمع کرے تو ان کی صف اور حد میں فرمایا
 جو نہیں بچا رہے ہیں اللہ کے ساتھ دوسری معبود کو الیقہ) پیراؤں کی کہ اسنی ان سوسنسی اور جو ان کی صفت
 میں اس کے جانوں اور مالوں کو اس کے عرض میں کر ان کی جی جنت ہوگی اللہ کے راہ میں ان میں ہیں
 رہیں اور میں اللہ کا سوا دوسرے۔ تو رات اور انجیل اور قرآن میں پیراؤں کی عہد کے پورا کرینکا۔ اور
 جنت کا ذکر کیا (اور جو پورا کرے اپنی عہد کو اللہ سے فائدہ ہو تمہاری بیعت کا جو تمہنی کی ہے اور
 بیشک کامیابی ہے) جبہ یہاں آیت۔ ان اللہ استغفری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم

والجنة ثم انهم تبارك وتعالى انه لم يامر بالقتال الا اصحاب هذا الشرف
فقال عز وجل اِنَّ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَكَ بِالْهَمِّ ظَلَمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ لَغَرَضٌ مِنْهُمْ
اقتدي الذين اخبروا من ديارهم بخير حق الا ان يقولوا ربنا الله فذلك
ان جميع ما بين السماء والارض لله عز وجل ورسوله ولا تباعه من
المؤمنين من اهل هذه الصفه فيما كان من الدنيا في ايدي المشركين و
الكفار والظلمة و الفجار من اهل الخلاف لرسول الله صلى الله عليه
وسلم والمولى عن طاعتها مما كان في ايديهم ظلموا فيه المؤمنين من
اهل هذه الصفات وغلبوهم عليه ما افاء الله على رسوله فهو حقهم
افاء الله عنهم وهذه اليهم وانما معنى الله كلما صار الى المشركين يخرج
فما قد كان عليه او فيه فصار جميع الى مكانه من قول او فعل فقد افاء مثل
قول الله عز وجل فان قاتلوا فان الله عفو رحيم و اي رجوعوا ثم قال وَاِنْ
عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَقَالَ اِنَّ طَائِفَتًا مِّنَ الْمُؤْمِنِ

۱۵۰ ارجعت پر خدا تعالیٰ خبری کہ اوسنی بخیران شگون انوکھی سیکھتا کہ حکم نہیں دیا یا یہ خبر عز وجل نے فرمایا
(اذا نزل الیہ جنی انکری کہ رتے ہیں اس میں کسی کو اور نہیں سمجھا ہی اور اللہ انکو اور یہ قادر ہے جو لوگ
کا کہ گئی اپنی گھر و منی ناحق لیکن یہ کہتے ہیں کہ چار پروردگار اللہ ہے) اور یہ کہ اس کو کہ تمام جو کچھ آسمان اور زمین
میں ہو اللہ قاسمے اور اس کی رسول اور اس کی پیروی کرنے والے مومنوں کا ہی جو کچھ یہ صفت ہی تو جو کچھ دنیا
میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں اور اس کے مخالفانوں مشرکین اور کافروں اور ظالم اور فاجر و فاسق
نفسدین ہے اوسمیں اس صفت کے ایمان والا نہیں کہ اس کو اور نہ غلبہ کر کے لیجیے۔ جو کچھ اللہ نے اپنی رسول کو
بطور نبی کے دیا وہ انکا حق ہو کہ اللہ کے اوپر نہ لڑایا اور کھربے کے معنی ہر وہ شئی جو مشرکوں کے طرف
چلی جائے پر لڑائی جس حال پر نہی۔ تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اس کی یہی صفات فار ہے
جیسا کہ اللہ عز وجل کا قول ان فار افان اللہ عفو رحیم۔ یعنی اگر لوگوں میں پر فرمایا۔ فان غرضو اللہ
فان اللہ سمیع علیم اور فرمایا۔ فان طائفتان من المؤمنین ۱۲۔

اقتتلوا فاصلحوا بيهما فان بغت احدهما على الاخرى فقاتلوا التي تبتغ
 حتى تقضى الى امر الله اى ترجع فان غارت اى رجعت فاصلحوا بيهما بالعدل
 واقسطوا ان الله يحب المفسطين يعنى بقوله تفت ترجع فذلك الدليل على
 ان الله بكل راجع لمكان قد كان عليه اوفيه ويقال للشمس اذا غارت قد غارت
 الشمس حين تفت الله عند رجوع الشمس الى زوالها وكذلك ما افاء الله على المؤمنين
 من الزكوات فانما هي حقوق المؤمنين رجعت اليهم لئلا يظلمهم يا قوم
 وذلك هو لما اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ما كان المؤمنين احق به
 منهم وما اذن المؤمنين الذين قاصروا بشرائط الايمان التي وصفاها وقد اذن
 انه لا يكون ما ذواله في القتال بعتة يكون مظلوما ولا يكون مظلوما حتى يكون
 موصيا ولا يكون موصيا بعتة يكون قابضا بشرائط الايمان التي شرط
 الله عز وجل على المؤمنين والمجاهدين فاذا تكاملت فيه شرائط الله عز وجل
 كان موصيا واذا كان موصيا كان مظلوما واذا كان مظلوما كان موصيا بالجهاد

مسألة استتموا فاصلحوا بيهما فان بغت احدهما على الاخرى فقاتلوا التي تبتغ حتى تقضى الى امر الله
 آت - ايسى لوطي فاصلحوا بيهما بالعدل استتموا ان الله يحب المفسطين - ذموا نفسي سے یہ سب کر کے
 وہ دلیل ہے کہ یہ ہر دو شے ہے جو اسی پہلے حال میں لوط آدمی اور یہ کہ بہتر میں بشرط طاعت و عبادت اس سے
 حکم آتا ہے کہ ذوال کی طرف رہتی کے وقت سارہ پر آئی اور یہ سبلی جو کچھ مومنوں کو اللہ نے کفار سے بلورنے کی
 دیا ہے جو وہ صرف مومنوں کا حق ہے جو ان کو صرف اللہ کفار کے ظلم کے اوپر واپس آگیا - اور یہ اللہ کا قول ہے
 (اذاں دیا گیا ان کو جس کی کفار لڑتے ہیں بسبب اس کے اور یہ علم ہوا ہے) مومن - بسبب ان کے زیادہ حق دار
 نہیں تھے اور صرف ان مومنوں کو ان دیا گیا ہے جو ایمان کے شرائط کے ساتھ مستحق جنگ ہیں میدان کو پہنچ
 اور یہ سبلی کہ ان کے لئے القتال نہیں ہونا یہاں تک کہ ظلم مبرا اور ظلم نہیں ہوتا - یہاں تک کہ مومن
 ہوں اور مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ ایمان کے ان شرائط کے ساتھ ظلم ہو جو اللہ کے مومن اور یہاں تک کہ ساتھ
 شرط کی ہے جس جب ایمان اللہ تعالیٰ کے شرائط پر مبنی ہو مگر مومن ہو کہ اگر جب مومن ہو گا مظلوم ہو گا
 اور جب مومن ہو گا ان دونوں نے الجہاد ہو گا - ۱۳ -

بقوله عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم
 لقدير الآية وان لم يكن مستكملا بشرائط ايمان فهو ظالم من بني
 وحب جهاد حتى يتوب وليس مثله ما دونه في الجهاد والدعاء الى الله
 عز وجل لانه ليس من المومنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما
 نزلت هذه الآية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرات
 الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم اهل لهم جهادهم لظلمهم
 اياهم واذن لهم في القتال فقلت فهذا الآية نزلت في المهاجرات بظلم مشركي
 اهل مكة بهم فما اياهم في قتال كسرى وقيصرو من دونهم من مشركي قبائل
 العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لسم
 يكن لهم في قتال جموع كسرى وقيصرو غير اهل مكة من قبائل العرب سبيل
 لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل
 مكة لا اخرجهم اياهم من ديارهم واموالهم لغير حق فلو كانت الآية اما

سبب قول عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير الآية ان
 كي تراهم كوستنكلم تشدد ظالم ہے اور سپر پہاڑ کرنا واجب ہے یہاں تک کہ توبہ نہ کری اور ایسا شخص جہاد کرنے اور
 اذن کو صرف بالائین اذون نہیں کیونکہ وہ اذن مومن مسلمانین سے نہیں ہے جنگ جہاد کا اذن ہوا ہے جہا
 آیت اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير کے باعین جنگ اہل مکہ نے اذکر مشرکین اور مالوسی نکال
 دیا ہے اور یہی تو سبب تم کفار کے اذکر جہاد حلال ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی یعنی عرض کیا یہ تو ہمارے
 میں سبب تم مشرکین کو کہے نازل ہوئی ہے کسری وقیسرو غیر مشرکین قبائل عرب سے دشمنی کا کیا حال ہے بلایا اگر
 اہل مکہ کی زبانی کا اذن ہوتا تو پہر کسری اور قیسرو کے لشکر اور قبائل عرب غیر اہل کسری اور قیسرو کوئی راہ نہیں کیونکہ ظلم کرنے والا
 اذکر غیر مومن اور اذکر مومن اہل مکہ کے قتال کا اذن نہ تھا جنہوں نے اذکر مومن اہل کسری اور مالوسی نکالی کا ظلم
 کیا تھا اور اگر اس آیت سے ۱۲ -

عنتم المباحرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الامة مراققة الغرض عن
 بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فضا من قوا
 من الناس بعد هم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس
 مكلمت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل
 مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلهم نادى الله تعالى لهم
 في ذلك وظلمهم كسرى وقيصرو من كان دواعيهم من قبائل العرب والهم
 ما كان في اديهم ما كان المومنون احق بهم منهم فقد قاتلوه هم نادى
 الله عز وجل لهم في ذلك ومحمد هذه الامة تقاتل مومنا وكل زمان واسما
 الله عز وجل المومنين الذين قاموا واصف الله عز وجل من الشرايط التي
 شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد **فتركان** قائما بتمام الشرايط
 فهو مومن وهو مظلوم ومادون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان
 على خلاف ذلك فهو طائر وليس من المظلومين وليس كاذون له في القتال

۱۰ مرت ہماجریں ہی مرادوں جہاں کے لئے ظلم کیا تو پھر اس سے اس آیت کا مدعا ہی شروع ہو گا کہ
 اہل ظالموں اور مظلوموں میں سے کوئی مافیہ نہیں اور اگر کسی میں ہے تو وہیں ہی اوثقہ جائے جہاں ظالم اور مظلوم کوئی
 مافیہ نہ ہو یا وہ یہاں ہیں تو لے گا کیا اور یہاں کہا لیکن جہاں میں دو طرح سے ظلم ہوا ہے ایک کہ
 تو اور کو گھروں اور مالوں کی ظلم کیا تو ایسی حد کی اس کے ساتھ لڑے اگر کسری و قیصر و غیرہ قبائل عرب نے
 اسے قید کر کے میں ظلم کیا جو مومنوں کا حق تھا تو ایسی ہی حد سے عذر صل کے اجازت سے لڑے اور اس کے
 محنت کے ساتھ ہر زمانہ کے موسم لڑیں گے اور اللہ نے عرصہ ان مومنوں کو احار سامی پر جو اللہ کے اور
 کہ ساتھ قائم ہوں جو اللہ نے مومنوں کو ایمان اور جہاد میں کہیں اور جو ان شرائط کے ساتھ قائم ہو وہ مومن اور
 اور وہ ان کے انجذاب ہی سبب اور جو ان خلاف ہو وہ مومن نہیں ظالم جو ان کے اس کو قتل کرنے والوں پر

ولا بالنتى عن المنكر والامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذلك ولا ما دون
له في الدعاء الى الله عز وجل لانه ليس بمجاهد امثله وامر به عانه ولا يكون بمجاهدا
من قدام المؤمنين بمجاهده او خطر الجهاد عليه ومنعه منه ولا يكون داعيا
الى الله عز وجل من امر به عانه مثله الى التوبة والحق والامر بالمعروف والنهي عن
المنكر ولا يامر بالمعروف من قدام ان يومره ولا ينهى عن المنكر من قد
امر ان ينهى عنه فمن كانت قد تمت فيه شرائط الله عز وجل التي وصف
بها الله ما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وهو مظلوم فهو ما دون
في الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عز وجل في الاولين والاخرين ^{بعضه} وافرأ
عليهم سوا الا من علة او حادث يكون والا ولون والاخرون ايضا في
منع الحوادث شركاء والفر ابيض عليهم واحدة يسال الاخرون من اهل القرية
عما يسال عنه الاولون ويمحاسبون عما يحاسبون ومن لم يكن علم صفة
من اذن له في الجهاد من المؤمنين وليس من اهل الجهاد ليس ما دون له فيه

حتیٰ یقی بما شرط الله عز وجل علیه فاذا تکاملت فیہ شرائط الله عز وجل علی
المومنین والمجاهدین فهو من المأذونین لهم فی الجہاد فلیستق الله عز وجل
ولا یغتر بالامانی التي ینھی الله عز وجل عنہا من ہذہ الاحادیث الکاذبۃ
علی الله التي یکنہا القرآن ویبرء بہنہما ومن حملہما وروایتہما ولا یقدم
علی الله عز وجل بشیء فلا یقدم علیہا فائدہ لیس وراء المتعرض للقتل فی سبیل الله
مرلۃ یرقی الله مرفسہا وہی غایۃ الاعمال فی عظم قدرہا فلیکن امر
لنفسہ ولبرہا ثاب الله عز وجل ولبرہما علیہ فائدہ لا احدا عرف بالمر
من نفسہ فان وجدہا قائمۃ بما شرط الله علیہ فی الجہاد فلیقدم علی الجہاد
وان علم تقصیرہ فی صلحہا ولیقہما علی ما فرض الله علیہما من الجہاد فلیقدم
بہا وحی طاهرۃ مطہرۃ من کل دنس یحول بہنہما وسیرحہما دہا نقول
لمن اراد الجہاد وهو علی خلاف ما وصفنا من شرائط الله عز وجل علی
المومنین والیما ھدین لا یجہادوا واکن نقول قد علمنا کرم ما شرط الله عز وجل

پہنایا کہ اندھے شرط کو پورا کری پس جب دسین اللہ کی شرائط جو مومنوں کو مجاہدین پر ہیں اور اگر
تو وہ ایسے کسی حکو جیہ کا اذن ہے ذمہ خدا سے دہی اور ان جیوٹی با تو کئی امید دن سپہ سچ جسکو
قرآن چیلانا ہے اور جس سے اور جسکو اور ہائے والوں سے اور جسکی روایت سے بیزار ہو یا ہی فریب نہ
کہا دی اور اللہ عز وجل پختہ کے ساتھ ہیں قہمی مگر کی کیونکہ اللہ کے راہ میں تعرض کرنے کی سزا
کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے اللہ دیوی اور وہ امید و نگرانتہا ہی اپنی قدر کی عظمت میں پس
چاہی کہ کتاب اللہ کو اپنی نفس کے جیسی کج بنا دی اور اس پر ہیں کہ کوئی کہ اپنی آپکو اپنی نفس سے زیادہ کوئی
بجائی والا نہیں اگر اپنی نفس کو اللہ کی آٹھ نہر قائم ہادی تو جہاد پر پیش قدمی کری اور اگر کوتاہی
سمجھی تو کسی اصلاح کری اور دن شرع پر قائم کری جو اللہ نے جہاد میں مقرر ہے میں پر میں کچل سی جو
ادسین اور جہاد میں حاضر ہتا ہا کہ صاف ہنک پیش قدمی کری۔ جو لوگ کہ جہاد کا ارادہ کرنا لے دن انہما
پر نہیں ہیں جو مومنین مجاہدین کے ہیں ہم انکو یہ نہیں کہتی کہ وہ جہاد نہ کریں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمیں
نکو کے ملادیا ہی جو اللہ نے ۱۷

علی اهل الجہاد الذین بايعهم واشترى منهم الفسهم واموالهم بالجنان فصل
 امر ما علم من نفسه من تقصير عن ذلك ولم يعرفها على شرائط الله فان رأى انه
 وفي بها ولو كانت فيه فانه ممن اذنت الله عز وجل في الجهاد وان ابى ان لا يكون
 مجاهدا على ما فيه من الضرر على المعاصي والمجام بالانذار على الجهاد بالتميط واللعن
 والقدر وم على الله عز وجل بالجمل والروايات الكاذبة فلقد عمره جماعة لا تفرق
 فيمن فعل هذا الفضل ان الله عز وجل ينصر هذا الدين باقوام لا خلاق لهم بين
 الله عز وجل امره وليجد ان يكون منهم فقد بين لكم ولا عذر لكم بعد البیان
 في الجمل ولا قوة الا بالله حسينا الله عليه توكلنا واليه المصير انتهى جزوه
 اس حیات کی عبارت اس میں ترجمہ بیان حاصل مطلب نہیں ان میں سے خوف طوبت
 ترجمہ در حال طلب بیان کرنا ترک کر دیا ہو اس میں ہم ترجمہ در حال طلب نہیں کیا ہے لیکن چند فوائد
 جو بدلتے اس حدیث سے واضح ہیں بیان کر کے اس پر مدعا کی ثبوت پر جو اثبات خلافت سے
 استدلال کر سکتے ہیں اس واضح ہو کہ راوی کہتا ہے کہ یعنی امام جو جو صفات سے
 سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت کے لئے ایک کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر مومن سے
 کہ سب سے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کے کسی کو حلال نہیں یعنی عرض کیا
 ان دن اہل جہاد سے شرط کی ہے جنگی جانور اور انسان کو جنت کے بدلے خرید پس آدمی اپنی نفس میں اس
 جو کوئی نامی دیگر اس کی اصلاح کری اور اس کو اللہ کے شرائط پر پیش کری پھر اگر دیکھی کہ وہ ایمان پوری ہو گئی
 میں تودہ نہیں ہے جنگو جہاد کا اذن ہے اور اگر باوجود معاصی اور حراموں پر اصرار کے اور خطر اور اندیشہ ہی نہ
 کہ ساتھ جہاد پر اللہ کے اور نادانی اور جہوشے روایتوں کے ساتھ اللہ عز وجل پر پیش قدمی کی اس کو
 غائی کہ مجاہد ہو جس کو اپنی زندگی کی قسم جو یہ کام کرے اس کو باہمیں حدیث وارد ہوئی ہے (محققین ہند
 عز وجل اس دین کی اسی قوم کے ساتھ مدد کرتا ہے جنگو آخرت میں حصہ نہیں ہے پس آدمی کو چاہیے کہ خدا
 سے دڑی اور خوف کری کہ ان میں سے ہو۔ بہت سی روایتیں بیان کر دیا ہے اور بعد بیان کے جہل میں ہتھاری کیا
 کہہ دینے والا بافتہ حسينا الله عليه توكلنا واليه المصير ۱۲ —

وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ سب کی شراٹھ ہیں جو لوگ جمع شراٹھ ہوں وہی ماذن نے الجھاد
 ہو کر مینی ہرم کیا بیان کیجی فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اسکو درجات مقرر فرمائی ہیں اور درجہ بدرجہ
 بیان فرماتا کہ آخر میں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مومنین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہ
 لوگ صدق آیت محمد رسول اللہ والذین مع استواء علی الکفار
 رجاء بینہم الابرار ہیں پھر انکو اوصاف نذر جہ آیت قد اخلص المومنین الذین
 ہم فی صلواتہم خاستون الایۃ کے ساتھ متصف فرمایا کہ انہیں بچوں کے طمع ترک
 کر جو انہیں ہی ہو پھر انکو اوصاف آیت والذین لا یدعون مع اللہ العائن کے ساتھ
 بیان کیا پھر خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے انکو النون اور جانکو جنت کے بہرہ خرید لیا راہ
 خدا میں مامورین اور مرین جب یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ انتہری من المومنین
 انفسہم الایۃ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اسیر بناوا رہا ہے کربقا بکرتا ہے
 یہاں تک کہ مقتول ہوتا ہے کیا وہ شہید ہے تو یہ آیت نازل ہوئی المانیون
 العابدون الحامدون الایۃ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور یہاں شراٹھ
 شہادت اور جنت کا واسکو ہے جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو کر مقتول ہو پھر خداوند
 تعالیٰ نے خبر دی کہ خدا نے کیونکو قاتل کا امر نہیں کیا مگر جو لوگ کہ ان شراٹھ کے ساتھ
 متصف ہوں چنانچہ ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون باہم ظلموا الایۃ اور یہاں شراٹھ
 کہ نام ہستیہا مابین لہا والارض خدا و رسول کی اور ان مومنین میں جو ان اوصاف کے ساتھ
 موصوف ہوں پس جو کچھ کفار کے قبضہ میں ہے وہ سب مومنین موصوفین مابین
 کا ہے لیکن کفر نے مومنین پر ظلم کیا اور انہیں غالب ہو گئی اور جب ظلم ہوئی
 تو مافون نے الجھاد ہوئی اور ظلم نہیں ہوتا جب تک کہ مومنین نہ ہوں اور مومن
 اور وقت ہو گا جب شراٹھ ذکرہ کے ساتھ متصف ہو۔ پس جو شخص شراٹھ
 ذکرہ کے ساتھ متصف ہو گا مومن ہو گا اور جو مومن ہو گا مظلوم ہو گا اور جو مظلوم

و فون نے اچھا دیکھا کہ بیل تو لہتا ہے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا اللہ
 جب یہ آیت ہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنگ کو کفار کے لئے اون کی گہرونی نکال دیا ہوا
 تو اون کی لیے سبب اون کی نجات کی کہ جہاد حلال ہوا۔ یعنی عزم کیا کہ یہ آیت ہاجرین
 کو لیے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ اون پر اہل مکہ نے ظلم کیا تھا ہر کیا وجہ ہے کہ کسری و قیسر
 اور اون کی مسکین عرب سے کیوں لڑے نہ اونہوں نے ظلم کیا نہ گہرونی نکالا۔ فرمایا
 کہ اگر اون باقتال خاص سبب اہل مکہ کے ہو تو یہ واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال
 کی کوئی سبب نہیں اور یہ فرض قتال ہے تو گوئی ادبہ جانی لیکن اس طرح نہیں جیسا
 تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم و طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہ ہے کہ وہ مومنین کو اون کی
 گہرونی نکالا اور کسری وغیرہ کا ظلم اس طور ہے کہ جو کچھ اون کی قبض و تصرف میں ہے
 وہ مومنین کا حق ہے ہر کفار ظالم نا سبب ہو گئی تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق
 مومنین نے کسری و قیسر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اس طرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے
 دلیل سے کفار کے ساتھ مقاتلہ کریں گی پس اس حدیث سے بدلتا و نسخ ثابت و محقق ہے
 کہ جن لوگوں نے کسر کے قیسر و جہاد کیا وہ ماذن نے اچھا دیکھا اور وہ خلفائین
 رضوان اللہ علیہم اجمعین پس جیسا وہ ماذن نے اچھا دیکھا تو مستند ہوا کہ مظلوم
 کھتی اور مظلوم نہیں ہو سکتا جب تک مومن کامل ہوں تو ثابت ہوا کہ مومن کامل ہی
 اور جب مومن بھی تو ثابت ہوا کہ مستصف بشرائط دار صفا مذکورہ ہی کہ رسول کی
 رفتار و مصداقین کفار پر سخت مومنین کے ساتھ نرم عبادت میں سرگرم بارگاہ خداوندی
 میں اس کی فہم و رضوان کے طالب۔ اون کی خلوص ارادت و حسن عبادت کی وجہ خداوند
 تعالیٰ نے کتب مقدسہ تورات و انجیل میں اون کی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا
 اور دوسری وعدہ مغفرت اور عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور یہی دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق غمسا رہی آخرت میں بھی اس کا نتیجہ اون کو یہ ملیگا کہ

متصف ہوا اور ثابت ہوا کہ خدا رسول کے نزدیک صاحب برکت فیض اور مدارج عالیہ تھی
اور ان کی امامت خدا اور خلافت راشدہ تھی و کسمہ اللہ علی نذک اور نیز اس سے بالبدانہ اوسکا
بھی بالبدانہ پہنچا ہو گیا جو انکی علامہ رضی نے فیج البلاغتہ میں ہجاء پر پونے سے لکھا ہے
حجت یعنی امام کی شرط کی ہے۔ کہ لیل **س** مع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایام مرض الموت میں باوجودیکہ تمام صحابہ کبار و مہاجرین و انصار و انوفت حاضر و موجود تھے
مگر جبرئیل امین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جابجا پیشوا کی نماز سقر نہ پایا اور تمام
حاضرین پر امامت نماز میں تسلیم کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر اور صاف مستحق امامت میں
فضیلت اور تقدم کہتے تھے جیسا کہ جب تخریر خاتم المشکلیں مولانا مولوی حمید علی ریحانی
درجہ نے علیین ائمہ مولائی مجلسی وغیرہ نے بجا و غیرہ میں اسکو روایات نقل فرما کر
جواب دی ہیں قطع نظر اس سے اگر جیسے بابین کو اسکا انکار ہے تو فرما دیں کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اشتداد مرض میں جو شب جمعہ سحر سیکھنے و شنبہ تک مسترد
ہوئے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دو بار کے مسجد میں نہیں تشریف لیا سکا کہ کون
امام سدا اور کسی نماز پڑھائی ظاہر ہو کہ بلا اجازت تو نماز نہیں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے
کسی کو امام مقرر فرمایا ہوگا اور حضرت سادہ کو اصل نہیں پہنچا ہوگا تو آپ نے کسکو نماز کی لہجہ
امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا نہیں ہے کہ یاد نہ ہو۔ قریب وفات کا واقعہ ہے حال اگر بعض
روایت شیعہ نے منظر حفظ مذہب اس کو نشان یا تا سحر فرمائی ہو تو کچھ عجیب نہیں لیکن
ان تاریخ کو کو کچھ چاہی وہ اس قصہ کو کچھ نہ بیان کرتے ہیں غیبات الدین بن ہمام الدین ہاشمی
صاحب جیب امیر انی کتاب میں لکھتا ہے نقلت کہ آیا تم مجاہدی آن ہستہ اس خیار
درستین در وقت آدمی سئل یک نوبت سجدہ شریف پر وہ شرائط امامت بجا آور دی
تا و آخر اوقات مرض تہ روز میرون فتولست آمد دوران ایامہ بموجب اشارت حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم المیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلافت ہووے۔ یہ طبع اور مضمین کے
 بھی تصریح کر چکی ہیں اس پر انکار گویا آفتاب کو شست خاک سے پستیدہ کرنا ہی اور حضرت عواد
 درمکارہ ہی پس باوجود اس کے کہ آپ پر واقعہ منصب خلافت منکشف ہوتا اور جانتی تھی کہ
 بعد اُن کے بعد لوگ خلافت رضوی منصب کر سکیں تو ایسی حالت میں کہ سب اکابر مہاجرین
 و انعیان انصار موجود ہوں اور آپ کا بھر وقت طاعت قریب ہو ایسا فعل کہ ناجو موبہ لوگوں کو
 حقیقت خلافت کو پہونکہ ناسخ لفظ خلافت رضوی ہو بہت بے حسب روایات منکر و حجاب
 کمال استعجاب و الالباب ہے اور تو خود ایسی شخص کہ اکابر مہاجرین و انصار پر امام مقرر
 فرمانا جو شخص عشق و عاشقی کی وجہ سے کہ جو کہ کر نکلا ہو اور صرف ظاہر میں کہ کہہ کر ہو حال
 سورہ بارات وغیرہ نارل ہو چکر تھی دین کی تکمیل ہو چکر تھی ماکاد اللہ لیتہ المومنین
 علی ما انتم علیہ حتی یمید الخلیفۃ من الطیب کا وعدہ اور اسو جکا ہوتا اور حضرت کہ
 ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الابرار الکر
 میں حیرت خیز اور تعجب انگیز ہو پھر منصب خلافت کے کہنے کے لئے اور زیادہ قابل حیرانی
 و تعجب کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن مہول پر یہ لازم ہے تو تحقیق وہ
 اصول ہر موضوع و مقرر اور مخالفین اسلام میں اور فی الواقع حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو آخر وقت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمانے سے یہ ہی نعر
 تھی کہ ان کی خلافت کی طرف یا جو قریب تخصیص کے ہی ہو جاد ہی چنانچہ سقیفہ بنی ساء
 میں جس مسئلہ دلائل کے ایک دلیل بھی پیش کی گئی تھی جبکہ انصار نے برسر وستم قبل
 کر لیا چنانچہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے اور جب انصار نے اس کو قبول کر لیا اور کچھ رو
 حق و چون و چرا نہیں کی تو اور اس کو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور معلوم ہوا کہ انہیں
 ایسا کبری کے لیکر توطیہ و تمہید نہیں ہم اس وقت اس قدر قلیل سیرا تھا کرتے ہیں
 بعد اس کے اگر ہماری فاضل محبت کے کہ ہمیں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی تو انشا اللہ تعالیٰ مفصل

کندارش کرینگ وکیل نامن حضرت امام جعفر صادق علیه السلام جو مامور باظهار حق

تتم اوقفاً انكوا جائزاً بها بل كحب وصيت امة او كوجبة كتم حدث الناس وافهم

ولا تخافن الا الله والشر معلوم اهل بيتك وصدق اياك الصالحين

فانك نے حرز و امان اور ہرگز خفا کی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضوان اللہ علیہ

کرمیضین فرما کے ہیں ہما امامان عادلان قاسطان کاننا علی الحق وماتا علیہ

رحمة اللہ یوم القیامہ - نقلا عن کشف - ارواب عقول اس شہادت کو مدح و تحسین کرنے والوں کو عطا ہے۔

نبوت حقیقت خلافت تئیں پہنچے کہ جس میں میری وجہ سے جناب امام جعفر کو کھسکا تھا۔ وصدقہ مبارک

لغوی معجمین میں جو حب احسن کے آٹھ کلمات ارشاد فرمائی جو مصدق کلام حسنا مندرجہ

بناب امام حسن و حضرت علی بن ابی طالب چنانچه در کتب معتبره مذکور است که این دو تن از ائمه اطهار علیهم السلام بودند.

اس قدر گذارش ہے کہ یہ عرصہ جو کہ کتاب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا

لكن ان مكاتهما في الاسلام العظيم وان المصائب كلها في الانعام

چندین پرچمها را الله جزاها با حسن و با عفو است و نه خوف بکبریا کلایم

عالمین کے لئے اور اس کے لئے دنیا اور آخرت کے لئے ہر شے کے لئے

نابت ہو یا متضمن ثبوت عدل اور ضبط کو ہے اور نہ مستلزام اس کے کہ جو شخص

یا شرح ان کا انہی نے الاسلام علیہ السلام والہ المصداق الہامی اور حق پرستی اور یہ

یہ ہے ان کے نام ہیں کہ ان کے صاحب ہمارے الاندزم بھرج شری

وہ روزی و رزق پروردگار کی طرف سے ہے۔ یہ روزی و رزق پروردگار کی طرف سے ہے۔ یہ روزی و رزق پروردگار کی طرف سے ہے۔

[illegible]

این امین محمدی حجت بن ابی الهیسن که علاوه از این خطبه فیه بلا و فلان

لی صدق پر مبنی خصوص فلقد فوم لاورد وی احمد اصاحیہ

اولو شریعت بیان کردہ اور انکو فتویٰ دے اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈر اور اپنی اہمیت کے

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي هدانا لهذا
الذي كنا لنهتدي لہ
انما نريد ان نعبر
بالعبر
انما نريد ان نعبر
بالعبر
انما نريد ان نعبر
بالعبر

و مسبوحتہ جہا۔ کی عہد امامان عادلان قاسطان کا نام علی الحق گویا ہم معنی
 اور ارادہ میں اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کی کلام کے شرح فرمادی اور جناب امیر کے
 اس کلام میں جو حمد و عاتقہ نہیں لیکن اوصاف مذکورہ قطعاً مستند و مسلم ہیں چنانچہ اللہ بوم العتقہ
 کو میں اس طرح جناب امام صادق سے حضرت امام حسن یعنی اللہ عنہ کی کلام کے بھی تصدیق فرمائی
 کیونکہ حضرت امام حسن بہنو اللہ عنہ نے جب خلافت امیر حیدر رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تھی اور باہم
 صلح نامہ تحریر ہوا تھا تو اہل شرط پھر تحریر ہوئی تھی بسم اللہ ولایۃ المسلمین
 علی اربعینہم بکتاب اللہ وسنة رسولہ وسیرۃ الخلفاء
 الراشدین۔ اور یہاں ہر دو حضرت امام حسن و علی علیہ السلام و راشدین ہر دو خلفاء راہبہ کے اور کوئی
 نہیں جب انکو ارشاد فرمایا اور انکی یہ دینی کا حکم فرمایا تو وہ اگر نے الواقع لازم برحق اور خلیفہ
 راشد ہوں تو امام معصوم کے کلام میں کذب لازم آوے تو معلوم ہوا کہ وہ نے الواقع خلفاء راشدین
 اور انہ برحق تھے اور جو کچھ وہ ہوں نے کیا وہ عدل و قسط ہوتا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 فرمائی تصدیق فرمائی دراپنی اس کلام میں حضرت امام حسن کے ارشاد کی گویا تسبیح کر دی تو اب
 مطابق وصیت نامہ کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ پر پوری طور پر صادق آیا۔ وصدق اباءک
 الصالحین اور واقعی آپ نے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنی ابا صالحین کے پوری تصدیق
 فرمائی۔ اور علاوہ ابن چونکہ حضرت امام جعفر نامور راہبہ ہوا تھے اور بقیہ جابر نہ ہوتے
 اسلیں جو کچھ نامری طور پر آپ نے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور جو کچھ یہ خفیہ طور پر دیکر
 خلاف بیان کرنا جو عبت باللفظ معنی کے نہایت لغو اور بوج ہے اسکو یہ منضم کیا جانا چاہیے
 وہ حضرات کا ایجاد و اختراع محبت ہوگا چنانچہ بعض علما رضی اللہ عنہ کے بعض کی نسبت یہ
 ثابت ہو تا و محکم نے صدوق کی نسبت ایک حدیث میں یہ امر فرمایا ہے وانما افضل
 ذلك لیوافق اهل العدل۔ خود شریف رضی اللہ عنہ نے جناب امیر کے کلام میں کیا کیا کہہ
 ابتری کی ہی کردہ تحریفات یہود و نصاری سے بھی بڑھ گئی پس ایسی حالت میں یہ

زیادتیوں کا کوئی نہ غلط یقین نہیں جاوی جو باعتبار لفظ و نحو کے غلط ہوں باعتبار حالت
 قابل کے غلط ہوں باعتبار قتل کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ انکم صدق پر شاہد نہ ہو
 ایسی زیادتیوں کو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعہ کا یہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی ہیں
 رسولی اس حدیث کا کہنا ہے۔ فلما انصرف الناس قابلہ رجل من خاصۃ یا ابن
 رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی ابی بکر وعمر فقال نعم ہما اما ما اهل النار
 کہا قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اٰیۃً یَذَّکَّرُوْنَ اِنِّی الْبَارِءُ مَا الْعَادِلَانِ
 فلعد ولهم عن الحق کقولہ تسالے وَالَّذِی کَفَرُوا بِرَبِّہُمْ یُعَذِّبُوْنَ واما
 القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ وَاَمَّا الْعَاسِطُوْنَ فَکَاۤتُوْا جَعَلْنٰمْ حُطٰٓا
 والمراد من الحق الذی کہنا مسبقین علیہ ہوا میرا المؤمنین حبیب
 ازید و غصباحہ والمراد من موثقما علیہ انہما قاطع عداوتہ من غیر ذلالتہ
 عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانه کان رحمۃ العالمین و سیکون
 خصما لہما ساخطا علیہما منتظما عنہما یوم الدین انتہی۔ اہل دانش و نصرت اس زمانہ
 کہ جو درات شیعہ نے فرمائی ہیں بلا خلاف فرما دیں حضرت شیعہ کے علم و فضل و عقل و انصاف و دین و ایمان
 کہ دو دین اس حبیب میں ہم پر تو یہ بیان کر کے کہ میں اس شخص مخفی میں اس کو سوا ہر محسوس کیا جاوے
 پوری طور پر مقید ہوں کہ اگر بارگاہ حق میں جن جوان اللہ علیہم رحمۃ جبرئیل کے ہوتے ہیں لیکن اگر اس زیادتی
 سے جب لوگ چلی گئی تو ایک شخص نے پھر خواص میں سے پوچھا کہ ای رسول اللہ کے فرزند بھی اس سے محبت

جو اپنی اوپر کر کے حق میں فرمایا۔ فرمایا ان - وہ دونوں دوزخ میں نکر امام ہیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرمایا (اور میں نے
 ان کو امام بنایا کہ گھڑت بلاستہ ہیں) اور یہ کہ وہ عادل ہیں تو یہ حق سے عدول کرتے اور میرے کسب و فضل
 قول کے (جنہوں نے کفر کیا اپنی بددعا کے ساتھ برابر کرتے)۔ اور یہ کہ قاسط ہیں پس تحقیق اللہ تعالیٰ
 فرمایا کہ اسطو عالم دوزخ کا ایندھن ہیں حق میں اس پر جو غالب ہو جائے اور میں نے اس کو ان کی اسی اور اسحق و یساکہ
 اور کوسہ پرفی کسے سر اور کسے بد و ناسینہ کے اس کی عداوت پر سر اور عدا اللہ سے سرور اللہ میں کہ رحمت عالم میں ہیں اور

روان کو صحیح تسلیم کر لیا جاویں تو اس میں بت میں الہام نہیں کے تصدیق ہونگی بلکہ کذب پہلی
 اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرتے ہیں گو ہماری گذارش سابقہ سے اس کی تکذیب بخوبی
 ہو چکی ہے اور علماء کے مخصوص اس زیادتی کی ردایت کو جو وہاں کرتی ہیں جس طرح ہو کر اولاً وہ
 دوسری بات مکتا ہمارے الاسلام عظیم الخ اور کلام - حدیث و فلاح صریح کی اور اس کے ردایت کے
 تکذیب کرتے ہیں - ثانیاً غدار کجانی نے جو جواب اس اعتراض کو دیا ہے کیف ستم ہمسام
 یہ معلومہ و ظاہر و البیر مع قیام الفتۃ ہے ہم ہم - اور وہ یہ ہے - انشاء ان الفرق میں
 اللہ میں معویہ نے اقامتہ دود اللہ و اہل متبعضہ اور امرہ و نواہد ظاہر - اس کے صریح
 ثابت ہوتا ہے کہ راوی جو عادلان فاسطان کے معنی جابران ظالمان کے کٹری میں بخش ہوئے ہیں
 کیونکہ خلفائے کاحد و ثلثہ کو قائم کرنا اور جو جب داور دواہی خداوندی کے عمل کرنا یہی ایسا طرہ
 کہ جب کاشیہ کو بجز اعتراف سے اور خدا ہر کہ عدل و انصاف ایسا نام ہے کہ وہ اللہ کو قائم کیا جاوے
 اور جو جب داور دواہی خداوندی کے عمل کیا جاوے اور جس پر ہوا یہی اسی پر منحصر اور مستحق دعا
 نقیب ہما حجتہ اللہ یوم القیمہ کا یہی اسی پر گواہ ہوتا ہے اور جب یہی وصف سخین میں ہے
 اعتراف علامہ بخانی پالی جاتے ہیں اور ہم جانتی ہیں کہ سیدہ میں کسی کو بجز خاص
 وقت کے اسکا انکار نہیں اور برائے کو جو ہما نہیں سمجھتے تو معلوم ہو اگر حضرت امام نے جو کچھ
 فرمایا وہ اپنی ظاہر پر معمول سے اور راوی جو اس کے بعد میں تحریف فرمائی وہ کذب و رادع ہے
 - ثالثاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور دلائل سے عرض کرتے ہیں جس سے پوری تکذیب اس
 زیادت اور اس کے روایت کے ہوا جاویں - پنج ہلانت میں ایک خطبہ مذکور ہے جسکا عنوان یہ ہے
 واللہ لا سلمہا سلمت امن المسلمین و لہم یکن فیہا جملہ الخ صحتہ الخ یہ خطبہ
 صریح دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تھی کہ اس میں میں مقتدر و پُر
 اور است میں کسی پر جو جو جفا ظلم و زیادتی نہ ہو چنانچہ آخر خلافت خاندان رنگ جناب اس
 تسلیم کو قائم رکھا اور کوئی امر ایسا واقع نہیں ہوا جس سے جناب امیر کو گنجائش مناقشہ ہو

پیرائیں سیم پر آخر تک قائم رہا اور چون چلا کر نالوں انحال کہ جو کتب کلامیہ اور سیم میں موجود ہیں مثل
 کتب معیت نقض علیہ غضب فکد وغیرہ بکتابت کرتا ہے کہ وہ ضعیفہ مضرتہ ہیں کیونکہ ہوا شیعہ
 کوئی فعل یا سرزد نہیں ہوا جس کا اثر خاص یا سیر کے ذات باریکات تک محدود ہو بلکہ جو فعل صادر
 ہو جسکو حضرات شیعہ معرض طعن و قدح میں بیان کرتے ہیں وہ علاوہ جناب امیر کے دوسری
 حقوق پر ہی موثر ہے مثلاً غضب خلافت پر یہ فعل بھی کہ اس سے زیادہ دینی اور دنیاوی حقوق
 اہل اسلام کو کوئی چیز ضرر رسان نہیں ہے چنانچہ خود ظاہر و بدیہی ہے غضب فکد خاصیت
 جناب سیدہ معصومہ کا بلکہ زندہ تمام بنی فاطمہ کا تھا جو تلف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا
 نقصان چند روز جناب امیر کو بھی سمجھ علی بن ابی القیاس پس اگر انکار وقوع صحیح ہو تو مسمیہ
 جناب امیر نے جو کچھ - واندلاسلن باسلک انور سلیمین - انہ - فرمایا وہ جہوت تھا اور اگر
 وہ سچ تھا تو ان لوگو کا وقوع کذب ہو لیکن ہم کہتے ہیں جناب امیر کا ارشاد ہی تھا وہ مرکز کذب
 نہیں لیکن یہاں جو محض ان جیسی لوگوں کو تراشی ہوئی میں جو لاعلم و معیون تھے جیسا کہ
 پرستی پیشاب کرتے تھے جبکہ صراحتاً ائمہ کذب فرماتے تھے جو ائمہ پر افتراء و بہتان باندھتے
 تھے پس انکو کذب کہنا البتہ ذہن قیاس ہے - عرض بدلائل اس زیادتی مشرکہ کی بخوبی کذب
 کرتے ہیں اور علاوہ انکو اور بھی بدلائل عظمیٰ ہیں زیادتی اور اوکی روایت کے کذب کرتے ہیں
 مگر جو خیال قبول ازبغیر اس خیال سے کہ ہر شخص جسکو ذرا ہی عقل و ذہن و علم و انصاف سے
 حصہ ملا ہو گا وہ مجروح و یکہنہ اس زیادتی کی بدانتہا یقین کر سکتا ہے کہ یہ شخص بناوٹ اور جھوٹ
 ہے انکی انتہا پکڑ کر ترک کر دیا ہے و لیل تا مع جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب
 خلق خلافت فرمایا اور میر جو یہ سے مصاحبت کر کے انکو تسلیم فرمائی اور صلح نہ کرنا گیا جو علماء
 تاریخ نے نقل کیا ہے اور ہم سابقین میں اسکی نقل کر چکے ہیں کہ اوسیں چند شرط قرار پائی تھی
 چنانچہ اہل شرط یہ تھے کہ کتاب و سنت و سیرت خلفاء راشدین پر عمل کریں اور میری
 شرط یہ تھی کہ میر کو یہاں حقائق نہیں ہے کہ اپنی جگہ بلکہ خلیفہ مقرر کریں بلکہ بعد اسکی

خلافت شوری کی جو پینچلین اہلین ہوگی چنانچہ عبارت صحیحہ میں ہے **وَلِیْمُ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ**
الرَّحِیْمِ ہذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب و معاویہ بن
 ابی سفیان صالحہ علیہ ان یسلم الیہ و کلا یتا امر المسالحتین علی ان یعمل
 فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیرۃ
 الخلفاء الراشحتین و لیس لمعاویہ بن ابی سفیان ان یعمل الی احد من
 بعدہ بل یكون الامر من بعدہ شورى بین المسلمین انتہی نقل کیا
 ہے دو نو شرطین بدلتی ہیں جو ہماری مدعا کی مشیت ہیں اور ہول شیعہ کے سب سے بڑا
 اور پہلے شرطین بدلتی ہیں جو ہماری مدعا کی ثبوت جو جو ہماری مدعا کی ثبوت
 خلفاء راشدین پر مل کر ہی اب فرمائی کہ خلفاء راشدین کون ہیں جنکو جناب امام صاحبین
 یا راشدین بہ تعبیر فرماتے ہیں اس سے پہلے بجز خلفاء راشدین کے اور کوئی خلیفہ نہیں ہوتا
 تو بجز اس کے کہ خلفاء راشدین سے خلفاء راشدین مراد ہو اور کوئی صورت نہیں اور خلفاء راشدین
 اور بیعت ہو سکتی ہیں جبکہ انکو امامت حقہ اور خلافت راشدہ سونہ امارت فاجرہ تو یہ شرط
 چند وجوہ سے مشیت مدعا سے اول یہ کہ جناب امام علیہ السلام نے انکو خلفاء راشدین سے فرمایا
 اگر نے الواقعہ وہ خلفاء راشدین ہیں تو ہمارا دعائے ثابت ہے اور اگر اعتبار فرض وہ خلفاء راشدین
 نہیں ہیں تو خداوند اللہ امام معصوم نے چوٹ بولا دوسری یہ کہ گناہ سنت کو ساتھ نہ لے کر
 سیرت کو بھی ہماری شرط قرار دیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکی سیرت اتباع سیرت
 میں یہاں تک راستہ ہو کہ جو اسکا اتباع کریگا۔ نے تحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا
 اور انہوں نے یہاں تک اجرائی شعائر شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افعال و اقوال میں
 یہاں تک ملحوظ خاطر رکھا کہ جو شخص انکا اتباع کریگا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت
 سے جدا نہ ہوگا اور یہ تلامذہ کہو کہ وہ خلفاء راشدین تھے اور انکی خلافت خلافت
 راشدہ تھی۔ دوسری یہ کہ جناب امام حسن نے ویرت خلفاء راشدین اب القدر فرمایا

جو خلفہ را ربہ کو متل ہو حسین جناب امیر و دنیا ب خلفہ اٹلے بارہ ترک ہیں نہ ہر گز خجست
 ساتھ اسکا اطلاق جناب امیر بنین ہر سکن اردو دن امتیاز و فرق کے سبک سیرت کو اتباع کو شرط
 گردانا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شرط صلاح میں جسے ان کی نزدیک جناب امیر تھی ویسی
 خلفہ اٹلے تھی اور جسے اتباع سیرت جناب امیر کا پسندیدہ تھا ویسی ہی اتباع سمیت و خلفہ
 اٹلے محسوس پسندیدہ تھا اور یہ عین مدعا اہست کا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دقت تقیہ کا نہیں اور
 تقیہ کی یہاں گنجائش ہے اور کہ بہت کامی ذکر فرمانا کافی تھا یہ جو آپ نے بڑایا اس سے
 حراۃ معلوم ہر سکن ہے کہ یہ آپ کا عقیدہ قلبی تھا اور دوسری شرط بھی ہماری مدعا کو
 ثابت کرنی ہے دوسری آپ نے یہ شرط کی کہ عویہ ابن ابی سفیان کو جنتیا نہیں ہے کہ اپنی بد
 کسی کو طبعیہ بنادی بکا ام خلافت کا میں اب میں طبعیہ مشورہ کے ہوگا اس شرط میں
 کرنا چاہیے کہ نسخہ طور پر یہ شرط مشوری سب سے کہ تقویہ اور جہم کرتی ہے اور اس سے
 ثابت ہوتا ہے کہ جو خلافت بطور مشورہ کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور جب اصل حل عطف متفق
 ہو جاوے وہ امام حق ہے پس اس میں مرجع حقیقت خلافت خلفہ اٹلے ثابت ہوتی اور
 ہوا کہ جو حضرات ثبوت نے نص کو شرط امانت قرار دی رکھا ہے یہ باطل ہے و عمل
 کا شرف رضی نے بیع البیعت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جو صراحتہً مثبت نہ رہا
 و سبطل مدعی شیعہ ہے ہم اس کو شرح نہیں کیا اہانت سے نقل کرتے ہیں جو کوہ شامی
 میں تحریر فرمایا ہے اپنی مدعا کا ثبوت میں اس کو بھی نقل کرتے ہیں و منکلام کہ
 ادادہ الناس علی البیعة بعد قتل عثمان دعویٰ و التمسوا غیرہ فانما
 مستقبولت امرالہ وجوہ والوان لا تقوم لہ القلوب ولا یثبت علیہ العقول
 وان الامان فانما مات والجمہ قد تکتوت واعلموا انی انجبکم و کبت
 بکم ما اعلمو لہ اصغر الی قول بالقتل و عتب العاتب وان ترکتمو
 فاناکم و لعل اسمعکم و اطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیر اخرکم

تائی کو کھنڈ سوچی جو لاکھوں مسلمانوں کو دین دنیا کی بربادی اپنی ہاتھ سے فرمائی اور اگر کچھ
 فرمائیں کہ بقاء خوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ ہوتا تو ہم گذارش کر سکتے کہ ہنایت
 افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کے لیے ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع
 کرائیں تو معلوم ہو کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہیں بیان کیا بلکہ حکم شرعی ہی پر
 فرمایا علاوہ ازیں اس صورت میں جبکہ لاحقہ اولہ کی ترقی صحیح ہوگی پھر ابن بیثم کی
 شرح جبکہ ہم جلائیہ کی شرح میں نقل کریں گے۔ بالخصوص اس کی کتب ہی اور نیز ترک
 بیعت اور عدم ترک کے حالات کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور بطلان ہوگا
 ہماری فاضل تحبیب کا یہ نسخہ اس سبب کی تاویل میں محض لغو اور لاٹائل ہوگا دوسرا جسٹس
 جناب امیر نے یہ فرمایا کہ علی اس حکم و اطوع حکم من اللہ و تیموہ اس حکم گو یا جملہ سابقہ
 بطور ترقی فرمائے ہیں اور شاید میں تم سے زیادہ اس کی حکم کا فتنی والا اور اس کی حکم کا
 مطیع ہوں جبکہ ہم اپنے امر کا دلی بناؤ اور اپنا نام مسترد کر دو۔ اب ہم جو چہتر ہیں کہ جناب
 امیر کی فیادتی سمیع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کہا ہو۔ جو لوگ ایسی ہیں کہ جنہوں نے
 ادن خلق کو کہ جنکو اہل حق و عدل نے خلفاء بنایا ہو امام برحق سمجھ کر کہا ہو مگر وہ
 تو اپنی غلطی کی وجہ سے سیدر معذرت ہو گئی لیکن جناب امیر نے بھی اگر انکو امام برحق
 اور خلیفہ راشد اعتقاد کر رکھا ہو تو جنو المراد اور اگر آپ نے غلطی سے امام سمجھا اور خلیفہ راشد
 سمجھ کر کہا ہو تو یہ کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت کو یہ نسبت عوام کے زیادہ فرمائی
 ہیں حالانکہ عیناً ہی سمع و اطاعت محض ضروری ہیں جو منہر مضامحت وقت ہی ان نشان
 کے خوف سے اختیار کی گئی اور ضروریات سے قدر بقدر اور قدر ضرورت سے مستحاج نہ ہونے
 پس اگر ضرورت اختیار کی گئی تھی تو وہ کسی قدر ہوئے جس سے ضرورت وقت رفع ہو جاتی
 یہ سنہانا آپ کا کہ جبکہ ہم اپنا دلی امر بناؤ گی میں اس کا اعتبار ہی بہ نسبت زیادہ مطیع
 ہونگا تو یہ زیادتی سمیع و اطاعت کی بجز اس کے ممکن نہیں کہ آپ نے اس شخص کو

جس کا اہل حل و عقد نے امام بنامہ پر شرعاً واجب الطاعت سمجھا ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی اطاعت پر عمل کرے
 واجب الطاعت اعتقاد کریں کہ تو بے شک بہت دوسرے لوگ آپ زیادہ اتیان مہربان ہیں کہ تم
 سونگے اور بدیہی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب الطاعت ہونا اور جناب امیر کا اس کو طبع ہونا بدون
 اس کی ممکن نہیں ہے کہ بر روی شرع اس کو اس کا است و خلافت صحیح ہو عقد ہو چنانچہ ہم اس عالم کی
 ثبوت میں اس سالہ بجزانی کی عبارت کو اس کی شرح سے نقل کرتے ہیں اہل فہم انصاف
 ملاحظہ فرماویں قولہ **واذا ترک کتوبہ** ائمہ ای کنت کا حد کہ فی الطاعة
 لامیرکم بل لعلی اکون اسمعکم و اطوعکم کہ ای لقوة علمہ یوجب طاعة
 الامام وانما قال لعلی لانه علی تقدیر ان یولوا احد ایخالف امر الله
 لایسکن اطوعهم له بل اعصاهم واحتمال تولیتهم لمن کذلک تابع
 فاحتمال طاعتہ له فاتبہ فحق ابراد لعل انتہی بقصد الحاجة بجزانی صحابہ کی عبارت
 اور ان کا تصریح قابل ملاحظہ اولو اہل بارہی و غرض ہے کہ جناب امیر کا اسمع و اطوع ہونا اس وجہ سے
 کہ آپ کے حکم شرعی جو واجب الطاعت امام کے علم میں اور آپ جانتی ہیں کہ امام کے طاعت پر وہی حکم
 شرع واجب ہے اور حد ہر ہی کہ است ثابت ہے کہ شرعاً منعقد ہوا اور امام بر روی شریعت امام
 صحیح ہو واجب الطاعت نہیں ہو سکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جس کو
 امام بنامہ وہ شخص **عنہ** اللہ امام اور واجب الطاعت ہے اور جناب امیر ہی اس کو
 واجب الطاعت اعتقاد فرماتے ہیں اور جب شرعاً امام اور واجب الطاعت ہوا تو آپ کیونکر
 اس کو امام سمجھیں گے لیکن شارح بجزانی نے اس قدر قید اور لگائی کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ لفظ لعل
 سے یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ای شخص کو امام بنامہ کہ جو مخالف
 امر اللہ کے ہو تو اس وقت آپ اطوع ہو گئے بلکہ زیادہ مخالفت اور نافرمان ہو گئے اگرچہ بجزانی
 یہ نہ سنا غلط ہے کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے ممکنہ تغلیط خود جناب امیر بجاواب
 امیر معویہ کے فرما چکے امیر معویہ نے کہا کہ اس خط کے جواب میں حسین آپ امیر معویہ سے

بیعت طلب کی تھی اور پھر فرمایا تھا کہ میری مائتہ پانچ لوگوں نے بیعت کی ہے جن میں ابوبکر
 و عمر و عثمان کچھ مائتہ بیعت کی تھی تو ہم ہی ایسا کر قبول کرو۔ لکھا تھا کہ اگر آپ ہی مثل ابوبکر و عمر
 ہو گئے تو انکی خلافت بیعت اہل حل و عقد سے صحیح ہوئی اور میں آپ سے بگڑ نہ لڑتا لیکن جنس
 مثل ابوبکر و عمر کے نہیں بلکہ وہ دو فقہاء جاری نہیں کر سکتے یا قاتلین عثمان کے حامی ہیں
 تو اس حالت میں بیعت اہل حل و عقد سے انکی خلافت منع نہیں ہو سکتی اور اہل حل و عقد خلافت
 پر آپ پر جو حق بیعت خلافت کے جو عہدات خلافت کو میرے پیچھے نہیں کر سکتا اور اسکی جواب میں
 جناب امیر سے تحریر فرمایا کہ وزعت اضافہ علیہ بیعت خطیبتک فی عثمان
 گنت امر من العاجزین اوردت کما اوردہ وا وادرت کما اصدروا و
 ما کان لہم علیہم صلوات و یقربہم یعمی قافل جواب یہ ہے کہ تو جو چہرے لازم خذلان و قتل
 عثمان کا لگاتا ہے اور جو ہے مجھ کو صالح اور اہل خلافت نہیں سمجھتا اور گمان کرتا ہے کہ اہل حل و عقد
 نے خطا کی ہے جو غیر اہل کے مائتہ پر بیعت خلافت کے گویا بالکل غلط اور غور سے کیونکہ میں ہی ایک
 رجل عاجزین میں سے ہوں جو اب تک حال تھا وہی میرے حال تھا اگر میری ذمہ الزام ہے تو سب
 ذمہ الزام ہے اس میں میں ہی کوئی خاص کام کہ جو سب جہادین سے علیحدہ ہو نہیں کیا پس
 اگر اہل حل و عقد نے مجھے بیعت کی اور میں غیر صالح لای خلافت تھا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گری
 پر مجتمع ہوں اور سب کے سب حق و سادہ ہوں اور یہ حال ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا
 کہ بیعت اہل حل و عقد کی صحیح لای خلافت کے ساتھ نہیں ہو سکتی ہے اور علامہ بقرانی نے
 جو بیعت خالی نہیں کیا کہ اہل حل و عقد سے شخص کہ امام بناوین جو مخالف امر اللہ کے ہمدیہ غلط ہی
 اور جناب امیر کا جواب سر اسر اسکو مذکور لیکن بابینہ ہم اسکو علی سبیل التسلیم کرتے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا اوسے امام کو وہب المظاہرت اعتقاد کرو جسکو اہل حل و عقد
 امام بناوین اور وہ اپنی شہادت اور ترویج شرع میں مخالف امر اللہ کی نہو اور خالص سی
 فی عین جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنے مسئلہ سحرانی کو سچا سمجھو اور ظاہر ہے کہ

جناب امیرزادہ خلافت خلفائے راشدین اسمع واطوع رہے کہ کسی قسم کی چوٹی پر انہیں کی
 باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیہا جن کے شاہین میں انھیں پہاڑی ہیست بہت پرورش و ناز و
 ہون میں اور کلمات قبیح و بیجاں مثل ترین پروردہ نہیں شدہ و غایتیں درخشاں نہ تھے الخ الی آخر
 الکفریات و فانی بلکہ اسمع واطوع رہے کہ وادیا اور فریاد و غنائ کے
 مگر آپ کو خوش نہ آیا۔ بروایت محدودی استیعین جالین اوسوں کے گیارہ مرتبہ میں اضافہ
 سہو آپ ہی سبب از خلافت صلیبی ہیں درخواست کی کہ ہم ابو بکر کو مسجد خلافت سے
 اوتار دیں آپ نے منکر و نہ فرمایا۔ حضرت عباس اور ابو سفیان کے درخواست بحیث کہ
 قبول فرمایا۔ قسم قسم کی اوتھیں اوصاف عقیدتیں جلیلین اطرس طرح کی تھیں و تین سچو
 لیکن اسمع واطوع کی عودہ الیٰ اللہ کی کوہ پڑ سے ندیا پس جب باوجود ان باتوں کو بھی
 آپ نے کسی چوٹی پر انہیں تو اسے زیادہ کون اسمع واطوع ہو سکتا ہے کیونکہ امام کے واسطے
 ہونیکا آپ کو سبب ہوا تو قوی علم تھا اور جب امام بھی خدائے کے حکم سے کسی چیز میں
 سہو تو اسکی اطاعت سے و انحراف گویا خدا کے حکم سے انحراف ہی جو معصیت ہی قطع نظر
 اس سے ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کر چکے ہیں کہ سیرت خلفائے راشدین کی مثل سیرت ملوک
 و سلاطین جائزہ کے نہیں ہے بلکہ ترویج محالہ میں اور احیاء اشعار شیعہ اسلام میں سرگرم تھی
 اور بہت پاس شہرہ شریف نصیب العین اور نہ صرف نظر رکھتی تھی۔ تو جب ایسی خلافت
 کو دینی اسمع واطوع نہ ہوگا تو یہ کہ ہوگی۔ بہر کیف خلفائے راشدین کے زمانہ میں انکی حکم
 کی مطیع و منقاد رہی اور امین کے لیے بھی بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
 فرمایا کہ ہم جب کو امام بنا لو میں اسکا مطیع و منقاد ہوگا اور یہ ثابت ہو چکا کہ آپ کی
 دیادنی اطاعت نہ تھا دیوہ سہی کہ آپ کو وجوب اطاعت امام کا حکم زیادہ معلوم
 و یقین تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام حق اور صاحب اطاعت نہ ہو اور آپ اسکی
 بروی حکم شرع مطیع نہ ہوئی۔ تو انکی امامت مسترد و حق باطل ہوئی اور اس شخص کے

اہم ثابت ہوئی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جس کی امت کو اہل حل عقد تسلیم کر لیں اور متفق ہو کر اہل حل عقد جس کو امام مبالغہ اور غلط فہم کو اہل حل عقد نے امام برحق تسلیم کر لیا ہے اور ان کو امام بنا لیا ہے تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوئی۔ تیسرا جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔ دانا کلمہ وزیر اخیر کلمہ منی امیر۔ یعنی تمہارا یہی دین وزیر ہوں یہ بہتر ہے اس سے کہ میں تمہارا امیر ہوں حاصل یہ ہے کہ میری امارت کو تمہاری یہی پیری و زارت بہتر اور خیر ہے اور ظاہر ہے کہ جس امارت کے آپ وزیر و بشیر اور جن امرا کی آپ معین و فائز و فخر و گمراہ امارت ہی غیر ہوگی اور یہی ہے کہ خلافت تمہارا سابقہ میں جناب امیر وزیر بہت سیر و صحت و جہات میں آپ سی شہرہ لیا جاتا تھا اور آپ کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تھا تو وہ غلافین جنگ و آب و زریں دینی و دنیوی اور خیر و برائی باقی رہا یہ امر کہ یہ خیر تیرے کس امر کے طرف راجع ہے آیا صرف ظاہری دنیاوی سہولت حال کی طرف راجع ہے یا مطلق باعتبار دینی دنیاوی امور کے سب کے طرف عالمی لیکن ہم کہتے ہیں کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہیں اور احتمال ثانی نے بروی اول صحیح و درست ہے کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ حسین دین دنیا کا نقصان ہوا ہے بہر خیر کا اخلاق کی سطح صحیح نہیں ہو سکتا است دین و دنیا کی امانت عامہ ہے جس کو نبیائے دین اور دنیا کی اصلاح حال منوط و مربوط ہی اور امام نہیں رہ سکتے ہیں کہ اس کے احوال دینی اور دنیاوی کے چھل کرنا ہی لیکن تیسری سہولت خود شارع علیہ صاۃ و اسلام کو مقرر ہے ایسا طور و سلی شان میں۔ غزیر علیہ خاتم۔ ارشاد ہے خود خداوند تعالیٰ است و فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکد اللہ و لا یجوز بکد الحس۔ اذ فرماتا ہے و ما جعل علیک فی الدین من حرج۔ پس جب شارع کو یہ سہولت نہ نظر ہو تو اس کو کون انکار کر سکتا ہے ان امام است کا مطلق ہو جاوے گی کہ جو کچھ اذکر مرصی ہو وہ کرمی یہ ہے اگر پہلی سہولت امام نے کیا ہو تو اس وقت جناب کو اس کا فرمانا شایان ہے اور جب کسی امام نے

ایسا نہیں کیا اور نہ لوگ اسکو عادی پتی ہمیشہ امام اپنی رای و مشورہ سے سرکجام مہمات
 کرتے رہے تو ایسی حالت میں آپکا پیرا شاد صرف سہولت حال کی طرف راجع نہیں ہو سکتا
 علاوہ ازیں مطلق خبری بلا قرینہ فرد ناقص بلکہ انقص مراد لیا یہ خود خلافت قاعدہ عرف اور غلط
 ہے تعجب ہی کہ امام مخصوص میں فتہ و منصوب میں الرسول بالفعل ہو اور وہ کہہ ہی اپنی حق کا
 نام نہ لی اور اگر لوگ اسکو چاہیں تو مدفعت اور تعطیل فرمادی اور نہ وہی کہ میری وزارت
 تمہاری ایسی بہتر ہے امارت بقدر بہتر نہیں۔ خبر۔ دعویٰ و التمسوا غیرے تاک مصفا
 نہ تھا لیکن یہ سب سر منصوصیت خلافت کو چل کر رہا ہے اور ثابت کرنا ہے کہ انھوں خلافت
 بیعت اہل حق عقہ پر موقوف ہے چنانچہ ان جگہوں پر جملہ صریح دلیل ہے واعلموا ان اجبتکم
 لکینت بکم ما اعلم و لم اصنع الی قولہ الفاکل و عتبت العاتب اس میں آپنے اجابت کو
 ضمیر تکلف سے ثوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری ٹیم کے اجابت کرونگا تو پھر کو اپنی رای و مشورہ
 اور تم سے اپنی غلطی کے موافق کام لوں گا تو آپنے اپنی عمل و تصرف کو اپنی اجابت میں منحصر فرمایا ہے
 تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل عقد کی التماس کو قبول فرمادیں گے خلیفہ بالفعل اور بیعت
 ہو کر گویا انھوں انھوں طرفین کے ایجاب و قبول اور رضا و تسلیم سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ
 بالفعل امام و خلیفہ نہ تھے ورنہ خلیفہ کو جو خدا تعالیٰ کے کی طرف مقرر ہوا اجابت کے سوا چارہ
 نہیں ہے۔ ان جگہ تکمیل پس منی نہیں رہتا اگر اجمال خلافت اسوجہ سے نہ تھا کہ اس کے
 طرف سے اجابت و تسلیم میں کوتاہی ہے تو پھر ان اجتمعات سے فرمانا مناسب تھا یعنی
 تمہاری طرف سے تقصیر ہے اگر تم اجابت و تسلیم کرو گے۔ الحج۔ پس اس سے خارجہ و بیہ ہوا
 کر دیا کہ داردار انھوں خلافت کا بیعت اہل حل عقد پر ہی اور جناب امیر مرگہ خلیفہ
 منصوبہ صریح ہے جیسا کہ حضرات شیعوں کا وہاں پس محاسن مطالب تحقیقی طور پر اس عبارت کا
 یہ ہے کہ آپ صریح و متبرک زمانہ خلافت نبوت میں کاروائی کا بیان اور اسلامی ترتیب
 بی پایان ہونے والی ہیں تو تعجب نہیں کہ کہیں آپکی خواہش ہوئی ہو کہ یہ کام میری

ماتہ سے کچھ نہ ہو اور یہ جس حالت میں مر گیا تھا اس میں درج ہونے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا
 اور اس کا کام کے لیے کارروائی ان قضا و قد نے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپ کا دست بٹھا کر
 لوگوں کو اس سے کوتاہ رہنا بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ ایک سو سو سال بعد زمانہ خلافت نبوت
 قریب الاختتام ہو چکی اور قریب اس کا شباب بڑھ چکی کے ساتھ بدل ہو گیا۔ اب باہم
 خانہ جنگیوں کی گرم باز آ رہی ہوگی تو یہی آپ کے بیعت کے قبول کرنے میں حائل و تسویف
 فرمائی اور یہ الفاظ صاف صریح طور پر اس مدعا کو ثابت کرتے ہیں فانما مستقبلون
 امر الہ وجہ واللوان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الامان
 قد اغاصت والمجہد نکلت چنانچہ آپ کی زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شوہر
 فتن سے پاک نہ ہوا اپنا ترک کرنا خلافت نبوت مقرر فرم دیا اور ملک عضو من کے زب
 آل ہدیہ حسرت کو ساتھ جناب امیر نے فرمایا۔ انبلیت لقال الی شہدۃ غرض یہ کہ
 اسکی مطلب یہ کہ غرض اور اسکی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جسکو ہم اثبات کے لیے
 میں یعنی نبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ وہ بحول اللہ و قوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہو چکا
 حاد می عشر۔ امام ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب انبلیت میں روایت کی ہے کہ
 عن ابی الاحیر الاکبر قال قال جابر الیوسفیان الی علی بن ابیطالب فقال یا ابا الحسن
 ما بال ہذا الامر فی اضعف قریش واخلها فواللہ ان شئت لاملانا فاعلم
 خیلا ورجلا فقال علی بن ابیطالب طال ما عادیست اللہ ورسولہ والمسلمین فافہم
 ذلک شیدا انا وجدنا ابا بکر لہا اھلہا اس روایت سے نبوت حقیقت خلافت صریح
 ابو الدیجر اکبر سے مروی ہے کہ ابو سفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا اے ابو الحسن
 امر خافت کا کیا حال ہے کہ تو بنی ہاشم کو صلیب لٹیل ترین میں ہے۔ خدا کی قسم اگر تو چاہی تو میں میدان
 سوار میدان پر دروں علی بن ابی طالب سے دریا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور منور نگاہ دشمن راہ راست
 اور کو پہنچا دینا چاہتا ہوں ابھی ابھی کہ کو خلافت کے لیے لڑتا ہوں۔

یہ روایت صحیح ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
 نبوت حقیقت خلافت صریح ہے

بدلتی ثابت ہوتا ہے اور دوسری افلاکین ایسی جو کہ سپر قریح میں توجہ کر
 حقیقت ثابت ہوئی تو اور فکری ہی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہا
 مگر ان - اس قدر کہ ارس ہے کہ جواب اگر صاحب اعانی البوالشج طلی بن حسین اصضمانی
 کو درم اعتبار کا خفیہ پیش کرینگے تو ہم کو کچھ بھی رستہ دروایت کی حالات اور کچھ علماء کے
 تحقیقات عرض کر کے متنبہ کریں گے کہ اس میں ضرورتاً میں آپ کے صحاح کی خبریں
 اور غائب روایات قابل اخراج ہو گئی ہیں اور معتد ضعیف اعتبار ضرور رکھیں ہر چونکہ
 اس میں ہمیشہ میں کسی قدر احتیاط ہو گیا ہو مگر اس میں ایک ایسا جگہ ختم کر کے میں اور اقوال آئندہ
 جواب دہ نہیں - **قول** - جبکہ ہم نے اپنی شرائط ثلاثہ کو آپ کے کتبہ معتبرہ سے
 دراصل ثابت کر دیا اور ہم نے اس کا اہم الہامات ہونا ہی ثابت ہو گیا اور کچھ دیگر قول آئندہ
 ثابت کیا جائیگا تو اب فرمائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا - یا
 اس باب میں کیا ارشاد فرمایا - **قول** - دعوی اثبات شرائط ثلاثہ بدلیل
 محض سنیہ اربعہ سے ناشی ہو کر غلطی کہ ہم نے شرائط ثلاثہ دلائل سے ثابت کر چکے ورنہ
 فی الحقیقت اوکا ثبوت محال ہو گیا کہ جو امور کتاب اللہ و سنت کے خلاف ہوں اوکا
 ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہو چنانچہ آپ کی دلائل کے جواب میں گذارش ہو چکا اور ہم
 الہامات ہونا جو بار بار آکر زبان پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی عادت قدیمہ کی
 موافق یہ بھی یاد نہیں کہ اس مسئلہ میں امتیاز کو فیہ کیا ہے چنانچہ ہم آئندہ قول میں
 جو میں آپ کے اس بحث کی ہر گذارش خدمت کریں گے اور جب شرائط ثلاثہ کا آپ سے اثبات نہیں
 ہو سکا تو یہ سوال آپ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس میں
 کیا ارشاد فرمایا ہے موقع ہے ہاں یہ جو تعبیہ جاری سوال کا ہے کہ جب شرائط ثلاثہ باطل ہیں
 تو فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا
قول - رہا آپ کا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو ہر جہاں بالوافق الخ جیسا کہ

کلام کہ اسلی معنی بیان کی گئی اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھ سکتی تھی وہ ہرگز اسکا مطلب نہیں کہنا
 شبہ رفع ہو گیا جو کچھ جناب سالت تھے اس باب میں فرمایا ہو گا فی ہر کسی کہ اس میں اور اس
 کلام میں کچھ فرق نہ ہو گا اور اگر مخالفت نہ ہو گی اور مردار شاد بچائی خود حق و درست ہوئے
اقول بحوالہ اللہ وقوتہ سر ثابت کرائی میں کہ جو معنی آپ نے اس کلام کے ہمیں سمجھ سکتی تھی وہ
 غلط تھی اور تاہم بلکہ یہی سنی دوسری کلام میں کیسے بتا کر دیتے ہیں اس اس خفایا حق و محقق ہو چکا ہو
 کہ اسکی اصلی معنی اور قوی مطلب ہی تھا کہ جو سمجھ سکتی ہیں بلکہ اگر اسکی سی طرح اگر کوئی حصول سے منع شدہ
 نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں جو کچھ فرمایا وہ اسکی ہرگز نہایت
 نہیں ہو گا **قول** تعجب ہے کہ باب تامل اپنے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہو حالانکہ یہ سنی
 وہ عرض ہوئی میں جو معلوم و دہائی میں وہ اگر تامل کیجائی تو تامل کی بہت گنجائش تھی کہ
 باب تامل نہایت وسیع ہے **اقول** حرج لائل سے سمجھنی باب تامل کو سمجھ نہ کیا ہو
 دو لائل وہ میں کہ جن سے ہمیں اسکی معانی کو چل گیا ہو اور اسباق میں مذکور ہو چکا ہے میں اور میں
 یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہ معنی جو آپ نے بیان فرمائی میں محض خیالی میں اور واقعی اسکی معانی
 تامل نہیں کہا جاتا بلکہ یہ بحریف معنوی ہے پس جس جگہ عبارت بجز ایک معنی لکھی ہو
 معنی کو مختل ہی نہ ہو اور بجز ایک معنی ہر ضوع کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی توجہ
 قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قوانین دلالت کرتی ہوں تو ایسی حالت میں باب تامل مسدود
 ہوا کرتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تامل واسع ہے یہ استخراج کرنا کہ ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے یہ ضرورتی علم
 فضل پر زیبا ہو بلکہ اگر ایسا ہی باب تامل واسع تو خصوص ہر چیز میں مثل اللہ العتاق محمد بنیاد میں
 تو تامل کی تعجب ہے کہ باوجود اسکی خطہ ہر جگہ است مولا کو نص ہے کہ تنجانی میں سمجھتے ہیں اور
 قابل تامل نہیں سمجھتے معلوم نہیں کہ کس دلیل سے باب تامل مسدود فرمایا پس باب تامل کے تحت اگر
 منقش نہیں کہ ہر جگہ جاری ہو سکتی **قال الفاضل** بحسب **قولہ** - باقی رہا -
 اہست ہے یہ سوال کہ خلافت انکو نزدیک اردین میں - الخ سو آؤ لائل کی کچھ ضرورت نہیں

کیونکہ جیسا کہ امر ثابت کو مولا کی شرط کے بدلائل ثابت فرماؤ گے تو اس کا اہم الہامات ہونا ہی ثابت
 ہو جائیگا اس مسئلہ کے کچھ ہی کہا کریں بمقابلہ بدلائل متبرکہ کے ان کا قول کو ٹیکر بغیر ہوگا۔ اقول۔ جبکہ
 بہت بڑا اختلاف اور مابہ النزاع اس مسئلہ میں اختلاف ہے ہر اسی کا ثابت کیا
 اور ایک نزدیک بھی جو امین مطلق اختلاف کا ہے وہ بھی بالآخر منہج بحث امت ہی ہوتا ہے تو آپ
 سوال کی شد ضرورت تھی کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل شرعیہ میں مسئلہ ثابت ہوگا
 تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ ہوگا جو طرفین ایک دوسری لگا رہے
 ہیں یہ قول العبد الفقیر الی مولاہ العفی ایل انصاف و یکھین کہ
 اسنی کیا عرض کیا تھا اور جاری محیب ایک اسکو جواب میں کیا فرما رہے ہیں ہر کوئی چھوڑ دیا ہے اسی
 دلیل سے کہہ سکتے ہیں یا نہیں یہ شخص حضرت کی سخن منہج سے آپ نے سوال کیا تھا کہ اس
 امر میں سے یا نہیں اگر سی تو اصول سے ہے یا قروع سے اس پر بھی عرض کیا تھا
 کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب مسئلہ امت مع اسکی شرط کے بدلائل آپ
 ثابت فرمائیں تو اس مسئلہ کا امر میں سے ہونا بھی ثابت ہو جائیگا اور اصول سے ہونا بھی
 ثابت ہو جائیگا اسکو جو اپنی آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فیما بین اسنت و شیعہ بہت بڑا اختلاف
 امر امت میں جو اور کی نزدیک ہے مطلق خلافیات راجع بہ بحث امت ہے تو اس سوال کی شد
 ضرورت تھی اور اسکو دلیل بھی ارشاد ہوئے کہ ہے کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل
 شرعیہ کے مسئلہ ثابت ہوگا تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہ ہوگا پس اس
 تقریر سے ہماری انتہا عرض کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعا سے کیونکہ ربط ہوا اظہار ہے کہ جب
 یہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزاع ہے اور جب تک اسکا اہم الہامات ہونا ثابت نہ ہوگا تب تک
 یہ اختلاف موجب ضلالت نہ ہوگا تو اس سے صرف یہ بات ثابت ہوئی کہ اسکو اور اسکی شرط
 کی اثبات کی ضرورت ہے جب وہ مع اپنی شرط کی بدلائل سے ثابت ہوگا تو اس وقت یہ
 اختلاف موجب ضلالت ہی ثابت ہو جائیگا پس اسکو مع اسکی شرط کی اثبات کی ضرورت ہے

نہ سوال کی اور بندہ نے ہی یہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے آجکے
 محض دعویٰ ہلا پس فرمایا کہ دلائل سے اذکو ثابت فرمائیجی دین میں اور اصول میں ہی ہونا
 خود ثابت ہو جائیگا تو اس عبارت سے ہماری اکثر اس کے تقویت ہوئی نہ ہماری اکثر اس کا
 جواب ادا اس سے بھی صحیح ہو گیا کہ دعا تو اسد ضروری ہونا سوال کا تھا اور دلیل سے کہ
 ضروری ہونا اثبات امر خلافت کی مع اس کے شرائط کے ثابت ہوا۔ رہا اثبات امر خلافت
 مع اس کے شرائط کے سو اس کی بحث گذر چکی۔ اصل انصاف ملائمہ فرامین سارہ انصاف سے
 بدل اہلین اور بحث اہم الہامات ہونی کی عنقریب آتی ہے اس کی منتظر رہیں **قول**
 محمد بن احمد بن ابی امامت کو مع اس کے شرائط کے دلائل ثابت کر دیا **اقول** جن دلائل
 آپ نے امامت کو مع اس کے شرائط بمع خود دلائل ثابت فرمایا ہر ادن دلائل کی کیفیت است
 بندہ بخوبی واضح کر چکا ہے اور بحول اللہ ثابت کر چکا ہے کہ یہ دلائل ایسی والہی یا وضعیہ
 ہیں کہ اگر کوئی ممکن نہیں کہ قیامت تک ہی ثبوت مدعا ہو سکے **قول** کہ جو عیب سزاوارد بخلاف
 سے نقل ہوئے ہیں اور کین ہی لفظ یعنی اہم الہامات بلکہ اس سے بڑے مشکل اس کی کہ اگر حضرت علی
 علیہ وسلم تقریب عبادت ان ورضیہ مخمور نہ کہ نہ ادا نہی تا جب کہ مدعا باشد حاشا من ذلک
 جو یہ تھا اس آیت دانی ہایت کا ترجمہ یہ کہ وان لم یفعل فما بلغت رسالتہ موجود
 آپ ان عبارت کو نظر فرمائیے انصاف سے ملاحظہ فرمادیں۔ **اقول** آپ کی اس پر
 اور نیز تقریبات سابقہ ولاحقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت وجمیہ سماء است کہ
 اہم الہامات ہوئے کہ بارہ میں تمام علیہ فرمائی اور یہی اہلسنت میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے اس میں
 آپ یہ نہیں سمجھ کر اصل امر النزاع کیا ہے اور کس چیز میں نزاع خلاف ہے۔ آپ کو خواہی کہ
 مترشح ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہم الہامات ہونے اور ہونی کو باہ النزاع سمجھ کر ہوئی
 میں اور یہ سمجھ کر کہ نزاع اس کی ضرورت اور ہمیشہ میں ہے ایسی اصل سنت کی کہ اہلین
 جس کے لفظ ہمیشہ یا اس کو ہم معنی مل گیا وہی ثبوت مدعا کیلئے یہ خود مدعا ہی حالکہ یہ

اہلسنت اور جمیہ خلاف کہ اہم الہامات ہونے کی نسبت
 باہ النزاع کی کیفیت

خیال بالکل غلط اور سرفروغ کیونکہ جس شخص نے حکام کو خصوصاً شیعیہ کا متبع کیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اہم
اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو ستائز نہیں ہے کہ وہ اصول میں سے ہو۔ ممکن بلکہ بہت حکام ایسی
ہیں جو فرعی عمل میں اور نہایت اہم اور ضروری ہیں کیا آپ کے نزدیک صوم و سلق اہم ضروری
نہیں کیا آپ انکو وزیر باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتے۔ پس اہمیت شیعیہ
کچھ ایسی ہیچ نہیں ہے کہ وہ اصول میں سے ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسکی اہمیت بوجہ وجوب اور
الثبوت ہونی کے ہو چنانچہ امتیان بالقرآن فی وجوب احتساب عن المحرمات اسکی سی شاہد عدل
کافی میں اور غیر ممکن ہے کہ اہمیت کسی حکم کی باواسطہ اور بابت منع کسی دوسری ضروری امر کی ہو۔ اور
وسئل کو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مقدمہ الواجب واجب قاعدہ قرار پایا
چنانچہ معنی جو لفظ اہم الہامات کا لکھا ہے وہ اسی اعتبار سے لکھا ہے اور یہ امر سیاق عبارت سے بخوبی
ظاہر ہے اور ہر شخص اسکو سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ فہم سے کام لے پس یہ ضرور نہیں کہ جو بردستی
شرح اہم ہو وہ اصول میں ہی داخل ہو مان یہ ضرور ہے کہ جو امر اصول دین میں سے ہو گا وہ ضرور
اہم اور ضروری ہو گا پس ہم مسئلہ است کو اہم اور ضروری کہتے ہیں لیکن چوں کہ دین میں سے نہیں سمجھتے
اور حضرات شیعہ اسکو اصول دین میں داخل کرتے ہیں تو منشا از ترابع فیما بین اہل سنت و شیعہ
ام خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں ہے بلکہ اصول میں ہونا ہے۔ یہی ہماری حق بات ہے
وہ دلائل پیش کرنا جنکا مدلول صرف اہمیت خلافت ہو بالکل داعیات اور پوچ میں جنکا منشا
یہ ہے کہ مسئلہ از ترابع کو یہ نہیں سمجھا اور تعین محل نزاع کا اسکو معلوم ہوا نہ وہ دلائل اس
قابل میں کہ ہم انکو نظر التفات سے دیکھیں اور اصل وجہ اس نزاع و خلاف کے فیما بین اہل
شیعہ و خلافت میں ہے کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ عباد پر واجب ہے کہ یکو اپنا خلیفہ بنا دیں اور اہم
مقرر کریں اور شیعہ کے نزدیک اس میں عباد کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہے
کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرمادیں اہل سنت کے نزدیک جب استخلاف عباد پر واجب ہے تو اسکا
وجوب سلب انکو عمل کے ہو یہی فرعی عملی ہوا۔ پس یہ بہت بے ہمتی کے اسکو ابطال کے لیے وہ

دلیل قاطع اب ہوگی جو اس سارے فرعی ہونے کو باطل کر دے اور اصولی ہونا ثابت کرے اور اس کے
 کو جو دلیل ازائمہ نقیضہ نقل کی ہو وہ ہر مفید مدعی مجیب نہیں ہوگی کیونکہ اس کے اثرات ہوتا ہے کہ پہلے پہل
 کہ خلافت فلیضہ مختوم ہے وہیں اور یہ سب لازم اس کی اصولی ہونے کو ہرگز نہیں ملے گا مگر ثابت ہو
 کہ فلیضہ مختوم ہی عباد پر ہی اور ان کے عمل کے متعلق ہے تو اس سے یہی اسکافعی عملی ہونا ثابت
 ہونا اول میں ہی ہونا۔ روائے آیت دان لم نقل فمالجست رسالۃ صریحہ لال اس معابر
 اس سے ہی زیادہ قوی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام و جوہر حضرت
 و نہ ب ملاحت و کرامت اور علی بن القیاس قصص و امثال و منشاہات وغیرہ سے نازل ہوئے
 اور جنکی نسبت حکم سے کہ عباد کو پہنچا دو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو کر اور ان سے
 تبلیغ فرادین اور کسی میں اختلال کو تاہی نہ فرادین خواہ وہ اہم اور غرضی مثل فرانس کے ہوں یا ہون
 ہرگز انہی میں محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سے کسی امر کی تبلیغ میں اختلال فرما
 خواہ وہ امر فریادین سے ہو یا ہو تو یہی تبلیغ رسالت میں کو تاہی ہوگی اور مضمون آیت
 دان لم نقل فمالجست رسالۃ صادق آویگا۔ پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیت کیستہا
 لانا سارہ لاطائل ہے پس ان ہمارے کو ہماری فاضل مجیب لیغور ملاحظہ فرمائیں اور عقل و منشاہات سے کہیں
 معنی انہی پر جتنا اور یہی ثبوت ہے جو صحابہ کرام کے آپ فضاہیت کے مستحق ہیں اور یہی
 معظمت اختلاف کا ان کا فضائل کو ہی مفہاد کرتے ہیں وہ ہی ایکوایا اہم الہامات سمجھتی ہیں کہ یہ
 کائنات و غیر موجودات کی نسبت اظہر بدون پتہیز و تحقیق کی جو یہی اور اس کی طرف آپ کی
 صحابہ کرام تو چہ ہی نبوی اور عقیدہ بنی ساعدہ میں تالی نے اول کو خلیفہ عباسی دیا اب فراموشی
 کہ اس میں یہ جلد ہی عجائبات کہ اسے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور عظمت الہامات
 کی ہمدی اور ثبوت پر وال سے خلافت کے اہم الہامات ہوں کی غرض سے کہی با کسی اور غرض سے
 مفصل ارشاد ہو اور یہ حال کل کتب احادیث و تارخ و سیر میں درج ہے اور ہمیں تو
 طابع الہوت کو ہی ملاحظہ فرادین اس میں بعینہ ہی لفظ یعنی اہم الہامات تحریر ہے

اقول اس مسئلہ میں یہی وہی خرابی موجود ہے کہ ہماری فاضل نجیب نے استدلال غریبیہ کو
 اثبات مطلوب پر اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اس کو دیوگ لکھی اور حضرت
 لفظ اہم لکھا ہے کہ یہی وہی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ التزاع کیا ہے اور اگر یہ ثابت ہو گیا تو اس
 خصم کا کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شاہ اس حیاد و شرم کو سقیفہ نبی علیہ
 رحمۃ اللہ جو اپنے استدلال فرمایا ہے بالکل لاطائل و لوح ہے کیونکہ غایتہ مانے الباب اگر اس سے
 لازم آتا ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امین خود میں ہیں کہ جو ہم
 متعارض پیش کی ایک امر کو جو زیادہ اہم تھا دوسری معتکم فرمایا۔ پس اس سے جو بجز اس
 کہ یہ ثابت ہو کہ خلاف اہم اور دوسری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سوا اس کا کوئی منکر
 نہیں ہے جو حضرت فرائض و واجبات علیہم وہ سب اپنی اپنی رتبیہ میں اہم اور دوسری پر کمتر ہے
 نزاع اس میں ہے کہ خلاف اصول میں سے ہے یا فرع میں سے اس کی ایک حد ثابت ہے
 کہ خلاف اصول میں سے نہیں ہے بلکہ فرع میں سے ہے کیونکہ جو لوگ شریعت کی حیثیت سے
 بنی ساعدہ تھی وہ سب علم و فہم و خلیفہ اول و خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما واجب خلاف کو
 منکر و مخالف است اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ واجب اور کمتر نزدیک
 داخل فروعات تھا۔ رہا یہ امر کہ خلاف کار انجام بخیر و تکفین نفس اطہر و اقدس صلوات اللہ
 علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تھا یہ خود ظاہر ہے کہ خلاف ایسا مقدم ہے کہ اس پر حکام
 بنادین و اسلام اور تقاضا میں موقوف تھا اگر اس میں تزلزل آتا تو خدا کا ہواستہ تمام دین
 ہی درہم برہم ہو جاتا اور بخیر و تکفین کی تاخیر کو کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور ہمیشہ فائدہ
 کہ ہم الامین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر غیب یہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت
 خلفائے رضی اللہ عنہم میں اس خوف سے کہ اگر میں خلاف کا مطالبہ کروں اور وہ میں منقشہ
 کروں تو یہ تمام لوگ جو ظاہر و باطن کا فریق ظاہری اسلام سے ہی پھر جاوے گا
 اور تنہا اور کٹری ہوگا اور خلاف کا مطالبہ فرمایا اور اس کو ترک کیا اور جو امر کر

توحید و نبوت کے اصول بن میں ہوتا اور کچھ ہی ذرا لے کر گویا جابیر رضی اللہ عنہ نے موت
 اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول الین سے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو نسبت اصول بن کے اہم الہامات
 سمجھا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ اگر نزدیک کفر و نفاق اصل اصول بن سے اہم اور ضروری تھا
 معوذہ باللہ بن ذلک۔ اور یہ طعن کچھ بے فتنہ نظر کی تہنیز تکفین کا طرے متوجہ نہ ہوئی
 اسکا جواب ہم اجماع سابقہ میں مفصل گذارے ہیں کہ چار میں حاجت اعادہ نہیں۔ پس اگر اربع
 النبوة وغیرہ میں خلافت کو نسبت لفظ اہم الہامات درج ہو تو وہ ہماری سرگزشت نہیں ہے
 اور نہ ہماری محبت مفید مدعا بلکہ وہ اسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارے ہیں کہ حکم بن
قول شرح عقائد نفی میں یہ عبارت موجود ہے دلالت الائمة قد جعلوا
 اہم الہامات بعد وفات النبی عم نصب الامام حتی قدموا علی الدفن
 ولکن العدد موت کل امام ولان کثیرا من الواحات الشرعیۃ یتوقف علیہ اخر
 شرح عقائد نفی تو شاید اس مسئلہ میں کتب و رسد میں سے جو حضرت مجیب علیہ السلام میں مخرج ہے
 کہ یہ کتاب سے سابقا پڑی ہوگی یہی ہے کہ حضرت امامت کو اہم الہامات نہیں سمجھتے۔ **اقول**
 عبارت منقولہ شرح عقائد نفی سے پسند لال کا شمار ہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل محبت کو
 واقع ہو گئی ہے کہ ابہ التذاع کو فراموش فراد یا ہے اور لفظ اہم الہامات کے بھی ہوئی ہیں جب
 یہ لفظ ملکہ فرط خوشی سے جامہ سے باہر ہو گئی اور اکہین کند کر کے کہ تجھ پر جو بھی
 کر دیا اور سمجھ کر میدان مار لیا یہ اس فہم پر کہ تقدیر دعویٰ اور کیا کچھ ناز و نفرت اس عبارت
 میں بجز اس کہ لفظ اہم الہامات مذکور ہے جو مفید مدعا نہیں اور کون لفظ جس سے ثبات
 ہوتا ہے کہ امامت اصول بن میں ہے۔ اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اہم الہامات
 سے ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ یہ کم اصول بن میں ہے اور فروع میں سے نہیں
 شرح عقائد میں کہ یہی کتاب ہے لیکن اگر کچھ مفید نہیں بلکہ اس نائنہ ہدال کے سطر تو گراست
 ہی ہو تو یہی ثبوت مدعا محال ہے۔ پس اگر آپ ہماری امر امامت کو اہم الہامات

یہی چیز سے تعجب فرادین تو کچھ تعجب نہیں لیکن تعجب یہ کہ خود ہی سوال فرادین لڑائی
 نزدیک خلافت امروزیں میں سے ہو یا نہیں شق اول میں اصول میں سے ہو یا فروع
 (س) اور خود ہی پہول حادین یا پہولا دیوں فقہاء جو امر واقعہ میں اہم ہی وہ کسی
 مانع نہ مانع نہ شیخ حضرت نہیں اہم اہم ہی ہے کہ حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہو کہ خود ہی کہا
 امر کو اہم المہات کہتے ہیں بکا اور سکا ایسا ہونا بہ لائل ثابت کرتے ہیں اور باہمہ خصم
 صف اب میں اور سکو نہایت ہی اخف سمجھتے ہیں **اقول** بے شبہ جو امر واقعہ میں اہم
 ہو اور سکو کوئی مانع یا نہ مانع نہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہو کہ اختلاف
 یا بت مبارک دخل اصول ہونے کے اہم ہو تو یہ ہر سلسلہ غلط ہو سو قہر آئیے اسکا ثبوت
 کر لیں نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اسکو واقعہ بنا دلیل کیونکہ تسلیم
 کیجا دی۔ اور اگر اہمیت خلافت اسطرح ملحوظ ہو جسطرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہیں
 تو اسکا کوئی مسئلہ نہیں پس یہ اہل سنت کا حال نہیں ہی ہے جسپر آکاؤ تعجب ہو
 یہ حرف حضرت کے علم و فہم و فضل و کمال کی خوبی ہو کہ اہم ہونے اور اصول میں
 ہونے میں امتیاز نہیں فرماتی اور باہم تفرق نہیں سمجھتے اہل سنت کے نزدیک اہمیت
 وغیرہ اہمیت باعتبار حجت و دلیل ہو لیکن اہل سنت حضرات شیعہ کی حالت عجیبہ قابلِ تہنیت
 ہو کہ خود ہی اسکو اہم المہات اور اصول دین میں سے کہتے ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں کہ ائمہ نے
 کبہر خلافت کا نام ہی نہیں لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو مالی نبوت ہو
 ایک کاؤ و منافق کو سنے زعمائے مجتہد یا ان نڈالشی عجاب **قول** حرج ہمنو اسکو
 اہم المہات دلائل ثابت کر دیا تو اب ابکی ہی قول کے موافق اہل سنت کچھ ہی کہا کریں یہ امر
 اہم المہات ہی ہو بقا بدلائل معتبرہ کہ وہ بالار کا قول معتبر نہیں **اقول** بے شک اگر آپ
 دلائل معتبرہ شرعیہ سے امر خلافت کا اصول میں ہونا ثابت کر دیں تو اہل سنت کا قول
 بقا بدلائل شرعیہ کے کیونکہ معتبر ہونا لیکن دلائل شرعیہ سے اسکا ثبوت کہ امر خلافت

اصول میں ہے کہ مجال ہر ایک سلف بزرگ و دانش تو یہ ثابت ہو ہی نہیں سکتا تو آپ
 کی ثابت کرنا کہ اور حکم و آیت اپنی زعم میں اثبات ہو گیا کہ وہ ہمہ قسم کر ہی حکم میں کہ وہ
 ایک شخص نے فرمایا کہ قال الفاضل الحسب قولہ منہذا خلافت اہل سنت
 نزدیک فروع دین سے ہے چنانچہ خاتم الشکاکین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے
 ارادہ الفین میں تصریح کی ہے۔ اقول اگر واقعی امر خلافت فروع دین سے ہے تو منکر ترتیب
 خلافت متنازعہ کیوں ہے حالانکہ مسائل فروغیہ میں ائمہ اربعہ المسنت میں اختلاف
 کثیر ہے اور باہینہ جاردن برحق میں کوئی ایک دوسری کو مبتدع و ضال نہیں کہتا
 یقول العبد الفقیر الی مولانا الفاضل الحسب کہ اس کی حقیقت کی خوش فہم
 کمال انوس ہو کہ حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سے مسائل و احکام میں جگہ نکار سے
 مستحق تکفیر و تنزیل ہو تا ہو اور یہ بھی سمجھ کر جوئی میں کہ سنہ فروع کو مطلقاً ضال نہیں
 کہا جاسکتا بلکہ صرف اویسوت تکفیر و تنزیل کیجا و دیگر جب انکار اصول دین کا ہو گا۔
 حالانکہ یہ اختلاف بالکل سطر اور پل سے کیا یہ بات آپ کو معلوم نہیں کہ کون از ادائے فروع کا
 انکار سے مثل وضو و نیم کے مستحق تکفیر و تنزیل کی ہو سکتا ہو حاصل ہے کہ ضروریات دین کا انکار
 خواہ فروع ہو کیوں نہوں مستوجب تکفیر نہ کہ ہو گا چنانچہ خود یہی ہو اور مسئلہ ترتیب خلافت
 باوجودیکہ فروع میں سے ہے لیکن چونکہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہو سلی اور
 منکر ہی مستوجب تنزیل ہو پس اختلاف تنزیل منکر منکر کی اصول دین میں سے ہے
 دلالت نہیں کرتا علاوہ انکہ وہ مسائل جن میں اجتناب کو منع ہو اور ایک نوع کا خفا یا انکار
 یا اجمال اور کم مضمون و لاغ میں پایا جاتا ہو اور محتملات ناشیہ عن دلیل کی اور نہیں گنجائش
 ہو تو ایسی اختلافات موجب حیرت میں اور یہ اختلافات مستوجب تکفیر یا تنزیل کے نہیں ہیں
 چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت میں جبکہ اختلافات میں وہ اسی قسم کے ہیں اور جب یہ
 موجب توسعہ حیرت میں چنانچہ ارشاد ہو اختلاف امتی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ حتمی مسئلہ

خلافت کوئی اختلاف ہو نہ کہ یہ اصل

مستحق تقلیل کے نہیں ہو سکتے اب ہم اپنی اس دعا کو ثبوت پر آگے منتقل کرتے ہیں کہ علیہ السلام شہید ثانی ہو
 دلیل لاکر ہیں وہ بحث آیتاودین صفحہ ۱۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں اتفاق الجہود من المسلمین
 علی ان المصیب من المجتہدین المتساقلین فی العقلیات التی وقع التکلیف بہا
 واحد وان الآخر مخطئ انما لان الله تعا کلف فیہا بالعلم ونصیہ علیہ ولیاۃ فالخطئ
 لا مقصر فنیقۃ فی العمدۃ وخالف فی ذلک سذوذ من اهل الخلاف وهو بمکان من
 الصنعت واما الاحکام الشرعیۃ فان کان علیہا دلیل قاطع فالمصیب فیہا ایضاً
 واحد والمخطئ غیر معذور وان کان مما یفتقر الی النظر والاحتیاط فالوجہ
 علی المجتہد استقراغ الوسم فیہا ولا اثم علیہ حیث قد قطعاً بغیر
 خلاف لیبیار یہ۔ پس اپنی شہادت کی شہادت کو بلا خطہ فرمائی اور اپنے
 استدلال کو یکجہ کرکے یہ تو شرعی نہیں لیکن اس قدر گزارش کرنا باقی گیا کہ قادم فرق شیعہ و کنبہ میں
 جو کچھ اصول دین میں تکاذب و تجاھد ہو خصوصاً فرق شیعہ امامیہ میں جو کچھ درباب است
 اختلاف ہو اوسکی نسبت ہم پوچھتے ہیں ہماری فاضل عجیب فرماتے تو سہو۔ قطع نظر اس سے
 آپ کو اکابر و اسلاف مثل شام ابو یوسفی اور حرمین الطوق جیسے مشاہیر کھم کے بے اثر و بے اثر

۱۔ جہود ان اسلام پیغمبر میں کچھ نہیں ہو یا ہم ان عقلیات میں مختلف ہیں جیسے عجیب
 واقع ہوئی ہو ایک مصیب یسوا یہ ہے اور دوسرا خطا ہے اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں علم کی تکلیف
 دی جو درجہ ذیل قائم کی ہو۔ پس غلطی اوسکو ملی کہنا ہی کرے والا ہے تو اوسکو ذمہ پابقی رہیگا اور میں
 اہل خلاف میں کے چند لوگوں نے خلاف کیا ہے اور وہ صنف کے نہایت مزید میں ہے اور لیکن
 احکام شرعیہ اگر ان پر کوئی غلطی ہو پس تو اوس میں ہی ایک ہی مصیب ہے۔ اور غلطی
 معذور نہیں اور اگر وہ ان احکام میں ہی ہو جو نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہیں تو مجتہد پر نہیں
 کوشش کی خیر کرنا سہو اور بدوہ خلاف کے جو ذیل بتایا ہو اس وقت اس پر بھی گناہ نہیں ہو۔ ۲۔

میں کہ جو صریح ضروریات دین کے منکر تھے اور اصول میں میں جمہور فرق ہمارے کے خلاف
 تھے اور خداوند تعالیٰ نے شانہ علیہ القیون ملو کہ میرا کہ جسم کے قائل تھے اور ان کی نسبت مفصل لڑنا
 فرامین۔ اچھا فرق منیہ اور فرق ہمارے کو اور ان کی اختلافات کو دینی وجہ اب امین ہا میں
 ثانی دلائل در باب تسلیم خلافت امیر مویہ جو اختلاف ہوا اگر ہمہ سند اصول میں میں سے ہے
 اور اصولی اختلاف مستوجب تفصیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کہ کفر کفر تفصیل کیجیے
 نیز ارم رابع شیعہ اور مسند بن حنفیہ میں باہم امامت میں اختلاف ہوا اگر ایک شخص امین سے
 اپنی امامت کا دعویٰ اور دوسری امامت کا منکر ہوا تو فرامی کہ اپنی قاعدہ کے موجب
 کہ کفر کفر تفصیل کیجیے اور کہ کہ مستبد اور منال کیجیے اور جو کچھ اختلافات کہ فروعات میں ہوا
 اور کہ تو کیا ذکر کردن قول اس فروعی سند کے یہی ان کی خیدہ ثانی نے خلیفہ اول کے
 بیعت کو ٹھکڑا تو ان کو کہ ان میں جناب امیر علیہ السلام دینی ہاشم اور ان کی عشرہ مبشرہ میں امیر
 ہی تھے گھر جلانے کی دہلی کیوں دی اور ان حضرات کا کچھ پاس لیا کیوں نہ کیا نہ دلی
 اختلاف میں اس تشدد کے کیا معنی اقول اگر فروعی اختلافات اگر نزدیک مستحب
 تشدد نہیں ہے تو جناب امیر جناب امام حسین پر ان کو عسل بیت المال سے بقدر ایک رطل کے
 دینے پر کیوں اس قدر تشدد و غضب فرمایا اور کیوں ان کو مارنے کا قصد کیا اور ان کا پاس لیا
 کیوں نہ کیا آپ ہی فرمائی کہ فروعی اختلافات میں اس قدر تشدد کے کیا معنی۔ اور نیز جبکہ خیر
 بیستم شعبہ حق الفیض کے ڈر سے گھر میں ایک کریمہ گبر اور اپنی حقوق و فرائض وغیرہ کا نام
 لگاتے لیا اور جناب معصوم حضرت فاطمہ زہرا سے حضرت کی (بروایات قوم و اہل بیت
 علیہم السلام) کیا کچھ تذلیل و تہین کی اور کسی سی لکھمات نامہ ائمہ مستنکر فرمائی پس اگر
 فروعات مستوجب تشدد نہیں ہوتے تو آپ نے جناب امیر کی کیوں ذلیل و تہین
 عروت فروعات کر لیں فرمائی اور کیوں حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھ لیا تو پاس نہ لیا فروعات میں

مذکور اختلافات بہت ہی تشدد و تشدد ہے۔

اس قدر تشدد و کرم کیا حتیٰ - اسی ہی ایک طرف کہ جناب بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس نے عباس
 جبکہ بے شہادت روایات قوم بیت المال صبر سے کچھ مال لیکر آئے تھے اور جناب میر کو اس امر کی
 اطلاع ہوئی اور آپ نے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو بیچ البدین میں درج ہو اور ہم بحاث
 سابقین کو کفر و کفر میں اور میں یہاں تک لکھا - فان لم تفعل شرنا مکنتی اللہ
 لا عذر من اللہ فیک وکثر ہذا سیف پس اگر فروعی اختلاف مستوجب
 تشدد نہیں تو جناب میر نے فروعیات میں کیوں اس قدر تشدد کیا اور کیوں آپ نے کمال کچھ
 لکھا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر حسن و حسین ایسا کام کرتے تو میں اولیٰ ہی عصا تھوکتا اور باطل
 کو ان کی مظلمت سے دور کرتا پس اگر فروعی اختلاف مستوجب تشدد نہیں ہوتا تو آپ اس تشدد کو
 کیا معنی اور اس کا علاوہ جناب میر نے اپنی محال پر فروعیات میں تشددات فرمائی وہ بھی آپ کو
 نزدیک تسلیم اور ناجائز ہو گا - قطع نظر اقل سے یہ سب یہ بھی آپ کی نزدیک پایا گیا کہ حدود و قصاص
 کا اجرا آپ کی استقامت و تفریق کا عمل سب ظلم ہو اور ناجائز کیونکہ یہ مسوئہ بالاتفاق فروعیات میں باوجود رعیت
 میں ایسا تشدد جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز ہو گا پس اگر اس قدر تشدد نے شریعت کا ایک بہت
 بڑا حصہ ہی ہندم کر دیا اور بنیاد اسلام کو ہی گرا دیا - آپ کے اس ظلم و فہم پر نہایت افسوس
 اور برا افسوس اس وجہ سے کہ آپ نے تمام عمر مناجرہ دانی اور موافق و مخالف کی کتابوں کی
 اوراق گردانی میں گزار دی ہے علی الخصوص تحفۃ اثنا عشریہ تو ازیر ہو گا پیراوسہ پیر حال ہی
 اب خط گذارش ہو کہ تحفہ میں جواب بقصد اخلاق بیت سفید افکہ کہ ضمن میں لکھا ہے
 کہ جناب فاروق کا یہ بقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہو سبب تنبیہ کی حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کو حق میں عیب و تحریق فرمایا تھا حالانکہ جماعت
 فروعیات میں ایسا جب ہی ایسا نہ ہو کہ پس اس کی ترک کے وجہ سے جب آپ نے عید احراق
 صادر فرمایا تو معلوم ہوا کہ فروعیات میں ہی تاکید و تشدید جاری ہوتے ہی اگر آپ
 فن حدیث سے کچھ ہی مس ہوتا تو صد ہا احکام اس مضمون کی ہم ہو چلتی مثلاً چند ہی مقرر

کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوات کو کفر و تقییر نہ پایا نہ حجر کی رکنے کو
 یہودیت و نصاریت کی تعبیر فرمایا۔ جس شرط کو الی نسبت اتہام تھا کہ اسنی انجلی لوڈ ہی کے ساتھ
 نہ کیا ہو حضرت علیؓ کو اس کا قتل حکیم فرمایا آپ نے فرمایا ان فاطمہ بنت محمد سرت
 (اما ذما اللہ من ذلک) نطقت بذا علی بن ابی القیس با سبائہ صدہ اسی واقعات
 فریقین کی کہ بوہنن نکلیں گے جہاں اس پر پونہ سچ دلیل ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں ہندیدات و تشدیدات فرمائے ہیں۔ پس لڑکو
 یا اصول دین میں داخل سمجھو یا اپنی قول سے رجوع کجی اور قائل ہو جی کہ یہ الزام خطہ ہما نوہم
 فروعات میں تشدیدات شرعاً وارد ہوئی ہیں ہنر اس وقت مخوف التحویل چند اشہد یہ کہ گفتفا
 کیا در نہ اگر میری ہا ہی جناب ہی طلب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تقاریر اسکی بہت فریاد
 فریقین کی کہ ہنر مکالہ کہہا دیں گے **قول** فروعی مسائل سے جو جاہل موت جاہلیہ و غیب
 سراسر حالانکہ یہ حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ فقد مات متہ جاہلیہ متفق ہا یہ
 سے جاہل امام زمانہ موت جاہلیہ سے مرنا ہے اگر یہ بات ہو کہ جاہل مسائل فروعیہ کا یہ حال ہو
 تو اگر خلفائے ثلاثہ بعض مسائل نہیں جانتے تھے حتی کہ بعض الفاظ قرآنی کے معنی سے آگاہ نہ ہو
 انکا کیا حال ہوگا۔ **اقول** اس مسئلہ میں بوجہ چند بحث ہے۔ اول قرائن بات کو
 انہست کہ یہ سب پر صحت ثابت کرنا چاہی۔ دوسری یہ کہ یہ ثابت کرنا چاہی کہ سب کا لفظ
 امام سے مراد خلیفہ ہی ہے ہم کئی ہیں ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کناب اللہ ہو جائے احادیث
 لفظ امام کا کناب اور نبی پر کناب اللہ میں وارد ہے۔ تیسری یہ کہ جب است پھر نزدیک
 اصول دین میں ہے اور اصول دین کی اثبات کو یہی دلائل ظنیہ کا ہونا ضروریات سے ہے
 اور یہ خبر بعدت سے صحت خبر واحد ہے اور ظنی تو اس سے اصول دین کا اثبات ممنوع ہے جو چاہی
 یہ کہ جن سچا نہ تو خالی لئے معرفت نبی کو کافی نہیں سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کف
 حضرت مسلمان اللہ علیہ وسلم کے کمال معرفت حاصل تھی اور ارشاد فرمایا کہ یہ سب کا لفظ

حدیث دوم حضرت امام زکریا سے روایت ہے کہ ہنر مکالہ کہہا دیں گے

اِنْسَانُ لَمْ يُولَدْ اَوْ بَدُو اِس كَمَالِ مَعْرِفَتِ كَيْفَ اَدْرَكَ حَقَّ مَعْرِفَتِ اِيْمَانِ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ كَافِي اَوْ مَعْتَبِرِ نَبِيِّنَ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ
 تَوَّابًا مَعْنَى مَنْ يَنْبَغِي مَعْرِفَتُ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ مَعْتَبِرًا مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْرِفَتِ سَيِّدًا وَجُوبِ اِيْمَانِ مَرْدُودًا
 يَدُ وَجُوبِ طَاعَتِ اَوَّلِ بَاطِلِ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ خَدَاةً كَرِيمًا لَمْ يَكُنْ اِس كِتَابِ مَجِيدِ نَبِيِّنَ بَعْجًا اِيْمَانِ مَدْكُورِ
 فَرَايَا بِرِ اِيْمَانِ بِاللَّهِ هُوَ يَا اِيْمَانُ بِالرَّسْلِ يَا اِيْمَانُ بِالْكِتَابِ يَا اِيْمَانُ بِالْعَاوِ سَيِّدًا اِيْمَانُ بِاللَّهِ
 نَبِيِّنَ نَسْرًا اِذَا لَمْ يَكُنْ هُوَ اَوَّلُ اَعْتِقَادِ دِيَانَتِ هُوَتِي تَوَكُّبِ مَعْنَى تَوَكُّبِ خَدَاةً كَرِيمًا لَمْ يَكُنْ شَانِ اَوْ
 كِتَابِ مَعْنَى مَدْكُورِ فَرَايَا اَوْ جِبِ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ اِس كِتَابِ نَبِيِّنَ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ مَعْتَبِرًا مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس كِتَابِ
 اَصْلِي اَوْ اَعْتِقَادِي نَبِيِّنَ هُوَ تَوَفَّرَ عَمَلِي هُوَ اَحْيَا نَحْوِ كِتَابِ اللّٰهِ مَعْنَى اَوْ دُوسَرِي اَشَقُّ اَوْ اَعْتِقَادِي
 ذَكَرَ فَرَايَا اَوْ دُوسَرِي اَسْطَرَحَ بِرِ كَيْفَ اَوْ قَضَاتِ وَنَوَابِ اَعْلَا كَوْثَالِ هُوَ اَوْ ظَاهِرِ كَرِيمِ وَجُوبِ اَعْتِقَادِ
 اِيْمَانِ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 تَوَكُّبِ مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 بَلَا اَوْ كَرِيمِ اَوْ اَعْتِقَادِي كَرَامُورِ فَرَايَا اَوْ اِس حَدِيثِ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 اِمَامِ نَهْا نَفَقَاتِ صَيِّتَةِ جَاهِلِيَّةِ اَوْ دُوسَرِي مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 فَرَدِ مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 وَنَظَرِ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 وَارِضِ دُو اَحْيَا كَرَامُورِ فَرَايَا اَوْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 اِذَا مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 سَكُوتِ فَرَايَا اَوْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس
 اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس مَعْنَى مَنْ يَكُنْ اِس

پس یہ دیکھی محیب کا خلافت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے پر دلیل لا کر خوش فہمی کا یہی
 ثبوت ہے۔ پانچویں محل طعن درجہ لال میں ثبوت جاہلیہ سے کیا مراد ہی اگر موت علی الکفر اور
 وحشیہ سپاہ ثبوت دیکھی اور اگر موت جاہلیہ کے ساتھ شیعہ مراد ہے کہ جیسی کہ جاہلیہ
 میں لوگ خود مرنے سے ہزاروں گنا کوئی امام عام نہیں ہوتا تھا ایسی ہی یہ شخص بھی جو امام
 کو نہ جانے اور اس کا منقاد و ہدف و سر مشرک و زائد جاہلیہ کی مرگھا تو کوئی وجہ صحت طعن
 درجہ لال کی نہیں ہے۔ باقی رہا خلفائے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نسبت یہی کہ بعض مسائل
 نجاشی تھی اور نکاح کیا حال ہوگا سوادل تو اس طعن کی بنیاد پر فاسد سی کیونکہ اول یہ ثابت
 کرنا چاہی کہ ہجری نزدیک جمیع مسائل جزیئہ کا علم شرط ہے و ورنہ خط الفتنہ واجب نہ ثابت
 نہیں تو پھر یہ طعن بعض غرض فاسد علی الفاسد ہے دوسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ بعض مسائل حجاب
 امیر مہدی نجاشی تھے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرتدین کو جلوایا حالانکہ شریعت میں شری
 اسواق نہیں ہے اور نیز جناب امیر نے مخم کو بھی جلوایا اور جناب امیر نے عثمان دجولہ کو بھی
 جاری فرمائی من الامیر من ہر درجہ ابویوب علیہ السلام نے عبد اللہ علیہ السلام
 قال انک ان کتابک انہ کان یفرہ بالوسط و یبغض بالوسط و یبغض بالوسط
 فی الحد و اذا اتی بسلام او حادیۃ لمرید مرکا و لم ینکح بطل
 حد امن حد و اللہ - حالانکہ رفع القلم عن ثلثہ صریح حدیث متفق علیہ ہے
 ابوہریرہ جناب امیر نے حد مرقعہ صاف کر دی من لایخضر من ہر و جاء رجل الی امیر
 المؤمنین علیہ السلام فاقرب بالمرقۃ فقال لہ امیر المؤمنین انقرض عنک من
 کتاب اللہ عز وجل قال نعم سورة البقرۃ فقال قد و هبت ید الی سورة البقرۃ لانہا کما
 من الامیر علیہ السلام کہ ہر دیکھی حضرت علی کی کتاب میں تھا کہ آپ چوری چوری کر دی اور دیکھی کہ ہر دیکھی
 یعنی حد و میں مارے تھے جب کوئی نہایت لڑکا یا لڑکی لائے تھے ہی اور اللہ کے حد کو کوٹھل نہیں کرتے ہیں -
 کہ ایک شخص امیر المؤمنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اس سے کہا کہ تیرا کیا تو مجھ کو جان ہی پڑا اور
 کہ ایمان سورہ بقرہ نہایت عظیم و بزرگوار سورہ بقرہ بدولت بخش دیا - ۱۲ -

ثبوت ہجری میں اس کا نہ ہونا

حدود میں یہ ہندو تھا کہ جہان پر جاری کجیالی تھی اور عقل نہیں سمجھتا تھا کہ عقل
 بالغ پر جاری نفرت تھی اور عقل فرما کی اور خلافت شریعہ ایک قاعدہ گہر و پاکر حسب تکریب
 انوار کر کے تو امام کو اخذ و عشق کا اختیار بھی لیکن حسب بنیہ قائم ہو تو امام کو عشق کا اختیار نہیں
 علاوہ ازین کہ امام ابو جعفر سے من لایخضر من اسی قسم کی روایت بھی وارد ہے
 عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال سالت عن الصبیہ قال
 ان کان لیسع سنین او اقل وقع عنہ فان عاد بعد السبع قدامت بناتہ او
 حتی یدعی فان عاد قطع منه اسفل من بناتہ فان عاد بعد ذلک وقد بلغ سبع سنین
 قدامت یدہ ولا یضیع حد من حدود اللہ۔ اور یہی شرع ہے جو ہم پر جاری
 حدود کا جہان فرماتے ہیں کہ ہم پر خلاف شرع ہو اور حلال و لایضیع حد من حدود اللہ وغیرہ
 سنو یہ بھی ثابت ہوا کہ جعفر سے یہ مسئلہ اور تفسیر نہیں تھی۔ **عقبت** ہا القیاس میں روایت مسائل
 میں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی عاقل نہ تھا پس جو حل خیرا میر و دوسری ائمہ کا ہو گا وہی
 خلفہ راشد کا ہو گا۔ **قول** اگر کوئی عاقل نہ تھا پس جو حل خیرا میر و دوسری ائمہ کا ہو گا وہی
 نہ نہیں اگر کیا کیفیت ہوگی **افعال** اور اگر کوئی عاقل نہ تھا پس جو حل خیرا میر و دوسری ائمہ کا ہو گا وہی
 جناب امیر و دیگر ائمہ کی ہوگی اور جو خلفہ راشد کی ہوگی۔ **قول** اسے اہل المعتمد ہونا ثابت
 کیا گیا ہے اگر کوئی عاقل نہ تھا پس جو حل خیرا میر و دوسری ائمہ کا ہو گا وہی
 نفرتی جو عبا ترین موجود میں **اقول** یہ تم کو اسے یاد ہے جو عنقریب یہ مسئلہ لال اچھا ہوا
 چکا ہے اور اس کا جواب بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ عبادت پر اس مسئلہ کی اہلی ہو سکتی ہے
 دلیل نمونہ ہو سکتی ہے حضرت کے خوش فہمی پر دس **قول** اگر کوئی عاقل نہ تھا پس جو حل خیرا میر و دوسری ائمہ کا ہو گا وہی
 امام ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ اپنی اپنی اہلی سے پوچھا جو چوری کر ہی فرمایا اگر نہات برس تک
 ہوا دس سو حد دفع کی تھی۔ پھر اگر بعد ست برس کے پھر کر ہی تو تو دس کی پوریاں کئی یا جیسے جائیں جتنا تک کہ
 خون آلودہ ہو جائیں اگر پھر بھی کرے تو بار بار تہی چھپے ہوئے چاہے پھر اگر نو برس تک ہو کر پھر بھی کرے تو اس کا
 ہاتھ کاٹ جاری اور اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو نہ لے لیا جاویں۔

صحابی اسکو ایسا ہم اور ضروری سمجھتی تھی کہ بڑی پاک کی محبت کر لے اور خلع محبت سخت
 انہ ہوں۔ آپ صحیح بخاری کی کتاب فتن بابا ذوال غنہ قوم شیعہ صحیح مسلم کی کتاب
 الاماۃ باب من فرق اہل البیت کو ملا ختمہ فرمائی **اقول** بہان ہی اہل
 دینی تدبیری غرض ہمیں موجود ہی کہ ضرورت مطلقہ سے آپ اصلی اعتقاد ہی یہ ہوتا سمجھتے ہیں
 حالانکہ ہم بدلتے غلط ہی چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہی ضرورت ہرگز مستلزم اصلی ہونے کی
 نہیں ہے بلکہ صد افروغات ہی ضروری اور لازمی ہیں اور یہ جب ہو کہ ہم تسلیم کر لیں
 کہ ابن سیرین نے یزید سے محبت یہنا ضروری سمجھ کر کی تھی ورنہ ہم کہتی ہیں کہ اول یہ افواج
 ستانیم تو مع محبت ابن عمر کو نہیں ہیں بلکہ کو ہی تو ممکن ہو کہ بکر اپن بخونٹ سبب
 نقوس نہ ب اموال وغیرہ مفاسد کی ہو اور خلع محبت سے ہی ہو یا سطر مانع آئی ہوں
 پس اچھا ہوتا لال اس سے باطل ہے آخر چناں با امیر وہ بیکہ صحیحہ معنولین لئے ہی تو خلف
 ثلثہ کے ساتھ محبت کی تھی چناں با عقیل حضرت امیر کو جو پڑ کر امیر معاویہ کی خدمت میں پہنچ کر
 چناں با امیر حسن نے امیر معاویہ سے محبت فرمائی محمد بن یحییٰ یزید کو مشیع ہو گئی اور محبت کر لیا
 غرض بکر بن عقیل ابن عمر یا کسی کی ضروری سمجھتی ہے اس مسئلہ کو اصلی اعتقاد ہی اعتقاد
 کرنا سرسرخ ہی اور سود فہم سے ناشی ہی **قولہ** ابن عمر تو اسکو ایسا ضروری سمجھتی
 تھی کہ ایک رات بدن امام رہنا جائز نہ تھی یہو حتیٰ کہ وقت شب حجاج کے گھر پر تشریف
 لائی تاکہ محبت عبد الملک بن مروان فرمادین۔ چنانچہ ابن ابیہ احد یہ شرح فرماتا ہے
 و صاحب حیوۃ الحیوان وغیرہ یہ لکھتے ہیں۔ ان عبد اللہ بن عمر طریق علیہ الحجاج
 بابا لیل لا یسالیح لبعدا الملک کیلایا بیعت ثلاث اللیلۃ بلا امام لانہ مروی عن
 النبی لانہ قال من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ حجازی خلاصہ مطلب اسکا یہ کہ کیا گیا
 اور بعض کتب میں یہ بھی ہے کہ حجاج نے محبت کے لئے اپنی پیر بنیاد دیا کہ ہاتھ خالی نہیں ہے
اقول بعد یہیم سخت روایت مقتضی اس روایت کا یہ ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ

بدون امام کے ایک رات بھی گزارنا جائز نہ تھے جیسا کہ ہمارے فاضل ربیعہ سمجھا کر اور بہت
 ضروری سمجھتے تھے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ابن عمر کے ضروری سمجھنے سے امارت اصول بن بن
 سے ہو جائیگی محض غلطی کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اوسکا ضروری ہونا بھی ثابت نہیں
 ہوتا چاہے ایک اوسکا اصول بن سے ہونا ثابت ہو محتاط اور متور عین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور سن کو
 بھی التزام کے ساتھ ضروری طور پر مثل واجبات کے ادا کیا کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الواقع ضروری
 نہیں ہوتے پس ابن عمر کے اس فعل سے جو بظاہر ضرورت کو موجب خلافت کا ضروری ہونا بھی مفہوم نہیں ہوتا
 اور خاتمانے اباب بعد رو قح اگر بطور متزل تسلیم کر لیں تو اچھا اس سے یہ ثابت ہوا کہ بیعت امام بن عمر کے
 نزدیک ضروری اور اہم الواجبات سے تھی لیکن اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ خلافت مسائل علیہ
 اعتقاد میں سے ہو یہ تو اوسوقت ثابت ہوگا جب ضروری ہو تا مسائل علیہ اعتقاد میں سے نہ ثابت ہو جائے
 اور مسائل فرعیہ علیہ سے ضرورت مرتفع ہو جائیگی اور یہ حال حق قطع نظر اس سے اس روایت کے الفاظ خود اس
 قصہ کو مؤید نہیں ہو کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو حراتہ ترقب موت جاہلیہ کا عدم معرفت امام پر
 ہے تو اس حدیث کے الفاظ سے معرفت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سے یا مراد معرفت ہی
 یا ایمان ہے اور یہ دونو صحیح نہیں پہر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت
 خدا ثابت ہو اور وجوب عقد بیعت بشرط تسلیم فوری نہیں ہے کہ بدون اوسکے ایک رات بھی گزار
 چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمر نے اللہ عنہ کا یہ فعل اس حدیث سے مستنبط
 نہیں ہو سکتا تو نفس اس روایت میں ایک علت قادحہ موجود ہے علاوہ ازین بخاری کی حدیث صحیح اس قصہ کی
 کتب صحاح نہ اسد د خدائے محیی عن سفیان زحدا عبد اللہ ابن دینار قال شہدت ابن
 عمر حیث اجتمع الناس علی عبد الملك کتب انی اقر بالسمع والطاعة لعبد الله عبد الملك
 اصل المؤمنین علی سنة الله وسنة رسول الله ما استطعت وان بنی قد اقر و امثل ذلك
 عبد اللہ ابن دینار نے کہا کہ جب لوگ عبد الملك کی خلافت پر مجتمع ہوئے میں ابن عمر کے پاس
 حاضر ہوا تو میں نے کہا کہ میں بقدر اپنی استطاعت اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المؤمنین عبد الملك کے
 حکم سن کر اور اطاعت کرینگا اقرار کرتا ہوں اور میری بیٹون نے بھی یہی اقرار کیا ہے ۱۱۔

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تھی نہ یہ کہ مشرک روایت عجیب لیبیک کے جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمرؓ حجاج گہر پر رات وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اس نے پانچ سو پھیلا یا ہوا اور اس روایت بخاری سے یہ بھی واضح ہے کہ ابن عمرؓ کی خطی بیعت عبد الملک کے ساتھ ابتدا خلافت میں نہیں ہوئی بلکہ بعد اجتماع و رفع عثمانؓ اس واقع ہوئی اور جب تک خلافت رفع نہ ہو گیا کسی سے بیعت نہیں کی اور بلا بیعت رہے چنانچہ حضرت علیؓ و امیر مویہؓ کے بعد میں بھی انکا یہی طریقہ رہا جو رہا یہ طعن کہ حجاج نے بیعت کر لیا تو پھیلا دیا اگر حجاج پر طعن ہے تو اس نے صد ہا مسلمانوں کو بیگناہ قتل کیا وہ کیا کہہ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمرؓ سے تو یہ بھی بیجا ہے کیونکہ اس میں ابن عمرؓ کا کیا تصور ہے جناب امیر کو ابن عمرؓ نے شہید کیا جناب امام حسینؓ کو نیز یون نے شریعت شہادت چکھایا تو کیا اس سے انکے شان میں خلل آگیا اسلئے اگر حجاج نے بیعت کے واسطے پانچ سو پھیلا یا تو اس سے ابن عمرؓ کا نقصان نہیں ہوتا ہاں حجاج کے خشت پر دلالت واضح ہوتی ہے بس قتل اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہلسنت فروغی کہتے ہیں مگر سب کتب اعتماد و تکرار میں ہی ذکر کرتے ہیں چنانچہ شارح مواقف اسپر تنبیہ پر کہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ انما ذکرنا ہاہی فی علم الکلام ناسیا من قبلنا اذ قد حوت عادۃ المتکلمین بذکرھا و آخر کتبہم المذکور فی صدر الکتاب اس غزو کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اکثر اہل بیت دور کر کے علماء سابقین کے ذمہ لگنا ہے وہ فائدہ جسکا حوالہ صدر کتاب پر دیا ہے یہ ہے فانھا وان کانت من فروع الدین الا انھا الحققت باصولہ و فعالھا فانت اهل البدع و صولہ الامۃ الجہتہ دین عن مطاعنہم کیلای یفشی بالھا صریح الیٰ صود اعتقاد فہم یہ کلام ہی کچھ مفید نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو مسئلہ امت معرفت و امتنا قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں مگر تعلق نہیں رکھتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد ایسے ملک سے ہے کہ اس سے تعلق و قیہ ثابت کریں کیون ہے سادہ اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حد و شرائط و فضیلت امام غیر تصدیق حسن اعتقاد یا لمن یروا اعتقاد ایمین علوم کے قسم سے ہے نہ احوال جماع کی قسم یہی

مسئلہ کو فروغی کہنا کس لئے ہے شاید یہ بھی وجہ ہے کہ شارح نے اس تو جہیہ و تاویل پر اعتقاد نہ کر کے
تخلیہ اسلاف کا عذر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** یہ مسئلہ لال بھی مثل اور مسئلہ لال
کے ہمارے عجیب لبیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے انہم میں یہ بھی نہیں
آیا کہ فیما بین اہل سنت و شیعہ کے وجہ اس نزاع و اختلاف کو کہ اہلسنت امامت کو فروغ میں ہے
کہتے ہیں اور شیعہ اصول میں قرار دیتے ہیں کیا ہے اگر یہ بات آپ کو معلوم ہوتی تو ہرگز یہ مسئلہ
ہمارے مقابلہ میں تحریر فرمائے اگرچہ کسی قدر رہنے پہلے ہی عرض کر دیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں ہی ظاہر کریں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کی آپ کے مسئلہ لالات بے اصل و بے بنیاد ہیں پس
واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل علیہ میں جنکا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ
مسائل اعتقاد دیر ہیں جنکا ایتان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکھتے ہیں اور فریقین
کے مذاہب کو اوسمیں خیال کرتے ہیں تو علمائے شیعہ نے اوسکو اعتقادات میں داخل کیا ہے اور عمل عباد
کو اوسمیں کچھ دخل نہیں دیا اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فروغ میں سے ہے کیونکہ اسکا ایتان متعلق
اعمال عباد کے ہے پس اور یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ فریعات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتی ہیں لیکن
بجب قوت و ضعف ثبوت کو اونکا اعتقاد و وجوب و مذہب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر مذاہب
لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہیں اور اعتقاد ہی ہونا اونکا نتیجہ
اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وہ مسائل فروغ سے خارج نہیں ہوتے اور اصول اعتقادات میں
داخل نہیں کئے جاتے ظاہر ہے کہ صوم صلوٰۃ وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقہیات باتفاق فریقین
عملیات ہیں اور کوئی اوکو علم کلام میں داخل نہیں کرتا مگر باوجود اسکے پہر ایک حکم کا اپنے اپنے مقرر
کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ میں اور اعتقاد و خلاف میں اوسقدر خرابی و برائی
ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و صوم میں لزوم کفر ہے و علی ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ میں کوئی
دلیل تک کہ اس امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھ تعلق نہیں اور اوسکے ایتان میں
عمل عباد کو کچھ دخل نہیں اور وہ محض اعتقاد ہی ہے مفید نہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرمادین

تفاوت اہل سنت و شیعہ کا مسئلہ امامت کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے اور عقائد میں فرق و اختلاف

کہ ہمارے قاضی مجیب کا یہ استدلال کس قدر راہی اور ضعیف بلکہ باطل ہو گیا اس استدلال کا مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین اہل سنت و اہل امامت کو علم کلام میں جو عبارت مسائل عقائد سے بت ذکر کیا ہے تو یہ مستلزم اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ ہی اعتقادی ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ منشاء اختلاف بین الفرقین کیا ہے وہ یہاں صادق آتا ہے یا نہیں آتا اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ذکر کرنا مستلزم اس امر کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جائگانہ ہو چنانچہ خود نتائج موافق و اوس ملت کو ظاہر کر دیا اور بالفرض اگر کوئی ہی علت ہوتی تاہم جب منشاء اختلاف قائم تھا اور صراحتہ اہل سنت نے امامت کے امتیاز کو متعلق بافعال عباد و قرا و عباد ہے اور بالتفصیح اس مسئلہ کو فروغی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تھی کیونکہ جب تک بناء اختلاف قائم ہے اور وقت تک اس مسئلہ کو صرف اس وجہ سے کہ علم کلام میں ذکر کیا گیا ہے اعتقادی قرار دینا سراسر غلط تھا اور منشاء اختلاف سراسر کو کذب ہو رہا دلیل اس امر کی کہ یہ مسئلہ فرعی علی ہے اہلی اعتقادی نہیں ہے یہ ہے کہ خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب مجید میں احکام علیہ اعتقاد یہ کو جو متعلق علیہا بین الفرقین اعلیہ اعتقاد یہ ہیں مثل توحید و نبوت و معاد و جابجا عبارات مختلفہ و عنوانات شیعہ بیان فرمایا کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہے اور تمام احتمالات کے عرق کو متاصل کر دیا اور مسئلہ امامت کو کیسے ہی واضح اور صاف طور پر بیان فرمایا صرف ایک جگہ اولوالامر کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے محال کو ہے چنانچہ فریقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازیں اطاعت خود متعلق باعمال عباد اگر یہ مسئلہ اصلی متعلق باعتقاد و عباد ہو تا تو خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب میں مثل اہل اعتقاد کے اسکو ہی کیوں ذکر فرماتا اور بزرگم شیخ ایسے اس فرض سے کیوں سبکدوش ہوتا اور ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ عجز سے تو مستند ہے پس جب دُسنے اسکا ذکر کہیں نہیں فرمایا اور یہ مسئلہ اس قبل سے نہیں کہ عقل اسکا ادراک میں مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حق و قبح شرعی ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم کا اسکو ذکر فرمانا احوال فریقین پر صریح دلیل ہو کہ یہ مسئلہ

مسئلت کوئی نہیں ہے

اصلی اعتقاد ہی نہیں ہے اور اگر یہ نہیں تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند تعالیٰ
 شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب جو اور نے الحقیقت اب تک تکمیل نہیں ہوئی
 سبحانہ و تعالیٰ علو اکبر ایگر یہ کہ برو عقول حاکمہ خداوند تعالیٰ شانہ کو ہی موبالتقیہ کریں تو البتہ
 اس اشکال عصال ہی شاید کچھ ٹھنکھی ممکن ہو علاوہ اسکے اثبات کے لئے اور ہی دلائل ہیں لیکن
 خوف تطویل اور عجلت وقت ہکواؤ نکے بیان کی اجازت نہیں تھی اب ہم اصل بحث کی طرف پہنچو
 کرتے ہیں جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کو مسئلہ امامت فروع دین میں سے ہے
 اور متعلق باعمال عباد ہے تو متکلمین نے اگر اسکو کتب کلامیہ میں ذکر کیا ہے اور محقق
 بالاعتقادات کیا ہے تو لا محالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارح موقت
 اسکو بیان کیا کہ اپنے اسلاف کی پیروی کر کے امامت کو علم کلام میں ذکر کیا ہے
 اور انہوں نے اسوجہ سے علم کلام میں اسکو ذکر کیا ہے تاکہ اہل بدع و اہواء کی خرافات
 ایسہ دین اور خرافا و راشدین ہدیین سے دفع کریں پس اپہر ہمارے فاضل مجیب جو یہ فرماتے
 ہیں کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعراض کو اپنے سے دور کر کے علمائے سابقین
 کے ذمہ لگایا ہے یہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہ عذر اوسوقت ضعیف سمجھا جاتا جبکہ عذر میں
 صرف تعلید سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اسکی علت ہی بیان کی اور
 کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل بدع کی غرض سے اسکو ملحق بالاعتقادات کر کے علم
 کلام میں ذکر کیا ہے تو اب اس عذر میں کوئی ضعف باقی نہیں رہا اسکے بعد ہماری فاضل
 مجیب جو اس علت کی نسبت اعراض فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ کلام ہی مفید نہیں
 ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہیں ہے تو الحاق بالاعتقادات کیوں ہے
 اور اگر تعلق ہے چنانچہ اسکے حدود و شرائط و حسن اعتقاد و سودا اعتقاد کے ملاحظہ سے
 ظاہر ہے کہ از جنس علوم ہیں نہ اعمال تو فروعی کہنا کس لئے سراسر پوچھ و لغو ہے اور پوچھ
 چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو دوشق قرار دیئے ہیں کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ
 اصلی اعتقاد ہی ہو خواہ فرعی علی ایسا نہیں ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے نہو جبکہ رسائل
 دینیہ میں ان سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ ہے (۲) شق اول جس میں یہ وجوہ سے
 کہ اگر اسکا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ نہیں ہے تو الحاق کیوں ہے بدیہی بطلان ہے
 کیونکہ الحاق غالباً ایسی ہی جگہ مستقل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھ شامل کیا جاتا
 شاید آپ کو ملحق برابری اور ملحق بنجاسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ اس معنی میں
 کثیر الاستعمال سے تو مسئلہ امامت فی حدوۃ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق
 بالاندر کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیوں ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف نے ذکر کی ہے
 اگر یہ مسئلہ اصلی اعتقاد ہی ہوتا تو پھر الحاق کے کچھ معنی نہ تھے (۳) ہم اس شق کو اختصاراً
 کرتے ہیں اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہیں جو شارح مواقف نے بیان کی ہے
 آپ اوپر اعتراض فرمائیے بعد اؤ کے فرمائیے کہ یہ کلام مفید نہیں جب تک آپ کو بلل
 تکریم ایک ایسا یہ فرمانا کہ یہ کلام مفید نہیں آپکو کچھ مفید نہیں ہے (۴) شق ثانی کا
 بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ جبکہ رسائل دینیہ فرعیہ عملیہ ہیں انکی معرفت
 حدود و شرائط و اعتقاد فرضیہ و وجوب وغیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال
 جو ارجح کے قسم سے ہیں ان مسائل کو بھی فروعی کہنا کس لئے انکو بھی اعتقادات میں داخل
 کیئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب علم و فضل کا یہ حال ہے کہ جو شے نے الجملہ از قسم
 علوم ہوا اسکو بھی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہیں اور اعتقادات میں داخل کرتے
 ہیں۔ حالانکہ تمام مسائل فقہیہ معرفت اور علم میں داخل ہیں اگر زیادہ نہیں تو کیا آپ نے
 علم الفقہ ہی کہیں نہیں سنا ہوگا اور یہ بھی بخانتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پھر معلوم نہیں
 اسکو اعتقادات میں کیوں نہیں داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ
 فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادات سے ہے۔

بلکہ مسائل اعتقاد یہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد و عباد کے ساتھ ہو ورنہ علمیہ ہونگے
تو انکا تعلق نے الجمہ اعتقاد قلبیہ کے ساتھ ہی ہوگا بشرطیکہ وجدانیات ہوں پس شق
ثانی سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلیت اعتقاد
ہونگے محض غلط ہے پس اس توجیہ میں جو تکلمین اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلام
میں ذکر کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے کسی قسم کاہن وضع نہیں اور یہ اعتراضات ضعیف
ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہیں۔ ہاں استقدر ضرور ہے کہ یہ توجیہ و تاویل شرح طلب
جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہ واقع ہوا ہو پس شرح اسکی یہ ہے کہ تکلمین کا منصبی کام یہ ہے کہ وہ
اپنی اعتقادات کو دلائل کو ثابت کریں اور مخالفین کے اعتقادات کو رد نکال دلائل کو باطل کریں
اور اولیٰ جواب دیویں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعوں کو نزدیک
داخل اعتقادات اور اہل سنت اسکو داخل فروغ اعتقاد کرتے ہیں اور جب شیعوں کو نزدیک
اعتقادات میں سے ہے تو لامحالہ تکلمین شیعہ اسکو اور اسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ میں
ذکر کریں گے۔ اہل سنت اگر اسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ میں ذکر نہ کریں تو اس
مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اسکی دلائل کا جواب کیونکر دیویں اور ائمہ متہدین کی
مطاعن مخالفین سے کیونکر صیانت و حمایت کریں اور اس اپنے منصبی کام سے کیونکر سبقت
ہوں اور اگر ذکر کریں تو لازم آتا ہے کہ علم کلام میں جو عبارت مسائل اصلیت اعتقاد و عباد سے
فروغ میں بحث ہو اور یہ بھی بظاہر ہے الجمہ خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہ نہایت بدیہی
ہے کہ علوم میں تبعاً اور مستطرداً اون اشیاء کو ذکر کر دیتے ہیں جو اون علوم اور اون کے
اغراض سے بالکل بجانہ اور غیبی ہوتے ہیں اگر آپ تامل کریں گے تو علوم میں ایسے
بہت مسائل معلوم ہونگے ورنہ نجائیے چھوٹے چھوٹے رسائل منطق میں ابتداً بحث
الفاظ لکھتے ہیں اور پھر عذر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو
تعلق نہیں ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہم نے ذکر کیا ہے اور اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ بحث الفاظ داخل اصول مقاصد منطق ہو جائے اور کوئی شخص یہ تو
 سے بیوقوف ہی یہ اعتراف نہیں کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل
 اصول منطبق ہو گئی تو پس مسئلہ امامت کا یہی یہ ہی حال ہے کہ وہ ہی ملحق بالکلام ہے جو
 ایک وجہ خاص سے کلام میں ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز نہیں سمجھا جاتا کہ وہ
 داخل اصول ہو اور متکلمین کا عذر ضعیف ہو یہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا
 ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے قول اگرچہ اسباب میں اور یہی گفتگو ہو سکتی ہے
 مگر بنظر اختصار پس کیا جاتا ہے اقول بقدر گفتگو فرمائی وہ بھی غلط تھی اور
 اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کی جاتی اور بقدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی ہی
 یا اس سے کم درجہ ہوتی پر معلوم نہیں کہ آپ نے ایسی گفتگو میں کیا فائدہ سمجھ رکھا ہے
 بجز اسکے کہ چند ناواقفوں کے نزدیک وقعت ہو اور یہ سمجھیں کہ ہمارے مولانا وسیدنا
 نے بقدر طول طویل جواب لکھ دیا اور بقدر مضامین کا جوش ہے لیکن علماء کے
 نزدیک تو ایسی لغو باتیں آئیں تحقیق کی باعث ہیں آئندہ جناب کو اختیار ہے قول
 صرف اس قدر گزارش ہے گستاخی معاف اور عاٹے علم یہ کہ امتحان لینے کو موجود
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد میں
 مشرح موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تھی اور ان کے حوالہ کی
 کوئی حاجت اقول امتحان لینے کی درخواست سے ہرگز اور عاٹے کمال علم نہیں
 سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہے۔ یہ حضرت کے کمال عالم کی
 خوبی ہے غایت سے غایت یہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہے یہ دعویٰ ہے کہ
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ و ظاہر
 ہے کہ جتنے لکھا تھا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جس کا خود آپ کو اعتراف ہو لیکن
 اس میں جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تھا اس کی نسبت یہ طعن ہے یہ یہ کہنا

اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروغی ہے یا اصولی جھوٹ ہوا یا نہیں کیا مسئلہ کا
 علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقائد کا حوالہ دیا جاوے تو جب علم ہو ورنہ ہوا اگر اسکا ثبوت
 آپ کی دلیل سے کر سکتے ہیں تو ہم اللہ رائے حضرت مسئلہ کے لئے ہمو لا محالہ قلبہ کی
 ضرورت نہ تھی کہ متکلمین میں سے کسی کی تقلید کرتے۔ پس جسکو ہم اس بحث کا خاتمہ متکلمین
 سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ ہننے اوس سے نقل کر دیا تو کیا خلاف قاعدہ کیا اور اس سے
 کیونکر لازم آیا کہ ہمو اس مسئلہ کا علم نہیں۔ پس مجملہ حضرت کی خوش فہمیوں کے ایک
 اور یہ بھی ہے ہی ع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے و گرفتار افاضل المحبیب قولہ
 اور کتاب اللہ میں اوسکی نسبت و عذیریت ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اوسکی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جنکی قدرت ترک تصریح تک پہنچی ہے
 اوسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی اقول لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے
 بخوبی پڑھنا نہیں کیا معلوم نہیں کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریت ہے تحریر فرمایا اگر
 یا خیریت جو بمقابلہ کلیت ہے لکھا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی ہننے
 یہ لفظ خیریت بخائے معجزہ منقوطہ بنقطہ من فوق و بعد یا منقطہ بنقطہ من تحت
 و بعد ہا را و مہملہ بمقابلہ شریت لکھا ہے قولہ بہر حال ہر دو احتمال کا جواب گذارش
 ہے اگر خیریت بمعنی نیکی ہے تو حضرت مجیب نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہ کون موقع
 تھا کیونکہ غرض اس خلاف سے اطلاق ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی
 نسبت لفظ خیریت کہنے کے کیا معنی نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی اقول یہ اعتراض
 سراسر خلاف عقل و نقل ہے کیونکہ قاعدہ مقتولین اگر یہ موقع لفظ خیریت کا نہیں ہے اور
 یہاں خیریت صادق نہیں آتی تو لا محالہ عدم خیریت جو اوسکی نفیض ہے اوسکا موقع
 ہوگا اور وہ صادق ایسی استحالہ ارتفاع نفیضین تو لازم آئیگا کہ خلاف را شدہ عدم
 خیریت کے ساتھ جامع ہو اور یہ خلاف ہے کیونکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ خلاف را شدہ ہوا

خیریت اور ایمان شریعت ہی تو ثابت ہو کہ اس لفظ کا یہی موقع ہو اور یہاں خیریت
 نہ ادا ق آتی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اس جگہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے
 جبکہ اپنے نہ مثل مجیب کا ادا کمال علم سے نہایت تعجب ہو کہ وہ ہم پر ایسا اعتراض فرماتے
 ہیں باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ چیر لیس مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں کتاب
 اللہ اور اقوال ایمہ میں کوئی بہت موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے **وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي**
الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمِئَّا لَكُمْ۔ ظاہر ہے کہ دابہ اوسی کو
 کہتے ہیں جو مایہ بعلے الارض ہو چنانچہ ابتدائی چھوٹے چھوٹے رسائل میں
 اسکو منقول عربی کی مثال میں لکھا ہے نہر علی الارض کی قید آپ کے نزدیک
 کون موقع تھا اور طائر وہی ہے جو جنحیں سے پرواز کرے نہر طیر بجا جہ کا
 لفظ آپ کے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فغول۔ پھر معاذ اللہ خدا کی جناب میں
 عرض کیجئے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہو کہ ان الفاظ کا یہ کون موقع تھا تو یہ
 پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دو نوباز دون سے اور راہی کرتا ہے پھر ان الفاظ کے
 فرمائے کی کیا معنی پھر جو کچھ اوسکا جواب ملے اسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے ہی
 قبول ہو۔ علاوہ ازیں وہ خلافت جو ماخن فیہ سے متعلق ہے جسکو ہم راشدہ اور ہائے
 فاضل مخالف جائزہ سمجھتے ہیں یعنی خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سکوا اوسکو
 راشدہ وغیرت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تھا کہ جناب
 کو متنبہ کر دین کہ جن خلافت کو ہم راشدہ وغیرت کے متفق ہیں وہ خلافت وہ جو جسکی
 خیریت کا وعدہ کتاب اللہ میں ہو چکا آپ کا اوسکو جائزہ سمجھنا مخالف کتاب اللہ
 کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اس جگہ اطلاق کس قدر لغو اور

۱۵ اور ہمیں کوئی ملنے والا نہیں میں اور نہ کوئی پرند جو اور نہ ہے اپنے دو نوباز دون
 مگر گروہ میں تم جیسے ۱۲۔

بجائے خود سے قولہ اور چونکہ اسکے تعین باتقادربانی فوجی یزدانی بذریعہ رسول
 علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ازالہ الخفا کے عبارت منقولہ سے ظاہر ہے پہر کی نسبت
 کتاب الدین وعدہ خیریت کے کیا معنی اقول چونکہ اسکی تعین باتقادربانی فوجی
 یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ عبارات ازالہ الخفا سے واضح ہے۔
 اور وہ خیر محض ہوگی ایسا کہ کتاب الدین اسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور اصلاح و فلاح
 کی خبر دی اگر وہ غضب وعدوان و ظلم و طغیان ہوتی تو اسوقت اسکی خیریت کی اخبار
 کی کچھ معنی نہ تھی اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اسوقت اسکی خیریت کا اخبار واقعی
 نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا پرہیز فرمانا کہ پہر کی نسبت کتاب الدین وعدہ خیریت
 کے کیا معنی گنجائش نہیں رکھتا اور اسکی کچھ معنی نہیں۔ آپ اسکو سوچیے بہت مولیٰ بات ہے
 قولہ اور اگر خیریت بمقابلہ کلیت مراد ہے تب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسوجانہ تھا لے
 ایسی اہم الہیات کی جزئیت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام
 مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہیں حالانکہ اور احکام مفصل و شرح
 ارشاد ہوں اقول یہ شق محض ہمارے فاضل عجیب کی حدت ذہن و تیزی و کمال
 ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہ ہی خیال کرنا چاہیے کہ اس لفظ کا اسجگہ طلاق کیونکر
 اور کس معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر شککفات و تاویلات اس لفظ کو طلاق
 کو اہجک بنایا بھی گیا تو پہر کتاب الدین اسکی جزئیت کا وعدہ کہاں مذکور ہے
 اور کلیت سے کیونکر اعراض ہے خلافت کی جزئیت کے وعدہ کا قرآن شریف میں
 وجود تو اسوقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلید میں سے ایک فرد خاص کا وعدہ
 مذکور ہو اور ظاہر ہے کہ اسکا فرد خاص جزئی نہیں پایا جائیگا مگر جب تک کہ اسکا مفہوم
 مذکور نہ ہو اور اس کے طرف اضافہ کر کے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف میں
 ایسی خلافت کیسجگہ مذکور نہیں اور نہ کہیں ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہو کہ کتاب السدین خلافت کی نسبت وعدہ جزئیت ہونے کی کچھ بحث
 نہیں رہا یہ کہ اس سبب از تقالے نے ایسی اہم الہامات کی کھیت سے اعراض فرمایا جسکی
 ساتھ تمام مصالح امت وابستہ ہیں یہ وہ اعراض ہے کہ اگر آپ مائل فرمائیں گے تو تمام
 کوششیں کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے اپنی کتاب میں
 مسئلہ خلافت کو کلیتہً یا جزئیتہً اور اسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کب تک اور
 کس صورت میں بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا
 مثل اور فروع و اصول کے لطف تھا جو بزرگم آچکے خداوند تعالے شانہ عن ذلک پر
 واجب تھا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل دین اور تمام نعمت آپکے اصول پر کذب ہوا
 اور ہمارے نزدیک جب اسکا خود خداوند تعالے متکفل ہو گیا اور اسکے ایقاع کا وعدہ
 فرمایا تو بعد اسکے پر کسی بیان کی حاجت نہ رہی معذرا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد
 میں حق تعالے شانہ پر کوئی چیز واجب نہیں اسکی ذات پاک اسکو کہ کوئی چیز اس پر
 واجب ہو منزه و مبرا ہے اور اسکی شان یعلیٰ جاننا و بحکمہ کا پلید ہے اور نیز مسئلہ خلافت
 اصول میں سے ہی نہیں ہے جسکا ثبوت کتاب السدین پر موقوف و منحصر ہو تو ہم پر کوئی اثر
 لازم نہیں آتا قولہ حضرت مجیب جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اس میں غور و تامل سے کام
 نہیں لیا اور اصطلاحی و لغوی معنی میں تمیز نہیں فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائیں گے
 تو اسکا جواب بھی تفصیل سے گزارش کیا جاوے گا اجمالا اسی قدر کافی ہے اقول ہا
 سمیعہ میں نہیں آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہیں اصطلاحی و لغوی وعدہ اصطلاحی و
 لغوی کیا مفصل ارشاد فرمائیں ہم اسکا ذکر مختصر دلائل اثبات خلافت میں کر چکے
 ہیں اور تفصیلی جواب کے منتظر ہیں قال القاضی المجیب - قولہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مدت بیان فرمائی الخ اقول شاید اس مدت و خلافت
 اسی سالہ حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ سنی سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تین سال میں ختم نہیں ہو گئی کہ بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں چھوڑا کہ اس مدت میں کامل ہو گیا یقول الجسد الفقیر الی مولانا الغنی ہمارے فاضل مجیب نے اس حدیث کے مفقود اور غیر معتبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی ہے عجیب و غریب ہی فرماتے ہیں کہ قید سنی سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت بیان واقعہ اور اخبار نفس الامر میں ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل جس طرح واقعہ ہو نیوا لا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقائدہ ربانی و وحی یزدانی اور کی خبر دیدی کہ خلافت علی مہناج النبوة اس زمانہ تک ممتد و متصل رہیگی اور بعد اسکے منقطع ہو جائیگی پھر یہ فرمانا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مراحمہ ناشی ہے اسکے بعد یہ اعتراض کہ اس مدت میں امت ختم نہیں ہو گئی جو بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہیں کہ اس مدت میں امت ختم ہو گئی اور کہنے کب کہا ہے کہ خلافت نبوة کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اوس کو اختیار ہے جو چاہتا ہے کہ تاحر جب سچا نہ تعالیٰ نے چاہا خلافت علی مہناج النبوة رہی اور جب اوسنے چاہا منقطع ہو گئی اور عجیب نہیں کہ یہ نقل خلیفہ ثالث کو پادشاه اور اوسکا وبال ہو پھر یہ کہنا کہ امت ختم نہیں ہوئی یا ضرورت باقی نہیں رہی سراسر لاطائل ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اپنے فاضل مخالف کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہیں تو دو ازادہ کی قید کی بھی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اولاً جب اونکو تکلیف نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہو گیا اور تکلیف دینا بھی ایک قسم کا لطف تھا جو واجب تھا اوسکو بھی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ وجود امام سے بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو محض عفو و صفت ہو جس تک

حدیث الغزالی نہ رہی تو نہ کسی کی تحقیق اور نہ اعتراض کا جواب۔

کوئی نہ پہنچ سکے نہ اُس کو کوئی دریافت کر سکے نہ وہی کے ہاتھ اُس کے کیا ضرورت
پس ایسے شخص کو امام بنا کیا اسوجہ سے کہ امت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو گئی یا
سے سے کہ امت کی ضرورت نہیں رہے یا کسی اور وجہ سے جو جکا اور اک خارج از حق و
پہر اگر واقعی وہ ایسی ہی ہے کہ اُس کا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلا کے
نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاد ہونا جو عقل کل سے محال
ہوتا ہے پہر اسکے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں
چھوڑا جو اس مدت میں کامل ہو گیا یہ اُن دونوں سے طرفہ تماشہ ہے ہم کہتے ہیں کہ معاذ اللہ
حضرت نے دین ناقص چھوڑا جسکی اس مدت میں تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی مہاجرت
کہتے ہیں جسکے صاف یہ معنی ہیں کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور
اُن تو ان میں کو جو حضرت نے جو حی ربانی مہمہ فرمائے تھے اور اُن طرق کو جنہ حضرت نے
الہیہ کی بجا آوری میں چلتے تھے اپنا امام سمجھتے رہے معاذ اللہ وجود اسکے کہ دین میں کمی
کی و کوتاہی باقی نہیں رہی تھی اور ہمہ جہات تمام و کمال اُس کا ہو چکا تھا پر وعدہ
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے در باب غلبہ دین اسلام و شیوع
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تام وغیرہ
ہوئی تھی اور ابھی تک حیر عدم میں تھی وہ سب خلفاء حقہ راشدہ کی سعی و کوشش
سے بر رو کار آئی اور اُن وعدوں کے حصول میں خلفاء راشدین و رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا جارجہ اور وہ انکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایان حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوئیں اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں
سے ظاہر ہوئیں پہر بعد اسکے جب کہ گون نے اس نعمت عظمیٰ اور عنایت کبرے کی ناشکری
کی اور وہ خلیفہ ظالم شہید کئے گئے اور اوپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالیٰ نے بحکم
ذَٰلِكَ بِمَا كُنتُمْ اِيْدِيكُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيَسْرُ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ لِلْعَبِيدِ بِمَقْتُلَا ذَٰلِكَ اِنَّ اللّٰهَ

لَكَ مُعْتَرِكَةٌ نَعْمَ اَنْعَمَ عَلَيَّ قَوْمٌ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِالْقِسْمِ۔ اپنی اس نعمت کو
اُدھال لیا چنانچہ اس مضمون کو یہی اشارۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور
اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہیں اس ظاہر ہوا کہ جب مہمات خلافت علی وجہ الکمال
اس خلافت کو زمانہ میں حاصل ہوئی تو یہی ہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے
مقصود سرانجام ان مہمات موعود کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہ لازم آتا
کہ دین ناقص تھا جسکی تکمیل کو واسطی امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین ہوا تھا جسکے واسطی
ائمہ معجوث ہوئے اور اس سے بصراحت و بداہتہ لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
النبیین نہیں ہیں اور آپکا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ نبی کے ہوتے
ہیں مثل عصمت و نقیض و فضیلت وغیرہ کے جنہیں کثرت ثابت کیے تو گویا ائمہ کی نبوت کو معنی ہدی
ہوئی اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تخاصی کرتے ہیں لیکن یہ ایک محض
لغو بات ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نبی کا جبر یا اطلاق کیا تجسیر یا نہ اطلاق کیا اس
اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہیں رہنچ ہو سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحتہ غلط
جب محدثتہ کے قائل ہیں تو لامحالہ وہ مشتمل نزول وحی کے ثبوت کو پس پر اعتقاد فضیلت
ائمہ کا تمام انبیاء و رسل اولو العزم وغیرہ اولو العزم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
باوجود ہر قدر ان کے الاوصاف کے بداہتہ ثبوت نبوت ائمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم
السلام کا ائمہ کے مراتب پر حد کرنا اور انکی امامت کا انکار بھی صیبتوں میں مبتلا ہونا اور
ائمہ کے واسطی جناب دین و عا کر کے مصلی سے رہائی پانا غایت تقرب جناب الہی کی دلیل ہے
جو درجہ نبوت سے کم نہیں بلکہ کہیں بڑیکر ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے بڑی دلیل ہے
کہ ائمہ کا قول کتاب سنت کا نسخ اعتقاد کرتے ہیں جو بداہتہ ائمہ کے ثبوت نبوت اور
حضرت کی ختم رسالت کو بطلان کو مقتضی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے
کہ دین ناقص تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکی تکمیل نہیں ہوئی تھی

جو آدمین نسخ و تبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت علیؓ علیہ السلام نے دین کو ناقص نہ چھوڑا تھا جسکی زمانہ ایمر میں تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا وقت کے زمانہ میں ہونا حضرت شیعہ نے اعتقاد کر رکھا ہے وہ اپنی اسول کی نادانی کے وجہ سے جو اس وقت تک مکہ میں تھا اور حضرت اہلسنت یہ حدیث بیان کر کے مشکل میں پڑ گئے اور اس مسئلہ کی بعد کی خلافت کی شہادت کو ہی قائل ہیں چنانچہ شرح عقاید نسفی میں بعد ذکر اس حدیث کے شرح لکھتا ہے وھذا متکل لان المحل والعقد من الامة قد کاوا متفقین علی خلافة الخلفاء العباسیة ولبصر المروانیة کھم رب عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافة الكاملة التي لا یتوبھا شیء من الخلفاء ومیل عن المابغة يكون ثلاثین سنة وبعدھا قد يكون وقد لا يكون۔ انتہی اقول یہ ہمارے فاضل مجیب کی منظرہ دانی ہے کہ قرآن میں کہ اس حدیث کو بیان کر کے اہلسنت مشکل میں پڑ گئے حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علماء اہلسنت کو اشکال اور تشکیک اور مشکل سے تعبیر کیا ہی کرتے ہیں۔ لکھی آیت پر صمدی اعتراضات وارد ہیں اور محدثین شرح بیان کرتے ہیں شرح نہج البلاغۃ میں جناب امیر کے اقوال میں مذکور ہے کہنے اعتراضات شارح لکھتا ہے اور باوجود اس کے کہ کوئی نہیں سمجھتا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے اور ہمیں تو جلد اول بہار النور یا قر مجلسی کو ہی ملاحظہ فرمائیں کہ صفحہ ۱۱۱ پر ایک آیت طویلہ مالی صدوق سے نقل کرتے ہیں کہ بعض جملے یہ ہیں فلما اصبح قال له الملك ان مکانک لنزھة قال لیت لربنا بھمة فلو کان لربنا حمارا لرعیناه فی ہذا الموضع فان ہذا الحسیس یضیع علانہ علی اکی شرح لقا کہ بعد کہ ہمیں وہی الخیر اشکال من ان ظاہرہ کو زوال العائد قال لا بالجسم ہونا استحقاقہ للثواب مطلقاً وظاہر الخیر کو نہ معہذا العقیدۃ الفاسدۃ مستحقاً للثواب

۱۔ صیح ہوئی تو اسکو دیکھ لے کہا کہ تیری جگہ تو نہایت ستر کی گئی ہے کہ اس پر رب کا جو پایہ بنا کر رکھا ہے رب کا گناہ تو ہم سب کو اس جگہ پر آئے کیونکہ یہ کہ اس ضائع ہوئے ہے اس خبر میں حال ہی میں ہے کہ اسکا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ عائد جسم کا قائل تھا اور یہ مطلقاً مستحق ثواب کے منافعی ہے اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ بہتر سبب کی محض اور جو توفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے۔ ۱۲۔

لقلۃ عقلہ ویلا بعد اسکے علامہ مجلسی تاویل کر کے فرماتے ہیں وحلی القادیر لاید
اما من ارتکاب تکلف تام فی الکلام والالتزام فساد لبعض الاصول المقر
فی الکلام اب اسکو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اور جو شوق دل چاہا اختیار کریں
ہمارا اوسین مدعا حاصل ہے علاوہ ازیں شارح وہیں جواب بھی جو شارح کی رائے میں
معتد تھا لکھ دیا اور اشکال مرتفع ہو گیا قولہ آپ کے پیروستگیر صاحب غنیۃ الطالبین
میں صرف تینسٹ پر ہی اکتفا نہیں فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے
حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ راشد فرماتے ہیں اقول آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا
مطلب یا غلط سمجھتے تھے وہ وہ کہ وہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کر کے اپنا مدعا ثابت
کرتے ہیں حضرت پیروستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل میں تحریر فرماتے ہیں ولیمعتقد
اهل السنة ان امۃ محمد خیر الامة اجمعین و افضلهم اهل القرۃ الذین
شاهدوه و امنوا به و صدقوا به و تابعوا بقلوبهم یدیه و فہدوه
بالفہم و اموالهم و عز و ہ و لضر وہ و افضل اهل القرۃ اهل الحدیث
الذین یابغوه بیعة الرضوان فہم الف و اربع مائۃ رجل و افضلهم اهل بدر
ثلاث مائۃ و ثلاث خمر رجل اعداد اصحاب طالوت و افضلهم اربعون اھل دار
الخبر ان الذین مکلوا بعمر بن الخطاب و افضلهم العشرة الذین شہدوا لہم النبی
بالحجة و ہم ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف

سہ اہل سنت اعتقاد کرتے ہیں کہ امت محمدی کے تمام امتوں سے بہتر ہے اور اُن میں افضل اُنس قرآن والے ہیں جنہوں نے حضرت کو گواہ
اور آپ پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور بیعت کی اور متابعت کی اور آپ کے ساتھ لڑا اور اپنی جانوں اور مالوں کو آپ پر قربان کیا اور ان کی اعداء
و انکار اور ان کے قتل والوں میں افضل حدیث کے گواہوں کی اور وہ پورے طور پر مین اور ان میں افضل بدر کے مین اور وہ مین
مومنین کا جگہ کے کہنے کے برابر اور ان میں افضل چالیس آدمی مین اور خبر ان کے اور عمر بن خطاب کے ساتھ پورے گئے اور ان میں افضل دس مین
جس کے گواہوں نے جنت کی شہادت دی اور وہ مین ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعید و ابوعبیدہ بن الجراح

تفسیر صحیحہ الیٰ حبیب الرحمن بن ابی نعیم

جو سبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تھی بقاء میں سر تھے جہاں
 الامام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت تفویض فرمادی ^{لیکن} ایسی حالت میں اور خلافت راشدہ
 نہیں کہہ سکتے تھے یہ کہ خلافت حضرت معویہؓ کو مصداق حدیث تدوررجی الاسلام کا
 قرار دیا اور اس کی تفسیرین لکھا کہ مراد رجی سے قوت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ قوت
 و شوکت اسلامی بقاء کفار کے غایت و وجہ کو تھی کیونکہ امرایا کا ایک شخص پر مجتمع تھا
 لیکن یہ مسئلہ اس امر کو نہیں ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت بھی ہو غایت
 سے غایت یہ ہے کہ سلطنتوں میں عہدہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت
 امیر معویہؓ مراد خلافت راشدہ نہیں چنانچہ محشی نے بھی اسکی تفسیر کی ہے تو لہٰذا رضی اللہ
 اما خلافت معویہ رضی اللہ عنہ الخ المراد منہ الامامۃ لا الخلافة التي كانت
 للخلفاء الراشدين الاربعۃ لانها خلافة النبوة
 كما قاله قاضی وغیرہ من المحققین كما نقله
 الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم زہدایہ اطلاق لفظ خلافت
 یا خلیفہ کا امیر معویہؓ کے حق میں اول تو سلطنت ہی بسبب واجب الاطاعت ہونے کو
 اہل سنت کے نزدیک خلافت میں داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دو عین ہیں
 ایک خلافت خاصہ سری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت ملک سلطنت محو تو اطلاق
 خلافت کا سپریمج ہوا علاوہ ازیں خلافت مطلقہ دو عین ہیں ایک خلافت بنوت
 اور دوسری امارت و سلطنت ہیں اور دو نو نو عین میں تشکیک محو اور ہر دو کی مشککہ
 ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول قوت و شوکت و حصول ہمت خلافت و اربعہ سیر
 بنویہ علی وجہ الکملیہ اور باعتبار ثوران عہد قمری بن بعض افراد خلافت خاصہ کے
 خلافت معویہ الخ خلافت مراد امامت ہے نہ خلافت جو چاروں خلفاء راشدین کو حاصل تھی کیونکہ خلافت بنوت تھا
 جیسا کہ میں نے قاضی وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم میں نقل کیا ہے ۱۲۔

بہ نسبت بعض کے اکمل کامل و ضعیف و قوی کا تفاوت کہہتے ہیں خود خلفائین فضیلت
 علی ترتیب الجلافت واقع ہوتا نبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت و سلطنت
 صدیقین اپنے افراد پر مستدر تشکیک تو وہ محتاج بیان نہیں جو ایسی واضح اور ظاہر ہے
 کہ اس کے اثبات کی دلیل سے کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ نوح ثانی کا فرد علی
 نوح اول فرد سافل کے ساتھ باوی النظر میں ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان
 دو نون فردوں کے بجز ایک باریک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے کہ
 خلافت کی بنیاد و اصولوں پر ہے اول اتباع سیرت بنوہی صلی اللہ علیہ وسلم
 دوسری انتظام دافع اور سرانجام مہات لیکن محض خلافت کے لئے اصل دل کو
 بہ نسبت اصل ثانی کے مرتبہ ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے اور ثانی کو کھانے الجسد
 مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہوتا وہ فوت ہوا اور رسول کو لئے
 ایجاز و عدا ہائے خداوندی میں جارحہ نہ تھی۔ افراد عالیہ خلافت میں دو نواصلوں کا
 تحقق اکمل وجہ سے ہوگا اور افراد سافلہ میں اصل دل علی وجہ الکمال ہوگی اور
 اصل ثانی میں نے الجملہ نقصان ہوگا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل
 اول کی وجہ سے ہے کہ او میں مرتبہ کمال سے علی حسب المراتب انعطاف ہوگا اگرچہ اصل ثانی
 علی وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہیں کہ افراد سافلہ
 خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑھ کر ہوں لیکن اصل اول میں البتہ کمی ہوگی۔ تو جب باعتبار
 حد الامیلین کے مرتبہ ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وہ کمی بھی ایسی بدیہی
 اور بین کمی نہ ہو جس کا امتیاز ہر شخص کر سکے تو لا محالہ باوی النظر میں ہر دو نوع میں کمی
 افراد سافلہ و عالیہ میں ایک ملحق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورۃ
 و وجہ سے مجاز افراد علی سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو مہم خلاف نبوت
 ہو تو کیا بجا کیا اور اوس پر کیا طعن ہے۔ ہا یہ کہ اگر آپ حضرت پیر و شکیہ رحمت

قول سے استدلال فرماتے ہیں و خلافتہ مذکورۃ فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ
استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ امین بلکہ کسی روایت کو اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا
مستحق نہیں نہیں آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت پیہ دستگیر رضی نے امیر مروجیہ کو خلیفہ راشد فرمایا
ہے سراسر غلط اور کذب جو علاوہ اکود و سدا کذب اور وہ کہ وہی یہ ہے کہ تحریر فرماتی
ہیں اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے
کیونکہ لفظ اس کا مرتجع یہ ہے حدیث ثنثون سنتہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں
حضرت پیر دستگیر رضی نے کہیں ذکر نہیں فرمایا یہ حدیث ہرگز اپنی مدت کو متجاوز نہیں
اور وہ حدیث جس میں زیادتی مذکور ہے اس سے جدا گانہ اور وہ بالکل دوسری
حدیث جو اس کا دلول و مامدق علیہ کچھ اور ہی چیز ہے **قول** اور نیز اگر یہ حدیث
صحیح ہو تو وہ دو ازودہ خلیفہ جنگی بشارت اکثر احادیث میں ہے کیسے ہونگے **اقول**
پہلے ہم اس حدیث کی الفاظ کو جو بشارت درازدہ امام میں بطریق شتہ وارد ہوئی ہے حاصل
ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہیں بعد اسکے اپنے فاضل مخاطب کو بتلانیگے کہ دو ازودہ امام
کیسے تھے اول حدیث ابن مسعود رضی کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر
ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سائل
کے جواب میں فرمایا - نعم عهد الیاس نبیا صلی اللہ علیہ والہ ان یکون بعدہ اثنا عشر
خلیفۃ بعدہ نقباء بنی اسرائیل - دوسری روایت جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے بالفاظ
مختلفہ وارد ہوئی ہے **عز** حجاب بن سمرۃ قال کنت مع ابی عند البی صلی اللہ علیہ
والہ قال فسمعہ یقول یکون بعدہ اثنا عشر امیرا ثم

روایات بشارت درازدہ امام -

۱۵ ہاں ہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عبد کبار کہ بعد انکو وارہ فیض ہو مگر بنی اسرائیل کے نبیوں کی تعداد کے موافق ہے
۱۶ جابر بن مسعود رضی کہیں اپنے باب کو مانتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کہ یاس تھا میں نے حضرت کو سنا فرمایا تو میرے بعد بار امیر

انحضرت صوته فقلت لا بى ما الذى قال رسول الله صلى الله عليه واله قال كلهم من قرئش
وعن الشعب عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه واله لا يزال هذا
الدين عن بني امية عاصرون على من ناولهم الى اثني عشر قال ثم قال كلهم من قرئش
الناس قال فقلت لا بى اولا بى ما كلهم اصمتينها الناس قال كلهم من قرئش
وعن جابر بن سمرة قال قال النبي صلى الله عليه واله لا يزال هذا الامة مستقيمة اهلها
لها هرة على عدوها حتى يمضي اثنا عشر خليفة كلهم من قرئش فاستبقت في منزله
قلت ثم يكون ماذا قال المرح - وفي رواية عن جابر لا يزال هذه الامة متصا
امرها لها هرة على عدوها - وفي رواية عن عمر بن سعد قال كتبت الى جابر بن
سمرة مع غلامى رافع اخبرني بشي سمعت من رسول الله صلى الله عليه واله فكتبت
سمعت رسول الله صلى الله عليه واله يقول اجمعة عشية رجم الاسلام لا يزال الدين
قابلا حتى تقوم الساعة ويكون عليكم اثني عشر خليفة كلهم من قرئش تيسري تروا شرح بركي
عن شرح البركة قال في الكتاب هذه الامة فيهم اثنا عشر فاذا وقت لعنة لغوا ونفوا وكان اسمهم

۱۵ پر کہیجہ آہستہ فرمایا میں نے اپنے باپ سے پوچھا حضرت م نے کیا فرمایا کہا سب قریش سے ہو گئے جابر بن سمرة مروی ہے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفوں پر قہر مند رہیگا بارہ خلیفوں تک پہنچے ایک کلمہ فرمایا
جو لوگوں کی جویم جگوٹنے دیا تو تیسے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچھا کون کلمہ ہے جو لوگوں نے جھگڑتے دیا کہا قریش سے ہو گئی اور جابر بن
سمرة سے مروی ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امت ہمیشہ اپنے امین مستقیم اور دشمن پر غالب رہیگی یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گذریں
جو سب قریش سے ہو گئے یہ تیسے اپنے گھر پر حاضر ہو کر عرض کیا یہ کیا ہو گا فرمایا قتل - اور ایک روایت میں جابر سے ہے ہمیشہ اس امت کا
امر درست رہیگا اور اپنے دشمن پر غالب رہیگی اور ایک روایت میں عامر بن سعد سے ہے کہ اپنے جابر بن سمرة کے پاس اپنی غلام رافع کے
ہاتھ لکھ کر بھیجا کہ جھگڑ کو پہنچا جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس اذکر جواب میں لکھا کہ تیسے حضرت علی اللہ علیہ وسلم جموع
کے روز سنا جب کی شام کو اسلی سنگ سا ہوا فرما تو تھے ہمیشہ یہ دین برابر رہیگا قیامت تک اور تیسرے بارہ خلیفہ ہو گئے سب سب قریش سے ہو گئے
شرح برکی سے ہر کتاب میں کہا کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہیں جن کی تعداد پوری ہو جائیگی تو کسر کرے اور بقاوت کرے اور ان کی نسل میں ہرگز

چوتھی روایت ہے سحر قال کان ابو الخالد جاراً فسمعہ یقول ویحلف علیما نھنہ الامۃ
 لا یتکلم حتی یکون فیہا انا عشر خلیفۃ کلہم یعمل بالہدۃ و دین الحق ہانچوین روایت
 عن سفیان بن برید بن مکیول انہ قیل لہ ان النبی صلی اللہ علیہ الد قال یكون اخر
 انا عشر خلیفۃ قال نعم و ذکر لفظۃ اخری عن معمر بن سمیع و ہب بن منبہ یقولون
 انا عشر خلیفۃ ثم یكون الہرج ثم یكون کذا چٹھی روایت عن عمر المکیانی عن کعب
 الاحبار قال فی الخلفاء ہم اثنی عشر اذا کان عند القضا ئیہم و اقی طبقۃ صلیتہ
 عند اللہ کلہم العمر کذلک وعد اللہ الذین امنوا منکم و عہد ملوا
 الصلحت لیستخلفہم فی الارض کما استخلف الذین
 مرسلہم و کذلک فصل اللہ بنی اسرائیل و لیس یغزبان
 یجتمع ہذہ الامۃ یوما و یقف یوم و ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون
 اور صحیح مسلم میں جس قدر روایتیں درباب ائمہ انا عشر وارد ہوئی ہیں وہ تقریباً ان روایت
 میں سے بعض کے مطابق ہیں لیکن غالباً ابو داؤد کی روایت میں لفظ کلہم یجتمع علیہ الامۃ
 الی آخر ہے مروی ہے کہا ابو خالد میرا بھائی تھا میں اس سے سنا تم کہا کہ کتنا تھا کہ یہ امت ہا کہ نہو گی
 یہاں تک کہ اوس میں بارہ خلیفہ ہونگے کب سب ہدیت اور دین حق پر عمل کرینگے سفیان بن برید بن مکیول سے
 روایت ہے کہ اس شخص نے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ میری بعد بارہ خلیفہ ہونگے کہ ان - اور داؤد
 لفظ ذکر کیا - معمر سے عمر سے اس سے جس نے وہب بن منبہ سے سنا کہ تھا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے پھر نقل ہو گا کہ
 یہ ہر ہر کا عمر و کجائی کعب احبار روایت کرتا ہے اوس سے کہا کہ وہ بارہ ہیں اور جب او کو گزرتے کا وقت قریب ہو گا
 اور طبقہ صالحہ عبد اللہ امیکا تو او کی عمر میں زیادتی ہو گی اسی طرح وعدہ کیا ہے اللہ او کو جو ایمان لائے اور انک
 کام کیے کہ او کو ملک میں جانشین کر دیا جائے کہ جتنے پہلوں کو اور اسی طرح اللہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیا
 اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں کہ اس امت کو ایک دن یا آدھن جمع کر دے اور ایسا تیری رب کے نزدیک
 مثل ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے۔ اب گزارش یہ ہے کہ جس روایت میں تنقید خلافت کی تلمیحات
 کے ساتھ وارد ہوئی ہے وہ خلافت نبوت صلی علیہ السلام سے جو علی الاطلاق اس قدر زمانہ تک ممتاز
 رہیگی چنانچہ بعض روایات میں صریح خلافت نبوت وارد ہوئے اور نیز اس قسم کے الفاظ سے ہی
 ارشاد ہوا ہے **انھذا اکابر بدانبوۃ ورحمۃ اللہ علیہم** جو غرض اس قسم کی روایات سے
 صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت جبکی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت و رحمت
 اور وہ روایت جو بشارت دوازده امام میں وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ
 خلافت نبوت ہو یا ملک سلطنت ہو علی الاطلاق ہو یا بالقطاع کیونکہ جب قدر اوصاف
 دوازده ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اُن سب کا حاصل یہ ہو کہ اُس خلافت کو قوت و ثبوت
 ہوگی اور اوس میں اضطراب و تزلزل و وقوع فتن نہ ہوگا وہ اپنے اعدا پر غالب رہیگی
 اور بقابلہ اُس کے کفار مغلوب و مشکوس ہونگے اور امت او نہیں جمع ہوگی اور یہ اوصاف
 کچھ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ عوارض عامہ ہیں جو خلافت کے دونوں
 میں پائے جاسکتے ہیں خلافت خاصہ ہی ان کے ساتھ متصف ہو سکتی ہے اور امت
 و سلطنت کو بھی ان صفات سے خط و نصیب ہو پس ان دونوں روایتوں میں کسی
 قسم کا تعارض نہیں ہے ہاں یہ بات باقی رہ گئی کہ قمری کے بعض روایات میں جو یہ
 الفاظ وارد ہوئے ہیں **کلیم یعمل بالہدئے و دین الحق** شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلیان میں
 ڈالین اور یہ خیال فرمائیں کہ یہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہ زعم اگر ہو
 تو بالکل باطل ہو کیونکہ اس وصف میں ہی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اُس کو صدق میں اپنے
 افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین ہی عالمین بالہد و دین
 الحق ہیں اور سلاطین میں ہوا و ملک افراد عالیہ اور افراد متوسطہ ہی عالمین بالہد و دین
 الحق ہیں لیکن ان میں اور اُن میں باعتبار اس وصف کو امتیاز اور فرق ہے خلفاء

راشدین میں اس وصف کا صدق اُسے اور اشد ہو اور سلاطین کے افراد عالیہ و متوسطہ
 میں اُس کی عبید اور ضعیف ہو لیکن صدق اس وصف کا گوئی الجملہ کم ہے تاہم پایا جاتا
 بلکہ سلاطین جاوید جو سلاطین کے افراد سافلہ ہیں انہیں ہی نے الجملہ پایا یا بیگا اگر وہ
 کفار کے ساتھ جہاد کرینگے جو باعث تقویت دین ہو لیکن اُن افراد کا اس وصف کو ساتھ
 اتعاف ایسا قبیلہ ہوگا کہ اگر اُس کو کان لہم یکن اعتبار کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے
 غرض یہ وصف بھی مثل دوسری اوصاف کے حوادث عامہ میں سے ہے جو خلافت نبوت
 اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہیں پس جب یہ امر ثابت ہو گیا
 کہ وہ یقین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تھی اور یہ بشارت عام ہے تو دونوں
 حدیثوں میں باہم کچھ تعارض و تماقض نہیں رہا کی تو جمیات اور ہی ہو سکتی ہیں لیکن
 ہم بخوف تطویل اور تکثر کمرتے ہیں اب تمکیم یہ خیال ہے کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب
 نے ان روایتوں کو جو بشارت و دوازہ امام میں وارد ہوئی ہیں اپنے مذہب کی تائید اور
 تقویت میں نقل کیا ہے اور اپنے روایات مذہب کو موافق سمجھا ہے چنانچہ اسکی بعد وہ روایتیں
 نقل کی ہیں جو اپنے روایات بشارت و دوازہ امام میں منقول ہوئی ہیں اگر اُن روایات
 کو بلا رد و انکار قبول کر لیا ہے ورنہ شیخ نے جسجگہ مخالفین کے روایات فصال میں نقل
 کی ہیں وجہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوٰۃ العصر عن عبداللہ
 ابن الاسود عن ابیہ عن عائشہ میان کر کے آخر میں لکھتے ہیں قال صنف هذا الکتاب
 مرادی بایراد هذه الاخبار الرد على المخالفين لافهم لا يرون لاجل الخلفاء
 وبعد العصر صلوة فاجبت ان ابين انهم خالفوا رسول الله صلى الله عليه وآله في قوله فخلوه
 پس جب آئینہ نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہیں اپنی روایا جو بشارت و دوازہ
 امام اس کتاب کا مقصد کہتا ہے کہ حدیثوں کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ جو بشارت
 حدیث کے غرض سے یا نہیں سمجھتے تو یہ چاہا کہ اس امر کو بیان کروں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل میں غلطی

روایات صحیحین بشارت و دوازہ امام مذہب شیخ احمد رضا بن

امام بن تہمین وارو کہیں تو معلوم ہوا کہ یہ روایات شیخ کے نزدیک مقبول و معتد بہین قطع نظر
 اس سے اگر بالفرض شیخ قمی کے نزدیک یہ روایات مقبہ نہ ہوں تاہم حسب شہادت امام صادق
 و امام کاظم مقبہ و قابل قبول ہیں کیونکہ ہم معنی اور مشابہ روایات اہل بیت کو بہین تفسیر صافی
 میں منقول ہے کہ قال الصادق فما جاءك في رواية من راو فاجر توافق القرآن فخذ به
 وما جاءك في رواية من راو فاجر يخالف القرآن فلا تأخذ وقال الكاظم اذا جاء
 الحديثان المختلفان فقسهما على كتاب الله وعلى احاديثنا فان اشبههما فهو
 حتى وان لم يشبههما فهو باطل۔ ان ذونور وایتون سے ثابت ہے کہ جو روایت موافق
 کتاب اللہ اور مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہے اور یہ روایات منقولہ
 صدوق ہی مشابہ اُن روایات کے ہیں جو ائمہ سے وارد ہوئی تو یہ بھی واجب القبول نہ ہوگی
 اور بعض روایات میں اگرچہ روایات اہل سنت ہیں اور بواسطہ روایات اہل سنت کے منقول ہیں
 ہیں لیکن یہ اس قراح سے الروایۃ نہ ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ ان روایات کو موافق و وارزہ
 امام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجھینگے اور ان روایات کے صدر سے مذہب کی بنیاد کی
 انہدام سے صیانت کیونکر کریں گے۔ اور ان روایات سے مذہب تشیع کو چند وجوہ سے
 صدر سے پہنچتا ہے۔ اول یہ کہ ان روایات سے صحیح ثابت ہوتا ہے کہ امت کو زمانہ
 ائمہ اثنا عشر میں استقامت امر اور غلبہ علی الاعدا اور ظہور دین اور اصلاح امر میں
 ہوگا پس اگر ان کو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہ وعدہ اور اجابہ
 جھوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں برعکس اسکی اضطراب امر اور غلبہ اعدا اور
 اختصار دین اور فساد امر حاصل ہوا اقل اعظم کا نام و نشان تک صفحہ گیتی سے گویا محو کیا گیا

صلیہ امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ تیرے پاس کسی رشتہ میں کسی ناجرادی سے آوی جو قرآن کے موافق ہو
 تو اسکو لے اور جو کچھ تیری پاس کسی روایت میں درائے ناجر آوے جو قرآن کے مخالف ہو تو اسکو نہ لے۔ امام کاظم
 نے فرمایا جب تیرے پاس دو متخالف حدیثیں آئیں تو اسکو کتاب اللہ اور ہماری حدیثوں سے مقابلہ کر اگر وہ ادنیٰ شائبہ
 باطل تو وہ حق ہے اور اگر اُن کے مشابہ ہو وہ باطل ہے۔ ۱۲

جیسی حالت رہی وہ محتاج بیان نہیں دوسری یہ کہ یہ غلبہ استہلا جو زمانہ اثنا عشر
 بن موجود ہے یہ مختصر کوئی زمانہ تک ہو اور اسکے بعد ہر ج و مرج و فساد و ہلاکت می اگر بعد ائمہ
 کے ہیں تو حضرت علیؑ ہیں اور وہ خود ائمہ سے کم درجہ ہیں تو معلوم نہیں کہ یہ امامت جو ائمہ
 اثنا عشر ہیں می مختصر اور ختم ہو چکی تھی کیا بعد اوسکے جب ارشاد فاضل مجیبات محمدی
 صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ائمہ اثنا عشر کے پھر امامت کی ضرورت نہیں رہی حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مواذ اللہ دین ناقص چھوڑا تھا جو زمانہ ائمہ اثنا عشر ہیں مکمل ہو گیا
 تیسری یہ کہ یہ زمانہ مصداق آیت شریفہ و علی الذین امنوا منکسر کا ہے کہ خداوند
 تعالیٰ زمانہ بعض ائمہ میں انجام دے اختلاف و تمکین دین و ازالہ خوف و حصول امن فرمایا گیا
 اور یہ ہی بقدر رگلو گیر مذہب شیعہ ہے کسی دانشمند پروشیدہ نہیں قولہ ای شد متخلف
 اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا مجیب کی مناظرہ والی کے کمال پر وال
 اقول ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ بشہادت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن
 کے ہو گو کیسے ہی راوی سے ہو واجب القبول ہوگی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ
 کر چکے تھے کہ یہ خلافت کتاب اللہ سے ثابت ہو تو یہ روایت جو موافق کتاب اللہ
 کی ہوئی قابل قبول ہوگی رہا اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو
 اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب ہی گذارش ہوتا البتہ یو نہیں بے دلیل و دعویٰ کرنا ہمارے
 فاضل مجیب کی کمال مناظرہ والی پر دلیل سے قال الفاضل المجیب - قولہ - اور
 آیات می الخ آپ کے علماء کی کلام اور ساری کے اقوال و افعال سے اوسکا اہم الہامات
 ہونا ثابت ہو یہ تعجب ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تصریح کیوں نفرمایا
 مسائل روزہ و نماز و غسل و وضو و تیمم جتنے کہ آداب بیت الخلا وغیرہ وغیرہ تک تو صاف
 مشرح و مفصل بیان فرمائے اس اہم الہامات کو ہی کیوں چھپا دیا و پہلے کر دیا
 کہ اثنا عشر ائمہ میں سے ہر ایک کو یہ حق ہو کہ اس کے بعد امام ہو جائے

العبد الفقیر الی مولانا الغنی جب ہانت کا اصل مذہب آپ کو معلوم ہو چکا
 کہ اُن کے نزدیک خدا تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم اُسکی تبلیغ فرماتے ہیں جو ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تو پھر یہ
 اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازیں جب خداوند کریم خود اسکی اقتضائے کا متکفل
 ہو چکا تھا تو پھر کچھ ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اس
 ہیئت کذابی کے ساتھ بیان فرماتے جسکو حضرات شیعہ پسند فرماتے ہیں اور ممکن ہے کہ اگر تصریح
 کے ساتھ اختلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اسوقت بغاوت اور بلوہ اور قتل غایبہ پیش آتا
 عجیب نہیں کہ باعث نزول عذاب کا ہونا اسی امت کیسہ دیکھا گیا اور اوصاف و عوارض
 بتا کر منزلہ تصریح کے کر دیا گیا اور یہ بھی ایک نوع کی تشریح و تفصیل ہے لیکن ہمارے
 مجیب فرمایا کہ جب یہ مسئلہ اہم المہات اور اصول و مقاصد دین میں سے تھا اور خدا
 تعالیٰ پر واجب تھا کہ اسکو بیان فرما دے یا جو دیکھ اُس نے اُس نے فرمایا کو بیان فرمایا
 اس اہم المہات کو ہی کیوں جیستان و پہلے کر دیا کہ جو کتاب اللہ میں سے کہیں بوجہی سے
 نہیں جاتی ہو تو غور و انصاف کا حکم ہوتا ہے جو بسرِ چشم ہے لیکن کچھ آپ ہی غور و
 انصاف سے حصہ لیوین قال الفاضل المجیب قولہ - یہ بھی امر باعث ہوا کہ اہل سنت میں
 درباب نص و عدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہ دعویٰ ہے کہ اہل سنت اس باب
 میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں چنانچہ ملاحظہ صواعق سے یہ
 معلوم ہو سکتا ہے - اقول - اگرچہ اس قول کے جواب میں گفتگو ہو سکتی تھی مگر چونکہ
 چندان مفید نہیں نظر احتصار کچھ عرض نہیں کرتے مگر اسقدر ضرور گزارش ہے
 آپ کے خاتم المحدثین تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ پنجم میں فرماتے ہیں - زیر کہ خلفا

بظاہر الفاظ میں کوئی قید معلوم نہیں ہوتی افسوس کہ آپ کے خاتمہ الحمد میں
 صواعق کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ یہ سادہ جو جی کی آپ ہی تکذیب فرماتے ہیں نہ فرما
 بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی کتاب
 کے مطلب کو تو آپ نے سمجھا ہی نہیں تھا بندہ کی گزارش کو بھی قبول فرمایا اور ہم
 لیجئے اب پر گزارش کی جاتی ہے مگر تحفہ کا ملاحظہ فرمائیں اور سمجھیں مسئلہ منصوصہ
 جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مختلف فیہا ہے اوس میں دیکھنا چاہیے کہ محل نزاع کونسا اثر
 کہ جس کو اہلسنت منع کرتے ہیں اور شیعہ اُس کو تسلیم کرتے ہیں چونکہ تحقق نزاع کے لئے
 ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جس میں نزاع واقع ہو رہی ہے باتحاد الاعتبارات و فقیہین کے نزدیک
 ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نص کہ جس کا اشتراط حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہیں اُس کو حضرات اہلسنت منع
 کرتے ہیں اور اگر وہ ہو بلکہ وہ نص جس کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں جدا ہوا و جب کہ اہلسنت
 تسلیم نہیں کرتے ہیں دوسری تو نزاع ہی متحقق نہ ہوگی پس وہ نص جس کو حضرات شیعہ
 امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 بتصریح اسطرح اختلاف فرمایا کہ عام طور پر سب کو جمع کر کے آپ نے ارشاد فرمایا ہو کہ اے لوگو
 فلاں شخص کو تمہارا دیرین اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہوں میری بعد وہ میرا خلیفہ
 اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار کرو گے میں
 اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیر کہ خلفائے ثلاثہ نزد اہل سنت
 اندنہ منصوص علیہ یعنی منصوص علیہ نہیں تھا ذمہ فیہ نہیں ہیں چنانچہ سیاق عبارت کو
 متبادر لے الفہم اور پہلے انتفاء نفس کو مستلزم نہیں بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص۔
 جو مثل روز روشن واضح کر دی کہ اختلاف کسطرح واقع ہو نیوالا ہے بطور اخبار کے
 جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہو جن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے
 ساتھ مختص سمجھا خلفاء کو غیر منصوصہ فرمایا اور یہہ باعتبار عرف اقرب الی الفہم ہو

کچھ تو فہم و انصاف کو کام لین قال الفاضل الجیب۔ قولہ۔ اور حدیث تمسک بالہدیین
 اور قصد احراق کا ذکر عجب سبحان اللہ۔ اپنے گہری تو خبر لیجئے۔ قول۔ امور دینی میں
 حدیث تمسک کا ذکر انکو کیوں عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہلسنت
 نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لیں اور اس کو فروغی مسئلہ اور نہایت
 خفیف سمجھیں تب بھی حدیث تمسک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیوں تعجب
 آتا ہے یقول الجید الفقیر الی مولانا الغنی حدیث تمسک کا ذکر اس واسطے
 عجب معلوم ہوتا ہے اور اسلئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و
 تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن دہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو
 اور حدیث پر جب تک عمل ہی نہیں اور خود بھی اوس سے برا حل بعید ہیں تو اس
 صورت میں بمقتضائے امام ذوالنورین علیہ السلام کے ہر زوی مقل و شاعر کو اسکا
 ذکر عجب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کر لگا زبان و دعووں سے تمسک
 نہیں ثابت ہو سکتا حضرات شیعہ نے تو مشائخ اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے
 ساتھ تمسک کیا ہے جبکہ نامہ اعمال مابقی میں مذکور ہو چکی ہیں اگر اسکا نام تمسک
 بالہدیین ہے ایسے تمسک کو سلام عرض ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہ بھی
 معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جو فروغی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہو حالانکہ
 یہ مسئلہ اسرطاف ہے فردعیات کو خفیف ہونے کے کیا معنی قول آخر آپ کے خلفاء امام
 بہ تمسک ہی رہتے ہیں اقول خلفاء رضی اللہ عنہم بحکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب آیات
 اطاعت اولوالامر تھے اور مطاع اور اولوالامر کو جس طرح تمسک کرنا چاہیے کیا
 قول اگر مینے یہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت عینا مقدمہ خلافت کا ہے پیش
 آیا آپ کے خلفاء نے اس باب میں اہل بیت کو کیا تمسک کیا تو کون سے تعجب کا
 محل ہے تعجب اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود اسکا کمال نیداری اس باب میں

تک ہو اور قصد اہراق کیا اقول مقدمہ خلافت میں جب تک نقل اٹھم اور تک نہ ہو تو لا محالہ نقل اس قدر ہی
 اوس کا متبع ہے تو یہ سوال کہ خضر نے اس باب میں اہل بیت سے کیا تک کیا ہے یہ محل تہجیر
 پہر اگر پہننے اس پر حضرت شیخ کے تمککات ہیبت سے جب تک تو ناخوش ہونے کی کوئی بات ہے لیکن ہمیں
 مقدمہ میں جو بعد وفات سرور کائنات سے دنیا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہیں کہ جب یہ حادثہ پیش آیا
 اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئی تو اس وقت تک حضرات شیعہ کا وجود نہ ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا
 اگر اس وقت تک ان کو خلعت وجود عطا ہو چکا تھا تو فرمائی کہ اس وقت ان حضرات نے کیا تک
 بالتحقیق فرمایا کیا اس وقت تک آیت **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ**
وَأَعْلَظْ عَلَيْهِمْ نازل نہیں ہو چکی تھی یا یہ کہ نازل ہو کر پہر منسوخ ہو چکی تھی اور یا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**
الْأَعْتَقُوا ما غضب الله علیکم کا حکم بوقت باقی نہیں رہتا اور اگر ان کا وجود ہی
 نہیں ہوا تھا تو یہ فرمائی کہ ان کا وجود اس وقت حادث ہوا ہے۔ راقعہ اہراق بس اس کی بابت ہم پہلے
 ہی گذارش کر چکے ہیں اور اب یہی مختصر گذارش کرتے ہیں کہ اولاً حضرات شیعہ نے نقل اہراق کا
 دعویٰ فرمایا۔ چنانچہ ان کی شیخ محقق طوسی بخوید کے مطاعن صدیقین میں تحریر فرماتے ہیں **وَأَنْدَلَعَتْ**
إِلَى بَيْتِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اسْتَمَعَ مِنَ الْبَيْعَةِ فَاحْضَرَمَ فَيْدَ النَّارِ
فَاطِمَةَ وَجَعَلَهَا مِنْ بَيْنِ شَمَامٍ اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بھی یہ دعویٰ فرمایا
 پہر جب دیکھا کہ یہ کاغذ کی بنا و نہیں ہوتی اور متقدمین کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو پچھلون نے اس دعویٰ
 چھوڑ کر قصد اہراق کا دعویٰ کیا اور دین میں جو جاری فاضل مجیب ہیں اور تک اپنا اوس دلیل
 قرار دیا جو از الہ الخفا میں منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں **وَأَيَّدَ اللَّهُ مَا ذَاكَ بَانِعِي** اجتماع ہوا
 المنصر عند **أَزْأَمْرِهِمْ** ان الیہ و علیہم البیت اب عاقل **إِنَّ الْفَاطِمِينَ غُورُ** کے ارجحان شیعہ
 ۱۵ ای نبی کا فردن اور نہ نقون سے جہاد کردار نہ سخی کر پیٹھ ای ایمان والو دوستی نہ کرواد نہ سخی چیز خدا نے غصہ کیا کہ
 ۱۶ امد اوس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر کی طرف جب اوس نے بیت سے اٹھا کر کیا بھیجا تو اس میں
 اگل لگا دی حالانکہ اوس میں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی کا شریک جماعت تھی ۱۷ اور خدا کی قسم ہمیں جھکو کچھ مانع
 نہیں ہے اگر یہ جماعت تیرے پاس اکٹھی ہوئی کہ میں گھر جلائیگا اور ہر ملک کو ان ۱۲ - ۱

دعویٰ کو دیکھ کر ان الفاظ کو ثابت ہوا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ان الفاظ پر اگر قصد اوراق جبکہ ہماری
فاضل مجیب مدعی میں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قصد اوراق ایک ایسی شے کی غرض ہے کہ متقاضی کو جس میں
بجہ شک و تردد نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت میں لفظ مذکور باسعی مذکور ہے جبکہ جسے یہ میں کہ
یہ مجبور و کئی والا نہیں ہے جو میرے عدم قصد پر دال ہے اور محض تخوین کو نسبت ہے اور نیز جبکہ لفظ
ان شرطیہ متصل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے اسو شکو کو عمدہ کے واسطے متصل ہوتا ہے اور
بابتہ قصد و غریہ کی منافی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی عبارات عرف عام میں محض شہرہ کی پیش
ہوئے جاتے ہیں اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور اگر قصد اوراق متصل نہیں ہے
چست پنجاب ایئر نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بیحد و کایت المال لوٹ کر یہ حضرت
شیعہ کہ آیتھی تھے اور جناب ایئر نے ان کو ایک جناب ایئر خط تحریر فرمایا جسکی متن ہم پنج الہامات
اوپر کرچکے ہیں اور میں تحریر فرمایا ہے فاتر الله واردد الی هو لاء القوم اموالهم فانك
ان لم تفعل لثا ملکی الله منك لا عددن الی الله فیک ولا ضرربا لیقی
الان ما ضربت به لحد الادخل الی ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائی کہ یہ الفاظ آپ کی رسم کے ہوتے
ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہیں پہر ہم پوچھتے ہیں اگر یہ مقصد قتل ہے تو قتل کی کس
سلسلہ کا لانا حد ثلث النفس بالنفس الثیب الزالی والذاتک لدینہ جائز ہے یا نہیں
علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال پس کیے یا نہیں اگر واپس کر دیتے تو خود ابن عباس نے
جو اسکے جواب میں تحریر کیا اور لکھا کہ بیت المال میں میرا حق اس سے زیادہ اسکے مخالف ہے
اور نیز کہیں کہ انہاں کا ثابت بھی نہیں ہوا اور اگر واپس نہیں کیا تو پہر حضرت روگو کہ یہ اور نہیں
قدرت ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی اور پہر اس کے ساتھ کہی نہیں ہے تو تبعیان یا کہ میں کہو کہ
داخل ہوئی ہاں صورت میں تو قتل اور عذاب کی ان کو بھی کافر و مرتد فرمائی ورنہ کم سے کم حب و عین
محقق طوسی مجید میں بخلافہ فسخہ و محار بوجہ کفر۔ فاسق کو ضرر ہے کہی ورنہ اور

سے کہ بیک اس میں میں نے کہا اور اب میں نے اور نہ ۱۲ سے اسکے مخالف فاسق میں اور بیک جواب کا ۱۰

صحابہ نے ہی ایسا کیا مقرر کیا ہے اور یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہے اور اگر قدرت ہوئی تو پہر جانیے
 اونسے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اپنا مقصد پورا کیا یا نہیں اور اپنی قسم میں بات ہوئی یا حاشیہ
 ارشاد ہو قولا کہ عجب نہیں کہ آپ کو یہی ارکا تعجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچھ جواب دیتے اور یہ
 ہی وجہ ہے کہ جب آپ کو با اہمہ جو دست طبع کچھ جواب نہیں سکا تو ناخوش ہو کر چلا کر شیخ فرمائی
 اقول افسوس کہ آپ نے ہماری گزارش کو نہ سمجھا ہمنے اجمالاً مختصراً دیا ہی جواب دیا ہوتا
 اور لکھا ہوتا کہ مقصد امور قلبیہ میں سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اسکا ادراک دشوار ہو
 اور جو الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے وہ گہر گزرا قیام پر دلالت نہیں کرتا۔ پس یہ حضرت کی خوش
 فہمی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ جواب نہ دیا اور کچھ جواب نہیں سکا۔ چنانچہ اس جواب میں
 ہمنے اسکو کی قدر تفصیل کے ساتھ عرض کیا آپس اگر آپ اب ہی نہ سمجھیں تو اس میں فرمایا ہے
 کہ ہمارا کیا مقصد ہے۔ باقی الفاظ نا ملائم کام ہم جواب نہیں دیتے۔ قولا ہمنے نیک آہ
 گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپ کو اس سے کیا بالفرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپ کے
 گہر کی خبر نہیں کیونکہ اگر آپ کا گہر سلامت ہوتا تو اس کے سلامتی ثابت کر کے اور اس سوال کا
 جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تھا۔ اقول چونکہ یہ عبارت محض خوش فہمی سے
 ناشی ہے کہ آپ نے میری تحریر کو سمجھا ہی نہیں اور اسکا جواب خالی از ہزل و ظرافت نہوگا اسیلئے
 ہم اس عبارت کے جواب میں سکوت کرتے ہیں۔ قولا بفرض محال اگر آپ کا یہ وہم صحیح ہی ہو
 تب ہی آپ ہم جیسے ہو گئی پہر طعن کے کیا معنی اقول یہ حضرت کی منظرہ دانی ہے
 جو آپ فرماتے ہیں کہ آپ ہم جیسے ہو گئی پہر طعن کے کیا معنی ورنہ نے حقیقت جب ہماری گزارش کو
 صحیح تسلیم کر لیا تو گویا اپنے آپ کو غیر مستحکم بالثقلین تسلیم کر لیا اور نیز بر عزم خود ہمارے
 اکابر و اعظم کو یہی غیر مستحکم سمجھ رکھا تھا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہ محض بر عزم سامی ہے
 اور طعن کا مدار بر عزم سامی پر نہیں ہے تو یہ فرمانا کہ پہر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہ کہنا
 کہ آپ ہم جیسے ہو گئی سراسر غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازیں یہ طعن محض آپ کے طعن کی تردید کو چاہتا

جسکے حاصل میں ہر گز چھوٹے عداوت کے ساتھ مشغول فرماتے ہیں اور ہماری طرف عدم تسک
 و تسکین کا الزام لگاتے ہیں آپ خود اس قسم کے سامعین کے ساتھ مشغول ہیں اور ایسی نزاکت کے
 ساتھ ملزم ہیں تو آپ کا ملن جی اور الزام نازیبا ہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھ خود مشغول ہو رہا
 کیونکہ وہی عقل اس طعن کا کیونکہ الزام دیکھتا ہے۔ مثلاً شراب خوار شراب خوار کو ذرا لائق نہ کہے
 اور ساقی ساقی کو شراب خوری اور زنا اور چوری کے ساتھ مشغول نہیں کر سکتا ہے اور ایسا
 کر گیا وہ عوامیہ ہی ہے اب باوجود کہ میان تو خود ترکیب میں نہیں کا ہے پھر تو کسی کو نہ ہی کہو ملن
 کر سکتا ہے پھر اگر وہ طاعن اس کے جواب میں کہے کہ آپ ہم جیسے ہو گئی ہیں طعن کے کیا سینے
 تو عقلاً اسکو باطل از خارج از عقل سمجھیں گے۔ نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے منافق و منافقین
 و منافقین ہر ایک ایسی بدیہی صریح غلطی کریں جس سے عوام کو ہی امتیاز ہو۔ قال الفاضل
 المحجیب۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کہ اب الفیہ و عمرت نے منسک فرمایا ہے
 اس سنت کو وہ منسک کہاں نصیب ہے۔ اقول۔ واقعی یہ آپ کا فرمانا بہت درست ہے کہ منسک
 کہن بر زبان جاری ہو گیا بیت ابن سہادت بر زبان زبونت + تانہ جسد خدا سے مجسم شدہ۔
 یقول العبد الفقیر الی مولانا الفیہ۔ کلمہ حق اوردہا باطل۔ غالباً حضرت
 تیسلیٰ بن فہمی یہی ہے اور اکثر استدلال کا مدار اسی قسم کے فہم عبارات پر ہے چنانچہ
 ناظرین مکتب قوم پر واضح ہے ہر ادھر ہر ناز و انتہا مزید برآں۔ قال الفاضل المحجیب۔
 قولہ۔ بلکہ اس سنت ایسی منسک ہے پیر ارجان تبری و تماشائی کرتے ہیں۔ اقول۔ اگر ایسا کریں
 تو خلفائے کثر کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بیت لوگوں نے جسکو اپنے زعم میں معتاد پیشوا
 مان رکھا ہے تبری و تماشائی کرتے پڑی۔ یقول العبد الفقیر الی مولانا الفیہ۔ بلکہ اگر
 ایسا کریں تو خدا تعالیٰ سے اور اس کے تمام انبیاء و رسل سے اور دین و ایمان سے تبری و تماشائی
 کرتی پڑے۔ اور حضرات ہشامین اور زمرہ و ابو بصیر وغیرہ کا قتلاہ و تقلید گردن میں ہوا جو حضرت
 موسیٰ الطاق جبکہ آپ کے علمائے طاق فرماتے ہیں امام پیشوا ہوں۔ تو وہ بالکل غلط

اللہم انما نؤذک بسنن النحر بعد الکفر **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محض لکیر کے فقیر ہیں اور
 بہرون ویل اپنے اسلاف کے متقلدین یہ بات کب گوار کر سکتے ہیں **اقول** بیشک
 اہل سنت محض احکام خداوندی تقائے شائے و سنن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ
 جنین اہل بیت ہی شامل ہیں و تابعین لہم با حسان کی لکیر کے فقیر ہیں۔ نہ بجز کتاب اللہ و انکو
 پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائی سنت رسول اللہ و انکے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع
 اور حکومت ان دونوں کا کر کہا ہے نہ حاکم پر وہ کتاب و سنت کی خلاف یہ بات کیونکر گوارا
 کر سکتے ہیں **قولہ** ایسے مجبور تک کتاب اللہ و عترت رسول اللہ سے تبری و تخاصی کر بیگز
اقول یہ ہمارے حضرت حبیب کا فرمانا سر اسر خلاف واقع اور بائہ غلط ہے کتاب اللہ کے ساتھ تسکا
 حقیقہ و مجازاً و ظہاراً و معنی بفضل اللہ تقائے اہل سنت کا ہی حصہ ہر شہرہ گانو گانوں میں خدا تعالیٰ کو
 فضل سے علما و حفاظ کلام مجید موجود ہیں حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اوسکے جامعین سے
 جنکو عند اللہ کمال قرب و منزلت ہے تبری و تخاصی کرتے ہیں اسکی با دوش میں خداوند کریم نے
 انکو اس نعمت پر محروم فرمایا اور باوجود درود و ہور کے انکو کلام مجید یاد نہ ہوا اور اپنا قرآن جو اللہ
 پاس کی بعد دیگرے چلا آیا و خود غار میں رہے میں شیعان پاک سے مخفی و مستتر ہے اور اسی پر
 معانی کو ہی قیاس کر لیجئے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوشہ چین مفسرین و قرآنہنت رہے۔ ورا
 تفسیر مجمع البیان طبر سے کو ہی ملاحظہ فرما لیجئے آری۔ ولاید فہم من کاس الکرام نصیب
 عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تسکا اگرچہ حضرات شیعہ انکے دعویٰ میں مگر فی حقیقت
 یہی ہی اہل سنت کو ہی نصیب ہے ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعام و عات اور انکو
 اولاد کو اور تمام نبات و روچات و احاف کو اپنا مقصد و پیشوا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرت
 شیعہ کے کہ انہوں نے سوائی محدودی چند عترت کے سب کو خلعت کفر و ضوق کے ساتھ
 تشریف بخش رکھا ہے۔ پس فی حقیقت قضیہ منعکس اور معاملہ منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور
 کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ سے تبری و تخاصی کرتے ہیں نہ اسنت ہاشمہ میں

قال الفاضل المحبب - تو کہ کیا تم کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظہ خود خداوند
 حقیقی بتا لے شانہ پر موت اور بیاض عثمانی ذاتی قرار دین چنانچہ مسلمات بتد سے ہے۔ اقول -
 حضرت مجیب کے اس قول سے نہایت ہی تعجب ہے جو باوجود ادما کی علم و فضل میں اس الیا الیہا علما کی
 شان کے خلاف ہے آپ محسن صاحب شہر الکلام وغیرہ کی تعلیم فرمائی اور اپنے تئیں سے کام
 نہ لیا کاش - اور انکی ہی کام کو بخور دیکھا ہوتا مسلمات بتد سے تو شاید اوہوں نے ہی نہیں کہا
 شیعوں کی کہا میں تو انکو نہیں مانتی کاش شہر الکلام دتخہ وغیرہ کو جسکا اعتماد دہر و سریر آپ
 جو آب کہنے سہی ہیں باسماں نظر ملاحظہ فرماتے کتاب اللہ کی تنظیم و تکریم و تفہیم عامی
 اہل ایمان پر حاشا کہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو حضرات اہلسنت کا تعجب حال ہے کہ کسی از صاحب
 شہر الکلام فرماتے ہیں کہ تبعون کے نزدیک بیاض عثمانی یعنی ماہذ اللہ قرآن شریف سے کافی
 کلیتہی صحیح تر ہے اور دلیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ زبان ثقات شیعین سے سنا گیا تھا اور کبھی
 صاحب تخریص دعا کرتے ہیں کہ تاریخ ابن قتیبہ ضرور شیعہ محد تراذ قرآن ست - اور کوئی دلیل پر نہیں
 فرماتے - یہ علماء حضرت اہلسنت کا حال ہے کہ خود شیعوں کی نسبت ایسا افسردہ اتہام اپنی طرف سے
 منسوب کرتے ہیں اور کوئی دلیل و سند بیان نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو محض سنی ہوتی بتلاتے ہیں
 اور کچھ نہیں ثمراتے - حیف حدیث ہماری حضرت مجیب نے ہی انکی تقلید سے یہ کہا ہے
 اگر دہری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے - **مقول العبد الفقیر**
مولانا الفتنہ ابن مہدیہ میں بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ یہ سند بدیہیات اولیہ سے ہے
 چنانچہ اسی واضح ہو جائیگا اور بدیہیات محتاج دلیل نہیں ہوتی جسکو نہ ہب تبع کی کچھ بھی
 واقفیت ہوگی وہ اس سلسلہ میں ضرور واقف ہوگا - دوسری یہ کہ ہنے اس سلسلہ میں صاحب شہر الکلام
 کی تقلید نہیں کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے چنانچہ منقریب گذارش ہوگا - **ان اگر تعبد و تفر**
 کوئی روایت صاحب شہر الکلام وغیرہ سے نقل کریں تو مضائقہ نہیں ہے - لیکن یہ مقتضی
 تقلید کو نہیں ہے پس یہ محض ہمارے مجاہد کا دہم و گمان ہے و پس - **میسری** یہ کہ

صاحب انتہی حکام اور صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اعتماد پر جواب لکھتا اگرچہ جارحانہ ہے۔ لیکن یہ بھی انشاء اللہ تبارک ہمارے فاضل مجیب پر واضح ہو جائیگا کہ جسے محض تقلید ہی جلب لکھنا یا اپنی تحقیق سے ہی کام لیا ہے۔ مہذبہ طعن تو اس وقت زبیا تھا جبکہ آپ کو مضامین و جوابات آپ کے خانہ زاد و نتیجہ طبیعت ہوئے اور جب آپ ہی محض ناقل اپنے برزگوں کے ہیں اگر میں نے اپنی برزگوں سے نقل کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ چوتھی یہ کہ یہ بحث قرآن کی تحریف و عدم تحریف میں ہے نہ ہمارے فہم میں نہیں آتا کہ ہماری فاضل مخاطب نے یہ سچا دار الفاظ کیوں تحریر فرمائے (کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے۔ حاشا کہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہے) تعظیم و تکریم و تقدیم کا کیا ذکر تھا اور اس کے لکھنے سے کیا فائدہ صاف لکھنا چاہتا اگر آپ کو بیان تحریف معتبر نہیں اور باجماع باطل ہے تو لکھنا چاہیے تھا کہ کتاب اللہ کی عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے حاشا کہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو۔ سوال از آسمان و جواب از زمین کی مثل بیان صادق ہے کہ گفتگو تحریف و عدم تحریف میں ہو اور ثبوت تعظیم و تکریم کا دیون سبحان اللہ ہماری حضرت فاضل مجیب پر خوش فہمی ختم ہے حالانکہ یہ مسلمہ عدم تحریف کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ یہ تعظیم و تکریم علی وجہ التقیۃ واجب ہو یا اسوجہ سے ہو کہ اس باقی ماندہ میں آخر اکثر اصلی ہے احقاق تو کم ہے کیا کتب سادہ و جوفہ کی تعظیم و تکریم اجماعی اہل ایمان نہیں ہے کیا ان کی تحقیق و الامت اجماعی اہل ایمان ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ تعظیم و تکریم خلاف امام معصوم کے اہل ایمان کی کیونکہ اجماعی ہے امام معصوم تو آیت امہ تھی اربلی من امہ سنکرتذلیل و الامت کی طور پر قرآن ہینیک دیون اور لایق امانت سمجھیں اور ہماری فاضل مجیب اس کو تعظیم و تکریم اہل ایمان کے اجماعی فرما دیں معلوم نہیں امام معصوم کو اہل ایمان میں سے سمجھتے ہیں یا نہیں اور ان کی لغت خارج اجماع ہے یا نہیں۔ مگر ان آپ یہ فرما سکتے ہیں کہ میری مراد کتاب اللہ سے وہ کتاب یا ہو جو سراب سرس رائی میں امام معصوم کے پاس صندوق تقیہ میں محفوظ ہے۔ مہذبہ اسلما کہ تعظیم و تکریم اجماعی ہونے سے مراد یہ ہے کہ عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے تو اس سے

معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی میں وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہیں اور ان پر ترجیح غیر مسلم
 المؤمنین صادق آتا ہے ذرا سکویا دیکھیں۔ اس صورت میں آپ نے صد اعلیٰ تہذیب متقدمین و متقدمین
 اہل ایمان بنا دیا تا بآش آفرین باد۔ پانچویں صاحب منتہی الکلام اور صاحب تحفہ نے بھی اس بار میں
 جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہیں چنانچہ بندہ کی گزارش سے کیقدر واضح ہو جا گا چوتھی ہیکر بندہ
 نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرمائے تو ایسا ہرگز نہ کہتے معلوم نہیں
 یہاں کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیوں انعام و اعزاز فرمایا لاکھ اسکا موقع محل کتب حدیث
 و تفسیر میں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اسید واسطے نہیں کیا کہ انہیں تحریف
 قرآن کا ذکر ہے اور دایا اب اس کے ثبوت کے موجود ہیں لیکن تنکیں نے جب دیکھا کہ خصم نے وہاں
 ٹھگو گئے وہاں سے جس سے بدن انکار رہی مشکل ہے اسلئے انہوں نے کہیں انکار تحریف کر دیا اور دایا
 کو تو حیات لاطالہ سرسبز و خریب فرمایا ورنہ بعض جگہ تنکیں نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعویٰ کیا
 چنانچہ ہم نقل کریں۔ قولہ ہر حال جواب گزارش ہے یہ جو کچھ آپ نے اس قول میں کہا ہے
 محض دروغ بیفروغ ہے اگر آپ کو دعویٰ ہی تو بسم اللہ کوئی دلیل لائی یہاں آپ نے کہا لہذا کہہ کر کہ
 سلامت تنبیہ کر ہے آپ اپنی دعوئی میں اگر چے ہیں تو کوئی چوٹی موٹی ہی دلیل بیان کیے
 اور جواب بینی۔ اقول ای حضرت میر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور باطن
 نفس الامر اور واقع کے ہر اوسین کذب کو دخل نہیں ہر افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی کتب بہت تفسیر
 کی خبر نہیں ہر اگر آپ ان کا بوئیں سے دیکھتے تو ممکن نہ تھا کہ آپ اس دعویٰ کا انکار دواتے
 بیچر چوٹی موٹی نہیں بلکہ ہم موٹی موٹے دلائل و افہامیکس کرتے ہیں براہ غیایت ذرا متوجہ
 سین۔ احادیث متعددہ جو مختلف اند سے مروی ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا سوا
 المعنی ہیں اور وہ قطعاً کوہو بخ چکی ہیں وہ عبارات انص و نوح تحریف کو مستحقین
 اس وقت میر سے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رکھی ہوئی ہے اس سے بطور شے ازہر
 وطرہ از بجا نقل کرنا ہوں۔ محمد بن مرتضیٰ اند جو محسن اپنی تفسیر کے مقام میں کہتے ہیں

صاحب الزکریا والسنن والاعمال

المقدمة السادسة في بند ما جاء في جميع القرآن وتحريفه وزيادته ونقصه
وباويل ذلك روى علي بن ابراهيم القتيبي تفسيره بإسناده عن ابي عبد الله عليه
السلام قال ان رسول الله صلى الله عليه وآله قال لعنه عليه السلام يا علي ان القرآن
خلف فراشي في الصحف والحبر والقراطيس فخذوه واجمعوه ولا تضيعوه
كما ضيعت اليهود التوراة فالطابق على عليه السلام فجمعه في ثوب اصفر ثم ختم
عليه بنية وقال لا ارتدى حتى اجبعه قال كان الرجل ليايته فيخرج اليه لغيره
حتى جمع وفي رواية الى ذر الغفاري رضي الله عنه انه لما توفي رسول الله صلى الله عليه
واله جمع على عليه السلام القرآن وجاء به الى المهاجرين والانصار عرض عليهم لما
قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله عليه وآله فلما فتحه ابو بكر خرج في اول صفحة
فتمهما فضايح القوم فوثب عمر وقال يا علي اردده فلا حاجة لنا فيه فاحذره علي
عليه السلام وانصرف ثم احضر زيد بن ثابت وكان قاريا للقرآن فقال له عمر ان
عليًا جاءنا بالقرآن وفيه فضايح المهاجرين والانصار وقد اردنا ان نؤلف لنا
القرآن ونسقط منه ما كان فيه فضيحة وهتك للمهاجرين والانصار فاجاب به
زيد الى ذلك ثم قال فان انا فرغت من القرآن على ما سألتم واظهر على القرآن

۱۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہ بیانیں کہ جو قرآن کے حج اور عمرہ میں داخلہ اور فحشاء بائین آیا ہے اور ان کی تاویل میں علی بن ابیہر قس نے اپنی تفسیر میں اپنی ہناد کے ساتھ ابی عبد اللہ علیہ السلام روایت کی کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو فرمایا ای علی قرآن پیری کہ جو سچی صحیفوں اور شہادہ کاغذ نہیں ہے کہ تو متعلق کچھ جو طرح سیوڑوں سے تواریت کو مصلح کر دیا۔ پس صح کرنے لگے اس کو علی علیہ السلام نہ دیکھ پیر میں یہاں تک کہ اوپر ہنر رنگائی اپنے گہر میں ادھکا اسکے فرامیج کہ چا و نہیں ہینو گھا۔ کہا کہ پاس کوئی شخص آتا نہ تھا تو آپ اس کی طرف بدھن چادر کے نکلتی تھی یہاں تک کہ آپ اس کو جمع کر لیا۔ اور انہو فرما دی کہ روایت میں جب رسول اللہ نے وفات پائی علی نے قرآن جمع کیا اور ہاجرین ہنزار کے پاس لائی اور انہو پیش کیا کہ لیکر حضرت نے ادھکا اس کی مصیبت کی تھی جب ابو بکر نے اس کو کہلا تو پہلی جی صحیفہ میں قوم کی فضاخ ظاہر ہوئی تو عمر اور چل ہڑاد کہا ای علی اس کو وہاں لایا کہ جو اس کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ پھر علی نے اس کو لیا اور چھ لکھی پھر یہ میں نہایت کو بلایا اور وہ قاری قرآن تھا اس کو عمر نے کہا کہ علی ہماری پاس قرآن پاتا اور اس میں ہاجرین ہنزار کے فضاخ بھی اور ہم چاہتی ہیں کہ تو ہماری لئے قرآن جمع کری اور یہ میں ہاجرین اور انصار کی مصیبت اور ہنزارہ اس میں ہر ماں نظر کر دی زید اس کو قبول کیا کہ ہر کہا کہ جب میں قرآن سے ہنزار رسول کے موافق فارغ ہوا اور علی نے جو قرآن جمع کیا ہے فاسر کیا جائے۔

الذی الفہ الیسف د بطل کل ما علمتم ثم قال عمر بن الخطاب قال زید انتم اعلم بما
 فقال عمر بن الخطاب لکون نقتله ونستره منه قد برئ قتله علی یہ خالد بن الولید
 فلم یقدر علی ذلك وقد مضی شرح ذلك فلما استخلف عمر بن علی علیہ السلام
 ان یدفع الیہم القرآن فیه قوہ قیام بینہم فقال یا ابا الحسن ان کتبت بہ الی الی
 فانت بہ الیما حتی یجتمع علیہ فقال علی علیہ السلام ہیات لیس الی ذلك سبیل
 انما جئت بہ الی بکون لثوم الخیر علیکم ولا تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ہذا عاقلین
 او تقولوا ما جئنا بہ ان القرآن الذی عندی لا یمسہ الا المطہرون والاصیاء
 من قولہ فقال عمر بن فضل وقت لا یمسہ ما معلوم قال علی علیہ السلام نعم اذا قام القائم
 من قولہ یشہرہ ویحل الناس علیہ فیمشی السنۃ بہ۔ مطلقاً ما قل سف ان دور دوراً یوسر
 تال فرما ہو کہ اگر حسب ارشاد وحیب لبیب قرآن موجود ہیں تحریف نہیں ہوئی تھی تو جناب امیر کو ہدیہ
 سنی کو کوشش محنت و مشقت تنہا بلا شرکت امین ہا میں ادب ہائے کی کبا ضرورت تھی اور حضرت صدیق
 کو پاس فرما کر انما محبت لانی کے کیا معنی اور اوسین تضاعف ہا جبرین انصار تکلمنا اوس سے بنی ادا
 لغو کو کذب و فہر اور حضرت فاروق کا رد کرنا اور زید بن ثابت کو بلا کر تحریف کا مشورہ کرنا اور ان کو قتل کے
 خالد کے ہاتھ سے تدبیر کرنا اور پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں مکر اس قضیہ کا از سر نو چیرنا بالکل اہیات
 اور خرافات پہلے جنہوں نے یہ روایت کی اور جو اسکے قائل ہوئی سب ہماری فاضل محبت کے نزدیک
 دائرہ ایمان کو شاید خارج ہو گیا اگر یہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ عبارت انہی مثبت وقوع تحریف ہی

لے تو کیا تباہی حسب کارہ اہل من جائیگی جس نے کہا پھر اسکی تدبیر اور حیل کیا ہے زید نے کہا حیل کو تو زیادہ جاہو جسے کہا بجا
 حیل کیا ہے کہ اسکو قتل کریں بعد ازاں یمن تو خالد کے اہل سے علی کے قتل کی تدبیر کی لیکن اسوقت نہ تو اسکی شرح
 کہ چیکے پس جب یہ طیف ہوئی تو علی سے انکا کو قرآن لکھو دی تاکہ وہ لوگ بھی باہم تحریف کریں پس کہا ای ابا حسن اگر تو اسکو
 پھر کہے پس قیامت تو ہماری پاس ہی ہونا کہ ہم امیر مجتمع ہوں علی نے فرمایا وہ بات دور کی اس کے طرف رستہ نہیں ہوا کہ
 پاس صرف اہل الی الا ہما کہ نہ محبت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن یہ کہہ کر جس سے غافل تھی یا کہہ کر تو اسکو ہماری پاس
 نہیں بلکہ یہ تو قرآن میری پاس ہے اسکو جو ہر ستر کی اور یہ کہہ کر الہ امین سے اسکو سنا کے اسکو کوئی نہیں چھوکتا جس نے کہا تو کیا
 اس کے اظہار وقت مسلم علی نے کہا ان میری اولاد میں سے قائم (مہدی) آہنگنا اسکو ناسر گیا اور ہر کوئی کوئی نہ کر گیا تو اسکی

لولا انه زید فی کتاب الله ونقص ما خفی حقاً علی ذی حتی ولو قد قام قائماً قطعاً
 صدقہ القرآن وفیه عن ابی عبد الله علیہ السلام قال لو قرأ القرآن كما انزل القیامہ
 مستمین وفیه عنہ ان فی القرآن ما مضی وما یحدث وما هو کائن کانت فیداسما
 الرجال فالقیب واما اسم الواحد منه فی وجود لا یحصى یعرف ذلک الوصاء وفیه
 عند علیہ السلام ان القرآن قد طرح منه آئی کثیرہ ولم یند فیہ الا حروف و
 قد اخطات بہ الکتبہ وکوثمها الرجال وروی الشیخ احمد بن اسطیالب الطبرمی طاب
 ثراه فی کتاب الاحتجاج فجله احتجاج امیر المؤمنین علی جماعته من المهاجرین والانصار
 اطلعت قال لعل علیہ السلام فی جملہ ما یدلہ عنہ یا ابا الحسن اریذ ان اسئلک عنہ
 رایکت خرجت بنوب محوم فقلت ایها الناس انی امر ازل مستغلاً برسول الله
 صلی الله علیہ والہ یغسلہ وکفنه ودفنه ثم استغلت بکتاب الله حتی جمعت
 فہذا کتاب الله عندی مجموعاً لم یقطعتنی حرف واحد ولم ار ذلک الذی کتبت
 والفت وقد رب عمر لبت الیک ان العیش ید الی قابیت ان تفعل قد عا عا لک
 فاذا شہد رجلاً ان علیاً یتہ کتبھا وان لم یتہد علیھا غیر لعل واحد رجلاً انہ
 یکتب فقال عمر وانا اسمع انہ قد قتل یوم الیامۃ قوم کانوا یقرؤن قرآناً لا یقرء

لک اگر کتاب نہ
 او کے دین قضا

اور کہیں ایسی
 طرح پر ہے جسکو دساتر پہنچائیں اور کہیں ایسی سے مروی ہے کہ قرآن میں سے بہت آئین کم کی گئی ہیں اور زیادہ وحرف
 چند حروف کی بولی ہے اور کہیں ان کے غلط کی ہے اور لوگوں نے وہم کیا کہ شیخ احمد بن ابی طالب جہت غرا کی
 کتاب احتجاج میں بخدا احتجاج امیر المؤمنین کے ہمارے جہت غرا کی جاوے کہ برادری کیا ہے کہ حضور نے شہد اپنے ہونے کا
 جاباب سے کہا ای ابو الحسن میں تجھ کو کچھ دوسرا چاہتا ہوں میں تجھ کو بھیجتا ہوں تو کہہ دے کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا اور کہ میں نے کبھی
 سنی ہے کہ میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے
 ہر ایک کو میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے
 ہر ایک کو میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے میں نے کبھی نہیں سنی ہے

غیر ہم فقد ذهب وقد جائت شاة الى صحيفة و کتاب یکتون فاکتھا و ذ
 ما یفھا و الکاتب یومئذ عثمان و سمعت عمر و اصحابہ الذین الفوا ما کتبوا علی عہد
 عمرو علی عثمان یقولون ان الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة وان النور یف
 و مائة آية و الحجج تسعون و مائة آية فها هذا و ما یمنعک یرحمک الله ان تخرج کتاب
 الی الناس و قد عہد عثمان حین اخذ ما الف عمر فجمع له الکتاب و حمل الناس علی قراءۃ
 واحدة فمزق صحیفہ ابن کعب و ابن مسعود و احرقہما بالنادی فقال له علی یا طلحة
 ان کل آية انزلھا الله عز و جل علی محمد صلی الله علیہ و آلہ عنک بما لا یرسل
 الله و خطیدی و تاویل کل آية انزلھا الله علی محمد صلی الله علیہ و آلہ و کل
 حلال و حرام او حد او حکم او شیء یحتاج الیہ الامة الی یوم القیامہ مکتوب بما لا یرسل
 رسول الله و خطیدی حتی ارش الحدیث قال طلحة کل شیء من صغیر او کبیر او خاص
 او عام کان و یكون الی یوم القیامہ فهو عندک مکتوب قال نعم و سوی ذلک ان
 رسول الله صلی الله علیہ و آلہ اسر لے فی مرضه مفتاح الف باب من العلم یفتح کل باب
 الف باب و لو ان الامة منذ قبض رسول الله استبحون و اطاعون لا کفوا من فوقہم
 و من تحت ارجلہم و ساق الحدیث اخر و قال فی احتیاجہ علی الزید لیس فی جاء

لے جبکہ رسول کوئی قادی نہ تھا مستقل ہوئے ہیں تو قرآن جائزہ اور تحقیق صحیحہ کے طرف بکری لکھنے ہی تو اور دیکھ لکھی اور جو کچھ
 اور میں تھا جائزہ اور عثمان اور وقت کاتب تھا اور میں عمر سے اور اسکے اصحاب سے جنہوں نے جمع کیا تھا جو کچھ کہا تھا عمر سے
 زید بن عثمان کے زمانہ میں نہ تھا کہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھے اور نور ایک اور جند امین بنی اور ہر ایک سوادی امین بنی تو
 تو یہ کیا ہی اور جند امین حضرت کری بگلو گلو ان مانع و اس کے کو کتا رہا تھے کہ کو کو کی طرف نکالی اور تحقیق عثمان کے قہر کیا ہے جبکہ لیا
 جو کچھ سننے سے جمع کیا تھا اس کے پر مشبو ٹھکانا کیا اور لوگوں کو ایک قز ت پر رہا تھیں کیا اے بن کعب و ابن مسعود و
 مصعب ہمارے ادا اور ان میں جلاد یا اور اس کے لئے جواب دیا اور طلحہ کفین پر ت جو اللہ عز و جل نے محمد پر نازل کی ہے میرا ہر
 رسول اللہ کی کھڑائی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور میری کتابوں کو اللہ تعالیٰ نے محمد پر نازل کیا اور ہر ایک حلال یا حرام یا حد
 یا حکم یا کوئی جسکی قیامت تک اس محتاج ہو رسول اللہ کی لکھو سے ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے کہ روٹ کی کھینچی
 طلحہ نے کہا ہر شی جوئی بری خاص دیا عام گذشتہ یا آئندہ قیامت تک وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہے کہا ان اور
 اسکے سوا یہ کہ رسول اللہ نے اپنی مرض میں ہزار باب کے علم سے کچھ بیان پر شدہ عطا فرمایا ہیں جس میں ہر باب ہر ایک کو بتلایا
 اور اگر اسے جب کہ رسول اللہ نے وفات پاؤں ہے میرا اتباع اور میری پیروی کرتے تو اپنی اور میرا پانوں کے عہد سے کہا ہے اور حدیث کہ

و کتب (سنان لکھا) و اسکا ترجمہ ہر باب

الیہ مستدلایہ من القرآن متنا بہ محتاج الی التاویل وكان من سوالہ النبی
 اجد الله قد شره هفوات انبیاء یقولہ وعصی آدم ربہ فغوی وتکذیبہ نوحا لما قال ان
 ابنی من اہلی یقولہ انہ لیس من اہلک و یوصفہ ابراہیم بانہ عبد کوکا حمرہ و حمرہ
 قر او مرہ سما و یقولہ یوسف ولقد همت بہ وهم بها لولا اننا برہان ربہ
 وبہجینہ مکیث قال رب انی انظر الیک قال لن ترانی الا فیہ وبعثہ
 داؤد جبریل ومیکائیل حیث تسکوا الحرب لک اخر القصة و یجبہ یونس فی
 بطن الحوت حیث ذهب مغاضبا مذتبا و اظهر خطا الانبیاء و ذلہم ثم وری
 اسماء من اغتر و لغت خلقہ فصل واصل و کئے عن اسمائکم فی قولہ و یوم بعض الظالمین

علم یدیرہ یقول بالیسئہ اتخذت مع الرسول سبیلا یا ویلیت امر اتخذ فلا تاحیلہ
 لقد اصلتہ عز الذکر بعد اذ جآ فی منہن الظالم الذی لم یدکر منہ
 ما ذکر من اسماء الانبیاء۔ آخر سوال ک اسکا جواب نقل کیا جا رہا ہے لیکن چونکہ سوال درجہ
 عبارتوں میں قدر حاجت سے زیادہ طول تھا اسلئے مختصراً مجتذد و اسقاط نقل کے کیئے جواب کے
 عبارت جو مثبت مدعا ہے یہ ہے۔ فقال امیر المؤمنین و اما هفوات الانبیاء

و تحریف الکلم عن مواضعه و لقبوله یزید و ان یطفوا نورا لله بافوا هم
 و یا بی الله الا ان یتیم نوره یعنی انہم اثبتوا فی الکتاب ما لم یقلہ اللہ علیہ
 علی الخلیفۃ فاعلمی اللہ علی قلوبہم حتی یرکوا فیہ ما دل علی ما احدثہ فیہ و حرق
 منہ و بین عنانہم و تلبیسہم و کتمان ما علموہ منہ و لذلک قال لہم
 لم تلبسوا الحق بالباطل و تکتمون الحق و ضرب مثلاً بقولہ فاما الزید
 فیدہب جفا و اما ما ینفع الناس فیکتب فی الارض فالزید فی هذا الموضع کلام
 المحدثین الذین اثبتوہ فی القرآن فہو فیضیل و یسطل و یتلاشئ عند التحصیل
 و الذی ینفع الناس منہ فالنزہۃ فی الحق اللہ لا یتاہی الباطل من بین یدید
 و لا مضخفہ و القلوب تقبلہ و الارض فی هذا الموضع ہی محل العلم و قرارہ و لیس
 یسوغ مع عموم التقیۃ التصحیح باسماء المبدلین و لا الزیادۃ فی آیاتہ علی اثبتو
 من تلقائہم فی الکتاب بل من تقویۃ حجج اہل النعیل و الکفر و اللہ
 المنصرف عن قبلتنا و البطلان هذا العلم الظاہر الذی قد استکان لہ المواقف
 و المخالف بوقوع الاستصلاح علی الاختیار لہم و الرضا بہم و لا ین اہل الباطل
 القدیم و الحدیث اکثر حداد من اہل الحق و لان الصبر علی واحد الامر مفروض

لہ ای کلمات کی تحریف اور کلمے مواضع سے کہے اور اپنے قول کے ساتھ یزید و ان یطفوا - لہ اللہ باو اہم و ابی اللہ ان یتیم
 یعنی جو کچھ مذمت کے لئے نہیں فرمایا وہ نہ تو نے کتاب میں جاوایا تاکہ مخلوق پر تلبیس کر دین پس اللہ اور کلمہ کو کمانہ کر دیا یہاں تک کہ
 اور میں چہرہ باجوہ والہ کر کے اور ہر جہاں وہ نہ تو نے احداث کیا ہے اس میں اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا اور کلمہ میں ان نہیں کہ
 اور کلمہ چہاں ہے کچھ قرآن سے جاسی ہی اور سبوا سطل اور کفر دیا (کیون حق کو باطل کے ساتھ نہ لائے ہوا حق کو چہاں ہے
 اور کلمہ کی مثل میں ان کی اپنے قول کے ساتھ - فاما الزید فنیہ ہب جفا و اما ما ینفع الناس فیکتب فی الارض تو کچھ کلمہ کی
 کلمہ میں جو کفر و ان میں بڑھایا پس یہ عمل باطل اور ازل سے جو کلمہ کی متصل کے وقت اور اس میں جو کلمہ کی نفع ہی جسکے متنازعہ کی بل
 اسکا کلمہ بھی جو ازل سے کہوں کہ اسکا قول کہے ہیں اور اس میں کلمہ کی علم اور قرار علم ہے اور اوجہ و عموم تقیۃ کے تحریف کرنے والی نام کی تحریف
 اور نہیں میں زیادتی جو کچھ وہ نہ تو نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں اہل تعطل اور کفر اور ان
 نہ ہونگی اور کچھ ہمارے قبلہ سے پہرہ ہوئی میں تقویۃ ہے اور اس ظاہری کلمہ کا بطلان ہے جو کفر و مافوق دنیائے لغت نے تسلیم کر لیا ہے
 اہل فرما ہر داری اور کلمہ ساتھ نہ ہوا سندی پر مطلق واقع ہونے کے ساتھ - اور پہلی دلیل باطل ہمیشہ تہہ و میں اہل حق سے زیادہ ہیں

كلامه مستمرا على التأويل والتنزيل والمحكمة والمتشابه والتامخ والمنسوج
لم يقط منه حرف الف ولا لام فلما وقفوا على ما بينه الله من أسرار
الحق والباطل وإن ذلك انطرح نقض ما عقدوه قالوا الأحاجة لنا فيه نحن
عند باعدها وإن ذلك قال فنبدوه ورأوا ظهورهم واستروا به ثمنا قليلا
فبئس ما يشترون ثم دفعهم الاضطراب يورود المسائل عليهم ما لا يعلمون
تأويله أجمعه وتأليفه وتضمينه من تلقائهم ما يقيمون به دعائهم كفرهم فضح
منادياهم من كان عند شيء من القرآن فليأتنا به ووكلاؤنا ليظهروا
البعض من واقفهم على معادلات أولياء الله عليهم السلام فالله على خباياهم
وما يدل التامل على اختلاف تمييزهم واقترانهم وتركوا منه ما قدروا أنه لهم
وهو عليهم وزادوا فيه ما ظهر تنكيره وتناقضه وعلم الله أن ذلك يظهر ويبين
فقال ذلك مبلغهم من العلم وانكشف لأهل الاستبصار عوارضهم واقترانهم
والدليل في الكتاب من الأثر على النبي صلى الله عليه وسلم من فرية المحدثين
ولذلك قال يقولون منكرا من القول وزورا وبين كبره ذكروه لنبيه
صلى الله عليه وآله ما حدثه عدوه في كتابه من بعد أن يقولوا ربنا اسلنا

[illegible]

مَنْ قَبْلَكَ مِنْ رُسُلٍ وَلَا بَنِي الْإِذَا تَمَنَّى الْفَى الشَّيْطَانِ فِي أَمْنِيَةِهِ فَيَسْمَعُ اللَّهُ مَا يَلْقَى الشَّيْطَانُ ثُمَّ يَحْكُمُ اللَّهُ آيَاتِهِ يَعْنِي أَنَّهُ مَا مِنْ بَنِي تَمَنَّى مَفَارِقَةً مَا يَلْعَانِيهِ مِنْ نِفَاقٍ قَوْمِهِ وَعَقُوقِهِمْ وَالْإِنْتِقَالَ عَنْهُمْ إِلَى دَارِ الْآقَامَةِ إِلَّا لَقِيَ الشَّيْطَانُ الْمَعْرُضَ بَعْدَ أَوْتِهِ عِنْدَ نَفْسِهِ فِي الْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْهِ ذِمَّهُ وَالْفَتْحَ فِيهِ وَالطَّعْنَ عَلَيْهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ ذَلِكَ عَنْ قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ فَلَا يَقْبَلُهُ وَلَا يَصْغِي إِلَيْهِ غَيْرَ قُلُوبِ الْمُنَافِقِينَ وَالْجَاهِلِينَ فَيَحْكُمُ اللَّهُ آيَاتِهِ مَحْجِي أَوَّلِيَّائِهِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْعُدْوَانِ وَمَشَايِعِهِ أَهْلَ الْكُفْرِ وَالطَّغْيَانِ الَّذِينَ يَرْضَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَهُمْ كَالْأَنْعَامِ حَتَّى قَالَ لَهُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا فَانْفَضُّوا هَذَا وَاعْمَلْ بِهِ وَقَالَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ بَعْدَ أَنْ بَيَّنَّ تَأْوِيلَ بَصَرِ الْمُتَشَابِهَاتِ وَأَنَّا جَعَلْنَا لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كِتَابَهُ هَذِهِ الرُّمُوزَ الَّتِي لَا يَعْلَمُهَا غَيْرُ أَنْبِيَائِهِ وَبَحْجِهِ فِي أَرْضِهِ لِعَلَّامِهِ مَا يَجِدُ نَهْ فِي كِتَابِهِ الْمُبْدِلُونَ مِنْ أَسْمَاءِ طَائِفَةٍ بِحُجَّةٍ مِنْهُ تَلْبِيسُهُمْ ذَلِكَ عَلَى الْأُمَّةِ لِيَعْنِيَهُمْ بِأَطْلَهُمْ فَانْتَبَهَ فِيهِ الرُّمُوزُ وَاعْمَلْ قُلُوبُهُمْ وَابْصَارُهُمْ لِمَا عَلَيْهِمْ فِي تَرْكِهَا وَقَوْلُ غَيْرِهَا مِنْ الْخَطَابِ الدَّالِّ عَلَى مَا أَحْدَثُوهُ فِيهِ وَجَعَلَ أَهْلَ الْكِتَابِ الْمُقِيمِينَ بِهِ وَالْعَامِلِينَ بِظَاهِرِهِ وَبَاطِنِهِ مِنْ شَجَرَةِ أَهْلِهَا

سے جس طرح کوئی رسول ارادہ کوئی نبی کا جب تمنا کرتا ہو اڈا دیتا ہے شیطان ہاؤکی ارادہ میں پس منوع کرتا ہے اشد ارادہ کو جو ارادہ ہے شیطان اس پر کمر کرتا ہے اشد اپنی آیات کو کہ میں کوئی نبی نہیں ہے جو تمنا کرتا ہو مفاہرت اس کی جو رنج اٹھاتا ہو اپنی قوم کے فطرت اور ادنیٰ نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کی طرقت اور اسے انتقال کرنا ٹکر ڈال دیتا ہے شیطان جو اس کی دسمنی کے تعزین کرنا والا ہے اس کی وفات کے وقت اس کتاب میں جو ادسہ اور تری ہے اس کی نہ مت اور قح اور آوہ بعض کو پس اشد قاسے اس کو مہن کے دلو میں منوع کرتا ہے وہ اس کو قبول نہیں کرتے اور منافقوں اور جالموں کو دلوں کو اس وقت سے مہن نہیں ہوتی اور مضبوط فرماتا ہے اپنی آیات کو اس طرح کہ چاہتا ہے اپنے دوستوں کو گرا ہی اور زیادہ سے اور ان کو مکر و سرکشی سے سو اشد سے چنگے لیے اشد لہا نے نہ یہ بھی پسند کیا کہ ان کو شل جو باپو ٹکی کر کے ٹکڑا فرمایا (وہ اولیٰ ہی زیادہ گراہ میں) ان پر اس کو خوب سچہ ہے اور اس پر عمل کراد فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث میں جدا اسکے کہ بیان کیا بعض متشابہات کی تبادل کر اور اشد بنا رک دتا ہے نے اپنی کتاب میں بہرہ روز جنگ اور اس کے دنیا اور دنیٰ جھوٹ کے سوا جو اس کی زمین میں ہیں کوئی نہیں جانتا صرف اس کے کہین کہ وہ اس کا وقت تھا جو تحریف کرنے والے اس کی جھوٹ کی نام ساتھ کر کے اور استہاد اس کو خطا کر کے بدعت کر چکے تاد اور دنیٰ باطل پر حاکم کر کے پس اس لیے اور میں روز بکد نبی اور ان کو دلوں اور ان کو ان کا کر دیا اس لیے کہ اوپر اس کی اور اس کی غیر کے چھوڑنے میں خطاب سے ہے جمادیٰ قرآن میں احکامات کہنے پر دل ہے اور نبی کا باب والے اس کو قائم کرنے والے اس کے ظاہر و باطن پر عمل کرنے والے اس وقت سے جس کی جڑ ثابت ہے ہا۔

تات و فرغها فی السماء توبۃ اکثما کل حیر نادان رہا ای یظهر مثل هذا العلم
الحکمیۃ الوقت بعد الوقت وجعل أعدائها اهل النجیۃ الملعونۃ الذین حاولوا
اطفاء نور الله یا حواهم فالی الله الا ان یتیم نوره ولو علم الملعون لغفوا عنهم الله
ما علیهم من ترک هذه الایات التی بینت لک تاویلها لا یستقلوها مع ما سقطوا
منه و لکن الله تبارک اسمہ ما فی حکمہ با یحیاب الحجة علی حلقہ کما قال فله اخوة الباقیۃ
بشمس البصار هم وحمل علی قلوبهم کفۃ عن تامل دلائل قمر کرمہ و ججوا عن
تاکید الملتبس با بطلانہ بالسعدائینہون علیہ والاستقیاء یعمون عنه ومن لم
یحمل الله له نورا حادہ من نور شہان الله جل ذکرہ بسعة رحمتہ و رافۃ لخلقہ و علمہ
بما یحدثہ المبدلون من تغیر کما یرقم کلامہ لثلثة اقسام فحمل تسامیہ لہجرہ
العالم و الجاہل و قسما لا یعرف الا من صفادہ منہ و لطفہ حید و صبح تمیزہ ممن
شرح الله صدرہ للاسلام و قسما لا یعرفہ الا الله و اصنادہ الواضحون فی العلم و
انما فعل ذلک لئلا یدعی اهل الباطل من المستولین علی میلات رسول الله صلی الله
علیہ و آلہ مر علیہ الکتاب ما لم یجعله الله لهم و لیفودہم الا ضطرار الایمان
سے اور اسکی مشائخ آسمان میں ہم ہر وقت اپنا پل دیا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے بنی ظاہر ہوتا ہے یہ علم متلی تھا ہوتا
اور اس کے دشمن تجرہ ملعونہ والو کو ٹھہرا جنہوں نے اللہ کے نور کو اپنے سر ہون سے بھانپنے کا قصد کیا۔ پس آیت
خدا عزوجل کے اسے نور کو دور کرے اللہ اگر ماضیین میں اس نقصان کو جو اوں پر آیا ہے چھوڑے گا جس کے سر پر ہے
میں۔ تاویل میں کی ہے کہ آیت چاہتے تو ان کے ساتھ جنگ و آبر میں سے کال دیا ہے انکو ہی کمال دلائل تکبر
اللہ تعالیٰ کا حکم ای مخلوق پر حجت لازم کر دیا جاری ہے چاہے وہاں (اللہ کے لیے پوری حجت ہو) اور انکی جو کجیوں کا کیا کیا
اور انکو پروردگار ڈال دیا اس میں نال کرے کہ جس اسکو ای حال پر چھوڑ دیا اور ای بطلان کے ساتھ جس کے تاکید کر کے ہم
دو کی گئے ہیں ایک کجا اور دوسرے مدبہ ہوتے ہیں اور وہ حجت اوس سے ادھی ہوتے ہیں اور کچھ تھے خدا۔ اور میں کیا اور کیا
کہہ رہے ہیں کہ ہر لہجہ تالی نے سب اذیت و سخت اور اسی مخلوق کے ساتھ ہر ہائی کے اذیت جانتی گئے اور کچھ کجیوں کے ساتھ
احداث کرنا اور انکی کتاب کے تیسرے اپنی کلام کو جس قسم پر مستقیم کیا کہ قسم اوس سے وہ کی جگہ عالم اور جاہل سمجھیں اور ایک قسم
کہ جگہ بجا اور کج جگہ ذہن صاف اور جس لطیف اور زبیر کج قسم ہوا میں سے حکما اللہ کے اسلام کے لیے سب کچھ قبول دیا ہے
میں سمجھ سکتا اور ایک قسم وہ جسکو اللہ تعالیٰ ارادہ کے امت و دار احمیں نے اعلیٰ کے دوسر کوئی نہیں سمجھ
سکتا اور دیکھ سکتا ہوا کہ باطل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میرت علم پرستی کی ہوگی ہیں و کجیوں کی ہوگی
حکومتہ سے اس کے لیے نہیں کیا ہے۔

لمن والاہ امرہم فاستکبروا عن طاعتہ تخرنا وافرآء علی اللہ عز وجل واخترنا
 بکثرة من ظاہرہم وعاولہم وعاند اللہ جل اسمہ ورسولہ فاما علمہ الجاہل والعا
 من فضل رسول اللہ ^{اللہ فیقول} کتاب اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
 وقولہ ان اللہ وملائکۃ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ
 وساموا تسلیما ولہذہ الایۃ ظاہرہ وباطن فالظاہر قولہ صلوا علیہ والباطن قولہ
 وسلوا تسلیما ای سلوا لمن وصاہ واستخلفہ علیکم فضلہ وما عہد بہ الیہ تسلیما
 ہذا اما اختیرت انہ لا یعلیہ تاویلہ الا من لطف حدہ وصفادھنہ وصح تمیزہ
 وکث قولہ سلام علی ال پیغمبر لان اللہ سنی النبی صلی اللہ علیہ والہ ہمذا
 الاسم حیث قال یس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین لعلمہ بانہم یقطون
 قول سلام علی محمد کما سقطوا غیرہ وما زال رسول اللہ یتالفہم ویفرہم ویحلیہم
 عن عینہ وشمالہ حتی اذن اللہ عز وجل لہ فی الیادہم بقولہ واھجرہم ہجر جمیلا
 ویقولہ فما للذین کفروا قبک مہطعین عن الیمین وعن الشمال عز بن الطبع
 کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعیم کلا انا خلقناہم ما یمتحنون قال وما ظہورہ
 سلام اور تاکرا انکو اپنی دلی امر کے فرمانبرداری کی طرف جسک طاعت پر سبب بنا کے اور اللہ تعالیٰ پر ان کے اور اپنی
 بدکاروں اور عیادوں اور خدا و رسول کے دشمنی کی کثرت پر دہوکہ کہا کے کہہ کر کیا ہے اضطراب کہنی۔ لیکن وہ جسکو عالم اور
 جابر رسول اللہ کی خفیست کتاب اللہ سے سمجھ سکے وہ قول اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور قول ان اللہ
 والملائکۃ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلم تسلیما ہے اور اس آیت کا ظاہر و باطن ہے یہ ظاہر
 قولہ صلوا علیہ و باطن قولہ وسلم تسلیما ہے یعنی تسلیم کر دو اس کے لیے جسکو پھر وصی اور خلیفہ بنایا ہے اسکی بزرگی کو اور جو کچھ اسکی
 طرف مبعوث کیا ہے تسلیم کرنا اور بیاد اس سے ہر جگہ میں نے تجھ کو خبر دی کہ اسکی تائید میں بخدا اسکے جکاہن صاف
 اور جس لطیف اور تیزخیج کج ہونہیں جان سکتا۔ اور یہ صریح قولہ سلام علی آل یاسین کہہ کر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ
 اس نام کے ساتھ موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا فی القرآن الحکیم انک لمن المرسلین اسلئے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ سلام علی
 کو بحال دیکھ جی طرح دوسرے اسموں کو بحال ڈالا اور ہمیشہ رسول اللہ انکی تالیف کرتے رہے اور مقرب
 بناتے رہے اور اپنے دست پر بائیں ہتھیلے رہی یہاں تک کہ اپنی قول کے ساتھ واجر ہم ہجر جمیلا اور اپنے
 اس قول کے مخالفین کفر و انکاف مہطعین عن الیمین وعن الشمال عز بن الطبع کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعیم کلا
 انا خلقناہم ما یمتحنون۔ اور انکے دور کرنے کا اذن۔ فرمایا اور اس قول کے ۱۲۔

علی تارک قولہ فان ختم لا تقطوا فی الیتمی فانکجو اما طالب لکم من النساء
 یسبہ القطع الیتمی نکاح ولا کل النساء ایا ما ہو وما قدمت ذکرہ منقطع
 المناہق من القران ومن القوال فی الیتمی من نکاح النساء من الخطا بل لقصر
 اکثر من ثلث القران وهذا وما اشبهہ ما ظهرت حوادث المفقین فیہ لاجل النظر
 والتامل ووجد المعلقون واهل الملل الخافۃ للاسلام ما عا لہ القدح فی القران
 ولو تہت لئلا ما اسقط وحرف وبدال مما یجہل ہذا المجری لطل وقطر وما
 یحظرہ التقیہ الطہارہ من مناقب الاولیاء ومطالب الاعداء - انتہی بہا شک جسدہ
 نقل کی گئیے اونہ اجمالا بدلا لہ ظاہری قرآن مجید میں بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تحریف کا واقع ہونا مختلف ائمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اب اس کے بعد کچھ روایات وہ بھی نقل
 کروں جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتوں اور آیتوں میں تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوا اور اگر
 بندہ کے پاس بحول اللہ وہ رسالہ ہی موجود ہے جس میں مفصل ہر ایک سورۃ کو تحریر کیا گیا ہے اور الیٰ انہ
 دوج میں بلکہ علاوہ معمولی سورتوں کے دو سو مرتین ایک سورۃ النورین اور دوسری الیٰ انہ جو تمام
 قرآن میں سے نکال ڈالی گئے اور ابن شہر آشوبؒ ہے کتاب الثالب میں لکھیں ہیں کہ میں
 ہما ہما مذکور ہیں اور ہم مفصل عرض کر سکتے ہیں چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اس طرح ہے **بسم اللہ**
الرحمن الرحیم یا ایہا الذین امنوا اصنوا بالتورین الذین انزلنا ہما یستلوا علیکم

تفصیلی طور پر سب سے پہلے سورۃ النورین کا شروع کیا گیا ہے۔

لے بلکہ جو ہے پر تیری اطلاع فان ختم لا تقطوا فی الیتمی فانکجو اما طالب لکم من النساء اور تہ
 نے الیٰ انہ عورتوں کی نکاح سے شایستہ نہیں کہتا اور نہ عورتیں تیمم میں ہیں کہ وہ اس قسم سے
 جسکو قرآن میں سے محاسن کے حال دینے کا پہلے ذکر کر چکا ہوں اور درمیان خیالی کے باب میں قول
 اور درمیان نکاح عورتوں کے کتاب اور قصہ سنہ تہانی قرآن سے زیادہ ہر اور یہ اور جو اس کے متابہ ہی اور تمہر ہے
 حسین ہنا نقی کے احکامات اہل نظر مد مال کے لیے ظاہر ہو گئی اور اہل باطل اور اسلام کے مخالف دین والوں
 و ان میں امر اس کر کیا سہ پایا اور اگر میں تمام وہ بیان کروں جو نکال لیا ہے اور تحریف و تبیل کیا گیا
 جو اس کے قائم مقام ہے تو طول ہو اور جیسے اظہار کو دستوں کے مناقب اور دستوں کے مناقب
 تہتہ بار کہتا ہے وہ ظاہر ہو جائے - ۱۲ -

اخبرني الناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله فقال
 ابو عبد الله عليه السلام لتقار هذه الآية خيرة تبشرون امير المؤمنين الحسين
 حتى يقال له فكيف نزلت يا ابن رسول الله فقال اخبرني خيرة امته اخبرني الناس
 الا ترى مدح الله لهم اخرا لاية تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله
 ومثله انه قرئ على ابي عبد الله الذي يقولون وناهب لنا منازوا حبا وذرنا يا
 قرية اعين واجعلنا للمتقين اماما فقال ابو عبد الله عليه السلام لقد سالوا
 الله عظماء الرسل للمتقين اماما فنزلت يا ابن رسول الله كبرت نزلت فقال
 انما نزلت واجعل لنا من المتقين اماما وقوله له معقبات من بين يديه ومن خلفه
 يحفظونه من امر الله فقال ابو عبد الله عليه السلام كيف يحفظونني من امر الله
 وكيف يكون المعقب من بين يديه فكيف ذلك يا ابن رسول الله فقال انما
 انزلت له معقبات من خلفه وراقب من بين يديه يحفظونه بامر الله ومثله
 كثيرا قال واماما هو محمد ورف عنه فهو قوله لكن الله يهدي ما انزل اليك في على
 كن انزلت انزل له ليعلمه والملائكة يشهدون وقوله بالها الرسول بلغ ما انزل

[illegible]

الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته وقوله ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم لم یکن الله لیخفر لهم وقوله وسیعلم الذین ظلموا آل محمد حقهم منقلب ینقلبون وقوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غرات الموت ومثله کثیر نذکرہ فی مواضع قال واما التقدير والتاخیر فان آية عدة النساء الناسخة التي اذجة اشهر وعشر قدمت على المنسوخة التي هي سنة وكان يجب ان یقرأ المنسوخة التي نزلت قبل ثم الناسخة التي ابعد وقوله افمن كان على بینه من ربه ویتلوه شأ منه ومن قبله کتاب موسیٰ اماما ورحمة وانما هو ویتلوه شاهد ومنه اماما

ورحمۃ ومن قبله کتاب موسیٰ وقوله وما هی الا حیوتنا الدنیا موت ونجیاد انما هو نجی او موت لان الدهر مہ لم یقر بالبعث بعد الموت وانما قالوا انھی عوت فقد موافقا على حرف ومثله کثیر قال واما الایات التي هـ فی سورة وقامها فی سورة اخرى فقوله موسیٰ تستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر هـ بطول هـ فانکم ما سألتم فقالوا یا موسیٰ ان فیها قومًا جبارین وانما لن ندخلها حتی

یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون ولیصف الایة فی سورة البقرة ولیصفها

لے الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته اور قوله قالے ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم منقلب ینقلبون اور قوله قالے تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غرات الموت - اور مثل اسکی بہت ہی اوسکو اسکی جگہ ذکر کرنکی اور لیکن تقدیم اور تاخیر میں تحقیق عورتوں کی عدت دس دن چار مہینے کے آیت جو ناسخہ ہی آیت منسوخہ پر مقدم کی گئی ہے حسین سال پہر عدت ہی اور واجب تھا کہ آیت منسوخہ جو پیشتر نازل ہوئی پہلی ہی جائے پھر ناسخہ ہو جسے جو بھی ہے اور قوله قالے افمن کان على بینه من ربه ویتلوه شاهد منه ومن قبله کتاب موسیٰ اماما ورحمة اور حقیقت میں اس طرح ہے ویتلوه شاهد منه اماما ورحمة من قبله کتاب موسیٰ اور قوله قالے وما هی الا حیوتنا الدنیا موت ونجی اور حقیقت میں اس طرح تھا نجی او موت - کیونکہ دہریوں نے سرے سے بعد از نبی کا اقرار نہیں کیا تھا اور صرف وہ کہتے تھے کہ ہم زندہ رہیں گی اور جائیں گے پس ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کر دیا اور اسکی مثل بہت ہے فرمایا اورہ امتین جو خود ایک سورة میں واقع ہیں اور اؤ کما تمة دوسری سورة میں ہیں حضرت موسیٰ کا قول استبدلوا الذین ہوا دینے بالذی ہو خیر امیر انان کلم ما سألتم اسکو جواب میں بنی اسرائیل نے کہا یا موسیٰ ان فیہا قومًا جبارین وانما لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون - اور ہی آیت سورہ بقرہ اور ادنیٰ ۱۲ -

فی سورة المائدة وقولنا کتبها فی علی علیہ بکرة واصیلا فرده الله علیهم
 وما کنت تملوا من قبل من کتاب ولا تحطه بيمينک اذا الارقاب یطلون
 فنصف الاية فی سورة الفرقان ونصفها فی سورة العنکبوت ومثله کثیر انہی
 کلامہ علاوہ این تفسیر آیات میں اس قسم کے بیت روایتیں ذکر کی ہیں تفسیر سورہ نحل میں ہے وفي الکافی
 عند (عز الصادق) انه قراء ان تكون ائمة ہی انکی من ائمتکم فقیل اما تقر ایھا
 ائمة ہی اربی من ائمة وما بیدہ فطرحها سورة واقیہ میں ہر القم عن الصادق انه قراء
 وطلع منضود قال یفیدہ بعض فی الجمع ودت العامة عن علی انه قراء وطلعت
 وطلع منضود فقال ما شان الطلح انما هو وطلع کقولہ ونخل طلعها هضیم فقیل لا الا
 تغیرہ فقال ان القرآن لا یماح الیوم ولا یحیرہ ورواہ عنہ ابنہ الحسن قیس بن سعد
 ورواہ اصحابنا عن یعقوب قال قلت لابی عبد الله وطلع منضود قال لا وطلع
 علاوہ انک صمد اور آیات میں جو اثبات بخبریت وابطال صحابہ پر دلایل ہیں اور جہاد و امامت
 واحادیث ثبوت تحریف میں صاحب صفائی نے بیان کی ہیں اور ہم اور پر نقل کرنا نہیں۔ اگر دوسرے تفسیر
 بحث کجیاد سے تو خوف تطویل انگریز ہے۔ بلکہ یہ رسالہ شرح مطالب کو ہی تحمل نہیں ہے اسلئے صرف
 اس بحث پر گذارش پاکفا کجیاتی ہے کہ روایات مذکورہ سب شل روز روشن تحریف کا واقع ہونا اصول شیہ
 جواز قطعاً ثابت ہوا۔ اور داخل مجیب کا دعویٰ کہ کتاب اللہ کی تحریف و تحکیم و تقدیم جماعی اہل ایمان پر
 لے آیت سورہ مائدہ میں ہر اور قولہ قالے کتبها فی علی علیہ بکرة واصیلا پس اللہ تعالیٰ نے اوپر روک دیا و کنت
 تملون من قبل من کتاب ولا تحطه بيمينک اذا الارقاب یطلون۔ آہی آیت سورہ فرقان میں ہر اور آہی سورہ
 عنکبوت میں ہر اور اس جیسا ہیبت ہے۔ لے اور کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ آیت شریفہ۔ ان یكون
 ائمة ہی انک من النکیم کہنی سونل کیا کہ ہم تو اسطرح پڑھتے ہیں۔ ائمہ ہی اربی من ائمة تو اپنی اپنے ہاتھ سے ائمہ
 کر کے اور کو ڈال دیا۔ حق نے صادق علی سے روایت کیا ہے وطلع منضود۔ ایک دوسری کے طرف مائل۔
 جمع میں ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آیت کے ماسنی پڑھا وطلع منضود آیتے فرمایا
 طلع کلہا جل ہے یہ تو صرف وطلع ہے جیسا تو آیتا لے تحمل چلےھا ہضم کہنی عزم کیا ہر تبا کیوں نہیں ہیں
 فرمایا اب قرآن پڑھا جائے حبش دیا جائے ہر اور اسکو آپ روایت کیا ہے کہ فرزند حسن نے اور قیس بن سعد نے
 اور ہر اصحاب اسکو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ نبی ابو عبد الله سے کہا وطلع منضود فرمایا نہیں۔ طلع منضود

جس میں تفسیر سیاق عبارت یہ مراد ہے کہ عدم تحریف قرآن اجماعی اہل شیعہ ہی باطل ہوا اور غابر ہے
 کہ اجماع کا انعقاد کسی کم پر جب تک کہ پہلے اوپر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو اور اس کے لیے کوئی
 اصل نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہوں تو اس صورت میں خلاف
 دلائل قطعیہ کے اعتقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہو گا تو وہ ایسا ہو گا جیسا اضمار کا اجماع
 اسپر کہ عیسیٰ بن مریم ابن اللہ ہیں۔ اور ہرگز یہہہ اجماع دلائل شرعیہ سے نہ سمجھا جائیگا اور اگر ان روایات کو
 جو عنوانات مختلفہ کے ساتھ مختلف ائمہ سے مختلف روایات نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ
 اور افتراء اور بہتان سمجھا جاوے تو یہہہ کذب و افتراء کی طرف منسوب ہو گا جناب ائمہ باوجود عصمت کے
 بطور ترقیہ چوٹ فرما سکتے ہیں لیکن ان روایات میں ترقیہ کی گنجائش نہیں بلکہ ان کا اخبار خلاف
 ترقیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالف ہی تو ایسی حالت میں یہہہ کذب ائمہ کی طرف کیونکہ نسبت
 کیا جاوے اگر ترقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افتراء سے انہیں بچا کر انہیں کو
 ملوث فرماتے۔ اور روایات اگر ایک دو ہوتی یا ضعف و مجاہل کذاب و ضلع ہوتی تو اسے تہمت مضاعفہ
 نہ تھا کہ یہہہ کذب اور نہیں کے نامہ اعمال میں سمجھا جاتا۔ لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر اللہ انہیں روایات
 کی ہے علی الخصوص ابنین سے اکثر ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب الکلبینی اور ان کے استاد علی بن
 ابراہیم نے اپنے اساتذہ سے جو ثقات و معتبرین میں تخریج کی ہے اور کوئی روایت معارض
 انہیں پائی نہیں جاتی جسکی وجہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محمول ترقیہ پر ہو سکتا
 تو ایسی صورت میں کذب روایات ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ بادلتہ معلوم ہوتا ہے کہ انہی روایات عدول
 و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا اور میطرح روایت کر دیا پس اگر آپ ان روایات کو جھوٹا جانیں یہہہ ہی
 بعید از انصاف ہے اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہیں رہا جو چوٹ کا راستہ ہو مگر یہہہ کہ تمام روایات نے
 عن آخرہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعض عداوت اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہو کر اپنی اسلام
 میں یہہہ ختم والا اور یہہہ افتراء اور بہتان باندھا جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنی ہاتھوں آپ برباد
 کر دیا اور امت شرعیہ کا مضمون ضاوق آریا بخیر ہوں بیونہم باید یہم وایدی المؤمنین فاعلموا

یا اولی الامر اور اس کا قائل ہر مائین نسین ہے۔ غرض روایات مذکورہ سے لکھنا محسب میں نہ صرف کا
 خلفاء و صحابہ کثیر قسم واقع ہوا متواتر المنة ثابت ہو گیا اب اس کے بعد ہر کو کچھ ضرورت نہیں رہتی کہ ہم اپنی
 فاضل مخاطب کے دعوے کے ابطال کے لئے ہر مائین نسین کرین کہ اگر ہر واعظ متشعین کا وہ سب ہر کو فاضل
 سرحد میں نہ صرف مائی اور بس مائین نے ہی تصریح کی ہے اور اس لیے قرآن مجید کو اسے معاذ
 میں قابل حجت و استدلال نہیں سمجھا ہے کیونکہ جب ایک امر ائمہ سے متواتر المنة ثابت ہو گیا
 اور اوس میں کسی قسم سے نہ تقیہ کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو اس امر کا انکار نے بحقیقت ائمہ
 ائمہ کا انکار ہے جسکو تمام مائی فاضل مخاطب کفر و کجاعت و اعتقاد و مائے ہو گیا لیکن چونکہ ہماری
 حضرت فاضل کو اس طرف تشش نہ الموصف ہے اور نہایت مبالغہ کے ساتھ اس کا انکار ہے
 اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فاضل مخاطب بیان کر کے قوت و ترجیح اصول و قواعد سے
 بحیرہ کرین پس اس کی سے ہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے اسی تفسیر معانی کا مقدمہ
 سادہ آخر سے واضح فرما دین وہ لکھن میں۔ واما اعتقاد متناہی اجماع اللہ فی ذلک
 فالظاهر من تقیہ الاسلام محمد بن یعقوب علیہ السلام طاب ثراہ انہ کان یعتقد التحریف
 والمعصان فی القرآن کلامہ روى و آیاتہ ہذا المعنی کتاب الکافی ولہو بمعنی لفتح و فہما مع
 انہ ذکر فی اول الکتاب انہ یق ماریہ و فیہ و لذلک استادہ علی برابر اھبیر القویہ فان
 تفسیر مملو منہ ولہ غلو فیہ و لذلک الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرستے قدس سرہ فامہ لایضا
 نسج علی منوالہما کتاب لا یتحتاج اما الشیخ ابو علی الطبرستے فامہ قابل فہم لایضا البیان المزیل
 ملے اور ایک س ماور میں ہر مائین سماع جہم مذکورہ کا اعتقاد نہیں ہر مائین یعقوب کیسی صاحب ثراہ و ان میں نہ صرف و مملو
 معصہ ہر ایک کو اسی اس باب میں ہر مائین سماع جہم مذکورہ کی میں اور میں قدح ہر مائین میں کیا اور دیکھا کہ ہر
 شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وہ دن و راتوں پر جو اوس میں روایت گزیر ہیں ہر مائین سماع جہم مذکورہ کا اعتقاد
 تھی و کی تفسیر اس سے ہر مائی ہے اور اس کو اس میں نہایت مملو ہر مائین سماع جہم مذکورہ کی میں ہر مائی
 کتاب صحاح میں ہر مائی ہر مائی لیکن تہج مملو ہر مائی اس سے صحاح البیاب میں کہا ہے ۱۲۔

لکھنا محسب میں نہ صرف کا

فیه فیمج علی بطلانہ واما نقصان فیه فقد روی جماعۃ من اصحابنا وقوم من حوۃ
 العامة ان فی القرآن تغیرا ونقصانا والصیح من مذہب اصحابنا خلا فہ وهو الذ
 نصرہ المرتضیہ واستوفی الکلام فیه غایۃ الاستیعاف فی جواب المسائل الطرابلسیۃ ف ذکر
 فی مواضع از العلم بصحة نقل القرآن کما لعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع
 العظام والکتب المشہورة واشعار العرب المسطورة فان العناية اشدت والدق
 توہرت علی نقلہ وحراستہ وبلغت حد الم تبلغہ فیما ذکرنا لان القرآن معجز النبوة
 وماخذ العلوم الشرعیۃ والاحکام الدینیۃ وعلماء المسلمین قد بلغوا فی حفظہ
 وحما الغایۃ عرفوا کلتی اختلاف فیه من اعرابہ وقرأتہ وحروفہ وایاتہ فکیف یحون
 ان ینکون مغیرا او منقوصا مع العناية المصادقة والضبط الشدید وقال البنا
 قد مر الله وحاصل العلم بتفصیل القرآن وابعا ضہ فی صحیحہ نقلہ کالعلم بحملۃ وجو
 ذلک مجرے ما علم ضرورة من الکتب المصنفة لکتاب سیدویہ والمرنے فان اهل العناية
 بهذا الشأن یعلمون من تفصیلها ما یعلمونه من جملتها حتی لو ان مدخلا ادخل فی کتاب
 سیدویہ بابا فی التولیس من الکتب لعرف ومیزو علم انها ملحق ولین صل الکتب

لے کہ قرآن میں زیادتی کا باطل ہونا تو متفق علیہ ہے لیکن کسی کا ہونا پس ہاں ہی صحابہ میں ہی ایک جماعت نے اور شویہ عامرین ایک قسم
 روایت کیا کہ قرآن میں تغیر اور کمی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اس خلاف ہے اور اس کی روشنی ہے ہی نصرت کی ہے
 اور جواب مسائل طرابلسیہ میں کام کو غایت درجہ استیفا پر پہنچایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی نقل کے صحت کا علم مثل علم شہر
 اور طبرستان کے حالات اور قانع اور شہر کا ہونا اور عرب کے لکھنے والے کی شہرت کی ہے پس تحقیق اس کی نقل و حفاظت پر توجہ شدیدیہ اور
 واقفین اہل حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اموزہ کورہ جس کو کہیں پہنچے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا
 ماخذ ہے اور علماء اہل اسلام کو حفظ و حمایت میں غایت درجہ کو پہنچ چکے ہیں تاکہ اس کی ہر ایک شے غلط فہم کو اعراب و قرأت
 اور حروف اور آیات کو پہچان لیا نہ ہو اور اس سبھی توجہ اور نہایت ضبط کی کیونکہ ممکن ہے کہ بدلہ اور ہوا یا کم کیا ہو اور نیز فضی
 فس اور حروفے فرمایا ہے کہ قرآن کے تفصیل اور جزاؤ کا علم صحت نقل میں اس کے مجموعہ کے بدلے اور بدینہ ہر ایک ہے جو کہتے ہستند
 بدایت معلوم مثل سیدویہ اور نیز نے کی کتاب کیونکہ اس فرق کے توجہ والے جیسے اور اس کے جلے کو جانتی ہیں اور سیدویہ اور نیز نے
 واقعہ میں یہاں تک کہ کو کوئی شخص بخو کوئی ایسا باب کتاب میں پڑا دے جو وہ میں نہ ہو تو وصف پہنچا جائے گا اور جہاں
 اور ہر آدمی کو گا کہ یہ تحقیق ہے اور اصل کتاب میں سے نہیں ہے۔ ۱۴۰

وكذلك القول في كتاب المروءة ومعلوم ان العناية بنقل القرآن وضبطه اصدق من
 العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء وذكر البيان القرآن كان على عهد
 رسول الله فهو عا مولا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان
 يدور ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عتق على جماعة من الصحابة في حفظهم له
 ان كان يعرف على النبي وبنى عليه واجماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود
 وابي نرkeb وغيرهما حملوا القرآن على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بآثاره
 على انه كان مجموعا متباغيا غير مستورا ولا مشهورا وذكر ان من خالف في ذلك من الامامية
 والخوئية لا يستدل بخلافهم فان الخلاف في ذلك مضالمة قوم من اصحاب الحديث
 نقلوا الاخبار اضعفت ظنوا صحتها لا يرجع عنها اعر المعلوم المقطوع على صحته
 اس سر پہلے کہ میں خود اس فتوہ میں کہ جو بجا و ضرر دایات صحیحہ کے قرآنی ہے تفسیر کر دینا مناسب معلوم
 ہوتا ہے کہ جو اسکی تفسیر صاحب صافی نے کی ہے نقل کر دینا اور بعد اس کے پہلے کہ اس کی ذکر کا کہل
 تفسیر کے موافق حق کیا ہے اور راجح کس کا قول ہے اب صرف تفسیر صافی کی تحقیق میں لیجئے وہ
 فرمائے ہیں۔ اقول لتقابل يقول كما ان الدواعي كانت متوفرة على نقل القرآن
 وحواسته من المؤمنين كذلك كانت متوفرة على تغيير من المتأففين المبدلين للصحة
 اس اس طرح مرنے کی کتابیں ہی کہا جائے کہ اتارے اور معلوم ہے کہ قرآن کی نقل کرنا اور اس کا ضبط کرنا
 اس کے دوران کے ضبط سے زیادہ ہے ہر اور نیز ذکر کیا ہے کہ اگر اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکی موافق ہو
 صحیح تھا جیسا اب ہے اور اس پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس زمانہ میں تمام قرآن کے حفظ اور تدریس ہوتی تھی ایک
 کو صابریں سے ایک جماعت اور کچھ خطبہ کے پیشتر ہوتی اور حضرت صاحبزادہ ہوا تھا اللہ آپ پر رحم کرے جاتا تھا اور صحابہ میں ہر
 ایک جماعت نے شریعت اللہ سے سجدہ کرنا اور اپنے من کعبہ نہ دیکھنے سے بہت ہی حرم کو کہہ سالی اور یہ دینی مال
 کہ ساتھ اس پر مال کرنا ہے کہ قرآن محض رب تھا ہر گز نہ تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب میں جو لوگ امیہ اور سب
 مخالف ہو جن کو خدا نے متبرک میں ہے کہ اس بارہ میں خلاف محمد میں سے ایک نہ کہ کثرت شوب و چہرہ
 صحیح سمجھ کر صحیفہ جہیل نقل کی ہیں اور جسے روایات کے ساتھ ایسا اس سے نہیں رجوع کیا جاتا کہ اسکی تفسیر ہے
 اس میں کہتا ہوں کہ تفسیر میں کو گھاس ہے کہ کسی جیسے ہمیں کثرت سے قرآن کی نقل کے حفاظت پر دواعی اور ضرر
 اس طرح منافقوں و مبست کے بولنی والوں ۱۲۔

المغيرين للفرقة تصنعه ما يصادراهم وهو اھم والتغير فيه ان وقع فان ما وقع
 قبل انتشاره في البلدان واستقراره على ما هو عليه الآن والضبط السديد انما
 كان بعد ذلك فلا تنا في بينهما بل لقائل ان يقول انه ما بتغير في نفسه وانما
 التغير في ما بهم اياه وتلفظهم به فانهم ما عرفوا الا عند نسخهم من الاصل ^{۱۲}
 الاصل على ما هو عليه عند اھلہ وهم العلماء و به فما هو عند العلماء ان لیس
 محرف وانما المحرف ما اظهره لاتباعهم واما كونه مجموعا في عهد النبى على ما هو
 عليه الآن فلم ثبت وكيف كان مجموعا وانما كان ينزل نحو ما وكان لا يتم الاتمام
 عمره واما دھسہ وختمہ فانما كانوا يدسون ويختمون ما كان ختمہ مستہ
 لا تمامہ۔ اس کے بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کر کے اس کا ابطال و تخطی کرنا ہر
 اس لیے اس کا وہی نقل کروں تاکہ ہمارے فاضل محب کے ولین حسرت نہ جاو۔ وقال شیخنا
 الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ تراء في
 اعتقادہ اعتقاد ما ان القرآن الذي انزلہ اللہ علی نبيہ هو ما بین اللفظین
 وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلك قال ومن نسب الیانا فانقول انه
 خلاف کے اوٹھنی واللہ کے طرف سے قرآن کے تحریف پر دو اسی دافرتی کیونکہ قرآن اور کرامی اور جو اس کے مخالف
 اور اگر اوہین تحریف واقع ہوئی ہے تو شہر نہیں پہیلے اور جس ترتیب پر اسے۔ اس پر مستقر ہوئے سہو شہر واقع ہوئی
 اور ضبط شدیدی عرف اس کے بعد ہی تھا تو اوہین باہم کچھ منافات نہیں ہے۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نفس قرآن
 میں کچھ تغیر نہیں ہوا تغیر صرف اس کے لکھن میں اور پڑھنے میں ہوا ہے۔ کیونکہ اوہین نے تحریف اصل سے نقل کرنے کے
 وقت اوہین کی ہے اور اصل جیسا تھا ویسا ہی اس کی اصل کے پاس موجود ہے اور وہ علماء میں توجہ علماء کے پاس ہے وہ
 عرف نہیں ہے محض صرف وہ ہے جو اوہین نے اپنے اتباع کے لیے ظاہر کیا۔ اور اس کے موافق جیسا اب ہر رسول صلی اللہ
 علیہ وآلہ کے عہد میں جمیع ہوتا ثابت نہیں ہوا اور اس وقت کیونکہ مجموعہ ہر سکتا ہے مگر ہی مگر مے ہو کر نازل ہوتا تھا اور
 حضرت کی غرض تحریف کے عام ہونے پر عام ہوا۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اس وقت کا ہوتا تھا جس وقت اس کا پاس تھا تو عام کام
 اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ تراء نے اپنے اعتقادات میں کہا ہے ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن
 جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے وہی پڑھتے اور لوگوں کے ساتھ پڑھتے ہیں اس سے زیادہ نہیں اور جو ہماری
 طرف نسبت کرے کہ ہم قائل ہیں ۱۲۔

الکثر من ذلك فهو كاذب وقال شيخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسي رحمه الله
عليه في بيان ما الكلام في زيادته ونقصانه فما لا يليق به لان الزيادة
فيه مجمع على بطلانه والنقصان منه فالظاهر ايضا من مذهب المسلمين خلافه
وهو الالباق بالصحيح من مذهبنا وهو الذي نصره المرتضى وهو الظاهر الرباني
غيره روي روايا كثيرة مخرجة الخاصة العامة بنقصان كثير من آية القرآن نقل
شيء منه من موضع لموضع طريقها الاحاد التي لا توجب علما فالاولى الاخر
عنها قوله التشاغل بها لانه ممكن تاويلها ولو صحت لما كان ذلك طعنا على ما
هو موجود بين الدفتين فان ذلك معلوم صحته لا تغيره احد من
الامة ولا يدفعه ورواينا متصارعة بالحث على قرأته والتسل يا فيه
ورد ما يرد من اختلاف الاجابة في الفروع اليه وعرضها عليه فتوافقه على
عليه وما خالفه يحجب ولم يلقه اليه وقد ورد عن النبي رواية لا يدينها احد
ان قال اني محلف فيكم المتقين ما انتم كتمتم بها ان تصلوا كتاب الله وعشرته
احل بيتي وانما الزيف فاحتمى يرد على المحض وهذا يدل على انه موجود في كل عصر

ان قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جو ہوتا ہے اور شیخ طوسی کہیں کہیں اس سے زیادہ ملے اپنے بیان میں کہا ہے کہ
قرآن کے زیادتی وہی میں حکم کرنا لائق نہیں کیونکہ زیادہ سے کہہ لیں ہوا اتفاقی ہے اور کسی ہونا ہی ظاہر انعام مسلمانوں کے
نہ ہونے خلاف ہے اور یہی ہمارے بھی نہیں لائق ہے اور اسکی رائے نے ہی تائید کی ہے اور روایات سے بھی سہی ہو کر
مگر یہ کہ قرآن میں سے بہت سی آیتیں کم ہوئے اور ایک حدیث اور سب سے منتقل ہونے میں شدید اور زبردست کے طریقہ سے بہت
روایات مروی ہوئی ہیں انکا طریق احاد ہے جو مفید علم یقین کو نہیں ہو سکتا تو اس طرح اعتراض کرنا اور نہیں تنقیدی ترک
کرنا اور اسکی جگہ کوئی تاویل ممکن ہے اور اگر یہ روایات صحیح ہوں تو یہ میں ہرگز نہیں ہے جو اب میں اللہ تعالیٰ سے
کیونکہ اسکی صحت یقینی ہے اس میں سے اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے نہ کوئی رد کرتا ہے اور ہر سہی کرنے کی بات تائید کرتے ہیں
کونے کی اور اسکی سادہ سادگی اور فروعی اختلاف احادیث اسکی طرف تو مانے کے اور ہر سہی کرنے کی بات تائید کرتے ہیں
جانب جو حدیث اسکی کو اسکی اور میر علی ہوگا اور جو اسکے مخالف ہوگی اس سے بقتاب ہوگا اور ایک طرف التفات ہوگا

لا فہ لا یجوز ان بامرنا بالتمسک بما لا یفقد علی التمسک بہ کما ان اهل البیت
 من حیث اتباع قولہ حاصل فی کل وقت و اذا کان الموجود بیننا مجمعا علی حکمتہ
 فینبغی ان یشاع علی تفسیرہ و بیان معانیہ و قولہ ما سواہ ہما تک نقل کر کے علامہ صاحب
 تفسیر صافی نے اسکی ہی تالیف و تردید کر دی اور فرمایا اقول یکھنی فی وجود کل عصر وجود
 جمیعہ اکما انزل اللہ محفوظا عند اہلہ و وجود ما احتجنا الیہ من عندنا وان لم
 نقد ر علی الباقی کما ان الامام کذلک فان الثقلین سیان فی ذلک و اعلیٰ هذا
 ہوا المراد منکلام الشیخ و اما قولہ و من حیث اتباع قولہ فالمراد البصیر
 بکلامہم فانہ فی زمان غیبتہم قائم مقامہم لقولہم علیہ السلام النظر الی
 من کانتکم قدروی حدیثنا و نظر فی حلالنا و حرامنا و عرف
 احکامنا فاجعلوہ بینکم حاکما فانی قد جعلتہ علیکم حاکما الحدیث انتہی کلام
 بندہ گذارش کرتا ہے کہ آپ کے شیخ صدوق اور شیخ مرقضی اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف
 قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجح مذہب نشیع سے کہا ہے باعتبار قواعد شرعیہ مسلمہ آپ کے
 یا کھل غلط ہے قطع نظر ان دلائل سے جو کہ ان مذہب کے بطلان میں صاحب صافی نے ذکر کی ہیں
 اور یہی بہت دلائل اسکے بطلان پر دلالت کرتے ہیں۔ سینہ جعفر در روایات صحاح و حسن و قبح
 تحریف پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ ہر ایک او دین سے خبر احاد اور ظنی ہے لیکن جب اسکی قدر
 مشترک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر التعداد و رواۃ نے مختلف ائمہ سے روایت کیا ہے
 اسے کیونکہ ممکن نہیں ہوا ایسے چیز کے تمسک کا حکم کرین جب تک ہر حکومت نہو چنانچہ اہلبیت اور جو قول کا اتباع
 واجب ہر قدرت حاصل ہے اور جب وجود قرآن کے صحت متفق علیہ ہو تو اسکی تفسیر اور بیان معانی میں مشغول ہونا اور اسکو
 ماسوا کو ترک کرنا لائق ہے۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ میں کہتا ہوں کہ ہر زمانہ میں اسکو وجود دینی لیے جتا جیسا خدا نے نازل فرمایا اسکو
 اہل کے پاس موجود ہونا اور ہمارے حاجت کے موافق ہمارے پاس موجود ہونا کافی ہے اگرچہ ہر حکومت باقی پر قدرت نہو
 چنانچہ امام بھی اس طرح ہے کیونکہ ثقلین اس باب میں برابر ہیں اور ثانیہ کلام شیخ سے یہی ملے گا۔ اور قول اسکا دین
 بحسب اتباع قولہ۔ مراد اس سے اسکا کلام بصیر ہے کیونکہ وہ ادنیٰ غیبت کے زمانہ میں بھی اسکی قول کے انکار قائم
 مقام ہے۔ ہم میں سے جس نے ہماری حدیث روایت کی اور ہماری حلال اور حرام اور ہمارے احکام کو بچایا اور ہمارے

صدوق اور شیخ مرقضی اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف

دیکھو اور اسکا کیا حکم بنا دیا۔ اسکا نتیجہ حاصل ہوا ہے۔ اسکا نتیجہ حاصل ہوا ہے۔

ثابت ہوا کہ قرآن میں تحریف کا واقع ہونا متواتر اور یقینی ہے جس کا انکار آپ جانتے ہیں کہ کیا حکم کرتا ہے
 پس آپ کے شیخ صدوق اور قمی اور موسیٰ نے جو اسکا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل التفات
 اہل دین و دیانت میں شیخین نہیں ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپ کے ثقہ الاسلام کلینی اور دیگر استاد
 صاحب الامام نے فرمایا ہے۔ سنا کہ یہ روایات احادیث صحیحہ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جبکہ خبر واحد موید
 بالقرآن ہو تو اس وقت علی الاصح مفید علم یقین کو ہوتی ہے۔ اپنی شہادت ثانی نے کی شہادت یقینی
 وجہ الواحد ہوا لہذا مبلغ حد التواتر سواء کثرت رواۃ او قلت و لیس سنا فادۃ
 العلم بنفسہ نعم قد یفیدہ بالنضمام القرآن الکیہ ویرعم قوم اند لا یفید وان یختص
 البیہ القرآن ولا صحیح الاول۔ پس اگر اسکو متواتر نہ مانیں تو یہی باوجود اخبار واحد ہونے کے
 بالنضمام قرآن مفید قطع کو ہے تو یہی مثل متواتر کے ہوا اور اسکا انکار مثل انکار متواترات کے
 سمجھا جائیگا۔ اور ہرگز قابل اعتبار نہوگا۔ دوسری یہ کہ مرتضیٰ کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے
 اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کر کے تصریح کی ہے وہ یہ کہ سید مرتضیٰ صحیح
 ہوا ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں ہے اور اپنے کمال الشندی سے قائل ہوا ہے کہ ہماری
 مسائل فقہیہ متواترات سے ثابت ہیں حالانکہ سید کا یہ خیال بالکل غلط اور پوچ تھا شہادت ثانی نے
 معالم الاصول میں لکھا ہے قال العلامة فی النہایۃ اما الاحادیث فالاحادیث منہم لم یجوزوا
 فی اصول الدین و فرجہ الاعلیٰ اخبار الاحادیث و المرویۃ عن الامۃ و الاصولیون منہم کاتبی جعفر
 الطوسی وغیرہ و افقوا علی قول خبر الواحد و لم ینکروہ سوا المرتضیٰ و اتباعہ لیشہدہ قد حصلت

لہ خبر واحد وہ ہے جو حد تواتر تک پہنچے خواہ راوی اسکو بہت ہوں یا نہ ہوں یا یقین کا فائدہ دینا ہنفا و
 کام نہیں ان اس کے ساتھ قرآن کے انضمام سے کسی یقین کا فائدہ دیتا ہے اور ایک کہہ کہ وہ باوجود
 شمائل قرآن کے بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور اول صحیح تر ہے ۱۲۔ اس غلطی نے ہنفا
 میں کہا ہے کہ امامیہ میں سے اخباریوں نے تو اپنے اصول اور فروع دین میں
 جز اخبار احاد کے جو ائمہ سے مروی ہیں اور کسی پر اعتماد نہیں کیا اور یقین سے
 اصولی مثل ابو جعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے میں انکی ممانعت ہو گئی اور خبر
 مرتضیٰ اور اس کے اتباع کے اور یقینی اسکا انکار نہیں کیا اور یہ سبب ایک شبہ کے تھا۔
 جو انکو چڑ گیا تھا۔

لہم وقد حکم المحقق عن النجاشی عن هذا الطريق في الاحتجاج بعمل بالاخبار المروية
 عن الامام عن صفوان عليه ما دعي الاحتجاج على ذلك اس هو صاف ثابت ہے کہ سید رضی کا
 روایات احاد کے سبب انکا صریح ادسی غلطی ہے اور اگے ہی اسکے تعلیظ و تردید میں چار صفحہ
 کہ قدر صرف کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں فیہ میں جہی دفع و تحریف کا حکار او سے غلطی سے
 ناستی ہے کیونکہ جبکہ اپنی دلیل میں احکار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا استدلال قرار دیتے ہیں
 درہم نہیں بیان کرتے کہ ان روایات میں کوجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذب
 صاع و در بیان سلسلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے۔ اور عبارات منقولہ میں ہر جہ
 کہ ابو علی طبری کا انکار اور محمد بن الحسن طوسی کے تردید اتباع و تقلید آپ کے سید رضی کے ہر اور وہی
 بنا ہوا فاسد علی الفاسد کے قبیلہ سے ابو علی طبری ہی فرماتے ہیں وهو الذي نصرنا المهر فتنه اور
 طوسی صاحب ہی فرماتے ہیں وهو الذي نصر المهر فتنی ابھر جو کچھ وائل ذکر کرتے ہیں وہ قطع نظر اس سے
 کہ محاصرہ روایات تعلیظ کو میں اس میں اور لا طائل ہیں کہ ادنیٰ تامل بلکہ بدون فکر و تامل کے بدلتا غلط
 معلوم ہوئے ہیں۔ چنانچہ مفسر صاحب صفائی نے انکو دو جہلو نہیں باطل کر دیا پہر اوں وائل کو تعلیقات
 و یقینات سمجھنا آپ کے محققین کی خوش فہمی ہے۔ رہی آپ کو صدوق صاحب قطع نظر اس سے کہ وہ
 تعلیظی اور ذکر اسناد وغیرہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور انکو جو ثابت ہے کہ وہی دلیل کوئی نہیں بیان فرما
 بدون دلیل دعویٰ فرما رہے ہیں دعویٰ بنا دلیل آپ ہی جانتی ہیں مردود ہے پیشابہر قائلین تحریف کے
 جنکا دعویٰ مع بنیدہ بران کے ہے بالکل تو سمجھا جائیگا۔ اگر صدوق صاحب نے خلاف انہ اپنی غلطی سے
 کوئی خاص قصیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہیں تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجھا جائیگا پہر ہر طرف غماشت
 کہ ہم ہی ایک صدوق صاحب فضائل میں جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اللہ کو روایت کر لیں ایک
 بڑی طویل حدیث جو جناب امیر نے انوالیہود کو خطاب کر کے فرمائی اوسین حضرت کے وفات کے
 سے اور محقق نے نسخ سے صفحہ ۱۸۱ میں اس سلسلہ پر علما امیر کی احادیث مردودہ پر عمل کرنے کے سبب ہر
 ہمارے کے حکایت کیا ہے اور امیر احام کا دعویٰ کیا ہے۔

مصدقین مذکور ہے حملت نفسی علی العین و قاتلہ بلزوم الصمت و امتناع الی سائر منہن فی تفسیر و
 و تکفیتہ المصلوۃ علیہ و وضعہ فی خطر و جمع کتاب اللہ و عمدہ الخلقہ لا یستعمل علیہ
 بادہ دمغہ کو خارج زفرہ کوئی حضرت کے اولیا سے پوچھی کہ جب کتاب اللہ شائع فاعل ہی اور پیر
 اندیشہ تحریف نہ تھا تو آپ کیوں اس قدر ثبات کے ساتھ جمع فرمایا اور علاوہ اس کے مطابق ہر
 تو اس طرح کہ انہ کے پاس صندوق تقیہ میں مخفی طور پر بند چلا آیا اور اگر اسکے مخالف ہر صنف واضح ہو
 کہ یا اس قرآن میں تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
 فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳) علاوہ اسکے وہ روایات ہیں جو وقوع تحریف پر دل میں ثبت ہیں
 اور منکرین تحریف کا دعویٰ محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس بدعا کی مثبت پائی نہیں جاتے
 اگر پائی جائیگی تو وہ یہی نافی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہے تو اسلیں دعویٰ منکرین
 تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۴) ظاہر ہے کہ جہاں روایات مثبت تحریف مذکور
 ہوئی ہیں انہیں احتمال تقیہ بالکل متفق ہے کیونکہ اسوقت تحریف کیسے نہ ہو نہیں تھا جس کے
 وجہ سے تقیہ ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ جن کا شیخ طوسی اپنے استدلال میں حوالہ
 دیتے ہیں اور ان روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو سابقہ علیہا سمجھتے ہیں جو بحث علی التلاۃ
 پر دلالت کرتے ہیں تو یہی غلط ہے کہ وہ اس موجود کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اس اصلی
 قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ سنا کہ وہ یہی قرآن مجید ہے جو اہل سنت کا
 قرآن ہے لیکن جائز ہے کہ اس کے نسبت حد اور وعدہ حصول ثواب محض تقیہ کے طور پر ارشاد
 ہوگا جب خلفاء کے ساتھ بغیت اور انکار ساتھ نہشت و برخاست اور ان کے موافق خلاف واقع
 مسائل کا اظہار پایا جاتا ہے جس کے لیے حضرات کو بجز تقیہ کے اور کوئی مساع نہیں ہے تو اس تقیہ
 پر محمول ہونے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجیب حال ہے کہ اصول دین میں کئی
 اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کو قاتل مینی اپنے نفس کو سکوت کلام کرنے اور جب حکم فرمایا تھا (جنازہ کو تیار کرنے
 اور نہلانے اور خوشبو لگانے اور کفن پہنانے اور آپ پر نماز پڑھنے اور قبر میں لہنا اور کتاب اللہ کے جمع کرنے اور جنس اللہ کی طرف اس کے
 وصیت کرنے سے) ان میں مشغول ہو کر ساتھ صہر پر پائیگی کیا کہ جس سے کوئی جلدی ممکن نہ والا آئندہ اور پیمانہ والا سامنے نہ رہے گا

کہہ رہا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ صحابہ کے ساتھ حدود و حدود کی وجہ سے پہلے کینی بیٹے سوچی ہے
 کچھ فرمایا اور جب دوسرے حضرات نے دیکھا اور بچہ اچھا بہشت میں گرفتار ہو کر خواب نہفت سے بچ کر
 حواس بخت ہو کر اور تو کچھ سوچا اپنے بزرگوں کی تکذیب کرنے کے اور یہ سوچ کر کہ بہشت کب چھپا
 چھوڑنے والے ہیں دلوں کے اندر ہے ہر توحج مستیدہ کوئی آپ کے تیوہ صدق و سید
 مرتضیٰ و طوسی و طبری اور ان کے اتباع سے خصوصاً ہمارے فاضل محبت دریافت کرے کہ حضرت
 جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہو گئی تھے اور تمام صحابہ کچھ
 خلفاء اور ان کے اولیاء اتباع جکا معاذ اللہ ایمان سری ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون لوگ تھے
 جسکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف تہذیبی اور وہ کونسی عمار مسلمین تھے جو اسکی حفظ و حمایت
 میں غلبت حق و کوپو پہنچی ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوں اور تہی جنہوں نے یہاں تک کوشش کی کہ ان
 کے خلاف اعتراضات و حروف و آیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے ہمارے دروایت
 دروایت کہ یہ لوگ کمال الایمان اور ارکان دین اسلام تھے یا کافر و منافق اور یہ لوگ اعظم بہشت
 تھے یا اکابر اہل شیعہ اور یہ حضرات تو ہی صحابہ و تابعین تھے جنکو تم کافر و منافق کہتے یا کونے
 دوسرے جنہوں نے اہل فتنوں میں قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و حیانت فرمائی
 پس اگر یہ وہی لوگ ہیں جنکو تم بڑا کہہ کر اپنے معمول روشن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو
 اور سمجھو اور اپنے منہ سے باز آؤ اور یہ جو طوسی صاحب روایات مثبت تخریف کر بہشت و آئین
 لائے ممکن تاویل کیا۔ حضرت کے کمال تجربہ والے نفس غوی اسکان فرما کر چور گئی اور یہ نصیب ہوا
 کہ کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مٹی نہیں تو کہ جب تھا
 کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو حیران ہم اپنے فاضل مخاطب سے جو ان کے اس سلسلہ میں
 مقلدین دریافت کرتے ہیں کہ آپ ہی ان روایات کے پہلے سمجھو اگر یہ تو انہیں ہم سمجھ
 کچھ فرمادین اور اس مذمت کا بار طوسی صاحب کی گردن اتار دین۔ اب راہ کہ طبری و طوسی
 لے اگر یہ تم چور کی بر جو میں ہو گے۔

صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے۔ یہ بھی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کلینی اور قمی نے اوکو تسلیم کر لیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونوں کا نزدیک تسلیم ہوئے قطع نظر اس سے بالفرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہو تو تحریف کچھ زیادتی میں ہے تو مخصوص نہیں بلکہ نقصان ہی تحریف ہے تحذیم و تاخیر ہی تحریف ہے اس غلط بات سے کیا فائدہ حاصل ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو بھی تاہم مفید نہیں ان اس سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کے نزدیک نقصان ثابت ہے لیکن اوسکو اپنے اور حثویہ کے روایات پر لانا چاہتی ہیں۔ ہکو بڑا افسوس اور نہایت حیرت ہے کہ علی بن ابراہیم قمی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا صاحب اور شاگرد ہو۔ اور اوسکی تفسیر یا خود امام کے تفسیر سے ہو۔ اوسکی روایات کو اپنے دہمیات جملہ سے باطل کریں صحیح ہے الفریقین ثبت بکل حشیش جبال شیعہ میں سے اول حمد و صلوات کے بعد لکھا ہے ولید ہذا رسالۃ معرفۃ مشائخ الشیعہ علیہم السلام احمدہم للشیخ عبد بن ابیہم برہا
صاحب امام الخلیف العسکریؑ ذوالکلال و صفا التفسیر فی فضل ائمتہ الشیخ من تہذیب امام المذکورہ انتہ
پھر محمد بن یعقوب الکلینی ہی کچھ مرتبہ میں کم نہیں بلکہ زیادہ ہے غالباً اوسکی کتاب کافی امام زمان پر پڑی جا چکے ہیں اور شہادت امام اوسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدول و ثقات کے روایات کے تعلیل و تصغیف اور تزیید و تزییف کرنا شیخ سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجع و منظور کے انکار کیا وہ حضرات شیعہ کی خارج ہوئے اور امامت میں شامل ہونا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہا اور بد اعتقاد کرنا جزو مذہب سمجھ رکھا تھا اور جس پر مدار شیعہ تھا اوکی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جنکو ارکان دین سمجھی تھے اور اوکی حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ لا اھم لا شطحت اناس النبوة او انک برائی کے گویا قائل ہوئی تو اصول و عقیدتیں تمام شیعہ درجہ و درجہم ہو گیا چونکہ اسکے تفصیل میں
صلی اللہ علیہ وسلم و صلوات کے یہ رسالہ مشائخ شیعہ کی معرفت میں ہے خدا اوکو اپنا رحمت کی ساتھ دے گا مگر سجدہ انکی شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم امام حسن عسکری کا یار و بزرگ یوں والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فضل ابن بیت میں جو امام مذکور کی تفسیر سے اعتقاد رکھتے ہیں۔

مل ہے اسلیے اسکو فہم اوکیا پرچوڑتے ہیں۔ غرض اکابر شیعہ متکبرین تحریف نے انکار تو کیا مگر یہ سمجھ
 کر یہ کہہ ڈالی باہنی ہے بانو سر پڑتے ہی۔ ہماری اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کھاتم عبد
 تحریف کا واقع ہونا بنا بر مذہب تشیع راجح اور منظور ہے اور جو لوگ اسکو قائل ہوتے ہیں انہوں نے راجح
 اور منظور کو اختیار کیا ہے بلکہ فی حقیقت مذہب تشیع انہوں نے اختیار کیا ہے اور جن لوگوں نے اس انکار کیا
 وہ خلاف مذہب تشیع کے ہے اور وہ محذور کر اس غلطی میں پڑے ہیں جب راہ فرار نہ دیکھا تو اسکو ہتھیار کیا
 چنانچہ ہمارے فاضل مخالف نے بھی چونکہ مذہب کے کتابین نہیں دیکھے صرف مناظرہ کے کتا بو پر مشغول
 رہے اسلیے بے سوچے سمجھے اونکی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہو کہ جو عرض کیا تھا کہ قرآن کا حرف ہر ما
 سلمات شیعہ سے ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا۔ کیونکہ جب اکابر شیعہ نے مثل کہیں اور حق
 اور برتری کے اسکو بنا بر اصول مذہب خود تسلیم کر لیا تو اوپر سلمات شیعہ سے ہوا صادق آگیا اگرچہ بعض نے
 اسکو تسلیم نہ کیا ہو علیٰ عمدہ جس جگہ متفرقین کا قول مستند و دلائل قاطعہ شرعیہ کی طرف ہوا اور متکبرین کا انکار
 مخالف و دلائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہوا اور لغو اور لاطائل ہو تو اسوقت اسک سلمات شیعہ سے
 ہونا بالبدیہ ثابت ہوگا۔ پس ہمارے مخالف کا انکار صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہب سے
 یہی بغض قائلے واقفیت نہیں رکھتے غرض کہ تحریف قرآن کا سلمات شیعہ سے ہونا بخوبی
 ثابت اور اسکا انکار کرنا سرسرا باطل ہے اگر آپ اور آپ کے صدوق و مرضی یہ جانیں کہ چند خلافات
 اس رختہ اور خلل کو بند کریں جو اکابر شیعہ نے اپنے دین میں ڈالا ہے تو واضح ہو کہ یہ خیمہ سر
 خیال محال ہے قیامت تک ہی ممکن نہیں بیٹ درست طبیب علاج مجہود دی و دوزی
 طبیب و دہانہ علاج یہاں ستر گذارش مافی رنجی آپ بہر فراموشی کہ اس بحث میں جہانک سدا لال
 کیا گیا ہے وہ متفقین کے روایات اور دلائل قاطعہ سے لال کیا ہے حالانکہ اونکی روایات و اقوال بتا بہ تحقیق
 متاخرین کے تفہیم یارنیہ کے حکم میں ہیں اسلیے ہم اسوقت تسلیم کریں جسک متاخرین میں کینی تحریف کو تسلیم کر لیں
 بول اللہ ہماری پاس ہر بعض متاخرین کے یہی بصر ہو جو وہ ہے ملاحظہ فرمائی اور انسان کشمیر
 آپ کے قبلہ و کعبہ رسالہ بارہ ضمیمہ میں فرماتے ہیں۔ چون این نظم قرآن نے مظہر ثانیست میران

تسیم روایات مثبہ تحریف معتقد و قائل میں۔ ان اگر مجتہد المتشیعین کو شک و تردید ہو تو اس میں ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپ کی حضرت مجتہد صاحب کے راۓ میں وقوع تحریف کا ایک یہ بھی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اندی ورا کہ دو طرح مرتب کیا ایک وہ جو تمام کامل تھا اور دوسرے مخصوص اسماء و اسماء ناقصین درج تھی اور ہر دو اپنی محرم امر کے پاس صندوق تھے میں بیت رکھا اور دوسرا وہ کہ جس میں اسماء ائمہ اور اسماء ناقصین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اندی ورا کہ بقصد مصلحت عام لوگوں میں ظاہر فرمایا اس حال میں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان وفاق تیسرے ہی دست بردار ہو جائیں اور اگرچہ یہ مسخ و تحریف سزاوارتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور خود خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوئی۔ لیکن چونکہ اسکی سبب خلفاء ہی تھے اسلیئے تحریف کو ان کی مرتبت کرنا بجائی خود ہے۔ سبحان اللہ واہ واہ۔ حضرت مجتہد العصر حاضر نائب الامام الغائب کے کیا تحقیق حق کی داد دی اس نتیجہ میں کیا جو امر ناگہانی اور کیا موتی پردی انکے اولیاء و اتباع پر حقد و تازی کرین بجا ہے اور جتنا فخر و مائیں زیبا۔ سیری زبان و قلم میں طاقت نہیں کہ اسکی تعریف اور صف کر دے اور نہ اسقدر گنجائش وقت ہے کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علمیہ کو ظاہر کر دے مگر انفس اسکا ہر کجا و وجود و علم و مرتبہ تحقیق بہر صدوق المتشیعین کے شہادت کے موافق کا ذرا ہر چہ اور ہمارے فاضل فی طب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل محکم نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ اہل ایمان سے خارج ہیں تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلین و ارقمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع ہیں وہ فاضل محکم کے شہادت کے موافق اہل ایمان میں شمار نہیں کیے جاتے۔ فے الواقع ہمارے فاضل فی طب نے جو یہ سبب تحریر فرمایا ہے کتاب اللہ کی تعلیم و تکریم و تقدیم اجماع اہل ایمان کے حاشا کہ اس میں کچھ بھی خلاف مواضع و مطالب واقع انفس الامر کے ہے و قضیہ خبریہ۔ حق بر زبان جاری شود کہ اس قدر بیشک ہم ہی اسے ہیں کہ کتاب اللہ کی تعلیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان میں جو لوگ اہل ایمان

حاشا کہ او نہیں کتاب اللہ کی نسبت کچھ ہی اختلاف ہوا درجو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں
 بیشک وہ اہل ایمان سے نہیں جو قرآن کریم عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے پیچھے
 کی لوگ زبان ہے بلا کم و کاست یہ وہی قرآن ہی جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا
 اور بلا تقدیم و تاخیر اسی ترتیب کے ساتھ ہی جو ترتیب کہ لوح محفوظ میں آگے نازل میں باعتبار تسلسل
 تقدیم و تاخیر ہوئی۔ پس جو شخص یہ کہہ کہ اس میں کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ چوٹا بلکہ دائرہ ایمان سے
 خارج ہے۔ اسے اللہ کہ یہ مضمون جو ہمکو تجلیم اللہ لال سے ثابت کرنا چاہیے ہوتا وہ فاضل علیہ السلام
 اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس عنایت کے شکر گذار ہیں۔ بلا یہ کہ ہماری فاضل مخاطب صاحب
 منہج الکلام و صاحب تحفہ اکرام اللہ نہ لہما کی نسبت یہ اعتراض نہایت طعن و تشنیع کے ساتھ فرمایا
 کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہیں اور
 کچھ نہیں شہر مانتے۔ پس اسکا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھ گئی ہوگا لیکن مناسب معلوم
 ہوتا ہے کہ مختصر یہ قدر تفسیر کیجاوے جس سے صحت و اعتماد کا مدار اس پر ہے کہ سلسلہ
 سند کا اصل اخذ کیا معتقد اور قابل طمانیت ہو جو قدر اس سلسلہ میں وثوق زیادہ ہوگا اور سلسلہ
 متن میں صحت و اعتماد زیادہ ہوگا یہاں تک کہ ایک بدولت درجہ قطعیہ کا بھی حاصل ہو سکتا ہے
 اور جب قدر اس میں کمی اور کوتاہی ہوگی اور معتقد متن میں عدم صحت و اعتماد ہوگا۔ پس اب قرآن
 شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملاحظہ فرمائی کہ اگرچہ اس کی طرف عنایت و اہتمام شدید ہو
 اور واعی واقربوں اور مسودہ مدرس تدریس شائع فرمایا ہوتا ہم قرن اول میں ہولاک منہج اس سلسلہ
 سند کے تھی اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تھے
 اور ضحکویا علیہ تھا کہ او کی علیہ کے مقابلہ میں سیکو چون کرنے کی گنجائش تھی اور انہوں ہی نے مجمع ہو کر قرآن شریف
 جمع کیا اور سیکو اس میں شریک کیا عوافی اول حالات کے کہ اول تشیع کی نسبت بیان کرتے ہیں انکو جمع و تالیف
 ہر ذی عقل کے نزدیک ہر قابل اعتبار و لائق طہینان کے نہیں سمجھی جاتی یہی وجہ ہے کہ شیعہ انکو روایات کو جو قرآن
 صلی علیہ وسلم روایت کرتے ہیں صحیح نہیں سمجھتی۔ اگر انکی نقل قابل اعتبار کے ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ قرآن میں

اور کفر و بدعت کو صحیح اعتبار کیا اور حدیث میں کسب کیوں نہیں تسلیم کرتے حالانکہ قرآن اہل
 بالا احتیاط تھا۔ اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تقیہ کے اعتبار سے
 ہمیشہ اس قرآن کے مع دشا فرمائی ہوا کہ اس کی تحریف اس کے نسبت کچھ نفرا یا ہر تب باعتبار
 فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہیں لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہ بھی اس کے ساتھ منضم
 کیا جاوے کہ ائمہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ میں اس کو معترف فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص
 اس امر مخفی پر متنبہ کرتے رہے تو اس حالت میں یہ قرآن اعدل تشیع پر مرکز قابل اعتما و نہیں ہو سکتا
 اور نہ اس کی صحت تسلیم کیا جاسکتی تھی قرآن شل دن احادیث کے ہو گا جو بواسطہ ان صحابہ کے
 مردی ہوں اور ان کے کذب ائمہ نے کی ہو جیسا شیخ کے نزدیک اس کا اعتبار نہ ہو گا اس طرح قرآن
 ہی اعتبار نہیں کیا جاسکا۔ اس کے بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ فوم کو سمجھئے اور ان کے سلسلہ سند کو
 ایک ملاحظہ فرمائی اوس میں کوئی شخص ایسا نہیں بیٹھا جو مثل روایت کتاب اللہ کے غیر معتبر ہو گا جعفر
 رد استہین وہ سب نقد و عدول الہامیہ میں تو اس اعتبار سے دیکھو کہ کلینی کی صحت کدہر کو ہوگی
 غابر ہے کہ قرآن کی صحت ہی ہر جہاں زیادہ ہوگی علاوہ اس کے قرآن کے نسبت جیسا ائمہ کی
 کذب مردی بجائی اس کے کلینی کے نسبت جو اقدم الاصول الاربعہ ہے ائمہ اس کی تصویب
 و تصحیح مردی ہی چنانچہ امام زمان پر غالباً پیش ہو چکا اور ان کے ملاحظہ سے گذر چکا تو اس کا
 صحت و اعتماد درجہ تصدی کو پہنچ گیا تو اس وجہ سے قرآن صحت و اعتبار میں اور کلینی
 اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ حضرات شیخہ قرآن کی نسبت
 دریا کا تہہ دیتے ہیں این قرآن نظم عثمانیست احتجاج بان بر شیعیان شاید تا جگہ کی خبر
 نسبت ہی ایسا کلمہ فرمایا ہے۔ حسب تجرید مؤخر مہانی ابو علی طبری کی تصریحات مکرر معلوم
 ہوتا ہے کہ کتاب سیو یا اور کتاب مرنے اور وادین شمر اس کے سب قطعی ہیں اوس کی قسم
 تحریف و الحاق نہیں ہوا تو مثل ان کی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب مشہور کی صحت نقل ہی
 مثل مسلم البیہد ان اور قانع عظام کے متواتر اور قطعی ہوگی اور قطعاً و یقیناً کسی قسم کے

تحریر و محقق کا اشتباہ انہیں ہرگز نہیں سچا پنچہ صاحب قواعد دینے سے اسکی تصریح فرمائی ہو
اور بالفرض اگر قرائن تحریف یقینی نہیں تو غشی اور اضمحلالے تو ہر تو اس صورت میں آپ ہی
الضمان سے فرمائی۔ کہ قرآن کی محبت اور اس پر اعتقاد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی تکلیف
وغیرہ پر۔ افسوس کہ آپ کو اپنی کتابوں کی خصوص اور اپنے علماء کی تصریحات کی بھی واقفیت نہیں
پہر اس پر حوش و خروش یہ کہچہ کہ علماء اہل سنت پر علم کیلئے اور چھوڑیں اس ہمارے گدازش سے سچے لیا ہوگا
کہ صاحب منہج الکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہما نے جو کچہ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی تکلیف
یا ناروغ بن قتیہ یا بیج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح اور معتبر ہیں وہ
مطابق واقع کے ہیں اور بلا دلیل نہیں ہیں لیکن صرف اسکو بدیہی سمجھ کر دلیل سے محروم نہیں کیا
ہے اور ہر ہر فاضل مخاطب کا اعتراض آکر خوش فہم اور حیا و شرم پانے سے ناشی ہے۔ یہ محمد
کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہوئی اور تحریف کا سہارا شیعہ سے ہونا بدلائل واضح ثابت ہوا ہے جو اس
سنی کے منظر میں۔ **قولہ** اور اگر آپ کے علمائے کتاب اللہ کا محرف ہونا اسلئے ہماری طرف
منسوب کیا ہے کہ ہمارے بعض روایتوں میں وقوع تحریف تفسیر قرآن وارد ہے تو سنی روایات مذہبی
پر کسے امر کا لازم ہونا اور شی ہے اور تصریح اس مذہب والوں کی اس لازم امر پر اور چیز ہے۔ ان
روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے چنانچہ
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والدہ ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ البالغہ میں تصریح
کی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں اور لازم کی نسبت لزوم کے قائل کو حکم الہی لازم ہوتا ہے تصریح کی ہو
جائز نہیں ہے اس کتاب کی یہ عبارت ہے۔ فان قل یلزم من الاختلاف فی کونہ
سبحانہ فی جہتہ انیکون حادثا قلنا لا بل المذہب لیس بمذہب لا الحسمۃ جائز من
بأنہ متعاکف جہت و جاز من بانہ قدیم ازلی لیس بمحدث فلا یجوز ان یشتمل
مذہب من یصرح بخلافہ وان کان لازما لہ قولہ۔ اور ائمہ اہل سنت نے بھی یہی
کہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ پس جب آپ کے علماء کے قول سے ثابت ہو گیا

کہ لازم مذہب مذہب نہیں تو ایک ہی کہنا کہ سلمات شیعہ سے ہر غلط محض ہوا۔ اقول
 سبحان اللہ ہمارے فاضل مخاطب نے کیا روشن اور واضح اور کفایت مند اور فوری دلیل بیان فرمائی
 ہر کوہان میں اہل انصاف اور کدہ میں اہل عدل و داد کو اس دلیل پر ہمارے فاضل مجیب کو داد دیں
 اور شاباش کہیں اگر غیبی آئے گا اس عام اس تحریر کے تقریباً بہر ہی کیفیت ہے مگر یہ دلیل ہے
 کہ شاید اسی دوسرے کوئی ہونگی جسے بالکل آپ کے علم و فہم کی قلعی کھول دی اور آپ کے علمی اور فصاحتی
 و عنونیکانجیہ اور ہنر دیا۔ انوس کہ یہ دلیل صدوق اہل تشیعین اور مرتضیٰ و طوسی وغیرہ صاحبان کو
 نہ سوجھو نہ شدت فرج سے حجب نہیں کرتا وہی ترک کا قصد ہیں آتا اس ایک نکتہ میں ہر
 اشکالات حل ہو گئی صدق اعتراضات دفع ہو گئی جب کسے خصم نے کوئی آیت یا روایت
 پیش کیے چھٹ کہہ دیا کہ یہ قابل احتجاج نہیں کیونکہ لازم مذہب ہے اور لازم مذہب اور مذہب
 بڑا فرق ہے۔ یہ تو سب کچھ مگر ایک ہمارے فہم میں نہیں آیا کہ مذہب کس کا نام ہے اور اس
 جانور کو کہتے ہیں کیا مذہب وہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا
 کیا مذہب اس کا نہیں کہتے جسکی رسول نے تصریح کی کیا مذہب اس کا نام نہیں جو ائمہ سے
 ملکر بعد دیگرے بتواتر غیر متحمل تاویل ثابت ہوا اگر یہ عین مذہب نہیں ہے اور لازم مذہب ہر
 تو کیا عین مذہب وہ ہر جو خاص ابو بکار و ابو بصیر کے زبان و قلم سے نکلا ہو کیا عین
 مذہب وہ ہر جو خاص صدوق و طوسی وغیرہ نے ایجاد فرمایا ہو۔ پھر اس پر طرفہ تماشا یہ ہے
 کہ روایات کی مدلول مطابقتی کو روایات کا لازم سمجھتے ہیں اور روایات مذہبی ہوتا تسلیم کرتے
 ہیں۔ اور یہ اطفال مدرسہ پر ہی مخفی ہو گا کہ مدلول مطابقتی بلکہ ضمنی تک لازم نہیں ہوا اگر اہل
 روایات کو مذہبی کہنا اور اذکر مدلول مطابقتی کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے
 شاید فارسی خوانوں کو بھی حرم آئے اور ادب نے طلباء کو بھی مار دنگ ہو اور انوس کہ ہمارے
 فاضل محض جب کا مایہ اختصار و نماز ہو مصلح بہ بین تفاوت رہا از بحاسن تا بحجاب پس یہ
 قدر مرستہ بھلا رنج ہے اور یہ ہستہ لال کل بنوا ویر ہی اگر اس کو ابطال کے واسطے

من مذہب اور مذہب کی تفسیر۔

کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ خود بدائتہ باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا
 بطلان ولائق واضح سے ہی ثابت کرتے ہیں۔ اولاً یہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی
 جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا تلقائاً روایت صحیحہ ثابت ہو اور خصوصاً شیعہ کے
 نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتھ ائمہ سے ہی ثابت ہو وہ ہی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے پسند مختبرہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہو گاہ عین مذہب ہو گا۔ علماء
 و اکابر مذہب کو اگر اسی میں دخل ہے تو اسقدر ہے کہ یہ سلسلہ مذہب کے واسطے سے یہ حکم ہم تک پہنچا
 قابل اعتماد ہے یا نہیں یا یہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب جو بدعت اسکی قوی ہے یہ حکم
 مآول اور مصروف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہیں یا یہ کہ بائترک علیہ اس کی اور خیریات کیا کیا
 پیدا ہوتے ہیں بخیر ان چند باتوں کے علماء مذہب کو مقصود روایات مذہب کے تغیر و تبدل اور سبب
 اور غیر مذہب ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ پس یہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہے
 منہر غلط اور لغو ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ مذہب کے صحیح ہے اور کسی دوسرے
 قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہیں ہے تو وہ عین مذہب خواہ اسکی نسبت کوئی تصریح کرے
 یا نہ کرے بلکہ اگر اسکی خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر سموع ہے بلکہ اگر اسکا ثبوت یا قطع
 تو اسکا خلاف بلا دلیل محذور نہ ہو گا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر
 ہو گئی تو اسکا ظاہری مدلول مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اسکا محمل بعید مذہب ہو گا
 اپہم کہتے ہیں کہ تحریف قرآن ائمہ سے روایات صحیحہ متواتر المعنی ثابت ہوا ہے اور علماء
 و اکابر اہل تشیع نے ان روایات کو مستند اور صحیح تسلیم کر کے وقوع تحریف
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے انکو پاس کوئی
 دلیل شرعی نہیں ہے جسکو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اپنا مسئلہ قرار دین انکو انکار کی بنا
 شکنجہ نظر اہل حق میں مبتلا و گرفتار ہو کر محض توہمات و تخیلات پر ہے انکو پاس کوئی دلیل
 ایسی نہیں کہ جسکی وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے انکو ہرگز

تجائز نہیں ہر کہ ان روایات کا حذف ظاہر کوئی عمل بیان کر سکیں پس جب ان روایات کے
 نہ تسلیم نہ تضعیف کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے عمل خلاف ظاہر پر محمول کر سکتے ہیں نہ کوئی
 حجت شرعیہ اور نہ کسی پاس موجود ہے تو ایسی حالت میں ان روایات کی کیفیت عدول ممکن نہیں ہے
 اور یہ روایات میں مذہب ہونگے نہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہ کہ اہل اسلام کو مسودا جو کچھ کتاب اللہ
 میں یا احادیث رسول اللہ میں وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اس کے جو کچھ کہ اقوال ائمہ سے
 ثابت ہوا اس کی صحت و حقیقت کا اعتقاد و اعتراف واجب و متعمد ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ اور رسول
 اور ائمہ نے خبر دی اس کے تصدیق واجب اور انکار ہرگز جائز نہیں کیونکہ اوہیں کذب کو دخل
 نہیں جب ائمہ نے بتواتر وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر با مطابقت واقع ہے ہر یا نہیں اگر
 مطابق واقع کے نہیں ہے تو اہم معصوم کے کلام میں کذب لازم آیا اور یہ محال ہے تو ثابت
 ہوا کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اس کا اعتراف حقیقت اور اعتقاد و وقوع واجب ہوا خواہ وہ ہمیشہ
 یا لازم مذہب ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہے اور مدلول روایات لازم مذہب ہے یا نہیں
 اور لازم مذہب موجب طعن و مواخذہ نہیں ہوتا تو آپ کے قبیلہ و کنبہ مولوی و دلدار علی نے عماد اللہ
 میں بڑی سخت غلطی کہا ہے کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتضای روایات کے یقینی بیان فرما کر
 اس کے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہو کر قابل
 اعتبار ہے نہیں ہوتا تو اس کے یقینی ہونے کے کیا معنی اور اس کے محتملات بیان کرنے کی
 کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہ خبر ہوگی کہ مدلول روایات لازم مذہب ہوتا ہے
 یا یہ بچا جاتے ہونگے کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تا دیلات نہیں ہوتا۔ بہر کیف یہ برطان
 خاص ہمارے فاضل مجیب ہی کا حصہ ہو گا جو اہلسنت کے دلائل کے منہ و تحریف کرنے سے
 حاصل کیا پہلے اس کے شیعہ میں سے کیونکہ غالباً یہ دلیل جو روایات میں ہے جہل
 ہوئی ہوگی۔ راجعاً اگر اس قاعدہ کو ٹوٹا جاری کیا جاوے تو صد اہل اعتراضات اہل تشیعہ
 کو اس قاعدہ کے موافق ہی باعتراف سامی لغو اور جہل ہو جائیگا۔ بلکہ بر محمد و ذہبی و دہلی

اسلام ہو کر تمام عملیات و اعتقادات کا انکار کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی آپ اور پیروں کے لئے لازم کرے۔ یا کسی شریعت کی خبر کی تصدیق کر دین وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لازم مذہب کے مذہب نہیں پس اسکا جواب آپ اور اسکو کچھ نہ دیکھیں اور بخیر اسکے کہ اپنا سامو نہ لیکر چلے ہو چا دین اور کچھ جواب نہ دیجئے۔ غاصاً ہمارے فاضل مجیب نے جو یہ جملہ تحریر فرمایا ہے (ان دایا) تحریف سے غایۃ الامر کا لازم ثابت ہو گا نہ فیض اگرچہ یہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے۔ لیکن خاص کر یہ جملہ تو عجب اشحو کہ روزگار ہے کیونکہ جو امر و آیات کا مدلول مثلاً بقرب عبارت النص ہو اسکی نسبت یہ کہنا کہ یہ ان روایات سے بصراحت مستفاد نہیں عجب طرفہ تماشائیہ کلمہ سوائے ہمارے فاضل مجیب یا دیگر اولیاء کے اور کس کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اسجگہ بہت کچھ لکھنے کی گنجائش تھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ اس فاضل غلطی ہے جس پر حاجت استدلال کے بھی نہیں اور خوف تقویٰ سے منع ہے اسلئے صرف اس قدر قلیل پرکتفا کرتا ہوں اور اپنے فاضل مخاطب کو متنبہ کرتا ہوں کہ حضرت بے شک یہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے مثل کے مطابق ہے اگرچہ یہ کا عین مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جہت میں ہے اور یہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے اور اسکو لازم یہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ شانہ حادث ہو لیکن اس حدوث کو محض اس استلزام کی وجہ سے ادھکا عین مذہب نہیں کہہ سکتے۔ مان اگرچہ مسئلہ مثلاً قرآن شریف کے قائل ہوں اور فیض محال ہوں کہ یہ ایسی جگہ کا مدلول مطابقتی حد و شریعت ہو اور کئی دلیل صرف الظاہ ہی ہو تو یہ ادھکا عین مذہب کہہ کر اونپر لازم کیا جاسکتا ہے اور پھر اسکو جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ عین مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے تو یہ عذر ہرگز مسوع نہ ہو گا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہیں بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لازم مذہب ہو تو اسکی لیے ملزوم ہی ہونا چاہیے جو عین مذہب ہے اور وہ بخیر روایات کے جبکہ مدلول مطابقتی تحریف قرآن اور کوئی ملزومیت کو صالح نہیں اور ظاہر ہے کہ مدلول مطابقتی لازم ہو سکتا ہے اور نہ دال ملزوم ہو سکتا ہے پس سجدہ لازم متحقق ہے

نہ لازم ہے نہ لازم مان اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنے خوش نہیں سے یہ فرامین کر دیا بات
 عبارت نفس الفاظ سے ہے اور معانی نہ الفاظ کے لیے عین ہے نہ خبر بجز بامان ہے نو بواہط
 وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ والی سے کچھ عجب نہیں اور جب لزوم اور لازم و ملزوم
 مستحق ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعویٰ بالکل لغو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن
 اصول تیش پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعویٰ کیا تھا کہ تحریف قرآن کلمات سے
 ہے مجبوری ثابت ہوا کہ حدیث علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر یہی بات ہے کہ ایسی روایات کا
 وارد ہونا اس امر کا مسلم ہے تو آپ کے نزدیک ہی کتاب اللہ کا محو ہو یا مسلم ہے کیونکہ ان روایات
 میں اہل حق ہر شے پر نہیں ایسی روایتیں تحریف و تغیر و حذف و اسقاط و تبدیل کل کلمہ و حرفی بجزئی
 اہلسنت کی کتابوں میں ہی ہر وی میں اگر اس کی تفصیل آپ چاہیں تو اسے قصار الاغانی و منتخبی الکلام
 میں ملاحظہ فرمائیں **اقول** بیان تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا
 اور ذرا شرم و حیا کو کار فرمایا اور یہ بھی کیا کریں جب ان کے اسلاف ہی اسی راہ سے گئے ہیں تو انہوں نے
 جیسا اونکو پایا ادھنیں کے قدم بقدم یہ بھی چلتے ہیں۔ پس سنی کہ یہ محض ان کی اور آپ کے ادون
 اسلاف کی خوش فہمی ہے جنہوں نے اہلسنت کی طرف اس کذب و افتراء کو نسبت کیا ہے
 حالانکہ یہ بد اہمہ ناظر ہیں کہ چونکہ قاضی جیسے اہلسنت متفق ہیں کہ اصل ماخذ دین کتاب اللہ و احادیث
 رسول اللہ ہے اور میں مذہب وہ ہے جو ان سے ثابت ہوا نہ اجماع و قیاس سوا اس کی قیمت ہی ہو جو
 ہے کہ ان کو رہتا وہی کتاب و سنت کی طرف ہے۔ اکابر دین میں سے کیا قول اگر سبتر
 ہے تو اویس وقت سبتر ہے جبکہ ان کا ہوتا کتاب و سنت کی طرف ہو اور اگر مسلم ہو کہ یہ
 مستند نہیں ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہے ہر طرف ہر ہے کہ تحریف قرآن
 اگر واقع ہوئے تو بعد وفات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی
 ہوگی سوا اس کی خبر خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں بلکہ یہ بتا دیا واللہ حافظون
 ۱۲۔ اور با تحقیق ہم اسکے لیے بہت گھبران ہیں۔

اور فرمایا واللہ لکتاب عزیز لا یأتیہ الباطل من بین ید یمویلا من خلق نازل من
 حکیم حمید حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث میں کہیں اسکی اطلاع نہیں فرمائی اگر
 اسکی تصدیق کجاوے تو کیونکر کجاوے اگر آپ یہ اعلیٰ من فرامین کہ صحابہ کے اقوال سر ثابت
 ہو سکتا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ادل ہم صحت روایت کو تسلیم نہیں کرتے سنا لیکن یہ
 معارض ہر آیتین وانا لہ حافظون اور لایہ الباطل سے اور شیخ اپنی روایات کو بخاری رضہ آیتین کے
 باطل نہیں کر سکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہ جھگڑا چکا دیا ہے وہ
 فرماتے ہیں کہ اصل قرآن جو تمام جناب امیر نے جمع کیا تھا اور ائمہ کے پاس کے بعد دیگرے
 چلا آیا مکمل ہے اور میں نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ امکان لیکن یہ قرآن جو عام مشہور ہے اس میں
 تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت میں تحریف کے نہ اصل قرآن میں قطع نظر اس سے
 قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن
 میں نقل عدول وثقات اس کثرت سے مروی ہوا چلا آیا ہے کہ اس کے کسی کلام یا کلمہ یا حرف
 یا حرکت و سکون میں شک و تردد کو گنجائش نہیں اس میں اعلیٰ درجہ کا ثبوت تحقیق ہر غرض اسکو
 حرف و حرکات و کمات تک وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صراحت
 ہوئی۔ پس اسکی مخالفت کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو ہی تو وہ بضرع تسلیم صحت اسکا صحت
 نہیں کر سکتا۔ اور نیز اگر بالفرض کہے صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلطی ہوئی ہو ہم کہیں
 کہیں کہ صحابہ معصوم ہیں چنانچہ آت شاذہ و مشہورہ اسکو شاہد میں۔ پس اہلسنت کے نزدیک
 تحریف کا تسلیم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول قواعد کے موافق تحریف کا شاہد
 اور راہبہ ہی خارج از امکان ہے۔ حضرات شیعہ کو جب کچھ چارہ نہیں ملتا تو اس طرح دلی حسرت
 نکالتے ہیں کہ کذب و افتراء تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگاتے ہیں کبرت کا منہ تخرج من افواہ ہم ان
 لیتولون الا کذباً یہ تو جواب اجمالاً تھا اور تفصیلاً اپنے تفصیل احادیث و روایات کے تحت چلنے فرمائی گا
 قول مگر نشتی نمونہ خروارے دو تین میان ہی لکھے جاتے ہیں۔ فضہا مانے

الدر المنثور للسيوطی احتجاج ابو عبیدہ وابن القریسین وابن الانباری فی الخصا عن ابن عمر
قال لا یقولین احدکم قد اخذت القرآن کلمۃ ما یدرہ ما کلمۃ قد ذهبتہ قرآن کثیر لکن
یقل قد اخذت ما ظہر منہ انتہی۔ دیکھی آپ کے جناب ابن عمر صاحب قرآنین نقصان
کثیر کے وقوع کے قائل ہیں اور غایت شفقت اور نصیحت سے اور آدمیوں کو دعویٰ اخذ تمام قرآن
منہ فرماتے ہیں انکر ثانیین ہی فرمائی کہ کتاب اللہ کو جبکہ حافظ خود خداوند حقیقی نے شانہ
ہو معرف بہتر ہیں۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف آپ پر آدمیوں کو بزرگوں
جنہوں نے یہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتیں ثبوت تحریف میں پیش کی ہیں کلمہ و فہم کا
خاتمہ ہو چکا ہے افسوس کہ آپ یہ بھی خیال نہیں فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت میں ہم روایت
پیش کرتے ہیں قطع نظر اسکی صحت نقل و رسم صحت کے اسکی کچھ بھی دلالت نہ ملے
ہو نہیں یہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اس میں وقوع تحریف پر نہ دلالت ملے
ہو نہ تضمنانہ الزام نہ اشارۃ نہ دلالت نہ اقتضار۔ کی طرح ہی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہیں ہوتا
حضرات کی کمال ہی خوش نہیں ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجھتی ہیں۔ اس میں قدوس مسئلہ منہ
قرآن کثیر واقع ہے جبکہ آپ تحریف پر وال سمجھتی ہیں حالانکہ یہ تحریف پر ہرگز دلالت نہیں کرتا
کیا ذہب کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ نے ماتمس کو دیا سبحان اللہ اس فہم پر آذین ہے پیراد سپر
دعویٰ کیا کیا کچھ۔ اب سنی کہ تمام المہنت کا فائدہ اسپر متفق ہیں اور اس بیجا رکھتے ہیں کہ یہ قرآن
جو المہنت کے پاس موجود ہے اور جبکہ حفظ کرتے ہیں حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت سلی اللہ
علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوا اور اسی ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ
میں ہے۔ اس میں جعفر آیات کی کمی بیشی ہوئی وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
رازیہ میں واقع ہے جعفر زانان کی کمی بیشی ہوئی کئی اور جعفر منسوخ ہوئی یا بیلار کی کمی بیشی ہوئی یا ہانک
آخر میں یہی قرآن جو المہنت کے پاس بقبرۃ سیدہ مری ہو کمال باقی رہ گیا۔ بعد اس کے اس میں کچھ تغیر تبدل ہوئی
بیشی ہوئی اور نہ یہ ممکن کہ اس میں کوئی شخص کچھ تغیر تبدل نسخ تحریف کر مگر المہنت کے

روایات اہل سنت پر مبنی قرآن کے اس تنازع کا جواب

نزدیک یہ انجمن سجدہ محالات و تمنعات کی ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کیا ہے
 میں واقع ہوا ہے ایک تو یہ کہ حکم نسخ ہو گیا ہے اور تلاوت باقی رہ گئی دوسری یہ کہ تلاوت انفاظ
 نسخ ہو گئی اور حکم باقی ہے۔ جیسی آیت الرجم۔ تیسری یہ کہ لفظ اور حکم دونو نسخ ہو گئے
 پس ہمارے فاضل انجلیط نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی اور اسکو
 ظاہر سنتے یہ ہیں۔ کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ نسخ ہو گیا اور جاننا رہا تو کوئی یوں
 نہ کھڑا کہ میں سب قرآن منزل پر حاوی ہو گیا کیونکہ نسخ شدہ اس سے خارج رہیگا۔ اور اسکی ہرگز
 یہ متعین نہیں ہو سکتا کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شاہین سر کم کر دیا
 یہ حضرت مجیب اور انور علمدار متکلمین کی خوش فہمی ہے۔ **قول** اور سنی آپ کے علامہ سیوطی
 اتقان میں فرماتے ہیں قال ابو عبیدہ حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المبادی
 بن فضال عن عاصم بن ابی الجود عن زید بن جحش قال قال ابی نبکع بن قیس
 سورة الانخاب قلت اثنتین وسبعین ایت قال لکانت لتک سورة البقرہ وان
 کنا لتقرأ فیہا ایۃ الرجم قال اذا زلیا التیخ والتیخۃ فاجوہا البتۃ نکالامت اللہ
 واللہ عنہ حکیمہ دیکھو اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ انخاب سورہ بقرہ کے برابر تھی
 اور اب بہتر بہتر آیتوں سے زیادہ نہیں ہے **اقول** اس روایت کا حال ہی مثل
 سابقہ روایت کے ہے اس میں کہیں تحریف کے ثبوت کا نام و نشان ہی نہیں ہے یہ ثابت
 کیجئے کہ یہ کبھی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص کے سو اس قسم
 روایات سے یہ مدعا کسی طرح غنوم نہیں ہوتا بلکہ اس روایت میں جو حکم نازل ہوا اسکا محفل
 وہ ہی نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھنا حضرت کے اور حضرت کے اسلاف کی خوش
 فہمی کی دلیل ہے **قول** اور راعب اصفہانی محاضرات میں کہتے ہیں وقالت عائشۃ
 کانت الانخاب تقرأ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کنی ایۃ فلما کتبہ
 عثمان المصاحف لم یقرأ الا علی ما شئت وکان فیہا ایۃ الرجم **اقول** یہ روایت صریح

آپ کے دعا کے مخالف ہر گز اٹھوس آپ کو اتنی ہی فہم نہیں کہ یہ سمجھ سکیں کہ یہ ہماری دعا کے
 موافق ہے یا مخالف یہ عبارت قلم الکاتب عثمان الصحاح لم یقدر الا علی ثابت مریم
 دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ پندرت ہوئی تو کلام ہوا کہ خداوند تعالیٰ
 اس کو منسوخ فرما دیا اور بنیاد دیا اور دلونہی ہو کر دیا یہ تعجب ہے کہ ہمارے فاضل مجاہد بائینہ ادا
 انصاف و علم تحریف صحابہ کی سمجھت میں قولہ آپ کے علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا
 اخبر ابن مردودہ عن ابن مسعود قال کنا نقراء علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یا ایہا الزمیل بلغ ما اوتی الیک من ربک ان علیا مولو المؤمنین ان لم تفعل
 فما بلغت رسالہ واللہ یعصک من الناس اور زرا محمد بن یحییٰ بن محمد بن یحییٰ بن محمد بن یحییٰ بن
 اپنے مضامین الفہم من غطار المسند فرماتے ہیں کتاب مضامین النجاشی کہ آپ کے
 خاتم الشکوک ازالہ الغبن میں اس سے احتجاج کرتے ہیں یہ لکھتے ہیں۔ وخرج ای ابن مردودہ
 عن زکریا عن عبد اللہ قال کنا نقراء علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا
 الزمیل بلغ ما اوتی الیک من ربک ان علیا مولو المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت
 رسالہ واللہ یعصک من الناس اور بہت اسے روایتیں آئے ہیں کہ کتب معتبرہ میں منقول ہیں جو
 طوالت نہیں کہتے۔ **اقول** اس روایت کا حال یہی ہے کہ روایات سابعہ کے ہیں۔
 یہی کہیں تو مع تحریف پر کیلچر و لالت نہیں بلکہ اس میں یہ بھی نہیں پایا جاتا کہ یہ الفاظ ان
 علیا مولو المؤمنین قرآن مجید الفاہین اور خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ پس سنی کہ اولاً اس روایت
 کی صحت مسلم نہیں سنا لیکن اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے اور ہم
 کچھ ضرور نہیں کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہوں وہ قرآن میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہوں اور ابن مسعود یہ سمجھ کر کہ یہ قرآن میں داخل
 میں تلاوت کرتے رہے ہوں رسنا کہ اصل قرآن میں ہر لیکن منسوخ ہو گئی۔ سنہ ۱۱۰۰
 کچھ کسی سچ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک

داخل قرآن تہر اور بعد وفات آپ کے جاسمین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہ نہ ثابت ہو
تحریف کا ثبوت خیال حال ہے **قولہ** اگر ان ہی دو تین روایتوں کے نتائج پر بحث کریں
تو طول ہو جائیگا اور پہلے ہی کب قدر طول ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر کہتے ہیں **اقول**
اگر دوسرا وقت جس پر نتائج روایات پر بحث کو منحصر کہا ہے یہی ہی وقت ہے تو ہم منتظر **قولہ**
ای حضرت شیعہ کی روایتوں میں تو صرف کمی ہے داروہوگی آپ کے بیان علاوہ ایسی روایتوں کے
جو متضمن کمی نقصان کثیر کے ہیں قرآن مجید و فرقان حمید جو فصاحت و بلاغت میں معجزہ کر
اوسکا غلط پر بھی مثال ہے چنانچہ معالم التنزیل میں تحت آیت کریمہ لکن الواستون فی العلم
منہم والموسون یؤمنوا بآیة الیل وما ازل من قبلک والمقیمین الصلوۃ کہا ہے
واختلفوا فی وجہ منصابہ فحکے عن عائشۃ وبن عثمان انہ غلط من الکاتب
ینبغی ان یصلح ویکتب والمقیمین الصلوۃ وكذلك **قولہ** عافی سقر المائدۃ
ان الذین امنوا والذین ہادوا والصابیون **قولہ** ان ہذان ساحران فالو ذلک
خطا من الکتاب وقال عثمان فی المصحف لحنًا وسقیمۃ العرب لستہما فیصل لہ الا تغیر فقال
دعوفانہ لا یجمل حرک ولا یحرم الا انہما فی التہراب غور فرمایا کہ وہ قرآن جو فصاحت
میں بلاغت میں معجزہ ہے اور جسکی تائین فاتر بسورتہ من مثلہ حق تقالے فرماتا ہے آپ کے
یہ حضرات خصوصاً حضرت خلیفہ ثالث اس میں لحن وسقیمۃ العرب فرماتے ہیں اب تہہ شک کے یہ
ہی تہی ہیں۔ **اقول** اگر حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو کیوں تسلیم کرتے ہیں
زیادتی کو کیوں نہیں تسلیم کرتے آپ کی طوسی اور طبری صاحب نے جو زیادتی کو مجمع علیہ باطل
فرمایا ہے غلط ہے روایات سے کمی ہی ثابت نہیں بلکہ زیادتی اور تغیر تبدل اور تقدیم تاخیر کو باہر تہم
کی تحریف ثابت ہے پھر تعجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہیں کیا آپ نے روایت میں
لولا زید فی القرآن ونقص نہیں ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکو بہت سی روایات میں ہر طرف تاشا
یہ ہے کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہلسنت کی کمی کے ساتھ جو نسخی ہیں غلط ملاحظہ فرماتے ہیں

تاکہ اس سلسلہ میں اور اس پیرایہ سے اپنا عجیب پوشیدہ رہے پس اس طرح ہر کوئی اہل سنت کے
 روایات سے ثابت ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کمی کو کہہ رہے ہیں کہ جو آپ کی روایات کا مدلول تو یہ ہے
 اہل سنت کے روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو خدا تعالیٰ نے کی اور آپ کی روایات کا مدلول وہ کمی ہے
 جو صحابہ نے بعد حضرت مصطفیٰ ﷺ علیہ وسلم کے قرآن میں دیدہ دانستہ کی ہے۔ فایہذا اس ناک
 علاوہ ازین باوجود اس فرق و مباہلہ کے پھر کچھ روایات سامی و مفہوم ہوتی ہیں نسبت کے
 وہ کمی بہ کم ہے جو روایات اہل سنت سے ثابت ہوتی ہیں اگر آپ کو تردد ہو کلینی میں ملاحظہ فرمائیے کہ
 بسبب اختصار کے نقل روایات کو غرض نہیں ہو۔ رہا یہ اعتراض کہ پہلی روایات کے بموجب
 باوجود معجز ہونے کے قرآن شریف اغلاط پر بھی مشتمل ہے چنانچہ لفظ المقیمین اور ایضا یون اور
 ان زبان غلط تسلیم کر لیے گئے سو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو یہ روایت کو معتبر نہیں کیا چنانچہ
 لفظ خلکی عن عائشہ و ابان بن عثمان یضیعہ ترمذی خود اسکی ضعف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہ کہ
 سلمانیہ روایت صحیح ہے لیکن قرآن کے نقل اور اسکی صحت تواتر قطعی ثابت ہے تو بحالہ اسکی
 صحت وقت کی اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم معتبر نہیں ہو سکتی تیسری یہ کہ یہ تلبیل اگر ہے
 تو صرف باعتبار قواعد لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ عرہہ نے اسکو صحیح تسلیم کر لیا
 اور اسکی صحت کی توضیحات بیان کر دی تو یہ قول خود ضعیف اور شاذ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو مسلم
 میں اسکی بعد میں مذکور ہے اور ہمارے فاضل محاسب نے ترک فرمائی ہے وہ اس پر مرجع دلیل ہے
 اور وہ عبارت یہ ہے و علامۃ الصحابہ و اہل العلم علیہ صحیح۔ جو اتنی یہ کہ اگر حضرت عائشہ وغیرہ
 یہ روایت نہ پونجی ہو اور انہوں نے اس اعراب کو غلط ہر اختلاف ظاہر دیکھ کر اپنی رائی اور
 اجتہاد سے نہ مایہ یہ فرما دیا ہو کہ یہ کاتب کی خطا ہے اور اس خطبہ میں انکی رائی نے خطا کی ہو
 تو ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنی رائی اور اجتہاد میں خطا سے معصوم ہیں۔ پانچویں یہ
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس پر کاتبوں کی خطا کے نسبت ارشاد فرمایا اس خطا اور
 غلطی سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لفظ غلط ہے بلکہ مراد اس خطبہ سے یہ ہے کہ قرآن است

مختلفہ میں سے صرف اگلے اہستہ یاد کر کے اوسپر تمام است کو جمع کرتے اور باقی الفاظ کو جلی اجازت
اور جگہ نازل ہو کر سیر ہوتا اور نکل کر ترک کر دیتے۔ حاصل یہ کہ ترک اقتصار علی الاولے میں کاتبوں نے
خطا کی۔ پہٹی یہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ اگرچہ وہ عربیین و اصحابوں اور ان ہدایں صحیح
اور اسکی صحت میں کچھ کلام نہیں لیکن ان کی صحت بتوجہ یہ و تاویل ہے اور مقتیوں کا اور ابن
اور ان ہدین بدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہے
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور اتساع فی الاخبار کے خلاف اولے اور
خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کر دیا ہو۔ اب اوسکا جواب سنی جو روایت آپسے حضرت عثمان
نقل فرمائی ہے جسکا بدل یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں لحن ہر اول تو ہم انشائی
کی صحت کو نہیں تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً۔ انا نقلاً پس اسوجہ سے کہ یحییٰ بن یحیر اور عکرمہ
اس روایت کو حضرت عثمان سے روایت کیا ہے اور دونوں نے نہ حضرت عثمان کو دیکھا
اور نہ اونسے کچھ سنا ہے تو یہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسلیک کہ صریح
عقل دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور وہ
عجابہ کو جمع کر کے اس مہم کا سر انجام کیا تو اوسمیں اوہوں نے کوئی لفظ ایسا جو سخن و خطا ہو اور
موجب قدح اور اعتراض کا ہوگز باقی نہ چھوڑا ہوگا۔ اوکیونکہ عقل سلیم تسلیم اور بار کر سکتی ہے
و ایسی غلط الفاظ کہ جنہیں کسی قسم کا مفاد حاصل ہو دیدہ و دستہ قرآن میں باقی رکھیں بروئی
قل ہرگز ممکن نہیں۔ پس کوم ہوا کہ یہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے
محرر و محرکات کا منزل سن اللہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم متواتر
معارضہ نہیں کر سکتے اور ساقط الاعتبار ہی میسر ہی اس روایت کا تحمل بالکل مستحج اور معاند
کہ جنہیں نہ کچھ شک و شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض مستحج و بہرہا اگر یہ روایت صحیح ہو حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو تو اسکی معنی یہ ہیں کہ بے المصحف ہونا فی تلوہا
یعنی بعض جگہ رسم خط اس طرح پر ہے کہ اگر اوسکو پڑھیں والا اوسطرح پڑھی جطرح کہ عتبا

رسم الخط کے لکھا ہوا ہے نوہ غلط ہوگا اور تلاوت میں محن واقع ہوگا تو حاصل یہ ہوا کہ مصحف
 میں باعث بار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہیں جنکی تلاوت میں اگر اوسط طرح پڑا جاوے تب طرح
 لکھ دین تو محن واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ لاؤ مجھ اور لاؤ صنوا اور سن بنائی المرسلین وغیرہ لکاک
 اور طبر ہے کہ اگر یہ الفاظ بدون معرفۃ رسم الخط اوسط طرح تلاوت کی جائیں تب طرح کہ لکھ دین میں محن
 بالکل متغیر ہو جائیگی۔ اور حجاب نفی ہو جائیگا۔ اور کلمات میں ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو انہیں
 کی طرح داخل نہیں ہے اور تلاوت غلط ہوگی۔ پس اسکو سننے میں نہیں کہ الفاظ قرآنی یا اس کے
 رسم الخط میں ہی غلطی اور محن ہو۔ پس یہ حضرات تبعہ کی خوش فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سود
 سمجھ کر نقل کر دیتے ہیں پھر علاوہ اسکو دین و دیانت کی یہ کیفیت ہے کہ روایات نقل میں حضرت کثیر
 صاحب صاحب نہم وغیرہ نے اس روایت کے الفاظ کو نسخ و تحریف کر کے اپنے اعتراض کے
 نفی اور تائید کی غرض سے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے اور ہماری فاضل مخاطب نے ہی انہیں کی
 تقلید فرمائی اور خوشی سے انہیں الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کی تھی بڑے ناز و نفا
 کو ساتھ نقل کر دیا۔ حالانکہ وہ سراسر غلط ہیں اب میں عرض کرنا ہوں کہ اصل کیونکر تھی اور پھر
 زائنین کسم تحریف فرما کر اپنے مدعا کے موافق کیونکر بنایا۔ اصل الفاظ یہ تھے **وَقَالَ عَمَّا**
ارے المصحف لحنًا و مستقیمہ العرب بالسنتمہ اس میں لفظ مستقیمہ مینہ مضارع کا ہے
 اب افعال ناقصہ میں اور اسہ حرف میں استقبال فریب کے لیں داخل ہے اور ماضی ضمیر آخر میں لایق
 جو راجع الے اللہ ہے جبکہ معنی یہ ہیں کہ عرب اسکو اپنے زبانوں کے ساتھ تلاوت میں یہ
 اور شیک کر لینگے چنانچہ بعض روایات میں ان العرب ستعربہا بالسنتمہ مردی ہے اور
 بعض روایات میں تقیمہ وارد ہے چنانچہ شیخ ابو عمر عثمان بن سعید بن عثمان المقرم نے
 اپنے کتاب رسم الخط میں یہ روایات نقل کیں ہیں پھر اسکو حضرت مرزا کشمیری صاحب وغیرہ
 اور ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ و تحریف فرما کر اسطرح بنایا کہ حرف سین اصل فرماو
 کیا اور حرف تا علامت مضارع کو حذف فرمایا اور دسے ضمیر کو نامی تائید سے بدل کر لفظ

نقل از کتاب صاحب نہم اور لکھ دین و دیانت کا ترجمہ۔

سقیمہ مادہ سقم باب سقم سقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت شبہ کا بنایا جسکے معنی یہ ہو گئی
 کہ قرآن میں عرب کے الفاظ سقیمہ یعنی ضعیفہ اور مروجہ اور غلط داخل ہیں یہ اب دیکھی کہ قرآن
 کو کس قدر تقویت اور تائید ہو گئی۔ پس آپ کے اس دین و ذیانت پر صعد آفرین ہے کہ یہ نہیں ہے
 خدا تعالیٰ آپ صما جو نگو اسکی جزا و فور عطا فرماوے دیرسم اللہ عبد ا قال آمینا۔ پس ہمیں
 خوب غور کیا اور تیر سو برس سے غور کرتے چلے آتے ہیں نہ کہ میں کچھ قرآن میں ہو اور نہ سقیمہ
 العربیہ۔ یہ حضرات کی فہم کی خوبی ہے یا حضرت عثمان کا شہرہ کہ روایت میں جسکو وجہ سے
 ایجاد و اختراع کیا گیا۔ لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک بروی انکی روایات کے جو ائمہ سے
 مروی ہوئی اور جو یہ قطع کوہین جنگو اکابر شیعہ تسلیم کر کے وقوع تحریف کا اعتقاد کر لیا ہے
 قرآن میں کمی بیشی اور تیسر و بدل اور نسخ و تحریف بہت کچھ ہو چکی ہے کہ اب القرآن نے بحقیقت یہ دہشت
 اور تک کے یہ معنی ہیں وہ نہیں **قوله** غرض کہ اور اسی قسم کی روایتیں در سنو و اتقان وغیرہ
 میں موجود ہیں ارادہ تھا کہ جو کچھ مانگے جواب آپ کے علمائے دینی میں وہ نقل کر کے اپنی کیفیت ہی
 لکھ کر جانے مگر خوف اطباء نہیں کہہ سکتے یہ دیکھا جائیگا۔ **اقول** یہ جب کہی آپ کا دل
 چاہی دیکھ لیجئے ہم ہر طرح حاضر ہیں نہ تحریر سے انکار ہے نہ تقریر سے دریغ مصرع میں نہ
 ہمیں چونکہ ہمیں **گو** آپ کے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ غلط ہو کر آیا
 بلکہ کتاب اللہ کو جسکی تعظیم و احترام ضروری ہے جلوایا پڑوایا علی اختلاف الرئیثین **اقول**
 پہلے کسی دلیل شرعی سے یہ تو ثابت کیجی کہ مطہر جلوایا یا پڑانا ایسا اختلاف تعظیم و احترام ہے
 جتنا کہ آپ یہ ثابت نفر و نیکی اور وقت تک آپ کا اعتراض ہی لغو ہے اور لائق التفات نہیں۔
 لیجئے ہم آپ کے بلکہ علماء اثنا عشریہ سے استفتاء کرتے ہیں جواب تحریر فرما دیں کیا فرماتے ہیں علماء
 امامیہ اثنا عشریہ اس صورت میں کہ ایک شخص نے ایسی حالت میں کہ اوں کے نزدیک قرآن شریف
 میں کلمات تفسیر نہ لکھی ہوئی تھے اصل قرآن کو اوں سے جدا کر کے جمع و تالیف کیا اور بعد جمع و
 تالیف کے اوں کی نسخ کو اطراف و اکناف عالم میں شائع کیا اور اوں کو موافقین و مخالفین نے

بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کر لیا پہلے اس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو ہم نے اس کو
 بتا دیا جس میں کلمات تفسیر ورج تہر مبا و اظاہر ہو کر باعث اختلاف است و تراغ کا ہوا ہو سکے جلوا یا یا پارہ
 پارہ کر دیا تو یہ شخص عاجز ہے یا آثم اگر آثم ہے تو کس گناہ کا مجرب ہوا بیوہ بالہ لائل الشریعہ
 توجروا لہ و نہیں تو اسی محقر سوال کا جواب دیدیجی اگر کوئی شخص بلا قصد الا انت قرآن شریف کو اپنی
 رائی میں کوئی مصلحت شرعی سمجھ کر جلواے یا پھر واسے توجا نہ ہے یا حرام حضرت میر صاحب
 حسب شہادت آپ کے امام کلینی کے۔ امام صادقؑ نے تو یہاں تک الا انت کی کہانت ہی نہیں کیا
 تفسیر سورہ نمل میں مفسر صافیؒ روایت نقل کی ہے و فی الکافی عن القاسم عنہ (عن الصادق)
 انہ قرأ انت کون ائمتہ ہی ازکی من ائمتہ کم فقیل انا نقراھا امنہ
 ادبی مزاح۔ فقال دعا ادبی مزاح و او ما بیدہ فطر جہا ہم اسکو پیس
 امیر ہی ہتھار کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح قرآن کی الا انت کرے توجا نہ ہے یا حرام
 قولہ یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بیاصل عثمانی قرار دین آپ کے خاتم التکلیف کے عادت میں چونکہ
 مسخر ہی بطور سخریہ انہوں نے ایسا فرمایا ہے۔ افسوس کہ آپ نے ان کے عبارت میں تامل نہیں فرمایا
 معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب المائم سے لقب کیا ہو۔ یہ محسن کتب و آثار
 ہر اور اگر آپ اسباب میں کوئی سند لاسکتے ہیں تو لایجوز۔ **اقول** جب وقوع تحریف روایت
 صحیحہ یا متعرف اکابر شیعہ ہم ثابت کر چکے تو ظاہر ہے کہ یہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ میں ہے واقعہ ہوا ہو گا کیونکہ وہ جمع و تالیف جوادل تخمین کے زمانہ میں کی گئی
 اور کا خلاصہ ہی اسی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہو گیا تو اسکو
 اگر شیعہ صرف عثمانی اور بیاصل عثمانی کہیں تو کیا بعید ہے۔ یہ لفظ نسخہ اسکا کمال تو صریح روایات سے
 ثابت ہوتا اور اگر متبع کیا جاوے تو انشاء اللہ شیعہ کی تصریحات میں یہ لقب ہی کھینکا جائے گا۔

لے کافی میں حق سے روایت ہو کہ امام صادقؑ نے (ابن الغضائری) اس کون ائمتہ ہی ازکی من ائمتہ کی ہر حق کیا
 کہ ہم تو اسکو ائمتہ ہی ائمتہ میں نہیں مانتے فرمایا امام ادبی میں نہ کیا اور پھر ائمتہ سے اشارہ کیا اور اسکو ذوالدیا۔ ۱۲۔

ہنرمیں سابق میں ارغام سے عبارت کتاب بارہ ضمیمہ کے نقل کے ہے اوس سے صریح یہ لقب
 ناظم نہیں ثابت ہوتا تو کیا ثابت ہوتا ہے چونکہ اسم این قرآن نظم عثمانیست الخ نظم عثمانی اور
 بیاض عثمانی میں کیا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ اپنے علماء کی گناہوں کو دیکھتے نہیں جو آپ کو
 اپنے مذہب کا حال معلوم ہو۔ پس ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا اور آپ کا کذب و افتراء کہتے
 محض کذب ہوا **قولہ** اب آپ ایضاً فرماویں کہ کیا کتاب اللہ ہر تسک کے یہی معنی ہیں کہ
 جس کا حافظ خود خدا اور حقیقہ توالے شانہ ہو لوگوں کو حرف و غلط و سقیمہ العرب فرماویں اور اوس کو جلاہن
 یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہیں اور بجا سے تعظیم و احترام جلاہن اور ان کو دین میں پیشوا و مقتدا
 سمجھیں **اقول** حسب ارشاد ہم نے تو ایضاً صاف ہی عرض کر دیا کہ غلط ہونے کا الزام جو ش
 فہمی ہے اور حرف ہونیکا الزام کذب و افتراء اور سقیمہ العرب ہونے کا الزام حضرات کے خیانت نہیں
 بلکہ دین و ریاست ہے۔ لیکن تسک کے یہی معنی کہ کتاب اللہ کو حرف فرماویں اور دین میں تحریف اعتقاد
 کریں اور موافق اصول کے قرآن میں تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تسک کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو
 بخوش ہو کر بطریق اہل سنت کے ہینکے دیویں۔ اور تسک کے یہی معنی ہیں کہ اگر لوگوں کو جو قرآن غلطیوں کا اور
 تحریفات کا اعتقاد کریں یا تحریف کی شہادت دیویں یا قرآن کو اہل سنت کے ساتھ ہینکیں اور جلاہن
 تعظیم و احترام اوسکی اہل سنت کریں اور مقتدا اور پیشوا واجب الطاعت بنزلہ ابنا بلکہ ابنا ہوا افضل
 سمجھیں **مع** بین تفاوت رہا کجاست تا بجا **قال الفاضل المحجیب**۔ **قولہ** کیا تسک کے
 یہی معنی ہیں کہ (نوذ با اللہ توبہ توبہ) آل رسول کی بنات طہیات کو بلکہ انکی شرکاء ہو کر موصوب
 اعداء ہرادیں۔ چنانچہ کافی کلینی سے صاحب تحفہ و منتہی الکلام آیات بنیات نے روایت نقل کی کہ
اقول۔ صاحب تحفہ وغیرہ نے اول فرج غضبت ساقط کی ہے مگر ہمارے حضرت محبت نے اپنی طرف
 بلکہ انکی شرکاء ہو کر انہ زیادہ کر دیا کمال یہی میں فرمایا شرم دیا سے خوب کام لیا۔ حضرت وہ عبارت
 بعینہ نقل فرمادیں جس کا ترجمہ خود بدلتے بلکہ انکی شرکاء ہو کر فرمایا ہے۔ معاملہ دینی میں اس قدر
 کرنے سے انحضرت کو خوف خدا نہیں۔ **اہل علم** ہر مذہب میں **يقول العبد الفقير الى مولاه**

جب آپ کے امام کلینی نے اول فرج غضبت من ابیات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقل فرما کر
 بلکہ انکی ترجمہ کرنا منع لکھ دیا تو کیا غضبت من اول فرج غضبت من ابیات کا اگر یہ ہے بعینہ مطلب نہیں
 تو آپ ہی فرمادیں کہ اسکے سوا اور کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد ترجمہ نہیں ہے
 یا غضبت سے منسوب ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ ان ہماری یہ تو خطا ضرور ہے کہ ہم نے لفظ فرج کا
 ترجمہ ترجمہ کیا ہے اور لفظ فرج معنوی مفہوم کے لیے صحیح ہے اور ترجمہ لکھا یہ لطیف معلوم ہوتا ہے
 کہ آپ کو اس وقت پسند آتا اور صحیح معلوم ہوتا جب کوئی شخص آپ کے امام کلینی کے اس غرض کا ترجمہ اپنی
 صریح اور ٹھنی الفاظ میں معاذ اللہ کرتا۔ لہذا نہایت انوس ہے کہ خطا تو آپ کی امام کے لئے جہاں میں بہتر
 خوف خدا اور اہل علم سے شرم دیا تو آپ کے امام کلینی فرماتے ہیں اور عتاب ہو بہر اگر یہ الفاظ مستفاد
 آپ کے دین و ایمان دیا و شرم کی بجائی سے نامی اور استیعاب میں تو اپنے غضبت کلینی کے روح
 پر فرج کو صلوات میں سنائی یا جو انکی اساتذہ بزرگوار میں جن سے اوہوں نے یہ غرض اور بجائی کے
 بات اخذ کی ہے انکو کچھ کہی ہم تو بعض نقل معنون میں کہ الزاماً حدیث میں شکیں کیا ہو بہر
 یہ ہر واجب غصہ کون نکال جاتا ہے۔ ان اگر ہمیں نقل میں خطا کی ہو اور اپنی طرف سے فراموش کر
 لکھ دیا ہو تو اس وقت اسے ہم معذور دیتے۔ پس معلوم نہیں کہ آپ بہر کون جہلا اور ہر۔ ہم نے کیا
 عیاں غرض کیا ہوتا جو آپ کو یوں بے طرح جوش آگیا۔ اگر ہم نے اپنی طرف سے کوئی غرض کیا ہوتا
 تو پہلے ثابت کرنا چاہی ہوتا اصل واسطہ کلینی سے نقل فرمائے اور گاہی کہ اس واسطہ نسبت
 یہ زیادہ دیتے ہے اور نقل معنون میں یہ ہر جائز غرض ہر اور بدون اس کے ہمیں بے دلیل غرض کیا
 اہل عقل و خرد کا تو کام نہیں ہے۔ ادھر طرف ماجرا یہ ہے کہ ہم نے صاحب تحفہ وغیرہ نے
 اول فرج غضبت من نقل کی ہے جس سے بظاہر الزام صاحب تحفہ کی طرف عاید کیا ہے اور یہ
 نہیں فرماتے کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے کہا نقل کی ہے اصل مراد اس غرض و عیاں کا کہ
 یہ آپ کی دیانت کا مضائقہ۔ سہذا یہ جو سوال فرمایا کہ حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرمادیں
 جس کا ترجمہ خود بدولت بلکہ انکی ترجمہ کرنا فرمایا ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ ہر وہی عبارت کو

بنور ملاحظہ فرمادیں۔ اوسین کہان کہا ہے کہ یہ ترجمہ ہے جسکو واسطہ تطابق لفظی شرط ہے جسکو
 آپ تلاش فرماتے ہیں۔ حیف ہے کہ آپکو اتنی ہی خبر نہیں ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ نقل مضمون
 اور حکایت بالمعنی ہے جسکے لیے صرف اتنا مطلب شرط ہے جس سے مضمون نہیں جانیے اسکا
 ترجمہ ہونا کس قرینہ سے سمجھا۔ باقی رہا خدا کا خوف اور اہل علم شرم و حیا تو ایسے حضرات شیعہ کو
 حاصل ہے کہ سقیمہ الغریب سنج کر کے اپنی مطلب کے لیے سقیمہ العرب بنالیا اور اپنی مدعا کے موافق
 روایت میں تصرف کر دیا البتہ معاملات دینی میں خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو یہ ہوتی
 اس طرح آپ کے شریف رضی نے فیج البلاغت میں جا بجا جناب امیر کی کلام کا استنباط کیا
 اور اسکو سنج تحریف کر ڈالا جس سے شراح کا ہی ناک میں دم لگ گیا اور بے اہتمام کیسے آؤگو ہی کچھ
 میں نہ پڑا چنانچہ ہم ابحاث سابقہ میں بطور شتی نمونہ خروار عرض کر آئی ہیں البتہ خدا کا خوف اور اہل
 علم سے شرم و حیا تو اسکا نام ہے اور اسکی بہت نظیریں ہیں جو کہ بقدر حافظین میں مگر خوف
 تطویل رخصت نہیں دینا۔ **قول** بہر حال حضرت مجیب کی عرض اس سے نکاح ام کلثوم ہے
 اگر اس امر کی تحقیق کہ نکاح خلیفہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو ام کلثوم نسبت
 حضرت زہرا۔ علیہا السلام سے ہوا یا کس ام کلثوم سے کیجا دی تو بہت ہی طول ہو اور
 باعث بیماری اور عدم الفرضی اس قدر تطویل بحث چھیڑ نہیں سکتے اور نیز پہلے ہی اس تحریر میں طول
 ہو گیا۔ اگر حضرت مجیب کو شوق ہو تو جواب آیات تنیات و لہب المنیران و تحفہ الاستغریہ وغیرہ
 میں ملاحظہ فرمالیں **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپکو ضروری دینی مسائل
 کی تحقیقات کی نسبت اس قدر گریز و انماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیوں چھیڑا ہوا اور یہ
 جو شروع جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ (اگر غور فرمائی تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے) یہ صرف زبانی
 ہمارے ہی واسطہ تھا اور اقامت من الناس بالبر کے حکم میں تھا۔ اگر آپ ایسی مریض عدم
 الفرضت ہو تو آپ اپنے سوال ہی کیوں لکھا۔ شاید آپکو یہ خیال ہو گا کہ خصم کب دست گریبان ہوتا
 اور کب یہ روئے سیاہ نظر آئیگا۔ اب جب موقع آیا تو یوں عذر و حیل دکر گریز و انماض ہونے لگا

آپ کا ختم اگر ایسی ایک نہ سینگ بیتک آپ جناب صحت نہ نیگردد آپ کا کو گہری ریگہ بیان نہ
 جواب آیات بیات ہر آپ ثنائے ہیں۔ شعر سوال بوسہ کو لا جواب میں ابرو و سر برات
 عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہیں بد حضرت سوال تو آپ سر ہے آپ جواب یکجہ اگر جواب
 آیات بیات میں یہ بحث تو آپ دین سے دیکھ یہاں کہ جواب یکجہ آپ کے ختم کو کچھ حاجت
 نہیں کہ وہ یہ کہنا میں دیکھتا پیری۔ جیلد خوف نفیول بالکل نوہر جہان آپ کا جلد رون کے
 جواب میں چہ جزو فرمائی اور اسکو لیے آپکو بیاری اور عدم الفرستی مانع ہوئی تو اس مسئلہ کو
 پیری ایک دو جز کا کچھ ضائع نہ ہوتا۔ مگر شاید عجیب نہیں کہ اس مسئلہ کی ہی خوف سر بیاری
 لاحق حال ہوئی ہوا در جاڑا چڑھ آیا ہو کو نہ یہ سنا۔ ایسی ہی پیری کہ پیری اگر یہ ہے تو ہم ہی
 معافی لکھ دینگر اور سزا دینگر مگر شرطی۔ **قولہ** مگر یہاں صرف اسقدر لکھا گیا ہے کہ
 المسنت ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ہوا اس طرح شیعہ انکی کتب سر ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح کلثوم
 بنت زہر سے نہیں ہوا۔ اور یہ نکاح ہی باکراہ ہوا جو غضب سر مراد ہے صرف فرق الفاظ ہر
 چنانچہ دو تین روایتیں اس قسم کی لکھی جاتے ہیں صواعق مروت ابن حجر میں ہے صحیح عن عثمان
 خطب ام کلثوم بن علی فاعتل بصغرها وایانہ اعدا ہا لہا بن اخیہ جعفر فقال لہم اعدوا
 الباءة ولكن سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل سبب ونب ينقطع
 يوم القيمة مخلصا مبيى ونبی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ان علیا لما بن
 نکاح ابنہ بعہ واستعذر بصغرها لم یکن یقبل منه ذلک العذر حتی الجا الخ وغیر ذلک
 کلفنا الجاہ آپکی کتاب میں درج ہے غضب ام اس لفظ میں صرف ملانے لفظی ہے یہ کتاب
 بہت الحداد میں ہے ام کلثوم دختر ابوبکر بود مادرش اسما بنت عمیس کہ اول زین جہر طیار
 بود باز بنکاح ابوبکر در آمدہ از ابوبکر پسری عبد الرحمن نام ویک دختر ام کلثوم زایید۔ بعد
 از ان بنکاح علی بن اسبے طالب در آمد ام کلثوم ہمراہ مادر آمدہ عمر بن خطاب با ام کلثوم
 دختر ابوبکر نکاح کرد۔ انتہی۔ غرضکہ مہر ام کلثوم یہ نکاح ثابت کرتے ہیں۔ شیعہ

اسطرح اونکی کتابوں میں اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر
 سے ہوا اور چونکہ وہ داسن عاطفت جناب امیر علیہ السلام میں ملی تھی فطر ربط و اتحاد سے وہ جناب
 امیر کی ہی بیٹی شہرہ تھی اور اس کا نکاح ہی جناب امیر کو منظور نہ تھا۔ چنانچہ روایت مذکورہ
 ثابت ہر اقوال دشمنان روزگار نامہ میں رسالہ ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کی تقریر
 ان کے خواہش کے اور حیرانی و پریشانی سمجھ گئی ہو گئی کہ کسی گرداب غرض میں ڈکیان کیا ہو
 اور نہ پافاؤٹھی سید ہی ہمارے ہیں لیکن ولات حین مناص۔ اب لہجہ ہم اس بحث کو چھوڑیں
 اور تمام پہلوؤں پر چھوڑ جائیں فاضل مخاطب نے ابجگہ ذکر کئے ہیں بحث کرتے ہیں۔ اول ہماری فاضل
 مجیب نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوا۔ دوسرا دعویٰ
 یہ کیا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ تیسرا یہ دعویٰ کیا کہ یہ
 نکاح ہی باکرہ ہوا۔ پھر ان تینوں دعویوں کو ثبوت کے لیے تین روایتیں ذکر فرمائی۔ ہم حیران ہیں
 کہ پہلی روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ کیوں ذکر فرمائی اس سے کہیں دعویٰ کا
 اثبات مطلق سامی ہے نہ پہلے دعویٰ کے ثبوت سے اس کا تسلسل نہ دوسری دعویٰ
 کچھ ربط نہ تیسرے دعویٰ سے بلکہ صریح نقیض دعویٰ سے اول پر دل ہے کیونکہ حضرت
 فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خواستگاری کی علت بیان فرمائی وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ بیونہ ہونا جو قابل القیام نہیں ہے نہ نظر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ
 ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دختر تھیں کیونکہ اگر یہ ام کلثوم دختر حضرت
 صدیق ہوتی تو پھر اس علت کے ساتھ خواستگاری کے کچھ معنی نہیں یہ بیونہ اور خوشی
 سی لیے ہتی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ نسبت منع ہو جاوے۔ جو
 بنت صدیق نہیں بلکہ بنت علی نہیں ہی جو یطین حضرت زہرا سے ہو منع ہوتا تھا اس سے صاف
 معلوم ہوا کہ یہ روایت مثبت نقیض دعویٰ اول ہے اور مبطل عین دعویٰ ثانی و ثالث
 و چارے فاضل مجیب کی خوش فہمی قابل داد ہے کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب

اور نسبت مدعا سمجھ کر سب پہلے خصم کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ یہ روایت ہمارے مذہب کو مفید ہے یا نہ لیکن کچھ شکایت نہیں دینی یہ اعتراض ایسا وار عضال اور غیر قابل اعتدال ہے کہ اسکو شکر جعفر ادا سان حضرت کی خشاہوں بجائے اور جعفر حاس پریشان ہوں زیبا۔ پھر ایک اور طرف تماشا یہ کہ بخیر فرما تے ہیں کہ جو شخص اس کتاب کو ثابت کرتے ہیں اس طرح شیعہ ادنیٰ کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ نسبت نہ ہر اس نہیں ہوا جو حضرت کی کمال مناظرہ والی اور فہم پر والی جو کوئی حضرت محاط ہے جو جو کہ حضرت ادنیٰ کتابوں کی کون قید لگا کر گئی ہے ایسی کتابوں کو ذکر سے اور انہیں ثابت ہونے سے کیوں پہلو ہتی فرمایا یہ اسر تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فتعالیٰ محمد اہلسنت کے نزدیک کچھ اس کتاب ہی پر منحصر نہیں۔ حضرت کو جو علوم مرتبہ اسلام میں ہے اگر یہ کتاب ہوتا تو یہی دو مرتبہ حاصل تھا لیکن چونکہ حضرات اہل تشیع کو انکے فتعالیٰ سے انکار ہے اور بلکہ دائرہ ایمان سے خارج سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب امیر کے اور ادنیٰ باجمہ کمال مدعا ہے تو اس امر کی ابطال کے لیے اہلسنت الزاماتینہ کی کتابوں سے یہ روایت نقل کر کے انکو چھوڑا کرتے ہیں تو اگر بغیر من محال اہلسنت کی کتابوں میں یہ کتاب ام کلثوم بنت زہرا سے ثابت ہو بلکہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہا حضرت شیعہ کے اوپر یہ الزام جو موجب ادنیٰ روایات کا نہیں چسپان ہوا ہے سرت اما کہنے سے کہ یہ کتاب اہلسنت کی کتابوں میں ثابت نہیں ہے کیونکہ اوٹھ سکتا ہے حالانکہ یہ ہی غلط ہے کہ اہلسنت کی کتابوں میں یہ ثابت نہیں چنانچہ ہم عرض کریں گے پس اس الزام کے ہماری فاسل محبیہ جعفر جابر بخیر فرما اور دیات لکھی وہ سب انوار بے سود ہیں اور حضرت کی کمال مناظرہ والی اور خوش فہمی پر وال میں اگر بالکل سکوت کرتے اور کچھ ہی نہ کہتے تو یہ نسبت اس کے لیے بہت بہتر نہا کیونکہ کچھ پردہ پوشی بہتی اس لیے بھی ہم اسکا ثبوت اہلسنت اہل تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں۔ اول اہلسنت کی کتب متبرعہ مختصر ثبوت بہتی۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۰۴ میں مذکور ہے۔

الزہراء بنت ابی طالب علیہا السلام حضرت زہرا کے کتب متبرعہ

اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہے

عبدان انا عبد الله انا يونس عن ابن شهاب قال ثعلبة بن الجراح ان عمر بن الخطاب قسم موطا بنساء من نساء المدينة فقسمه طحيد فقال له البعض من عنده يا امير المؤمنين اعط هذا بنت رسول الله التي عندك يريدون ام كلثوم بنت علي فقال عمر ام سليط احق ام سليط من نساء الانصار ممن بليح رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد اور سيني اسكے حاشیہ پر لکھ کر فرمایا ام کلثوم بنت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولدت في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبها عمر الى علي فقال انا العتھا اليك فان رضيت فقد زوجكھا فبعتھا اليه يبرء وقال لها قولي هذا البرء الذي قلت لك فقالت ذلك لعمر فقال لها قولي قد رضيت رضی الله عنك ووضع يده على ساقيها فكتفها فقالت الفعل هذا الواه انك امير المؤمنين لكسرت انفك ثم جات اباھا فقالت بعثتني الى شيخ سوء واجبرته فقال لها يا بنته انه زوجك سنين من عمره ۱۲ اور وضعت خازنة ام كلثوم بنت علي امراة عمر بن الخطاب ابن

۱۷ ثعلب بن الجراح کہہا کہ عمر بن خطابؓ نے مدینہ کی خدمت کو چار دین میں سے کسی ایک کا بیج لے کر تو پاس ان میں سے کسی کو بارادہ ام کلثوم بنت علیؓ کو کہا کہ چار رسول اللہ کی خدمت کو جو تیرے پاس دیدی عمر نے کہا کہ ام سلطی زیادہ حق ہے اور ام سلطی انصار اور عورتوں میں سے ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی تھی عمر نے کہا کہ چونکہ وہ جنگ احد کی دن باری شکیں چونکہ رسول اللہ نے ان کے پاس ام کلثوم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نامہ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئی عمر نے اس کی منگی کا علیؓ کے پاس پیام بھیجا تو علیؓ نے فرمایا میں اس کو تیری پاس بھیجوں گا اگر تیری رضا ہو تو میں تیری سہیلہ اور منکاح کر دیا۔ پہر ام کلثوم کو ایک چادر دیکر عمر کے پاس بھیجا اور اس کو کہا کہ تو کہو کہ یہ وہ چادر ہے جس کا میں نے تجھ کو کر کیا تھا ام کلثوم نے وہی عمر سے کہا عمر نے اس کو کہا کہ کہنا میں راضی ہوا خدا تجھے راضی ہو اور اپنا ہاتھ ام کلثوم کی ساق پر رکھا اور اس کو کہو لا ام کلثوم نے کہا تو کہہ دیا کہ امیر المؤمنین نبوت تو میں تیری ناک توڑ ڈالتی۔ پہر اپنے باپ کے پاس آکر اور کہا جس کو آپ نے بڑی بیٹی کے پاس بھیجا تھا وہ حقیقت حال کی خبر دی۔ علیؓ نے کہا بیٹا وہ تیرا شوہر ہے۔ ۱۲ ام کلثوم بنت علیؓ نے خود عمر کا اور اس کے فرزند جعفرؓ سے اپنے جنازہ تک بارکھا گیا۔

لہا یقال للذی بد وضعاً جلیعاً والامام یومئذ سعید ابن العاص وخیالنا من
 ابن عمر وابوہریرہ وابو سعید والوقادہ فوضع العلام مایلی الامام - علاوہ انکی
 خاتم النکین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ چند روایتیں نواقض مولانا محمد حسینی بریلوی
 نقل کی ہیں۔ ہم یہی منتہی الکلام سے تنبیہاً للقاء نقل کرتے ہیں۔ غز عقیقۃ بن عامر
 رَضِیَ اللہ عَنْہُ قَالَ خَظَّ عُمَرُ اِلَى عَلِیِّ بْنِ ابْنِہِ مِنْ قَاطِطَہٍ وَاکْثَرَ تَرَدُّدَہُ الْمَیْمَہِ
 فَقَالَ عَلِیُّ یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا عِنْدِی الْاَصْغَرُ فَقَالَ عُمَرُ مَا جِئْتُ
 عَلَیْكَ تَرَدُّدَہُ دِنِیْ اِلَیْكَ اِلَّا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ
 وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُلُّ حَبِیْبٍ وَنَسَبٍ وَنَسَبٍ وَصِہْرٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَمَہِ
 الْاَحْبَبُ وَنَسَبٌ وَنَسَبٌ وَصِہْرٌ فَقَامَ عَلِیٌّ فَخَضَّ اللہُ عَنْہُ قَامَ
 بِابْنِہِ مِنْ قَاطِطَہٍ فَرُبِّیْتُ وَبَعَثَ بِہَا اِلَیَّ عُمَرُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَلَمَّا رَاَہَا
 قَامَ اِلَیْہَا فَاجْلَسَہَا فِی خِجْرَہُ وَقَبَّلَہَا وَدَعَا لَہَا فَلَمَّا قَامَتْ لَخَذَ بِسَاقِہَا
 وَقَالَ لَهَا قُوْنِیْ بِرِیْبِکَ قَدْ رَضِیْتُ فَلَمَّا جَاءَتْ الْجَارِیَہُ اِلَیَّ اَبَیْہَا قَالَ لَہَا
 مَا اِلَیْكَ اَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ لَمَّا دَرِیْتُ قَامَ اِلَیَّ فَاجْلَسَ فِی خِجْرَہُ وَقَبَّلَ

سے اول امام اوس روز سعید بن العاص تھا۔ اور گوین بن سسر اور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابوقادہ وہی تھے پس انکو
 امام کے متصل کہا ۱۲۔ عتبہ بن عامر روایت ہے کہا عمر علی کو انکی خاتری کے جو طریق فاطمہ سے نہیں سکتی کا پیام دیا اور کثرت
 آمد رفت رکھی علی کہا ای ابی الزینین یہ ایک خیر و میر ہے پس اور کوئی نہیں کہے کہا ابی ہاشم (اس معاملہ میں) بکثرت آمد
 اور کوئی باعث ہمیں ہے کہ صرف یہ کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سافر آئے تھے تمام رشتہ دارانہ اور اہل تہن
 منقطع ہو جائیں گی مگر میرا رشتہ دار نہ آتا اور نہ ہی تہن پس علی ادب سے اور اپنی دختر کی نسبت جو فاطمہ سے تھیں کہ نہ آیا
 اور کواہر سے کیا گیا اور عمر کے پاس سے عجب عمر اسکو دیکھا اور پٹہ کھڑی ہوئی اور اسکو اپنی گود میں بٹھلایا اور دعاوی
 سے اور کواہر سے کھڑی ہوئی اور اسکو کہا کہ اپنی بات کہو میں راضی ہو گیا تب چوکر ہی پھر ہاپ کے پاس آئی۔ پھر عجب
 کہ ابی الزینین نے مجھ سے کیا کہا کہا عجب کہو دیکھا اور پٹہ کھڑی ہوئی اور اسکو اپنی گود میں بٹھلایا اور دعاوی کیا ۱۲۔

وَعَالِي فَلَمَّا قُتِلَتْ أَخَذَ بِنَاقِي وَقَالَ لِي قُوْلِي لِأَيِّكَ قَدْ صُنَيْتُ فَأَنْكَبَا
 آيَاهُ قَوْلَتْ زَيْدُ بْنُ عُسَيْمٍ فَعَاثَرَهُ حَتَّى كَانَ رَجُلًا ثُمَّ مَاتَ دُوسِرَى رَوَايَتُ
 حُطْبِ عُمَرَ لِي عَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنْبَتَهُ أُمَّ كَلْثُومٍ وَأَصْهَافَ طَهْ أُنْبَتَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ إِنَّ عَلِيًّا فِيهِ أَحَبُّ فِي هَذَا الشَّانِ أَمْرًا حَتَّى
 اسْتَأْذَنَهُمْ فَأَنَّى وَلَكِنَّ فَاطِمَةَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُمْ فَقَالُوا رَوْجُهُ فَدَعَا
 أُمَّ كَلْثُومَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صَبِيغَةٌ فَقَالَ انْطَلِقِي إِلَى أَصْبَرِ الْمُؤْمِنِينَ فَقُوْلِي لَهُ إِنَّ
 ابْنِي يَقْرَأُ لَكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّهُ قَضَيْنَا حَاجَتَكَ الَّتِي طَلَبْتَ فَأَخَذَهَا
 وَضَمَّهَا إِلَيْهِ وَقَالَ ابْنِي خُطْبَتُهُمَا إِلَى ابْنَيْهَا فَرَجَّ وَجَنِيهَا فَقِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 زَيْدُ ابْنِهَا صَبِيغَةٌ صَغِيرَةٌ فَقَالَ ابْنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَسَمَ وَ
 ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَا تَقْدَمُ ابْنِ عَمَانٍ كِي رَوَايَتُ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لِي حَتَّى
 أَنْتَ كَوْنُ عِنْدِي عُضْوٌ مِنْ أَعْضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ
 حَتَّى مَا عَيْتُكَ إِلَّا أُمَّ كَلْثُومَ وَهِيَ صَغِيرَةٌ فَقَالَ إِنَّ لَعَنَ تَكْبَرُ فَقَالَ ابْنُ
 أَمِيرَيْنِ صَبِيغَةٌ قَالَ لَعَنَ فَرَجَّ إِلَى أَهْلِهِ وَقَعَدَ عُمَرَ يَنْتَظِرُ مَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ

۱ اور معاویہ اور جب بنی اویسی زبیر بن عوذلی کو بھی اور کہا ابنی باپ سے کہنا میں اسی ہو گیا پس علی نے اس کا علاج عمر کو کرنا
 کر دیا پھر (اوس سے) زبیر بن عوذلی سے پوچھا اور زندہ رہا یہاں تک کہ جو ان ہو گیا پھر مر گیا۔ ۱۱۷ عمر نے علی رضی اللہ عنہ کو اذنی بیٹی کی
 (نکاحی مالہ) فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہین) سنگینی کا پیام دیا۔ علی نے کہا کہ اس امر میں میرا ساتھ اور ہی میں جتنا کہ
 اوس پر اذن نہ لوں (کچھ نہیں کہہ سکتا) حضرت فاطمہ کے بیٹے کو پاس آکر اور اوس پر یہ ذکر کیا اور انہوں نے کہا علاج کر دیجو اوس کو
 جو اس وقت لڑکے تھے پھر لایا اور کہا کہ اگر ابیر الوہین کے پاس جا اور اس کو کہہ کہ میرا باپ تجھ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ جسے میری
 حاجت جو تو نے چاہی تھی پوری کر دی پس اس کو لایا اور پھر لے لگایا اور کہا کہ میں اس کو والد کو اسی سنگینی کا پیام دیتا ہوں اوس کا
 میرے ساتھ ملجو کہ کیا کہیں کہا اسی ابیر الوہین کو اس کی طرف نسبت ہے حالانکہ یہ چوٹی کے شکر ہے کہ ابنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے سنا ہے اور مثل گذشتہ حدیث کے آخر حدیث تک ذکر کیا۔ ۱۱۸ عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں میرا پاس کئی سخت جگہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موعلیٰ ہے کہا کہ میرے پاس تو بجز ام کلثوم کے دوسرے تہین اور وہ چوتھے ہی کہا کہ ابھی یہ زبیر بن
 ابیر بن حضرت علی نے کہا کہ اگر اس حال میں میرے ساتھ دو اور ہی ابیر بن حضرت عمر نے کہا اچھا علی ابنی گہر لوٹ آکر
 اور میرے منتظر بیٹھ رہے کہ کیا جواب ملتا ہے۔ ۱۱۹

فذكرها صغرها فقبل له انه ردك فعاوده فقال له على البعث بها اليك فان
رضيت فهي امرأتك فارسل اليه فكشف عن ساقها فقالت مهلولا انك امرأتني
للطمت عينك وقال ابن وهب عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه
عمر بن عبد العزيز عن علي بن عمر بن اربعين الفا وقال الزبير ولدت لعمر
ابنه زيد ورقية وماتت ام كلثوم وولد لها في يوم واحد اصيل في يد
في حرب كانت بين بني عبد شمس ليصلح بينهم ففتح رجل ولا يعرفه في
الظلمة فعاثر اياها وكانت امه مرعوبة فماتت في يوم واحد وذكر ابو بشر
الدولابي في الذرية الطاهرة عن طريق ابن اسحاق عن الحسن بن علي قال لما
تأيمت ام كلثوم بنت علي من عمر دخل عليها حسن وحسين فقالا لها امكنت
عليها ليسكنحك بعض ابنائنا ولئن اردت ان تصيبين ما لا عظيم لتصيبينه
فدخل علي كرم الله وجهه فحمد الله واثنى عليه وقال اي بنية انت الله قد
جعل امرتك بيدك فانا احب ان نعلم ببيك فقالت يا ابيت اني امرأة اريغب
فيما يريغب فيه النساء واحب ان اصحب من الدنيا فقال هذا من عمل هذين

سلاح گنی کا پیام دیا آپ نے اوسکی کم عمری بیان کی کہ سنی کہا اچھے زوہرت کو ہمیر دیا اور ہونے پر زوہرت کی علی
ازدکو کہا کہ ایں اوسکو آپ کے پاس بھیجیگا اگر آپ کی مرضی ہوگی تو وہ آپ کی زوہرت ہے پیر اوسکو بھیجا آپ نے اوسکی بیٹی کی ہول
اوسی کہا ہوں اگر تو امیر المؤمنین ہو تو تیری آنکھ پر طمانچہ مارے۔ ابن دہب نے روایت عن زید بن اسلم عن ابیہ عن
کہا کہ عمر نے ام کلثوم کے ساتھ چالیس ہزار ہریر کا نکاح کیا۔ ہمیر نے کہا کہ وہ عمر کے دو بچے زید اور قعبہ جی اور ام کلثوم
اور زید اوسکا بیٹا ایک دن سر زید کو نبی حدی کے ایک خانہ جنگی میں جنگی مصالحت کو واسطی نام آیا تھا ایک حدی
پہنچ گیا کہ سنی تاجا نہ امیر میں سر پہوڑ دیا چند روز زندہ رہا اوسکو والدہ بھی عمار شے دونوں ایک روز فوت
ہوئی۔ ابو بشر دولابی نے زوہرت طاہرہ میں ابن اسحق کے طریق حسن بن علی سے ذکر کیا جبکہ ام کلثوم سنت علی
عمر سے بیوہ ہو گئی تو حسن اور حسین اوسکو پاس لے کر اور کہا کہ اگر علی کو اختیار دیں تو وہ اپنی فرزندوں (بہنیں) میں سے کسی
ساتھ تیرا نکاح کر سکتی۔ اور اگر تو تیرا اہل دولت حاصل کرنا چاہتی ہو تو حاصل کر سکتی ہے۔ پیر علی کو کہہ دیا وہ
اے علی! اگر تجھ کو اس حدی سے نکاح کرنا چاہیے تو مجھ کو اختیار دیا ہے اور میں چاہتا ہوں تو مجھ کو دیدی
دیکھ گیا اسی باب میں ایک عورت ہوں اس میں رغبت کرتی ہوں جس میں عورتیں رغبت کیا کرتی ہیں میں چاہتا ہوں

۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

تقرام یقول واسه لا اکمر واحدا منها او تفعلین فاخذ ایثابها و سالاها
 فقعلته فقال انی قد زوجتک من عون بن جعفر فمالیت عون ان هلاک
 فرج الیها علی رضی الله عنه فقال یا منیة اجعلی امرک بیدی ففعلت فزوجها
 اخوه محمد ثم مات عنها فزوجها اخوه عبد الله بن جعفر فمات عنه و
 ذکر بن سعد بن اخوه و قال فی آخره فكانت تقول انی لا استحبی من اسما بنت عیسی
 مات ولداها عندنا خوف علی الثالث قال فماتت عنه و لم تلد لاحد منهم
 و ذکر ابن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر بن محمد عن ابيه ان عمر خطب ام کلثوم
 الی علی فقال انما حبت بناتی علی بنی جعفر فقال زوجنیها فوالله ما حل ظهر
 الارض رجل یرصد من کرامتها ما ارد صد قال قد فعلت فجاہ عمر الی الما حری
 فقال رفونی فرفوه فقالوا بین تزوجت قال بنت علی سمعت عن الخضر علی الله
 علیه و آله یقول کل مهر و نسب و سبب یقطع یوم القیامة الا مهره
 و نسب و سبب و کان لے به علیه السلام النسب و السبب فاحبت هذا
 ایضا و من طریق عطاء الخراسانی ان عمر امهرها اربعین الفا و اخرج ابن سعد صحیح

لسنہ خدای قسم من اینین ایک سہی نہ بولونکہ جب تک تو یہ نکرنگی پیر تو دونوں اور کچھ پری پکڑ لیں اور اس سے سوال کیا تو
 اوسنی بول گیا علی نے کہا کہ میں تیرا کچھ عمن بن جعفر کے ساتھ کر دیا و چون چند روز بعد سر گیا پھر علی اور اس کی اور کیا بیٹا بیٹیا
 بچہ ہو کر اوسنی و بیٹا پھر اوسکا نکاح عمن کے بیٹا علی محمد کو کر دیا وہ سہی سر گیا پھر اوسکا نکاح محمد کو بیٹا علی عبد الله بن جعفر
 سے کر دیا اور اس کا پاس رکھ لیں اور ابن سعد نے اس پر
 اسما بنت عیسی سے شرم آئی ہے کہ اس کو دفر
 یاس اب سر گیا اور اس سے کسی سہی نہ یعنی ابن سعد سے بروایت اس بن عیاض بن جعفر عن محمد بن اسید
 اور کہا کہ عمر سے ام کلثوم کے سلسلی کی علی سے اور اس کے کی اور ہون لے کہا کہ میں اپنی اور لیکو نکاح جعفر کے بیٹوں اور اس
 روک رکھا ہے عمر نے کہا جسے سیاہ دی داہنہ جعفر بن اسکی بیٹی کی کا منتظر مں کوئی شخص دین کی پیروی اسدا
 بیوگہ علی نے کہا میں سیاہ دیا عمر بہا میں کے یاسن اور کہا کہ مجھ کو نکاح کی مبارک باد دے جو اس کے ساتھ نکاح کیا گیا
 علی کی بیٹی کے میں ہی علی الله علیہ وسلم سے سنا ہوتا فرماتے ہیں کہ اگر سلسلہ وادی اور یا ششہ قیامت کے دن سقلم
 ہر جگہ مگر میل علائقہ وادی اور ششہ نانا اور جیکو حضرت علیہ السلام سے ششہ اور وسط و ہتا میں نکاح کیا کہ یہ سہی
 عطاء الخراسانی کے طریق سے ہے کہ عمر نے اسکا چائیس ہزار ہر ماند لایا اور سند صحیح کے ساتھ تحریر کی ہے

ان ابن عمر رضی اللہ عنہ علی ام کلثوم وابتهازید فجعلہما یلیہ وکبر ارجا وفاق لبسند
 اخوان سعید بن العاص هو الذی امم علیہما انتہی بالقطر - علاوہ ازین اسد النابین
 ترجمہ ام کلثوم بن ہر - ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب امہا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ علیہ وسلم ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ والہ خطبہا عمر بن
 الخطاب امیہا علی رضی اللہ عنہ فقال انہا صغیرۃ فقال عمر بنہ وجنہما یا ابی الحسن
 فانی اصد منک **ک** راضیہا غلاما یرصد براحہ فقال لا علی انا ابغیہا الیک فان
 رضیہما فقد لغو جبتکما فبعتہما الیہ یبرہ فقال لہما قوی ہذا البراءۃ الذی
 بقلت لک فقالت ذلک لعمر فقال قوی لہ قدر رضیت رضی اللہ عنہ ووضیع
 یدہ علیہا فقالت تفعل ہذا للولاء انک امیر المؤمنین لکسرت انک ثم جارت
 اباہا فاختبرہ الخبر و قالت لہ بعثنی الی شیخ سور قال یا بنیۃ فانه ذو جانت فجاء
 عمر بن الخطاب الی امہا جوی فی الروضۃ وکان یجلس فیہا المهاجرون الاولون فقال
 روفی قالو ابنا ذایا امیر المؤمنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب وصرہ ینقطع لیوم القیمۃ
س کہ ام کلثوم اور اداسکی فرزند زید بن غزا پر ہی اور اسکو اپنے منسل رکھا اور چار بحیرین پر ہی تہ اور دوسرے
 سند پر بیان کیا کہ سعید بن العاص ام سر اہتا ام کلثوم علی بن ابیطالب کی بیٹی اور سکوالادہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پیشتر پیدا ہوئی جو بن خطاب نے اسکی منگنی کا اور کباب کہیا م دیا اسکی کہا
 وہ صغیرین سے ہوئے کہا ای بابا الحسن میری ساتھ اسکی شادی کر دی کیونکہ جو حدیثین اسکی بزرگی کا امیدوار ہیں کرنی
 شخص سید وار نہو گا علی نے کہا میں اسکو تیری پاس بھیجے گا اگر تیری رضا ہو گی تو میں تیری ساتھ اسکا نکاح کر دیا پہلے دیکھو
 ایک چادر دیکھ رہی اور اسکو کہا کہ کہنا یہ چادر ہے جو میں نے جسے کسی تھی اسکی عمر ہے یہ بھی کہا کہ اسکا پس کہا میں
 راضی ہوا خدا اے تجھے راضی ہو اور اپنا ہاتھ اسپر رکھا اور کہا تو ایسا کام کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین ہوتا تو میں
 ترے ناک توڑ دیتا تھی پہلے اپنی باپ کے پاس اگر ساری خبر بیان کی اور کہا کہ تو نے انکو بڑی بڑی کئے پاس بھیجا ہوتا
 کہا میں وہ تیرا شوہر ہے میرے سر پہا جو میں نے پاس اگر وہ صدیقین میں سے ہے اور امین جہا جہا میں امین میں سے ہے
 اسکی کہا جسکو کون کی مبارکباد دو - کہا اگر امیر المؤمنین کے ساتھ اسکا میں ام کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح کیا ہے
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوتا فرماتے تھے میرا واسطہ اور قرابت اور دادی سلق قیاس کی
 روز نقطع ہو گا - ۱۲ -

الا سیب ونبی وصہرہ وکان لمحہ علیہ الصلوۃ والسلام النیب السب
 فارادت ان یجمع الیہ الصہرہ فخرہ وتزوجا علی الاربین الفافولت لہ زید
 بن عسکرا کبر ورقیۃ وتوفیت ام کلثوم وابنہا زید وقت واحد وکان
 زید قد امیت حرب کان بن بنی حدک فخرج لیصلہ بنہم فضر بہ رجل منهم فی
 الظلمۃ فتجہ وصدعہ ففاس ایاماً ثم مات هو وامہ وصلی علیہما عبد اللہ
 بن عمر وحسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین ولما قتل عنہما عمر بن وجہا عون بن جعفر
 اتی لبقظہ نقلاً عن ازالہ النین۔ ففعل ان دایات اور بنو من وشرجات کے اس کاح
 بتوت میں مہنت کے نزدیک کچھ غناباتی نرہ لیکن چونکہ کابڑہ وغنادا بتقلید حضرت کشمیری صاحب
 نہ ہوا پ اس سے منکوحین سلیسی اجمالاً اس قدر اندسہ کئی دیتے ہیں کہ علاوہ انکے اور محققین مہنت
 بطرق سنی میں دایت کے نقل و تخریج کی ہے اگر مفعلاً او سکوا لکھا جاوے تو انڈیٹہ نقول ہے انہا
 اور مسلم ہے کہ حدت ابوالصالح نے اور حافظ عثمان بن العزیز بن احقر اور ابو نعیم کتاب
 صحف اصحاب میں آمد ہبرانی نے کبیر میں آمد دارقطنی و طبرانی نے اوسط میں ابو یحییٰ نے اور دارقطنی
 بطور سلسلہ التہذیب کے امام سادق سے امام حسین تک آمد دارقطنی نے اور طرق مختلفہ سے اس کے
 تخریجات کی ہیں ترجمہ روایات خاتم المتکلمین ہولانا مولوی حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے تمام روایات کا
 ازالہ النین میں نقل فرمایا ہے جس شخص کو دیکھو کہ اسوق ہوا ازالہ النین جلد اول کے آخر کو طبع لکھ کر
 اگرچہ اسکے اثبات کے لیے اور یہی نقول جاری پاس موجود ہیں لیکن چونکہ حقد نقول یہاں ہی اصل انصاف کے
 لیے کافی دوانی ہے اور زیادہ کی حاجت نہیں اسلی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب ایک ثابت
 سے بخیر و بد سطر اور ثابت اور ادنیٰ کے اور کیا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ اولاد قرابت قرینی میں نہ چاہا کہ ملاوی کا نقل ہی
 جمع ہو جائے کہ ہر جاہل نے اسکو مبارکباد دی اور عجیب غریب کچھ کیا لکھا یہ میں سمجھتا ہوں اور یہ بیہوشی اور کم ہوشی اور اسکی
 فراموشی ایک دقت میں ذات مائی اور یہ کہ کسی حدی کے خاتمہ علی میں ختم نہ کیا ہوتا انہم سلسلہ کرانے کو اسلی نہیں
 اور کسی شخص نے ادھر میرے پاس مبارک سسرہٹ گیا پر حنیہ مذہب چاہا پر کیا وہ اور ادنیٰ والدہ اور اس پر مشورہ
 ہر عمر اور جس میں علی نے غار شہر اور حبسہ نقول اور توہم جو بن جعفر کے نکاح میں آئی۔ ۱۱۔

اہل تشیع کے کتابوں میں سنی - اول تو یہ ہے جو کلینی نے روایت کی ہے بشرطیکہ غضبت سر
مراونکاح بغیر رضا تہم تسلیم کر لیں اور اس میں بیاس خاطر مجیب لبیب کچھ چون و چرا نہ کریں ورنہ
حقیقۃً غضب فوج سے نکاح مرا کوہنا صحیح نہیں ہے بلکہ روایات کے یہی خلاف جو غلطی ہم آئندہ عرض کریں گے
اور سنی - ایک حضرت شہید ثالث مجالس المؤمنین اثنا زوکر عباس رضی اللہ عنہ میں تحریر
فرماتے ہیں - در کتاب استیعاب وغیرہ آن سطورست کہ چون عمر بن الخطاب بہت ترویج نمود
فاسدہ خود ترویج ام کلثوم دختر مطہر حضرت امیر نمود آنحضرت بہت اقامت حجت نکرانظہار
ایاد استماع نمود عمر عباس از خود و طلبید و سوگند خورد - گفت اگر تو علی را راضی نسازی آنچه
در دفع او ممکن باشد خواہم کرد و منصب بید حج ذرمم از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود اگر
این نسبت واقع نشود آن قط غلطی ٹکب چنان امور ماصواب خواہد شد از حضرت امیر التماس
واسحاب نمود کہ دلالت نکاح آن مطہرہ و سواد تقویض فرماید چون ابوالفضل عباس در آن باب ارہ
گذشت آنحضرت از روی اگر اہ ساکت شد تا آنکہ عباس از کتاب ترویج از پیش خود نمود و بہت
اطفاد نا پرہ فستہ اورا بان منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود و ظاہراً بواسطہ این و کالت فضول
وامثال آن حضرت امیر عباس امانند و دیگر یاران فدائی خود را سخ و در محبت و اخلاص نمیدانستہ
ولہذا چنانکہ سابقاً در احوال سید الشہداء گذشتہ آنحضرت از عباس و عقیل بن حکیم جافین تقیر فرمود
اور بچہ بر بہی ایک شہید ثالث قاضی ذوالفہ شوسری مجالس المؤمنین اثنا زوکر محمد بن جعفر طیار
میں تحریر فرماتے ہیں - و محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرط مصاہرت امیر المؤمنین
مشرق گشتہ ام کلثوم را کہ با عدم کفارت از روی اگر اہ در جبالہ طمر بود ترویج نمود - اور سنی صاحب
تاریخ حبیب الشیر خاتمہ ذکر فاروق پر حیکہ از کلمہ از واج واد لاوکا ذکر کیا ہے لکھا ہے - پنجم
ام کلثوم بنت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و از وی پسری و دختری تولد نمودند
پسر زید نام داشت و دختر رقیہ و از ایشان عقب نامہ چنانچہ و مقصدہ اتقوی نہ کوست زید را
عبد الملک بن روان زمر واد - اور لیجئے آیات بنیات ہی نقلاً لکھتے ہیں (۱) قاضی شہر

نجاش ابو سنین بن ہداسے۔ اگر بنی دختر بہتان داد ولی دختر بفرستاد (۲) ابراہیم
 تمی ساج شراعت اس قول کی ترجیح میں یحییٰ بن کثام العریبیہ بالجسے الماشد
 بعیر الماشدے کہتا ہے زوج علی بنشام کلثوم بنت عسما (۳)
 بحال المومنین بن ابوالحسن علی بن اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ اور ازجہ اس پر سبب ذکر کرے کہ
 سند نہ نکاح علیہ ثانی ست جواب داد کہ وادان دختر عمر کہ جناب ابیہ المومنین را اثنان قتاد
 مابین جیب بود کہ اخبار رسا وین سے نمود در بان اقرار بفضیلت رسول می کند و در ان ماضی
 و حفاظت از میر منظور بود (۴) تہذیب میں ہے عن محمد بن احمد بن شعیب
 عن جعفر بن محمد القاسم عن القاسم جعفر عن اسبہ علیہم السلام
 قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام و ابنہا زید بن عسما بن الخطاب
 ساعہ ولحدہ فلا بد رہے ایماہلک قبل فلم یورث احدہما من الاخر و علی
 علیہما جمعا (۶) قول مرغنی کا کافی از تہذیب النبیاء میں۔ فاما نکاحہ فقد ذکرنا فی
 کتاب الثانی الجواب عن هذا الباب مشروحا و بیانا علیہ السلام ما احباب
 حمیر لے نکاح ابنہ الا بعد توعده و تمہد و مراجعتہ و سازعتہ و کلام طویل ما قولہ
 اشفق معہ من سوء الحال و ظہور ما لا یرزال یخفیہ (۸) مصنف انوار سبب میں فاضی
 سوسری نے لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا۔ انتہی چونکہ ہم چاہتا
 ہے نکاح ہوئی عورت کا بھی رد کے ساتھ اور عائشی عورت کا غیر عائشی رد کے ساتھ جائز ہے، اسے صریح
 علی نے اپنی دختر ام کلثوم کو عمر کے ساتھ بیاہ دیا۔ اسے امام محمد باقر سے روایت ہے کہ امام کلثوم سبب عمر
 علیہ السلام اور اس کا رد نہ زید بن سبب ایک وقت میں فوت ہوئی اور بیہ نہ معلوم ہوا کہ کون انیس سے پہلے فوت ہوا
 اس لیے ایک دوسرے کا وارث ہوا اور دونوں پر کھٹ کر نماز پڑھی گئی، اسے لیکن حضرت کا نکاح کر دیا میں اس نے
 کہ حضرت شریح جواب دینے کتاب متاقی میں ذکر کیا ہے اور یہاں کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنے بیٹی کے
 نکاح کو عمر کے ساتھ نہیں کیا مگر دیکھو اور دیکھو اسے اور چھوڑے اور ایسی نفس کو کہ بد جبین مری
 انجام کا اور اس کے ظاہر ہو جانے کا جبکہ ہمیشہ چہانے تھے عوف ہوا۔ ۱۱۔

ثبوت اصل کتاب سر اور سالان اور پیش کر چکے تھے اسلئے بیان ترک کر دیا۔ غرضکہ اگر تتبع کیا جاوے تو اور یہی بہت طرق سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن صاحب دین کے واسطے بہہ ہی کافی ہے۔ اس بعد ان نصوص و تقریحات کے جو فریقین کے کتب معتبرہ اور علم معتدین کے اقوال سے نقل ہوئی کوئی شخص جب کو ذرا عقل اور تہور اساوین و اسباب العیال کی طرف سے ملاحظہ اس امر کی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور یہ دعویٰ سے نہیں کر سکتا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منعقد ہوا کیونکہ روایات مذکورہ صریح دلالت کرتی ہیں کہ علماء فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت علی جو حضرت زہرا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے منعقد ہوا روایات اہلسنت میں تو صریح مذکور ہے حاجت بیان نہیں اور روایات شیعہ میں ہی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد عمر رضی اللہ عنہ بن جعفر کے مصداقت بیان کی اور اس امر سے کہ یہ مصداقت بسبب ترمذی ام کلثوم بنت فاطمہ تھی نہ بسبب ترمذی ام کلثوم بنت صدیق کے ابوالقاسم قمی نے ام کلثوم ہاشمیہ ہونے کی شہادت دی اور تسلیم کر لیا اور یہاں اوس وقت ممکن ہے جبکہ ام کلثوم بنت فاطمہ ہوں اگر یہ ام کلثوم بنت صدیق ہو تو ہر ایک اہل حق ہی سمجھ سکتا ہے کہ وہ ہاشمیہ ہونگے اور اس طرح باقی نصوص ہی اس طرف راجع ہیں غرضکہ ان نصوص و تقریحات سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اگرچہ اسکی بعد کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم اسکی ابطال کی طرف اور یہی متوجہ ہوں۔ لیکن اسلی کہ ناظرین رسالہ حضرات شیعہ کے دین و دینت فہم و فراست اور عقل و گیارست علم و فضیلت کا بخوبی اندازہ فرمالیں اور معلوم کر لیں کہ یہ حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و تراش مذہب و مذهبین اور نئی دن ایک نئی گہرت تہوڑی تہوڑی سی اور یہی سلسلہ ترمذی بن صلیح ہو کہ تتبع قاصر و محقر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب اور یہ توجیہ جو ہمارے فاضل مجیب نے فرمائی ہے۔ قاضی شوستری کے زمانہ تک بلکہ اوسکی بعد کشمیری صاحب صاحب مزہم تک یہی ایجاد ہونے لگی تھی۔ کہ اوہوں نے اس جواب توجیہ کو اختیار کیا دیکھو

تقریبا معجزہ ہوتا ہے کہ یہ ایجاد و اختراع حال ہے۔ اول متقدمین میں بعض علماء اسلام
 مثل شیخ نقیہ کی اس نکاح کے وجود سی ہے انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت میں یہ مروی
 وہ روایت زہیر بن یحیٰ کی طریق سے ہے اور وہ بغض امیر المومنین سے قابل اعتبار کے
 نہیں۔ یہ حجب و چھٹا کہ انکار ایسی خبر کا جو بمنزلہ تواتر کے ہے پیش نہیں جانا اور اہم باب بہت
 خاک سی نہیں چھپ سکتا تو دوسرے راہ چلی بعضوں نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت
 دیکھا کہ آیتہ قدس بزرگوار ہے ایک جنبہ بلا کر اور مشکل شکل ہم کثرت کر کے پیچیدگی تھی اور وہ جنبہ
 حضرت عمر کے پاس رہی کسی نے تقیہ کی چاہ پکڑی کہینی حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کیا
 کہینی نبیات لوط کو مشہور قرار دیا کہینی نبیات طہیات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 مائیں بتلایا۔ کوئی سبب ظاہری کلمہ کوئی عمر کے ادسکو جا بڑا اور مباح کہتا ہے اور کوئی وجہ
 اتفاق و کفر باطنی کے ادسکو مثل اکل میتہ و یحی الخنزیر کے اضطراب آج جناب امیر نبیات کریم
 عرض کوئی ستارہ وار کچھ نہیں مرنی کر رہا ہے ایک جگہ کچھ ترانہ ہے۔ لیکن کوئی اس پر حجب
 ساحل خلاص پر نہ پونجا۔ اور کیسکو اس درجہ ملاکت سی راہ نجات نسوچی۔ تمام تاویلات بھل اور
 ساری تاویلات لغو و لا طائل جب کوئی توجیہ گرہ کشا ہوتی۔ اور دیکھا کہ ختم گو گیر سے رہائی
 ممال ہے تو اسلیلی پھیلون نے ایک نیا لباس بدلا۔ اور نرالی توجیہ نکالی اور ادسکو پانچ
 سمجھا حالانکہ وہ نسبت توجیہات سابقہ کے ہی زیادہ لغو اور پوچ ہے اور پیرہ لائل ثابت ہر
 اول صریح روایات فرشتین کے اسلم کذب ہیں روایات سی معاف ثابت ہر کہ یہ نکاح ام کلثوم
 بہت فاطمہ رض سے ہوا۔ اگر میں نکاح فی الواقع ام کلثوم بہت حدیث سے دہاتا تو اسکا
 کہیں زبان سے نکلا اور آج تک یہ لغو توجیہات کیوں کرتے رہے۔ حاجی حضرت اگر واقعی
 یہ نکاح بہت حدیث سے ہو ہوتا تو آپ کے اکابر نزدیک عالم کو سر پر اڑھا لیتے اور خلاف اسے
 اپنی عجز کے مترسہ میں۔ دوسری یہ کہ عمر بن خطابؓ بزرگ مشیہ دشمن امیت اور آدم کا
 دوہین کے درپے تھے چنانچہ اہلبیت کے گھر کو جلا دیا اور طرح طرح کی اذیت کی۔

یہ کہ اس کو کلام ابطال کا فرق کا کلام ام کلثوم بہت حدیث میں ہوا۔

بیان خارج از حد امکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یا البیت کو ایذا رسانی تھی چنانچہ تعلقات باہمی سے حسب روایات شیعہ ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود ترویج خلافت تھی کہ اس بضعت الرسول جگر گوشہ قبول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جائیگی چنانچہ قاضی صاحب شوستر نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت بڑا ہی ہے کہ یہ دونوں امر جب تک ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل شدنی نہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ شخص جوڑ اور اقرار ہے کہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب بیہ ہونے کے شہرہ ہو کر توجرتک اسکی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت نفرادین لائق التفات نہیں بلکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ بعد نزول آیت ادعوہم لا یأثموا حواشی عند اللہ۔ غیر باپ کے طرف نسبت کرنا ممنوع ہو چکا تھا۔ اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھ البتاس شہرہ کو یہ اطلاق مستلزم تھا ایسی ہرگز یہ اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد بن ابوبکر پر بھی محمد بن علی ابن ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسے ام کلثوم حضرت کے بیٹی تھی ایسی ہی محمد بن ابوبکر بھی آپ کے بیٹے بلکہ محمد بن ابوبکر کو نسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ خصوصیت تھی۔ حسب روایات شیعہ اپنے حقیقی باپ زیادہ حضرت کو سمجھتی تھیں ہمیشہ حضرت کے نہیں بلکہ سارے۔ حضرت ہی کمال شرف محمد بن ابوبکر کو دلہن مسیحہ زیادہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ بیچ البدلت میں یاد آتا ہے کہ مروی ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر نضر بن مال روایات میں ام کلثوم بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیق ہی مراد ہوں تاہم صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اطلاق مجازاً ہے اور نضر بن علی ہے کہ عدول میں بحقیقہ جنگ حقیقت متعذرہ ہو اور قرینہ صاف علی بحقیقہ قائم ہو اور موقف تک معنی مجازی صحیح نہیں ہو سکتے۔ اعراب میں ہرگز معنی حقیقی متعذر نہیں بلکہ اعراب مجازی متعذر ہیں۔ چنانچہ ہم مغرب بیان کریں گے اور قرینہ صاف علی بحقیقہ ہی مقصود ہے کوئی قرینہ لفظی یا عقلی ایسا نہیں ہے جو علی بحقیقہ سے مانع ہو بلکہ صریح قرآن حل علی الحقیقت کو مستلزم ہو رہی۔ چنانچہ علت ترویج خلا بیان کرنا اور بعد انتقال

فاروقؓ کے محمد بن حنفیہ کے ساتھ عقد واقع ہوا۔ مدم کفایت کا ہوا۔ حضرت اُمّ کے فعل کے ساتھ
 کہ آپؐ ایک اہی دختر مشہورہ فی الزین کو دی تھی عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔ یہ سب قرآن
 مستدرجہ منکون میں کہ یہ ام کلثومؓ حجاب امیر کی صلیبی دختر تھیں اور بنت صدیقؓ جو آپؐ کے ربیعہ
 ہیں تھیں۔ پانچویں اس کا دہل رسولؐ کی گھر ٹھنے اور اس نے والوں کو یہ بھی نہ سوجھا کہ اس
 سبب میں کہ یہ نکاح ام کلثومؓ بنت صدیقؓ سے ممکن ہے یا نہیں اور تاریخ ولادت و دن و نام کلثومؓ
 بنت علیؓ رضی اللہ عنہا ام کلثومؓ بنت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھیں۔ یہ ہے روئے گوراحا مطہر بنا شد۔ سبب
 اب اس سے کہ ہم کو ملے ہیں۔ اور حضرات کے اس توجہ کو یہاں متور کرتے ہیں اور خالکین
 ملائے ہیں اب چاہیے کہ کسی نئی مادیل پر انسانی کی فکر و ادین پس منہس ہو کہ یہ نکاح تھانہ
 ام کلثومؓ بنت صدیقؓ سے ممکن نہیں کیونکہ جب ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی
 کہ یہ ہم کلثومؓ پیدا نہیں ہوئی تھیں اور اس میں تھو تو ابتداء خلافت فاروقؓ میں پیدا ہوئی
 چنانچہ ابن جریر طبریؒ نے تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں اُمّ کُلثُوم بنت ابوبکر
 الصديق توفى النوحا وهي حمل من الثمانين۔ اور روایت سابقہ سے یہ بھی درست ہے
 کہ بعد نکاح کے حضرت فاروقؓ سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ تولد ہوئی۔ اور اب بنت
 حضرت فاروقؓ تقریباً دس سال ہے۔ اب اہل عقل و خرد کے غور فرمانے کا مقام ہے کہ
 حضرت فاروقؓ اسی صیغہ سے جو ان کی ابتدا از زمانہ خلافت میں ہوئی ہو نکاح کر بن اور اس
 لیکر دس سال کے عرصہ تک وہ بالائے ہی ہو جائی اور دوسرے ہی پیدا ہو جائیں عقل باہر کر لی ہو
 بجا نکاح نہاں عظیم۔ اور ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ بھی اگرچہ صغیرہ تھیں۔ لیکن بنت ابی کلثومؓ
 کی گھر سال پڑھے ہیں کیونکہ ان کی پیدائش زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی
 تھی چنانچہ ہم روایات سابقہ میں نقل کر آئی ہیں ولادت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم تو مشین محقق ہو کہ یہ نکاح ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ سے ہوا اور ماری فاضل
 ام کلثومؓ کے بعد یہ عمل کیا کہ اسے وفات فاطمہؓ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انکاح سے پہلے ہو گیا۔

مجیب کا دعویٰ کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا باطل ہو گیا۔ پہر جاری فاضل مخیط نے
ایک روایت ایک مجہول الاسم المسکر کتاب مہبت السعداء سے جو یہ لکھ کر وہ ام کلثوم کہ جس کے ساتھ
عقد نکاح فاروق ہوا وہ بنت صدیق تھی محض کذب اور سرسر غلط ہے اگر بالفرض اس کو لیا جائے
ہم اس عبارت کو صحیح تسلیم کر لیں اور اس حافی نہ کہیں تاہم مقتبلہ اون روایات کے جو کتب معتبرہ
شہورہ فریقین سے نقل کے گئے اس کو غلط سمجھا جائے گا۔ اور اس کے کذب و دروغ ہونے پر دوسری
دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں لکھا ہے۔ باز نکاح ابو بکر در آمدی از ابو بکر سپر و عبد الرحمن
دیک و خترم کلثوم زائید۔ حالانکہ یہ باتفاق فریقین سرسر غلط ہے عبد الرحمن بن ابوبکر
بکر بن بطن اسماء بنت عیس سے نہیں ہے بلکہ محمد بن ابوبکر اسماء بنت عیس کے بطن سے پیدا ہوا
اور عبد الرحمن بن ابوبکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بیٹے ام رومان کے بطن سے تھے پس
اگر یہ عبارات اس حافی نہیں ہیں اور اصل مصنف کی ہی ہیں تو جس کو اتنی ہی خبر نہیں کہ ابوبکر کا
فرزند اسماء بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھا یا محمد جو اس نے طلبہ علوم پر ہی پوشیدہ نہیں
اور اس کا کلام بے شک ہمارے فاضل مخیط کے ہی نزدیک مقتبلہ روایات معتبرہ صحیحہ و اقوال علماء
ستند قابل التفات ہو گا۔ پس حضرات پر خدا کا خوف اور اہل علم سے حیا و شرم ختم ہے۔ میں
یقیناً جانتا ہوں کہ یہ امر کہ ابوبکر صدیق کے فرزند اسماء بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھے یا محمد
ہمارے فاضل مخیط پر ہی با اینہدہ اور عاجز مخفی ہو گا اور نہیں تو نفع البلاغت اور اس کی ترویج
ہی سے یہ امر ثابت ہے کہ محمد بن ابوبکر اسماء بنت عیس کے بطن سے تھے اور جناب
امیر کو سبب تھی لیکن تعجب ہے کہ روایت کے نقل کے وقت عقل و فہم کو کیوں جواب دیا تھا
ہوش و حواس کو کہاں خلعت کر دیا تھا کہ اس کی نقل کے وقت کچھ خبر نہ ہی انا پستناپ
مہلات کو نقل کر دیا ہے الواقع یہ اس اعتراض کے عیض اور جذراصم ہونے کا نتیجہ ہے جس
پس اس مہلات و خرافات سے محمد اللہ اہل سنت فریب نہیں کھاتے۔ اس حاصل یہ نکاح
ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا ہے نہ ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یا کسی دوسری ام کلثوم کے ساتھ جیسا تنبیحان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطابؓ بنی ہند
 کو ساتھ ہوا ہے یہ کسی دوسری عمر یا عمرو کے ساتھ جیسا تابعیوں پر کر تنبیحان آئندہ دعویٰ کر
 لگین کو نہ اول تو متذہبین اور متاخرین علماء متبعہ نے اسکو قبول استلیم فرمایا ہے چنانچہ
 روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہے نہیں کیا بلکہ فقہار متبعہ نے اس سے
 استنباد مسائل پہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم حمی شائع شریعہ کے تصریح سے واضح ہے۔ چنانچہ
 ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن جبین بنی نبی اکبرؐ سے رضی اللہ عنہم سے حسب تصریح
 صاحب ابہامیہ جو بی بی اور شیعہ جری میں تقریباً پیدا ہوئیں تو ابداء خلافت فاروقی میں کم
 عمر تقریباً پانچ سال کے ہو گئی کیونکہ دو برس اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیقی کے ہی گزرے اور
 صاحب ابہامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ کجاح کے وقت حضرت عمرؓ مکران ساتھ برس کا
 تھا کچھ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم کے عمر پانچ سالہ ہی
 اور ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کی عمر پانچ سال سے مجاوزہ نہیں تو وفات حضرت عمرؓ کے وقت
 ام کلثوم سات سالہ ہوئیں اور انکے بطن مبارک سے دو بچی ہی تولد ہوئی ایک مرد و دوسرے
 ریحہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ سات سال عمر تک دو بچے کسی لڑکی کے بعد ہو جائیں
 اصل یہ ہے کہ واقفان میر جانتے ہیں کہ اگر کوئی تولد اور وفات اور سن عمر و غیر میں جتنی
 کثیر ہے کوئی امر یا ماہین الاماۃ اللہ حسین اختلاف نہ ہو۔ خود حضرت عمرؓ کی عمر کو ۵۹
 سال ہی کہا ہے۔ تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے سن کو جتنی نہیں سمجھ سکتا عاقل شخص
 ایسی حالت میں جبکہ ماہی عقل و اجتہاد کی تکویہ کرتے ہو اور قرینہ قاطعہ اسکی کو نہ پہنچے
 قائم ہو قطع نظر اس سے ہم تسلیم کہے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اسکی وجہ صحیح یہ ہے
 کہ عمر و معرب میں تنازع ہے کہ احاد کے کسر میں سہو کو ساقط کر دیتے ہیں اور شریعت
 کہ کسر میں احاد کو گرا دیتے ہیں۔ خاص کیا جبکہ تعین کسر موم نہ تو اس روایہ میں ہی
 جو نہ سال کجاح سے تعین معلوم نہیں لیکن پچاس اور ساٹھ کے تقریباً امین واقع ہوا ہے

اسی کی سرت کو حذف کر دیا اور عشرہ اطلاق کر دیا نقل روایت میں رسالہ الہامیہ کے یہ الفاظ ہیں چہی
 روایت دیگر کتاب المودہ مذکورین یوں ہے ان عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم واعتذر
 لبصرها فقال عمر ما لي حاجة الي النساء لكن اتبع الوسيلة ل محمد عليه السلام
 وهو يقول كل سبب نسب ينقطع بالموت الا سببه ونسبه فزوجها على
 اياه ببهر اربعين الف درهم فاق ذلك كله عمر و ابنة اربع سنين وامين
 الاربع والخمس و عشرين سنين فاجلسها عمر لعننه فرفع ميزرها و
 مسح يده على راسها فخر دسا فها فرقت يد ها و كادت ان تلطم و قالت
 لو كانك امير المؤمنين للطمعت على خذك فقال عمر دعوها فانها هاشمية
 قرشمية - علاوہ ازین اس روایت کے صریح الفاظ کا رد لول سینے وسیلہ کا طلب گار ہونا روایت
 کل سبب الخ بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا - ہاشمیت قرشیہ اس کو کہنا یہ سبب
 اس کی بنت فاطمہ ہونے کو مستلزم ہیں اور بنت صدیق ہونے کو نافی - پہر یہ نکاح
 ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول تو یہ ابتداء خلافت فاروق
 میں تولد ہوئی اتنے زمانہ میں اس کا بال نہ ہونا اور دوپچی پیدا ہونا محالات عادی سے ہے
 پہر عمر کو اس کی خواستگاری کی کچھ حاجت نہ تھی - اہلبیت صدیق سے عداوت نہ تھی
 کہ اس کی تذلیل و توہین مد نظر ہو - بلکہ اگر حضرت عمر موافق ہمارے اعتقاد کے خلیفہ راشد
 تھو انکی غرض اس نکاح سے رسول کے ساتھ پوندگی تھی چنانچہ ہماری روایات سے
 ثابت ہے اور اگر حسب مرسوم شیعہ دشمن اہلبیت تھے تو یہی انکی غرض اسی ام کلثوم سے متعلق تھے
 کیونکہ اوس کے غضب میں تذلیل اہلبیت تھے نہ بنت ابراہیم - اور اگر بغرض محال تھا ام کلثوم
 سے عربین خطابے جب ام کلثوم کو خواستگاری کی اور علی کو صغیر کا ذکر کیا تو عمر کہا کہ جو کوئی عفت رغبت نہیں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 وسیلہ چاہتا ہوں اور وہ فرمانا ہے ہر والدہ اور شہد موت کو قطع ہو جائیگا مگر میرا وسط اور شہدہ تو علی سے چالیس ہزار درہم ہر ہر اس کا نکاح عمر
 کو ساتھ کر دیا عمر نے یہ سبب بھی یا اور ام کلثوم چار سالہ تھی اور عمر کی عمر ساٹھ برس تھی تو عمر نے اس کو اپنی پہلو میں چڑھایا اور اس کی
 آزار کو اٹھایا اور اس کو سر پر اپنا تہہ رکھا اور اس کی پندلی کی پندلی اٹھایا اور تہہ اٹھایا اور قریب تھی کہ عمر کے طعنہ چار سے اور کہا کہ اگر تو

اس روایت میں جو الفاظ لکھے ہیں وہ سب غلط ہیں اور ان کو غلط قرار دینا چاہیے۔

بنت صدیق ہوتے تو حضرت امیر سے اسکی خواستگاری کے کیا منہ پر ہوتی ہوتی
 روایت سے جبکہ عمار شید نے معتمد سے کہا کہ اب اسدل قرار دی رکھا ہے ثابت ہے کہ حقیقی
 بہائے ام کلثوم کا عیب الرحمن بن ابی بکر تھا تو ظاہر ہے کہ وہ ولی ام کلثوم کا ہوا
 نہ حضرت امیر اور عیب الرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خلفاء دین سے تھا اگر مگر
 اسکی خواستگاری فرمائے تو حضرت امیر کا اوسمین کچھ دخل نہ تھا نکاح بولایت عیال الرحمن
 بلا وقت اور بدون کتا کستی کے ہو جانا پس اسی حضرات ذرا ہوس میں آؤ عقل کے ناخن نہ اڑا
 جب اہل حق کے مقابلہ میں قدم رکھو اور سمجھ لو کہ اس قسم کے الہامات الہام نہیں۔ بلکہ
 محض دوسرے شیطانی ہیں۔ معتمد ابیہ کچھ ام کلثوم ہے پر تو منحصر نہیں بلکہ لفظ کا فنی کلینی نہیں
 وال میں کریم غضب معاذ اللہ تو یہ تو یہ ہر سر فوج دشمنان البیت پر واقع ہوا وہ اس
 اول فرج غیبت منافرین اور اولیت اوس وقت متحقق ہوگی جبکہ بھیجی ہی یہ سائنہ
 ہوش رہا واقع ہوا ہو۔ غالباً اس سے آپ کے ام کلینی کی مراد یہ ہوگی جو حضرات انہ اپنی
 بنات اور اخوات کو معاذ اللہ تو صعب کو دے رہے تھے چنانچہ حضرت سکینہ مصعب بن زبیر کے
 نکاح میں ہی بیان ہی فرمائی کہ سکینہ کوئی اور سکینہ تھی۔ لاجل لا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم
 ابیہ کسی روایت کی کیفیت ہی سن لیجئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ الباری شرح
 بخاری سے نقل کی ہے کہ اصل اوس روایت کو فاضل نے نور اللہ سوسنری نے ابن حجر
 متاخر سے نقل کی ہے اپنے مصائب میں نقل کیا ہے جسکا ترجمہ خانم مشکین جو لانا مولوی
 حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین میں اس طرح کیا ہے بآنگہ معارضت بائجہ ذکر کردہ اند
 آزا بسیاری از اہلسنت از جملہ ایشان ابن حجر متاخر سے در کتاب خود گفتہ کہ چون علی
 علیہ السلام با کرد آزا نکاح انبہ خود از برای عسر و صغر اور عذر ساخت و عذر دار امر قبول نمود
 مآنگہ لجا ساخت علی را بآنگہ ام کلثوم را یا و بناید پس از آنکہ عسر فرستاد و چون عسر اورا دید
 اخذ کرد و ضم نمود اورا بخود و بوسید اورا و بعد از آن ابن حجر عذر خواست در آئینہ عمر کردہ اور

از ضم و تقبیل پیش از وقوع عقد تخلیص تا آنکه ام کلثوم بنا بر صغر بجزی نرسیده بود که سبب شهوت
 شود تا حرام شود ضم و تقبیل و اگر صغر اورا نئے بود پدر اورا نئے فرستاد۔ بعد قاضی شومرے
 کو اس روایت کو آپ کے علامہ کشمیری نے نزہہ میں ابن حجر سے نقل کیا ہے اور مطلق ابن حجر
 لکھا ہے نہ عسقلانی لکھا نہ مکی لکھا نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ چہارم آنکہ معارضت بروایاتیکہ
 اہلسنت دربارہ نکاح حضرت ام کلثوم ذکر کردہ انداز بخند ابن عبد البر در کتاب التیمۃ
 در اثنا ترجمہ ام کلثوم روایت کردہ از عہد بن الخطاب خطب علی بنہ ام کلثوم
 فذکر صغرها فقیل ردك فداوده فقال له علی البث بها الیک فان رخصت
 ففہم امراتک فارسل بها الیہ فکشف عن ساقھا فقال مہ لولا انک امیر المؤمنین
 للطمت عینک انتہی ابن حجر حین روایت کر دہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنہ بعمر
 واستعذر بصغرھا لم یرکن یقبل منہ ذلک العذر رحتہ لجاہ ان یومیا اباہ
 فارسلھا الیہ فلما راھا عمر اخذھا وضمھا الیہ وقبلھا بعد ثوبیکہ اور کشمیری کی
 اس روایت کے ایک حصہ کو ہمارے فاضل مجیب نے نقل کیا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری
 کی طرف اس روایت کے ترجیح کو نسبت کیا جو علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے پس اول تو
 یہ روایت اور روایات کے مخالف ہے جو موافق جمہور کے ابن حجر اصناف میں بیان کی ہیں چنانچہ
 ہم اور نقل کر چکے ہیں۔ پھر مکتو یہ معلوم نہیں کہ اس روایت کی نقل میں شوبیکہ صاحب
 صحیح میں کہ یہ روایت موافق ادنیٰ ابن حجر متاخر کی کی ہے یا ہمارے فاضل مجیب سے ہیں
 کہ یہ روایت ادنیٰ فرما نے کے موافق ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں
 چونکہ بوجہ مذکورہ مکتو اس روایت کے صحت نقل میں کلام ہے اسلیں ہم اپنی فاضل مجیب
 دریافت کرتے ہیں کہ فتح الباری میں یہ روایت کس جگہ مذکور ہے تاکہ ہم اسکی صحت نقل
 مطلع ہوں فتح الباری کو جہاں تک اسکو مواقع میں تتبع کیا گیا ہو دستیاب نہیں ہوئی اور اگر
 بفرصت مجالس فتح الباری میں یہ روایت ہوتا ہم چونکہ یہ روایت مخالف جمہور محدثین مثل

صاحب استیعاب و شیخ ابن اسحاق اور قاضی و مفتی و شریف موسیٰ اور طبرستان نے بغیر کسی
 بکایت و خلافی کی روایت کی ہے کہ تمام تحقیقات جہاد و حدیث کے صراط و نہاد خوشنودی
 پر والہانہ اسلئے قابل اعتبار و حجاج کے نہیں ہو سکتے اور بالفرض اگر اسکو یہی تسلیم کر لیں تو
 قاعدہ الحکمیت یفسر بعضہ بعضا اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت فاروق نے اس معاملہ میں اسے
 فریادت الحجاج و التماس رسالت اور کثرت مراجعت و معاودت و مرودت سے جیسا کہ اگر توبہ
 و محمول شرعاً ہے جناب رضوی کو عجا و مضطر کیا یہ کہ جبر و اکراہ و تعدی اور عدوان و عسبیت
 کی طرح کیا یہ قتل کے دہلی یا عباس کے سقایت و وزم کے غضب کے دہلی سے مکہ اور مضطر کیا یہ وہابی
 من سواد الفہم۔ پس سب کا لفظ ایجاہ سے مراد بجز کثرت الحجاج و التماس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا
 چنانچہ اور روایات سے ہی اسکی تائید ہوتی ہے کہ فاروق کو اسکے طرف کمال شغف تھا
 اور ایسی حالت میں کہ کالج سمرقند اور مخطوبہ نہایت ضعیفہ اور اسکو کسے اپنے قریب کے لیے مجبور
 کر رہا ہو تو ایسی حالات کی وقت جعفر الحجاج و التماس طلب رسالت مرد کو بظرف ہو اور
 حد و کار اولیاء مخطوبہ کی طرف سے ہو بجائی خود ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے مخاطب نے
 اس وامت میں یہ دیانت فرمائے ہے کہ اس دایت کو اپنے مطلب کے موافق حتی ایجاہ
 تک نقل کیا اور مابعدہ کے الفاظ کو جو مدعا کے خلاف تھے حذف فرمایا اور الخ کہہ کر ال ویا
 ملکہ یہ ہی فرمایا اور فرامی ایجاہ آہلی کتاب میں موجود ہے عفت اور اس لفظ میں صحت
 تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر نزدیک اسکی یہی سنی میں کہ زبردستی ہی
 چھین لے۔ جس سے باطنی النظرین دیکھنے والا یہ سمجھ کر اس بحسب اکراہ کے غایت بکایت
 چنانچہ ہماری مخاطب نے اسی مدعا کے ثبوت کے لیے اس روایت کو اسکا نقل کیا ہے
 حالانکہ یہ محض غلط اور فریب دی ہے بلکہ نایہ ایجاہ و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی ہے
 وہ صرف وہیانا حضرت ام کلثوم کا ہوتا چنانچہ حتی ایجاہ ان پر ہوا۔ سیر وال ہے اور ظاہر
 کہ حجاج کی یہی روایات سندہ فریقین دیکھا مخطوبہ بالغہ کا بھی جائز بلکہ مندوب ہے۔ ہاں اسکا

صغیر ہو کر صغیرہ کا جسکی چھتر سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت میں کہ عوب کے رسم عادت کے خلاف نہ ہو دیکھنا یا دیکھنا مستلزم کسی مجذور کو نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض بہر روایت صحیح ہو یہی تاہم متفقہ مدعا محیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات اجماع و اکراہ درباب نکاح ام کلثوم بنت صدیق ہے اور اس روایت کی سی طرح اس ام کلثوم کا نسبت صدیق ہونا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا تو ام کلثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ کیونکر پایہ ثبوت پہنچے گا۔ کیونکہ اسکی نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ تو فرع اسکی وجود کی ہے جب روایت میں اسکی وجود کا ثبوت ہی نہیں تو اسکی نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ کا دعویٰ کرنا ذوقی القول کا کام نہیں ہے۔ رہا یہ کہ مذہب شیعہ میں اگرچہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم بنت طلحہ صحیح ہے مگر اکراہ ہوا چنانچہ روایت کلینی اول فرج غصبت مناسے یہ امر واضح ہے اور قاضی شوشتی و غیرہ کی تصریحات اس پر دل میں۔ لیکن یہ امر سرسری لغو و لا حاصل ہے۔ کیونکہ جناب امیر جو اس جہر و اکراہ و اثبات و تدلیل کے متحمل ہوئی دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ یہ عہد و سکوت بوجہ وصیت کے تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائے تھی کہ میرے بعد خلفاء جو جو کچھ احداثات و ابتداءات کریں ہرگز چون چکا نہ کرنا اور جعفر زین و تدلیل نقلین کریں صبر و تحمل کو باہتہ سے ندینا۔ اور یا اسوجہ تھا کہ آپ کے بارے و گارہ تھے آپ کو یہ خوف تھا کہ بروگئی سو گئے مبادا جان ہی جائے اسلئے آپ نے ان کفریات کو ہیلاد اور اذین شریک رہے لیکن دونو تو جہین ایسی خرافات و پوچھ بکا بطلان ہر ایک ذی خرد و نظر پدایتہ میں سمجھ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف حصول نتیجہ ہے کیونکہ بالفاق تمام اثنا عشر یہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف طعناً حرام اور تبیح۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوند تعالیٰ مانہ فرمائی تو معاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اسکا رسول آمر بالقیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نب رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت ۱۲ کے کفار و فجار کے ہم پیالہ و ہم نوا رہیں

جناب میر کے لئے اسے درخیز و مہر و سحر کا دریا سے شمعہ دے دیا۔

سیکو راہ ہدایت کی طرف دعوت کریں بلکہ تنقید کے پردہ میں عوام کو بھڑکائے اور غلط سلسلہ بتا کر
 راہ حق سے گمراہ کریں اہل کفر و نفاق و شیعہ و متناق اگرچہ دین کو برباد کریں بحیرت کو بدین حلال کو
 حرام کریں مثلاً ستھ کو جبکہ متحدہ و دفعہ کرتے سے ہر ایک دفعہ میں عوام کا نام فضاہت ہوت
 سیمی پی کریں اور بتدیج اند کے مراتب پر بھی فائز ہوں اور اسکی غسل کے پانی سے جھڑ
 قطرات شیکین انسی فرستی سپہاہوں۔ ایسی نعمت بے پایاں کو حرام کریں۔ حق کو ٹھکر
 سنات لیلیات کو غضب کریں دم نہ مارین چون و چرا نہ کریں۔ سرسرخ خدات لطف اور مسیح
 اور حرام ہے اور خدات اس غرض کے ہے جبکہ لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعت ہوئی
 اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور اگر غرض اس سے حفظ اور بقا رہی ایمان تھی
 اور اس وجہ سے اسکو سخت سمجھا گیا تو یہی سی باطل داعیات ہے کہ نفاق کا بقا اور اسکا حفظ
 اور اسکی حمایت خداوند کریم کو اور اسکی رسول کو اسدرجہ ہتھم بالشان ہو کہ اسکی مقابلہ میں اسکا
 دین حنیف برباد ہو جاوے اور اسکی کتاب خراب ہو اور اہلبیت ہوی دلیل خواہ ہوں۔ پھر یہی
 اس نفاق کا بقا نظر ہے نفوذ یا اللہ من ذلک اور جب یہ اشد قبیح اور محرم ہر قوس تھا
 ستارہ کفر و فسق ایسی تباہ و شلنق کا اور صداد ہونا امر محال و متمنع ہے۔ احتمال ثانی یہی اہل غلط
 اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر تمام صحابہ الامعدوی آپکر دشمن تھی تو جنگ خلیہ صفین کے وقت میں
 آپ کے ہمراہ ہو کر نہ لڑا صحابہ نے جان بازیان کین وہ کہا نہ سید ہو گئی تو پہلے کین دشمن تھے
 اور اب کیون دوس ہو گئی بلکہ اگر ایمان کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تھی آپ پر
 اور تین خواہشات نفسا یہ سے سرور دیتی ہونگی جس پر لڑنا خوشی کا ہے اسوا سلعے آپ نے
 لڑنا و فرمایا تھا و اما لکم و در را حیر لکم منہ امیلا لکنہ انی نبی البلاغت۔ توجہ
 اسوقت آپ کے ہمراہ ہوئی اور آپ پر امی جاؤ تو لکھنؤ ذکر نے تک دینے کیا تو کیا اسوقت ہمراہ
 نہوتے۔ بی یار و انصار ہونا تو اسوقت ہوتا کہ آپ سنا ممت فرماتے اور کوئی آپ کے ہمراہ
 نہوتا۔ علاوہ اربین یار و مددگار کے آئیکو کیا ضرورت تھی۔ آپ کو معام نہ تھا کہ یہ لوگ سیر قتل

ایلاک پر تو قادر ہو سکتے اور مقابلہ آپ کے شجاعت کو کس کی طاقت ہتی کر ساسنی آسکر۔ پس
یا خوف آبرو ہوتا ہے سو وہ جا چکا ہتی اور یا خوف جان وہ جانے والی نہ تھے پھر معلوم نہیں پس
حالت میں اس لغو وصیت کی کیا فائدہ اور آپ کو یاد دہنگار کی کیا ضرورت۔ تعجب تو یہ ہے کہ مقابلہ
امیر معویہ کی نہ وصیت یاد آئی نہ شعیان مخلصین کے ہونے کا اور وقت خیال آیا حالانکہ امیر
معویہ کی طرف سے اس تقدی کا عشر عشر بھی ظہور میں نہیں آیا کہ جو خلفاء سے عموماً ظاہر ہوتی
پھر اگر وصیت کو مختصر زمانہ خلفاء تلشہ پر سمجھا جاوے تو ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجح کی لازم آوے
اور باہر الفرق کوئی نہ نکلم۔ مہند ارن دو تو تا ویلو نکو اور وقت صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ جبکہ جناب
امیر نے کہیں نہ غفلت کی ہو اور ہرگز چون و چرا نہ فرمایا ہو۔ لیکن روایات تحت لفظ سر ثابت ہوتا ہے
کہ آپ ذرا سی بات پر تلوار سیان سے نکالنے پر آدھ ہو گئے ذرا سی بات میں آپ نے
تخفیف دہند فرمائی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ کو وصیت کے گئے نہ آپ عاجز
بیچارہ تھے۔ چند روایتیں لکھوں جن سے یہ نہ عا پایہ ثبوت کو پونہ ہے۔ پہلی روایت قتل ابوبکر
اشجع کی ہے کہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد القلوب دلیلی سے نقل
کی ہے۔ چونکہ عبارت طویل تھی اسلئے اسکا اختصار کر کے اسطرح لکھا ہے ابوبکر اشجع بن مرجم
راستولی صدقات کہ مضامین مدینہ و ضیاع مذک بود گردانید۔ کان شجاعا و کازلہ اخر قد علی
بنا بطلان فی وقعہ ہوازن و تقیف فلما خرج الرجل من المدینۃ جعل اول قصده
ضیعہ من ضیاع اہل البیت فجاء بقتلہ و احمق علیہا و علی صدقات کانت لعلی
یفر من علی اہلہا و کان الرجل زند یعاصنا فافا اصل اہل قرینہ الی اصیر المومنین

۱۔ اور یہ شجاع تھا۔ اور اسکے ایک بہائے کو علی بن ابی طالب نے جنگ ہوازن اور
تقیف میں قتل کیا تھا جب یہ شخص مدینہ سے نکلا۔ پہلا قصد یہ کیا کہ اہل بیت کے جاگیر اور علی کے
صدقات کو اچانک اگر ضبط کر لیا۔ اور رعایا پر ظلم کرنے لگا۔ گاؤں والوں نے پیام پہنچا کہ
حضرت کو۔ ۱۲۔

رسول يهاجرونه ما قرط من الرجل فذاع على عليه السلام بدابته وتعم بعامته
سوداء وتقلد بسيفين ومعه الخنز وعما بن ياسر والفضل بن عباس وعبد الله
بن جعفر وعبد الله بن عباس حتى وافى القرية فانزل عظيم القرية في مسجد
يعرف مسجدهم ووجه امير المؤمنين بالحسين يساله المسير اليه فاراد الحسين
فقال اجب امير المؤمنين فقال ومن امير المؤمنين فقال علي بن ابي طالب فقال
امير المؤمنين ابو بكر خليفة بالمدينة فقال الحسين اجب علي بن ابي طالب فقال انا
سلطان وهو من العوام والمحاخلة فليصر هو الي قال الحسين ويحك ابيكون مثل
والذي من العوام ومثلك يكون سلطانا فقال اجل فان والدك لم يدخل في بيعته
ابي بكر الا كرها وبايعناه طائفتين فصار الحسين فاعلمه ما لقت لعمار فقال يا ابا
اليعقوب اسر اليه واساله ان لم يصير لي لانه من اهل الضلالة فمن مسئلت الله
يوتي ولاياتي فصار اليه عمار وقال مرحبا يا اخا ثقيف ما الذي اقدمك على سؤل
امير المؤمنين في صيارته فسر اليه وافصح عن حجتك فانتهر عمار وانحدر في الكلام
وكان عمار شديدا الغضب فوضع حمال سيفه في عنقه وصديده الى

۱۔ اوسکی زیادتیوں پر حمل کیا علی نے اپنی ساری مشغلی اور سیاہ علماء باندہ اور دو تواریں تامل کیں اور حسین اور عباس یا مراد بھیل بن عباس اور عبید بن جعفر اور عبید بن جاس ہر کلاب ہوئی ممانکتہ نہیں ہوئی اور کادو کادو چڑھتی ہوئی ہوئی اور ابیہ المومنین نے حسین کو بھیجا اور کوسو بلیا کہا امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ابیہ المومنین کہا علی بن ابی اسحق اور ابیہ المومنین غیلطہ ابوکر دینہ بن سین حسین نے کہا علی بن ابی اسحق حاضر ہوا دینی کہا میں حاکم بن اورہہ عوام میں کہے اور اسکو حاجت پر وہ خود میرے پاس چلا کر آئی حسین نے کہا تیرا پاس ہو کیا میرا داد لے کر میرا عوام میں بھڑکے اور تجھ جیسی حاکم اور کلابیہ اسکا کہو تیرا باب ابوکر کی حیثیت میں مانگا وہ داخل ہوا اور ہتھے بڑھا اور محنت کی جو حسین (داہیں) چلے گئے مارا در جانب امیر کو (حقیقت تلخ کی) ضروری آئیے مارا کی طرف متوجہ ہو کر درایا ابی القحطان تو اسکی طرف جا اور اس سے کہہ کہ کثیر سے پاس چلا آؤ کیونکہ وہ گمراہیوں میں ہے جو اور ہم سب سے کی اس میں جبکہ پاس ہے میں اور وہ کسی کی پاس نہیں جاتا۔ سنا اور اسکی پاس سے کہہ کہ اس نے بھی ابیہ المومنین اپنے سمعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سو بلگو کیا چیر (داع) ہیں اور تو اسکی طرف چل اور اسی محبت کو ظاہر کر دینی مارا کو ہر کلاب یا بلکامی سے جڑش آیا عمار ہی میرا شرح بتایا اپنی ٹکڑا کر ڈھکڑھک دینے لگا یا اور تلوار کی طرف توجہ نہ دیا۔ ۱۵۔

السیف فقيل لامير المؤمنين الحق عمارا فوجہ بالجميع وقال لهم لا تمنا بوه فصر
 وابته وكان مع الرجل ثلثون فارسا من جياد قومه قالوا له ويدك هذا على ابن ابي طالب
 قتلك والله وقتل اصحابك عنده دون النطقة فسقط القوم جزها من امير المؤمنين
 فغضب الاشجع امير المؤمنين على حروجه سبجا فقال دعوه ولا تعجلوا فقال ويدك
 بما استحللت اخذ اموال اهل البيت فقال وانت بما استحللت قتل هذا الخلق
 في كل حق وباطل وان مرضاة صاحبك من اتباع موافقتك فقال ما اعرف من
 نفسي اليك ذنب الا قتل اخيك وليس بمثل هذا الطلب الثارات فقبح الله
 ونزحك فقال لما الاشجع بل فبحك الله وترعمك فان حشدك الخلفاء لا يزال
 بك حتى يوردك مواردك الهلكة فغضب الفضل وهرم عنقه عن جده فاجتمع
 اصحابه على الفضل فلما امير المؤمنين سيقه فلما نظر القوم لم يبق عينيه ولمعات
 ذي الفقار ومواسلهم وقالوا الطاعة فقال القروا بواس صاحبكم الا صغر
 الى صاحبكم الا كبر فالقروا والقوارا سيدنا في ابي بكر فجمع المهاجرين
 والاضداد فقال احاكم الشقي اطاع الله ورسوله واوا الى الامر منكم فقلته صدقات
 من كسبي امير المؤمنين سے عرض کیا کہ اگر کے پاس پہنچی آپ سب سے توجہ ہو کر اور فرمایا اور اس کو گہرے زمین میں اسی جگہ
 کو چلایا اور اس کی سہا پہ (ابھی) اور کسی قوم کے علمہ اور چیدہ کو تو زمین سے قیاس سوار ہو کر ادھر ہونے اور اس کو کہا تیرا اس ہو یہ علی بن
 ابی طالب (آپ پہنچا) خدا کی قسم تیرا تیرا سہا پہ تو کھنڈوں تک قتل کر ڈالے گا پس ساری قوم امیر المؤمنين سے ڈر کر گر پڑی اور
 اشجع کو ہونہ کے بل گھسیٹ کر امیر المؤمنين کے پاس لائے آپ نے فرمایا چوڑو دو اور جلدی لنگر اور پوچھا تیرا اس ہو کس وجہ سے
 تو نے اہلبیت کے اموال کے یعنی کو حلال کر لیا اسے کہا اور تو نے کس سبب سے حق ناحق میں بخشوں کا قتل حلال کر لیا
 اور یہ تحقیق ہو کہ میرے سردار کی رضا تیری موافقت کے پیردی میں پسندیدہ تر ہے فرمایا میں بجز تیرے پہنچ کر قتل کے
 اور کوئی تیرا گناہ خیال نہیں کرتا اور (ظاہر ہے) کہ اس میں سیسی مطالبہ کا عرض نہیں ہوتا۔ پس تیرا خدا کا رکھنے
 اور چلو آزرہ کر کے اشجع نے کہا بلکہ خدا تیرا بڑا کر دی تیری عمر کا تو بالتحقیق خفا کا حصہ ہمیشہ تیری ساتھ رہے گا یہاں تک کہ
 تجھ کو لاکھ گنا کہا تو نہ ادا داری گا۔ فضل غصہ ہوا اور اس کی جسم پر سی اور کسی گردن اور ادا دی پھر تو اس کی ساتھی فضل پر
 اور جو کسی امیر المؤمنين نے اپنی تلوار نکالی پھر جب پہنچی انہوں نے اس کو آزرہ انکار کو حکم قوم نے دی کہ اپنی ہتھیاریں نکالیں
 اور طاقت بکار لے کر فرمایا جاؤ اپنی چوہے سردار کا سر بڑی سرخا کے پاس لیجاؤ۔ وہ گئی اور اس کا سر بڑی کے آگے ڈال دیا

اور وہی ہوا جن ان رضا کو لاکھ گنا کہا کہ اس کا سر بڑی سرخا کے پاس لیجاؤ۔ وہ گئی اور اس کا سر بڑی کے آگے ڈال دیا

ابن قحافة منك من يحمل من اسير الحسين مالك بن نويرة قتله وانك
امرته اني لا عرف قاتله واطلب منيته صباحا ومساء ولو اردت ذلك لقتلك
في فناء هذا المسجد فغضب خالد بن ابي امير المؤمنين على خالد وحقق عليه فلما
نظر الى بريق عينيه وبريق ذى الفقار نظر الى الموت عيانا وقال يا ابا الحسن
لم يرد هذا فصر به امير المؤمنين بقصار اسر خالد الفقار على ظهره فمكس عن رانته
فقام بجل يقال له لكنني بن الصباح وكان عاقلا فقال والله ما جئناك لعداوة ^{بيننا}
وبينك انت اسد الله في ارضه وسيف نعمته على اعدائه ونحن اتباع مأمورين
واطواع لا مخالفون فاستحيه امير المؤمنين ونزل الجميع ونزل امير المؤمنين
يعانخ خالد او خالد لما به امر الغربة ساكت فقال وياك يا خالد ما اطوعت
للمخائنين الناكثين فقد تركت الحق على معرفته وحيثه للتحمل على ابن قحافة
اسير العبد معرفتك اني قاتل عمر بن عبد ود وهرج و قالع باب خيبر والى
لستحيه منكم ومنف القعولكم او ترحمه انه قد خفي على ما تقدم به اليك صاحباً
حين اخبرك الى وانت تذكره ما كان مني الى معد كبر والى صدر نرسلفه

ساح اور ابن ابی قحافہ سے دیکھا تا ہے تیری جیسا میر جیسی کو تیر کے بیجا لگا گیا مجھ کو ہی ایک بن نویرہ سے جھگڑا کر اسکو
مار ڈالا اور اسکی عزت کو نکاح کر لیا با تحقیق میں اپنی قاتل کو بھجانا ہوں اور سچ شام اپنی موت کا ظن لگا رہوں اور اگر تو ایسا
تصد کر گیا تو میں تجھ کو اس سجد کے صحن میں قتل کر دینگا اس پر خالد کو نصیحت کیا تو اپنے ہی خالد پر تلوار کشی لی اور تیرنگاہ سے
دیکھا خالد نے جیب آٹکھوں کے دھک اور ذوق الفقار کی جگہ دیکھی تو موت کو خارج دیکھ لیا اور کہنے لگا ہمارا یہ قصد نہیں
تو اپنے خالد کی پشت پر ذوق الفقار کے نوک کے پیٹھ مار کر سواری سے اسکو اوندھ کر دیا ایک شخص مثنی بن صباح
نام جو دشمن تھا اور ہٹا اور کہنے لگا کہ خدائی قسم ہم تیری پاس باہمی عداوت کی وجہ سے نہیں آئی تو اوندھ کا شیر جو
او کی زمین میں اور اسکو اتمام کی تلوار ہے اسکو دشمنوں پر اور ہم تابع حکوم اور مطیع غیر مخالف ہیں اس پر امیر المؤمنین کو
جیا لگئی اور سب اتر کر امیر المؤمنین ہی خالد سے دل لگی کرتے اور تیرے اور خالد کے سبب الم ضرب کے چپ ہوتا
پس فرمایا اسی خالد تجھ کو اس سے کس چیز سے تجھ کو المٹ میں خیانت کرنے والوں اور عہد کے توڑنے والوں کا
مطیع بنا دیا اور تو نے جان بوجھ کر حق چھوڑ دیا۔ اور مجھ کو عمر بن عبد ود اور مر حب کا قتل کر دیا اور اب خیر کا
او کہا تو بنو الا جاتی کے بعد ہی میری پاس آیا تا کہ مجھ کو اپنے قحافہ کے پاس سیہی ہمارا کھجوا دے اور مجھ کو تسکین دے ہمارا ہی غلطی
سے نرم آئی ہے کیا تجھ کو یہ گمان ہو کہ تیرے والد کے قتل کے وقت جو کسی تیرے سردار نے لٹکوا لیا تھی پھر غرضی ہے اور تو اسکو

المحرمی فقال لك ابن ابی جحافة انما كان ذلك منذ دعا النبي وهو الان
 اقل من ذلك فقال خالد يا ابا الحسن اعرف ما تقول وما عدك العرب عنك بل
 من سيفك وما دعا هم الى ميعه ابى بكر الا استمس بالاجناد وبنو عكرمة
 واخذهم الاموال فوق استحقاقهم الى اخر الرواية اس روایت سے مثل
 روز روشن روشن ہو کر کہ وصیت کا دعویٰ ہے جو حضرات شیعوں کے تھے مین محض ڈھکوسلہ ہے
 اور بجارہ و اگر اہل مرتبہ بنا دے اور گھڑت ہے اگر وصیت ہوتی تو اس ذرا سے عالم میں مٹا
 وصیت فرماتے اور مخالف حکم تلوار بنام سے نہ کہنیجے تعجب ہے کہ غضب امت چرین
 نہ کہ غضب بنات یہ غیرت وصیت کو اعدال شیعہ پر جو منہ آؤ دین برباد ہو گیا کہی ہر
 نہ ملا دین اور جوش آدے تو اس ہجو کی سی بات پر۔ اہل عقل غضب امت اور غضب
 بنات کو اس سے مقابلہ فرادین اور اس میں سکوت اور دین تلوار کشی کو دیکھیں اور صفات
 فرادین کہ سیدہ ایستہ دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں۔ علاوہ ازین اس روایت سے اور یہی
 چند نواید حاصل ہوئی جنکو بالخصصاً مختصراً لکھتا ہوں (۱) ظاہر ہے کہ شیخ بن مراحم
 منہر اسلام اور کلمہ گو تھا۔ اگرچہ اوسکے دل میں کفر و نفاق ہو تو با اعتبار ظاہر شریعت کے اوپر
 احکام اسلام کے جاری ہوئے تو اوسکے قتل مستوجب قصاص ہے۔ بس اگر ہمارے فاضل فاضل
 اور سکے ظاہری اسلام کا اعتبار فرادین تو اوسکے دم کو سخن قصاص کا سمجھیں افضل بن
 عباس پر قصاص لازم فرادین اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس
 کی قربانی ماجائز اور حرام قرار دین اور اگر باطنی کفر کا اعتبار کریں اور اسوجہ سے اوسکا دمباح
 اور ہر سمجھیں تو پھر اسکے فکر فرادین کہ حضرت ام کلثوم کے جواز بکلی ح کی علت حضرت عائشہ
 سے یاد دلانا اور سنے کہا یہ مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائی بدولت تھا۔ اور اب وہ اس سے کہتے
 خالد نے کہا ای ابا الحسن سب سے کیا کہتا ہے عرب بخیر تیری تلوار کے خوف کے بکری اور کسی سب سے خوف
 نہیں ہوئے اور بیعت ابے کر کثرت غلامی سکڑ ہوئے جانب اور نرمی طبع اور تحقیق سے زیادہ مال حاصل
 کرنے کے اور کوئے۔ داعی نہیں ہے ۱۲-۱۱-

ظاہری اسلام جو آپ اور آپ کے اسلاف بیان فرماتے ہیں وہ سرسبز غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہیں تو پھر اس کے وجہ سے منافق کے ساتھ فاطمہؑ کے جگہ گوشہ کا عقد ملجاح کیونکر صحیح اور مباح ہو سکتا ہے (۲) تمام صحابہ چوٹے سے لیکر بڑے تک جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت ہی اور آپ کے مقابلہ موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس آلوگوں کی اطاعت کے لیے خدا تعالیٰ کا ایسی شجاعت کو حکم کرنا سرسبز خلافت عقل سلیم ہے۔ اور جناب امیر کا ایسی لوگوں سے جو آپ سے اس قدر خائف و ہراسان ہوں تقیہ کرنا ہرگز عقل سلیم نہیں کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بجز وکراہ سزاؤں کے بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس گوشہ کو غضب کریں ہرگز فہم میں نہیں آتا۔ جب لوگ آپ سے اس قدر ڈرتے تھے تو یہ سب باتیں لغو اور باطل ہیں (۳) تمام اصحاب صحابہ برین انصار وغیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ میں اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھتے تھے اور جناب جناب امیر کے مقابلہ کے لیے دعوت کیجاتی تھی تو انکار آنکھیں بدل جاتی تھی اور سبکو موت کی ہمت پیش آجاتی تھی اور جواب یہ دیتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہلوکس کے مقابلہ میں بھیجی ہو یہ وہ شخص ہے جس کے مقابلہ کی ہمت موت کے موہ میں جانا آسان ہے۔ جب خلیفہ اول کو ساتھ اصحاب کے یہ حالت تھی تو قطعاً یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارے میں منازعت فرماتے اور آپ کے ساتھ مقابلہ پیش آتا۔ تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑ کر اور جناب امیر کے حوالہ کر دیا جاتے۔ اگرچہ یہ خوف لوگوں میں پہلے سے ہی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو مشاہدہ ہو گیا کہ صحابہ میں سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سواو خالد کے کسی شخص نے اس کام کے لیے اجابت نہ کی اور خالد مع اپنے پانچوں فقار کو جب سانسہ جناب امیر کی گئی اور بات چیت کی پہلے اس سے کڑائی کی نوبت آوی صرف آنکھوں کی اور ذوالفقار کی چمک دیکھ کر اس باختہ ہو گئی اور عجز و اسحاق کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالد کو مارا یہی تاہم اونپر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے

اور اطاعت و میار کے کچھ نہیں آیا (۴) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر کو
 معلوم تھا کہ یہ لوگ نہ بجا قتل کر سکتے ہیں اور نہ قتل پر قادر ہیں۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ
 آپ کا قاتل کوئی اور شخص ہے جس کا یہ حالت ہو اس پر کوئی کس طرح حیر و اکراہ کر سکتا ہے (۵)
 جناب امیر کو وہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی تھیں جو صحابہ باہم کرتے تھے چنانچہ جو گفتگو خالد بن ولید
 صدیق کی ہوئی تھی آپ نے اس کو ظاہر فرمادیا (دوسری روایت) حدیث بساط کو کتاب اس
 راہستانی سے صاحب ارغام نے نقل کی ہے ہم اس کو بیان ارغام سے نقل کرتے ہیں
 روایت میکنہ ابن بابویہ بسند خود از سلمان فارسی کہ گفت نشسته بودم نزد سید و مولای خود و گویند
 در آن وقت که مردان بیت بجز بنی امیہ نہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ
 و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و سعد بن اسود و نیز بودند و از ہر در سخنان میکنند ست امام
 حسن متوجہ پدر بزرگوار شد و گفت یا امیر المومنین حضرت ملک و دو سلیمان بن داؤد و اعجب
 سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت عطیہ یوحی اور سیدہ باشد شاہ سریر ولایت قسم فرمود و گفت
 آن بچہ ویکہ از خشاک را در زمین سر سبز میگردد و آن دیوان قاریکہ آدم را از خاک تیرہ آفرید قسم کہ
 آنچہ پدر ترا دادہ میچاک از اولیا و اولیاء ماضیہ ندادہ و بعد ازین ہیچکس باین کہ راست فائز نخواہد شد
 پس امام حسن و خضار التماس نمودند کہ یا امیر المومنین میخواہیم کہ شما از آنچہ دایم عطیہ است بتمام بیت
 نمودہ مشاہدہ کنیم و معاینہ بہ جنیم اموجب از دیا و ایمان و باعث تقویت علم دایقان گردد
 سیدار صدیقا علیہ السلام فرمود کہ حبا و کرامتہ یعنی چنان کہم کہ شما میخواہید و چیزی از چیزہ کہ
 حضرت عزت بن کہ اسب نمودہ بر شما ظاہر میسازم۔ پس برخاستہ و در کثرت نماز کرد و کلید چند
 بر زبان بخوبی بیان کہ را نید کہ میچاک از خضار فہم آن کہ توانست کہ از آنجا بمیان خانہ آمد و بہ
 مبارک بجانب مغرب دراز کرد و بعد از الحمد دست را بریز آورد و بر کف دست مبارکش پا رہ
 ابری دیدیم آنرا گذاشتہ بار دیگر دست دراز کرد بار چہ دیگر بروی پیش دیدیم سلمان گوید لا اله الا
 دان محمد رسول اللہ و انک وصی بنی کریم من شک نیک ملک و من ترک یک ملک سبیل انجاء

یعنی گواهی میدهم که خدا یکیت و محمد رسول برگزیده است و تو دومی و سی و نهم برگزیده هر که شک آورد
در صایت و خلافت تو هلاک شود هر که بجزوه الوثاقی محبت تو چنگ زندنجایت یابد پس دیدیم
که آن دو ابر چون دو قاضی بین شدند و در پهلوی یک دیگر قرار گرفتند چنانچه کوئی یک جوزه اند
از آن هر یک بری مشک اوفزید باغ اهل ایمان میرسید پس فرمود که بر خیزید و بر این بساط
بنشینید همه برخاسته بر یک ابر نشستم و آنحضرت تنها بر یک ابر دیگر پس کلمه چند تکلم فرمود و سخن
تفهیمید پس اشاره بآیه کرد که بجانب مغرب روانه شوادی در زیر آن دو ابر در آمده و ابر را با هم
تمام برداشته بر هوا برد و ما درین وقت چون آنحضرت نگاه کردیم دیدیم که جامه زرد پوشیده و جامه
از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعین که بند آن از یاقوت ابدار بود و در پا کرده و گشتی از سر واریده و
که روشنی آن چشم را خیره میساخت در گشت دارد و بر کرسی از نور نشسته امام حسن علیه السلام آنحضرت
گفتند که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بجهت انگشتی اطاعت نمودند و شمارا بچه سبب دانند
فرمود یا ولدک انا وجه الله وانا عین الله وانا لیس الله الماطق وانا ولی الله و
انا نور الله لا یطف وانا باب الله الذی یوتی وانا حجة الله علی عباده وانا
کبر الله فی ارضه وانا قسیر الخجة و النار وانا سدا ذی القرنین وانا جعلت ما
یعنی ای فرزندی من وجه الله و عین الله وسان الله و ولی الله منم و آن نوریکه فرمود نشیند منم و آن
دریکه از آن دو بجهت اتوان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا و زر کین منم و قسمت کننده بهشت
و دوزخ منم و سدیکه ذوالقرنین است منم و دو قرن را برای بسکند قرار داده بودم که بان شهنشاه بود
میخواهی که خاتم سلیمان بنو بنایم دست در بیل کرده گشتی بر آورد از طلای انجم بگشیش بود از یاقوت
سرخ فرمود ای فرزندی من این خاتم سلیمان است نامهای است که در و نقش کرده اند سلیمان گوید
که تعجب حصار زیاده شد بحدیکه گویا در انی شش خند پس فرمود اینها از مثل من عجب نیست بخدا
سگوئد که بنایم امر فرزندش آنچ پیش ازین شما ندیده باشید پس امام حسن گفت آرزوی ما آنست
که سد ذوالقرنین را با ما نمائی پس آنحضرت با در امر فرمود که ما را آنطرف که حسن میخواهد بر و معادن آن

از یاد او نرسی چون آواز رحه بخار سیده دمار بر داشته سپوایرد و امیر المومنین علیه السلام بر آن کرسی
نشسته از بی مایه آمد تا با دمار بکوه بلند رسانید درشتی عظیم بر آن کوه بود خشک تند و برگه های خشک
نخسته یکی از آن گفت یا امیر المومنین این درخت را چه رسیده که او را قش نخسته آنحضرت فرمود که از در
به پرسیده تا حال خود بگوید امام حسن مثنوی نمود و از درخت سوال کرد مالک ایتهما الشجرة یعنی چه شده است
ای درخت که بنبری از تو رفته و برگت نخسته جواب نهاد امیر المومنین فرمود اجمعهم باذن الله ایتهما
الشجرة و آخرهم خیر - ای درخت بنظران الهی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم که درخت مشکلم
نه گفت - لیلیک لیلیک یا وصی رسول الله و خلیفته من بعد و حقا خطاب با امام
حسن کرد که هر شب وقت سحر قدرت به نزد من می آید و دو رکعت نماز گذارده به تسبیح و تقدیس حق متعال
متغول می شود می نهد و آمدن در قفسش بر کرسی نوز میان ابر سفید می بود که از آن بوی مشک از
بستان می رسید و من از استقام روح از آنی آنحضرت و آن نمه سر سبز و با طراوت می بودم و اکنون
چهار شب شده که تشریف از زانی نفرموده از مفارقت پدرت که عالم بین مرتبه رسیده و اگر از ایشان
استدعائی کر لطف خود ازین مجبور دور ندارد آمدن او مرا بحال خود باز نمی آرد پس ستاد و ملاست نیز
آن درخت رفته دو رکعت نماز گذارده دست مبارک بر آن درخت الیه سلمان گوید که بخدا قسم که
از آن درخت که شتاق نمبر خواست نه الفور سیر شد و برگ آورده سیوه سپردن کرد و بنخست
بر کرسی خود قرار گرفت دمار بر داشته بلند شد بمحکم دینا - تمامی در نظر اسبگری نمود و در هر دو شتای عظیم
سر او در بر قرص آفتاب و پای در قعر محیط و یکدست در شرق و یکی در غرب از علی علیه السلام رسیدیم
که این کیست فرمود حکم حلا من ادا درین موضع نصب کرده ام و بنابر یکی شب در شتائی بر در
موکل ساخته و چنین خواهد بود تا روز قیامت پس با دمار بسزد و یا جرج برود و آنحضرت علیه السلام با خطاب
نمود ای مطی تحت هذا الجبل - یعنی ای ابرو در زیر کوه فرو داد آن کوه بلند ظلمانی گویا شبی بر سپاه
بوی اود و بنجا بستانم میر رسید یا جرج را دیدیم و از کثرت ایشان تعجب نمودیم و ایشان را در صفت
دیدیم و یکی طول ایشان بسنگار و در عین ده کرد - و منقعی طول صه گز، عرض هفتاد و گز و منقعی یک گز ترا

الحاف دو دیگر را در اوج میگرداند یکی از حال آنها پرسید حضرت علیه السلام فرمود حاکم این جمع بمجموع
 منم و همه در حکم من اند پس بنیاد حرفی گفت با و ما را بروشت بکوه قاف رسانید که هی و دیدیم
 چون یا قوت سرخ که محیط همه و میا بود فرشته بشکل آدم بروی موکل چون آن فرشته را چشم برافشاد
 گفت اسلام علیک یا امیر المومنین پس حضرت طلب کرد که مطلب خود را عرض کند آنحضرت فرمود
 که حضرت زیارت برادرت در صاحبست میخواهی برو حضرت و دوم پس فرشته برانند الحسن الحسین
 گفته ای شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول همان طریق سوال جواب واقع شده در
 گفت ثلث اول شعبان علیه السلام نزد من آمده پس از نماز و تسبیح و تقدیس پس سوار شدن
 میرفت و من بنبر و خورم بودم چهل روز است که فیض قدس و دم از من گرفته و نمم که اخته و اوقتم فروخته
 از مفارقت دوست و امام من التماس نمود حضرت دست مبارک برکشید درخت گفت اشهد
 ان لا اله الا الله و ان محمدا رسوله الله و انتک اصیر المومنین فی الامة المبارکة
 الطیبة و صی رسول رب العالمین من عندک باک بنحی و صرت خلف عنک هو - پس
 آن بنبر و خورم شد و طراوت یافت و مادر زیر آن ساعتی آرام گرفته پرسیدیم که یا امیر المومنین آن
 فرشته کجاست فرمود که دیروز بر خیل خلعت که عبود نمودیم فرشته که بر آن موکل است حضرت زیارت
 این فرشته طلبیده بود امر دوزین رفت که تدارک آن نماید یکی از یاران گفت که مگر ملاکمه به باذن شما
 از محل مکان خود حرکت میکنند فرمود بخدای که اسمها آنها را بے ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارد
 که بے حضرت من از جای خود حرکت نماید و اگر بے اذن من بقدر نفسی حرکت نماید حضرت رفعت
 بهر ق غضب خود آنرا بسوزد و بعد از من فرزندم حسن و بعد از حسین و بعد از زکریا و اولاد که بهم
 ایشان قائم آل محمد است صلی الله علیه و سلم این حال دارند و هیچ ملکه از ملائکه مقربین احد
 نباشد که یک نفس بجز اراده ایشان برآورد یکی نام فرشته که موکل قاف است پرسید فرمود بر خیل
 گفتیم یا امیر المومنین ما دیروز در خدمت شما بسر بردیم که امام وقت نزول اجلال در آن کوفه
 شده بود فرمود چشم خود را بپوشانید بپوشانیدیم امر بپوشدن کرد و گوئیم خود را در ملکستی دیگر نیستیم

نخست این بذاتش عجایب فرمود ملک الموت در قبضه اقدار من است که شمار طاقت اطلاع بر آن
 و همدان بنده مخلوقم در مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و بیداری و دیگران را که اندکی از آن
 من میدانم بپایانید و بهائی شما تاب نشینان آن ندارد و بدانید که اسم اعظم من غنائی نهاده و نه
 نزد نصف بن برخیا که تحت بلقیس را یک چشم زدن آمد و نزد سلیمان یک حرف بود و نزد من نهاده
 و در حرف یک طرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست و لا حول و لا قوة الا بالله العلی اعظم
 بر که را شناخت و منکر شد هر که را منکر شد پس آن پیر را امر فرمود که از باغی رساند که در سبزی و درختی
 بار و نه بهشت برابر می نماید در آنجا جواسی را در میان و دو قبر مشغول بدینمستم یا ایها المومنین
 جوان کیست فرمود درین صالح نبی است و این دو قبر از پدر و مادر است و چون چشم صالح بر صالح
 المومنین افتاد و بتایانه پست آمد و سینه بی کیسه آنحضرت را بوسید و گریه کنان بشکوه در آمد آنحضرت
 او را تسلی میداد و پرسیدیم که صالح چرا میگردد و فرمود که از دهر پرسید نام حسن فرمود ایها العبد الصالح چه
 چیز را میگردد یا ندانم و فرمود که هر روز وقت طلوع صبح نزد من می آمد و با هم نماز میکردیم و در وقت
 نشاء و عیبت من بود و در عبادت و امر در ده روز است که تشریف نیاورده چون او را دیدم غم
 نمائید گفتیم یا ایها المومنین این عجب تر است تا هر روز در صبح در خدمت شما بسر میریم چگونگی آن
 اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکردی فرمود که اگر خواهید مسلمان را زیارت کنید گفتیم یا ایها المومنین
 ما را آرزوی نیست شاه ولایت برخاسته روانه شد و در خدمت پستمانی رسیدیم که کسی آمد آن
 دندیده آبپای جاری و مرغان خوش الحان و فراک لب بار چون آن مرغان را چشم بر آنحضرت
 افتاد و در آفرید و گرفتند و بر میزدند و طواف میکردند و در میان بهشت سختی از فیروزه دید
 جاسی بر دوایید که ستمهای خود بر سینه نهاده دو وار بالای سرد پائین پای افتاد گرفت
 ماران آنحضرت را دیدند و دست ام و غلبه گفتیم یا ایها المومنین این جوان کیست فرمود سلیمان
 را از بهشت خود بر آورده و گرفت و گرفت و گرفت و گفت قسم باذن الله تعالی هیچی اعظم و هیچی فی الحال
 علیه السلام برخاست و گفت ای شهیدان لا اله الا الله و حله لا شریک له و ان حمدا

ورسوله ارسله بالهک ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون
 وانشهد انك وصي رسول الله الهادي المهدي الذي سالت الله ليعجته وحببه اهلبته
 ما اتاني الملك يعني گواهی میدهد که خدا من را یسوع مسیح گزینیت و او اشیر کنیت و بدستیکه
 محمد بنده داد و فرستاد و او را در ستاد و بر نهائی و انظار کردن دین حق و هر دینی غیر دین او است
 باطل باشد و دین او نامح دین باشد اگر چه پیشتر کان زمین حسنی را است داشته باشند و گواهی میهم
 که تو وصی و جانشین رسول الله و توئی راز نهانیده در راه یافته که بوسیله تو سوال کرد من از حق تعالی
 محبت تو و محبت الهیبت تو و من حق تعالی آنچه داده از ملک باو شای مثل آن هیچ یک باو داد
 آدم نداده بود اگر محبت تو شفیق نمی ساختم آن سلطان مستور و بزرگی بمن عطا نمی فرمود پس ما
 آن سر در زو سلیمان علیه السلام بیا بوس آن بیغیر پیشتر شده هم پس سلیمان را دواع نموده بر محبت
 و سلیمان بحال خود برگشت و ما یسوعیم که یا امیر المومنین شما علمی پنجه در پس کوه فابست فرمود
 که خلاق عالم و موجب بنی آدم چل عالم در عقب کوه فابست که هر عالمی چون بر او بنا باشد و علم من
 را در آئی کوهی محبت بحال این دنیا و آنچه درین دنیا است بعد رسول الله صلی الله علیه و آله
 نگا دارند و آن عالمی منم و همچنین بعد از من او را من حافظ شریعت نبوی و دوار علم مصطفی
 خواهند بود تا روز قیامت من و اما تر م بر اینها که در آسمانهاست در اینها که در زمین است و ایتم احم
 کمون و ایتم خزائن الهی و ایتم اسماء حسنی که چون خدا را بان اسماء بخوانند و ایتم صاحب آن
 تاها که بر عرش و کرسی شسته است و ایتم قسمت کنند بهشت و دوزخ و از ما تعلیم گرفته اند تا که
 اسماءنا تسبیح و تقدیس و تهلیل و تکبیر و تحمید الهی و ایتم آن کلماتی که چون آدم علیه السلام
 تلقین نمود تو به اسب قبل شد من میدانم این اسم عجمیه و اسم عربیه را بکرت اسم اعظم
 که اگر بر برگ زیتون بان حرفه بنویسند و در آتش اندازند نوزد و طراوتش میل شرمزدگی است
 و هر کجاست روشنی روز از ناها می نامی ما است و آسمانی ما چون بر آسمان نقش کردند به ستون
 استقامت یافت در زمین بان نقش گشته سطح شد و چون بر باد خوانند در حرکت آمد

اکثر سرداران نے دائرہ سلمان گفت لعن اللہ من عصب حنک و حدک اعزل عنک
وضا علف الغلاب الایسم۔ انتہی بلفظہ۔ اہی حضرات شیعیہ اس حدیث کو پڑھو اور جناب
امیر دیگر ائمہ کی محامد و مناقب کو جو اس روایت سے ثابت ہوتے ہیں دیکھو کہ حضرت کا مرتبہ
کیسا عالی ہے آپ کے اختیارات کس قدر وسیع ہیں آپ کی قوت و شوکت کس درجہ پر ہے ابراہیم علیہ السلام
ہوا آپ کی لوندی تمام ملائکہ آپ کے چاکر و خدمت گزار لیے آپ اب حیات پر بہتر اسم اعظم آپ کا سکندر شہر سلیمان
آپ کے ہاتھ میں ایسا آپ کے والد و نیا دنیا و دنیاوی آپ عقدہ کفار عدلی کرکٹ آپ کی زبان میں عجبی
کی چمک دہان میں ہر چیز آپ کو معلوم تمام عالم آپ کی نگہبانی میں است یا بوج و ما بوج آپ کے
قبضہ افتد این۔ کفار فجاہ کو ایک لمحہ میں خاک سیاہ کر دیں۔ ذوالفقار آپ کی اہل نفاق کو کفر
ایک دم میں تباہ کر دے۔ قوم عاد کو جو قوت و شجاعت میں لاثانی تھے ایک دم میں نیست
و نابود کر دیا۔ پس ایسے شخص کی سبقت یہ کہنا کہ اوپر چند منافقین سے ڈر کر یہاں تک تقیہ کیا
کر دیں ہی تباہ ہو گیا۔ اور وہ اس کی سبھی ہی چھین سکیں اور اس کی زوجہ کو یہاں تک مارا کہ حل ہی
ساقط ہوا اور وہ اوس میں جلتا کر گئی بلکہ خود اس کی موافق مسائل خلاف حق بیان کرنے لگا۔
اور لوگوں کو اس کی گمراہی پر اور میں اور بدکار ہو گیا اور صدمہ اسی قسم کے بائیں جو کہتے ہیں۔ نوذو با
من نکاب الکفریات۔ اخیر سرور اعلیٰ بلکہ مجنون اور دیوانہ کی بڑی زیادہ وقت نہیں کہتے
اور یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ نے بمقابلہ چندی ارباب منافقین کے وصیت کی تھی کہ ہرگز نہ گروان
لوگوں کو سمانی سانس ہی نہ نکالو۔ چون تک بھیجو۔ جو کچھ چاہیں کریں صبر و سہمت کے جلستین کو
ہاتھ سے پیچو۔ خدا تعالیٰ کی خدائی پرستج بلکہ خوف کا وہ یہ لگانا ہے کہ ان لوگوں نے شیعیان
پاک کا خدا ہی ڈرنا تھا نوذو با دین ذکاب۔ اس قدر گزارش سے عقلا پر ہماری استدلال و
ثبوت مدعا کی کیفیت کھل چکے ہیں اور نقل روایت طویلہ میں ہمارا وقت گزرا تا یہاں بہت ضرر
ہو چکا ہے اسلیں اس روایت کے نسبت ہم اس سے زیادہ نہیں بلکہ کہہ سکتے۔ مگر تا بھی واضح
رہے کہ حسب تصریح صاحب ارغام یہ روایت جیسا عالم محقق فاضل مدق ارسطائی نے

اپنی کتاب المستین بیان کی ہے اور اس کی معبر ہونے کا اقرار کیا ہے۔ صاحب
 منہج تحقیق اور مولف معجزات متصو نے یہی نقل کیا ہے (میسری روایت) صاحب اپنا
 بنیاب نے کشف الغمہ سے نقل کی ہے۔ روایت مست اور محمد بن خالد رضی کہ روزی
 بن الخطاب در شاہ و خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شمار از معلومات دینیہ و معتقدات
 و احکام شریعت محمدیہ صرف غایم و کونیم کہ از معتقدات برگردید و رجوع نماید بقواعد و دران
 جاہست بود شما پس چه خواہید کرد آیا مانع من در آن خواہید شد یا مخالف من مردمان ہر خاکی
 شدند و بچکس چاہی گشت عمر دیگر بابرہن سخن را عادیہ کرد از ہر چکس چاہی بے نشندہ پس دیگر ہر
 عاملہ عادیہ کرد و شاہ ولایت فرمود کہ ہر گاہ از قوانین حالت مشاہدہ گردد و در از دین مسطفی بخوف
 یا بیم نامب و بطلب کسب ہمہ و اگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا کردن نسیم عمر چون این
 سخن از شاہ اولیائت رسید گفت در دین بامردان ہستند کہ اگر بخوف تویم یا بطریق کسب تویم
 وثابت دارند۔ اسبنتہ بلفظہ اس روایت کے مضمون کو دیگر مروجین کہ جب جناب امیر خلیفہ
 کرساہتہ بیا تک صاف گوئی و راستے ہتے ابراہن کر زبانی باتو نہرا دگی قتل کے مستعدی ظاہر فرما
 ہتو اگر معاذ اللہ دین کی خیریت کرتے ہنات کو غضب کرتے تو آپ کیون چکڑ مٹی ہتے
 (چوتھی روایت) صاحب آیات بنیاب نے حیات القلوب بابا و مجلسی سے ملخصاً و مختصراً
 نقل کی ہے علی بن ابیہم از ذہبیہ روایت کردہ ہست کہ گفت روزی با عمر بن خطاب برہی فرم
 ناگاہ غصہ را بے درآہ یا نسیم جدای از سینہ او شینہ شد مانند کسی کہ از ترس ہوش متو گشتہ و شہ
 تراوی عمر گفت مگر بینی شیرینہ شجاعت را و معدن کرم و قنوت را کشتہ ملاخیان و باغیان
 درینہ ششیر را محمد را صاحب تدبیر را چون نظر کرد ہم دیدم علی بن ابیہ طالب را دیدم
 را الی قولہ تا این ساعت نرسن از آرد دل من بدر زلفہ ہست ہر گاہ کہ اورا سے چشم چنن
 ہر سان تیشوم۔ اس روایت کو ملاحظہ کیجیے جب جناب عمرؓ کی جناب امیر کو بچک کہ یہ حالت
 ہونی نہی کہ شدت خوف و ہست سے حواس باختہ ہو جاتے ہتے لرزہ ہونی لگتا ہست

روایت مستین ابیہم از ذہبیہ روایت کردہ ہست۔

روایت مستین ابیہم از ذہبیہ روایت کردہ ہست۔

روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

تو کیونکہ قیاس میں آسکتا ہے کہ عاذ اللہ ایسا بزدل ایسے شیر بیٹھے شجاعت کی دھڑنیک آخر کو
 غضب کر لیا جو سے اور وہ چپ ہو رہے اور چون و چرا کر کے (یا پانچویں روایت) قطب
 راوندی نے حرائج و جرائح میں روایت کی ہے۔ منہما روای عن سلمان الفارسی قال ان
 علیاً بلغه عن عمر ذکر شیعتہ فاستقبلہ فی بعض طرق لبائین المدینہ وفی ید علی
 قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکر شیعتی فقال اربع علی ضلعک فقال انک لہا ہا ثمر
 سرہ بالقوس علی الارض فاذا ہو ثعبان کالبعیر فاخرک فاه وقد اقبل نحو عمر لیتبلہ
 فصاح عمر اللہ اللہ یا ابالحسن لا عدت بعد ہا فی شئ وجعل یتفرع الیہ فضرب بید
 الی الثعبان فعدت القوس کما کانت فمضی عمر لے بیتیہ مرعوباً قال سلمان فلما کان
 اللیل دعانی علی فقال سر لے عمر فانه حل الیہ من احب الیہ المشرق مال ولم یعلم بہ احد وقد
 عزم ان یتجنس فقل لہ یقول لک علی اخرج ما حمل الیک من المشرق ففرقہ علیہ
 ہولہم ولا یتجنس فاخصک قال سلمان فمضیت الیہ وادیت الیہ الرسالۃ فقال
 اخبرنی امرہا حبک من ابن علمہ بفعلت وهل یخفی علیہ مثل ہذا و قال یا سلمان
 اقبل منی ما اقول لک ما علیہ الاسا حروا فی لمشوق منہ والصواب ان تقادقہ ولعلک
 جملتنا فقلت بئس ما قلت لکن علی ورت من اسرار النبوة ما قدر انیت من عندہ

ملاحظہ فرماتے ہیں کہ ہر جو سلمان فارسی سے مراد ہے کہ اعلیٰ کو خبر ہو چکی کہ عمر ایک شیعہ کا ذکر کرتا ہے دیکھ کر ان کو کچھ پسند نہ ہونے لگا
 سامنی آگیا اور علی کے اہل بیت میں کمان ہتی فرمایا ای عمر میرے شیعہ کے تذکرہ کی تمہی جو خبر ہو چکی ہے ادنیٰ کہا دڑا جی کجی پر نرمی کر علی نے فرمایا
 (مان) تو بیان ہوا چہ کمان کو زمین پر پھینک دیا اچانک وہ ایک اڑدہ ہو گئی اور وہ نہ کہو لکھ کر کی طرت او سکے ٹنگنے کے واسطے توجہ
 ہوئی عمر علیا پر ای خلائی ایاسن میں پھر کبھی کسی امر میں ایسا نگار نہ دیکھا اور عاجزی کر کے لگا آئے اڑدہ پر ایتہ مارا تو وہ جیسی پہلے لکھتا
 دیا سی ہو گیا عمر اسی گھر خوف زدہ چلا گیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی ہر المؤمنین نے جھک دیا کر فرمایا کہ عمر کے پاس جا مشرق کی جانب
 سو او سکے پاس مال آیا ہے اور کسکو اولیٰ بن بنین اور اداسکا مقصد ہو کہ وہ ال روک رکھو پس اسکو کہہ کہ علی تک کہنا ہے کہ جو مال شرق
 کی طرف تیرے پاس آیا ہے اسکو نکال اور مستحق پر بانٹ دی اور روک مت (دور) میں بیک وقت نصیحت کر دینا سلمان کہتا ہے
 میں اسکو پاس کیا اور پیام پہنچا یا عمر نے کہا کہ جو کچھ اچھی بار کے امر کی خبر دے کہ اوسنی ہو کہ انسی جانا مینی کہا کیا اوس سے ایسی بات
 مخفی رہ سکتی ہیں۔ پھر کہا۔ اسی سلمان جو میں تجس کہتا ہوں ان سے علی صرف جاو دو گرہے اور میں اوس سے ڈرنا ہوں
 اور ابتر یہ ہے کہ تو بھی اوس سے جدا ہو جا سکتے اور ہم میں شمار کیا جاوے میں نے کہا تو فریجی کہا کہ علی نبوت کا امیر کا
 وارث ہے یہ ہے جو تو دیکھ چکا ہے اور اسکو پاس۔ ۱۲۔

الکثر مات مند قال ارجع الیه فقل له السمع والطاعة لامرک فرجعت الی
 علی فقال لحدک ماجری بینکما فقلت انت اعلم به منی فتکلم بکل ماجری بیننا ثم
 قال مرعب الشعبان قلبی ان یوت اتمی بلفظه ہمارے فاضل فی طب اس روایت کو
 خارج جو ارجح اپنے طب الاقطاب کے صفحہ نمبر ۲۱ و ۲۲ پر بخور لاطخہ فرما کر فرما دین کہ مدلول اس حدیث کا
 پہلا واقعہ ہوا ہے یا بدل اول حدیث ثریف اول فرج غضبت کا اگر یہ قصہ اژدہا پہنے واقع ہوا ہے
 تو میرے کیا کسی عامل کے سچے میں نہیں آتا کہ جو شخص کسی کے سنیان باک کا بے ادبی سے نام
 لینے پر ایسا بڑا معبود دیکھ چکا ہو۔ اور مرنے تک اس کو دین و شہت باقی ہو اور شیعوں کی اس قدر
 اور اعانت دیکھ چکا ہو۔ مٹی کے غضب کا تو کیا ذکر وہ لونڈی کا بھی نام لے سکا اور اگر غضب
 محال نام لے ہی تو اس وقت ہی ایک معزہ دیکھا کہ اس کو ڈرا سکتے تھے اور اگر غضب فرج پہلے
 ہوا تھا تو کیا جو شیعوں کے نام لینے پر کیا وہ غضب و خیر نہیں کیا جاسکتا تھا کیا غضب و خیر
 شیعوں کو صرف نام لینے سے ہی کم درجہ ہے اسی حضرات تکوین ہمارے شیخ کی قسم ہے ذرا اپنی
 دین و ایمان اور عقل و انصاف سے فراموش ہمارے نزدیک آپ صاحب مدنی نہ کہے اس سے بہتر دوسری کو
 توجیہ نہیں فرما سکتے کہ جناب امیر جو عالم و ماکان و مایکون سہتے انکو ام کلثوم کے حیثیت سے
 معلوم ہو گیا تھا کہ ام کلثوم زمرہ نوحہ صہب میں سے ہے کہ بدین معتقد صحت خلافت عمر بن ابوبکر
 آپ کے حکم الخیشات الحبشین اور سکون خوشی و رضا عمر کو دیدیا **ع** کند یحسن یا یحسن و انما ہی
 حضرت دلیان و لاوتک جہان تم صد اسادات حسنہ جسنیکو کا فردا سق زما صبی کہتر ہو
 اگر ایک بیجاری ام کلثوم کو جو آیت تطہیر میں ہی داخل نہیں ہے بلکہ اس کا صحابہ ہونا زیادہ ہشت
 بدگوئی ہے بڑا بدگاہد و گے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے اصول نہ کہے ہی فراموش نہ کیا

سے جو وہ دیکھا ہے اس سے ہی زیادہ ہے اسنے کہا تو اس کو پاس اس جا اور کہہ کر تیری حکم کا میں مطیع ہوں میں
 شیخ پاس اس نے کیا وہ نے کہا ہوتا ہی ام یاقین جو بن میں بخیر بیان کروں میں نے کہا کہ آپ انکو جس زیادہ
 جانتے ہیں پہلے ہی سب یاقین بخیر دی۔ پھر سہرا۔ کہ مرنے تک اژدہ کی دہشت دیکر دین و دین کی

بلکہ پورا مطابق ہوگا اور اہمیت کے یہی کیسفہ اس وطن سے زبان بندی ہو جائیگا (چھٹی روایت)
 صاحب آیات بنیات نے کتاب عماد الاسلام جناب قبلہ و کعبہ شیعان مولوی دلدار علی سے نقل کی ہر
 چنانچہ جعفر القاط کا ترجمہ کیا ہے اسکو ہم مختصاً لکھا کہ اصل عبارت بتماہا نقل کرتے ہیں کتب
 الامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی اپنی اور علی کے دروازہ کے سوا
 دروازہ سجدہ سے نہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس کی درخواست دروازہ کے نسبت تو نامعلوم
 مگر پر نالہ کی درخواست ہوئی اور خود حضرت پر نالہ لگا دیا عمر فاروق کے عہد خلافت میں پر نالہ
 جاری رہا ایک روز اسکا پانی عمر کے کپڑوں پر گر ا اور ہونٹوں نے اسکو اڑکھڑا دیا اور حکم دیا کہ اگر
 کوئی کپڑا لگا لیا تو اسکو گردن مار دے گا۔ حضرت عباس نے حضرت علی کے پاس جا کر شکایت کی اور
 اپنی مصیبت سنائی اور ہونٹوں نے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں
 ثم نادى يا قنبر على بذي الفقار فتقلده ثم خرج الى المسجد والناس حوله وقال
 يا قنبر اصعد ورد الميزاب الى مكانه فضعه قنبر فرده الى موضعه قال على و
 حق صاحب هذا القبر والميزاب قلعه فاع لاهرين عنقه وعنق الامر له بذلك
 ولا صلبه ما في الشمس حتى ينقدوا فيبلغ ذلك عمر بن الخطاب فنهض ودخل
 المسجد ونظر الى الميزاب وهو في موضعه فقال لا يغضب احد ايا الحز فيما
 فعله ونكفر عنه عن اليمين فلما كان من الغداة مضى على برابط الابل عمه العباس فقال
 كيف اصبحت يا عم قال بافضل النعم ما دمت لى يا ابن اخي فقال له يا عم طيبك
 وقرعينا فوالله لو خاضع اهل الارض في الميزاب لخصمتهم ثم لقتلهم بحول الله وقوته

یعنی پیغمبر کو کار کا ڈھنگ سے آدھو جاسکیں اور ایک ایک کپڑا اور ایک کپڑا اور اپنی جگہ پر کتبہ چڑھ گیا
 اور اسکو اسکی جگہ کا دیا یعنی یہ کہ اس قبر اور مزار کی حق کے قسم نہ لینی اسکو لکھا کہ زمین اسکو اور اسکی حکم کرنے والے کے گردن ماروں گا
 اور اسکو وہ سب میں سولی پر لٹا دیا جاتا تھا کہ تمام جہان میں پیغمبر بن خطاب کو پوچھی تو لوہا اسکو دین آیا اور پر نالہ لگا دیا کہ وہ کبھی اسکو
 علی کو اسکو کہ میں نہ نہ دلاؤں اور یہ اپنی قسم کا کفارہ دیتی۔ اور دوسروں کو بھی اپنی چچا عباس سے پاس گئے۔ اور پوچھا اچھی کیا حال ہے۔ کہا
 بہترین ہے تمکات و میرا ہی عہدہ کہہ رہے ہیں فرمایا اسے چچا خوش رہو اور ہندی کہیں کہ خدا کی قسم اگر پر نالہ کے معاملہ میں تمام زمین دلوں جس

دناں سرور کا شامت کے دو حصوں کو قتل کیا مہیلا وحی خانہ اہلبیت کو جلایا اہلبیت کے دل راس
 میں کوئی دقیقہ بچوڑا۔ جسکی یہ حالت ہوا۔ راد کی طرف غضب جناب روایات میں منسوب ہے تو عقل
 سلیم کی طرف ہرگز یہ متطرف نہیں ہوگا کہ اس پر کھیر نکاح کیا ہوگا جب وہ ایسا جلیع الغدا ہو کر جس نے پہلے
 کسی شائستہ حرکات کو سون اوکو کیا ضرورت ہو کہ وہ نکاح کے جھگڑی کو خریدی نکاح کی نسبت
 بدون نکاح کے غضب میں تہلیل اہلبیت زیادہ منظور ہے پس اس شرط پر اصول تنبیہ رہی کیا ہوگا
 جو باعث تہلیل اہلبیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غضب اپنی حقیقی ہیئت پر عمل ہے
 دوسری یہ کہ اگر تسلیم کیا جائے کہ امر و غضب سے نکاح بلا رضائے تاہم غیہ و عافین کرنا حسب
 بصیرت فقہاء و قوم نکاح مومنہ کا دشمن اہلبیت ہر قطعاً حرام بلکہ استہموم ہے اس حکم کو دینے میں نکاح
 اوسنے دشمن اہلبیت کے ساتھ حرام ہونے کو جگر گوشہ بقول نکاح سرزد و دشمنان اہلبیت اور مرد قتل
 علی بن عروم شیر کے ساتھ کہوں کر جائز ہوگا۔ پس جب یہ نکاح جائز ہوا اور حرام ہوا تو غضب از نکاح کیا
 مرتب نتائج غلط ہی رہ گیا۔ اور اگر تفسیر اور جبر و اکراہ کا غرض فرادین تو وہ عقرب ایسا بزرگ و بڑا ہے کہ
 کہ اوکی اصلاح فاضل مجیب کے بعد رجعت ہی محال ہے وطن یصلح العطار من اشد الدهر تہیری
 صد جب زہرہ نے اپنی دشمنی سے کھیر فرمایا ہے۔ کہ نکاحیکو غیر طیب خاطر ماندا اسکا مستند نہایت
 چہ تجوز نہ ہوچہ در مقام ضرورت و منظور از باب خست ست چنانچہ تجوز تناول مہیہ در حال عملیہ
 فائس تفسیر سب کو نکاح ضعیف را بطریق تفسیر واقع شود قائم مقام ماسورہ قرار داد۔ پس کیا اور
 ان انشال اہل الہیست دایم سی مقتضی اہلست پس وقوع زنا لازم نہاید چنانچہ ہر گاہ جاری
 شخصی راد طلاق و اون زودہ اس اجبار ناید در عرف سب کو بد غضبت زوجتہ۔ حضرت کشمیری
 صاحب نے جبر و اکراہ و ضرورت و منظور کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اسکا قطع و قع واجب ہر حکم
 میں سب کہ حضرت کشمیری اور ان کے مقلدین سے اس قدر ہتھیار باقی ہے کہ کون حضرت جب
 جبر و اکراہ و ضرورت و منظور کی شہری اور مثل مہیہ اور لحم خنزیر کی حالت مخصوص میں ہوتی تو جو کچھ
 جبر واقع ہوچہ وہ مباح ہوگا اور جو کچھ اکراہ و اجبار واقع ہوگا وہ عین مثال حکم حدودی ہوگا

تو پھر چاہیے لفظ غضب کو اس کے معنی حقیقہ سے پہلے کہ معنی مجازی پر محمول نہ کریں بلکہ معنی حقیقی پر
 محمول کر کے سنئے اور زیادہ غاصب کی برائی پر دال ہوگا اور المیبت نبوت پر کسی قسم کا الزام لازم
 ہوگا کیونکہ دونوں صورتوں میں المیبت سے تو جو کچھ ہوا وہ بحالت مجتہد تقیہ کے پردہ میں ہوا جو ہنگام
 امر خداوندی ہے خواہ نکاح بلا رضا ہوا تو اور غضب ہوا تو لیکن غاصب کے حق میں اگر نکاح بوجہ تسلیم
 کیا جاوے تو ایک معصیت الہیہ کی ہی ہوگی پس کیونکہ بعد نکاح تحقق نہ محفوظ ہے۔ اور اگر غضب
 اپنے معنی پر محمول ہوگا تو جو حق غاصب ایک برائی فعل غضب کے ہوگی اور دوسری دنیا کی کر او سکے
 حق میں لامحالہ یہ نہ ہوگا جسے مومنین کو اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے کیوں پہلے میں
 اور معنی مجازی پر بلا ضرورت داعیہ اور بدون فریہ کیوں محمول کرتے ہیں۔ واجب ہو کہ اس
 لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے مصروف نہ کریں اور معنی مجازی کا ارتکاب نہ فرماویں۔ رہا یہ کہ آپ کے
 حضرت کشمیر صاحب جو یہ نظیر پیش فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جابر بھیرا کر راہ کسی کی زوجہ کو
 اس سے طلاق دلائی تو عرف میں کہتے ہیں غضب زدہ جتہ معض منسلط ہو کیونکہ اول تو اہل
 عرف میں ہر کلام ہی جینک کہہ دینا سے ثابت کیا جاوے بعد اس کی یہ نظیر اسی مثل کی ہی
 مطابق نہیں اور نہ اس کا غضب ہونا مثل کے غضب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ طلاق با کر راہ
 دوانا گویا ایک شخص کے ملک شئی کو اس کے قبضہ و تصرف سے بلا جواز شرعی بھیر نکالنا ہے۔ جس پر
 غضب صادق آتا ہے اور اہل عرف میں یہ معنی محفوظ ہیں کیونکہ نکاح با بھیر کی صورت میں
 کسی ملک و تصرف کو اس کے قبضہ سے نہیں نکالا تو نکاح با بھیر کی مماثل نہوا۔ اچھا ہنسنے مانا کہ
 یہ دونوں برابر ہیں لیکن پہر یہ دعویٰ آپ کی حضرت کشمیری کا غلط ہے کیونکہ اس عبارت سے
 نکاح ابوقت مستفاد ہو سکتا ہے جبکہ غضب کے نسبت نفس عورت کی طرف جاوے اور
 جب اس کے نسبت عورت کی فرج کی طرف کر کے زیادہ شیعہ و بیح کی جاوے تو ابوقت تاویل نکاح
 با بھیر کے مسلم نہیں بلکہ ابوقت بسبب اس کے غضب کا فرج پر وقوع بیان کر کے غایت و چیر
 قبح نہایت میں پوچھا گیا کہ غضب حقیقی ہی مراد ہوگا تو اس سے صحت مسلم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نکاح با بھیر

ہر مفسر مفسر مراد ہے۔ مگر حضرت کشمیری صاحب اپنی خوش فہمی سے اس تفسیر کو نہیں سمجھا
 یا بجا بل فرمایا ہو۔ غرض کہ یہ تفسیر غلط تھی جسے ہر مفسر ہر بابا مجازی سے پرہیز کر لیا
 میں اصول شیعہ پر کچھ کلام نہیں ہر طرح تمام مباحثات کا یہاں نہیں چڑھتا۔ قولہ بالفرض
 اگر ام کلثوم بنت نہ ہر ای کا نکاح ہوا تب بھی کیا قیامت لازم آئے ہے یہ ظاہر ہے کہ یہ نکاح
 بنو ہاشمی نہیں ہوا۔ اقول جب فریقین کے کتب ستمبر اور روایات متحدہ نہ ہوتی تھیں تب بھی
 ام کلثوم بنت ہاشم رضی اللہ عنہا صحیحی ہوا ہے تو بالفرض کے کیا معنی ہیں اس فرضی تفسیر
 یہ تو واقعی اور تحقیقی ہی ہے لفظ بالفرض کہنا کفایت دہو کہ وہی ہے۔ اور جب آپنی اس نکتہ کو
 تسلیم کر لیا تو قیامت یہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و فروع شیعہ برباد ہونی چاہتے ہیں کہ نہ
 حسب روایات شیعہ جناب امیر المومنین ہر سکتا رہتی تو اعمال یہ نکاح بنو ہاشمی ہوا اور اس سے
 جیسی کہ یہ ساتھ شریعت بار خرم نہیں ہوا میری واقع ہونی چوکی فی خود پر مخفی نہیں کیونکہ اگر حضرت صادق
 اس کے لیے اہل اور لائق تھے تو یہی مذہب شیعہ کی خرابی اور اگر لائق نہیں تھے تو انہیں شیعہ کی بربادی
 اور اگر با اینہم بہر ہی بنا خوشی و ناراضی یہ نکاح واقع ہوا تاہم مذہب شیعہ کی تباہی پس عاری
 فاضل مجیب کا یہ کہنا تباہی کیا قیامت لازم آتی نہ اس کی بجا بل سے ناشی ہے اور جب در روایات
 شیعہ نکاح صحیح ہوا تو یہ کہنا کہ کیا قیامت لازم آتی اس فرضی ہر قول پر حجاب پر شرح صحیح بخاری روایات مذکورہ
 اقول ہم سابقہ عرض کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب شوستری نے اس روایت کو ابن
 جوہر تاخر کی طرف نسبت کیا ہے جو ابن حجر کی ہے اور آپ کے کشمیری صاحب نے مذہب ابن ابی شیبہ کو
 متعلق ابن حجر کی طرف منسوب کیا ہے تو بظاہر ہماری فاضل مجیب کے خوش فہمی سے مدد ہونی چاہی
 کہ اپنی کلام میں جو مذہب سے لیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ ابن حجر مطلق لکھا ہے تو مستحالی مراد ہوگا اور سنی
 شرح بخاری میں لکھا ہوگا نسخ البخاری کی طرف کہ با وافر ذہن نسبت فرمادیا حالانکہ وقت مطلق
 سبقت ذہن کے نسخ البخاری کے طرف منسوع بلکہ متبادر مطلق ابن حجر کی ایسی اس کے ذکر کرنے
 سے جو سلسلہ حالات صحابہ ہو کتاب اصحابہ ہے اور اس میں بہر روایات بطرف منسوع موجود ہیں

لیکن اس روایت کا کہین نشان ہی نہیں بلکہ اس کا مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت
 مستح الباری میں ہو یہی تو آپ کے قاضی صاحب کا ابن حجر متاخر یعنی علی کی طرف نسبت کرنا کذب
 و غلط ہوگا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب نے قطع متاخر لکھا ہے اور قرینہ ہی دال ہے کہ مراد ابن حجر
 ابن حجر کی ہے وہ یہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے فرماتے ہیں جبکہ حاصل یہ ہے کہ بعد
 اس روایت کے ابن حجر نے عمر کے ضم و نقیض کی طرف جو عقد و تکلیف سے پہلے واقع ہوئی یہ عذر
 کیا ہے کہ ام کلثوم سبب مغربی کے اسد رجب کو نہیں پونچھ رہی تھی کہ شہداء ہو کر اس کی ضم و نقیض
 حرام ہوا اور اگر وہ صغیرہ نہ ہوتی تو حضرت علیؑ اس کو کیوں بھیجتے۔ اور یہ عبارت صواعق ابن حجر کی من
 مذکور ہے و نقیض و ضمہ لعل علیہ جہا کہ ام کلثوم الصغیرہ لعل علیہ جہا حتی یحرم و لو لا
 صغیرہ لایلتصا ابوہا کذلک۔ مگر اس روایت کا جبکہ قاضی صاحب دعویٰ فرماتے ہیں بیان
 کہین بیا و نشان نہیں پس سلام ہوتا ہے کہ یہ قاضی صاحب کی اور غلطی یا مغالطہ کی نقیض
 در تقلید ہوتے چلے آئے ہے مگر ہماری فاضل غیثی نے ادب پر یہ اور طرہ لگایا کہ مستح الباری شرح
 صحیح بخاری کے طرف نسبت کر دیا جو ابن حجر عسقلانی کی ہے پھر اگر بالفرض یہ روایت کسی
 ابن حجر نے اپنی کو کتاب میں نقل کی ہو تاہم جب متعارض روایات جمہور محدثین کے ہے قابل
 اعتبار کے نہیں ہو سکتے اور اگر عتبار ہی تسلیم کر لیں تو فاضل مجیب کا یہ ارشاد کہ با و اہلبند
 پکار رہی ہے غیر مسلم ہے بلکہ بقاعدہ الحدیث یفسر بعضہا ببعضاً بانضمام دیگر روایات اس روایت
 میں الجاہ کے یہ سننے ہوئے کہ کثرت الحاح و سالت اور نہایت تردد و مراجعت فرمائے اور ظاہر ہے
 کہ یہ سننے میں مناقض دعویٰ سامی ہے اب لیجئے جو روایات کا ابن حجر نے پر دال میں لکھا
 حرقہ کے باب حادی عشر میں مروی ہیں و فی روایۃ انہ سمعہ من عند المنبر فقال ایہا
 الذاس انی واللہ عاجلہ علی الحاح علی علی فی اللہ الا انہ سمعت رسول اللہ ﷺ

صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ یہ تھا کہ وہ بسبب اپنی صغر سنی کے مذہب کو نہ پونچھ سکے کہ وہ سوئی اور اگر
 اس کی کہی نہ ہوتی تو اس کا باپ اس کو اس طرح بھیجتا۔ ۱۲۔ اور ایک روایت میں جو کہ عمر بن خطابؓ اور کما ای کو وانش
 علی ہر اس کی خبر کے سال میں الحاح کرنے پر مجبور ہو کر کسی چیز نے مجبور کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ۱۲

بقول کل سبب و صہرہ یقطع الاسبیہ و صہرہ و اما یا بیان یوم القیمہ نتشفعان
 لصاحبہا فی روایۃ لما اکثرہ ردہ علی العلل بصرہا فقال ما حلل علی کثرۃ رد دی
 الیک الا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل حسب و نسب و صہرہ الخ
 ان روایات سے کثرت الحاح و مراجعت اور نہایت تردد و مسالت ہوا ہے ثابت ہے کہ روایت
 ما عن فیہ من جو لفظ ایجابہ واقع ہے وہ یہی ہے کہ ہر مسئلہ ہو گا علی اصول الہی کی بنیاد پر
 نہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر و ظالم اور فاسق ہے اور نہ جناب میر تقی میر
 مظلوم مقہور و حیاں و مغلوب ہے نہ تو احوالہ مطابین اصول الہی کے ان معنی پر حل کرنا لازم
 ہو گا۔ اور فاضل حبیب کا دعوی غلط ہو گا۔ وہو مطلوب **قولہ** اور غصب کے معنی یہ ہے کہ
 میں نے کہہ اور **اقول** یہ معنی غصب کے صرف حضرت کا ہی اختراع ہے جب تک آپ کی
 نقل سے اسکو ثابت نہ آوے اسوقت تک یہ دعویٰ سے قابل سماعت نہیں اور بالفرض
 اگر یہ معنی ہوں یہ ہے تو حضرت اسر غلط ہے جو حضرت کے خوبی فہم سے پیدا ہوا ہے
 اگر آپ کے نزدیک یہ صحیح ہے تو کہہ کے دلیل سے ثابت فرمایا ہوتا **قولہ** خلیفہ مانی مسلمان
 کلمہ دینی احکام اسلام ان پر جاری ہے نکاح شرعی ہوا۔ **اقول** اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ
 کہ جو ظاہری اسلام خلیفہ فاروق یہ نکاح از روی شرع کے جائز ہوا لیکن معلوم ہوتا ہے
 کہ حضرت کو اپنے سائل فقہیہ تک کے یہی پھر نہیں ہے اور خبر کیونکہ ہو مناظرہ کی چند کلامین
 دیکھ کر تو مجتہدین میں سائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکہ ہو۔ اجماعی جناب میر صاحب یہ اجتہاد اپنے
 غلط فرمایا اور اس میں آپ نے خطا کی آپ اپنی کتاب کا مواظفہ فرمائیے آپ کے بیان صحت نکاح کے
 واسطے صرف ظاہری اسلام و کلمہ گوئی پر گرا مفید نہیں ہے بلکہ عموماً کتب فقہیہ میں نو صبت
 ملے فرماتے ہر واسطہ اور ادا دینی تسلیم قطع ہو جائیگا مگر یہ واسطہ اور ادا دینی تسلیم کر دو قیامت میں اٹکی اور اپنے
 تسلیم والے کے مفاد میں کرتی اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمر علی کے پاس (اس میں معاویہ) بکثرت آئے
 گئے آپ نے اسکو منع کرنے کا عند کیا۔ فرماتے فرمایا۔ کہ جب کثرت آمدت پر ہر ایک کی پسینہ بہہ رہی ہے تو اسکو
 علی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہر مسئلہ حسب اور نسب و وادیہ فیصلہ الخ ۱۲۔

یہ روایت صحیح ہے۔
 یہ روایت صحیح ہے۔

و نواہج کے ساتھ مومنہ کا نکاح حرام نہ مانا جائز لکھا ہے۔ اس وقت سن لایعصر حاضر ہے اور ہمیں
 روایت موجود ہے۔ وروی الحسن بن محبوب عن سلیمان بن الحارث عن ابی عبد اللہ
 علیہ السلام قال لا ینبغی للرجل المسلم منکران یتزوج الناصبۃ ولا یتزوج
 ابنۃ ناصبیا و یطرحہا عندہ قال مصنف ہذا الکتاب رحمۃ اللہ من نصب
 حراماً لا محمد علیہم السلام فلا نصیب لہم الاسلام فلذلک حرم نکاحہم
 وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ صنفان من امتی لا نصیب لہم الاسلام الناصب
 لاہل بیتہ الخ اس روایت سے حرمت نکاح نواصب ہی نہیں ثابت ہوئی بلکہ اس سے
 یہ بھی ثابت ہوا کہ نواصب کا طہری اسلام اور زبانی کلمہ گوئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جو
 بعض شیعہ مثل فاضل مخیط شکیبہ بجاٹین گرفتار ہو کر طہری اسلام کو اعتبار کرتے ہیں
 سرسبز غلط ہے نکاح تو ایک طرف رہا نواصب کا تو جو نامک ہی نہیں ہے سن لایعصر میں ہے
 ولا یجوز الوضو لیسور الیہودی والنصرانی و ولد الزنا والمشرک و کل من خالف
 الاسلام و اسد من ذلک سود الناصب استیصار میں ہے و بہذا الاسناد عن
 حمید بن یعقوب عن احمد بن ادریس بن محمد بن احمد بن یحییٰ عن ابی یوسف
 بن توح عن الوشاء عن ذکرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ کبر
 سور ولد الزنا و الیہودی والنصرانی والمشرک و کل من خالف الاسلام و کان
 اشد ذلک عندہ سود الناصب پس جب نواصب کے جوئے کا یہ حال ہے تو ان کا

۱۔ امام ابی عبد اللہ سرمدی ہے فرمایا ہم میں سے مسلمان شخص کو ناسیب نہیں کہ ناصبیہ کے ساتھ شادی کرے اور اپنی بیٹی کا ناسیب کی شادی
 نکاح کرے اور اس کو سبکی پاس خانی صنف کرتا ہے کہتا ہے جو آل محمد علیہ السلام کے ساتھ زانی قائم کرے اور ان کے اسلام میں کچھ
 حصہ نہیں دے گا اور نکاح حرام ہے اور ابی عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میرے امت میں انہیں کے لوگ ہیں جو اسلام میں
 کچھ حصہ نہیں دے گا تو میری اہلبیت کے ساتھ دیکھنے رکھنے والا شیخ - ۱۲ - ۱۳ - یہودی اور نصرانی اور اللہ انہما
 شریک ابوبی خلیف اسلام کے جوئے کے ساتھ دھتو جائز نہیں ہے اور اس سے بھی سخت تر ناصبی کا چھوٹا ہے یا ام
 ابی عبد اللہ سرمدی ہے انہوں نے ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور شرکاء ہر خلیف اسلام کے جوئے کو مکروہ سمجھا
 اور اس سے سخت تر آپ کے نزدیک ناصبی کا چھوٹا تھا - ۱۲ -

نکاح کیا کچھ ہوگا۔ علی الخصوص ایسے شخص کا نکاح جو بڑے شیعہ دشمنان الہیت کا گروہ
 قاتل و مسموم ہو کہ ایسی شخص کو شیعہ نفس العین اعتقاد کرتے ہیں اور اسکی شہ شعیب ولادت کا
 حکم کرتے ہیں چنانچہ خاتم التکلمین مولانا مولوی حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے معافی الاشبہار
 صدوق سے عدم طیب ولادت کے نسبت یہ روایت نقل کی ہے حدیثنا علی
 بن احمد بن یحییٰ رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن علی عبد اللہ الکوئی عن موسیٰ
 بن عثمان الخنقی عن عہد الحسن بن یزید النوفلی عن علی بن حمزہ عن ابي
 بصیر قال سالتہ صاروی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال ان
 ولدا لما نشر الثلاثۃ قال علیہ السلام عنی براندہ شر من نعتہ ومنزل
 قطعاً ناجز اور حرام ہوگا۔ اور جب اس نے مومنہ کے نکاح کا یہ حال ہو تو قدر و مہر نہایت
 سرور و جودات جبکہ گوشہ قبول کا نکاح تو دین و ایمان سے دست برداری ہوگی اس پر صاحب
 تصریح خاتم التکلمین یعنی روایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی دختر کا ایسی لوگوں کی ساتھ نکاح کرے
 وہ دشمن دین و ایمان ہے اور بدست و شریعت کے بیچ کو قطع کرتا ہے اور اگر آپ کے نزدیک ظاہری
 اسلام اور زبانی کلمہ کوئی اجرا و احکام اسلام پر کافی ہے تو پھر آپ ذرا اپنی قبلہ و کعبہ کے بعد
 صاحب شہد الطاعن سے پوچھیں کہ حضرت آپ جو عقد کے اس قول کے جواب میں اگر توقف
 ابو بکر و درستی قضا صا و الکسا بن نویرہ قاض در خلافت او باشد توقف حضرت اس پر
 قضا صا عثمان بطریق اس کے قاض باشد یہ ارشاد فرما کے میں خلاصہ جواب بطریق
 شیعان اہل بیت کہ عثمان نزدیک نشان جائز نقل ہو وہ لہذا عقد قضا صا او واجب بنا شد
 اس کا کیا معنی ہیں جب ظاہری کلمہ کوئی پر احکام اسلام جائز میں اور دنیا کی سوغات کے ساتھ
 نکاح کر سیکم ہے تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ وہ جائز نقل میں اور دنیا کی سوغات کے ساتھ
 اس میں شاکس سے پوچھا اس میں کوئی صریح کلمہ نہیں ہے بلکہ اس میں کوئی صریح کلمہ نہیں ہے بلکہ اس میں
 فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کاپی سے پہلے کہ پہلے سے مراد ہے۔

شرعیات ہی بہر معلوم نہیں آپ کے قبل آپ کے اس اعتراض کا کیا جواب دینی ظاہر تو یہ ہے اگرچہ کہ
 کام فرمایا تو آپ نے خلاف واقع بیانی کا اعتراف کریں گے اور اگر انہی نہ پوچھیں تو بیڑا ہمارے جیسے
 خود اذکر نفس کے طرف راجع ہے اور وہ اسکے جواب دہ ہو مگر **قولہ** جناب سرور کائنات
 حال ملاحظہ فرمائی کہ حضرت زینب و دختر رسول خدا سلمان ہو گئی تھیں اور ان کا شوہر ابو العاص کا
 تھا انہیں مفارقت نہ کروا سکے اور اس باب میں جو آپ کو علمار نے تائیل کی ہے اس کو یہ روایت
 باطل کرتی ہے تاریخ نجس میں حضرت ام المومنین عائشہ سے منقول ہے۔ قالت کان
 الاسلام فرق بین زینب و ابی العاص لکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لا یقدر ان یفرق بینہما و کان مغلوباً بجمکۃ جب یہ بات ثابت ہوئی تو بیان کیا صحیح
اقول ہمارے فاضل مجیب کے ہمیر تو طعن بھائی اور بے شرمی کی نسبت ہوتی ہی تھے
 لیکن بیان تو خود بدولت شرم دھیا کا پردہ اوٹھا کر دین و دیانت کو طاق میں بٹھا کر خاتم
 النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عصمت بلکہ نبوت ہی پر تسلیم نسخ پھیر دیا اور برخلاف مقصود صرف یسین
 اپنے اس نکاح کے عدم جواز کو تسلیم فرمایا۔ تو معاذ اللہ آپ کے قول کے موافق خاتم النبیین تکبیر
 حرام کے ہوئی۔ کیونکہ اپنی بیٹی سونہ کا با اختیار خود بلا جبر و اکراہ کا فر کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ
 وہ بقول آپ کا جائز نہ تھا۔ اور اگر یہ مراوے کہ وقت عقد کے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا فرہ تھے اور بعد میں ایمان لائے چنانچہ آپ کا یہ قول کہ حضرت زینب و دختر رسول اللہ سلمان
 ہو گئی تھے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے ہی مسلمان نہ تھیں اور بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں
 یہ بھی آپ کے دین و ایمان کے مقتضی ہی ناشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو
 بلا دلیل کا فرہ کہیں۔ تو اگر اہلسنت نبوت کے ساتھ آپ کو زعم میں دلاوا محبت اور تمسک اس کا
 نام ہی آپ تفریق کا ذکر الہی کیون فرماتے ہیں۔ پہلے تو نفس عقد کے نسبت فرما دیں کہ وہ بھجر
 ہوا یا برضا اور جائز نہ ہوا یا حرام۔ اگر یہ نکاح بھجر ہوا اور باوجودیکہ حرام تھا لیکن کفار مکہ نے
 بھجر داکراہ نہیں نکاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تو بہت آجکے متقیں علیہ ہو سکتا لیکن

۷۲

فہم فیہ روایت
 صحیحہ

فہم فیہ روایت
 صحیحہ

بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہوا ہو۔ دوسرا جواب بطور صل و تحفیض کے یہ ہے کہ
 کہ اذعان نزول احکام پر محفی نہیں ہے کہ جو احکام اول مشروع تھے اور بعد شریعت کے منسوخ
 ہوئی انگریز نسخ کے یہ مسئلے ہیں کہ بعد نسخ کے ان افعال کا کرنا بہر طریقہ اذین اہل اسلام کے
 اختیار کو دخل ہو غیر مشروع ہے اور جو کچھ کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا بعد اذ کی نسخ درج میں سامانوں کو
 کچھ دخل نہیں وہ حکم نسخ میں داخل ہو گا۔ اور غایہ یہ ہے کہ عقد نکاح اگرچہ با اختیار اور دیا اور تہہ
 لیکن نسخ نکاح میں عورت یا اوس کو دیا کو حکم تحریم کچھ دخل نہیں تو فی الحقیقت اوس پر نسخ
 وارد ہی نہیں ہوا جو اوس کو حرام اور غیر مشروع سمجھا جاویں۔ اور ضرورت تفریق کی واقع ہو۔
 کیونکہ ولایا کو الشریکین سے مخالفت عقد نکاح جدید کی ثابت ہوتی ہے نسخ نکاح منعقدہ سابقہ
 پر دل ہے تو تحریم اس پر وارد ہی نہیں اور حکم نسخ اوس کو شامل ہی نہیں۔ پس تاریخ حدیث سے
 جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کے روایات صحیحہ معتدہ کہ کئی لفافہ اور قابل احتجاج کہ نہیں
 بلکہ خود امام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو شارح مسابیح نے نقل کی ہے وہ اس کو حدیث
 اور ممکن ہے کہ تاریخ حدیث کے روایت میں کان الاسلام فرقاً معمول استجاب پر ہو یا میں
 کہ بہتر اور حسن یہ تھا کہ نکاح کو نسخ کر اگر حضرت زینب کا علاج کسے سامان ہو کر تے کیونکہ اسلام
 باہم اہل اسلام و کفار میں ایک قسم کی تفریق کر دی تھی۔ لیکن چونکہ نسخ با اختیار مرد ہے اسلیں آپ کو
 قدرت نہ تھی اور شاید موجب کٹا کٹی اور خستہ کا ہوتا۔ لیکن آپ مغلوب تھی اسی حالت میں
 صرف استجاب کے لیے فتنہ برپا کرنا مناسب و مصلحت نہ تھا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک
 نہیں ہوا تھا یہ نکاح ہی حرام نہیں ہوا تھا تو اس تحریم کے موافق تمام روایات مجتمع ہو گئی اور
 بحمد اللہ تعارض مرفوع اور اسعد لال فاضل استدلال باطل ہوا مہذب ابوالقرض سلیمان کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو میں مغلوب رہنے اور وجہ مغلوبیت کے تفریق بزرگم آج کے واجب تھی
 لیکن یہ مقدمہ مقدس علیہ نکاح ام کلثوم نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم بیشتر روایات بیشتر
 ثابت کر چکے ہیں کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے۔ غرض کہ اس مقدمہ کو

بیان ذکر کرنا حضرات شیعہ کے عموماً اور فاضل مخیط کے خصوصاً کمال خوش فہمی اور شہسختی
 مان اگر اس نکاح کو مقیم علیہ قرار دیتے کہ جو حضرت جیلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں حضرات
 زینب و رقیہ کا نکاح کی بعد دیگر کے عثمان ذی النورین کے ساتھ فرمایا اور مان ہی غصب کے
 قابل ہوتے اور حضرت کے مغلوبہ اور رقیہ کا دعوے کر کے ثابت کرتے تو البتہ مضائقہ نہ تھا۔
 چنانچہ قاضی صاحب شوستری نے مجالس میں اسکو بائیں رائے اگر نبی و دختر عثمان و ادولی دختر
 بمرزستاد اور اسکو ذکر کر کے اپنے استدلال کے بیچ آپ اپنے ہاتھوں کاٹ ڈالی کیا بیٹے کے
 حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کا فعل تہ نفقہ سے تہانہ مغلوبی و در ماندگی وجہ و اکراہ سے تھا تو یہ
 فعل نکاح لطیف خاطر و جواز شرعی ہوا تھا تو ولی کا فعل نکاح یہی ایسا ہی برضا و خوشی
 و جواز شرعی بلا جبر و اکراہ ہوا و ہوا المدعی۔ **قولہ** معاذ اللہ اگر یہی فرض کریں جو حضرت نجیب
 یا حضرت نجیب کے میر مہدی صاحب آیات بنیات میں فرماتے ہیں تب بھی تمک کو اس پر کیا
 نسبت مثلاً اگر کوئی یہ حجت پیش کرے کہ کیا اہلسنت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 یہی معنی میں کر اؤنگی بیٹی کو زوجہ کا فر اس حال میں قرار دین جبکہ اسلام نے جدائی کر دی
 تو حضرت کیا جواب دیں؟ **قولہ** سبحان اللہ اہلبیت نبوت جسکو تائین آیت تطہیر نازل ہو
 اوسکو دشمنوں کو صریح زنا اور فحش اور جیسا کہ کی ہمت سے ملوث و متہم فرمائیں اور یہی تمک
 میں رخصت نہ پڑے یہ تمک حضرت شیعہ کا ہے تمک ہے اور اہلسنت کے تمک پر جو
 نکاح ابوالعاص کے ساتھ معارضہ کیا مجھ اللہ اہلسنت کو سنت جواب کی کچھ حاجت نہیں کوئی
 یہ قصہ مشترک الزام ہے پس اسکا جواب جو کچھ علماء شیعہ نے دیکر فیصد کیا ہے چنانچہ اوسکو
 نقول بحوالہ مجمع البیان جب باقتضائے ماہرین میں مذکور ہو چکا ہیں وہی جواب اہلسنت کی طرف قبول
 فرمادیں کہ اسکا وقوع قبل نسخ کے تھا اور یہ الزام جو شیعہ پر بابت غصب و فحش کے لگایا گیا ہے
 یہ نسخ و تحیم کے ہے پس اسکو شرمندگی و خجالت رنہ کرنے کے لیے فقہ نکاح زینب ذکر کرنا
 حضرات کے کمال سنجیدگی پر دال ہے جب دیکھا کہ یہ بھات بھات ستمی مسدود ہے۔

اور طریق گریز و فرار ہر چار طرف سے تنگ ہے و بطور ابد فریبی کے ایک روایت اہل حق کی طرف سے ذکر
 کردی تاکہ نادانانہ سمجھیں کہ حضرت میر صاحب علیؒ نے یہی بیت بڑا الزام دیا۔ **فقولہ**
 انبیاء و اوصیاء اہل بیت پر جو ظلم و ستم ہوئے اٹکا بیان کرنا تنک کے برخلاف نہیں ہے و نہ
 جو ذلت و رسوائی و بی عزتی ظاہری کر بلا دشام و غیرہ میں ذریت رسول کی ہوئی اٹکا بیان
 کرنا تنک کے برخلاف ہو پھر حضرات اہل بیت ان و نافع کو کیوں اپنی کتب میں محذیر فرماتے ہیں۔
اقول یہ تو آپ اوس وقت فرماتے کہ اگر تم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت
 الزام دیتے ہوں۔ بیان واقعات تاریخی میں توجہ حالت ہوتی ہے نقل کیا جاتی ہے یہاں
 تو الزام یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جنگ و لڑائی کے آپ زبانی مدعی ہیں اپنی کتب
 دین ایمان میں امام معصوم کے زبانی فرماتے ہیں کہ امام معصوم نے فرض کر دیا کہ کج جان کی نسبت
 فرمایا اول فرج غضب منا کوئی باجیا اسکو جائز کہی گا خداوند کوئی مسلمان اسکو بخیر نہیں
 کہتا ہے۔ اول تو یہ امر واقع اور نفس الامر کے خلاف دوسری امام معصوم پر غش گوئی کی
 تہمت تیسری جگہ گروہ بتول کے دشمنی نسبت جہاںشت و فعل حرام کا الزام۔ تجویز ہے کہ آپ
 اسکو تنک کے برخلاف نہیں خیال فرماتے معلوم نہیں کہ تنک کس چیز کا نام رکھتا ہے
 معلوم ہوتا ہے کہ محرم میں نام بنام ہر ایک کے ذلت و رسوائی بیان کر کے وادیا کرنا نام و لاد
 رکھا ہے حالانکہ اگر کسی اونے شخص پر بھی کہی کوئی مصیبت و ذلت اسکو اہل کے نسبت پیش
 آتی ہے تو بعد اس کے کہی اسکا نام کبھی نہیں لیتا چاہے اسکا سالانہ ماتم کرے
 اور یہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہلیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہیں اور ہر سال انہی نام
 پر اہل میں اذکو ذلیل رسوا کرتے ہیں جس پر غیر مذہب کے لوگ بھی خند و زناں میں ہنسے الواقع
 یہ حضرات محب اہلیت نہیں بلکہ دشمن اہلیت ہوتی۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ
 محرم میں دارالمؤمنین لکھنؤ کے اندر خصوصاً حضرت مجتہد صاحب کے امام بارہ میں و شوہر
 کجاد سے بندہ واکر او نہر سیاہ پوش عورتیں سوار کیا جاتے ہیں اور وہ زمان اہلیت کے نقل ہوتی ہیں

انجیل مصیبن ان اذکثر لپٹ لپٹ کر دیتے چلائے تھے بین اور ایک ایک کا نام لیکر چھتھی میں بیٹھا
 ہیں غرض کیا کچھ طوفان بچے تیسری ہے جو دن نہیں ہوتا پس اس کا نام تنک ہے اور یہ کچھ
 دلاؤ محبت ہے۔ علاوہ ازین اہلسنت نے سواری بیان تاریخی حالات کے اور وہ بھی بقدر ضرورت
 نرم الفاظ میں عا شا کہ کہیں اہلبیت کے شانین کوئی فحش و شنیع لفظ لکھا ہو یا حرام کا الزام
 اہلبیت کے نسبت لگایا ہو یہ صرف کام دعویان دلاؤ تنک کا ہے پس قولہ ان تنک کے
 برخلاف یہ ہو کہ حضرت عباسؓ کو حضرت مجیبؓ اہلبیت میں قرار فرمایا یہ حضرت خلیفہ اول کے
 شان میں اعزک اللہ بظہر اک۔ فرماوین۔ اور یہ وہ خلیفہ رسول نام برحق ہیں اکثر افعال
 ملاحظہ فرمائی۔ **اقول** ای اہل خرد و انصاف مدارا ذرا تو ہماری اور ہماری فاضل محبت کے اس
 قول کو دیکھیں اور اس سے انکی منظرہ دانی بلکہ ہمہ دانی کا اندازہ کریں۔ اول تو خود ان الفاظ
 کی ترکیب لفظی ہے انکی غلط ہونے پر دال ہے لفظ بظہر اک کو ماقبل سے کچھ تعلق و ربط
 نہیں اور یہ کلام اس موجود عبارت میں ہے جو ہمارے محیبؓ نے نقل کی ہے اہل
 کتاب ہکو دستیاب نہیں ہوئی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے
 دوسری یہ کہ شاید یہ کلمہ اپنے کفر کجالت میں کہا ہو۔ تیسری یہ کہ ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت
 عباسؓ موصوم ہیں۔ اگر بالفرض وہ ہوں نے یہ کلمہ فرمایا ہو خطا کی۔ چوتھے یہ کہ اگر حضرت
 عباسؓ نے یہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اول کے خلیفہ۔ سول اور امام برحق ہونے میں کیا
 تفرق اور کیا نقصان۔ اسکو ہماری محیبؓ نے کسی دلیل سے ثابت تقریر کیا جو اس پر محبت
 کجائی یہاں اسقدر کافی ہے کہ یہ لفظ اگر حضرت عباسؓ سے صادر ہوا تو انکی خطا تھی
 تو یہ خلیفہ اول کی خلافت و امامت میں کیونکر قارح ہو سکتا ہے۔ پانچویں یہ تنک کے
 برخلاف نہیں۔ ان تنک کے برخلاف یہ ہے کہ حسب تصریح علما شیعہ جناب فاضل
 بضعتہ الرسول صاحب امیرؓ کی نسبت مانند جنین پر وہ نشین رحم و مانند خائیں درخانہ گرجتہ
 وغیرہ الفاظ شنیعہ فرماوین اور آپ انکو پیر یہی خلیفہ موصوم و محقا و کریں **قولہ** ہم ہی طرح

دریدہ و تہر نہیں کرتے بیاس شرم و حیا ترجمہ ہی نہیں کرتے مرث عبارت نقل کہی نہ رہا
 میں آب و کبہ میں ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں۔ اقول ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہنے تو آپ کے
 لفظ اسد کلمہ کی اور اگر اساتذہ کرام وغیرہ کی ہے جو واضح اور ناقص اس شخص اور حیا
 اور دریدہ دہنی کے ہیں۔ پہر یہ کہنا کہ ہم انکی طرح دریدہ دہن نہیں کرتے سر اسر بجا ہے بلکہ یہ
 کہنا چاہیے کہ ہم اپنے محدثین کی طرح دریدہ دہنے نہیں کرتے۔ جتنے تو مرث معنون روایت
 اپنی زبان میں ایسے الفاظ میں جو بہ نسبت اصل کے کنایتہ اور خوش سے خالی تھے نقل کیا اسکو آپ
 خواہ دریدہ دہنے سمجھیں یا خوش و حیا کی فرمائیں لیکن یاد رہی اگر یہ دریدہ دہنی
 اور خوش و حیا کی ہوگی تو جو آپ کے محدثین نے فرمایا وہ بہ نسبت اسکو چار چند دریں دہنی اور
 خوش و حیا کی ہوگی۔ ہکو دریدہ دہنی حضرات شیعہ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ وہ
 دہنی آپکا جزد نہ ہیں۔ چنانچہ کسی متاع نے کہا خوب کہا ہے **سید و شمام نہ ہوں** اگرچہ
 نہ سب معلوم و اہل مذہب معلوم خود آیت جو کچھ نقل فرمایا وہ باعتراف آپکا اس سے زیادہ شنیع
 جو ہننے نسل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنا خوش ہونی ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ ترجمہ
 کنایات میں کرتے شنیع رنغ ہو سکتی ہے تو آپ نے بہ نسبت ہماری زیادہ دریدہ دہنی
 فرمائی۔ اور یہ کہنا کہ ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں بالکل غلط ہے کیونکہ باقرار آپ کے جب آپ نے
 ما وجود فارسی خان ہونے کے سمجھ لیا تو اسکو سمجھنے والی خبر اڑا آدمی بکلیت کے ایسے لوبا تو شنیع
 اسکی شناع رنغ نہیں ہو سکتی اور نہ آپ دریدہ دہنی اور خوش و حیا کی کے الزام سے
 محفوظ رہ سکتے ہیں **قول** اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرتا ہی ہم تہذیب کے خلاف نہیں ہیں
 مگر چونکہ آیت لفظ ستر نگاہ وغیرہ بلکہ جواب چاہا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ دیا بس برہمکو ہی یہ
 عبارت نقل کرنے پڑی۔ اقول ہماری طرزی ہی یہ ہی عذر قبول فرما لیجئے اور بھی
 کہ ہم ہی ایسی عبارت کے لکھنے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں ایسا سطر ہے ترجمہ لفظ کنایہ
 پس کیا ہوتا اگرچہ چونکہ آپ کے محدثین نے لفظ شنیع فرج لکھا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ دیا مجبور ہو کر

الزامہ حدیث نقل کرنے پر ہی قولہ اب آپ موازنہ فرمادین کہ لفظ فرج شیعہ پر بالظہر ایک
 اقول اسی حضرت تاخرین اوراق اس آخر کے جلد میں حضرت مجتبیٰ جو تہذیب شیعہ کی
 کار فرمایا کیا اس کا نام تہذیب ہے کیا ہماری محیب اس وقت اذا خاصہ فرج کے مصداق
 نہیں ہے اگر ہماری تہذیب سے کوئی ایسا لفظ نکلیا گیا تو ہم کو یہی معذرت سمجھ کر لائے **الْحَمْدُ لِلَّهِ**
بِالسَّوْمِ مِنَ الْقَوْلِ کا حکم کہ مصداق قرار دینا پس اس سے زیادہ اس کو جواب میں ہم کہ نہیں
 عرض کر سکتے کہ ہم اس موازنہ کی نوبت یہاں کیونکر پہنچ سکتے ہیں اور لفظ منہج اور بطراک
 میں کیونکر موازنہ کر سکتے ہیں چنانچہ یہ نزدیکی متفقہ حرام ہے مگر ان لفظ فرج اور بطراک
 میں اپنے خود ہی موازنہ کیا ہوگا کیونکہ حسب تصریح آپ کا امام سید ہم باقر مجلسی کے حق یقین
 میں لف حریر میں حرمت احتمالی ہے حق یقین کے صفحہ ۳۲۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے
 وحرمت وظی محارم بالف ذکر بحریر بنا بر احتمالی بلکہ عدم قول بحریر مطلق اور اس میں آپ کا علامہ مجلسی
 صاحب نے جن احتمالی پر حرمت کو ثابت قرار دیا ہے اس کو آپ ہی خوب سمجھتی ہوگی کہ جب نہیں کہ
 یہ حرمت بسبب کمال جائے حریر کے ذکر سے ہو یا بسبب رقیق ہونے کی ترے کے احتمال
 واصل حرارت فرج بسوی ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علوق کے وجہ یہ حرمت ہو۔ بہر کیف
 یہ حرمت کچھ قطعی نہیں بلکہ صرف احتمالی ہے جس کو رعایت علی الخصوص وقت رفع احتمالات
 ضروری ہوئی تو موازنہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ استغفر اللہ ربی واثوب الیہ۔ اچھا ہے علی حکم
 نقیل کی اور لفظ فرج اور بطراک کو میزان کیا۔ بیشک لفظ بطراک شیعہ اور قبیل ہے لیکن
 اس سے آپ کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک تو لفظ شیعہ و فتنہ امام معصوم کی زبان سے
 بحق زمان البیت صادر ہوا اور ایک لفظ شیعہ غیر معصوم کے زبان سے کسی شخص کے
 نسبت جو خارج البیت سے ہو سکے بلکہ برداریات شیعہ کے ناقص الایمان و ولد الزنا سے بحق کسی
 منافق دشمن البیت بلکہ دشمن دین اسلام کے صادر ہو۔ اگرچہ یہ لفظ فی حد ذاته زیادہ شیعہ ہو
 لیکن ال نزد سمجھ سکتی ہیں کہ کونسا لفظ سرود و نوحون پر زیادہ شیعہ منہج ہوگا **قوله**

تہذیب تہذیب حریر کا احوال

اور نیز وہ ان نکاح باکرہ سرا ہے اور بیعت نام ملاحظہ فرمائی کہ کس موقع پر کہا گیا ہے اقول
 اگر یہ نکاح ناجائز و حرام تھا جیسا کہ روایات متعدّد سے ثابت ہوتا ہے تو اسکی قباحت و تساعت
 کسی شخص پر اہل اسلام سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر یہ نکاح جائز اور حلال تھا تو اور یہی زیادہ قبیح
 و تنبیہ ان الفاظ میں اور اگر ناہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے بہرہ میں اور کرنا اور حرام ہی وہ حرام
 جو امر مجہول اور غرض ہو غایت درجہ قباحت و شامت بن ہوگا آپ کو یہی شاید معلوم ہوگا
 کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا کفر ہے کہ مستلزم انکار قطعیات ہے۔ پس اس سے زیادہ وار کیا
 قباحت و تساعت ہوگی کہ بہرہ بیان المہیت اللہ کی جناب میں علو و غرض گوئی اور مجہول کی
 کلمہ کفر کا حد درجہ امّہ معصومین کی طرف نسبت فرماتے ہیں۔ پس وللاہ و تمسک ایک نام نہ
 بہلا یہ وللاہ و تمسک اہانت سم کہ ہو سکتا ہے۔ اعاننا اللہ من ذلک۔ اور اب اس موقع پر
 جو آپ الزام فرماتے ہیں ہکو ویکہ کی ضرورت نہ رہی۔ اور اسکی نقل میں خود جناب نے پہلوئی لکھی
 فرمایا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ چند ان موافق دمانہ تھا یا یہ کہ آپ نے ہی نقل کیا ہوگا اور میں
 کچھ نہ ہوگا آپ نے محض اپنی ظن و تخمین سے موقع کا بے موقع ذکر کر دیا اور آپ کو یہی خبر نہ ہوئی کہ یہ لفظ
 کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اس موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت کہتے تو ہم پہلے لکھتے
 قال الفاضل المحیب قولہ کیا تمسک ایک نام ہے کہ جیانی و جیفانی اور انکی جناب
 پاک (حاشا بنابرین ذلک) کی طرف نسبت کریں۔ اقول۔ شاید یہی ہی قول ہو کہ کہا گیا
 معہذا چونکہ اسکی تفصیل کچھ نہیں لکھی ہم بھی جواب نہیں دیتے اور قول سابق کا جواب گد چکا
 یقول العبد الفقیر الی مولاه لکن یہ مکرر نہیں ہے بلکہ تمیم بود تمیس ہے
 اب کو کیا خبر جو اپنے چند کتاب میں سافرہ کے ملاحظہ فرمائی اور وہ یہی اپنے علماء کی۔ آپ
 اور نہیں تو اپنے مولائی مجلس کے ہی کیا میں ملاحظہ فرمائی اور ان مواقع میں حیا و خفا کی
 ظلم و ستم اور المہیت کی ظلم و ستم بیان فرماتے ہیں کیا کچھ عجیب اتنی اور جیفانی اور انکی
 و شواہد طرف نسبت نہیں کرتے ہماری زبان و ستم میں اسکی تفصیل کی طاقت نہیں اسکی

تفصیل لکھو آپ کے علماء کی تصانیف اگر آپ چاہیں تو لے سکتے ہیں۔ قال الفاضل المحجیب
 قولہ کیا شک ہے یہ حق ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام جو حضور اہلبیت کو
 معاذ اللہ و لدانہ اور ناقص الایمان اور دین دنیا و آخرت میں اذکوانہ اکہمین چنانچہ آیات بیانات
 مولوی ہمدی علی صاحب سلمہ نے کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت فرمایا ہے و علیہذا القیاس
 اقول۔ آپ کے مولوی ہمدی صاحب نہایت ہی علم و دیانت والے ہیں چنانچہ آپ کے قول
 آیتہ میں انکا یہ مسلم ترین آپ کو ہی سلوم ہو جائیگا۔ آنحضرت سے نہایت ہی تعجب ہو
 کہ باوجود ادعای علم و فضل و تحقیق ایسی روایتیں نقل کرتے ہیں اگر ایسی روایتیں ہوں یہی تب
 بھی چونکہ ہمارا مذہب انہیں اور کسی سے حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح نہیں کی ہم پر یہ
 اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کر چکے
 ہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ یقول النبی الفقیر لے مولانا العنہ
 دانش دان اور گار کو صلاہ عام ہے کہ ہماری فاضل محجیب کی خوبی اور ثنات کو ملاحظہ
 فرمادین اور آپ کی کمال علمی اور خبر کو دیکھیں۔ ہما وسمین بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ ان آیات کے
 وجود میں۔ اگر اگر در شک تردد کے کیا سمجھتے اگر یہ روایات ہیں تو شک کیا اور نہیں میں توصی
 کہنا چاہیے کہ اہلسنت کا افتراء ہے جب آپ ایسی مناظر و متحیر ہو کر شک و تردد فرمائیں تو لبہ
 موجب تعجب اور فرید حیرت ہے شاید عوام متشیعین سے اسکا افتراء نظر ہے۔ دوسری یہ
 جو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح کسی نے نہیں کی یہ بھی غلط ہے
 قطع نظر اوس سے کہ جو الزامات بہ نسبت دشمنان جناب بقیہ اہل رسول اللہ علیہ السلام روایات
 علماء شیعہ سے بیان ہو چکے ہیں اور سننی آپ کے قاضی صاحب شوستر می مجلس المومنین دین
 نمبر ۹ پر فرماتے ہیں۔ در کتاب کامل بیانی از امام محمد باقر روایت نموده کہ حضرت امیر
 در ایامی کہ خلافت اور دست غاصبان بود و انما لفتہ طلحہ لوکان حمزۃ و جعفر حسین
 ماطمع فیہما ابوبکر و لکن ابتلیت بحلیفین جافین عقیل و العباس۔ اب تو آپ کو بالتصریح

جرح و تشحیح کا یقین ہوا اچھا اور پیچھے اسی کتاب مجالس میں ایک دفعہ جو میرے عبارت
 لکھی تھی در کتاب استیجاب وغیرہ ان مطبوعات کو چون کہ مسرین منطاب ہیئت ترویج خلافت
 فاسد خود ترویج اہم حکومت و ختم حضرت امیر نمود۔ اور اسکی نقل ہم بھی ادا کر آئی میں اس کے
 ان میں نہ کو بہت دغا ہوا اس میں دکانست لفظوں و امثال کثیر میرے عباس نامہ دیگر بار انسانی
 خود راسخ و محبت و انکسار میں نہت۔ اس ایت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عباسؓ
 جناب امیر کے تحت جگہ کو صرف اپنے طبع نفسانی کے وجہ سے کہ باوجود از نرم و ستایہ
 منصب اہل سے جانا رہتا ہے بزم ستیہ مرگروہ نوا صبیحہ ادا ای الہییت کے حوالہ کر دیا کہ جس
 وہ جلال ہے اسید اسطو جناب امیر عباس کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھتی تھی بلکہ
 انکی محبت نفاق آمیز ہے اور شاید عجیب نہیں کہ عباس نے جناب امیر سے اس تہلیل توہین کا
 عوض لیا ہو کہ جو ابوطالب وغیرہ نے اپنی باپ سے عباس کے بارہ میں جھگڑ کر کے کہا تھا
 کہ میرے ہمارے اہل ہم سے کہیں کی پاری والدہ کے لونڈی سے تو نے بے اجازت غارت کی ہے آخر
 یہی منہاس قرین کس اس امر پر فیصلہ دیا کہ جس مجلس میں ابوطالب وغیرہ عبد اللہ کے بیٹی
 موجود تھے عباس کو وہاں بار نہ لی اور اس پر ابوطالب وغیرہ نے اپنی باپ سے ایک عہد
 لکھ دیا چنانچہ اب تک ان کے پاس محفوظ و محفوظ تھا آتا ہے تو جب عباس کو وہاں سے
 ذلیل و خوار کیا عباس نے اسکا عرض بیان کر لیا۔ میری یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ
 لازم نہیں ہے اور بارہ مذہب نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جبکہ ہڈا سے بھی
 وقوف ہوگا کہ یہ لگے گا۔ یہ آپکی خوب توجیہ غائب آئی کہ جب گجراتہ قرار جات ہے سہ سہ
 دکھا جہت فرما دیا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے۔ لیکن اگر آپ یہ خیال فرماتے
 کہ یہی خرافات سے شکر اللہ کی جنات پائین سے پر حال ہے انہوں نے آپ ایسی الزام کی نصیحت
 ہو اس ہاتھ پائی کہ آپ مذہب کو بھی پھول گئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب
 مذہب کا اطلاق تشریحات پر ہوتا ہے اور یہ وعدہ شخص و حکایات میں ہے جو حال و احوال کی

کر رہا ہے اسکو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہ روایت صحیح ثابت ہے
 کہ جو عباس کے ولادت کے بابت حضرات شیعہ روایت کرتے ہیں تو یہ قطعہ مطابق واقع کے ہوا
 اور سزاؤ اللہ ولد الزنا ہونا عباس کا اپنی روایت سے ثابت ہو گیا خواہ آپ مذہب سبھیں یا نہ
 سبھیں ہیں محتالہ اگر یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے اسے لغو و بیہودہ ہے
 نہیں بلکہ غیر مفید ہے۔ اگر آپ امور واقعہ کو اپنا مذہب قرار دیں تو اس میں کچھ کمی کیا
 لیکن الزام تو امور واقعہ سے دیا جا دیکھا قولہ اور بعد حضرت عباس ہماری نزدیک
 معصوم نہیں **اقول** بندہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تم کہتے ہو معنی میں کہ حضرت
 عباس علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں اور اسکا یہ جواب بنا دیا
 کہ حضرت عباس ہماری نزدیک معصوم نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ اپنے اعتراض کو تسلیم کیا
 اور آپ کے نزدیک حضرت عباس سزاؤ اللہ ولد الزنا ہیں جو آپ کو مذہب میں نجس العین ہے اور کبھی جنت
 میں داخل ہوگا اور ناقص الایمان ہیں۔ پس سبحان اللہ اہلبیت بنوی کے ساتھ تسک اور حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم کے ایاد کا آداب یہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم صلوہ
 اور لقیہ آباؤ فرما دیں اور اسکو آپ ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں پس دلائل ہدایت اور سلام
 آپ پر ختم ہو چکا۔ **قولہ** سبحان اللہ آپ کو بڑا آداب آباؤ رسول اللہ کا ہے آپ کو ایسا امور سے
 شرم چاہیے۔ **اقول** ہاں جو حدیث یہ آباؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آداب ہے
 وہ ہماری روایات مذہب سے واضح ہے کہ مخالفین بھی ہماری مذہب کے کوئی حق نہ کر سکیں لیکن
 بڑا آداب آباؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت شیعہ کو ہے کہ آپ کو حج کو معاذ اللہ توبہ
 ولد الزنا اور ناقص الایمان فرما دیں اور شرم و حیا کو داخل ندین دنیا و آخرت میں اندھا کہیں اور تو
 خدا و رسول سے نہ شرادین پہر اولی الزام ہو کہ وہ دین اور فرما دیں کہ آپ کو ایسا امور سے شرم چاہی
 اپنے علماء و محدثین جو آپ کو مذہب کے ستون ہیں انکو فرمایا ہے کہ آپ کو ایسے امور سے شرم
 و حیا چاہی اور ہم نے تو مثل شہور نقل کفر کفر بنا شد۔ الزام نقل کر دیا۔ پہر اپنی ہی چیزوں

یہ حدیث حضرت عباس سے روایت کی گئی ہے

سابق میں اپنے اساطین کے اقتدار فرما کر دین و ایمان شرم و حیا کو خیر باد کہہ کر حضرت عباسؓ کی نسبت اس خبیث کو تسلیم کر لیا۔ با اینہم حیا و شرم کے لیے ہلکے کہا جاتا ہے کہ انکو ایسے امور سے شرم چاہیے گویا جو ہلکے کی حدت میں عرض کرنا چاہی تھا واپنی کیا یہی کیا قیاس و فہم سے کفر کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ علامہ سیوطی کا خدا بہلا کر سے حکم بدولت آپ ہی ہمارے سادھی ان میں کرنے والے ہو گئے۔ **اقول** خدا کے لہجہ کوئی ہماری فاضل محبت کے خلیجی حواس دیکھو۔ کیون حضرت کیا حال ہے یہ جعفر زلی کے جملات اور امیر خسرو کے اعلیٰ کیون صابر ہونے لگے ان جملوں کا بھننے بیٹھنا میت پر خوش گفتار سعدی و وزیر لکھا۔ **الایا ایہا السافی** اور کاسا دنا دہا۔ کیا کفر کہا گیا فسق کہا علامہ سیوطی کجا انکی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا۔ ہوس میں یہی سبب بندہ کی ایک ہی تیر میں اور وہ یہی وہ ہے جو صرف آپ کو شکر اچھا میں کہتے ہیں کے لیے بنزلہ جال کے تھی ایسی ہوس حواس حضرت ہوئی ایک ہی شکر نہ سہہ سکر پیر اور یہ ہوس و خودی اور یہ دعویٰ۔ **قولہ** رما ولد الزنا کا اعتراض سو یہ یہی ہمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ مذہب کے سلامت پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز زنا نہیں جاسا و کا کیونکہ شوہر کو اپنی نوجو کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر بقدرت بالوطی و بھرہ جائز ہے کما و مراد سے حدیث المعصومین و مراد شیخ الطائف نے التملییب۔ آپ کے میر محمدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کثیر زادگی کی روایت توبہ روزی لکھی اور حدیث تہذیب کا ذکر تک کیا۔ دیانت کے یہی معنی ہیں کثیر زادہ ہونا کچھ نہیں۔ **اقول** اسے ہاں علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر و قول کو ملاحظہ فرما دین باوجود آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سے لاجواب ہو کر کمال کلوچ پر جو شیوہ بازار بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کر کے سب و شتم پر اور تفرق۔ اسکی جواب میں ہم بجز کبر و سکوت کے کچھ نہیں کہہ سکتے ان تمام صورتوں میں کہ اگر یہ اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل ستر من اور بانی اعتراض آپ کے علماء اکابر ہیں

حضرت عباسؓ کی نسبت یہ لکھا گیا ہے کہ ان کے علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر و قول کو ملاحظہ فرما دین باوجود آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سے لاجواب ہو کر کمال کلوچ پر جو شیوہ بازار بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کر کے سب و شتم پر اور تفرق۔ اسکی جواب میں ہم بجز کبر و سکوت کے کچھ نہیں کہہ سکتے ان تمام صورتوں میں کہ اگر یہ اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل ستر من اور بانی اعتراض آپ کے علماء اکابر ہیں

جنہوں نے کمال شباشت اپنی کتب دین و ایمان میں اس کفر کو نقل کیا ہے پس آپ انکو
 جو کچھ چاہی سبھی اور جن القاب سے چاہی عقب کیجئے۔ آپ کو اختیار ہے ہم کچھ نہیں کہتے
 ہم تو محض ناقل ہیں۔ آپ نے خیال کیا تھا کہ میرے چالاکیوں کو کون سمجھکا اسلیئے ہم نے
 متنبہ کر دیا اگر پھر ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر واضح جائیگا کہ ہم اس باب میں ہی
 کیا کچھ ہیں۔ گو آپ اپنے دعوے میں ہم سے باعتبار مشہور و قدیم کہ اس باب میں بڑی بڑی ہوں
 اگر آپ کو اس لفظ سے یہ مقصود تھا۔ تو یوں لکھتے (رحمۃ اللہ علیہ) ولد الزنا ہونے کا اثر اس
 پیشتر ہی آپ نے ایک جگہ اپنی اس چالاکي کا استعمال فرمایا۔ مگر ہم نے وہ ان اجمالی جواب پر
 مال دیا اور مقام نہیں لیا۔ لیکن آجکے آپ کو خبردار کرنا ضرور ہوا تاکہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری
 چالاکي کوئی نہیں سمجھتا۔ بعد اسکے ہم اصل روایت کلینی کو منتهی الکلام سے نقل کر کے اس ترجمہ
 کو زیر زیر کر کے۔ ابو جعفر کلینی بسند معتبر روایت کر دہ است از امام صادق علیہ السلام کہ تنبیہ
 ماورئیناس نیز ماورئین بن عبد المطلب ابو طالب و عبد اللہ ابو عبد المطلب ابو مقاربہ بن عبد
 عباس ابو ہریرہ بن عبد المطلب و غیرہ کہ در این کیس از ماورئین یا میراث رسیدہ است تو فوراً
 او را بمقاربہ کر و دین فرزند کی کہ بہر سیدہ است بندہ ماست پس عبد المطلب کا برقریش
 بشاعت بر نزد دی فرستاد تا آنکہ زیر بر لاضی شد کہ دست از عباس بردار و بشیر طبعیکہ نامہ نوشتہ شود
 کہ عباس فرزند ان او و مجلس کہ ماورئینان باشند در مجلس نشینند و در سبج امری با ما
 شریک نشوند و چند نمبر تہذیب میں مضمون نامہ نوشتند و اکابر قریش جہز کردند و این نامہ نزد ام
 علیہم السلام بودہ است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ دایرے جواب داد و دین علی
 عباسی ظاہر گردانید۔ ظاہر ہے کہ روایت کلینی کی سچاویں شہادت ملای مجلسی بسند معتبر
 مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہیں باقی رہی ہوگی تا دلائل و توجہ سوا اسکی
 کیفیت یہ ہے کہ اس روایت سچ نہ فوائد حاصل ہوئے۔ اول تو یہ کہ عباس نفس لہذا
 زوہد عبد المطلب کے پٹے پر ہے۔ دوسری یہ کہ زیر بن عبد المطلب نے وغیرہ کیا کہ یہ لٹدی ہے

ہمارا غلام ہے۔ کیونکہ ہمارے والدہ کی میراث سے ملو ملا ہے۔ تیسری یہ کہ اس لونڈی کے لئے
 یہ ان اجازت اس کے لئے دودہ کے مقابرت کی تھی جو صریح زنا ہے اس سے یہ پیدا ہوا چوتھی
 جبہ مطلب ہے ان دعویٰ کی نسبت انکار نہیں کیا کہ مینی مقابرت بلا اجازت نہیں کی بنی بلکہ یہاں
 مقابرت کے دوسرے بچہ غلام نہیں ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس کے اکابر قریش کے شفاعت کر کے
 ریسر کو راضی کیا جو صریح دلیل اس امر کی ہے کہ عبدالمطلب نے زبیر کے دودہ کو تسلیم کر لیا تھا
 یا تحوین زبیر نے اپنی رضا کے وقت یہ شرطین کی کہ اس شرط پرین اسکی غلامی سے اس وقت
 برتا ہوں۔ کہ یہ اور اسکی اولاد ہمارے اور ہماری اولاد کے ساتھ جس مجلس میں ہم بیٹھیں بیٹھی
 اور اس میں ہمارا شریک ہو اور حصہ نہ لے اور یہ سب شرطیں جب عبدالمطلب نے قبول تسلیم کی
 جو بدلتہ نسبت مدعا ہے۔ چوتھی یہ کہ ان شرط کی بابت ایک دستاویز لکھ کر گئی اور اکابر قریش کے
 اوپر مہر بن ہوئی اور وہ دستاویز ان کے پاس موجود بلکہ امام صادق نے داؤد بن علی عباسی کے
 جواب کے لیکر اسکو ظاہر فرمایا تھا۔ فاضل مجیب نے اس روایت کی توجہ یہ فرمائی کہ اعتراض
 مسلمات نہ سب پر ہوتا ہے اور دلیل روایت کا دلیلی بجا رہی الزوج ہے جو ہماری مذہب میں
 ہر زمانہ نہیں کیونکہ زوج کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جوری ملک کا است
 میں تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطایفہ نے التہذیب اس پر وال جو لیکن
 یہ تاویل سے محال ہے۔ اول یہ کہ اگر یہ دلیلی جائز تھی تو زبیر کا دعویٰ کو تا
 کہ مقابرت بلا اذن واقع ہوئی۔ اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبدالمطلب کا اسکو تسلیم کرنا
 اور یسارٹس کا برقریش زبیر کو راضی کرنا اور عہد نامہ لکھنا کہ عباس اور اسکی اولاد ہمارے مجلس میں
 برابر بیٹھی جو صریح غلام ہونے اور ولد الزنا ہونے کی تسلیم ہے یوح اور خرافات ہوگا۔ جب
 عبدالمطلب نے اس عہد کو تسلیم کر لیا تو گویا عباس کے غلام ہو گئے تو تسلیم کیا اور غلام ہونے کے
 بجز اسکو کوئی صورت نہیں کہ دلیلی حرام ہو۔ کیونکہ دلیلی حلال ہوتی تو ولد حرام ہوتا چنانچہ اہل کتاب
 فقہ میں صریح ہے۔ تو یہ کہنا کہ یہ دلیلی جائز اور حلال تھی سر اسر غلط اور یہود کے انسا اور کفار کے

کہ اصل ولایت کے مطلب ہی کو نہیں سمجھا۔ دوسری یہ کہ یہ سراسر غلط اور خلاف مذہب و محکوم و جہ
 جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے۔ کیونکہ بروی مذہب حلال ہونا جاریہ کا
 تین قسم میں منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھ مخصوص ہے دوسری
 کنیز کا مالک ہونا تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لیے مباح و حلال کرنا اس وقت جاری
 پاس جامع عیاضی ہے، اس سے مخصوص نقل کرتے ہیں مطلب دوم در بیان نکاح کنیز و ان
 برسہ مست۔ قسم اول عقد و ان مخصوص کنیز غیر مست۔ قسم دوم مالک سدا کنیز۔ قسم سوم اجازت
 و تحلیس و ان جنہیں مست کہ شخصی بدگیری دخول کردن حلال کند و این قسم از خواص فرقہ
 تاجیہ اثنا عشریہ مست اور اسکو آخرین لکھا ہے۔ و فرزندیکہ ازین کنیز ہم رسد اگر پدر او آزاد باشد
 و صاحب کنیز شرط نکودہ باشد کہ فرزند او بندہ باشد از اوست۔ اب ہم دیکھیں کہ تفسیر مادر
 عباس میں یہ تینوں امر مفقود ہیں۔ نہ عبد المطلب کے ملک تہی نہ عقد نکاح واقع ہوا نہ مالک کے لئے
 اجازت دی چنانچہ صریح زیر لے لکھا کہ تو بے اجازت او بادستار بت کر دے پس ہمارے داخل
 مجیب کا یہ کہنا کہ جاری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہے سراسر غلط ہوا کیونکہ مملوکات
 غیر کے حلت بجز عقد یا تحلیس کے نہیں ہو سکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ۔ مان سن لایحضری
 روایت سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کو مال پر یہ ولایت ہے کہ بدون اس کے
 اجازت کے زوجہ کو اوس میں تصرف جائز نہیں نہ یہ کہ زوج کو اوس میں مالکانہ تصرف جائز ہو
 یہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ سن لایحضری کے باب عن الزوج علی المرأة میں ہے و ذکر
 الحسن بن محبوب عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
 لیس المرأة مع زوجها امر فی عتق ولا صدقة ولا نذیر ولا ہبة ولا نذر فی مالھا
 الا باذن زوجها الا فی حج او زکوۃ او بر والذیہا او صدقہا یا ما تہا اور اس قدر ولایت حاصل ہونا
 امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ عورت کو دون اجازت اپنی شوہر کی سامنی اپنے مال میں عتق میں اور صدقہ میں اور
 تبرک میں اور برہ میں اور نذر میں اختیار نہیں۔ مان مگر حج یا زکوۃ یا اپنے والدین کے ساتھ سلوک یا اپنے اہل قرابت
 کے ساتھ صلہ رحمی میں (اختیار ہے) ۱۲۔

اور اس سے اور تصرف مالکانہ دوسرا امر ہے۔ چوتھی یہ کہ بالفرض اگر یہ مسئلہ مذہب ہو اور اہل ہیکہ
 نزدیک منبر سہاگیا ہوتا ہم غلط اور خلاف لغو منقطع کے ہے۔ کیونکہ خداوند کریم جل جلالہ
 اپنی کتاب مجید میں درجہ ارشاد فرمایا۔ جسکے حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی فوج کے مخالف
 کرتے ہیں یا سوای اپنے ازواج اور اپنے مملوکان کے در فلاح یافتہ اور قابل مدح میں اور جو
 سوا اس کے کوئی محل طلب کریں پس وہی میں حدت بجا مذکرتے والے آیات سورہ مومن
 اور سورہ معارج میں مذکور ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وحی سوا حق اپنی ازواج یا اپنی جواری
 مملوکان کے حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جواری مملوکان کے اپنی مملوکان نہیں ہیں نہ اپنی زنا
 ہیں پس جو شخص اس محل طلب کرے وہ حد محال سے بجا در ہے اور داخل حد ہے۔ فمن ابتغى
ذلك فاولئك هم الفاحشون۔ ہے۔ پھر عبد المطلب کی طبعی حسب ارشاد خداوندی حد
 حلال سرتجا و نہ ہونی اور حرام واقع ہونی پھر جو اس سے ولد پیدا ہوگا اور کو دیکھا جائے گی کہ گناہ
 شاید فاضل محیب اسکا یہ جواب دین کہ یہ آیات ہمارا مذہب نہیں۔ بلکہ لازم مذہب ہے اور ہم
 مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چوتھی یہ کہ اگر سننے الواقع روایت تہذیب میں ایسے مومن دی
 اور غالباً ہوگا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اس مرفوع پر اسکو نقل فرماتے۔ جب مومن ہندھی
 سہ پر بابت عدم ذکر روایت کے اعتراض کرتے ہیں اور خود بھی اسکو نقل نہیں فرماتے تو معلوم
 ہوتا ہے شاید یہ زبانی یا قلمی ہیں۔ تو یہاں فاضل محیب اپنا قاعدہ کیوں پرکھ گئی ہم بھی کہتے
 ہیں کہ دلیل روایت تہذیب کا آیکا مذہب نہیں ہے بلکہ لازم مذہب ہے آپ پہلے اسکا مذہب
 ہونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپ کی کو کیا حقیقت ہے اگر آپ کو طای مجلسی مذہب
 مرد طعی ہوا اور اس ناختم ہو کر حدیث کی معتبت اور عزت ثابت کرنے لگی۔ حالانکہ خود ہی اس
 حدیث کے سلسلہ کو سند معتبر فرماتے تھے آپ فرماتے ہیں۔ این حدیث بیاض است
و چون عبد المطلب از او عیار بود نباید که از وی حرامی صادر شدہ باشد پس محمل کہ عبد المطلب
اسکے ساتھ ہوئے نہیں۔ یہی حد سے گزرتے والے ہیں۔

بولایت فتویم پر خود نموده یا شد یا اور زبیر کثیر یا بخشد یا شد در زبیر از حج بڑا ہے
 و علی اسی حال خطا زبیر را و ان آسان تر است از نسبت دادن بعد المطلب۔ انتہی۔ آپ کو
 مولائی مجلسی نے اتنا حیا کو کار فرمایا کہ وہ احتمال جو جناب سامی نے خلاف مذہب خود بیان کیا
 کہ مطلق مذہکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہیں ذکر فرمایا بلکہ وہ احتمال
 ذکر فرمایا کہ محتمل ہے کہ بواسطہ اپنی ولایت کے اس لونڈی کو بطور قیمت کے لیکر تصرف کیا ہو
 یا اور زبیر نے اس کو بخشید یا ہو۔ اور وہ روایت جو حکیم عینی نے اور پند کو کر آئی ہیں صریح اس کے
 مذہب ہی کیا معنی اگر ایسا معاملہ ہوتا تو بعد المطلب کیونچہ رہتے اور کیون زبیر کے دعویٰ کے
 تردید میں اس کو پیش نہ کرتے اور کیون ادنیٰ شرائط کو جو عباس کی غلامی اور ان کو ولد الزنا ہونے پر
 ولایت کرتے ہیں تسلیم کر لیتے کوئی شخص جس کو توڑی سی ہی غیرت ہو وہ اپنی اولاد کی ادائے
 تہلیل و تحقیر ہو چہ نہیں چاہتا اور نہیں ہوا کہہ سکتا۔ چہ جائیکہ عبد المطلب جیسا شریف و عالی مرتبہ
 ایسی خواری کو اپنی اولاد کر کے اس کو تسلیم کر لے۔ رہا غزابت حدیث کا دعویٰ سو یہ بالکل لغو ہے
 کیونکہ باجماع محدثین و اخباریین روایات حکیم عینی کی قطعی الصدور ہیں اور اصولاً و فروعاً ان کو مستلزم
 کیا جاتا ہے۔ پس اس کی غزابت کا حکم محض تنگم ہی اور دعویٰ وصایت عبد المطلب یہ اور بھی
 بوجہ بروج ہے۔ افسوس کہ وصایت کے اطلاق ابنا عبد المطلب کو نہ ہوئی۔ اگر زبیر کو اپنی باپ
 کی وصایت خبر نہ ہوتی تو خبر چند ان استبعاد نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ ابو طالب کبھی جو جی صحتاً اور عہدہ
 کو بھی خبر نہ ہوئی۔ ورنہ ضرور زبیر کو اس کے دعویٰ سے روکتے اور عبد المطلب کے اکابر قریش کے
 پاس شفاعت کے لیے فرزند از جہنم بھیجتے۔ در بدر و خوار و ذلیل مونسے کی نوبت نہ آتی۔ پس روایت
 تمام توجہات کے قاطع اور تمام تاویلات و تفسیلات کے صحیح کن ہے قطع نظر اس سے اگر بالفرض
 یہ روایت آپ کو امام ثقہ الاسلام حکیم عینی یا ان کو اساتذہ کرام کا مذہب و اقترا ہو یا بضر من محال حسب
 دعویٰ علای مجلسی اور زبیر نے اپنی لونڈی اپنے زوج کو بخش دی تھی یا بیساح کر دی تھی یا
 عبد المطلب نے بولایت خود اپنی اوپر اس کی قیمت کر لی تھی یا حسب دعویٰ حبیب مطلقاً

[illegible]

نہ ہست دہر دشمن است شیطان درو شریک است۔ علاوہ انکو اور بہت اس قسم کے روایات ہیں جو اس مدعا پر دلالت ہیں جنکو نسبت حسب تصریح خاتم المتکلمین اکابر ائمہ نے شہرت بلکہ قوت کا دعویٰ کیا ہے پس ان احادیث کی صریح ثابت ہوا جو شخص جناب علیہ السلام کی محبت کیلئے بہرہ ہے اور بغض الہییت ہے ولد الحرام اور لطفہ شیطان ہے اب ہم اصول شیعہ پر بغض الہییت ہونا عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرتے ہیں۔ اول قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں درباب غضب ام کلثوم صریح مسلمہ حق تلفی اور اس غضب میں معاونت خلیفہ ثانی کے ساتھ عباس کی طرف نسبت ہوا اور ان میں لکھی ہیں۔ کہ ظاہر ابواسمہ دعات فضولی و امثال ان حضرت امیر عباس را مذکور یار ان ذوالی خود را سخ در محبت و اخلاص نیست و ہذا چنانکہ سابقا در احوال سید شہنازہ کو رشداً حضرت علیہ السلام از عباس عقیب بخلدین جافین اور تعمیر فرمودہ اند۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص بیعت الہییت بنوی ترک کرے اور اہل جوہر کی طرف مائل ہو اور غضب ام کلثوم میں غاصب ہو گا شریک اور معاون ہو اور اسکی ناصبت اعداوت الہییت میں کیا تاکہ ہم پس اسکی ولادت کے بارے میں حضرات شیعہ جو کچھ فرمادی ہیں ہم سابق میں نقل کر آئی ہیں دوسری روایت ثقہ الاسلام کے ہے جسکا ترجمہ حیات القلوب میں کیا ہے اسکو ہم نے تکلیف سے نقل کرتے ہیں۔ سہرہ از حضرت امام محمد باقر العلوم پر سید کہی بود کہ حضرت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو بکر عیسیٰ سافقان مغلوب گردید۔ حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ بائد بود و جعفر حمزہ کو در غایت یقین و از سابقین اولین بودند بجا کہ بقا رحلت کردہ بودند و دوسر وضعیف البقین و اہل النہارہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشا از در جنگ بدر امیر کردند و آلاؤ کو ذہان جنین قوی نمودار و بچہ سو گند کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر نہ بودند در ان فتنہ ابو بکر و عمر را ہی نہ کہ حق امیر المؤمنین و غضب کنند و لکہ بھی ہو کہ دند اسبختہ ایشا از ای شتہ۔ انہی اس روایت

و نسخ ہے کہ عباس عقلی ملحق نفس امارہ دینا وہی طبع کے وجہ سے سفار کو کا سہ لیونین
 شریک ہوئی سیواسطی جناب امیر نے اوکا و محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھا اور بعد وفات
 جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپ سے خدافت بیعت کرنا چاہا تو ادھر سے تبا
 لکھا اور بیعت قبول نہ کی۔ پس واضح ہو کہ یہ تمام اوصاف مغذیہ جو حضرت عباس عم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنوانیہ کے نسبت جنکی نسبت آپ نقیۃ آبائی فرما دین اور
 فرما دین کہ عباس کے ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہ ہے اور اسکی تعظیم
 و توقیر کر دیا کی جاتی ہیں آپکی نسبت و عداوت الہییت نبوت پر واضح دلیل اور
 جب نسب و عداوت ثابت ہوئی تو مدلول اور روایات کا جو متواتر المعنی میں ارتقاء
 کلیہ کے اثبات میں ہم الہی بیان کر آئے ہیں۔ محاذ القذا آپ صداق تبار و نصب انبیاء
 و مرسلین ہی ہم شریعت پر ثابت کر کے غلبت وقت اور قصد انحصار مانع ہے اور غالباً بعض روایات
 شروع رسالہ میں نقل ہو چکی ہیں فقہاء ہم اسکی تفصیل سے معذور ہیں قولہ دینا اور آخرت
 میں انذنا ہونا جو لکھا ہے اس پر بھی کمال حیف ہی آپکو نہیں و مطابقہ کو حضرت علی ارشاد سمجھ کر ہیں
 اقول اگر یہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپ کے علماء
 صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطی اسکو نسخہ اور مطابقہ فرما کر ٹال دیا ہے افسوس
 کہ آپ اسکو واقعی سمجھ گئی اور اگر اچھا دہندہ ہے تو یہی غلط ہے نسا او کا یہ ہے کہ نہ اپنی
 کتابوں کی خبر اور نہ خصم کے کتابوں کی واقفیت ہے۔ یا یہ کہ خبر ہوگی لیکن جواب کے خوف سے
 اسکو نہی مذاق کہہ دیا افسوس کہ یہ جواب پہلے سے آپکو نہ سوجھا ورنہ بیعت کا مآثر۔ لیجے
 ہم آپکو مطلع کرتے ہیں کہ یہ نہرل و مطابقہ نہیں بلکہ سراسر واقعی ہر حال حضرت تو اسکا نشان
 بیان فرما دین اور آپ اسکی تحریریں ڈرا دین لیکن کیا جیسا آپ غلط ترقیہ جوٹ بولنا اور اسکا نام تو کیا
 ہستی مطابقہ نہیں ہے کہ جو جوٹ بولنا رہا ہے۔ لیجے ہم اسکی ثبوت میں عبارت چہنشتی الکلام کی
 نقل کرتے ہیں۔ خاتم مکلفین مولانا مولو سے حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اگر ہر

سب الہی شہادت میں کائنات ہر ذرہ شہادت ہے
 نازل ہوا ہے بظہر جلیب

دین قناعت کنی و کوش بر مدلول آن بکافرت و مجادلت نہ تھی و ہاں دیگر بر احداثات و اخصیات میں ہرگز
 پیش خود دارم اور بخیر و بدایت اسناد کلینی سے از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کر در حق مکتبہ
 و پدرش عباس این آیت نازل شد و من کان فی ہذا اعمی فحق الاخرة اعمی و اصل مبدل
 یعنی ہر کس کہ دنیا کو درست و راہ حق را نہ بیند پس او در آخرت کو درست از دیدن راہ ہست و اگر
 درست انہی ترجمہ الایہ الکریمہ علی سان صاحب حیات القلوب پس اگر مراد از کوری اس پر ہر
 معاذ اللہ ترک یافت و متقوی دین بدنیائی خلفا و معنی نامحبت باشند کہ عین المدعا
 و اگر چیز دیگر باشد مثل انکار توحید یا نبوت و معاویہ فتن و بخور پس واجب کہ اہل خصوصت تقریر
 تحریر آن بردارند و در مقام مناظرہ انہار آن سازند۔ انہی۔ اہل عقل و انصاف اس عبارت کا
 ملاحظہ فرمایں اور دیکھیں کہ یہ بیان شان قبول بطور منہی مطابقت ہے یا ذاتی از نفس الامر اگر
 ذاتی ہے اور روایات تنید سے ثابت ہے تو ہر ہماری فاضل مجیب کا اسکو مطابقت سمجھنا
 اس وجہ سے کہ جواب کو بلا سے نجات پا جاوین یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ اس سے
 پر جواب لکھنے میں سے ماحول و لا قوۃ الا باللہ قال الفاضل المجیب۔ قول۔ ابانہ فرما کر
 کہ السنۃ نے تسک بالثقلین کیا ہے یا حضرات تنید سے۔ اول۔ آپ نے السنۃ کا
 کچھ تسک ذکر نہیں فرمایا کہ موازنہ کیا جاتا محض دعوی سانی ہے۔ چہ درویشین شیعی کی جو زعم
 خلاف تسک سمجھن نقل کر دی جنکا جواب گذر چکا موازنہ کیونکر کیا جاوے کس سے کہا جاوے
 اگر کچھ اپنا تسک تجریر فرماتے تو لب یہ موازنہ نہ ماقول العجب و القصر الی مولاہ۔
 افسوس کہ آپ اپنے سوال ہی کو پوچھ گئے کہ اوہم کیا مضمون لکھا تھا بعد اس کے تنید کے تجریر ہی
 مطلب نہ سمجھو جواب موازنہ پر معترض ہوئی۔ اب اپنے سوال کو ملاحظہ فرمایں کہ آپ نے معاملہ
 عقد خلافت و قصد اہراق کے تسک کا ضمن کیا تھا۔ کترین نے بھی جواب اسکو چند
 روایات جو مستلزم عدم تسک شیعہ کرتی ذکر کر کے متنبہ کیا کہ جب ہمارا عدم تسک یہ ہے تو آپ
 ذکر فرمایا۔ اور آپ کا عدم تسک یہ ہے۔ جو ہم عرض کرتے اور قاعدہ ہے لیرف الاشیا و اصلہ

۷۲۸
 تسک
 موازنہ
 تسک
 موازنہ
 تسک
 موازنہ

تو اس سے بے باری اور اپنے منہ میں موازنہ فرمائیں پس ظاہر ہے کہ اسکو واسطہ ہوگا کہ اپنے منہ سے نکلتا ہے
 نہ کسی ضرورت نہ تھی اگر آپ مطلب سمجھتے تو موازنہ کے لیے ہمارے منہ سے نکلتا ہے کہ طالب ہوتے اور جواب
 تو یہ ہے کہ آپ نے تحریر فرمایا: اذنی حالت اہل عقل والی صاف پر بخوبی روشن ہے اور عجب نہیں کہ کہی
 اپنے دہلیں آپ ہی انصاف کرتے ہو مگر قولہ اب آپ کی طرح ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ کیا
 مشک کے بیہرے ہی تھے کہ ان کے اللہ کو محبت اور غلط بتلاوین اور اسکو چھوڑیں اور یا پھر فرمائیں کہ
 رسول اللہ کی مٹی کو زور و جہد کا فراموشی اور حالیکہ اسلام نے دسویں جدائی والی ہی تھی اور یہی
 گھر چلانے کی دہلی دین۔ اور جبکہ حضرت عباس عم رسول خدا و صلوات اللہ علیہ عنک اللہ بظاہر فرمائیں کہ
 خلیفہ رسول امام برحق تر ازین اسے غیر مذکور۔ اقول بحول اللہ و قوتہ ہم ان مطالب کا
 بخوبی اہمال دہتیمان انجاث نقابین کہ ہم کہیں حاجت نہ کرنا و عا وہ نہیں کہ قال الفاضل المحیب
 قولہ۔ یا اہمہ جناب مخاطب کے تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اذنی نزدیک صرف قصہ احوال ثابت ہے
 الحمد للہ جن حضرات شیعہ نے وقوع احوال فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک معتبر نہیں ورنہ اگر
 موقع ملے تو بیان فرماتے۔ اقول کیا جناب محیب ہکو بھی مثل حضرت اہل سنت تصور فرماتے
 ہیں کہ دعویٰ بلا دلیل پیش کریں یا اپنے ہی مسلمات سے مخالف کو الزام دیں۔ پھر اہل شیعہ نہیں
 ہم مقبولہ فریقین یا مقبولہ خصم سے الزام دیتے ہیں اسلیب حال کتاب ہی گذارش نہ ہوتا مگر جناب
 اوس سے اغراض و اغراض مصلحتاً فرمایا۔ یقول العبد الفقیر الی مولانا الفاضل۔ معاذ اللہ
 ہم آپکو پرگزشتہ حضرات اہل سنت کے تصور نہیں کرتے و ما یستوی بالاعمال و البصیر
 و لا انظلمات و لا المود و لا الظل و لا الحر و ما لیستوا الاحیاء و لا الاموات
 لیکن یہ تو فرمائی کہ آپ نے باری کس عبارت ہم سمجھا ہے کہ ہم آپکو مثل اہل سنت کے تصور کرتے
 ہیں خدا کے لیے کہیں تو نشان کرتے ہم نے تو صریح یہ لکھا تھا کہ بعض حضرات شیعہ نے
 دعویٰ وقوع احوال کا کیا ہے جبکہ جواب ہے جناب نے مصلحتاً اغراض و اغراض فرمایا۔ پس اگر

اذکا دعویٰ غلط اور کذب ہے چنانچہ آپکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپکو چاہیے تھا کہ یہ فرماتے
 کہ کیا ہیکو ہی مثل حشرات علماء تیدہ کے معذور فرماتے ہیں الخ اور آپکو دعا دی اور دلائل اور ہدایت
 والرات کا حال آپکو تحریر سے خود اہل علم والنسائت پر واضح ہے کچھ ہماری کہنے کی بھی ضرورت
 نہیں ہے اور خود یہ ہے دعویٰ آپکی اس قول میں آپکو دعویٰ کا کذب ہے۔ قولہ منہد میں
 کس عبارت سے یہ بات اپنے سمجھو | قول جناب یہ امر میرے گذارش پر ظاہر تھا
 مگر انوس کہ آپ اردو کی سہل عبارتوں کو نہیں سمجھتے میرا غلاصہ گذارش یہ تھا کہ یہ موقع طعن کا
 تھا اور ایسی موقع میں سبھی لاف لگانا کو تاہی نہیں کیا تے جو امر زیادہ باعث طعن ہو اور جو
 ترک کر کے حقیقت کو نہیں، ذکر کیا جاتا ہے جب آپ نے قصداً حراق عمل طعن میں بیان فرمایا
 حالانکہ آپ کے بعض علماء دعویٰ و فروع نفس حراق کے میں اور فروع نفس حراق کو جو بات
 طعن اشد ہوتا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپ کے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اس کو ذکر کرنے
 اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نزدیک جتنا قابل اعتبار نہیں قال الفاضل المنجیب
 قولہ۔ باقی رہا قصداً حراق جو اصولیہ سے ہے اسکا مفصل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا
 یہاں کہ محل اجمال ہے اسقدر کافی ہے۔ اقول۔ اور کس بات کا آپ نے جواب عطا فرمایا کہ اسکو
 نسبت باقی رہا الخ فرماتے ہیں آپ نے شروع ہی سے وہ جال اختیار کی ہے کہ جو امر سمجھنے
 دریافت کئے ہوئے نہ عم خود ہم پر ہی مشتبہ کر دیں اور اس سے آپکو عرض صرف اصلی جواب سے
 پہلو ہتی کرنا ہے بقول العبد الفقیر الی مولانا الخ ہم شروع رسالہ میں
 گذارش کر چکے ہیں کہ آپ محض سائل نہیں تھے بلکہ دعویٰ ہی تھے اور آپ نے اپنے دعویٰ کو
 بلا دلیل ذکر فرمایا تھا تو ہم نے آپ کے دعویٰ کی نسبت دلیل طلب کی اور آپ کے سوال کا
 اجمالی جواب دیکر آپکو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اس وقت مستحق ہوئے کہ جبکہ اپنے دعویٰ کو
 بدلائل ثابت کریں گے۔ چنانچہ اس تحریر میں نیز عم خود آپ نے اپنی مدعا کو بدلائل ثابت کیا
 گو باعتبار واقع کے ثابت ہوا ہو۔ پس ہم نے ہی اپنے اس رسالہ میں آپ کے سوال کا جواب

کیقدریست و تفصیل کے ساتھ گزارش کیا پھر آپکا یہ فرمانا کہ اس سے آپکی اصلی غرض صرف جواب
 پہلو تھی کرنا ہے محض دعویٰ بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم محتساق جواب کے یہ اجاب
 طرز اسلیبی ہی اختیار کیا تھا کہ انکو انظار و اجاث میں پہنسانے کے لیے ایک جال تھا
 سو بحول اللہ فوجہ حسب مدعا آپ ایسی اجاث کے جال میں پہنسی ہیں کہ قیامت تک نخلہ محال ہے
 قولہ منہذا سوال میں قصدا اوراق ہی ذکر ہوا ہے اور حوالہ کتاب بھی درج ہے مناسب تھا
 کہ اسکا جواب تحقیقی یا لازمی تحریر ہوتا نہ استدلال تعرض کے ہی کیا حاجت تھی بطرح اصلی سوال
 جواب میں سکوت اختیار فرمائی بیان ہی خاموش رہتے اقول افسوس کہ بندہ کی گزارش
 فہم شریف میں نہ آئی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصدا سور طلبیہ سے ہے یہ ہے آپکو سوال کا اجاب
 جواب تھا اور حاصل اسکا یہ تھا کہ آپنے قصدا اوراق کا دعویٰ فرمایا اور جو روایت کہ آپ نے
 ذکر فرمائی اسکی یہ عبارت ہے۔ وایمر الله ما ذاك بعائن ان اجتمع هؤلاء المنصر
 عندك ان امرهم ان يحرق عليهم البيت اور ان الفاظ سے قصدا اوراق ثابت نہیں ہوتا
 بلکہ محض تہدید بصرۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں ایسی کلمات ایسے مواقع میں محض تہدید
 کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوتی اور دعویٰ ثابت ہوا۔ آپ نے بجز اس ایک روایت
 اور کوئی قرینہ ہی بیان نفرمایا تھا جو مثبت تقسیم غم ہو پس ایسے لوح استدلال کے بیچ کٹ کر قطع
 عوق کیواسطے یہ ایک جملہ ہی کافی تھا۔ بشرطیکہ فہم سر کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اسکی
 تفصیل کے طالب ہیں اور یہ موقع بھی اسکی تفصیل کا ہے۔ اسلیبی ہم اسکی تفصیل کے لیے
 یہی حاضر ہیں لیجئے ذرا متوجہ ہو کر سنئے۔ واقفان مناظرہ مذہبی نو فقیہ پر غفر نہیں ہے
 کہ جب عادت قدیمہ خود کہ ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و تراش کرتے رہتے ہیں
 شیعہ کے اس سلسلہ میں بھی رنگ برنگ کے احوال ہے اول دفعہ اوراق کا دعویٰ ہوا
 چنانچہ علامہ غوسی نے تجرید میں اور مالایا قرطبی اور بعض متاخرین نے ہی لکھا۔ اور بعض علما جنہیں

منہذا سوال میں قصدا اوراق ثابت ہوا ہے

ہماری فاضل محبت ہی میں جب اس دعویٰ کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو اس میں دعویٰ کا انکار کیا اور قصہ
 احراق کا دعویٰ کیا۔ ہر جب جس نے علماء کثرت کی بجائے بہت سے گرفتار ہوئی اور ان کو
 اسکو ہتھیلی پر لیٹ کر حمل فرمایا۔ چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہمارے فاضل محبت کے دعویٰ میں
 بلکہ بعض علماء نے خود تکذیب فرمائی اسلیٰ ہی ہم اسکی تردید کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ایسا بل
 دعویٰ قصہ احراق کی طرف عنان توجہ منطف کر گئے ہیں۔ پس واضح ہو کہ قصہ احراق سے مراد
 تقسیم عزم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود ولی یہ تھا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دین اور مجرد
 تحویف و تہدید مد نظر نہیں ہوتے۔ لیکن دعویٰ تقسیم عزم احراق ہی بوجہ چند باطل ہے
 اول یہ کہ جو روایت کہ از لہ انکشاف سے اس مدعا کے ثبوت میں نقل کی ہے وہ ہرگز اسکو ثبوت
 نہیں اور اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اوس میں احتمال مجرد تہدید تحویف کا ہے بلکہ غالب
 سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے تو استدلال تقسیم عزم احراق پر باطل ہوا۔ دوسری یہ کہ الفاظ
 میں جو روایت منقولہ میں موجود ہیں قسم عدم ائینہ پر وقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس
 جملہ کا اس طرح ہے کہ خدا کی قسم یہ میرا مانع نہیں ہے امر احراق سے۔ تو اس جملہ سے یہ بھی
 نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوئی تو میں گہر جلا دوں گا بلکہ یہ کہا
 کہ اگر مجتمع ہوئی تو مجھ کو یہ امر احراق بیت سے مانع ہوگا اور اس سے تقسیم عزم احراق پر
 استدلال کرنا سراسر سچا ہے۔ فیسری یہ کہ جناب امیر نے ہی قصہ میرا بن جگر روایت
 اہم اہی ادھر بیان کر اے میں۔ پر نا لگو اسنے کے واسطے جب آپ تشریف لائی تو تلوار خلافت
 عادت تشریف لگئی میں ڈالی ہوئی آئے اور فرمایا اللہ قلہ قلعہ قلعہ لا خیر من عنقہ و عنق کا خیر بہ
 اور نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے اوکھاڑنے کے بارہ میں جیسا کہ علی السطح
 میں آپ کے صدق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا حالانکہ صل سیرت
 قطعاً جسکے غدار رسول آپ پر حرام تھا تو اگر اسکو بھی مجبور تحویف و تہدید پر محمول فرمایا
 تو ہماری طرف سے یہی یہی ہی فرما دین۔ اور اگر جناب امیر کی تقسیم عزم قتل و قتال کے

قائل ہوئے ہیں تو اپنی عصمت بلکہ امامت و خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھیں قبر فاطمی کی روایت
 مخصوصہ جو فاطمہ الشہیدین نے علی الشریع سے ترجمہ نقل کی ہے ہم ہی اس کو نقل کرتے ہیں ورنہ
 خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا رسانیدند او بجاہل جنع و فریح ہمراہ صدیق متعزب
 تعزیت نزد امیر المومنین حاضر شد و شکایت شروع کروا گفت ز علیہدین ما را بر جنازہ فاطمی
 اذان قیل است کہ دخل آنحضرت ما را دخلی ندادی و محسن سلیم کردی کہ یا بود کہ گفت کہ تواب
 پیغمبر چه کار است اینہم دلیل کہ دردت و غبار است حضرت امیر فرمود اگر قسم شرعی یاد کنم تصدیق
 خواہید کرد گفت عدلی۔ پس در مسجد مقدس داخل شد و گفت کہ دو امر دل ازان بود کہ پیغمبر
 صلی اللہ علیہ وسلم دخل فاطمہ دہم اور بارہ نماز جنازہ دما یعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ انجا ہا
 بدخلی نہی و دعا شاکر ان کلمہ بفرزند خود تم سلیم کردہ باشم بلکہ چون الف و اسن جناب مصطفوی
 زائد الوصف دہشت ستے کہ در عین نماز بردوش مبارکش ہوا ریشہ دور اٹھا و خطبہ دامن مقدس
 بہ یکشید بر آمدن ابو بکر الاثنی عشر و بر وی بشاق آمد فاروق ابن کلمات طیبات از ہوا
 دہشت و مصلح او بر شش قبر فاطمی براسے آدائی نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت بجز کلفت
 گردید و نوبت بآشد او غیظ و غضب رسید و قریب بود کہ ذوالفقار از نیام بر آید و مقابلہ عظیمہ و صحابہ
 کرام واقع شود و زیراکہ امیر المومنین قسم شرعی یاد نمود کہ بر این تقدیر سر فاروق را از دوش بردارم
 بلکہ قبل از نیل مطلب دیر اندہ نگذارم پس مجاہدین و انصار ہدیت مجموعی و مصلح افتادند
 دیر اندہ فاروق تن برضا ندادند۔ انتہی المختصہ۔ تعجب ہے کہ جناب قانع باب خیبر قائل قوم
 عا۔۔ بعد ازاں بیت اور اسقاط محسن اور ضرب اسواط بضعتہ الرسول سید کائنات اور نقاب
 ہمت زنا کے وقت آپ مامو بصبر و سکوت ہوں اور سل سہیت کے مامور ہوں اور نماز جنازہ
 کیواسطے پیش قبر مامور مجاہد ہوں۔ سع این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہر کہ ہم
 سب قصہ تہذیبیہ کیا تھا اور مگر اچکا قصد مخالف وصیت قتل قتال کا نہوگا۔ چوتھی یہ
 کہ صاحب عماد الاسلام نے بھی اس کو مجرد تحریف پر حل کیا وہ تحریر فرماتے ہیں چنانچہ

قلم الکلمین نص فرمایا ہے مقتضی تہا مرویات ہواں عمرہ تم تبعہ قصد احراق
 بیت فاطمہ و اتی بالخطب و جمع علی بابہ لا یند وقع منہ الا حراق فلعن کل عر بنہ
 مجرد التذویف۔ پس جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا پہنل منس فخر توحید تھا
 تو آپ کا انکار ادنیٰ ایسی تکذیب سی میں احراق کے پانچویں حسب تفسیر خاتم المسکین
 از الانین کلام ابو جعفرین بہ توفیق مشتغبین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں
 تمام ہاجرین و انصار و خلفاء کے ظاہری زہر دوسرے اور عدل داؤد اور دنا سے نفرت کلی
 کی وجہ سے ادھر کھیت خلافت کے مستعد ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہو گا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی
 فعل ہے صادر ہو جو باعث سو فیض ہو بلکہ جہان تک ہو سکے تو گوئی حسن ظن اور خلوص غفیدت
 دام میں پہنچا دیں تو ایسے حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ وفات سرور کا کاما میل
 الصلوات کے کیونکہ ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالعرض انسی یہ
 فعل صادر ہوا ہو تو ایسے ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہی سلفہ ترتیب ہے کہ خود علماء
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر علیہ السلام کے احتجاج میں درایک کی جبکہ معنوں
 یہ ہے کہ چون خلیفہ ثانی آباد بندہ گفت کہ اگر ایسے مومن از خانہ خود بیرون نہ کیا بد خانہ اورا
 خواہم سوخت صحابہ از شیندن ابن قول تغیر سند و انکار شد یہ کہ نہ خلیفہ ثانی گفت شما
 گمان بردید کہ من جنین خواہم کہ وہ حالانکہ مقصود من ہتہ بد بود نہ ضرور گیکہ پس جناب رسولی
 بواسطہ شخص پیام بیوی سسر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منوچہی ام
 و شتول تالیف گردیدہ ام ہر ذبا تم سو گند جاری شدہ کہ تا دین اسرافغ نشوم از خانہ بای
 بیرون نہ کردم دبا سو رد گیکہ نہ پردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی نسبت یہ فرمایا
 کہ میرا یہ قول مجرد ہتہ بد کی غرض سے تھا۔ جسیر صحابہ ساکت ہو گئی۔ اس روایت سے
 بہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے بجز اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شد یہ کیا اور موافقت

قلم الکلمین نص فرمایا ہے مقتضی تہا مرویات ہواں عمرہ تم تبعہ قصد احراق
 بیت فاطمہ و اتی بالخطب و جمع علی بابہ لا یند وقع منہ الا حراق فلعن کل عر بنہ
 مجرد التذویف۔ پس جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا پہنل منس فخر توحید تھا
 تو آپ کا انکار ادنیٰ ایسی تکذیب سی میں احراق کے پانچویں حسب تفسیر خاتم المسکین
 از الانین کلام ابو جعفرین بہ توفیق مشتغبین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں
 تمام ہاجرین و انصار و خلفاء کے ظاہری زہر دوسرے اور عدل داؤد اور دنا سے نفرت کلی
 کی وجہ سے ادھر کھیت خلافت کے مستعد ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہو گا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی
 فعل ہے صادر ہو جو باعث سو فیض ہو بلکہ جہان تک ہو سکے تو گوئی حسن ظن اور خلوص غفیدت
 دام میں پہنچا دیں تو ایسے حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ وفات سرور کا کاما میل
 الصلوات کے کیونکہ ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالعرض انسی یہ
 فعل صادر ہوا ہو تو ایسے ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہی سلفہ ترتیب ہے کہ خود علماء
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر علیہ السلام کے احتجاج میں درایک کی جبکہ معنوں
 یہ ہے کہ چون خلیفہ ثانی آباد بندہ گفت کہ اگر ایسے مومن از خانہ خود بیرون نہ کیا بد خانہ اورا
 خواہم سوخت صحابہ از شیندن ابن قول تغیر سند و انکار شد یہ کہ نہ خلیفہ ثانی گفت شما
 گمان بردید کہ من جنین خواہم کہ وہ حالانکہ مقصود من ہتہ بد بود نہ ضرور گیکہ پس جناب رسولی
 بواسطہ شخص پیام بیوی سسر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منوچہی ام
 و شتول تالیف گردیدہ ام ہر ذبا تم سو گند جاری شدہ کہ تا دین اسرافغ نشوم از خانہ بای
 بیرون نہ کردم دبا سو رد گیکہ نہ پردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی نسبت یہ فرمایا
 کہ میرا یہ قول مجرد ہتہ بد کی غرض سے تھا۔ جسیر صحابہ ساکت ہو گئی۔ اس روایت سے
 بہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے بجز اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شد یہ کیا اور موافقت

ہیں کی بجائے اور ہر جہت کی توجہ کر ممکن ہے کہ ان صحابہ نے جو جو اس قول کے تغیر ہو گئی تھی اور
 انکار شدہ کیا تھا اگر خلاصے کو اسی سامان احراق جمع کرنے دیا تو ان میں سے ہر سری ہی سیم نہیں کر سکتی
 کہ وہ بہتانات جو حضرت شامہ و عثمان و علفا و کیرن و سرب و زاتے میں مثل ضرب و عثمان سیدہ
 و اسحاق و حسن و حضرت فاطمہ وغیرہ خرافات کو ایسے صحابہ جان نثاروں نے بازار و اکادہ منظور کیا
 ساقون علی بن ابراہیم ہی استاد کلمیسی کی تفسیر میں مروی ہے۔ حدیثی ابی عن صفوان
 بن یحییٰ عن ابی الجواد عن عمران بن حصین عن مالک بن صفیہ عن ابی ذر حدیث
 اللہ قال لما نزلت هذه الآية يوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال رسول الله صلى الله عليه
 وآله وسلم تردى منى يوم القيمة على خمس آيات فرائية مع عجل هذه الآية اسألهم ما فعلتم
 بالتقلين من بعدك فيقولون اما الاكبر فمقتناه ونبذناه ولاء ظهورنا واما الاصغر
 فنادينا وابتغنا وطلبنا فما قولهم والنار ظلمنا وطلبنا مسود وجوهكم ثم تردى على
 آية فزعون هذه الآية فاقول لهم ما فعلتم بالتقلين من بعدك فيقولون اما الاكبر
 فمقتناه ونبذناه وابتغنا وطلبنا فما قولهم والنار ظلمنا وطلبنا مسود وجوهكم ثم تردى على آية
 فزعون هذه الآية فاقول لهم ما فعلتم بالتقلين من بعدك فيقولون اما الاكبر فمقتناه ونبذناه وابتغنا وطلبنا
 فما قولهم والنار ظلمنا وطلبنا مسود وجوهكم ثم تردى على آية فزعون هذه الآية فاقول لهم ما فعلتم بالتقلين من بعدك
 فيقولون اما الاكبر فمقتناه ونبذناه وابتغنا وطلبنا فما قولهم والنار ظلمنا وطلبنا مسود وجوهكم ثم تردى على آية

سے ابورسید روایت ہے کہ جب یہ آیت پڑھی تو وہ مسود وجوہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ان
 میری بہت سے بیویاں پانچ چھٹی ہو کر ان کی ایک جگہ آؤ اس لئے پھر میری بیویاں جو کہ ان کے ساتھ تھیں کہ میں نے ان کو
 وہ کہیں گے کہ میری بیویاں اور اولاد کو اس وقت ڈال دیا اور ان کے ساتھ میری بیویاں کی اور اس سے نفی کیا اور ان کے ساتھ
 میں کہہ چکا ہوں کہ میں نے ان کو اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر میں لے گیا اور ان کے ساتھ میری بیویاں اور اولاد کو لے کر
 تقدیر کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کہ میری بیویاں اور اولاد کو اس وقت ڈال دیا اور ان کے ساتھ میری بیویاں کی اور اس سے نفی کیا
 تو کیا میں کہہ چکا ہوں کہ میں نے ان کو اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر میں لے گیا اور ان کے ساتھ میری بیویاں اور اولاد کو لے کر
 میری بیویاں اور اولاد کو اس وقت ڈال دیا اور ان کے ساتھ میری بیویاں کی اور اس سے نفی کیا

ذی الشہدۃ مع اہل الخواج و آخرہم و اسالہم ما فعلتم بالتقلین من اجسادی
فیقولون اما الاکبر فمرفقاہ و برئنا منہ و اما الاصغر فقاتلنا وقتلناہ فانولوا ثرنا و انما
انما اسلمنا من مسود و وجہ حکم ثمر نور علی راہیہ مع امام المقتین و سید المرسلین
و قائد الغر المحجلین علیہ السلام رسول رب العلمین فانول ما فعلتم بالتقلین من اجسادی
فیقولون اما الاکبر فاتبناہ و اطعناہ و اما الاصغر فاحبناہ و والیناہ و وازناہ
و نصرناہ حتی اھرب فی فیہم دما نفا فانول ہذا الجنة رواہ زرین مبیضہ و وجہ حکم
تھرتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یوم تبلیض و وجہ و تسود و وجہ
قوله فقی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون انتہی نقلنا عن تفسیر اصناف الی مثل انفسا ہن راہ
ما حنفہ فرادین ارہ میان نشیع کے ملا حبیب بن صدق کو ملا علی کرین کہ بیان محشر میں یہی رسول
خدا کے ساتھی ہوں گا بلکہ ہوں گے جو کی یاد اگر اتراتی بہت کا قصد یا قصد ہوا کہ اس کا صحیح ہو اور ملا
اکبر اور سری نہیں جو ملتا رہا ہے کے زیر نگین میں تو کیا یہ قول و اما الاصغر فاحبنا
و والیناہ و وازناہ و نصرناہ حتی اھرب فی فیہم دما نفا) صحیح اور مطابق واقع کے
ہو سکتا ہے۔ کیا یہی سوا زادت اور ضرورت تھی کہ یہ گہر جہان کا ارادہ کریں ہیزم و غیرہ و دروازہ
پر جمع کریں اور ضرب کاؤ یا نہ یا لکھ یا دہنا کہ شہر یا کاروسی علی اختلاف روایا ہم اسقاط
محسن کرادین بلکہ قتل و معصومین کا کریں اور علی ہوس الہا ہر اہم فاحشہ کا نسبت
سے پیر زادہ شہید کا چند نام خارج کے ساتھ ہیر پاس آئینا میں پوچھا کہ تیری بدعتیں کے ساتھ کیا کیا کینا ہوں گی
ہم نے پکارا اور اس سے بری ہوئی اور چپے کوڑی اور کو قتل کیا میں کہو نہ جاؤ پیاسی اک میں ہمارا کالی ہنہ پیر
ایک چند پیر گار ہنگام سے دیکھ کر درون میں بیٹائی انداہتہ ہا نور اللہ کر سہرہ رسول اللہ کے وہی کے ساتھ ہیر پاس
آئینا میں کہو نہ تیری بدعتیں کے ساتھ کیا کیا کینا ہوں گے کی ہیروی اور اطاعت کی اور چپے کے ساتھ بہت
کی۔ اور دو دعوت کی۔ یہاں تک کہ اوہن ہار سے خون ہی میں کہو نہ۔ جنت میں چلے جاؤ سیراب
تہار سے روشن چہرے ہیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے پڑا۔ یوم تبلیض و وجہ و تسود و وجہ
صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہما خالدون تک ۱۲۔

شہسبانی سیدہ کریم اور یہ مدعین نصرت و موالات چکے ہیں دیکھیں اور دم غارین اور
 سانس نکالیں اور یہ سوال کچھ شرجیان پاک ہی سے نہیں کیا جائیگا بلکہ خود جناب جو صاحب
 راست ہیں وہ ہی اس میں شامل ہونگی اور خود حضرت امیر ہی جواب دہ ہوں گے تو یہ کہ نہ اصول
 شیعہ پر جناب امیر کی طرف ہی منسوب ہوگا اور سوال مار دہوگا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور
 محبت و موالات طبیعت سرور نام کی پیروی ہے کہ جو قوت عمر فاروقؓ نے گہر چلایا یا جلائے گا
 سامان ہیا کیا چون دھڑاندی اور باوجود اوس شجاعت کے جسکا بیان خارج امکان ہے
 بمقابلہ طبیعت کے اُتار کر نے والوں کو گزرا پس اس سے زیادہ عداوت و دشمنی طبیعت کے ساتھ اور کیا
 ہو سکتی ہے۔ لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام
 دفاع آئینہ بیان فرما دی تھی اور تمام حالات واقعات و حوادث و وہابی کی ضروری ہستی
 اور فرما دیا تھا کہ صبر و سکوت کرنا اور ہرگز چون دھڑاندی کرنا۔ پس اس سوال کے کیا معنی
 کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔ اور اگر کسی پنج سے یہ سوال صحیح ہو ہی تو یہ جواب
 لغو ہے جواب صحیح یہ ہے کہ ہم نے آپ کے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون چڑنے کو
 ظلم و ستم ہوا کئی کہی دم نہ مارا ثقلین العیاذ باللہ خراب و خوار ہوئے سر نہ ہلایا پھر کیف
 یہ سوال جواب مصنوعی غلط ہو یا صحیح ہو کہہ بحث نہیں ہمارا دبا جو کچھ ہے وہ اس سے ثابت
 مگر تقدیر گذارش اور باقی ہے کہ تفسیر صافی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچھ اور مذکور ہے
 اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم پر سکوت کرنے والے ہی ظالموں کے ساتھ گرفتار نہ ہوتے ہیں
 قال ابو جعفر واوحی اللہ ابی شعیب البنی ۲ معذب من قریب مائۃ الف واربعین الف
 من شراہم و ستین الف من خیارہم فقال یارب ہر لاد لا اضرنا فی ال الاحیاء و فاحی
 لہ ابو جعفر نے کہا کہ شعیب بنی کلثم خدا ہی بھیجے کہ میں تیرے قوم کے مرد و عورتوں کو ایک لاکھ چالیس ہزار کو مذکور
 کروں گا اور بیرون بن سے ساٹھ ہزار کو۔ عرض کیا اے پروردگار یہ تو بہن بھائیوں کا کیا حال ہے (اللہ نے
 اس کی طرف وحی کی) — ۱۲ —

اللہ عزوجل الیہ استہدوا اهل المعاصی ولہ تعضوا الغضب تو اس سے اوکھا حال تھا
 کرنا چاہی جیہٹوں نے ایسے سخت غلو نہیں کرتا کیا اور نہ سنت کی آغوش میں نہ ہونے کا
 انکار دے جن پر جس نے میں کام نہ کرتا تھا کہ اوکھا کیا حال ہو گا شاید اصول شدید پر مانتی
 اس ہدایت کے بدلے وہ خیال بھی اذن اسرار کے ساتھ معذرت ہو غریبیت شادوم
 اور قیہان دامن کشان کدستی نہ گوشت خاک اس میں برباد رفتہ بہ شد۔ آہوین خود
 کتوری شہ بہاب حضرت خاتم المحدثین کے۔ حضرت فاروقی کے اس کا مجر و تحریف
 محمول ہوتا تسلیم کر لیا ہے وہ کہتے ہیں۔ انا انچہ گفتہ اگر مراد ایسا ان از قصد تحریف و تہذیب
 گفتن انیکہ من اعوام سوخت الخ۔ پس ایگو تخم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصد اہراق
 بیت نبوت کہ روایات اہلسن ثابت میکنند ہیں است و اگر ابن قول از قصد او دلالت نکند
 لازم آید کہ در قول خود کاذب بوجہ باشد۔ اور اگر مراد غرض محیب کو یہ خیال ہو کہ آخر عبارت کدستی
 کی اور نیز عبارت ساقیہ میرج دلالت کرتی ہے کہ وہ در پسے اثبات قصد خیریت کے ہیں اس
 تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرمادین۔ جو آپ مفتی صاحب کی عبارت میں واقع ہے
 کہ کہیں دعوی اثبات قصد اہراق ہیں اور کہیں مجر و تحریف یہ محمول ہونا تسلیم فرماتے ہیں اور
 عجب نہیں کہ منشا اسکا یہ کہ حضرت مفتی صاحب کو درمیان قصد خیریت اور قصد تحریف کی تہ
 نہونی ہوگی کہ جسکی وجہ سے یہ التباس و اختلاف کلام میں واقع ہوا قول معلوم نہیں کہ قصد
 اور قلبیہ کہنے سے کیا مطلب ہے بغیر تو وہی مطلب ہوگا کہ جو آپ کا خاتم المحدثین نے قصد
 فرمایا ہے قصد اور قلبیہ سے بے شک ہے مگر جیسا اسباب و سامان قصد کے ظاہر ہوا
 نو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے کرنے پر اورد ہے اقول فعل کے کرنے
 آادگی اور طرح پر ہوتی ہے یا بعد تفصیم عنہم کیے یا بطور مجر و تہذیب کے جو
 بطا ہران دو نوع ہیں کچھ فرق نہیں اور امید ہے بعض علماء شیعہ پر متیس ہوگی۔ اور
 طے کہ انہوں نے نگاہ مذکی ساتھ ہست کی۔ اور میرے قصہ کے سبب وہ قصہ نہی۔ ۱۲۔

دو نوین ذوق باعتبار ازار و فاعل کے ہے اسلیئے مناسب کہ ہم اول ان دونوں فرق بیان
اور اس کے بعد اپنے فاضل مجید کے اس قول کا جواب دیوں پس واضح ہو کہ قصد علی نفس امارۃ
جبری ہے جو اس فعل کے کرنے سے مستحق ہو اور قصد تخویف و تہدید یہ ہے کہ فی حد و دائرہ
فعل کا کرنا مقصود نہ ہو صرف بظاہر اتفاق خوف کے لیے اس فعل کے اسباب و سامان کو اس
صورت میں ظاہر کیا جاوے جس سے بظاہر عزم یا بخرم مترشح ہو تا ہو کیونکہ اگر اس سے
بہر امر تحقق ہوگا تو مقصود جو تخویف و تہدید ہے سرگزیر آمد ہوگا۔ بلکہ امور ہمہ میں تہدید بخیر
و نسبت جائز ہے کہ لای تو بد و درجہ یک فراہمی سامان بہ نسبت اسل قصد کے زیادہ ہو
پس ظاہر سامان چنان دو نوین تمیز کرنا جیسا کہ حضرات شیخہ کرتے ہیں چنانچہ علامہ شوری
نبی مخفیہ کے جواب میں لکھا ہے۔ و اما آنچه گفتند کہ قصد از امور قلبیست کہ بران غیر خدائی
تجائے دیگرے مطلق منی تواند شد پس بدفع است بآنکہ امارت و علامات دلیل قصد می باشد
اور تسلیم آنکہ غالباً ہمارے فاضل مجیب ہی بدون سہنی سمجھی یہ ہی ترانہ فرماتے ہیں
اس دلیل ہے کہ حضرات کو ان دونوں تمیز نہیں ہوگی۔ اصل سوال میں بخیر فرماتے ہیں۔
(اور رعیت لینے کے لیے اگر جلد سے کی دہمکی دی) اور بعد اسکہ قصد اوراق روایت از آقا
سہ ثابت کرنے میں اس سے صریح معنوم ہوتا ہے کہ آپکو دہمکی اور قصد اوراق میں تفرق و تمایز
اصل نہیں بلکہ قائل کے اور بیاقت و قابلیت مفعول کے نے اچھلے قرینہ ہو سکتی ہے یہی متغایر
افعال کے صدور میں کہ اوکا فاعل شاہک و بے باک ہو اور اتباع شرع سے مطلق بے بہرہ ہو
اور محض ہی لائق کشتی و خشتی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال تقسیم عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جب تک
دفعہ فعل نہ ہو چکا ہو سرگزیر اسد لال نہیں کیا جاسکتا کہ مقصود دئے حد و دائرہ قصد عقل و اوراق ہر
پس جب یہ ہمارے ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور دیگر سختی صاحب کا یہ فرمانا کہ سامان
و اسباب کے جمع کرنے سے اور ہیزم و آتش کے لانے سے معلوم ہوا کہ فاروق اوراق بہت
اہمیت کا عزم یا بخرم رکھتے تھے غلط ہوا۔ کسی شخص کو اس کے قتل کے نسبت کہنا اور

تلوار کا من ڈال کر کھنا بلکہ تلوار میان سے کھینچنا ایک وال عزم اور قصد پر نہیں ہو سکتی خود جہا
 امیر قنبر میزبان پر جو بن و فروش اور قتل کی دہکی اور تلوار گلے میں ڈال کر باہر فرما خود اس پر صریح
 دلیل ہے بشرطیکہ حضرات تبعہ اس کو مجروح نہ ہوں بلکہ اس کو حمل فراہم اس طرح نبش قبر فرمائی
 ارادہ قتل و قتل کرنا اور دست بقبضہ شمشیر پر ناہی غالباً اسی قسم سے ہوگا اور اگر حضرت
 شیعہ سیکو کہیں یہ پر حمل فرما دیں اور عزم یا مجرم سمجھیں تو چونکہ آپ امور بکوت تھے
 آپ کی عصمت بکامست و خلافت کو سبب نہ لیں۔ آپ کو مادہ ہوگا جبکہ آپ کے ابن عباس سب سے بڑے
 بیت المال لوٹ کر آئیں اور جناب امیر نے ان کو ایک غناب نامہ تحریر فرمایا جو حج و عمرہ
 میں معقول ہے اور غالباً ہم اس کی نقل اور پر کر آئیں۔ آدھین ان کو جناب امیر نے قسم کیا کہ
 کیا لکھا ہے اکابر و اشیاء اس سے عزم یا مجرم ثابت ہو تا ہے یا نہیں۔ غالباً وہ رایت
 بھی آپ کو حاضر تھے نہ کلی ہوگی جو ہم اور بیان کر آئی ہیں۔ جو اصل روایت مجلس اور طلب
 مراد مذکور ہے اور مواظپ حسنین میں بھی مذکور ہے اگر آپ کو فراموش ہو گئی جو ہم آپ کو یاد دلانے
 میں کہ جناب امام حسینؑ قبر سے فرمایا کہ مجھ کو ملو تم مجھ کو جہنم تکین غسل کی جو میں سے آئی ہیں
 تیری خدمت میں ہیں اور مجھ کو ایک ہمان کی ناخوش کی ضرورت ہے توڑا مجھ کو وہیں سے
 دوسے چنانچہ ایک مشک کا موندہ کو لے کر بغیر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت
 مشک کو نکال دیا فرمایا تو مسکوم ہوا کہ ایک مشک میں کم سے قبر سے لیا گیا ہے عرض کیا کہ حضرت
 امام حسینؑ یہ جان رسول اللہؐ کی ایک ہمان کے لیے ضرورت پیش آئی ہے تو انہوں نے
 توڑا اس شہد لیا ہے سنتی ہی سکھ دیا۔ بلاشبہ جب حاضر ہوئی تو نہایت تیزی و خشونت غیظ
 غضب کے ساتھ درہ جو آپ کو ہاتھ میں تھا جناب امام کے ماری کیو اس طرح اٹھایا۔ یہاں تک کہ
 امام حسینؑ نے نہایت عاجزی سے آپ کو غصہ فرو کرنے کے واسطے حق جعفر کے کو یاد دلایا
 اور آپ کا غصہ فرو ہوا تو مسکوم نہیں یہ قرآن مجید غیظ غضب کرنا وہ کام ہے کہ واسطے
 ادب لانا اور ہر قبل التمس مال لطف اللہ میں نصرت کرنا اور جناب امیر کو حقانیت کا جو حق

درجہ
 ۱۱۱
 ۱۱۱
 ۱۱۱
 ۱۱۱

سترم تشریف والا حضرت امیر المؤمنین توفیق فرمایا ہے اور اگرچہ توفیق فرمایا ہے
 امام کے غلط ہے کیونکہ آخر میں خود جناب امیر کے ارشاد فرمایا اگر میں نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تہمتی و افترونگو بوسہ دیتی ہے تو میں یقیناً تجھ کو مار مارا توں سے مسلمانوں سے
 پہنچا دیتا لیکن اس سے صریح معلوم ہوا کہ آپ کا قصد ہرگز نہ یہ تھا بلکہ صرف اللہ
 و تعالیٰ کی تعظیم و تہلیل کی تھی کیونکہ آپ کو یاد تھا کہ حضرت عثمان مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے تھے
 تو اسی حالت میں غزوہ بدر میں ہارنے کا کیونکر کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے متوفیین جماعت کے لیے زحیم و احراق فرمایا جو متوفی علیہ ولیفین ہے
 اور یقیناً وہ محمول و پرہیزگار تہمت کی ہے کیونکہ کوئی شخص مسلمان سے تارک جماعت کے
 لیے وجوب احراق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجود روایت میں شک ہے تب بھی تو اپنے تہمت
 سابق کی تصانیف مثل مواظبہ حسنیہ ملاحظہ فرمائیے۔ **قول** پس جب کہ خلیفہ ثانی نے
 قسم یاد کی ہو اور اٹھا ہوا مثل آتش و ہیرم وغیرہ ہی غلو سے کہے ہوں۔ جیسا کہ کتب معتبرہ
 ایست ثابت ہے تو اب اس میں کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص
 آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر لیجاوے اور اس کے مالک سے بے اجازت لے کر کو جلا دے تو
 ضرور ثابت ہوگا کہ یہ شخص اس گھر کے جلائی کا قصد کرتا ہے **اقول** اگر اصل سوال میں
 آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو بے تہمتہ کا اجمالی جواب دیتا اور یہ کہنا کہ قصد امور قلبیہ سے پرہیز
 مورد وطن ہوتا اور جب آپ نے یہ امور اس وقت ذکر فرمائیے تھے ہی نہیں تھے اور صرف اس وقت
 ان کا احتیاط پر اکتفا فرمایا تھا اور یہ بھی حقیقہ ملاحظہ کئے ہوئے ہیں وغیرہ فرمایا ہے تو یہ اجمال ہے جو
 محمول ملطعن ہے۔ رہا ثبوت ان امور کا کہ آگ و ہیرم وغیرہ کا لیجا نا بدہ سامی تھا جس کے
 ذکر سے کسی جماعت کے سبب اغراض فرمایا۔ تعجب ہے کہ استدلال فرمائیں اور ایک امر کی بنا پر
 درجہ ہوں اور ثبوت کے وقت پہلے ہی فرمادیں۔ پہلا اگرچہ امور آگ وغیرہ کا تعجب مالک
 معتبرہ ایست سر زعم سامی ثابت ہے تو آپ نے اس کو ذکر کیا کیونکہ میں نے فرمایا جو روایت آخری

اس میں بہت کچھ ہے کہ میں نے فرمایا تھا کہ ان امور کا قصد امور قلبیہ سے پرہیز

جواب میں کہتے ہیں کہ یہ جواب بعینہ ہمارے مدعا کو ثابت ہے کیونکہ اس سے بطریق ثابت ہوا
 کہ فی حدود مقصود اصلی تفریق اجتماع تھے اور یہ لایا بالاحراق محض اس مقصود کی تحصیل کا آلہ
 اور واسطہ تھا اور نے حدود مقصود نہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تفریق
 بدوین تہدید و تخویف کے ممکن نہ تھا پس مثل شہور۔ ہمان آتش در کاسہ۔ وہی تخویف و تہدید
 طور پر لایا بالاحراق محمول رہا اور یہ دعویٰ کہ احراق بیت مقصود تھا غلط ہوا۔ ۱۔ قسم کیا کر
 کہنا سوا اسکی نسبت ہم عرض کر چکے کہ اول ذبیہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اس قسم کو فعل کے
 تاکد بجا آوری سمجھ کر ہو گئے ہیں حالانکہ وہ قسم عدم مانیتہ پر ہے حاصل یہ کہ فادوق نے
 قسم کیا کہ اس روایت منقولہ میں نہیں فرمایا۔ کہ میں گہر جلاؤں گا بلکہ یہ فرمایا خدا کی قسم اگر یہ
 جماعت تمہاری پاس مجتمع ہوئی تو یہ مجھ کو اسیر بالاحراق سے مانع ہونگی۔ پس اہل انصاف
 سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں نہ احراق پر قسم ہے نہ قصد احراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں احراق
 ہی پر قسم مری ہو اگرچہ محمول بالفعل اس سے کچھ بحث نہیں کیونکہ گفتگو اس میں ہے جو وہ اپنے
 فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں تسلیم فرمایا ہے تاہم ہماری مدعا کے مخالف نہیں ہوئی کہ ہم
 کہہ چکے ہیں کہ تہدیدات بظاہر قصد کی نسبت زیادہ مخفی اور جہ کے ساتھ ظاہر کی نسبت کم ہیں۔ اور
 اگر قسم کے ذکر سے ایسا یہ ہے کہ در صورت عدم قصد کے کذب لازم آوے جتنا تو اپنی حضرت
 کسور نے یہی غالباً یہ فرما کر اپنا تجربہ ظاہر فرمایا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اول تو گولڈن تھا یہ
 اخبار ہو لیکن حقیقتہ اخبار نہیں بلکہ انشاء تہدید و تخویف مقصود ہے تو اسکو صدق اور کذب سے
 کچھ علاقہ ہی نہیں کیونکہ نہ وہ حکایت نہ اسکو لیے کوئی محلی غنہ نہ اسکو نظر باطن و عدم نظر باطن
 کچھ واسطہ تو اسکو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کر لیا۔ پھر آپ ہی اس پر اعتراض کر دیا
 اور یہ صریح بنا تھا علی الفاسد ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ کذب ہو تو وہ ضمیمہ جو ہم جناب امیر کے
 اور پر بیان کر چکے ہیں اور وہ تہدیدات جو جناب امیر نے فرمائی ہیں۔ بلکہ وہ تہدید جو حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعہ کے بارہ میں فرمائی ہیں وہ سب کذب ہو کر پیرامون

جواب آپ: یوں وہی جواب آپ اور آپ کے علامہ کنتوری اسکی طرف سے قبول فرما رہے ہیں
 یہ جواب تحریر فرمائے ہیں کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کہ عمل اجمال ہے اسقدر
 کافی ہے اس سے سخت حیرت ہے کہ آپ نے اجمال ہی کو نہا جواب دیا جسکو کافی سمجھتے ہیں اور
 موقع کو نہا ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اسکی جواب تحقیقی کا موقع نہیں سمجھتے اور نہ
 اسقدر کہہ کر کہ جو امور تسلیم سے ہے شاید اسکو اجمال ہی جواب بقدر فرماتے ہیں سبحان
 جواب وہی اسکو کہتے ہیں۔ اقول مثلاً اس حیرت کا یہ ہے کہ آپ نے ابز فہم سے کام
 نہیں لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہ حیرت نفرا تے بغیر آپ جو ٹاٹا لفظ دیکھ کر خیال
 کر لیا کہ یہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مضامین مفصل کا
 اجمال ہو سکتا ہے یہ لفظ بغیر کو چھوٹا سا تھا لیکن اگر آپ نامل فرماتے تو آپ کی تہا
 کہ ہنرمند کے واسطے کافی تھا چنانچہ جواب اسکی آخر آپ کو جدید دعویٰ کے ضرورت پڑی اور آپ
 فراہمی سا ان مثل آتش ہنرمند وغیرہ کا دعویٰ کیا اور اسکی اثبات سے پہلو ہی کیا اگر وہ جواب
 ایسا ہی نہا کافے ہتا تو اسکی لیے اس جدید دعویٰ کی کیا ضرورت تھی۔ باقی رہا اجمال اجمال
 کا ہی وہ مقام تھا کہ اول آپ کے آپ کو دعویٰ کی نسبت جواب طلب تھا اور وہ تفصیل کا موقع
 نہ تھا اب آپ نے اپنی دعویٰ کو بڑ غم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہماری لیے یہی تفصیل کا
 موقع آیا اور اگرچہ طویل ہو گئی تھی تاہم انشیل کا کہہ اندیشہ کیا اور مفصل اسکا جواب
 خدمت میں پیش کر دیا سو اس تفصیل سے آپ اس اجمال کو سمجھ لیجیگا۔ آپ کی حیرت تھا اللہ تعالیٰ
 رفع ہو جائیگا کہ اس معلوم ہو جائیگا کہ یہ جواب محل اجمال میں کافی ہے قال القاضی العجیب
 قولہ۔ اور جو صاحب ہدایہ شیعہ مسلمہ تھا اسے درامہ کہتا ہے کہ نسبت تعصب و عناد
 روایات بخاری و مسلم ذکر فرمایا ہے سو اسکی نسبت اس قدر گڑباد ہے کہ کلام مخالف و
 اگر نظر انصاف سے نہیں دیکھا جاتا تو گوتی ہی حق کیون نہا تاہم تعصب بعض انشیل ہی
 نظر آیا کرتے ہے۔ اقول۔ یعنی صاحب ہدایہ شیعہ کی نسبت یہ کہہنا نہیں چاہیے

لکھا ہے شاید اللہ غلطی سے رہ گیا ہو اور قرینہ ہی یہی چاہتا ہے کیونکہ اگر نسبت سلمہ اللہ
 وادامہ برکاتہم لکھا ہے حضرت مجیب کی غرض یہی صاحب ہادیہ کشیدہ ہی ہے کیونکہ
 سنا ہی ہدیہ کشیدہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہ حضرت زندہ و سالم میں خیر امین سے کوئی
 صاحب ہون ہر دو صاحب کی نسبت یہ اعتراف ہے ہدیہ کشیدہ والے کے غلط و کذبات
 تو تحفہ الاشعر اسکی جواب میں درج ہیں اگرچہ میں تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمالین۔ اور ہدیہ کشیدہ
 والے حضرت کو اگر ایسی باتیں لکھیں جائیں تو یہ تحریر بجائی خود اسکا جواب اور سال ہو جائے
 مگر حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ گزارش ہوتا ہے بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ
 جو کہ اس قول میں کوئی امر قابل جواب نہیں اسلیٰ اسکی جواب میں کچھ نہیں تحریر ہوتا ہے
 قال الفاضل المجیب - قولہ - کلام مخالف کو الخ یہ فرمانا نفس الامر میں بجا و درست ہے
 مگر اس موقع پر یہ ارشاد بجائی خود نہیں بلکہ یوں مناسب کہ جب تعصب واریزی مذہب کے پیچ
 انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اسکی تہایت ہی کتب معتبرہ مذہبی میں کیوں نہ مذکور ہو
 اگر ذرا ہی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو مصافحہ انکار کر جاتا ہے یا ایسی گول مول بات کہتا ہے
 کہ اسکی مذہب کے مؤید ہو سیکے بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ بیشک اس قول میں
 بندہ کا اس امر کو مشن لکھنا بجائی خود نہیں تھا بلکہ چونکہ کو لکھنا چاہی تھا وہ بندہ نے
 لکھا اور جو بدیہی تحقیقات مذہبی کے جناب کو متایف ہتا وہ آپ نے تحریر فرمایا قال الفاضل
 المجیب - قولہ - اور اگر اس باب میں کچھ استناد ہے تو ان امور کو تحریر فرما کر خدام مولانا
 وادامہ برکاتہم کے پاس بھیج دیں اور قدرت خداوندی کا تا شاشا بندہ قواہین - اقول - اگر آپ
 کو لکھا گیا دیکھ لو بجائی خود وہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل میں صرف ایک
 ہی بات عرض کرتے ہیں اور قدرت خداوندی کے تماشے کے منظر میں بقول العبد
 الفقیر لے مولانا الفتنۃ - لیجئے ہم ہی حاضر ہیں - قولہ قدرت خداوندی
 کا کام حق کو چھپا نہیں اقول آپ اور یہ فرمائیں ہر وہی مذہب جناب قدرت

نہ دندی کا یہ ہی کام ہے کہ جس کو جو اصرار اصول بہت عقیدت میں نقل انظم ایک اس وقت
 تک چھپا ہوا ہے نقل اصغر گویا بیست و چھٹی دوسرے از خدایات مسائل میں سدا انقیاد را
 وصیت نامہ آج تک چھپا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد دوسرے کی خداوند تعالیٰ کی
 قدرت بلکہ اس کی حکمت پر گہری توہین ہے یہ دیکھ کر قدرت عدادی کا کام حق کو چھپانا نہیں
 سب سے بڑا گنہگار ہے اور اس پر طرفہ نماش یہ ہے کہ باوجود ان پوشیدہ گنہگاروں کی ہر پستی
 خداوند تعالیٰ پر واجب ہے بجا نہ دقتاے عن ذلک قولہ اور نیز حضرت حبیب قدس
 خداوندی تو کیا وہ کیا ہو مگر دیکھئے کیا سحر ساری آرہا کیا ہو۔ اقول گو میں ابی بحر
 سابق میں اپنے نسبت اسکا دعویٰ کرتا لیکن جیسا حبیب بیست و چھٹی مجبیٰ کو خطاب کیا تو میں
 کچھ کچھ قدرت خداوندی کا تماشا دکھانے کے واسطے حاضر ہوں یہ زمانہ قدیم سے
 دستور ہے حق کے ساتھ یہ ہی سلوک ہوا کیا ہے بیشک اب یہی قاعدہ سیر کے قوانین
 و سحر سحر ہے شجرہ فریادیں کہانت کسب گمراہ کی نسبت پہلے کہا گیا ہے
 وہی آج ہی فریادیں اسکی ہر گشت کثرت ہیں جب اسبار درسل کے ساتھ ایسا ہوا ہے تو
 میں تو ایک مدہ گنہگار خطا کار ہوں۔ قولہ رسالہ ہر ایستید میں سوال دوم کے جواب
 واقعہ صفحہ ۱۲ میں آپ کے مولانا یہ تحریر فرماتے ہیں۔ اور یہ عقد انصار اسباب پر مجبور
 ہوں کہ ایک امیر نصاب میں ہو اور ایک ہمارے میں اور حدیث الامتہ میں فریق کا اذکار کو خیال
 نہیں رہا ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں ہتے کہ بیان اس ہوا و نہ ہو سکر اور اسے تحقیق ہو
 سحر تو معصوم ہی مامون نہیں اور علم ماکان دیا کیونکہ یہی اذکار نہ ہتے تاکہ عیب کیا جادی
 کہ یہ مسئلہ اذکار معلوم کون نہ تھا اگر معلوم ہی ہو تو یہی کچھ ہر جن میں جب تمجید دہان
 تشریف لے گئے اور اس حدیث کو پس کیا اوس سے اذکار وہ ارادہ مستح ہو گیا اور سب
 ابو بکر کے ماتہ پرعت سے بقی بقدر احباب۔ اگر آپ اسکو بخاری کی روایت کے مطابق
 کر سکتے ہیں تو کیجئے ہم ہی قدرت خداوندی کے تاسی موجود کے منظر میں اقول

جناب میر صاحب گستاخی معاف۔ کیا یہی وہ اغلاط و کذبات ہیں جو آپ نے اور آپ کے
 ہم مذہبوں نے ہدیہ الشیعہ اور ہادیۃ الشیعہ سے تتبع فرما کر نکالیں انفس کے آپ صاحب سلیس اور
 سہل عبارت اردو ہی نہیں سمجھ سکتے کیا اسی پر قدرت خداوندی کے مشاہدہ کے منتظر
 ہیں۔ اجماعی حضرت پہلے تو آپ نے اس قول میں اور بخاری کی روایت میں معارضہ ثابت
 کیا ہوتا۔ ادھر بعد آپ جواب کے منتظر ہوئی ہوتے۔ اولاً ہم کسی کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس
 عبارت میں اور روایت بخاری میں تعارض ہے اگرچہ ہم کو اس نفی پر دلیل لانی کے حاجت نہیں
 اور یہ منع ہی کانے ہے آپ کا ذمہ ہے کہ آپ دلیل سے معارضہ ثابت فرما دیں لیکن تاہم
 تبرعاً گزارش کرتا ہوں کہ یہ معارضہ اس دلیل سے باطل ہے کہ یہ قضیہ کلیہ اوس فرد کو
 شامل نہیں جبکہ روایت بخاری متضمن ہے۔ پس معارضہ منتفی ہوا تفصیل اس اجمال کی
 یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے بصرۃً تمام یہ مضمون سیطرہ ہوتا ہے کہ بعد وفات سرور کائنات کے
 معاملہ خلافت میں جماعت انصار کی طرف سے ہر گز اوٹھا اور اونوں نے یہ چاہا کہ ایک امیر
 ہم میں سے ہی ہو اوس شخصین شقیفہ میں جہاں انکا اجتماع تھا تشریف لیکئے اور حدیث
 الامۃ من قریش کو پیش کیا اوس سے انکا وہ ارادہ فسخ ہو گیا۔ اور ان سب نے ابو بکرؓ کے لئے یہ
 بیعت کر لے۔ اگر جناب کے فہم شریف میں نہ آویز تو کسی مصنف اردو خوان سے آپ
 دریافت فرمائیجے کہ اس عبارت کے سیاق سے لفظ (سب نے) سے کون مراد ہیں
 آیا تمام افراد بنی آدم مراد ہیں یا تمام صحابہ جہا جہا بن و انصار و طلقا اور جملہ مومنین
 و مومنات مراد ہیں۔ یا تمام حاضرین شقیفہ مراد ہیں یا تمام انصار حاضرین شقیفہ مراد ہیں
 سیاق عبارت ان محتملات میں سے کوئی احتمال کے یقین کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص
 بھی انکو یہ کہے کہ اس عبارت سے احتمال اول یا ثانی مفہوم ہوتا ہے تو آپ ہم سے دست
 و گریبان ہوں۔ لیکن خوش فہمی سے اپنی آپ خلاف سیاق ایک محتمل اپنی
 ذہن میں متعین کر لیا اور اوس پر اعتراض کر دیا فہم و فراست دین دیانت سیکھا تو نام ہر

جناب میں۔ سو قہار مہر وال ہے کہ جو لوگ بر سر مخالفت تھیں انہوں نے نہ بیعت
 نہ نہ من قرین سنگہ مخالفت کو ترک کیا اور نے بیعت کر لے باغایت سے غایت یہ ہر دو کچھ
 ہر کہ تمام حاضرین متفقہ نے بیعت کر لے مخالفت نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہو کر بیعت کی
 تو جب انہوں نے بیعت کر تو منافقین جن کو کسی قسم سے مخالفت تھی ہی نہیں انہوں نے
 بالادے بیعت کی ہو کی دس اور حاشا کہ اس عبارت سے بیعت کرنا تمام صحابہ کا منہم ہوتا
 یا کوئی اہلسنت سے اس امر کا قائل ہو کہ متفقہ میں تمام صحابہ نے بیعت کی تھی پس شخص حضرت
 خوش فہمی تھی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئی اور نظر اس جہت کی ہے
 جو اپنی زبان سے مذہبی بیعت اور منصب کے بابت فرمایا تھا۔ رہا یہ سوال کہ جب یہ بیعت
 عامہ نہیں ہوئی تھی تو اس بیعت سے شخص خلافت کیونکر تسلیم ہوا سو اس کا جواب یہ ہے
 کہ اگرچہ بیعت عامہ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضرت صدیق کے اہتیار خلافت میں صحابہ
 کسی شخص کو نال و انکار نہیں تھا بلکہ اتفاق کلمہ جموں کہوں حضرت کے استحقاق خلافت
 کا قائل تھے تو اگرچہ بیعت واقع نہیں ہوئی لیکن جب کسی کو استحقاق میں نہ دیتا تو
 اونکا سکوت بہتر لو بیعت و قبول کے ہو گیا۔ چنانچہ جب اس کی بیعت عامہ واقع ہوئی تو اس نے
 بقول راجع بیعت کر لے۔ چنانچہ ہم مضمون کو مطادی بحاث گذشتہ میں تفصیل تمام
 بیان کر آ کر میں۔ مہذبہ اس امر کا تو فیصلہ خود جناب مشکل کیا ہی فرما گئے اور فرما گئے
 کہ انعام و خلافت کے لیے جمیع اہل حل عقد کا ہونا کچھ ضرور نہیں چنانچہ فیج البلاغات
 کہ مواقع مختلفہ میں مذکور ہے اور اس کو بھی ہم اسبق میں مفصل بیان کر آ کر میں۔ تو اس
 ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل عقد نے بیعت کر لے خلافت منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب
 ہو گئی۔ میں جو اس سے پہلے وہ حسب ارشاد جناب امیر سیدیل المؤمنین سے منقول ہوا
 اور مستوجب اقبال و استحقاق و غل جنم ہے پس یوم تہنہ بعض کا بیعت کرنا انعام
 خلافت کے واسطے کافی ہوا۔ دوسری جگہ سلسلہ بظاہر قارض واقع ہے لیکن یہ قارض

مرفوع ہے کیونکہ یہ اطلاق مجازی ہے قبیل اطلاق الکل علی الاثر جو شائع مستفیض ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس پر واقع میں جہاں حقیقت متعذر ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے من غیر تکرار اس جگہ ایک روایت گذارش ہے سر صافی نے قتی و ستاد ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے غریب جعفر قال قال امیر المؤمنین بعد وفات رسول اللہ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت

عالم الذین کفر واوصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالہم فقال قال لہ ابن عباس یا ابا الحسن لم قلت ما قلت قال فرأت شیئا من القرآن قال لقد قلت لا امر

قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما اسکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فاستہوا

فتشہد علی رسول اللہ انہ استخلف ابابکر قال ما سمعت رسول اللہ اوصی لا الیک

قال فضلا بالیقینی قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منهم فقال امیر المؤمنین

کما اجتمع اهل العجل علی العجل ہنا فتنتم ومثلکم مکمل الذی استموا قد نارا فلما اصابوا

ما حوالہ ذہب اللہ بنورہم ہذا کثیر اس روایت میں ابن عباس کے جواب میں یہ الفاظ

ہیں۔ قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منهم۔ اس میں قطع نظر اس سے کہ جمع صرف

باللام مفید عموم کو ہوتے ہے یا نہیں ہوتے سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض

ناس مراد نہیں کیونکہ بعض چند آدمیوں کا اجتماع خصوصاً ایک ایسے امر پر جو خلاف رسول

کو ہو داسی اس امر کو نہیں کہ ایک مومن کامل الایمان اور انکا اتباع کر کے رسول کے مخالفت کر

لے، بے جہت سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین نے بعد وفات رسول اللہ کے مسجد میں جبکہ لوگ بیٹھے تھے بلند آواز سے پڑھا

(جنہون کفر کیا اور اللہ کے راہ سے روکا اور انکے اعمال پر باد کردی) ابن عباس نے پوچھا ای ابا الحسن جو کچھ تو بیٹھے پڑھا تھا کیوں پڑھا

کہا قرآن میں کچھ پڑھا تھا ابن عباس نے کہا یا تحقیق کیسے جو سے تو آیت پڑھا تھا۔ کہا۔ مان۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں

فرماتا ہے (تمہارے پیاس جو کچھ رسول دیا اسکو لو۔ اور جس سے اوپر منع کیا اس سے باز رہو) پھر کیا تو رسول اللہ پر شہادت دیتا

کہ ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ کہا رسول اللہ، تو میری بجز آپکی وصیت کے نہیں سنا۔ کہا پھر کیوں مجھ پر معیت نہ کی۔ کہا کہ لوگ ابوبکر

پر کھڑے ہو گئی تھیں میں ہوا دین تھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا جیسی کو سالہ پرست گو سالہ پر اکھڑی ہو گئی تھیں میں تم فتنہ میں پڑ

اور تمہاری مثل اگ روشن کر نیو اور جیسی ہے۔ جب رسی نئی پڑ کر درگاہ کو روشن کیا تو اللہ نے اذکار کو دیا۔ ۱۲۔

یہ ایسی وقت متحقق ہو چیکہ جمیع افراد صنفیہ ایک امر پر مجتمع ہوں یا اکثر اور اکثر یا سب پر مجتمع
 ہوں ہو کہ باقی بہ نسبت اذکر حکم من عدم اور کا نلم کین کے ہوں۔ تو ایسی حالت میں ہی اذکر
 کل پر کیا جاسکتا ہے اور اس کل کا تحقق بعض کثیرین کے ہوگا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس
 اپنے جواب میں اجتماع الناس سے جمیع الناس مراد لی ہیں جن کا تحقق بعض اکثر ہے۔ علامہ
 اس کو یہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اس کو مدعا نشیرین دستیاب ہو سکتی ہیں۔ تیسری یہ
 کہ سنیے مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ میں لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں تاہم
 ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز متعارض نہیں کیونکہ آپ نے
 رسائل منطق میں دیکھا ہوگا کہ تحقق متناقض کے لیے منقولہ وحداث کے ایک اتحاد مانہ کے
 ہی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار ازمہ مختلفہ کے متعارض ہو گئے تو اوہ نہیں کوئی عامل
 متعارض متناقض نہیں کہیگا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ عبارت ہدایہ متبعہ میں یہ جملہ (اور سب) ہو کر
 (کہا ہند پر بیعت کر لے) جو مذکور ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار رفتہ رفتہ سب نے بیعت کر لے
 جو حاضرین تھے اوہوں نے اور سب وقت بیعت کر لے اور جو غائبین تھے اوہوں نے
 یہی بیعت کی۔ اس جملہ میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اور سب وقت
 بیعت کر لے یہ ہرگز اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا حاصل اس میں یہ ہے کہ سب بیعت
 متحقق ہو گئے۔ پس غلط یہاں سے واقع ہوئی کہ قبہ وقت کے اپنی طرف سے تراش کر
 اوہیں بڑا دی۔ تو اس صورت میں کچھ متعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے
 باقی نہ رہا۔ چوتھی یہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہدایہ شیعہ کا مدار ان روایات پر ہو جو دربارہ
 تمام صحابہ جو وہ جلسہ میں اول تصفیہ بنی ساعدہ میں بیعت خاصہ اور دوسری مسجد نبوی میں
 بیعت عامہ واقع ہوئے تھے وارد ہوئی۔ جن میں جناب امیر بھی شامل تھے۔ اور چونکہ بیعت
 ثانیہ جو اکثر ہی روز دوسرے مسجد میں بیعت اولے کے متصل واقع ہوئی تو گویا ہند لے کر
 ہوئی کہ اذکر تحقق ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔ اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت میں

بیعت کی۔ تو اس صورت میں عبارت ہدایہ شیعہ کے اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو
 لیکن دوسری روایات صحیحہ کے جو بیعت واقع ہوئی میں موافق ہوئی اور معارضہ روایت
 بخاری سے اس وقت میں جبکہ اور روایات کے موافق ہے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تاہم
 کوہنہ روایات معارض روایت بخاری کے ہوئی تو چونکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم ان روایات کو مع
 وجہ تطبیق کے گزشتہ بحاث میں بیان کر آئی ہیں۔ پانچویں مسئلہ کہ اس لفظ سے جو ہدایہ شیعہ
 میں مذکور ہے، تمام مسلمانانِ مروجہ میں اور یہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جبکہ اگر
 اکابر علماء نے بھی سب مسلمانوں کی بیعت کرنا لایہ بکر کے ساتھ تسلیم کر لیا یا وجہ دیکر آپ کے
 اصولی مذہب اور مفروض روایات کے صریح مخالف ہے تو پھر آپ ہدایہ شیعہ کے مخالف کو
 کس مذہب سے کہہ سکتے ہیں آیات بنیات صنفہ ہم پر لکھا ہے۔ تاہم اگر سب مسلمانوں نے جو
 اس وقت ہجو ابو بکر صدیق کی بیعت کے یا قرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے
 قول سے ظاہر ہے جو بخارا لائے ان کے مجتہدین میں مستقل اور چکا تہ مجتہد صاحب نے
 یا میں اتفاق کیا ہے جمیع مسلمانانِ مروجہ اور بکر بیعت کو مدد و اظہار و رضا و خوشنودی باوجود کون
 مدعیانِ یسوی اور خود مذہب و اختلاف اور بدعت کشندہ و خارج اسلام ست۔ پس
 جب اگر علماء نے یا وجہ و منافی ہونے مذہب کے سبب مومنین کے بیعت کرنا تسلیم کر لیا
 تو اگر ایسے نے ایسا کیا تو کیا عیب ہے کہ انکا عین مذہب سے اور مخالف کا جواب
 جواب دیں وہ بھی بخاری طرف سے قبول فرما دیں۔ چوتھی بطور تلخ کے آپ کے ہر قاعدہ کے
 موافق ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر لازم انہی مسلمات مذہب سے ہوا کرتا ہے اور بخاری کی
 روایت ہمارا لازم مذہب ہے عین مذہب نہیں۔ پس اس معارض کا لازم ہدایہ شیعہ
 کی عبارت پر نہیں ہو سکتا۔ قال الفاضل المحجیب۔ قولہ۔ معنی انصر من قال
 کیا جناب قاضی نور اللہ شوستری کا تعصب و تحائف اس سے کچھ کم ہے جاہلوں
 و نجواب آیت فانزل اللہ سکینۃ علیہ کہ فرمایا اور اس کی نبت کمال تحت فرمایا ہی

کہ چون این سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیلہ خلاصی از ان پنا
 ایشان برسد او صاحب تعلیب الکائد نے اپنی کتاب میں بہر براندا کیا ہے قاضی صاحب فرماتے ہیں
 آجہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود است کہ مقدمان مارضوان اللہ علیہ افادہ فرمود
 کہ خدا تعالیٰ و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انزال سکینہ فرمود الا انزل
 انزال شامل جمیع ایشان دہشتہ انتہی منقول از آیات بنیات - اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمائیے
 کہ قاضی صاحب نے کیسے افتخار کے ساتھ تعصب میں اگر کیا ہے اصل دعویٰ مخالفت قرآن
 کو فرمایا ہے اور منسوخ ہے کہ اس میں شر قاضی صاحب ہی کی طرف تعصب و مخالفت کا الزام نہ
 بلکہ قاضی صاحب نے فوراً کہہ کر مانتی ہو کر لکھو یہی اس میں شریک فرمایا ہے - غائب رہا اولی الامان -
 اقول - سبحان اللہ جناب قاضی صاحب فوراً اللہ مرقدہ کے دعویٰ کو اس سے کیا نسبت - اس میں
 ادسین زمین آسمان کا فرق ہے کہ ان وہ امر دافعی اند کہ ان یہ گول مول بات جو بالکل
 بخاری وغیرہ کے مخالف ہے - اس ایک ہی روایت سے آپ کی میر مہدی صاحب کا یہ
 علم و تدبیر بخوبی واضح ہے اور وہ یہ ہی مقام ہے کہ جب کا ہم سابقین میں وعدہ کر آئیں
 ان حضرات پر تو کچھ فیوض نہیں کیجئے وہ ایک اعلیٰ سر میں مدت تک سرکاری نوکری میں توکل رہا
 اور علم کی طرف توجہ نہ رہی - مگر حضرت مجیب البیب پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ مسلم
 و بفضل اس عبارت مندرجہ آیات بنیات کو غور سے ملاحظہ فرمایا - اور اپنی علم و فہم سے کام
 نہ لیا - میر مہدی صاحب کے چکنی چٹری باتوں میں آگئے - یہ تو فارسی عبارت ہے اس جگہ
 حضرت میر مہدی صاحب کی وہ چالاکی و دیانت جو عبارت عربیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں
 ہندی و فارسی خوان کے ساسنی ہی پیش بخائیگر - حضرت جو ش نصب اسکو کہتے ہیں اور
 ہٹ دہری و جن پوشی اسکا نام ہے - کہ ایک ایسا بے سر و پا دعویٰ کیا کہ جو عبادت الہی
 دعویٰ کے ثبوت میں نقل فرمائی ادسین اوکا نشان تک نہیں ہے بلکہ اسکا ثبوت ہے
 آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو حوالے ان حضرات نے اور کتابوں کے دیئے ہیں نہیں کیا

کچھ تصرف کیا ہوگا۔ اگرچہ آپکا دعویٰ تعصب و مخالفت کا نسبت جناب قاضی صاحب فرمایا
 مرتضیٰ اسی عبارت سے جو آپنے نقل فرمائی رد و باطل ہے۔ تعجب و افسوس ہے کہ آپنے
 عبارت نقل کرتے وقت اسکا الفاظ کے معنی سمجھنے پر توجہ نہ فرمائی۔ اور محض جوش تعصب
 میں آکر اپنے دعویٰ کے مخالفت عبارت نقل کر دی بقول العبد الفقیر الے مولانا الغنی
 یہ عبارت بطور توطیہ و مہند کے لکھی گئی ہے۔ اس میں جعفر آپنے لن ترابنا فرمائی میں
 اذکر حقیقت قول آئندہ میں بخوبی منکشف ہو جائیگا۔ اس واسطے کہ کچھ مناسبتیں معلوم
 ہوتا کہ اس کے جواب میں تطویل لائے اور تفسیر اوقات لاحقہ حاصل کریں ہماری میر مہدی
 صاحب کی چالاک کی اور دیانت اور ہٹ دھرمی و حق پوشی و جوش تعصب اور باطل علم
 و تدبیر۔ اور ہمارا جوش تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپکا اور آپکا قاضی صاحب کا
 صدق و دعویٰ اور علم و انصاف اور اس دعویٰ کا موافق یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا
 سب کچھ درج ہے ہو جائیگا۔ **قولہ** مگر تو ضیحا للامرام ہم آیات بنیات کے ہی عبارت
 منقولہ لکھتی ہیں اور حضرت مجیب اور نیز اور دیگر والوں نے انصاف کے خواہان ہیں بعد
 نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کی نقل کر کے اور اسکا جواب گذارش کرتے ہیں۔ وہ تو
 آپکا کشف صحت بیان مذکور تو اندہ بود آنت کہ مقدمان مشائخ مارضوان اللہ علیہم افاؤ
 فرمودہ اند کہ خدای تعالیٰ ہرگز دسیج جائی کی کی ازل ایان با حضرت پیغمبر بودہ اند
 انزال سکینہ نہ نمود الا انکہ نزول انرا شامل جمیع ایشان داشت چنانچہ در بعضی آیات فرمود

و یوم حنین اذا عجبکم کثر تکم فلم تغربکم شیاً و صافقت علیکم الارض
 بعد حبت ثم ولیم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین و در
 دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین و چون با حضرت غیر از ابوبکر
 و غار بنود لاجرم خدای تعالیٰ آنحضرت را در نزول سکینہ منقر و ساخت و اورا بان مخصوص
 کرد ایہ ہو باریا، سرگت نذاو گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایہ و مجنود لہ تر و ہا پس اگر

ابوبکر مومن می بود بآستی کہ خدائی تقالے دین آیت اور اجاری مجری سونمان می نمود در
عموم سکینه داخل می فرمود۔ اسے قولہ تبارین نزول سکینه مخصوص اندہہ باشد و ابوبکر
بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینه محروم ماندہ باشد۔ و ایضا نص قرآنی ابادار و از انکہ در آیت
غار سکینه بغیر رسول باشد۔ جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہے جو آیات میں
والے نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہے۔ آپ کے ہمدی صاحب جو اسکا خلاصہ تحریر فرماتے
ہیں اسکو ملاحظہ فرمائیے۔ اول انصاف سے کہی کہ کونکہ الفاظ عبارت مذکورہ کے اعلیٰ خلاصہ
دلائل کرتی ہے آپ کے ہمدی صاحب فرماتے ہیں۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ سکینہ
جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو دن اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر ہی جبکہ
نقطہ مومنین پر تسلی نازل نہیں کی تو کیونکہ ممکن ہے کہ غار میں پیغمبر صاحب کو چور کھڑا تھا
ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو۔ پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اسلی کی اگر
با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خداوند نہر ہی تسلی نازل کرتا انتہی بعد از اسکا خبر
حضرت عیسیٰ اور حضرت اسماءہ انصاف فرمادیں اور متبلا میں کہ یہ خلاصہ کن اشکوافی اس
عبارت کے کھٹا ہے کہ خدا نے جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو دن اول رسول پر
نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر۔ ہنخ۔ عبارت تو یہ ہے کہ خدا تقالے ہرگز دیکھ جائی
کہ کی انہا ایمان یا حضرت پیغمبر و دلائل انزال سکینہ نہ نمود اللہ انکہ نزول آرا شامل جمع ایسا
دہشتہ ہنخ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا تقالے نے کبھی کسی ایسی جگہ کو اہل ایمان پر ہی
کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی میں تسلی نازل نہیں فرمائی۔ مگر یہ کہ ابوبکر نازل کو
سبکو شامل کہ اس پر چنانچہ جناب قاضی صاحب نے جو آیتیں لکھی ہیں وہ اسی مطلب پر وال
میں ہے کہ یہاں ہے جہان خدا نے تسلی مومنین پر نازل کی تو دن اول رسول پر
نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔ اقول خلاصہ اس ساری تطویل و طائل اور طویل
لا حاصل کا یہ ہے۔ کہ مولانا سید ہمدی علی صاحب نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب

بیان کیا ہے اور میں دشمن نہ کہتا ہے۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے
 جہان میں تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو قرآن اول رسول پر نازل کی اور بعد مومنین پر
 تو یہ جو ادیانوں نے لکھا ہے کہ اول رسول پر اور بعد مومنین پر یہ غلط ہے۔ اور اس کے
 چالاکي قرار دیا ہے اور اس کے جو ش تعصب ٹھہرایا ہے اور اس کے لیے دیانتی اور سٹ دہری اور
 حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم انصاف سے قرآن میں دیکھتے ہیں کہ خداوند متعال نے جو
 دوزمین کے سید ہدی علی نے یہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکھا یا مخالف ہے
 وہی چالاکي اور دیانتی اور حق پوشی یا اونکی مناسبت اور دیانت اور حق گوئی اصل
 یہ ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے یہ خوب سمجھ لیا تھا کہ اصل اعتراض تو جناب قاضی صاحب
 عرفہ نہیں ہو سکتا تو ایسی ہی جو ش و خرویش اور گھٹڑ بھیک مومنین کا مٹاؤ۔ پس
 ب انکا جواب یہی س اول ہم اپنی فاضل مجیب ہی کو منصف مقرر کرتے ہیں کہ جہاں
 رسول اور مومنین پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہ ان کے صلب و خفایا رسول سکینہ میں
 رہا رہتے اور سب کے اوپر بالاصلاح اور بالاسفہال سکینہ نازل ہوا یا یہ کہ نزد سکینہ کا رسول
 راؤ لا اور بالذات ہی اور مومنین پر ثانیاً وبالعرض ہے۔ اگر امر ثانی ہے تو عین مدعا ہے
 لیا چکا و اولاً امر ہر جا اور اگر اول ہے تو ثانیہ باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی میں جب
 اول اور مومنین سب شامل ہوں تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف بواسطہ رسول کے ہوگی
 رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو یہیچے اور اگر مومنین کو یہی بالذات
 صل ہو تو مساوات لازم آجے۔ دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت اور آیت دیگر قرآن
 و یہی مفہوم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں علی ہوں و علی المومنین۔ واقع
 اور اس میں اول تو رسول کے جو بالاتفاق افضل اور حق پر مقدم دوسری یہ کہ رسول کو اپنے
 یہ کطرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف پر دل ہے۔ تیسری یہ کہ سکینہ
 یا اپنی ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو یہی اپنے ضمیر کی طرف مضاف کیا

آیت خاکہ جو بین آدمی از انہو سستہ کی غلطی
 دو غلطی کی تیسری ترمیم۔

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف ادا اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور امین کوئی اور کا شریک نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود احادیث لفظ جار کے والہ بیت پر ہے غرض اس مجموعہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولاً رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیسا کہ صلوات میں بھی یہی امر مہود ہے۔ تیسری یہ کہ اس عبارت میں جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے۔ کہ کی ازالہ انان یا حضرت یحییٰ بن جبرئیل بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی میں ہوا ہے کہ لفظ با جو مصاحبت کے واسطے ہے پھر والہ ہے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحبت میں یہ تشریف تو کرم حاصل ہوئی ہے تو بواستہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہوگی تو حق یہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اس کے بالترتیب مومنین بھی اور امین شامل ہوں چوتھی یہ کہ اگر یہ روایت ثانیہ عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہیں ہوتی اور یہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو نفوت ہوئی اور کیا یہ دیا تھی اور حق پوشی اور جو ش تشبہا جبر آپ نے یہ فعل شورچا رکھا ہے۔ اور اگر قطع نظر روایت ثانیہ کے یہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہان نسی مومنین پر نازل فرمایا۔ تو وہ ان رسول اور مومنین پر سب پر نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ نزول نسی کا مومنین پر بشمول نسی کو جو با ہم استلزام جان کیا گیا ہے یہ غلط ہے اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہیں تو یہ خود آپ کی ہی فوسنہی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہیں سمجھی تو ستر صاحب کی عبارت سے بخوبی یہ مفہوم ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ خدای تعالیٰ ہرگز وہ سچ جائی کہ کی ازالہ انان یا حضرت یحییٰ بن جبرئیل بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود۔ الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان ہوتے۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ ایک ہی اہل ایمان سے تھا تو وہ ان نزول سکینہ میں سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے

اور ان کو منع نہ کر دینا نزول تسمیٰ مومنین پر تسمیٰ رسول تسمیٰ کو ہی۔ بلکہ ایک دوسرے تفسیر ہی ثابت
 ہوتا ہے وہ یہ کہ ان کو تسمیٰ نزول تسمیٰ رسول پر تسمیٰ مومنین کو ہی اور حاصل دونو قضیوں کا یہ ہوا
 کہ نزول تسمیٰ مومنین پر تسمیٰ مومنین پر تسمیٰ رسول پر ہے۔ اور نزول تسمیٰ رسول پر تسمیٰ مومنین
 نزول کو ہی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہ ہے کہ ان مواقع میں
 اگر مثلاً تفسیر اولے صادق نہ آوی یعنی نزول تسمیٰ کا مومنین پر ہوا اور رسول پر نہ تو صریح
 شمول باطل ہوگا اور اصل دعویٰ قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا
 تو دعویٰ در میان نزول اور شمول کے ان مواقع میں لازم کا یہودی بیان انفراد ہو گیا
 اور یہاں ہی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسمیٰ مومنین پر نازل فرمائی وہ ایسا ہی
 موقع ہے کہ رسول ہی وہاں موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہیں آتا کہ نزول سکینہ کا
 مومنین پر اس موقع میں بیان فرمایا ہو اور رسول مومنین کے ساتھ نہ تو اس سے ثابت
 کہ جہاں تسمیٰ مومنین پر نازل فرمائی تو وہاں رسول پر ہی نازل فرمائی یہ صریح خلاصہ ہے
 اسکو قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہے اور یہ مضمون جو
 قاضی صاحب کو عبارت سے ثابت کچھ غلط ہے۔ غرض کہ قاضی صاحب کی اس عبارت کی
 غلط اور مخالف قرآن ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس قدر مطلب کو تو
 اب ہی تسلیم فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنے تحریر فرمایا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے خداوند تعالیٰ
 کہ جس کی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سی ہی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی میں تسمیٰ نازل
 نہیں فرمائی مگر یہ کہ اسکو نزول کو سب کے شامل کہا ہے انتہی تو ہم بموجب اسکی تسلیم
 کہ پوچھتے ہیں کہ یہ جو موقع ابتدا رسول پر تسمیٰ میں مذکور ہیں۔ ھُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ
 فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ اور لَمْ يَزِدْ اللَّهُ عَنْ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
 يَبَايَعُونَكَ حَتَّى الشَّجَرَةَ فَعَلِمُوا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ کہ جن میں خاص تسمیٰ

اسکا نزول نہایت کثرت سے فرمایا گیا ہے اور ان کے ساتھ ہی تسمیٰ مومنین اور رسول

اس کی جگہ سے دیکھو کہ ان ایمان والوں کو کہ جو یہ جہاں یا ایمان ساتھ ایمان پر کے اسے نبی تعزین رضی اللہ

مومنین پر بیان فرمائی ہے۔ اور رسول کو اسمین شامل نہیں کیا ان دونوں مومنین آپ کے قاضی صاحب
 یہ قول جہانیکہ کہ یکے از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند صادق آتا ہے یا نہیں اور ظاہر ہے
 کہ ان دونوں مومنین میں صحابہ صاحب رسولؐ علیہ السلام کے ہیں اور نزول سکینہ کا بھی
 اسبغہ ہے اور آپ کے قاضی صاحب ایسے مواقع میں شمول کو واجب اور ادا کرتے ہیں۔ تو
 اب دیکھنا چاہیے کہ موافق قول آپ کے قاضی صاحب کے شمول سکینہ کا رسولؐ اور مومنین کب ہوا
 مخالف قول قاضی کے انفراد ہے قرآن شریف کو لکھ کر جو دیکھتے ہیں تو اسمین تو مخالف دعویٰ
 قاضی صاحب انفراد مومنین کا تسلی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اور قرآن قاضی صاحب
 کی تکذیب کرتا ہے یا یوں کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول میں قرآن کی تکذیب فرماتے ہیں
 تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی یہی قاضی صاحب کا دعویٰ غلط اور مخالف قرآن کے ہے
 جو لوہوں نے جو شش نقشب میں اگر بدل سکے کہ قرآن کو دیکھیں لکھ دیا اب آپ چاہتے ہیں کہ
 چند خرافات سے اس الزام کو لائے لوح جبین تحریر سے مدفع کریں تو ہلایہ کب ممکن ہے قول
 بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں رسولؐ پر تسلی نازل کی ہے
 اور مومنین بھی رسولؐ کے ساتھ ہوئی ہیں تو مومنین کو بھی اس تسلی میں شامل کر لیا ہے
 کہ صرف رسولؐ پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نہ کیا ہو اور آیت غار میں یہ نہیں ہے
 بلکہ رسولؐ کا ہی ذکر فرما کر اللہ جل شانہ خاموش ہو گیا اقول حضرت مجیب اور ان کے
 ہم مذہب اور اہل الفضاۃ لہ الفضاۃ فرمائیں اور بتلائیں کہ اگر وہ خلاصہ جو میر مہدی صاحب
 سلمہ نے لکھا تھا غلط تھا جیسا کہ ہماری فاضل مجیب دعویٰ کر آئے ہیں تو یہ جو ہمارے
 فاضل مجیب کے قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب کہتا ہے اس عبارت کے کن لفظوں سے
 فاضل ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب رسولؐ پر تسلی نازل کی ہے اور ایمان مومنین بھی
 ہیں تو مومنین کو بھی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سپہ مہدی علی صاحب سلمہ کو دیتے ہیں
 اوسی الزام کے خود آپ مستحق ہوئے۔ اگر یہ مطلب جو آئینہ قاضی صاحب کی عبارت کا

بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے تو وہ مطلب کہ جو سید مہدی
 صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت فہوس و تعجب ہے کہ سید مہدی علی
 صاحب سلمہ کو تو آپ ملعون کریں اور خود آپ اسے قسم کے معنی بیان فرمائیں اور اہل علم سے
 کچھ نہ شرمائیں اگر یہ سید مہدی کی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی
 تھی تو جو کچھ جناب قاضی صاحب کی عبارت کے بیان مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا
 وہ جناب کی یہی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہوگی سوا لبوا اور لبو
 قاضی صاحب کی عبارت غلط کی غلط ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر مستفاد
 ہیں۔ اول اس موقع کا ہونا کہ جس میں رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں دوسرا نزول
 سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سب کو
 پس منزل علیہ سکینہ کا جیسار رسول ہے ویسی ہی مومنین بھی ہیں چنانچہ لفظ شمول ہی صحیح
 میں آتا ہے تو جب ہر دو منزل علیہم ہوئی تو اگر انکا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا
 کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہاں رسول پر ہی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا
 منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ یہاں رسول پر ہی نازل کی وہاں مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور
 غلط ہے تو یہ بھی غلط ہوگا۔ رہا کذب اور تعارض عبارت شومستری جسکا قرآن کے وہ ظاہر ہے
 کہ ہر دو امر میں اولین ہر دو آیات سورہ فتح میں موجود ہیں اور شمول ہمیں پایا جاتا۔ نزول سکینہ
 صحیح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبدلتہ مفہوم ہوتا ہے
 و عدم شمول ہی صریح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح
 ناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ کہ جناب کو مسائل منطوق سے معلوم ہوگا مثلاً لفظ
 لئیہ کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مواد میں صدق ہو جب اسکا صدق متحقق
 دگا اور اسکے کذب کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع مواد میں کذب متحقق ہو اور وقت
 غیب کا ذب ہوگا بلکہ ایک ہی تقدیر پر اگر کذب ہو جائیگا۔ تو قضیہ کا ذب ہوگا۔ پس ہم

تفسیر کلیہ جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز درست ہے۔ اور جو کہ ادھر مذکور ہے اسکی
یہ ہے دو مواد تھے کہ جہان اسکا تحقق تھا اسلیجہ انہوں نے حکم کلی فرمادیا اور یہ ادھر
معلوم ہوا کہ اسکی جزئیات اور ہی من جہان یہ حکم تحقق نہیں ہے اگر کلیہ حکم کیا جاوے گا
تو کاذب ہوگا۔ اور معلوم کیونکر ہو اگر کچھ قرآن سے نقل ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف
میں ذکر نزول سکینہ کا کہاں کہاں ہے پس اس موقع پر آیت فار کا ذکر کرنا بجائے غرض
قولہ اور جیسا کہ جناب باری غرامہ نے اور جگہ فرمایا ہے **فَإِنَّزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى**
رُسُلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ یہاں ہی اگر سوای رسول کے کسی اور کو نزول سکینہ میں شامل
کرنا منظور ہوتا تو فرمانا۔ کہ علیہ و علی صاحبہ یا علیہما وغیرہ۔ اور جبکہ حق تعالیٰ نے ایسا
نہیں فرمایا تو جناب قاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہر اقول
اول خطا آپ کو قاضی صاحب اور ان کے اتباع کے یہ ہے کہ اوس تفسیر کو جو پہلے مذکور ہے
ہرگز درست ہے۔ کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اوسکا کلیہ ہونا امر غلط تھا۔ دو ہر کی مثال
یہ ہوئی۔ کہ اوس تفسیر کو ایک محفل میں متعین لکھا اور یہ معنی بیان کیے۔ کہ خدا تعالیٰ
جہان رسول پر نازل کی اور وہاں مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا۔ تو وہاں اوسکو نزول
کی مثال فرمایا حالانکہ یہ تعین غلط ہے کیونکہ اوس سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ
جہان مسلم مومنین پر نازل فرمائی اور وہاں رسول ہی تھے تو وہاں اوسکو نزول کو
سب کے شامل کیا تیسری غلطی یہ ہوئی کہ آیت فار میں اول تو اپنی خوش فہمی ہے
یہ سمجھ لیا کہ **فَإِنَّزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْهِ** کے ضمیر حضرت کی طرف راجع ہے اور ہر اس
بنیاد پر یہ مقدمہ فاسد متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اوسکا
ہی شامل نزول ضرور کیا جاتا اور جب یہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین
آپ کے ہمراہ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہیں تھے لہذا ہر
اور بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ آپ کا خصم یہ کہتا ہے کہ آیت فار میں خدا تعالیٰ نے نزول

سکینہ کا ذکر فرمایا اور سکا منزل علیہ صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی اوسیل سے جیسا کہ
 خداوند تعالیٰ سورہ فتح میں ارشاد فرمایا ہوا الذی سے انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین
 اور فانزل السکینۃ علیہم اور ان نزول کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے
 اور ان کے ساتھ رسول کا ذکر نہیں کیا ایسا ہی آیت غار میں ہی رسول کا ذکر نہیں کیا اور سکینہ کو
 مخصوص بار غار کے ساتھ فرمایا۔ قطع نظر اس سے ہم ہی ایک قاعدہ کلیقہ قاعدہ
 کلیہ ایک قاضی صاحب کے لکھتے ہیں۔ اور اہل انصاف سے انصاف کے خوالان میں وہی ہے
 خداوند تعالیٰ جانیگا نزول سکینہ پر رسول بیان فرمود ہرگز وسیع جائزول آنرا
 پر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنی رسول را بلفظ رسولہ کہ دال بر کمال نبیگی
 و تعظیم و نہایت علو تکبریم است تعبیر فرمود لیکن جاب کہ نزول سکینہ پر مؤمنین بیان
 فرمود۔ گاہی انہا را بلفظ مؤمنین تعبیر فرمود چنانچہ علی المؤمنین و فی قلوب المؤمنین۔
 و گاہی بر ضمیر کتفا فرمود۔ چنانچہ فانزل السکینۃ علیہم ارشاد شد پس اگر در آیت غار
 بیان نزول سکینہ پر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر کتفا نہ رفتی بلکہ بلفظ رسولہ تعبیر
 شدی و لیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ پر ابو بکر صدیق بود و در آن گنجائش ضمیر
 ہم بود پس نہ بر ضمیر کتفا رفت۔ خدا کے لیے ذرا انصاف کی انگبین کہو لکہ دیکھیں
 کہ یہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپ کے قاضی صاحب نے خلافت کتاب اللہ ایجاد
 فرمایا ہے۔ بعد اسکو مثل آپ کے قاضی صاحب کے ہم ہی کہہ سکتے ہیں۔ و چون این سخن
 گوش نصیبان خوانند شنید باعث حیرت ایشان خواهد گردید و در حیدہ خلاصی از آن جان
 ایشان بلب خواهد رسید۔ ثواب فرمائی کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہو یا آپ کے
 قاضی صاحب کا۔ قول اور شیعوں نے یہ امر میں بدلائل قاطع ثابت کر دیا ہے
 کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف پہنچتی ہے نہ کسی غیر کے۔ اقول سبحان اللہ
 آجک حضرت شیعہ سے اپنا اصول نہی تو دلائل قاطع سے ثابت ہو ہی نہیں سکا

جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرجح ضمیر کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کیلئے ثابت کیا
 اصولین میں کہونا دلائل قاطعہ سے ثابت کرین انہ کی عصمت اور ان کی ایشیا فضیلت وغیرہ
 سب اصولین میں سے ہیں کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے۔ مگر یہ ایسا دعویٰ ہے
 جیسا کہ آپ کے سید مرتضیٰ کا کہ وہ فروع و فتنہ کی نسبت بھی مدعی ہیں کہ وہ قطعیات سے
 ثابت ہیں۔ حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے ان کے تکذیب کی ہے ایسا ہی آپ بھی دلائل قاطعہ
 ثبوت کے مدعی ہیں۔ پس ایسے لغو دعوں کا جواب جنہر کوئی دلیل قائم ہو بجز سکوت کے
 اور کچھ نہیں۔ قولہ پس جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہ دعویٰ ہے کہ چون
 اس سخن را گوش ناصہان شنید۔ الخ۔ نہایت ہی سچا اور بہت ہی ٹھیک ہے ورنہ
 شیعہوں کا دعویٰ اتنی مدت کا بدوین جواب باقی نہ رہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے
 تو اب جواب دین اقل جناب میر صاحب ایسے مہلات و محرفات کے جواب میں کسی
 حاصل کو بھی تردید نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اہل سنت کو حیرانی ہو۔ ان اگر جملہ باعث
 حیرت ایشان گردید سے مراد لیجاوئے کہ اہل سنت کو اس معنی کی حیرت ہو کہ یہ بات
 ہی کیا اس قابل ہے کہ عقل کے زبان سے نکلے اور کیا اس لائق ہے کہ سپر ناز و افتخار
 کیا جائے تو البتہ بجا ہے پر بعد اسکے جو بطلان دلیل کے تحریر فرمایا ہے ورنہ شیعہوں کا
 یہ دعویٰ صحیح۔ اس قابل ہے کہ اہل عقل و انصاف سپر اذریعہ کہیں شاید یہ ہی او نہیں
 دلائل قاطعہ سے ہے جنکا ذکر اوپر فرمایا تھا حضرت اگر یہ دعویٰ بالضرر ہے جواب
 باقی ہو تو کیا یہ کچھ مستبعد ہے کہ بدیہی غلط اور راہی ہو نیکی وجہ سے سپر انصاف بن گیا
 رہا یہ کہ ہماری فاضل مجیب اب ہم سے جواب کے خواہن ہیں سو بحمد اللہ ہم اس کا
 البطلان اس بحث میں بخوبی کر چکے اگر سہمت و جرات شیعہ تو ہے اب بدین اور اگر اس سے
 نسلی خاطر نہ ہو اور یہی ہوس ہو تو اور بھی لیجئے وہ یہ کہ قطع نظر اسکے غلط اور خلاف واقع اور
 مخالف قرآن ہو نیکی یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اصل سے اسکی بنیاد ہی غلط ہے

کیونکہ اگر بالفرض ہم اپنے مجرب کے خاطر سے تسلیم کر لیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے
 کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہ ان ہومنین سے بھی کوئی ہمراہ تھا تو سب کے شامل
 کی اور حضرت کو منفرد نہیں کیا اور یہ سوائے دو جگہ کے واقع نہیں ہوا تو اس سے یہ نتیجہ
 نکالنا کہ خداوند تعالیٰ پر یہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہہیں اسکے خلاف نہیں فرمایا گیا سراسر کلام
 اور عزافات ہے کیونکہ اس کے لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلالت کرتی یہ محض جناب قاضی صاحب
 کے وسوسوں و تخیلات ہیں جو مادہ سوداوی سے ناشی ہوئی ہیں اگر کوئی دلیل اس پر دلا کر دے
 تو اول اسکے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے خیر لغویوں نے نہیں بیان کی تو اب
 اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجئے۔ اور کوئی دلیل لائی اور یوں ہی ایک دعویٰ دلیل
 پر افتخار و ناز فرما کر نشان عقلا نہیں ہے اور جب ہے کہ ہم تسلیم کر لیں کہ جو مطلب ہماری
 محبوب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے صحیح ہو ورنہ فی الحقیقت یہ
 غلط ہے چنانچہ ہم ابحاث گزشتہ میں اسکے بطلان کو بخوبی ثابت کر آئی ہیں پس جس طرح دل چاہا
 سے گفتگو کر لیں ہم ہر طرح تحریراً تقریراً حاضر ہیں قولہ آپکا یہ فرمانا کہ تعصب میں اگر
 کیسا بے اصل دعویٰ مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بجائے خود نہیں۔ بلکہ آپ نے
 جوش تعصب میں اگر ایسا لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر جوش تعصب اور کیا ہو گا کہ بدون سمجھے عبارت
 نقل کر دی اقول اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب نے جوش
 تعصب میں اگر مخالف قرآن شریف کے دعویٰ کیا یا نہ جوش تعصب ہے اس دعویٰ کے
 نسبت ایسا کہا اور یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ سمجھنے بدون سمجھے عبارت نقل کی ہے یا اپنے
 بے سمجھے عبارت کی توجہ نہیں فرمائی۔ ہم کچھ نہیں کہتے مگر اسکے کہ کیسی سامنی اہل انصاف میں سے
 یہ عبارت رکھ دیجے اور تا شاہد کچھ لیجئے قولہ حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب
 میں نہیں آئے اور نہ بے اصل دعویٰ معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا۔ بلکہ ایک ہر طبعی مدلل
 آیات قرآنی بیان کیا ہے آپکا جناب قاضی صاحب کی نسبت ایسا فرمانا دعویٰ ہے دلیل ہے

اگر آپ اس اپنی دعویٰ میں سچے ہیں تو بسم اللہ کوئی دلیل لائے اور حضرت قاضی صاحب علیہ السلام
 کو اس سے کورہ فرمائے۔ اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب مجتہدہ سے لے لیں
 نقل فرمائے کہ جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ جل شانہ تعالیٰ نازل فرمائی ہو
 اور رسول کے ہمراہ مومنین بھی ہوں تو فقط رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور مومنین پر نازل
 نہ فرمایا ہو۔ اقول ہم دلائل ثابت کر چکے ہیں کہ آکے قاضی صاحب کا دعویٰ خلاف
 واقع مخالف قرآن محض جو جس منصب پر تاسی ہے اور اسکو بخوبی رو کر دیا ہے آپ اہل علم
 قوانین اہل حال کے دہلوی بہ کچھ ضرور نہیں کہ ایک ہی طرح پر کیا جادے۔ ان جناب
 اس دعویٰ کو داعی اور مدلل آیات قرآنی تصور فرماتے ہیں تو اسید ہے کہ ہماری دعویٰ کو
 بھی داعی اور مدلل آیات قرآنی سمجھیں گے اور اگر آپ کو ادھمین کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیں
 اور ثابت کیجے کہ خدا تعالیٰ نے کہیں رسول پر سیکینہ نازل کی ہو اور فقط رسول سے بغیر
 ہو اور صرف ضمیر پر اکتفا فرمایا ہو قولہ یہ حضرات الہست کی ہی جرأت ہے کہ یہ اہل
 دعویٰ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مال لیری اور بے باکی یہ ہے کہ جو عبارت سند اقل
 میں اور کا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت پر مخالف عبارت منقولہ کے تراشی میں اور بھناڑ
 افتخار اس اپنی ہی تراشی ہوئی مضمون کو رد کرتے ہیں نہ خدا و رسول سے ڈرتے ہیں نہ اس
 شرم کرتے ہیں کہ وہ کھینچ والا جسکو خدا نے کچھ ہی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا کھینچ گا یہ حال ہی
 ان حضرات کا فاعبتہ و یا ادلی الایمان۔ آپ کے ہمدی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد میں
 لکھا ہے جو چوکہ خلاصہ ہی صحیح نہیں کیا تو سب بنا فاسد علی الفاسد ہے اقول یہ
 کذبات اور خرافات کا جواب پس یہ ہے کہ بقول شاعر۔ ع دروغی را خرابا باد دروغی
 ہم کہیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ باقی آپ کے ہندب کلمات کا جواب ہم کچھ نہیں دے
 قال الفاضل المجیب۔ قولہ ہمارے حق الیہ میں جو عبارت تحریر فرمادیں انہم جناب
 مخاطب کا اس مقصود صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جاننے میں حضرات تہذیب کی

کتاب نایاب میں بڑے بڑے شہروں میں ہی دستیاب نہیں ہوتی اور اگر کہیں حضرت شیعہ کے
 ہا میں تو اہلسنت کو دانتاک و سترس دراونکا حصول ممکن نہیں چنانچہ ایک شخص حضرت شیعہ
 میں سے میری ہی عزایت فرمایا کہ میں یا کوئی اہلسنت جس پر احتمال مناظرہ دانی کا ہو
 ادنیٰ مذہب کی کتاب لے کر طلب کرتا ہے تو مونہہ چا جاتے ہیں۔ حالانکہ ہماری سرگرمی
 کتابیں ان کا استعمال میں رہتی ہیں تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ نہ اصل کتاب ہاتھ آسکے
 نہ استدلال صحیح تصور ہوگا اور بلا وقت میدان مناظرہ ہاتھ آسکا اسلیں وہ اس طرح ہی
 کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ تحفہ وغیرہ میں بعض حوالہ درست نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض
 حوالے بلکہ اکثر درست ہیں تو جو وقت استدلال میں وہ حوالے مذکور ہوں جو درست نہیں
 نسبت صاف کتنا چاہیے کہ یہ حوالہ درست نہیں کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی
 تو بحوالہ اسی کتاب کے نقل ہوگی ان اصل کتاب سے اسکا اثبات اس وقت ضروری ہوگا جب
 آپ صاف انکار فرمادیں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ یہ روایت ہماری بیان نہیں ہے۔ اقول
 حضرت مجیب نے جو کچھ اس قول میں فرمایا ہے عام اہلسنت یہ ہی ہے اصل دعویٰ کرتے ہیں
 اگر یہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعہ نایاب ہیں تو ان کا خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین نے جو
 حوالے نقل فرمائی ہیں وہ کہاں سے نقل فرمائی ہیں۔ بلکہ واقعی امر یہ ہے کہ اہلسنت ہماری
 کتابوں کا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر میں رکھنا گناہ سمجھتے ہیں ورنہ ہر قسم کی کتب شیعہ چیکر
 شائع ہو گئی ہیں اگر جناب مجیب کو شوق کتب بینی کا ہے تو ارشاد فرمائیں کہ نہرست کتب
 مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو تمیت بھیج کر طلب فرمائیں اور اس کے اصل دعویٰ
 زمین۔ **یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی**۔ اگرچہ اس قول میں کوئی امر
 ابن بحث جواب نہ تھا تاہم اس قدر گزارش ضرور ہے کہ اگر آپ کی کتب معتبرہ نایاب نہیں ہیں اور
 جگہ ملتی ہیں اور چیکر شائع ہو گئی ہیں تو یہ فرمائی کہ قطع نظر اور کتابوں سے آپ کا قرآن جو کتاب
 پیر نے تالیف و جمع فرمایا اور ائمہ کے پاس کی بعد دیگرے متواتر چلا آیا۔ اور آخر کو

غایرین ہای میں امام زمان کے ساتھ منتفی ہو کوئی دفعہ کی وقت چہر شائع ہوا ہے یا نہیں
چھوٹے دہکو سٹے میں کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا نہ ائمہ کے پاس سزا
آکر غامض رہی میں منتفی ہوا علاوہ ازین اصول اربعہ کتنی دفعہ چہر شائع ہو چکے ہیں ہیں
اسی سے شیخ کتب معلوم ہو جائیگا۔ ہند میں کلیسیائی اپنی صرف نو لکھو لئے چھاپی ہے یہ
استفسار میں لاخضر ہماری اہست میں ہندوستان میں تو چھپ چکے ہیں ایران کی ہکو خبر نہیں ہیں حسب
اصول کہ یہ حال ہے تو اور علوم کی کتابوں کا کیا حال ہوگا سوا اگر چند کتابیں جو جو اب اس ہست میں
تالیف ہوئی اور چھپ گئے تو ان کو شیوخ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کتب مذہبیہ کا شیوع ہے
اور نیز اگر اہست میں سے دو چار کو کسی وجہ سے آپکی کتابیں ہم پر بھیج گئی تو یہ بھی دلیل
شیوع کی نہیں ہو سکتی۔ آپکی کتابوں کے دیکھنے کا شوق اس وقت تک ہے جب تک کہ آپ سے
منافذ ہے سو اسکی بھی کیفیت کتابیں جمع ہی کی ہیں اور کیفیت جمع کرنیکا ارادہ ہی ہے ہم
آپ سے یہ سلسلہ جاری رکھا پس اس نہایت کا شکریہ گزار ہوں جو ارسال فہرست کو بابت بخیر زاری
اور گزارش کرنا ہوں کہ اگر مصلح جعفری اور ایک لکھنا اٹھانی کے علاوہ کوئی اور فہرست ہو تو آپ سے
غیاث فرمادین۔ ستاخر بن کے تصانیف میں سوائے قبلہ و کعبہ تہ صاحب کے علاوہ
دو ہفتار و حاتم وغیرہ کا خیال ہے اور کتب مقدسین سے رسائل فضل بن شانانہ و سید سلیم
بن قیس و غیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپ کو یہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو ورنہ کچھ ضرر
نہیں کیونکہ ایسے مذہب کے صحت اور آپ کے مذہب کے فساد میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے جو کسی
امر کی تحقیق کے ضرورت ہو۔ فقہاء یہ حکایت جو لکھ رہے شاید صحیح ہو مگر یہ کیا ضرور ہے
کہ وہ اسی غرض سے جو حضرت محبت سمجھی ہیں غیثی ہوں شاید کوئی اور غرض ہو۔ جیسا کہ اسی
سہم میں ایک سہ صاحب ہیں اور انکو یاس در ایک کتب اعادہ ہیں وہ ہکو بھی گہرے ہیں
نہیں دیتے اور یہ غدر کرتے ہیں کہ میری چند کتابیں نہایت عمدہ جو ستون سے خریدی تھیں
بعض حضرات لیکٹر اور پیرا دین میں جب کہ میں نے عہدہ کر لیا ہے کہ خود کوئی مالکین کتاب

ہرگز نہ دو جگہ ان میرے مکان پر اگر جو شخص حاصل چاہی تاہی خواہ شیعہ مطالعہ کرے یا عبادت نقل کرے یہ جالبی
 بلکہ حقہ پانی وغیرہ کی خدمت کرے گا تو کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ صاحب ہی جنکا ذکر حضرت مجتبیٰ
 کیا ہے اس خیال یا مثل اسکی کسی اور سبب سے نہ تہی ہوں۔ **اقول** چونکہ اس جواب کے تحریر میں
 ایک کتاب ہے جو ہیکہ اپنے عنایت فرما سے ملی بہت مدد پہنچا ہند اسکو ہم کمال شکر گزاری کے
 ساتھ لکھتے ہیں اور اسکو اس طرح ہم اپنے فاضل مجتبیٰ کے احتمالات کا جواب جو بمقتضا ع فکر میں
 بقدر بہت درست و ناشی ہوئی ہیں ہم کچھ جواب نہیں لکھتے **قولہ** مہند افن مناظرہ کی
 اصول میں یہ دخل نہیں کہ اپنی کتاب بھی مخالف کو دینی لازم ہے مخالف کا فرض ہے
 کہ جسطرح ممکن ہو خود وہ یہاں ہم پہنچا ہے **اقول** بہت درست ہے ہم ہی اسکا انکار نہیں
 کرتے۔ لیکن یہ جب ہے کہ تحقیق حق مد نظر نہ ہو اور جب تحقیق حق مد نظر ہو جیسا کہ آپ نے ہی میں
 تو یہ یہ غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے۔ **قولہ** سیری صلی غرض جو حضرت سمجھتے ہیں وہ ہرگز نہ
 نہ تہی بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو اسکو رد و بدل میں وقت ضائع نہ ہو **اقول**
 اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو رد و بدل کیا اصل کتاب میں جب نہ پایا تو کہہ دیا کہ یہ حوالہ غلط ہے
 خصم یا اسکو ثابت کرے گا ورنہ غلط تسلیم کرے گا لیکن تعلیط ہی یا صرف اجمالی طور پر ہوتی ہی
 کہ رد و اصل کتاب کے مطابق کیے تو ان پر لحاظ کر کے تعلیط کر دی اور یہ تعلیط اسی ہے
 کہ اس میں خود رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہ کہ قطع طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب سے خوب
 مطابق کر کے جب نہ پایا تو تعلیط کر دی چنانچہ ہم نے لفظ سقیمۃ العرب کے تعلیط کی ہے تو تلبہ
 تعلیط قابل اعتبار ہے اور اس میں رد و بدل کچھ نہیں ہو سکتا ہے **قولہ** میدان مناظرہ
 بفضل الہی پر شرح ہمارے ساتھ ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت نقل فرمائی خواہ خود
 دیکھ کر لکھیں **اقول** باطلات آنچہ مدعی گوید۔ **قولہ** سچ نہ ہم نصف میں آپ کا
 فرمانا کہ جو وقت سہ لال میں جو لے نہ کو ہوں جو درست نہیں۔ الخ۔ بہت درست ہے
 اور ہم ہر سچ قبول کرتے ہیں بلکہ اس لکھنے سے یہ ہی غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کریں

اقول - ح - عترت دراز باد کہ این ہم نیست است - اگر داسیح رہی اگر آدمی ہزار جگہ پر
 نہ ہو کے بہت کے لیے حق پوشی اور ہٹ دھرمی کرے - دایک جگہ حق قبول کرے - تو
 اس کو نہ بے نین کہا جاسکتا - بہر کیف واجب اس کی تسلیم میں ہو کہ کچھ چوں درجہ انہیں ہے
قال الناف سل الجیب فولہ - قولہ صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ درست نہیں - بلکہ
 جن حضرات کے تحقیقات کے اعتماد پر جناب مخاطب کو بیان مطلق فتح فرمایا ہے وہ تحقیقات
 عند تحقیق خود غلط ہیں - **اقول -** اس کے جواب میں نہایت ادب سے چاہیہ ہی تولد ہم ہی میں
 کرتے ہیں جیانیہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعویٰ منصب و تملک نہ
 شریف کے بیان میں کیقدر ساین میں بیان ہو چکا ہے اگر مختصر عجیب ہی تھا فرمایا کہ کچھ
 جائیگر کہ جن تحقیقات کو ہماری حضرت بصدقت از ناز نہد یاد بخیر فرماتے ہیں وہ تحقیقات
 ہی واقعہ میں بجائی خود نہیں اور ہماری علماء کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت
 بجا و درست ہے - اب اس تحقیق کا حال ہی جو عجیب ہے بصد ناز لکھا ہے غامض ہو جائیگا ہے
الصفات شرط ہے **يقول العبد الفقير** لے مولاہ **الغنى** قاضی نور اللہ صاحب
 کو مخالفت کا حال محقق ہو چکا باقی تحقیقات کا حال بھی معلوم ہو جائیگا اور یہ کیا اصول
 مذہب کے تحقیقات کا حال معلوم ہو چکا مگر افسوس اسکا ہے کہ ہماری افاضل عجیب صورت کی ہی
 فرماتے ہیں کہ تحقیقات علماء کو بظرف اصوات و کچھ اور خود بدولت اس پر عمل نہیں فرماتے - سنیے تو
 حکم سامی کی تعمیل کی - اور عاہدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو بھی توفیق عطا فرمادی - **قال**
القاضی الجیب - تو دشمنی نہ نہ خردار ہدیہ نذر میں خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں
 عبارت نہج البلاغہ سے جو حضرت ابو بکر کی روح میں جناب امیر نے فرمایا ہے استدلال کر کے
 علماء شیعہ کی طرف سے جو اب نقل کیے ہیں مغلطہ اور فکر فرمایا ہے - عمدہ آیت تو یہ بات نزدائین
 آیت کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مدائح شریفین - بلکہ - اس کے جواب میں علامہ کستوری نے
 لکھا ہے کہ این او کا کذب محض است احتیاج این توہمات شیعہ را وقتی می افتاد کہ کہ بتیہ

بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود چون لفظ ابو بکر در کتب شیعه موجود نیست ایشان را حجتاً بر یک
از وجہات نیست۔ اقول۔ حضرت آپ کے خاتم المحدثین اس قسم پر مبتدا ہی سے راہ خلاف واقع
گوئی جلی میں اور دعوی کیا ہے کہ ہم نبج البلاغت سے نقل کرتے ہیں اور جو عبارت نقل کی ہے اوس میں انحراف
صرف بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر لایا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں بلکہ کسی روایت میں
بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر نہیں ہے طرفہ ہم کہہ رہا تھا اقرار کرتے ہیں کہ نبج البلاغت میں لفظ
فلان لیکن سید علیہ الرحمۃ نے تحریف کیا ہے چنانچہ تحریف کی عبارت بخندہ نقل کرتے ہیں وہ وہ
وہنا ما اور وہ الرضی ایضاً فی نبج البلاغۃ عن امیر المومنین نہ قال لہ بلاذری بکر
فلقد قوما الاودود اوسى الحمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ ذہب نقی الثوب قلیل
العیب اصحاب خیر ہا وسبق شہا ادى الى الله طاعته واقفاً لجمعة رجل وتوکلهم
فی طرق متشعبة لا یتمدی فیہا الفضال ویستیقن المہتمم۔ درین عبارت جناب امیر
صاحب نبج البلاغت کو شریف رضی سے برای حفظ نہرب خود تصریف کردہ لفظ ابو بکر لایا
منوہ و بجای اول لفظ فلان آوردہ تا اہلسنت متکبر نہ تواند نمود انج۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ خاتم المحدثین
ہو تو پہلی لفظ فلان نبج البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف بابی بکر کرتے پھر
جو جاستے فرماتے اب انکی تحریف تو خود انکی ہی زبان سے ثابت ہو گئی۔ جناب سید علیہ الرحمۃ
کی تحریف پس حسب و اب مناظرہ اگر کسی کتاب میں ثابت کرے اور وقت البتہ تحریف جناب سید ثابت
ہو لی و اولیس۔ اور چونکہ حضرت خاتم المحدثین مدعی بخریف ہیں تو انکو اثبات انہو دعوی کا
لازم تھا اور یہو محض منع کافی ہر کما تقرر فی علم المناظرہ۔ یقول العبد الفقیر الی مولاه
افضنی۔ اس دانش و انصاف سے التماس ہے کہ مذکور اسوجہ ہو کہ اس بحث کو نہیں اور
تشریحی اور انکی اولیا و توابع کا مرتبہ نعم و یا یہ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اول حضرت کنوری
کنور تخریسلمی اور تین غلام فرمایا اور بعد اوسکو انکی توابع مستند کیسا دیانت و انصاف کا حق پرین

خطابہ بنام فلان میں جن عبارت مذکورہ میں نقل کی گئی
اور جس کے مستندوں کا انکار اور انکار انصاف۔

ہندو اور علماء اسیعہ کی تحقیقات کے تغلیط میں جنہوں نے تحفہ کے جواب اب کبھی میں بطور تمثیل
 علامہ کتوری کے تحقیق پیش کی تھی جس سے حوالہ کا ہی غلط ہونا ثابت تھا صمد و کامیاب
 تھا کہ جو جوابات خطبہ اللہ بلا و فلان کی تنقید کی طرف سے تحفہ میں مل ہوئی ہیں ان میں صاحب تحفہ
 رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے عمدہ آن لوجیات نزدایتان تست کہ آحاب گاہ گاہ اداسانہ
 و مل شیخین بنابر استیلاب تلوب ناس ام اسکی جواب بن علامہ کتوری نے تحریر فرمایا کہ اگر
 او کا کذب محض ست ام اب اس دعویٰ حضرت ستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کتوری
 صاحب کے جواب میں صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برہمی ہیں کہ یہ تو جہاں
 جیفراب تنقید کرتے ہیں اور علامہ کتوری اس حوالہ کی تکذیب کر کے میں در فرماستے ہیں کہ شاہ صاحب
 کا یہ دعویٰ اور یہ حوالہ کذب محض ہے یہ سچ ہے یہ تو جہاں کی اور نہ تو لکھ ان تو جہاں
 کی حاجت اور کہیں فرماتے ہیں۔ ان حوالہ کا ادلہ میان از من ناصبی بایہ سب کا کام
 شاح امامہ گفتہ کہ مراد ابو بکر ست یا عمر اور کہیں فرماتے ہیں ثقت الد اسرہ لعلش اول
 این معنی با ثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر ست بعد از ان باین
 اوصاف اثبات نفس ابو بکر باید نمود۔ اور کسی قول کے جواب میں لکھتے ہیں سبک دارا میں
 بوجہ نکرده۔ عرض اس تمام بحث میں واضح ہے کہ علامہ کتوری نہایت خلوص کے ساتھ حضرت
 خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کو غلط و تکذیب فرما رہے ہیں کہ یہ امر جو صاحب تحفہ
 سید کے طرف منسوب کرتے ہیں محض کذب و دروغ ہے۔ جتنے اور سیرکرات بنیات فقہ عمر
 درالہ الغین عرض کیا کہ حضرت شبہ کی تحقیقات کا حال یہ ہے کہ جو باغیجب حوالہ کا انکار
 کرتے ہیں حالانکہ وہ سب امور انکو کتب مغیرہ میں موجود ہیں چنانچہ وہ سب امور کا انکو
 بڑی شد و دہ سے آپ کے علامہ کتوری صاحب فرما رہے ہیں کہ وہ سب فاضل قیصر کمال
 ابن میثم بحرانی کی شرح میں موجود ہیں۔ پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب بنی
 حوالہ نہیں سچے تھے اور آپ کو علامہ کتوری انکی تکذیب میں کاذب۔ اب ہم الیٰ اللہ

از انکی انصاف کہ قسم دیکر پوچھتے ہیں۔ ہمارے فاضل مجیب کے تمام تقریر متفقہ لکھ کو ملاحظہ کر کے
 فرمایا کہ انہوں نے اپنے علامہ کنتوری کی طرف سے کیا جواب دیا اور اس الزام کو ادا کیا
 کیونکہ رنج کیا اور کیونکہ ثابت کیا کہ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو شیعہ کی طرف منسوب
 کرنا کذب ہے فرمایا تو یہ فرمایا کہ علامہ ابن مہم کا اپنی شرح میں یہ امور ذکر کرنا بطور منزل
 بلکہ بطور سہن و تسخیر کے ہے معلوم نہیں کہ حضرت مجیب کا یہ فرمانا بطور تسخیر ہے یا واقعی
 اسی حضرت میر صاحب اپنے تو اپنے تمام دین کو ہی تسخیر کیا دیا اور دائرہ بحث کا اپنی اوپر
 سنا کر دیا۔ آپ کے خصم نے آپ سے ہی سیکھ کر آپ کے اوپر جہات ستہ کو مسدود کر دیا ائمہ کو
 جو کچھ روایت کرتے ہیں۔ غالباً سب تسخیر ختم غدیر کا خطبہ اور تمام وصیتیں سب تسخیر کو محمل میں
 ہمیشہ آیت **وَلَا تَتَّبِعُوا آيَاتِ اللَّهِ فَتُكْفَرُوا** کے معنی سوچا کرتے تھے سو آج آپ کی بدست
 یہ عقیدہ حل ہوا۔ اور خوب سمجھ میں آگیا کہ دین کے ساتھ تسخیر اس طرح ہوتا ہے کہ کتب میں
 کہ علامہ کنتوری کو یہ توجیہ نہ ہو چکی اور اس نے عام طور پر نکار کر دیا کہ چون ابوبکر در کتب شیعہ موجود
 نیست۔ اگر انکو یہ توجیہ سوچتے تو صاف نکار نہ فرماتے اور یہ نذر سیاہ جہاں آؤں گے اور
 انکا اتباع کو دیکھنا پڑا دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ بہر کیف جب یہ امور کتب شیعہ میں موجود ہیں
 خواہ بطور تسخیر و استہزا ہیں یا بدعت تو اب حضرت شاہ صاحب کا انکو شیعہ کی طرف منسوب
 کرنا صحیح ہوا اور علامہ کنتوری کی تکذیب انہیں کی طرف اوٹھی پھر کے تسخیر و استہزا
 بہتر نسخاں کے کچھ سودنیا را یہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ کیا ہے
 کہ علامہ رضی نے اس خطبہ میں تحریف کی ہے کہ لفظ ابوبکر کا تھا اس کے جگہ لفظ فلان نہ آیا
 اگرچہ یہ باخلفیہ سے علیحدہ تھا کیونکہ ہمارا مقصد صرف حوالہ کے تکذیب کو بابت بحث تھی
 نہ بابت اثبات تحریف لیکن چونکہ فاضل مجیب نے اپنا مخلص سمجھا کہ اسکو چھوڑا ہے تو اسکا
 بھی ثبوت لیجئے۔ علامہ متبر بن مہم کے اقرار سے ثابت ہے کہ ان اوصاف کا موصوف
 اور ان مذاہم کا ممدوح ابوبکر ہیں یا سمد اور ظاہر ہے کہ یہ تقریف توصیف جناب امیر

۱۰
 حقیقت کو برا
 حقیقت کو برا

مجمع عام میں فرماتے ہو کہ جہاں صد آدمی شہادت بخشن کے معتقد تھے تو ایسی موقع میں نام
 کن یا کرنا فہم میں نہیں آتا۔ کیونکہ ایسی مرتبہ میں اگر بڑا کہتے تو تہتہ نام سے کننا یہ کرنی کی
 ضرورت ہوتی اور جب مرجع و ثناء قرار ہے تو نام سے کننا یہ کرنے کی کیا ضرورت ہو
 جسکو تہوڑی سے ہی کلام کی فہم ہوگی اور ذوق سلیم ہو گا وہ سمجھ لیگا کہ ایسی موقع تعریف میں چنانچہ
 کیا اس قدر مبالغہ سے تعریف کرنے معتقد ہو اور ایسی لوگوں میں جہاں نام لینے میں کسی
 قسم کا خوف نہ ہو بلکہ نام لینے سے زیادہ مطلب بڑا آری ہوتی ہو اسجلا بقلب زیادہ مسائل
 ہوتا ہو تو ایسے وقت ممکن کے نام سے لفظ فلان کے ساتھ کننا یہ کرنا نام کلام کو سہرا
 نوا اور محل کر دیگا۔ اور اپنے اور جگہ ہی مرجع و تعریف فرمائی چنانچہ ابن میثم نے اپنی تفسیر
 شرح میں لکھا ہے۔ و تعریف ان مکا ہنما فی الاسلام اعظم۔ الخ چنانچہ
 ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے بیشک مرجع
 نام کیا کہ توصیف فرمائی ہے لیکن سمجھتے ہیں تعریف ہوا ہے۔ اب رہا یہ کہ کئی تفسیر
 کیا سو اجمال یہ بھی کہ یہ بیخ رضی سے اوپر ہوا ہو۔ اور غالب یہ ہے کہ یہ کام حضرت رضی
 ہی کیوں کہ اس بزرگ نے بہت خطوبتیں تعریف کیا ہے اور چالاک فرمائی ہے چنانچہ
 ابن میثم نے تنگ ہو کر کہیں اسکو ضبط سے تفسیر کیا ہے اور کہا ہذا خط عجیب
 المستد کہیں انکی عادت فرمائی پس جب عموماً اگر مید رضی صاحب کی یہ بات ہو
 تو ایسے موقع میں جو خاص انکی غریب کے لیے بال بال نکال ہے کیون جو کہے ہو گئے
 تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہ ہی ہے کہ یہ تعریف اور تحریف آپ کے سید رضی صاحب
 ہی کا کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریر فرمانا کہ شریف رضی نے تعریف کیا ہے صحیح ہے
 رہا یہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آپ تحریف کا الزام لگا تو میں
 سو بہر آپ کے اور آپ کے اکابر کے جہوں نے یہ اعتراض کیا ہے کمال ہی خوش
 فہمی اور دانتیں دی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام تفسیری کے

نقل کے بعد صاف طور پر فرمایا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر تھا اگر تحریف صحیح
تحریف کر کے بجائی لفظ ابو بکر کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ اس میں جو جائے اور سند لال نہ ہو سکی تو
اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کی عبارت میں لفظ ابو بکر نہیں ہے۔ لیکن لفظ
ابو بکر بجائی لفظ فلان کے انہی لکھ دیا ہے کہ اگر امامیہ نے شروع سے بیجا البلاغت
میں ابو بکر صدیق کے نام کو ترجیح دی ہے پس جو شخص کہ خود بصرہ کہتا ہے کہ اس خطبہ میں
لفظ فلان ہے لیکن ہم نے لفظ ابو بکر جو بیان شروع سے راجح ہے بطور الزام شیعہ اور
مناسبت باب کے لکھ دیا ہے تو اسکو تحریف کہنا البتہ انکار اور انکار کا یہی کام ہے مگر
جب دلائل سے یہ بھی ثابت ہو کہ علامہ رضی نے اس میں تحریف فرمائی ہے اور اصل خطبہ میں
یا لفظ ابو بکر ہو گا یا عمر اور محض شراح کے اقوال سے ترجیح ابو بکر کے نام کو ثابت ہوتی ہے
تو جب تصریح اس امر کی کہ بجادی کر رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خطبہ میں ہستاد
اس کو ثابت ہو چکا ہے کہ اصل لفظ ابو بکر ہی یا عمر بعض شراح کی ترجیح کی وجہ سے ابو بکر کا
لفظ لکھ دیا جاوے تو اسکو کوئی عاقل تحریف نہیں کہیگا۔ علامہ کنتورنی نے جواب اس قول
کہ حیا کو کار فرمایا۔ اور دعویٰ تحریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہیں کیا
لیکن انکی خوش فہمی یہ ہے کہ وہ اس قول میں تناقض شاہ صاحب کی طرف نسبت کرتے
ہیں اور یہ بھی سراسر لغو ہے اسی جواب سے اسکا بھی ایتصال ہو جاتا ہے بلکہ بیان بقول
کی حاجت نہیں۔ قول لیکن یا انہم ہم انکی اس قول کے تکذیب انکو ایک بڑی عالم
کی کتاب سے ثابت کئی دیتے ہیں۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر کہ معتبرین علماء اہل سنت
ہیں کتاب ہمامین لکھتے ہیں و عند حدیث علی لہ بلاد فلان لہذا قوم اکاد و الخ
اگر کسی کتاب اہل سنت میں بجائی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہوتا تو ابن اثیر کیوں لکھتے کہ حدیث
علی میں بلاد فلان ہے بلکہ لکھتے کہ بلاد ابو بکر ہے چہ جای کہ تب شیعہ۔ **اقول** واضح ہو
کہ علماء اہل سنت نے حل لغات حدیث میں مختلف طور پر کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ بعض نسخوں

حادثہ بخاری کے حلفات میں کتاب لکھی اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور
 بعض نے دونوں صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض
 مصنفین نے بلا انبیاء صحاح و روایات اہل فہم و خلاف کی مطلق لغت حدیث
 لیا چنانچہ صاحب انہاء نے ہی التلخیص روایات صحیحہ نہیں کیا ایسا اس کی بہت روایات میں
 اہل خلاف کو متضمن ہے۔ پس انہاء کی نقل سے استدلال صحیح نہیں ہے اور اگر کسی
 کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت کم روایات متناقض نہیں شیعہ و موافقین میں اہل حق
 کتاب مجمع البحرین میں موجود ہیں اور شیخ ہی استدلال صحیح ہو گا اور اوں کا یہ جواب دینا کہ یہ
 کتاب لغت کی ہے اور صحت و عدم صحت روایات سے اس کو تسلی نہیں تو اس سے
 استدلال صحیح نہیں صحیح ہو گا۔ چنانچہ بعض روایات بطور ثبوت منقطع الکلام میں خاتم الحدیث
 ذکر فرمائی ہیں۔ اور چونکہ ان امور کے اختیار اہلسنت کی طرف نہیں ہے تو اوں کا عذر قابل قبول
 ہو گا اور ان کا استدلال حادثہ مجمع البحرین سے بشل خود کردہ روایاتی نیست صحیح و مستند
 سمجھا جائیگا قولہ پس جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست
 نہایت صحیح و درست ہے اور آپ کے خاتم الحدیث کا دعویٰ تحریف محض خلاف ثابت ہو
 محمد مد علی ذاک اور جب ثابت ہو کہ لفظ ابو بکر کتب شیعہ میں نہیں ہے تو ان
 توضیحات کو شیعوں کو ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب یہ آکر اور آپ کے
 علامہ کنٹوری کی فاحش غلطی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست
 کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ کتب شیعہ میں بطور بیان مراد کی لفظ ابو بکر نہیں تو صحیح کہ ہے
 کیونکہ علامہ ابن میثم نے جب لکھا ہے تو اس کا اپنی شرح میں لکھا صحیحہ کا کذب ہو کر
 وہ عالم شیعہ امامی اثنا عشری ہے اور علامہ کنٹوری کی جملہ خیال کا اس قدر حکو التور
 نہیں ہے کہ اس میں احتمال ہے علامہ نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہوگی مگر تعجب تو یہ ہے
 کہ ہمارے فاضل محیب باوجودیکہ معلوم کر چکے کہ شروح ابن میثم کبیر و صغیر میں یہ لفظ موجود

پہر فرماتے ہیں کہ علامہ کنزوری کا لکھنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست صحیح اور درست ہے اور ابوال
 دین روایات و حیا و شرم سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر لفظ کتب سے روایات مراد ہے یا متغیر
 کہ اس کلام جناب امیر کی روایات میں کہیں بجای لفظ فلان کے لفظ ابو بکر مروی نہیں ہے
 چنانچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامہ کنزوری کے دلالت کرتے ہیں احتیاج ان
 توجیہات شیعہ راہ قسے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود اس میں سے
 مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر کے موجود ہونے کا انکار نہیں ہو رہا
 اس سے بھی زیادہ بوج اور خلافات ہے کیونکہ یہ کہنا کہ ممکنہ ان توجیہات کی ضرورت جب ہوتی
 کہ ہماری روایات میں جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہیں بجای لفظ فلان کے لفظ
 ابو بکر ہونا اور جب لفظ ابو بکر ہماری روایات میں نہیں ہے تو ممکنہ ان توجیہات کی کچھ ضرورت
 نہیں رہتا مگر غلط ہے جسکو تہوڑی سی بھی فہم ہو وہ اس فاحش غلطی کو معلوم کر سکتا ہے
 اسلی کی اگر بالفرض علامہ شیعہ میں سے کوئی شخص نہ لکھ کر بطور مراد کے اور نہ بطور واپس کے
 کہ لفظ فلان سے ابو بکر مراد ہیں یا کسی روایت میں بجای فلان کے ابو بکر مراد ہے اور عقیدہ اصحاب
 نہ کوہ ہونی میں وہ نہایت مجموعی سوای شخص رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہیں آتی اور
 بروی عقل سلیم کوئی شخص سوای ابو بکر و عمر کے مدوح اس طرح کا ہو سکتا ہے تو اس میں
 اگرچہ کسی نے لفظ ابو بکر زبان سے نہ نکالا ہو تا ہم توجیہات کے وجہ سے آپ بری الذمہ نہیں
 ہو سکتے اور شیعہ پر واجب ہے کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہو توجیہات کر کے نہ سب کے فخر
 کو بند کریں یہ جائیداد علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے یا عمر توجیہات کا بر علماء
 شیعہ نے تصریح کر دی کہ صوفی ان اصناف کے حضرت ابو بکر میں یا عمر اور وہ اصناف مساب
 و مستلزم حقیقہ خلافت ہو صرف کو میں تو آپ ہی فرمائی کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعہ
 کو اس کلام کی توجیہات کے حاجت نہیں اگرچہ علماء نے تعین مبہم فرمائی ہو اور حاج
 اسی وقت ہے کہ جب روایت میں لفظ ابو بکر بجای لفظ فلان کے ہو وہاں حدیث کا کبارہ و حناد

انوس کہ آپ کو اور آپ کے علامہ کنٹوری صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ شیعہ کو اس کلام کی توجیہات کے
 جیسا سوقت بھی ضرورت ہے جبکہ کسی طور پر بھی کتب شیعہ میں لفظ ابو بکر موجود نہ ہو تو اس سوقت
 احتیاج توجیہات بالاولی ہوگی جبکہ اگر علامہ شیعہ میں کسی نے بھی تصریح کر دی ہوگی لفظ
 فلان سے مراد ابو بکر بن یا عمر ہیں بہر تقدیر علامہ کنٹوری کے یہ تحریر غلط ہے پھر اس پر جواب کا
 اس کی تصحیح و تائید کرنا ادب ہی سہا۔ کاش آپ ذرا ہی فہم و انصاف سے کام لیتے قال
 الفاضل الجیب۔ قولہ۔ بجواب اس کے صاحب آیات بیات سلمہ فراتسہ میں کہ یہ جواب علامہ
 کنٹوری کا غلط ہے اور جو اونہوں نے نسبت خاتم المحدثین کے فرمایا ہے (کہ ایں علامہ کنٹوری
 محض ست) دینی ہم علامہ عجیب کی نسبت کتر ہیں۔ کہ ایں جواب کذب محض ست۔ اقول۔
 صاحب آیات بیات میں بیاتیات کہان کہ علامہ کے کام کا جواب لکھہ سکیں وہ بیجاری و ہمت
 قاری سمجھو سے ہی قاصر ہیں۔ ان اہانت کی صحبت بن رہ کر آپ کے خاتم المتکلمین وغیرہ کی کلام
 و کتبیں ادب و ادب کے اس کے اپنے عقل و علم سے کام لین یا اپنے شکوک و دھما م علماء کرام یا ادلی
 کلام سے رفع کریں پتی ہو گئی اور چرکاء تو نسیت ایزدی و نسی پہلے ہی سلب ہو چکی تھی۔ اب تھی کیا
 نہ ہی سید احمد خان صاحب کے موافقہ سے نیچری ہو گئی اور ان کے حق میں ازمین سوراند و
 از آنسو ماند و مثل صادق ہو کر ایسے مذہب متکون مزاج کے بات کا گیا تھا کہ
 جو کچھ آیات بیات میں لکھا ہے سب تحفہ و ازالۃ الغبن وغیرہ کا ترجمہ کیا ہے ورنہ ان کی بیانیات
 و جواب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نقل و نقل عین یقین ہے کہ آپ پر یہی ظاہر ہو گئی ہو گی
 يقول العبد الفقیر الی مولاه العتہ۔ حضرت میر صاحب سید ہمدی علی علیہ
 کہ نسبت جعفر آپ بڑائی فرماتے ہیں وہ سب اس قبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے علیہ السلام
 بن سلام کے نسبت بعد ان کے اسلام لانے کے بظہر بچو کے کہا تھا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہ بچا
 سید ہمدی علی صاحب سلمہ کی نسبت بلا کر مانہ کہہ قابل استہزاء ہے اور نہ حمل شکایت
 اگر سوقت چر آپ کے علماء و محضرین توفیق خداوندی و ان کو بہر ہو اور عار کو نادر بہر خستیا کرین

کہ نسبت جعفر آپ بڑائی فرماتے ہیں وہ سب اس قبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے علیہ السلام
 بن سلام کے نسبت بعد ان کے اسلام لانے کے بظہر بچو کے کہا تھا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہ بچا
 سید ہمدی علی صاحب سلمہ کی نسبت بلا کر مانہ کہہ قابل استہزاء ہے اور نہ حمل شکایت
 اگر سوقت چر آپ کے علماء و محضرین توفیق خداوندی و ان کو بہر ہو اور عار کو نادر بہر خستیا کرین

اور اس حق کے گردہ میں دھن ہو جاوے تو آپ اولیٰ نسبت ہی ایسا ہی فرماؤں گے بلکہ اگر توفیق
 موقوف حقیقی آپ کی رہبری ہو سکتی رہی فرمادی اور آپ کو باکشاف حق و مدہم نکال کر باطل
 نجات و فلاح پر پہنچا دی اور آپ سنی ہو جاوے تو اور شیعہ آپ کی نسبت ہی بعینہ دہی مانگو
 کہ جو آپ سید مہدی صاحب کی نسبت فرما رہے ہیں بلکہ مع شنی زائد۔ رہا اولیٰ لیاقت و استقامت
 علمی اور فہم سو میں بحال ہے کہ سکتا ہوں کہ آپ کے نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلامتی فہم تو
 یقیناً آپ کے کستوری اور شوستری وغیرہ سب سے زیادہ ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اول آپ درجہ ہیں
 کہ وہ بیچارہ تو فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں۔ اور پھر آپ ہی تحریر فرماتے ہیں
 کہ اہلسنت کی صحبت میں ہر ایک کے خاتم المتکلمین کے کتابین دیکھو۔ جب اونکا یہ حال ہے
 کہ فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں تو خاتم المتکلمین کے کتابین جنکی فارسی ہی فارسی
 سلیس نہیں۔ بلکہ سید قدر دقیق ہے کیونکہ دیکھ سکتے ہیں اور اگر اہلسنت کے فیض صحبت سے
 ادھون نے یہ ملک حاصل کر لیا ہے تو پھر یہ الزام بجا ہے اول ہر کوئی اُمی ہوتا ہے پھر
 اہل علم سے کسب علوم کیا کرتا ہے تو اگر ادھون نے اہلسنت کی صحبت میں رہ کر ملک حاصل
 کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ اور ہم سابق میں جواب عبارت قاضی صاحب واضح طور پر
 بیان کر آئی ہیں کہ عبارت فہمی کی لیاقت آپ کو زیادہ ہے یا اونکو اوس سے واضح ہے کہ سخن
 فہمی کا سلیقہ جناب کو تھا ہی نہیں۔ اور یہ جو لکھا کہ آیات بنیات میں جو کچھ لکھا ہے
 سب تحفہ اور ازالہ الغین وغیرہ کا ترجمہ ہے سو یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ آپ اور دیگر
 اسلاف یہ ہی لاٹائل محو فرماتے رہے چنانچہ تحفہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ صواعق کا
 ترجمہ نہ ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ صواعق سے سروق ہے اگر ہم ہی ایسی ہی خاٹا
 زبان نہ نکالیں تو کہہ سکتے ہیں کہ لایفات کستوری و جائسی شوبیری مجلسی کے کما بونکا ترجمہ
 ہے اگر اخذ مضامین کو لایفات میں سرقہ کہا جائے یا ترجمہ تولد یا جادی تو متاخرین کے تمام
 کتابین متقدمین کے کتابوں کا ترجمہ ہوگی خود آپ کی یہ تحریر جسکا میں جواب لکھ رہا ہوں نہ غیر

ترجمہ ہوگا دلم بطن احد لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھ حیا و شرم ہو بہر حال
 جا ہی فرمائیں اس در شکوک و اہام کو علماء کرام سے رفع کرینگے نسبت جو ارقام فرمایا تھا۔ نہایت
 تعجب ہو آگے علماء کرام تو خود ہی اپنے اصول فہم میں مبتلا و اہام میں انہیں مینی ملکہ کیا
 بلکہ یقیناً باطل سمجھتے ہیں اور بجز اعتراف کے چارہ نہیں دیکھتے و لکن اخبار و انصار علی اخبار
 اور یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے حاشا کہ نسخہ اہم مزل کے طور پر ہو جو کچھ عرض کیا ہو
 واقعی ہے اگر اس میں کچھ شک شبہ ہو تو سنی کہ اسی خطبہ کے بابت اب کفر نقیب ابو جعفر استاد
 فاضل مدنی پانگل اور ست و ثقل میں چنانچہ قائم المتکلمین نے ازادہ الغین میں لکھا ہے کہ دین
 مقام اہل حق را بشارتہا و دیگر ست سیر حونی از آن قصص کہ کفر نقیب ابو جعفر استاد
 فاضل مدنی کہ در کلام و ذرا نسبت یہ طولی دارد و در اثبات مثال خلاف اشارہ دین چہ سعی و کوشش
 بجائے آورد درین مقام علم پرستان را نواختہ و نقطہ برستہ نواختہ زیرا کہ مدائنی در شرح
 خود بعد از عبارتیں کہ استوری بر آن دین قول عتقی شدہ میگوید کہ نقیب کفر نقیب
 بمعافرتی درست کر شود کہ مدح شخص با صفتی مثالی نفس الامر بود و مدح و مذمہ و ترویج و تہذیب
 ان کرد و چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود نہایت مدح خواهد بود کہ بالا از اذان
 بناسد نقیب سرگرم بیان فرد و بعد از نامل گفت کہ راست سیگوئی نہ انتہی کست و بی
 چون باین مطلب را باعث رسوائی مذہب خود ہستہ تذکر آن پیر و افستہ انتہی بلفظ اشرف
 عاقل میری گذارش کے تصدیق فاضل مدائنی کی کلام نسبت بخوبی کر سکتا ہے اور معلوم کر سکتا
 کہ اصول تشیع پر جب اصول مذہب سرگرم کو اعتراضات منع نہیں ہو سکتے تو حیدر
 علماء کیا کر سکتے ہیں آخر فاضل مدائنی کے شبہ کا جواب انکو استاد سے بجز تسلیم کے کچھ نہیں
 اگر توفیق خداوندی دو نو استاد و تلمیذ کے رہبر ہوتے تو ذرا آگے ہی فکر فرماتے
 کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ جناب امیر نے یہ تعریف فرمائی اور اس تعریف سے بالاتر کوئی
 تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ مصادیق و مثبت خلافت ارشدہ مہرج کو سچ تو بہر کوں ہمراہ

لوگوں کو برخلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر لوگ قرار عتقاد کریں اور کیوں کہ مستقیم کو نہیں
 نکریں اور کس سطح پر باویہ فداالت میں پریشان پیرین لیکن توفیق و سنگیہ نہونی اور تکی
 شہد چایج ہے۔ **مَنْ لَمْ يَطْبَعِ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ**
 اور جو کچھ آپ سید محمد نے علی سنگیہ تجریت کی بابت لکھا اول تو اسکا آپ ثبوت و بحر
 ہمارے نزدیک اسکا کچھ ثبوت نہیں اور یہ محض دعوے کے اصل ہے دوسری یہ کہ سید
 احمد خان صاحب کے دو اصول میں اول متعلق دنیا کے جو انکی اصلی غرض ہے۔ دوسرے
 متعلق دین و اعتقاد و اعتقاد کے۔ جو اصل کہ انکی متعلق دنیا کے ہے وہ تو یہ ہے کہ اس
 زمانہ میں اہل اسلام باعتبار ذوال دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے دوسرے قوموں سے
 نہایت گری ہوئی اور پستی کے حالت میں ہیں جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل انصاف ہے
 اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اسکی ممکن نہیں کہ یا مال دولت ہو یا مناصب
 جلیلہ پر فائز ہو اور نہایت بدیہی ہے کہ مناصب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم دنیاوی کے
 حصول پر اسوقت میں باسیاب نظام موقوف ہو اور حصول مال ہی یا حرمت و مناعت
 ہی یا تجارت و زراعت ہو اور انکی تحصیل ہی آل کا تحصیل علوم دنیاویہ پر موقوف ہوتی ہے
 تو اسکی سید احمد خان صاحب کے کرای میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کی پیروی
 کو لیے یہ قرار پایا کہ علوم دنیاویہ کو ترقی دینا واجب چنانچہ اسی بنابر ادھون کے علوم
 کہولا اور ادھون نے وہ تعلیم جو آجکل دنیاوی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم سمجھا جا رہی
 جاری کی اور اس طرح سول سروس کے محکمہ سلسلہ ہوئی اور سید احمد خان صاحب کے اس
 کہ ہزار مسلمان جو اہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ انکی دل میں مشتعل
 تھی مدد و معاون ہو گئی اور انکی کردہ میں داخل ہو گئی۔ اب ہم اس امر سے قطع نظر کر کے
 کہ بحیثیت دین کے تحصیل دنیا میں اس قدر کوشش و انہماک کرنا اور دنیا کو دین سے زیادہ اہم
 یا شان سمجھنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجائے یا بجائے دیکھتے ہیں تو کئی

شخص اس وقت اس امر میں مخالفت نظر نہیں آتا کہ وہ بنظر اسباب غاہری ان مسائل کو
 دنیاوی ترقی مسلمانوں کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہوگا یہی وجہ ہے کہ صدر اہل اسلام
 جو دنیاوی ترقی کے خواہان تھے ان کو حامی ہو گئی اور ہزار ہا روپیہ فراہم ہو گیا لیکن اس
 نہ وہ کا ذہن بولی اور نہ مجدد اگر آپ کے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب میں کوشش کرنا
 باعث کفر ہو تو آپ نے انگریزی ملازمت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ
 ہے اور علاوہ اس کے ہزار خاص و عوام شیعہ اس میں مبتلا ہیں اور بہت سے سید احمد خاں صاحب
 کو ہر طریق میں داخل ہو کر میں یقین کرتا ہوں کہ آپ ان کو اس درجہ ہرگز دائرہ اسلام سے
 خارج نہ سمجھتے ہو گئی۔ اور ان کی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے ان کو
 نسبت جعفر رہنے خبریں سن کر اور ان کی اعتقادات کی نسبت بحیرات لوگوں کو دیکھے
 کہ سید احمد خاں صاحب ضروریات دین کے منکر من اگر یہ صحیح ہیں تو بیشک بہت نقص
 اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ جعفر لوگ سید احمد خاں صاحب کے معتقد
 اور سرگرویدہ ہوتے ہیں اکثر ان کو دنیاوی اصل کے وجہ سے ہوتی ہیں اور ہرگز اعتقاد
 میں ان کو میر و نہین ہوتی۔ لیکن عرف میں عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر ایک کو
 جو در علم کلام کا حامی ہو گو وہ اعتقادات میں تابع سید احمد خاں صاحب کے ہو یا نہ ہو
 نیچری کہہ دیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ تہدی علی صاحب سلمہ ہی صرف اصل اول
 دنیاوی کیونکہ ان کو سعادون ہوں اور ان کو اعتقادات کے تابع ہوں۔ اگر آپ کو اس کا
 یقین ہے کہ سید تہدی علی صاحب کے اعتقادات بھی سید احمد خاں صاحب جیسی
 ہو گئے ہیں۔ تو آپ کسی دلیل سے ثابت کیجے۔ قطع نظر اس سے ہم نے مانا کہ وہ اعتقاد
 میں بھی سید احمد خاں صاحب کے تابع ہو گئے۔ اور قطعی طور پر وہ نیچری ہو گئی تو یہ کتاب
 آیات بیانات و ادھون نے نیچری ہونے سے بیشتر تالیف فرمائی تھی یہ کہ ان کو اعتقاد
 ہو گئی۔ اور اگر بالفرض نیچری ہونے کے بعد بھی لکھتے تو یہی جب ادھون نے اہل حق

نزدیک حق لکھا ہے تو اونکی تلون نراجی اور تذبذب سے امر حق کیون بے ہنگام نہ ہو گیا
 یہ حضرت کی مناظرہ دانی اور خوش فہمی ہی نہیں بلکہ جواب دینے سے اغماض و گریز ہے
قولہ ان آپ کے خاتم التکلیف نے ازالۃ الغین میں یہ لکھا ہے اسکا جواب گذارش ہوتا ہے
 اس قول کے جواب میں صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات بنیات والہ نے حضرت علامہ علیہ السلام
 کی نسبت لکھا ہے وہ اونکی ہی نسبت درست ہے **اقول** - بیت تو کاری زمین را
 نگو ساختی - کہ با آسمان نیز پرداختی - حضرت کا ادعائی علم بہائیک پوہنجا کہ سید ہی
 علی کے جواب سے آپکو استنکاف ہوا اور خاتم التکلیف کی تحریر کی حقیقت سے آپ جواب دی
 کہ باندہ میں چہ خوش است و کا وہ حال اور دعویٰ یہ کہ چہ خبیث چہا چاہی کہ کیل نام کو دے
 معلوم ہو جاوے گا کہ آپ کے حضرت علامہ سے ہیں یا ہماری سید مہدی علیہ السلام قال
الفاضل المحجب - قولہ - اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ کمال الدین ابن شیم بحرانی نے شرح
 رنج البلاغت میں لکھا ہے ان ارادہ تکلابے بکر ان شعبہ من ارادہ عمہ لفتح - **اقول** -
 آپ کے خاتم التکلیف صاحب آیات بنیات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہے کہ جو عبارت سے نقل
 جناب فاضل صاحب اعلام لہذا مقامہ کی ہے اسیکو مذہب اور قول کا نہہرتے میں یہ عبارت
 تو بنات صاف اور صریح اس بات میں ہے کہ حدیث علی بن لفظ فلان ہے لیکن ارادہ لفظ فلان
 کہ کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص
 دیگر مراد ہے جیسا کہ ابیدار میں قطب راوندی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے - پس عرض فاضل ابن شیم
 علیہ الرحمۃ کے اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہ ہے اولاً السلام کہ ابو بکر و عمر مراد ہے
 اور ثانیاً علی التثنیل اگر ابو بکر یا عمر مراد ہے تو ابو بکر مراد یا عمر مراد ہے عمر کے مراد لینے سے
 اور وجہ اسکو بیان کی ہے پس یہ الزام ابن ابی الحدید کے روکیے ہے نہ یہ کہ واقعی ساریج
 اس قول کے قائل ہیں - **یقول العبد الفقیر الی مولاه الخ** ہی
 اہل انصاف و دانش خدا را ہماری فاضل محبت کے اس جواب کو دیکھو اور حسن و کرم اور ہر

کونین کے آئینہ کی عبارت اور ان کے تفسیر کے لئے
نظم کے ساتھ بیان ہے جس میں اس کے معنی اور اس کے
معنی کے ساتھ بیان ہے جس میں اس کے معنی اور اس کے

ہو کر سنو۔ سب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کی شرح کبیرہ صغیرہ کی پوری
عبایتیں نقل کر دین اور بعد اس کے گزارش کر دین کہ فاضل مجیب نے اس کے موافق فرمایا ہے یا مخالف
اور اسے نقل خود ہی مجاہد سنیگر علامہ ابن تیمیہ اس شعبہ کی شرح کے متعلق اپنی شرح کبیرہ
فرماتے ہیں جو مطبوعہ ایران ہے۔ اقول الاود العوج والعمد خض وهو المشد اخ
داخل سنم البعیر من الحمل ونحوہ مع صحیح ظاہر و قوله لله بلاد فلان لفظ
بیانی ہے معرض المذبح کقولہم لله درہ واللہ ابوہ واصلمہ ان العرب اذا اراد
مذبح سئو وتعظیمہ نسبوہ الی اللہ تعالیٰ بهذا اللفظ وروی لله بلاد فلان بھی
عملہ الحسن فی سبیل اللہ۔ والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القطب العلواند
انہ انما اراد بعض اصحابہ فی زمن رسول اللہ من مات قبل وقوع الفتن وانتارحاً
وقال ابنی الحدید ہان کا ہر الاوصاف المذكورة فی الکلام بدل علی ابنہ ارادہ
ولی امر الخلافة قبلہ لفقہ قوم الاود وداوی العمد ولم یرد عثمان لوقوع الفتن
وتشعبها بسببہ ولا ابا بکر بقصر مدایہ خلافتہ وبعد عمر عن الفتن فكان الاکھبر انہ
اراد عمر و اقول ارادہ لابی بکر اسبہ من ائمتہ بجمہل ما ذکرہ فی خلافتہ وعمر و صاحبہ
فی خطبہ المعروف بالسقیفۃ لما سبقت الاشارة الیہ وقد وصفہ بامور احدثها

سنة من استأجر ان اود کجی ہے اور قمر انٹ کی کو ان کے اندر ایک سیکر ہوتی ہے جو جو یہ وہ فرس سے پیدا ہوا ہے اور اس کے معنی سے
معلوم ہوا ہے جو کہ شہناخ کہتے ہیں اور درندہ بلاد فلان یہ لفظ معنی کے ذہن میں آجایا ہے جیسا کہ میں نے مذکورہ اور بعد اس کے
اصل یہ ہے کہ عرب جب کسی شے کے قریب اور قریب کا اذہ کر کے میں تو اس کو خدا کی قدرت اس لفظ کا ساتھ نہایت کر کے میں
اور بعض روایات میں کہ بلاد فلان مروی ہے اور درندہ اس کے معنی کے نیک کام خانہ کے راہ میں مراد میں سے قول یہ ہے کہ لفظ فلان
عمر بن مارین اور قطب مارونی سے منقول ہے کہ لفظ فلان کہ حضرت نے اپنی بعض اصحاب کو مراد کہا ہے رسول اللہ کے زمانہ میں
جو قمر کی واقعہ جو نہ ایہ سب سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ اور ابن ابی کھر نے کہا کہ بعد اوصاف کا میں نے ذکر کیا ہے کہ
روایت کرنے میں کہ مراد ایہ شخص ہے جو حضرت کے چیلے امر خلافت کا سولی پر اسبب کی قریل فرما اود اور اود ایہ لفظ کے ساتھ
کا تو اس کے قریب میں ہے۔ اور اس کے باعث سے قمر سبب اللہ نہیں کیا اور اس کے باعث سے قمر خلافت کے لئے
اور قمر کی روایت کے ساتھ ہے جیسے کہ سبب اللہ نہیں کیا کہ قمر کی روایت کے ساتھ ہے کہ مراد کہا اور میں نے کہا کہ مراد
کہ قمر سبب اللہ نہیں کیا کہ قمر کی روایت کے ساتھ ہے کہ مراد کہا اور میں نے کہا کہ مراد کہا اور میں نے کہا کہ مراد

نظم کے ساتھ بیان ہے جس میں اس کے معنی اور اس کے معنی کے ساتھ بیان ہے جس میں اس کے معنی اور اس کے

قوله وترکهم للحال واعلم ان الشيعة قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذا ما للمباح
التي ذكرها عليه السلام في حق احد الرجلين تناقض ما اجمعنا عليه من تحققتهم ولخذها
منصب الخلافه فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه السلام او ان يكون
اجماعنا حظه ثم اجابوا من وجهين احدهما لا نسلم الثاني المذكور فانه حازان يكون
ذلك المدح منه عليه السلام على وجه استقلال من يعقد صحة خلافه التفتين
واستجواب قلوبهم بمثل هذا الكلام - الثاني انه جاز ان يكون مدح ذلك لاحدهما
في معنى نوبت ختمان بوقوع الفتنة في خلافته واضطرار الامر عليه واستتيار
بيت مال المسلمين هو ونوابه حتى كان ذلك سببا للوراثه المسلمين من الامعاء
اليه وقتلهم وبنيه على ذلك بقوله وخلف الفتنة وذهب في الثوب قليل البياض
خيرها وسبق لها قوله وتركهم في طرقا من شيعه اياه فان مفهوم ذلك ان الوالي بعد
هذا الموصوف قلنا لصف يا هذا هذه الصفات والله اعلم سائتمى بلفظهم تو حشرت
ابن هشام في ابني شرح كبير من تحرير فرما يا سب اب شرح مختصر في عبارات بهي بن ليحيى يقول
يقال لله بلاء فلان كما يقال لله درهم والله ابوه وهي كلمه مدح قيل راد به مدح عمر

اس قول در کبریا حالیه ہے۔ اور جان کر شیر نے ایک سوال اراد کیا ہے کہ میں کہہ رہا ہوں جو حضرت علیؑ کے دو دشمنوں
(ابو بکر و عمر) کے کن بن فرمائی ہو اس کی مخالفت جو کبریا سے آئو خطا کی طرف نسبت کرنے اور منصب خلافت کے کہیں سے
اجماع کیا ہے تو باز یہ کلام حضرت علیؑ کے کلام نہیں واپس کرنا ہوا۔ جامع باطل ہے پراسکا او نہ ان کے دو طرح پر جواب دیا۔
ایک تو یہ کہ ہم مخالفت نہ کرنا دشمن نہیں کرنے کہ نہ کہ جائز ہے کہ یہ مدح حضرت علیؑ کے کلام سے اس کلام کے ساتھ ہے نہ
صحت خلافت نہیں کے صلح جوئی اور او کو روکنی کہ نہیں کے طور پر صادر ہوئی ہو۔ دوسری یہ کہ اس پر یہ توصیف کیا
اور ان کو نہ نسبت عثمان کے قویج کے مقام میں ہو سبب واقع ہونے تو ان کی اسکی خلافت میں اور حضرت علیؑ کے ساتھ
اس سبب سے اس کی اراد کیا اب کے اور اس کے بہت المال کو ہوا تاکہ کہ اس کی طرف شیر نہ ملنا توئی پرانیت
اور اس کی قتل کا سبب ہوا اللہ سبب نہ کیا اپنے اس قول سے و خلف الفتنة و ذهب في الثوب قليل البياض اصحاب جبر
وسبق لمراسا اس قول سے۔ در کبریا نے طرف تشعبت لیج۔ ہاتھیں اسکا مفهوم مخالفت یہ ہے کہ اس برصحت کے بعد
جو خلیفہ ہے وہ ان صفات کے امتداد کے ساتھ متعطف ہے واللہ اعلم۔ اسے میں کہتا ہوں پوتے میں
مدح بلاء فلان مدح بکھتہ میں لہر درہ اور بعد ابوہ اور یہ مدح کا کہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت علیؑ اس سے مرعے
مدح کا ارادہ کیا ہے۔ ۱۲۔

وقیل بعض الصحابة ممن جاهد فی دین الله فالاولاد الا عوجاج والعلم من یاخذ الابل
 فی اسمتها وهو مستعار لآخر القلوب ومذا واما بالزواج والقولیة والفعلیة فبقاؤہ
 کناية عن طہارتہ من المطاعن والضمیر فی خیرہا وشرہا للحدیث وان لم یحذر ذکرہا لکن ہما
 معہودۃ اولیٰ لفظ مذکور ہاں الطرق المشعبہ طرق الفتنة انتہی بلفظہ اب ہم بعد نقل عبارت
 علامہ ابن شمیم جو اپنے اہل الشافعی سے اسید کرتے ہیں کہ خدا کے لیے تہوڑی سی تکلیف کو ادا کرنا
 سختہ آسا عشریہ کے اوّل شمس کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جبکہ یہ عبارت مذکورہ شرح ہو چکے
 فرما دیں اور بعد اس کے اس کا جواب جو کچھ علامہ کنسوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکھیں اور فرمیں
 کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اس کا بیان مفصل تو مقتضی تطویل کو ہے مگر مختصراً
 دیکھ کر رفع ظہار سے متین کے اسکو لکھتے ہیں تاکہ علامہ کنسوری کا پایہ علم و تدین اور حضرت حبیب کا
 مبلغ فہم والضمائم واضح ہو جاویں مگر مناسب کوم ہو تا ہی اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا
 نہایت اختصار کیا بیان کر دیں۔ پس واضح ہو کہ ابن شمیم کی اس شرح سے چند امور حاصل
 ہوئی۔ (۱) نقیبین ہم لفظ فلان بن چند اقوال نقل کیے۔ اول سب سے پہلے لکھا کہ منقول
 یہ ہے کہ لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جب مطلق منقول ہوا بیان کیا ہے
 تو یہ مراد یا تو منقول اصل مصنف شریف رضی جامع نفع البیلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کنسوری
 نے مفتاح الکونین وغنیہ سے جو حاشیہ منہیہ تحفہ آنا عن شہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نقل کیا ہے
 کہ شراح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فخر کہتا تھا کہ میں نے اس نسخہ میں جو بخط رضی تھا۔ لفظ
 فلان کے نیچے عمر لکھا ہوا دیکھا۔ علامہ کنسوری کی عبارت یہ ہے۔ دیکھیں ابن ابی
 منقول سنت بانچہ خود در حاشیہ آن از شرح ابن ابی الحدید کہ از جملہ قائلین بخلاف صحابہ
 ہے اور کہا گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جنوں اللہ کے دین میں جہاد کیا تھا ارادہ کیا ہے اور آدمی ہے اور عبدی
 جو آدمی کو کہہ لو نہیں پیدا ہو جاتے ہوا اور دینی بیاریوں کو لیے مستعار ہوا ارادہ کا علاج قوی اور رضی زواہر کے ساتھ ہر
 آدمی کی صفاتی ستمنا فی اسکی مطاعن سے بالکامنی کے کتا یہ ہے اور نیز خبر اور شرا میں خلافت کی طرف ہر گز
 اسکا ذکر نہیں آیا البتہ دیکھیں ہونے یا اسکا ذکر کے مقدم ہونے اور ہر گز نہ مستند فی مستشرقین ۱۲۔

شہرست نقل کردہ وندہ عبارتہ و فلان المکنی عند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و
 قد وجدت النسخة التي لخط الرضی الی الحسن جامع تہج البلاغت و تحت
 فلان نسخہ حدثنی بذلك بخار بن محمد الموسوی الادب الشاعر و سالت
 عند النقیب اباجعفر یحیی بن ابی زبد العلوی فقال لے هو عمر فقلت لانی
 علیہ امیر المومنین هذا التنا و فقال نعم و این قول ابن ابی احمد یہ کہ شمس بن است کہ قمار
 بن جند موسوی باور وایت کرد کہ در نسخہ پنج البلاغت کہ بخط سید رضی بود تحت لفظ فلان لفظ عمر بود
 اگرچہ قول ناصبی اگر متضمن بود لفظ ابی بکر است نقص میکند لیکن تصحیح میکند نہ سبب و اگر جمع
 عمر باشد - اہمتر بقدر حاجتہ - تو اس سے صفات معلوم ہوا کہ ابن میثم نے جو مطلق منقول مراد لفظ فلان
 عمر لکھا ہے تو شاید منقول اصل مصنف سے مراد ہے یا یہ کہ یہ منقول علما ازہر ہے - یا منقول ائمہ
 سے ہے یہ کہ کسی سے منقول ہو - حدیث کے نزدیک یہ نقل قابل استناد و وثوق ہے - و یہ مراد
 قول قطب راوندی کا نقل کیا اور فرمایا کہ منقول قطب راوندی سے یہ ہے کہ مراد لفظ فلان ہے
 بمقتضی اصحاب بنین جو حضرت کے زامین و قوع فتن سے پہلے وفات پا گئے - اور یہ
 قول شارح ابن میثم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں چنانچہ ہم اسکو ثابت کرنا کہ تیسرا قول ابن
 ابی احمد بکا نقل کیا اور فرمایا کہ ابن ابی احمد یہ حدیث رح نے فرمایا ہے کہ کلام جناب امیر
 میں اوصاف عشرہ مذکورہ ظاہر و پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت کے مراد مع ابن میثم شخص کے
 ہیں جو حضرت سے پہلے دلی امر خلافت ہوا کیونکہ تقویم آخر جاج اور مداوۃ امراض بدون خلافت
 متصور نہیں اور وہ تین شخص ہیں ابو بکر و عمر و عثمان لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ
 انکو سبب سے شعب التنا فتن ہوا اور وہ فتنہ میں واقع ہوئی اور ابو بکر مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ
 اسکا اور لفظ فلان کا مکتبہ عمر بن خطاب سے مراد پامین نے نسخہ ابو الحسن رضی جاج تہج البلاغت کہ خط کا اور لفظ
 فلان کے یہ لفظ عمر تھا حدیث کی جسے بخاری بن احمد موسوی اور شاعر نے ابو جعفر یحیی بن ابی زبد علوی نقیب
 میں لے اسکو پوچھا تو اسنے فرمایا کہ وہ عمر ہے میں نے اسکو کہا کہ امیر المومنین نے اسکا وہی شاکر اس نے
 کہا مان - ۱۲ -

اور انکی مدت خلافت بہت ہوتی تھی اور انکا زمانہ فتن سے پہلے تھا تو انہیں یہ کہہ کر اور انکی
 (۲) علامہ ابن شیم کے نزدیک یہ تو مسلم تھا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو حضرت
 امیر سے پہلے ولی امر خلافت ہوا جیسا کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے اور یہ بھی فیما بین شارح ابن شیم
 اور ابن ابی الحدید کے متفق علیہ ہے کہ عثمان مرومہ نہیں ہے اور یہ بھی باہم متفق علیہ ہے کہ ابن
 ممدوح ان مرائج عالیہ کہے میں لیکن یحییٰ بن اختلاف کہہ دو نوین سے کون مرومہ بن ابن ابی الحدید
 کہتا ہے انہیں یہ کہہ کر مرومہ بن کیونکہ حدیث بسبب قسرت اور بعد عن الفتن کے مرومہ بن ہو سکتا
 شارح ابن شیم نے اسکو جواب میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں - جناب امیر کا دن اوصاف کے لیے
 ابو بکر کو ارادہ فرمانا بنیت عمر کے مشابہت ہے کیونکہ جناب امیر نے خطبہ شقیہ میں ان
 امور کے جو خلافت عمر میں واقع ہوئی مذمت کی ہے تو یہ ان اوصاف عالیہ کے مصداق
 وہ خلافت و خلیفہ نہیں ہو سکتے - اس سے پہلے ہی معلوم ہوا کہ خطبہ شقیہ میں خلافت
 صدیقی کی نسبت ایسی مذمت نہیں فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو - پس ابن شیم کے
 اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ کیا تھا وہ اسکو نزدیک قابل
 اعتبار نہیں اور اسکو نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفائین ہی
 جامع خلیفہ صدیق مرومہ بن (۳) بعد تینین بہم کے علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو
 ایک ایک کر کے گنا اور شرح وسط سکو بیان کیا - (۴) شرح اوصاف میں اس امر کو
 اشکات کر دیا کہ موصوف ان صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرے کوئی شخص موصوف ان
 صفات کا نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض اوصاف کو مطلب کو اس طرح بیان کیا کہ جبکہ مصداق
 خلیفہ ہی ہو سکے - اول قول لا کے معنی کو بیان کیا کہ ہو کما ین عن تقویہ لا ہو حاج الخلق
 عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ فیہا یعنی تقویہ اوو کے کما یہ ہی خلق کے کچھ کو خدا کے
 راہ سے سید کرنا اور راستی کی طرف لانا اور ظاہر ہے کہ یہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتھ ہے
 دوسرا وصفت ملاوات لراض نفسانیہ کے مواظف بالغہ اور زواجر قارۃ قولیہ فجلیہ کے ساتھ

یہ سہی امام ہی کے ساتھ مختص ہے۔ میرا سنت کا حق میں قائم کرنا اور جو وہی اور میرا کلام
 خلیفہ ہی کا کام ہے۔ جو تھا اور اس کے حق میں سے فتن کا واقع ہونا امیر کا ہی منصب ہے۔ اور
 وصف امتیہ خیر و سبق شرک شایع کہتا ہے کہ دونوں ضمیمین خیر و شرک اور شرک میں اختلاف کثرت
 راجع میں اور اصحاب خیر سے مراد یہ ہے کہ اکثر حاصل کیا اور جس کو جو خلافت میں مقصود
 یعنی اوستے صل و الصاف کیا اور خدا تعالیٰ کے دن کو قائم کیا جس کا سبب قراب بنزل اور
 اور شرف جلیل دنیا میں حاصل ہونا ہے اور میں شرک سے مراد یہ ہے کہ پہلے اس سے کہ خلافت میں
 فتن واقع ہوں اور خلافت کی وجہ سے خون ریزی ہووت ہو گیا یعنی اس کے خلافت میں کئی
 فتنہ نہیں ہوا اور خلافت ظلم و عدوان ہر پاک صاف رہی۔ اب بعد اس شرح و بیان
 ایسا کن شخص ہے جس کو اس میں تامل ہوگا کہ علامہ ابن ہشیم کے نزدیک صحیح یہ ہی ہے۔ کہ
 موصوف ان اوصاف کا وہ شخص جو جواب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا اور کس کے پیشتر
 دیکھ کر اس میں شک باقی رہے کہ ابن ہشیم کے نزدیک قطب راوندی کا قول غلط ہے شرح
 مذکورہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن ہشیم کی رائی میں فقط فلاں مراد احد بن اسبنین سے ہے
 اور قطب راوندی کا قول ہرگز قابل اعتبار کے نہیں (۵) بعد شرح اوصاف کہ جب ابن ہشیم
 نے سمجھا کہ موصوف ان صفات کا لامحالہ احد الخلیفین قرار پائے اور ان کو ان اوصاف کے
 ساتھ موصوف ہونے سے مذہب تشیع درہم و برہم ہو جاتا ہے تو انہی اس کو سوال ہوا کہ
 ہیرا میں اس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ آجکے شیخ نے سوال وارد کیا ہے وہ یہ کہ یہ تہذیب
 و تعریف جو جواب امیر نے ابو بکر یا عمر کے فرمائی ہے ہماری اس اجماع کے مخالف ہے
 جبکہ ہم نے ان کو نسبت غضب خلافت اور تحقیر میں منعقد کر رکھا ہے۔ پس تاویہ کلام جواب
 امیر کا کلام نہیں ہے یا ہمارا اجماع و اتفاق غلط اور خطا پر ہے اس کو یہ اس کے جواب نقل
 کہ لیکن جو نگہ شارح کی رائی میں قابل اعتبار نہ تھی سہی اور مذکورہ تہذیب ہی کثرت فساد کے
 اور شیعی کی گردن پر دہر کر فرمایا کہ شیخ نے اس کو جواب دیے میں پہلا جواب تاویہ کو کہ جاتا

کہ جناب امیر نے یہ تہنیت و توصیف متقدین صحت خلافت شیخین کے اصلاح اور ان کے قلوب کو
 اپنی طرف کھینچنے کے غرض سے فرمائی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ مدح و تعریف
 عثمان کے غرض سے بطور تعریف بیان فرمائے ہو کہ ان کو ایام خلافت میں فتنی اور ہی حاصل
 یہ ہو کہ جو شخص موصوف بہتہ الصفات کے بعد متولی خلافت ہو اور ان صفات کی
 افتادہ کے ساتھ متصف ہو۔ اہل علم و دانش و عقل و انصاف ان جوابوں کو معلوم کر سکتے ہیں
 کہ غلط ہیں یا صحیح و ان کے شبہ رفع ہو سکتا ہے یا نہیں انہیں انہیں کہ ان کو اختصار مد نظر ہے اور
 خوف تطویل و سنگینہ ورنہ ہم ان جوابوں کے اور ان کو قائلین کے بدلائل قلعی کہہ دیتے۔ بہر کیف
 اگر فہم ہو تو اس سوال جواب سے ہی یہ بات ثابت ہو کہ شارح جو ان کے نزدیک یہ جملہ
 مخصوص احد الخلیفین کے ساتھ ہے اور اس سے یہ ہی ثابت ہوا کہ یہ سوال ہی امامیہ
 بلکہ اثنا عشریہ کی طرف ہے اور جواب یہی اور نہیں کی طرف ہے کیونکہ قاعدہ ہے وجوب مطلق شیعہ
 بولاجائے گا تو اس سے فرقہ اثنا عشریہ مراد علی الخصوص جبکہ اطلاق کرنا والا خود شیعی ثنائی
 ہو تو اس وقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ مراد ہو گا تو اس سے بخوبی ثابت ہو
 کہ احد الخلیفین کا ممدوح جناب امیر ہیں اور صفات عشرہ عالیہ ہونا اور اعتراض وارد ہونا
 اور جوابات کا دیا جانا یہ سب سبب مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر ہے۔ جبکہ ناظرین خلیفہ کی
 شرح جواب میں مٹیم نے فرمائی ہے دیکھ چکے اور اس کی شرح الشرح جو بطور بیان مطالب پہنچ
 گذارش کی تھی وہ بھی ملاحظہ فرما چکے تو اب تہڑی سی گذارش یہ بھی سن لیجئے کہ خاتم الخلیفین
 صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے اس کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا مخصوصاً اس کو بھی ملاحظہ فرمائی
 اور اس کو جواب میں علامہ کستوری نے جو کچھ زبان درازی اور بہت دہری اور حق پو
 جو شعثنا و تعصب میں فرمائی اس کو بھی ذرا توجہ فرما کر دیکھو بعد اس کے کہ انصاف سے
 فرمائیں کہ علامہ کستوری کا فرمانا حق و صواب ہو یا محض حق پوشی و معاوہہ اصحاب ہے
 علامہ موصوف جواب تحفہ فرماتے ہیں (قولہ) و انہذا شارحین و جمیع البلاغت از امامیہ

در تعیین مسلمان اختلاف کرده اند بعضی گفته اند که مراد ابو بکر است و بعضی گفته اند عمر (ع) (قولنا)
 ان هذا الفک بین ازین ناصبی باید پرسید که کدام شایع امامیه گفته که مراد ابو بکر یا عمر است
 و حال آنکه قبل از این ابوالاحمد خیر از قطب اندکی کسی بصرح این کتاب شریف خبر نداشت
 چنانچه ابن ابی احمد در ادل شرح خود گفته و لم یشرح هذا الکتاب قبله فاعلم
 الا واحد وهو سعید بن هبة الله بن الحسن فقیه المعروف بالقطب الواردی
 و کان مرفقاً بالامامیه انتهى اللهم تاخرین اس عبارت کو جو کستوری است لاکم ذرا
 شرح ابن سیم کی عبارت سر مشابک کرین اور کپی کستوری صاحب کے دین و دیانت نامتناہی
 اور علامہ کستوری نے جو عبارت کو لفظ حالانکہ سے لکھ کر ہے اس کا مطلب اولیاد است
 ہی سمجھو ہوگی کہ ان کو علامہ یہ کیا ہے مگر فرماتے مگر (قولہ) و ین عبارت سر مشابک ابو بکر
 بدو وصف موصوف نمودہ الفح - (قولنا) ثبت الدارۃ النقیض اول ایک خبر و اثبات
 باید برسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر است بعد از آن باین اوصاف اثبات
 فضل ابو بکر باید نمود (قولہ) عمده توجیہات نزد ایشان است کہ آنجا ب گاہ گاہ در حق
 و راجع بنشین بنابر استجاب قلب بناس و استمال غایبی خود کہ خلیفہ معتقد حسن سیرت شیعین
 و اقطام امور دین و دین ایشان بودند میفرمود (قولنا) این ادعا کذب محض است
 احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی سے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ
 ابو بکر موجودی بود و چون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشانرا احتیاج بیک از
 توجیہات نیست پس آنچه ناصبی بعد اقریر این توجیہات از بنایان خود سر کرده از جهت
 ابتداء آن بر ناسد از قبیل بنابر ان ناسد علم ان ناسد باشد (قولہ) و بعضی از امامیہ چنین گفته
 کہ غرض حضرت امیر توحید عثمان قرطبی بر بود کہ بر سیرت شیعین رفت و رفتند ناسد
 و زمان او بسیار واقع شد (قولنا) بیک از امامیہ این توجیہات نکرده مگر ابن ابی احمد در
 شرح این کلام ابن مقفار را بطرف جلودیہ کہ از فرق زیدیہ نسبت داده چنانچه

الفتنه ولما اجارود من الزبد فبقوا منه كلام قاله في امر عثمان انصبه فخرج الزبد لرو
 النقص لا عماله الخ۔ اب اہل دانش و انصاف سوائی التماس ہے کہ حضرت کثیری
 صاحب کے ان اقوال کو شرح ابن مہشم سے ملا کر دیکھیں پھر اگر خود حضرت کثیری کا یہی
 فرمانا محض کذب اور افک بھین ہو تو انکو دیانت و انصاف پر فاتحہ خیر پڑھیں۔ بعد اسکو
 جو کچھ ہمارے فاضل محبت انصاف کے آنکھوں میں پڑی باندھ کر ملا کر کثیری کے اقوال کا
 کی تصدیق کے ہے اسکی کیفیت ملاحظہ ہو اول فرماتے ہیں کہ عبارت ابن مہشم کی مصدق
 قول مفتی صاحب کے ہے اور اس سے صاف و صریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث علی بن لفظ فلان ہے
 حضرت محیب جواب تو لکھتے بیٹھے مگر یہ خبر نہیں کہ کس عبارت میں اس کا جواب دیا ہے یا نہیں اور اس
 دلیل کو باطل کر رہے ہیں یہ کس نے کہا ہے کہ یہ دلیل اس امر کے ثبوت کے لیے ہے کہ حدیث
 میں بجاؤ لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہے پس آپ ہی اپنے علامہ کثیری کی طرح جملہ کی
 فرمانے لگے اور اگر یہ اسکی یہی دلیل ہے تو بانی تمام اس کے ہے کہ جب فاضل متبحر کے نزدیک
 اس شبہ بحث یہ ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر صیبا فصیح و
 بلیغ ہرگز یہ عبارت نہیں کہہ سکتا کہ اسکو آپ کے قطب الاقطاب حبیب بن ودیانت
 والے غیر محمل پر حمل کریں اور مقصود سے بعید لیجاوین تو اس صورت میں محیب کے
 کلام جواب کی صلاحیت نہیں رہے۔ دوسری خطا یہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ
 فلان اس کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے۔ جیسا کہ ابن ابی الجہر سے
 نقل کیا ہے۔ ہرگز ابن ابی الجہر سے ابن مہشم نے نقل نہیں کیا ہے کہ ابو بکر مراد ہے یا عمر
 بلکہ یہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد خلیفہ ہے لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتا اور ابو بکر
 ہی مراد نہیں ہو سکتی تو عمر مراد ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی مثل ابنی علیہ
 کثیری کی شرح ابن مہشم کو ملاحظہ نہیں کیا۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ فرماتے ہیں
 یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ ابتدا میں قطب دہلوی سے نقل کیا ہے یہ بھی محض کذب ہے

ہرگز ابتدا میں قطب راوندی کا قول نقل نہیں کیا بلکہ اول اور آخر لکھا ہے و المنقول ان المراد
 بفسلان عمر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شرح ابن میثم کو نہیں دیکھا اور اگر ابتدائاً
 مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہیں عبارت لائحہ کی مخالف ہے۔ چوتھی خطایہ ہے
 کہ فرماتے ہیں کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہ ہے کہ اولاً اسلم
 کہ ابو بکر و عمر مراد ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نزدیک اولیہ اور ابتدا حقیقی مراد ہے
 نہ اضافی حاکم یہ محض دماغ ہے چنانچہ ہم عرض کر چکے کہ قطب راوندی کا قول ابن میثم سے
 ابتدا میں نقل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں مرت نقل اقوال سے یہ غرض پیدا نہیں ہو سکتی کہ ایک
 کہ کوئی دلیل دلالت کرے اور دلیل میں جب نظر کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف پردہ دلالت کرتے
 ہیں اور سوید ہے کہ قول ابن ابی الجعد کا صحیح ہے اور قول قطب راوندی غلط کیونکہ قول
 ابن ابی الجعد ایک مستحکم دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جسکا نفع ہونا محال ہے وہ یہ کہ وقت
 مذکورہ صاف وال میں کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر
 میسر متولی امر خلافت ہوا اور یہ امر اوصاف سے ایسا صاف واضح ہے کہ ہر شخص حکم و ذرا
 بھی فہم ہوگی سچہ لیکر کوئی خلیفہ کے کوئی دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہیں
 ہو سکتا چنانچہ ہماری تہج اوصاف سے بخوبی ثابت ہے اور قول قطب راوندی کا اس درجہ
 بہام و اہمال میں ہے کہ کوئی عاقل اس کو قبول و تسلیم نہیں کر سکتا اول تو خود اوصاف
 اس سے ابا کرتے ہیں ہر کوئی وجہ نہیں کہ جناب امیر اس کو بشور کرنا ہے بیان فرمادین اور یہ
 ایسا شخص جو اس اوصاف کے ساتھ متصف ہوا بقدر گم نام ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی بھی
 اور آپ کے قطب صاحب ہی بس اس بقدر فرمادین کہ کوئی شخص صحابہ میں سے تھا جو قبل
 وقوع فتن و فسادات پالیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ آپ کے قطب الاقطاب صوف اللغات
 آپ کے صحابہ پیشوایں میں سے مثل مقداد و عمار و ابو ذر وغیرہ کے کسی کا نام فرمادیں اور ہم
 ثابت کر چکے ہیں کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ پس یہ

مہمل قول کو بلا دلیل دوسرے اقوال باللہ کا مبطل سمجھنا ہماری فاضل محیب ہی کو نشان
 شان ہے۔ سہذا اگر اول بیان کرنا کسی قول کا دلیل اس امر پر ہو کہ اقوال لاختر باطل ہیں
 تو سب سے اول ابن میثم نے لکھا ہے والمنقول ان المراد بطلان عمر۔ تو حسب قاعدہ مسلمہ
 محیب کے لازم آتا ہے کہ یہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول بیان کیا ہو کہ علی علیہ السلام
 قطب راوندی کو فرماوی اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ مقصود و مکتوب راوندی ہے کیونکہ
 بعد اوس کے پہلے قول کا موبد ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول بیان
 کیا تھا کہ مراد قطب فلان سے عمر ہے جو مبطل قول راوندی تھا اوس کو موبد دوسرے قول ابن
 ابی الحدید کا نقل کیا تو وہ نقلین اس پر متفق ہو گئے کہ مراد عمر ہے اور قطب راوندی کا قول قطعاً
 باطل ہوا۔ پانچویں خطابیہ ہے کہ اعتراف کیا ہے کہ ابو بکر یا عمر کا مراد ہونا علی سبیل الترتیل
 حالانکہ کوئی قرینہ اس کی تنزیل ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ سابقین میں کوئی قول جو اس
 امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ابو بکر ہی نہیں ہے بلکہ اقوال سابقہ یا اس امر پر دل میں کسی مراد
 عمر میں اور یا اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جل من الصحابہ مراد ہے وہ قول امر اول پر دل میں اس
 ایک قطب راوندی کا قول امر ثانی پر پس یہ کہتے ہیں کہ ابن میثم نے علی سبیل الترتیل لکھا ہے
 مراد عمر علیہ السلام ہے۔ چوتھی خطابیہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ ابن میثم نے یہ قول الزام ابن ابی الحدید
 کو رد کی گئی لکھا ہے نہ یہ کہ واقعی شارج اس قول کے قائل ہیں۔ کیونکہ جیسا اس قول سے
 ابطال قول ابن ابی الحدید ہوا اوس سے زیادہ تردید قول آپ کے قطب الاقطاب کے ہونے
 جو نیز عم حبیب شارج کے پسندیدہ تھا اس لیے کہ جو خرابی و مصیبت کہ مذہب تشیع پر عمر شہد کے
 مراد ہونے سے واقع ہوتی ہے وہ ہی مصیبت و خرابی ابو بکر کی مراد ہونے سے واقع ہوگی اور وہ
 مثل شہر صناعات آگہی۔ قرہ من المطر و وقف تحت المیزاب تو یہ عجیب الزام ہے
 کہ جو الزام ابن ابی الحدید کو دیا تھا وہ اپنے مہر پر لے لیا اگر بالفرض ابن ابی الحدید
 کو الزام دینا تھا تو راوندی کے قول کے دلیل کے ساتھ تائید کرتے اور اوس کو درجہ اہمال سے

نکالنے علاوہ ازین اگر شارح نے یہ قول محض الزام فرمایا ہے اور خود اس کا قائل نہیں ہے
 تو پھر شرح ووصاف میں کیوں اور ان معنی کو ملحوظ رکھا اور کیوں ان کو بھی منافی شرح کر
 اور شارح میں راوندی کے قول کے طرف کیوں اشارہ کیا ہے کیا یہ بعد اس
 جو سوال کیا وہ بھی اس قول کے موافق لکھا اور جو جوابات دیئے وہ بھی اسی قول مطابق
 تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شارح کے نزدیک راوندی کا قول تو قطعاً غلط ہے پس
 مراد لفظ فلان سر کوئی خلیفہ ہے اور وہ شارح کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ابو بکر سے قطع
 نظر اس سے ابن ہشیم نے اپنے مختصر شرح میں جو شرح کبیر کے بعد مشتمل میں تالیف کی
 ابن ابی الحدید کے اور اپنی قول کو ترک کر دیا اور صاف یہ لکھا قیل الامام مرجع عمر قیل بعض
 اصحاب میں جاہل تھے وین اللہ اور اس میں بھی پہلے اسی قول کو ذکر کیا جو موافق ابن ابی الحدید
 کرتا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ باعتبار نقل کے ابن ابی الحدید کا قول نہایت قوی ہے
 لیکن نقل کے راہ سے راجح یہ ہے کہ مراد ابو بکر ہوں جسکو شرح کبیر میں یہ نقل قول ابن ابی الحدید
 ذکر کیا لیکن چونکہ فوت نقل کو زحمان ہے اسلیں مختصر میں اسکو ترک کر دیا اور ابن ابی الحدید
 کا قول کو مختصر ذکر کیا سو یہ کہنا کہ شارح نے یہ قول الزام فرمایا ہے نہ کہ خود اس کا
 قائل ہو بلکہ خلافات ہے سیاق عبارت مرجع اسکو مذکور ہے افسوس کہ علامہ سنوری نے
 تو شرح ابن ہشیم کو نہ دیکھا تھا ہمارے عجیب ہے کہ تو نے یہاں قول ابن ابی الحدید سے
 کہ جو جو عدم تطبیق فلان بر سر بیان کی ہے وہ ابو بکر پر بھی صادق ہے یعنی حضرت امیر
 خطبہ ششہ میں اگر عمر کی مذمت کی ہے تو ابو بکر کی بھی مذمت کی ہے۔ **اقول**
 ابن ہشیم نے جو عدم تطبیق بنا کر بیان کی ہے اور اسکو وہ ترجیح پر قرار دی ہے کہ ان میں
 وہ عشر پر بھی صادق آتی ہے تو وہ وجہ باطل ہے اور وہ ہرگز وجہ ترجیح کے نہیں ہو سکتی
 اور جب وہ باطل ہوئے اور یہ ترجیح نہیں ہو سکتی تو اسکا الزام ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ
 جو دلیل فی نفسہ باطل رہے کیا الزام کی صلاحیت رکھ سکتی ہے پھر اسکو نسبت ہمارے

————— حائل اس عبارت میں مائل فرماوے کہ ابن میثم نے جو کہا ہے اقول المراد
 لابی بلکہ انشبه من ارادہ لعلمایا ذکرہ فی خلافتہ عمر و ذہابہ فی خطبہ ہما المعروفۃ
 بالثقیفۃ۔ اس عبارت کو کیا صاف واضح ہے اسکی نسبت فرماتے ہیں کہ غلیظ
 الکلم مثل المس ہے اور اس میں بکثرت لغزش ہے اور اسکو وجہ سے لوگ خطا در ثماں ارتکوب
 اور لغزش میں مبتلا ہو گئے اور خلافت صدیقی کے اند کوئی برائی اور قباحت ذکر نہیں فرمائی
 اور اسی کی طرف ابن میثم نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہ اسبقت انہما ساتھ الیہما فوسک نہ
 آپ نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا اور نہ خطبہ ثقیفہ کو دیکھا اور یوں ہی آپ کچھ سے
 کچھ فرمائے لکھ کر آپ فرمادین گے۔ کہ میں تو فارسی خوان تھا میں خطبہ ثقیفہ کو جس میں لغات
 و شبہ غیر مانوسہ پھری ہوئی ہیں اور ترج ابن میثم کو جو بزبان عربی ہے کیونکر دیکھ سکتا تھا
 پس اچکا بطور اگر لکھ کر فرمانا کہ اگر عمر کے مذمت او میں ہے تو ابو بکر کے ہی ہے اس بناء
 پر ہے کہ نہ اپنے شرح ابن میثم کو دیکھ اور نہ بیج البلاغت کو لو کہ دو چار سطریں خطبہ ثقیفہ کے
 پڑھیں سو اسکو یہی اپنے دیانت و انصاف کہ ہے مدین و راج فرمایا کیونکہ زیادہ تو کیا عرض
 کروں۔ **قولہ** بلکہ نظر دقیق مرشد ہے کہ یہ کلام مقام استہزاء و تمسخر میں ہے کہ تو نہیں
 میرے نزدیک تو ابو بکر اس سے مراد ہے کیونکہ عمر کے خطبہ ثقیفہ میں حضرت نے مذمت
 فرمائی ہے گویا تمہارا سکا ہے کہ اگر ابو بکر کے وہاں بھی مدح کے ہے تو یہاں بھی مدح کی ہے
اقول جب دین و دیانت اور فہم و انصاف کا یہ حال ہے تو جو چاہیں فرمائیں نہ کہنا
 کو دیکھیں نہ سیاق عبارت کو ملاحظہ فرمائیں خدا کے لیکر کوئی شخص الی انصاف کو ہاری
 فاضل محیب کے اس جواب کو عبارت بیج البلاغت سے مطابق کر کے دیکھو اور حضرت کو
 اور فہم و انصاف و دیانت کی داد دو دو۔ جن حضرات کی نظر دقیق کی یہ کیفیت ہو جسکو
 اپنا مرشد ارشاد دی بنا رکھا ہے تو وہی بر حال اس نظر کے جو کہ محض سرسری ہوگی تعجب ہے
 کہ اگر ابن میثم کو ابن ابی الحدید کے ساتھ استہزاء و تمسخر نظر تھا تو اسکو قول میں سے

عثمان کو کین اختیار کیا بلکہ اگر عمر کے مراد لینے کا استہزاء کرنا مقصود تھا تو بمقابلہ اس کو
امیر مغویہ کو ذکر کیا ہوتا کہ میرے نزدیک عمر تو مرد نہیں کیونکہ خطبہ ششقیہ میں ان کی ہمت
کی ہے امیر مغویہ مرد ہیں تو استہزاء نہایت درست ہوتا اور جب ابو بکرؓ نسبت عمر کے تہا نزدیکی
بہی بہترین کہ نہ عمر شیعہ جو کالیف و صحابہ کرامیت کو خلفائین اولیین میں عمر کے ہاتھ سے
پونچھ ابو بکرؓ کے ہاتھ سے اس کا عشر عشر ہی نہیں پونچھا تو اس حال میں ابو بکرؓ کی مرد ہونے کو
استہزاء و تسخر پر محمول کرنا مرد سر خلاف عقل سلیم ہے۔ علاوہ ان میں واضح ہے کہ شرح
ابن میثم نے اپنے شرح کے ابتدائ میں وعدہ مویکہ بایمان غلطایا دیا ہے کہ اس شرح میں
بخارج کے کچھ نہ لکھو مگر تو کیا وہ وعدہ یہاں فراموش ہو گیا کہ خلاف حق ابو بکرؓ کے مدح کے
قائل ہو گئے۔ اور کہا نیک تسخر اور استہزاء سمجھ گیا۔ شارح ابن میثم نے دوسری جگہ نقل کیا کہ
کہ جناب امیر نے جناب شہین کے نسبت جواب خط امیر مغویہ کے تحریر فرمایا۔ و اجہری ان
مکانہما فی الاسلام لعظیم والنصابا نے الاسلام مجرح شدید۔ گویا یہ تمام حصہ شرح
ان دو جگہوں کو ہے چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں پس اگر یہاں تسخر و استہزاء ابن ابی حنیفہ
کو ساتھ ہے تو وہ ان کس کے ساتھ تسخر فرمایا جو ایسی جامع تریف فرمائی اور نیز کہیں رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے سبع و بصیر سے تشبیہ دی گئی کہیں نوح و ابراہیمؑ کے مثل کیے گئے تو کیا
یہ سب آپ کی روایات تسخر اور استہزاء ہی ہیں۔ حضرت میر صاحب یہ تسخر اور استہزاء نہیں ہے
بلکہ خود آپ صدق اس آیت شریفہ کے میں اتخذتموہم سخریا حتی انکم ذکرہی
خدا تعالیٰ آپ کی دیدہ بصیرت کا بولدے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرمادی
تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ واقعی مدح ہے یا تسخر اور دہر خواج جعفر اور صفات و محامد جناب امیر
رضی اللہ عنہ کے نسبت مردی ہوئی ہیں اس طرح خرافات و دلائل سے باطل کرتے ہیں اور تسخر
استہزاء میں اور ان میں اوہر آپ حضرات میں کہ شخصین کے محامد فضائل و کمالات تسخر اور استہزاء
پر محمول فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ ہی جھوٹے ہیں اور آپ ہی اپنے دعویٰ میں سچے نہیں

پس راہِ نجات اور مرکزِ ستیم ہی ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہو اور یہ سمجھنا کہ بہت
 طریقِ قوم ہے اللہ صلی علیہ وسلم علیہ استی و فیہ من تمام احسنہ ید بعثت
قول خصوصاً ابن ابی الحدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ شقیقہ کا ہے اور کہتا ہے
 کہ وہ بے شک کلام حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور اس میں نہ مست نہ سرد
 ایک جگہ دست کرنا اور دوسری جگہ اسکی طرح کرنا صریح متناقض ہے اور بقایا ابن ابی الحدید کے الزام
 بہت ٹیک ہے۔ **اقول** اگر شارح ابن بیثم کا یہ مقصود تھا کہ ابن ابی الحدید کے الزام
 دہرے تو صریح کہنا چاہیے تھا کہ یہ غلط ہے اور مخالف خطبہ شقیقہ کے جو جسکو ابن ابی الحدید
 نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز واجب تھا کہ ابن ابی الحدید کی دلیل کو چاروں طرف سے
 مراد ہوئی میں بیان کی ہے اول جواب دیتا جواب دے گا باطل نہیں کیا اور اسکی دلیل کا جواب
 نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اسکی موافق اور اوصاف کا مصداق خلیلہ کو قتل کر دیا
 تو اسکو کیونکر الزام پر محسوس کیا جا سکتا ہے علی انفسہ صریح ہے الزام خود کو کذب و دروغ ہو
 اور ہنسی اور الزام کا ایسی دلیل ہو جو اسکی میان نہ کی ہو غرض یہ صریح پر اسکا الزام
 ہونا ٹیک نہیں ہے اور یہ نسخہ اس پر تیار ہونا اگر ابن ابی الحدید کے لیے تہ الزام ہے تو اس
 قول کو آپ کیا کرنا جو سب سے اول نقل کیا ہے واللتقول ان المراءد لعل ان عمر اذین مقصر شرح
 میں تو سب سے اول تو لکھتا ہے کہ نہیں ان میں ہی اول اسکی ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے
 موافق قلب راہی کے قول کے ابطال کے واسطے مقدم کیا گیا ہے لکھا ہے قبل از ہر مدح
 تو بیان نہ نسخہ الزام ہے بیان تو صریح اول میں بیان کیا کہ اس لفظ سے عمر مراد ہیں
 پس یہ صریح اسکا الزام ہونے کو کذب ہے اور ہر نسخہ اس پر تیار ہو نہ ہو اس کا جواب
قول اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اسکی قائل ہی ہوں تب ہی کہہ سکتے ہیں نہیں بطور رحمۃ اللہ علی
 النبی اہل ہو تو اشارہ ہی کافی ہے اسکی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔ **اقول** ای حضرت
 میر صاحب انفس کو آپ نے تو خلافاً رحمۃ اللہ رضی اللہ عنہم کی عدولت میں ہم و انصاف

دین دایان کو خیر باد کہہ کر رخصت کر دیا۔ پہلا کچھ تو عقل و فہم و ایمان و انصاف سے کام لیا ہوتا
 اگر شارح اس امر کی واقعیت کے قائل ہوں تو کیا یہ انصاف جو مشابہہ کمالات بنوت کے ہیں
 بلکہ چشمہ بنوت سے ہی فائض ہوئی ہیں۔ جبکہ اندر بانی جاتے ہیں بروی عقل اور ایمان کے مصداق
 مثل سبحن۔ رحمۃ اللہ علیہ التباس الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ خلق اللہ کے کجی رستی پر
 لاوی اور انکی امراض نفسانیہ کا علاج کر کے انکو ہلاکت دائمی سے نجات دیوے سنت کو قائم
 کرے اپنی حسن تدبیر سے فتنہ کو نہ اڑھن دے برائیمو کی چرک سے نفی الثوب سلیم العرض دیا سر
 رخصت ہوا ہو قلیل عیب ہو۔ خلافت کی زیر مظلوم کو جو عدل اور اقامت دین سے جس
 سختی ثواب جزیل کا آخرت میں اور شرف جلیل کا دنیا میں ہونا ہے پہنچ چکا ہو۔ خلافت کے
 شر سے محفوظ رہا ہو۔ خدا کی اطاعت بجالایا ہو۔ اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا ہو اور سکون
 لوگوں کا یہ حال ہو کہ جہاں انکی شاخ در شاخ راہوں میں ایسی پریشان ہوں کہ نہ گمراہ رہا
 ہو سکے اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یا فتنی کا یقین ہو سکے تو ایسی شخص کے نسبت کوئی ایمان دار
 کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق اس صبیح مثل کا ہے۔ ذرا تو انصاف کی آنکھیں کھولو۔ الباعین
 تو انکی آنکھیں کھول راہ انکو ہدایت فرما۔ ایک قریب مجیب۔ پھر بفرض محال اگر یہ کفر صحیح ہو
 تو اس قول کے نسبت جو آپ کے بزرگوں ہی سے ابن سہیم نے ابتداء میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے
 والنقول ان المراد بفلان عمرہ و مختصر میں فرمایا ہے قیل ارادہ مدح عمر کیا فرمایا نگا دان تو
 و الزام ہے متسنوخی عرف اس عبارت کو الزام تسنوخ پر محمول کرنا مصداق مثل الغرین
 یثبت بکل حدیث کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت ابجا ایسے بردوات میں گرتا
 ہیں کہ مفروضہ نہیں سوچتا ناچار بے ڈنک ہوتا ہے پانوار لے ہیں قال الفا ضل
 مجیب۔ قولہ۔ بلکہ بعینہ اس جواب کو الخ۔ اقول۔ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے
 لیکن امامیہ کو اس جواب کی حاجت نہیں جیسا کہ حجاب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے
 یہ کہ انکی کتب میں اس روایت میں ابو بکر یا عمر موجود نہیں بلکہ لفظ فلان کے پس لاسلم کہ

ابو بکرؓ مراد ہوں کیونکہ نہیں جائز ہے کہ شخص دیگر مراد ہوں اور علیؓ انزال الکرسی کا معنی
مراد ہوں تو محمول علیؓ وجہ ہند صلاح جیسا کہ قول شارح علی المرتضیٰ جازان چسکون الخ
اس جواب کی تنزیلی ہونے پر آواز بلند بچار رہا ہے پس تنزیلی جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب
سمجھنا اگر خاتم الکلمین صاحب آیات بنیاس کی خوش فہمی ہے یقول العبد
الفقیہ الے مولانا الغنی جناب میر صاحب یہ جواب فرماتے ہیں کہ بعض
شیعہ سے نقل کیا ہے یہ محض کج کذب و افتراء ہے ہرگز کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بعض
یروال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر دال ہیں کہ یہ سوال و جواب تمام ادن شیعہ کی طرف
سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہیں کیونکہ اس عبارت میں واعلم ان الشیعہ جرح
ہمنا سوال اخذوا ازہن دالہما دح التي ذکرھا علیہ السلام حتی احدى الرجلین ہما فی
ما اجمعنا علیہ من تحطیثہم واخذہما منصب الخلافۃ فاما ان لا یكون الکلام من کلام
علیہ السلام او انکور احما عنا خطا ثمر احوالوا من وجہین لفظ ما اجمعنا علیہ او
انکور احما عنا خطا تو صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ سوال تمام شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کے
تخصیص کے اجماع میں شامل ہیں پس سلف شیعہ کا اجماع بیان کرنا و ایل صریح اور کرم و مسمول
کی ہے پس یہ آئی اور آپؐ کی مستندی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے کہ اس سے بعض
شیعہ سوای اپنی مراد لیتے ہیں اور گروہ دار اہل حق سے قرار کر کے اس اجماع سے جو مبنائی
اصول مذہب سے دست بردار ہونے میں فاعتبر وایا اولے لا یبصار علا وادین اس
سوال کا مبنی اول وہ ہے جو کہ اول ابن ہشتم نے لکھا ہے۔ والمقول ان المراد بفلان عمرہ ہر
وہ ہے کہ جو لکھا ہے اقول المرادۃ لاشیء بلکہ استنبہ من المرادۃ لعمر میری وہ ہے جو کہ شیخ
سے اور جان کی جگہ شیعہ نے سوال را کیا ہے کہ میری مراد حضرت علیؓ نہ شخصوں بلکہ عمرین کے ایک کے حق میں فرمائی
اور کرم مخالف ہے جسیر ہذا کو خطا کی طرف نسبت کرنے اور منصب خلافت میں سے اجماع کیا ہے پس یا تو یہ کلام حضرت
کلام نہیں لایا یہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے۔ پہر اسکا ادھون شیخ و طرح جواب دیا ہے ۱۲۔

اوصاف مذکورہ میں اوصاف کرمی محال کو ایسے شخص میں منحصر امتین کیا کہ غیر خلیفہ کا خیال
 قطع ہو گیا اور یہ تینوں امور ظاہر ہی کہ بنیادی اعتراض بعض شیعہ غیر امامیہ پر نہیں ہے بلکہ ابن
 میثم نے یا اپنا مسلم بیان کیا ہے یا اپنی اکابر امامیہ سے نقل کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی
 کی اکابر یہ فرما گئی کہ مطلق لفظ شیعہ سے امامیہ اور اثنا عشریہ مراد ہوتے ہیں بلکہ اگر آپ تابع فرمایا مگر
 توبہ ہی ثابت ہو جائیگا آپ کے اکابر تصریح فرما گئے ہیں کہ سوای امامیہ کے اور کوئی شیعہ ہی
 نہیں۔ چنانچہ ان ہی آپ کے حضرت علامہ کنستوری کی نسبت ہمارے خانم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
 فرمایا ہے کہ کنستوری درسیف ناصری، آنچہ درایر امش بچہ دوق در مقابلہ رشید العلماء وہ
 کردہ ثابت نموده باشد کہ غیر اثنا عشریہ حقیقہ شیعہ نیستند و اطلاق لفظ شیعہ بر اثنا عشریہ
 پس جب لفظ شیعہ سے عند الاطلاق امامیہ ہی مراد ہوتی ہیں ماسوا امامیہ جمیع لفظ شیعہ سے کوئی لفظ
 عند الامامیہ شیعہ نہیں تو اس جگہ اگر شیعہ مطلق ہو یا بعض شیعہ ہو تو لامحالہ مراد اس سے
 امامیہ ہونگے اور آپ کا کنستوری صاحب فرمایا کہ بعض شیعہ سے ماسوا امامیہ مراد ہیں ہر
 لغو اور باطل ہو گا اور علامہ کنستوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جواب کے حاجت نہیں غلط ہو گا چند
 مسلم شیعہ غیر امامیہ مراد ہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ تو جہات بعض شیعہ غیر امامیہ کے ہیں
 فرع اس امر کے ہی کہ یہ روایت اونگے کتاب میں موجود ہو اور جب تک یہ ثابت نہ کریں اس وقت تک
 اس توجیہ کو بعض شیعہ مجہول کی طرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا بیج البتہ
 میں لکھنا ان فرق پر حجت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ امامیہ کو ان تو جہات کی اس وقت حاجت
 ہے جبکہ اونگی روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر ہو چکی اور آپ کے علامہ کنستوری کی غلطی ہے اگر بالفرض
 آپ کی روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر بجائی فلان ہو اور آپ کے اکابر علماء ہی نے تصریح کی ہو یا نہ
 وہ اوصاف ہی یقیناً مبہم پر اس طرح دال ہوں کہ عرف ابہام و شرکت کی قطع ہو گئی ہو تو نہ
 ہی یہ کہنا کہ ملکہ حسیاج جواب نہیں محض جواب سے پہلو تھی اور غلط سمجھا جائیگا طے فر
 ما شاہد ہے کہ علامہ کنستوری نے توجیہ سے متصلا حسیاج سے تجلاب قلوب کو بھی کذب ہی قرار دیا

جیسا کہ توحید توحید عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہمارے فاضل محبت توحید متعلق
 کر شیعہ امامیہ کی طرف سے ہونے کی خبر میں اور فرماتے ہیں کہ اگر علی الترتیل ابو بکر یا عمر مراد ہوں تو محمول علی
 وجہ الاستصحاب جیسا کہ قول شارح جازانہ کے ہوں اس جواب کے تنزیلی ہونی پر باوجود
 بکار رہا ہے یعنی مانا تنزیلی سمجھ لیکن علامہ شری کا یہ فرمایا کہ ابن ادھار کا لب مختص بہ
 سامی کذب محض ہوا۔ را اس جواب کے تنزیلی ہونے کی نسبت اول آپ تمام عبارات ابن مہتمم
 دیکھیں اور پھر کسی حائل منصف سے دریافت ہی سمجھو اور بعد کچھ قریبی قائل القاضی
 المحجیب۔ قولہ بعد اس کے صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بعض از امامیہ نہیں گناتے
 کہ غرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توحید عثمان و قریش پر او بود۔ اس کے جواب میں علامہ شری
 فرماتے ہیں۔ یہ حکم از امامیہ ابن توحید نکرده الخ جواب اس کے صاحب آیات میناں سلف فرماتے ہیں
 لیکن یہ جواب علامہ شری کا سب سے پہلے جواب کے غلط ہے اور اس کو ہی ابن مہتمم سے نقل کیا ہے
 اول۔ اگر غرض یہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ ہے دروغ ہے سچ ابن مہتمم
 موجود و کثیر الوجود ہے کہیں لفظ امامیہ کا نام و نشان نہیں دن بعض شیعہ سے نقل کیا ہے کل شیعہ
 کے قائل نہیں ایسی کہ قول قطب راوندی خود اپنے نقل کر حکم میں اور یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے
 را امامیہ ہی ہوں امامیہ نص شیعہ میں بقول العبد الفقیر الی مولانا العبد
 یہی غرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے کہ جہن امامیہ ہی داخل بلکہ حسب ادعای طائفہ ذوالنہد
 دروغ دروغ نہیں ہے دروغ یہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے
 روح ابن مہتمم موجود شیعہ میں کثیر الوجود ہے اس میں کہیں لفظ بعض کا نام و نشان نہیں
 بلکہ تم اجا ابواسے منیر ادن شیعہ کی طرف عائد ہے جو اقبل میں مذکور میں اور جو خطبہ شیعہ کے
 جامع میں شامل ہیں اور جن کو مذہب پر سوال اور جواب ہے توحید ہی وہی ہونی اور ادن میں
 میں دست بر علم خود امامیہ اثنا عشریہ میں جو عند الاطلاق مراد ہوتے ہیں تو سوال اور جواب
 لاشرکت سے پہلے ہو کر۔ علی الخصوص جبکہ آپ کے علمائے انصاری کی ہو کہ لفظ طلاق

ابوبکر یا عسمر مراد ہیں اور یہ امر خود بدیہی ہے کہ ایک قطب راوندی کا ایک قول میں منفرد
 ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہیں ہو سکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اسکا قائل نہ ہو۔ پس یہ کہتا
 کہ یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہوں یا کل داہیات ہر بلکہ لامحالہ لفظ شیعہ سے
 اسجگہ مراد امامیہ ہو کر **قول** کہ اوزنیر یہ توجیہ علی التنزل ہے نہ علم تحقیق اور یہ بات
 ظاہر ہے کہ تنزل و تقدیر پر جواب کہ فرقہ کبیر قسے دی جاتے ہیں کوئی اوکو اصلی جواب
 اس مسئلہ کا نہیں کہہ سکتا اگر بالفرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہوں تب ہی یہ اصلی جواب
 نہیں ہر سلسلے علامہ علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکر وہ بالکل صحیح و درست ہر
اقول اقوال سابقہ میں اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات اور تنزیلی ہونے کا ابطال
 ہم بیان کر چکے ہیں قطع نظر اس سے کوئی قرینہ عبارت میں اسکو تنزیلی ہونے پر دلالت نہیں
 کرتا پس اسکی نسبت تنزیلی ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہ جواب
 تنزیلی ہو تو ہی علامہ سنوری کا یہ فرمانا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکر وہ بالکل کذب و دروغ
 ہی کیونکہ یہ محض اس توجیہ کے وجود و انکار ہے حالانکہ اسکا وجود علی سبیل التنزل مسلم ہے
 تو مطلق یہ کہتا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکر وہ دروغ ہوا۔ جو آپ فرماتے ہیں اگر یہ ہی
 عاتما تو آپ کے علامہ یہ فرماتے بچک از امامیہ این توجیہ نکر وہ الاہن میثم کہ علم التنزل
 بیان کردہ مطلق انکار محض عقائد ہوتا ہی کہ یہ توجیہ نہ علی تحقیق نہ علی التنزل بیان ہر نہیں کس
 ثابت ہوا کہ شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہیں اور یہ جواب تنزیلی نہیں اور اسکی نسبت علامہ سنوری
 کا انکار اسلر غلط اور کذب ہے۔ **قول** کہ یہ ہی واضح رای عالی ہو کہ شارح ابن شیم علیہ السلام
 حکیم مشرب ہیں اور بطور محاکمہ اقوال مختلفہ عام شیعوں کو بلکہ اپنے دست جن جو اعتراض
 وارد ہوتا دیکھتے ہیں بلکہ اور فرض کر کے اپنی سمجھ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہیں یہ آپ کے
 خاتم المتکلمین کی سمجھ کی خوبی ہے کہ اوکو اصلی تحقیقی جواب سمجھ کر لازماً نقل کرتے ہیں
اقول۔ ظاہر اس عبارت میں مقصود و اثبات عدم توثیق ابن میثم نظر ہے

اور یہ ثابت کرنا ہو کہ وہ رطب یا بس اذوال محبت غلام شیعوں کو نقل کرتے ہیں اور اپنی اذنی
 میں جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہیں اس کو فرضاً یعنی کذباً و افتراء شیعہ کی طرف منسوب
 کرنے میں اور اپنی سجدہ کے موافق اس کا جواب لکھتے ہیں تو ایسی اذوال اور اس طرح شخص کے اقوال
 ازانما نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھنا غائم المتکلیف کے سمجھ کی خوبی ہے تو ابن میثم کی نسبت
 یہ دعویٰ محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور دیگر شرح کی نسبت متناقض و متضاد
 بیان کی ہیں ان کے خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عجیب بیعت کے نزدیک سب کذب و دروغ
 ہیں ابن میثم کے علوم مرتبہ کے تو یہ حالت ہے کہ آپ کے قاضی موسیٰ ستیری نے مجالس المؤمنین میں
 اس کو تخریج و حکمت پر آپ کے خواجہ خواجگان نصیر الدین موسیٰ کی شہادت بیان کی ہے اور
 شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنے شرح خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے
 کہ سوائی حق کے کچھ نہ لکھو گا اور باطل کی طرف ہرگز میل نہ کروں گا اور یہ اس لیے کہا ہو گا کہ دیکھ
 عموماً علماء شیعہ تقصیب میں اگر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے کہ دہرمت
 فی ذلک بعد ان عاهدت اللہ بجماعہ الی لا الضمیر مذہبنا عن الحق ولا ارتکب
 ہوسمی براحاة احد من الخلق اور اگر آپ منبع فرما دیں تو معلوم کریں کہ آپ کے بعض علماء
 اپنی فہرست علماء میں ابنہ ہی لکھا ہے ومنہم الشیخ الحسن المہتمم بن علی بن نصیر بن ابراہیم
 مصنف شرح نہج البلاغۃ و تحقیق از نکتہ بالذہب علی الاحادیث لا بالجر علی
 الادواق پس جس مصنف کا یہ مرتبہ ہوا اور مصنف کی یہ حالت ہوا اس کو عدم توثیق کوئی اور نہ
 بیان کر سکتا ہے۔ حضرت مجیب کی اس تقریر سے اہل انصاف و لائحہ فرما دیں گے کہ شکیبہ
 ابحاث اہل حق میں یہاں تک تنگ آئی کہ راہ فرار جہات مستہ سے مسدود پا کر انہی عقیدہ علماء کے

ابن میثم بن سنان کی فہرست علماء میں ابنہ ہی لکھا ہے
 کہ ان کی فہرست علماء میں ابنہ ہی لکھا ہے

لے اور میں نے اس شرح کو شروع کیا بعد اس کے کہ خدا سے عہد باندہ اگر بخیر نہ ہوں تو میرے بعد نہ کروں گا اور میں نے
 کیلی برعات کی جو میری خواہش نفسانی کو اختیار نہ کروں گا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷

عدم توثیق ثابت کرنے لگی اور انکو حاطب السید بل قرار دینے لگی۔ تو جو امر ایسے شخص کے ہوتے
 سر ثابت ہوگا اور جو احوال ایسے ہوتے ہوں گے ایسے ہونے اور مستند کتاب میں درج ہونے
 اہل حق اور نسو الزام میں سے کیوں درین کو نکلے۔ اور ایسے مستندہ نقول سے کیونکہ الزام تمام
 ہو سکتا الزام اول ہی مور سے ثابت تمام ہوتا ہے کہ جنگی نسبت خصم اعتراف کرے
 اور اس کے لئے مسخر اور اہل حق کے لیے مفسد رہو اور بیان مجدد اللہ الیسا ہی ہے کہ شارح ابن قیم
 کو نزدیکی لفظ فلان سے مراد یا ابوبکر ہے چنانچہ اسکی عبارت سے صاف واضح ہوا یہ بھی
 اسکی عبارت سے ہوا ہے کہ اسکو نزدیک قول دوزی پسندیدہ نہیں اور نہ اسکی طرف
 اسکو میلان ہے تو اس صورت میں ہمارا الزام بحول اللہ دوزی نام ہے اور آپکا اور آپکو گتوہی
 صاحب کا انکار ناواقفی ہے یا عموماً۔ قول ابیہ بھی کہ شارح علیہ الرحمۃ نے
 واعلم ان الشیعة قد اوردوا ہذا سکا الخ میں بطور محکمہ فرض تسلیم قول نقل کر کے
 اسکو جواب لکھی میں دوزی آپ ہی فرمائی کہ اگر اس سے مرویہ الامیہ میں اور شارح کی تخریر
 ہے تو کو نسو شیعہ نے فلان سے ابوبکر یا عمر یا ان دونوں میں سے ایک مرویہ کر بھی تو جہیں کہیں
 میں آخر جو شارح علیہ الرحمۃ لکھی ہیں تو کسی کتاب سے لکھی ہیں یا دین ہی خیالی کہوڑی
 دوزی اس میں اور شروح انج البلاغت ہی موجود ہیں اگر یہ قول شارح کا حقیقی ہونو چاہی
 کہ اور کیا نہیں ہی یہ تو جہیں مذکور ہوں دوزی زبانی دعو کو کون سنتا ہے اقول اگر یہ
 ہمارے فاضل مجیب کے رای میں تھا کہ ہر کو علی سبیل الفرض و تسلیم ہی سمجھتا ہم محکمہ کی لکھوڑی
 کہ حکم ایک شخص ثالث ہوا یا نہیں کہ ایک مدعا کی نسبت ایک شخص اسکی صحت پر استدلال ہوا اور اگر
 کو کسی شخص اسکا نقض و الباطل کرے بقدر شخص ان دونوں خصمین میں قول فیصل لکھ کر
 حکم ہو سکتا ہے اسطرح ما نحن فیہ میں ہی ہماری مجیب پر لازم ہے کہ اول ایک مدعا قرار دینا
 اور بعد اسکو دوسرے خصمین بتویر فرماتے ہیں ہر اوردونو خصمین کے لیے شارح ابن قیم کو حکم
 قرار دیکر فرماتے ہیں کہ اسکا یہ قول فیصل اس نزاع میں وارد ہے جب ہم بیان کرتے ہیں

تو دوسرا صحیح ہوتا کہ اول شارح ابن مہتمم سے بقول نقل کے بیان کیا کہ لفظ فلان سے مراد وہ
 پیراۓ ہی سے نقل کیا کہ ایک شخص مہمل اسم ایسی صحابہ میں سے مراد ہے پیراۓ ہی سے
 نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن بوجہ سلام ابو بکر و عثمان بن عفان و غیرہ
 مراد ہو کر پیراۓ ہی کی نسبت عمر کے ابو بکر کا مراد ہونا مستبعد بن ہے ظاہر کے بعد اسلی
 مترجہ اوصاف بیان کر کے شیعہ کی طرف اعتراض اس بنا پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد
 ابو بکر یا مسہرون پیراۓ ہی کی طرف سے در جواب نقل کیے تو اب فرمائی کہ محاکمہ شارح نے
 کہا کیا۔ اور خصمین کون کون ہیں۔ اور قول فیصل کو نامول ہے جو شارح نے لکھا ہے
 اگر یہی دونو جواب قول فیصل میں تو قطع نظر اس سے کہ فیصل اپنی طرف سے ہی ہو گیا ہے
 تمام الزامات کتب و دروغ کے جو خانہ المحمڈین کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ سب ان کے اعتراض
 کتب و دروغ ہو گئی سفر میں اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ فرض سے
 کہنا مگر لفظ اور ناواقف ہے۔ اب رہا ہمسویہ سوال کہ اگر یہ بطور فرض و تسلیم محاکمہ نہیں ہے
 اور واقعی نقل ہے تو تاؤ کہ یہ کہا نہیں منقول ہے اور کس سید نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے
 کیونکہ اگر تحقیقی ہے تو لامحالہ یہ تو جہیں کنا بنوین مذکور ہو گا ورنہ زبانی دعویٰ کون مندرج
 سواہل علم و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہمسویہ کیا موقع تھا نقل آپ کے ابن مہتمم
 فرمایا کہ اور آپ سوال ہم سے کریں بھان اللہ حضرت میر صاحب ذرا ہوش کے باہر کیجے
 ہلکواس سے کیا فرض کو آپ کے فاضل متوجہ حکیم نے سچ کہا یا کہ جھوٹ بول دیا جب اس نے ایک
 امر کو نقل کیا۔ پس ہمارے ہی حجت ہو چکا خواہ فی الواقع کسی سے منقول ہو یا نہ ہو اور کسی نے
 کہا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہ ہو ہماری حجت ہر طرح قائم ہے بلکہ اگر آپ کا
 اور آپ کے کستوری کا فرمانا صحیح ہے اور فی الواقع کہیں نہیں لکھا تو یہ آپ کے فاضل متوجہ
 حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہوا کہ خلاف واقع اپنے بزرگوں پر افتراء بانہ ہے میں اور
 اور انکی طرف وہ امور منسوب کرتے ہیں جو انہوں نے فرمائی نہیں لیکن یہ طریقہ کچھ نہیں

بلکہ یہ سہر علماء شیعہ کا یہی ہی وتیرہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ پر فقر باراندہ چکر میں اور ائمہ
 اذکی تفصیل و تندیب فرمائی ہے تو اگر شارح ایسا کیا ہو تو کچھ خلاف قوم کے نہیں کیا۔ کہیں
 شارح کا کہنا ہمارے لیے ثبوت مدعا میں کامل حجت ہو کیونکہ جب ایسی بڑے عقیدت دار شیعہ
 امامیہ اثنا عشریہ نے ایک امر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ ہم
 کے لیے حجت ہو گیا پس اس کی نسبت آپ کا یہ فرمانا کہ یہ خیالی گھوڑی دوڑا زمین اور زبانی دعوے
 کون سنتا ہے ابن میثم کے خلاف شان ہو۔ لیکن آپ جعفر چاہن او سپر تبرا پڑہیں جتنی
 چاہیں گالیاں دیں اب الزام او ٹھنا محال ہے۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ کیا ضرور
 اگر یہ تحقیق ہو تو کتنا بڑھین ہی مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان علماء امامیہ نے جو معاصرین
 ابن میثم تھے درس تدریس یا بحث گفتگو کے وقت یہ اعتراضات ایسے ہوں اور یہ توجہات
 زبانی کی ہوں۔ اور ابن میثم نے بطور نقل کے اوس پر اپنی شرح میں درج کر دیا ہو اور کیا ضرور
 کہ اگر یہ اعتراضات و توجہات شروع میں مذکور ہوں تو ہم یا آپ تک اذکی مطالعہ کی نوبت
 اوسے آخر حاصل مداسنی سے اپنی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اور اپنی نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے
 اوس سے ہی یہی مدعا تفریباتاً ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل مداسنی کی ہم قریب نقل
 کر آئی ہیں۔ اور علاوہ اس کے اور بھی شروع و تراجم اس میں اگر آپ کو تصدیق ابن میثم کی منظور ہو۔ تو
 ان کو تلاش و تتبع کچھ وزنیہ آپ کو اختیار ہے ہمارے لیے بس ہماری الزام کی تکمیل کے واسطے صرف
 ابن میثم کا لکھ دینا ہی کافی ہے قطع نظر اس سے کہ سخت تعجب حیرت ہو کہ آپ ابن میثم کا
 قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہمیں پوچھتے ہیں اور قطب راوندی کے اوس قول کو
 جو آپ کے نزدیک صحیح و مسلم ہے انہیں کیوں لکھتے ہیں کہتے ہیں کہ اوس میں کیسا ابہام و اہمال ہے کہ جکا کچھ
 انتہا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ مراد ایک رجل صحابہ سے ہے جکا نہ کچھ نام ہے نہ نشان ہے
 اب ہم اس کی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جس کی ایسی صفات کا ملہ جابجا پیر
 بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہیں ہو سکتا جس کو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی

میں مسلموں سے تو متعین کر کے بتلائی یا اپنے قلب انقلاب سے دربانست کیجور و زشتی
 مسلموں کو کر کے قلب انقلاب کے الزام کے خوف سے عقلی گھوڑی دوڑائی ہو کر تو ایسی زبانی
 یاقین جب آپ کو ہم غیب امر متع ہی نہیں سننی تو ہم کب نہیں کے قال القاضی لمحجب
 قولہ۔ اور اس بحث میں صاحب تحفہ فرماتے ہیں ولہذا اشارت علیہ انج البیان فی الاثار و فیہ
 فدان اہذا ف کہ وہ انہ بعضہ گفتہ اند کہ مراد ابو بکر ست و بعضی گفتہ اند عمر ست اس جواب میں
 سلامہ ستوری چلا کر فرماتے ہیں۔ ان نہ لافک میں۔ (ازین ماضی ماید پر سید کہ کلام
 شارح الماسیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر ست۔ جواب اس صاحب آیات بیانیہ لفظ غلام الخ لفظین
 جہ نہ سایہ فرماتے ہیں۔ سجا ک نہ اہیان عظیم۔ یہ کہ مراد ازین شرح الماسیہ مثل ہے مقتد
 الخ۔ اقول۔ آپ کے خاتم الحدیث کے اس قول نے افسوس ہی کر دیا کہ کتب سیدہ میں اس روایت
 میں کتب لفظ فلان ابو بکر نہیں ان آپ کو مرادی معنی میں مقتدیر و سلیم و منزل احتمال ابو بکر یا عمر
 لکھا ہے اس جانتی صاحب نے انہ نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائی لفظ فلان ہوئے لکھتے ہیں
 میں اسکا انکار نہیں کیا کہ سننی مرادی احتمالی میں ہی علی تقدیر منزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے
 یقول العبد الفقیر لے مولانا الغنی۔ سخت حرب اور نہایت تعجب ہے
 کہ آپ ایسی سلیس اور سہل عبارتوں میں ایسے فاضل غلیان کرنے ہیں۔ ای ہل سچہ علی الصاف
 و علی خدا کے لیے ذرا ہمارے محجب سبب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرما دیں جس سے صاف معلوم
 ہر جائیگا کہ عبارت تحفہ کا مطلب سمجھ اور نہ ستوری کے مدعا ک رسائی ہوئی نہ زائد العین
 مضمون ذہن عالی میں آیا۔ یا یہ کہ مضمون سمجھ گئی ہیں لیکن اپنے دیانت و انصاف کو اپنے
 سر لاچار ہیں مقتدرا و سکر ایسے حقائق باین نہ فرماتیں تو کیا کریں دیانت و انصاف کا
 نبوت آخر کس دلیل سے ہو۔ اس قول میں اول خطا یہ حاصل یہ ہے کہ فرماتے ہیں خاتم الحدیث
 کہ اس قول نے فیصلہ کر دیا کیونکہ تسلیم کر لیا کہ کتب سیدہ میں اس روایت میں لفظ فلان ہے لفظ
 ابو بکر نہیں بلکہ مرادی سننی کے نہر لا احتمال ابو بکر لکھا ہے حالانکہ کسی نے صاحب تحفہ نے

صاحب ازالہ الغیب نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان لفظ
 ابو بکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعویٰ تحریف نسبت شریف رضی کے تراح کے
 یقین یعنی مرادی کو قرینہ اور دلیل ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ دہلوی تو یہ
 الغریب تحفہ میں فرماتے ہیں۔ درین عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغہ کہ شریف رضی
 برامی حفظہ مذہب خود تصریف کر دہ لفظ ابو بکر را حذف نموده و بجای او لفظ فلان آورده تا بہت
 تمکین نتواند نمود لیکن کہ امت حضرت امیر است کہ او صاف مذکورہ صریح یقین میں ہمہ ممکنہ
 چنانچہ بیان خواہ شد و ہذا اشارہ میں نہج البلاغہ از امامیہ در یقین لفظ فلان
 اختلاف کر دہ اند بعضی گفتہ اند مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ عمر الخ۔ اس عبارت سے صحت
 واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ تحریف کر لیے دو دلیلین ذکر فرمائی اول یہ کہ انصاف
 مذکورہ یقین ہمہ کر کے بین دو سہری یہ کہ تراح نے بطور بیان مراد کے ابو بکر یا عمر کو
 بیان کیا ہے اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان
 لفظ ابو بکر اور جب کہ یہ دعویٰ ہوئی ہوئے کو تسلیم کر لیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول
 کر لیا اور دعویٰ ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جائے کسی ایک یہ ہی مراد ہو
 اور اگر فیصلہ ہو جائے رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک ہی ممکن نہیں آخر آپ کے علامہ
 مستوری ایسی ہی ہر دو مات میں گرفتار ہو کر سہری ہی سے انکار کرنا شروع کر دیا کہ نہ
 ہمارے شارحین نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد لی ہے نہ یقین احدهما میں اختلاف کیا
 نہ یہ توجہات مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہیں کہ علامہ امامیہ نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر کا مراد
 ہونا تسلیم کر لیا ہے علامہ امامیہ میں کسی کہنی بیان کہ ہیں حالانکہ علامہ مستوری کا یہ فرمانا محض
 غلط اور کذب تھا اور یہ توجہات ابن مہتمم نے نقل کے نہیں اور اگر بغرض محال اسکو تسلیم
 کیا جاد کر کہ یہ نقل نہیں بلکہ بچرانے نے اپنی طرف سے لکھا ہے تو یہی چونکہ بچرانے نے فضلنا بخیرین
 نامیہ سے ہے اوسیکا کہنا ثبوت الزام اور انکار کستوری کے بطلان کے لیے کافی ہو گیا

دوسری خطا ہی قدیم خطا ہے۔ کہ اسکو تنزل فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعویٰ کے بموجب
 یہ نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے بلکہ قطعی قرائن اسکی خلاف پر قائم ہیں چنانچہ ہم پہلے
 عرض کر چکے ہیں۔ تیسری خطا نہایت فاحش اور صریح یہ ہے کہ فراموشی میں کہ غشی صاحب نے انکا
 نہیں کیا یہ لفظ ابو بکر یا بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور اسکا انکار نہیں کیا کہ بعض شریعی
 احتمالی میں بھی تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔ اور یہ سلسلہ کذب و دروغ و خلاف واقع
 ہے اور مصداق سسرہ چہ ولا درست الخ۔ یہی تحفہ کی عبارت موجود ہے اور اسکو دیکھیں ہر راہبر
 علامہ کنوری کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی کنوری صاحب تحفہ کا قول نقل کر کے فرما رہے ہیں
 قول۔ وہب اشار میں پنج البدعت از امامیہ و تعیین فلان اختلاف کہ بعضی کہنا کہ مراد ابو بکر است
 و بعضی کہنا کہ مراد الخ۔ قولنا ان نہ الا انما کسبیں۔ ابن فاضل با یہ پسیدہ کہ امام شافعی
 امامیہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است محال آنکہ قبل از ابن ابی احمد یہ غیر از قطب را ندی کسی طرح
 این کتاب شریف نہ پرداختہ چنانچہ ابن ابی احمد یہ و اول شرح خود گفتہ و لہر لہر الخ۔ ہذا
 الکتاب قبلہما اعلامہ الا واحد و هو سعید برہبہ۔ اللہ بن الحسن القنفذ المعروف
 بالقطب الراوندی و کان من فقہاء الامامیۃ انتہی و نیز ابن ابی احمد بدیع بن حکم کہ تفسیر
 بعد دعویٰ اینکہ گفتہ۔ فاما الراوندی فانه قال فی الترح انہ علیہ السلام مدح بعض
 اصحاب بحسن السیرۃ و ان الفتنۃ فی التی وقت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 من الاختیار و الاشرۃ۔ جس شخص کو زراہی عبارت سمجھنے کی تیز ہوگی وہ تحفہ کی عبارت سے
 سمجھ سکتا ہے کہ علامہ راوندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شافعیین و حنفی
 کا امامیہ میں سے باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے بعض کہتے ہیں
 کہ مراد عمر ہے۔ پس اس قول میں بصرۃ اس امر کی نسبت دعویٰ ہے کہ کتب شیعہ میں
 لفظ فلان سے بطور مراد کے یا ابو بکر یا عمر مذکور ہیں۔ بجواب اسکی علامہ کنوری نے اس
 دعویٰ کی تکذیب کی اور فرمایا۔ ان نہ الا انما کسبیں یعنی یہ دعویٰ ظاہر ہوتا ہے

اس نامی سے پوچھنا چاہیے کہ کونسی شراح امامیہ نے کہا ہے کہ ملحد ابو بکر ہے یا عمرؓ تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد ہوتی کی تکذیب ہے اور تحفہ کی عبارت میں نہ اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں بجا ہی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر یا عمر اس روایت میں موجود ہے اور نہ علامہ کنز توری کی تکذیب اسکی طرف راجع ہے پس آپ کا یہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجا ہی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں راجح سر اسر دروغ و بیفروغ ہے کسی ایماندار اہل شرم و حیا کا یہ کام نہیں کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے لیکن چونکہ آپ کو خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہیں ہو سکتی اس لیے آپ جو چاہیں کریں جو کچھ چاہیں فرمائیں۔ **قال القاضی المحیب**۔ قولہ۔ زیر کہ مراد ازین الخ۔ اقول۔ آپ کے خاتم المتکلمین کے یہ تقریر کیا ملمع کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شراح علیہ السلام کی اور شراح امامیہ نے ہی یہ توجیہ ہو گئی سالہ دینے میں ایسی تقریریں کرنے اہل دیانت کا نہیں بلکہ خاتم المتکلمین نے نہایت چھان بین کی اور بہت سی کتب کے اوراق گردانی و کتابت اولیٰ اس شرح میں یہ توجیہات علی سبیل تسلیم و التزلزل ہتھ لگائیں اول تو ان توجیہات کو جو بتقدیر تسلیم و التزلزل کے گزریں اور وہ بھی عام شیعہ کے ہیں شرح یلفظ امامیہ کا ناخوشانہ نام نہیں ہے الزاماً بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اوس پر لفظ مثل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه العتق**۔ ادل بجواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے کنز توری سے اسکا صاف انکار کر دیا ہوتا سوا انکا انکار کچھ پیش نہ کیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کے سنرا یا چکر جو اہل شرم و حیا کے لیے بہت کچھ ہے تو انکے سب کچھ کے مقابلہ میں ادھر نقص ایجاب جزئی ثابت کر گئے۔ بلکہ ثابت ہوا کہ انکا انکار محض تصور متبع سے یا عناد سے ناشی تھا اب اپنی اسکا انکار فرمایا کہ سوئی بجانے کے اور کسی شاس نے نہیں لکھا ہے اور حضرت خاتم المتکلمین نے

لفظ مثل کاذباً خلاف دیانت بڑایا افسوس کہ آپکو علامہ کستوری کا حال دیکھ کر عبرت
 ہوئی اور علامہ کستوری کے طرح بے تحقیق انکار کر دیا۔ اول پنج البلاغت کی تمام مشروح
 و تراجم ملاحظہ فرمائی اور سیکر بعد اگر انکار فرمادیں گے تو قابل جواب ہوگا میں یہ سیداکہ کیا ہے
 کہ آپ نے جمیع مشروح و تراجم پنج البلاغت کے ملاحظہ نہیں فرمائی ہونگا اسلیٰ عرض
 کرتا ہوں معاملہ دینی میں ایسی تقریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر
 بحث میں جو عبارت کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل دہلوی کے شرح کی نقل کی ہے
 اس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اسکا استاد نقیب ابوجعفر بھی اس امر کے قائل
 ہیں کہ مراد لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر ہیں نہ انسی کہتا ہے کہ نقیب ستم کہ تقریریں مخالف قرآنی
 درست میشود کہ یہ شخص ماضی مطابق نفس المرءود اس طرح شکر و تریدی سیرسون آن نگردد
 چون جناب امیرامین اوصاف معترف شود غایت مدح خواہ بود کہ بالاتر از ان بنا شد
 نقیب سر بکریان فرمودہ بعد تامل گفت راست میگوید۔ انتہی۔ اگرچہ اس بیان میں
 بصراحت نام ابوبکر یا عمر کا نہیں ہے لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تخریص ہونے
 پر ہے اور ظاہر ہے کہ تخریص جناب ذی النورین کو ہوگی اور یہ بھی بدیہی ہوا کہ انکو تخریص
 بجز ذکر محاسن اہل خلیفین سابقین کی نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان
 محاسن اہل خلیفین کو متضمن ہے اور حاصل اسکا وہی ہے جو بحرانی نے اپنی جواب لکھی
 میں نقل کیا ہے۔ الثانی انہ جازان لیکن مدح ذلک لا حد ہما فی معرض تخریج
 عثمان الخ و نیز خود حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے اہل تخریج
 لکھا ہے و از کلمات دیگر شارحین و مترجمین ابن کتاب از امامیہ ہم ہمہ شرح صدیق
 آیکمالہ الحفی علیہ المتبعین لیکن چونکہ علامہ کستوری کی تکذیب بحرانی کی نقل سے
 بحرانی ہو چکا ہے اور شارحین سے نقل کے حاجت ہوئی۔ معہذا کیا یہ خاتم المتکلمین کا
 لفظ مثل لکھنا آپ کے اور آپکو علامہ کستوری کی تقریرات سچ بھی زیادہ خلاف دیانت ہر

کہ بہارتہ کذب اور دروغ دعوے فرماتے ہیں کہ میں کہتے ہیں کہ کسی شارح نے لفظ فلاں سے ابو بکر
 یا عمر کو مراد نہیں لیا کہ میں کہتے ہیں کہ یہ اوصاف کیسی ابو بکر یا عمر پر محمول نہیں کیے کہی فرماتے ہیں
 کہ یہ تو حیثیات و اعتراض کمر عالم اہل بیت نہیں کہیں پہر سپر فاضل مجیب حاشیہ چڑھاتے
 ہیں کہ مفتی صاحب نے بجائے لفظ فلاں کے ابو بکر یا عمر مراد ہونے کو سوای کسی امر کا انکا
 نہیں کیا حالانکہ اچھا اور اہم علامہ سنوری کا فرمانا بہتہ خلاف واقع ہے یہ تعجب اور
 کہ با اینہما دعائی انصاف یہ تفسیرین خلاف دیانت نہیں سلوم سوئین آرمی - ع -
 و عین الرضا من کل عیب کلیتہ - را توضیحات کا بتقدیر تسلیم و تنزل ہوتا اور عام شیعہ
 کہ طرف منسوب ہونا سوا کا جواب ہم پہلے اس سے گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں قولہ
 معنیہ البتہ خاتم المتکلمین کے اس قول کا یہی جواب مبنی قولہ زیر کہ الخ - اقول کلام ابو بکر
 یا عمر کے تعین جتنی میں مسئلہ وہ ہرگز شرح ابن مہیثم علیہ الرحمۃ موجود نہیں ہے بلکہ پہلے معلوم
 ہو چکا ہے کہ جو انے علیہ الرحمۃ نے اول قول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہے - تاکہ
 معلوم ہو کہ مراد ابو بکر و عمر نہیں ہے اس کے بعد قول ابن ابی الحدید نقل کیا ہے کہ وہ بعض وجوہ پر
 حضرت عمر کو ترجیح دیتا ہے یہ کہ تعین ختم کرتا ہے پہر علی التزل بطور فرض و تسلیم قول فی لف
 یعنی ابن ابی الحدید فرماتے ہیں کہ در صورت ان ہر دو کے مراد ہونیک بعض وجوہ سے حضرت
 ابو بکر ترجیح رکھتی ہیں بشرطیکہ اسکو استہانہ سمجھا جاوے پس اسکو تعین جتنی ابو بکر یا عمر
 قرار دینا کمال ہی دانائی ہے **اقول** جناب میر صاحب میں بحال کہہ چکتا ہوں
 کہ یہ پہر پہر تحریر چونکہ اول سے آخر تک ایسی ہی خرافات اور وہابیات سے بہرہ ہوتی ہے
 ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ کوئی اہل علم اسکو جواب میں تسلیم اور ثنائی مگر ہر کو اپنی خیریت چلے
 کہ استاد دارین خاطر عنایت فرمائی ہند منشی عنایت احمد صاحب گنگوہی تسمیہ لہ سانہ
 مجبور کر دیا اور بجز امثال کے کچھ نہ کہو چارہ نہیں ہو سکا ناچار تسلیم اور ثنائی کرنا پڑا کیا نصاف
 اسکا نام ہے کیا دیانت اسکو کہتے ہیں کہ بدن شرح ابن مہیثم دیکھو اسکی عبارکی

توجہات بکارتیات بکارتیہ کذب فرما ہے بن شاریع ابن یسہم نے اول میں قول قطب راوندی
 اپنی شرح میں کہاں لکھا ہے سب سدا دل قول جو لکھا ہے یہ ہے والقول ان المراد غلام
 حسن جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعین حتمی ہے اور جو جب اگر قائمہ کے دولت
 کر ہے کہ قطب راوندی کا قول قابل اعتبار کے نہیں اور اگر بد او سکی تائید ابن یسہم
 سی کا کہ وہ یہی اس امر کو قائل ہے کہ مراد لفظ فلان ہی حضرت عمرؓ نہیں اور بعد اپنی رائے پر
 جو قطب راوندی کے قول کے سرسری کذب ہو اور کس کو میں کہتا ہوں کہ ابوبکر کا مراد ہونا
 عمر کے زیادہ متاثر ہوئے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تو لیں اور لیں جو حضرت
 عمرؓ کی مراد ہونے پر دل میں وہ یہی چند ان بعید عن الحق نہیں صرف ہشہبہ اور شاہد ہوتے ہوئے
 فرق ہے جو اول افضل التفسیر کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مراد احد ہا مستخدم مراد کو ہی لفظ
 فلان کے گیسو بخین میں مراد تسلیم کر لو تو وہ میری طرح اہستہ باسندہ ظہر ثابت ہو جائیگا
 لیکن قطب راوندی کے قول کی سرسری کذب ہی پس جو کچھ نسبت مراد ہونی اصحاب بخین کے
 بیان کیا ہے وہ جزا شبہی ہے مفوضاً اور صاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اور میں اجماع
 یا تاویل کی بنیاد ہے باقی میں چوڑی سسٹن اور صاف میں صاف ثابت کر دیا کہ مراد
 ان کے کوئی خلیفہ ہے۔ اچھا بفرض حال چہ تہ تسلیم کیا کہ تعین حتمی نہیں ہے بلکہ شاریع
 کسی جو پر آخر تعین کو بیان تو کیا ہے یہ سب مدار کتوری کا اور سکی نسبت مراد انکار کرنا
 انکی فاحش فطرت سے یا بن پس ایسے بروج باقون شر اگر آپ چاہیں کہ اس طرح کا استدلال
 اہل جاوید یا ان کے غلام کے مستوری کے جان الزام سے چوٹ چائی تو یہ ہرگز ممکن نہیں
 بلکہ جہد آپ اسکی حمایت فرمائیں اور یہ الزامات زیادہ ہونے چاہئے جو چاہئے آپ اس سے
 میں دیکھ ہی رہے ہیں ابھی اگر کچھ صاف دہم دیا و شرم سے تو بھج جائی ورنہ آپ کو زیادہ
 دیا ہے سدا اللہ علیہ السلام۔ حقیقی معنیہ اہم کہتے ہیں کہ اگر شاریع بخانی علیہ الرحمہ
 فرمایا تو حیات بدون غرض و تسلیم تحقیقی ہے کی چون اور او کو نزدیک بہ اصلی ہی

جواب ہوں اور جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شرح کو ملاحظہ فرمایا ہو تو کوئی شعر
عیب و نقص کی بات ہو یہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اس کی تحقیق میں مذکور
آپ کو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین میں محض اپنی اس توہم سے کہ جناب مفتی صاحب نے اس شعر کو
نہیں دیکھا کیا زبان درازی اور ہرزہ درائی کی ہے وہ شور و غل مچایا ہے کہ زمانہ کو سر پر
اڑھایا ہے حالانکہ ایک کتاب کا مذکور کیا بروقت تحریر اس کے مضامین کا یا دوسرے کچھ بزرگ
بات نہیں محض اس توہم سے انکو پانچ تصنیف و تالیف سمجھ گئے ہیں اور صاحب تحفہ کی ضرر
نہیں لیتے اور کتب تو ایک طرف اپنی والدہ ماجدہ کی ہی کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی کتاب ہی
کو شعر جکا اور دیکھو خود حوالہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی ان مضامین کو دیکھتا چاہی تو اس کتاب میں
دیکھ کر حیا نہ کی جگہ اس تحسین میں انکی یہ بات ثابت کی گئی ہے۔ اور نیز اکثر صحابہ کرام
حضرت خلیفہ ثانی جنکو کتاب اللہ دانی کا یہ دعویٰ تھا کہ بمقابلہ حکم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم جب کتاب اللہ فرمایا قرآن شریف کی آیت جہین تحفہ کے موت کا ذکر ہے بخبر
ہوں اور یہ بیان کرنے خلیفہ اول کے کہیں کہ گویا آج ہی سنی ہے اونکو شائین کچھ
چون دچرا نکرین اور سند خلافت و امامت بے تکلف و بدین۔ ان نارا الاشی عجاہ
اور یہ حال اکثر کتب میں موجود ہے اگر حضرت مجیب کو شک ہو تو مراجع النبوت جلد دوم صفحہ ۱۵
مطبوعہ مطبع فخر المطابع ہے مطالعہ فرماویں چونکہ عبارت طویل ہے اس لیے ہم نہیں لکھتے اور
خلافت کا اہم مقام دین ہونا بھی اس مقام میں لکھا ہے اشفاق حضرت فاضل
مجیب کے سمجھ افہم و انصاف سے بیان ہی اٹھو کہ کہا بی اور ایسی اٹھو کہ کہہ بی انی کہ نہ
کرل آیا۔ حضرت پیرانشا اتریں سمجھو بلکہ اول عبارت تحفہ دیکھیے پھر اسے مفتی صاحب کا
جواب بغور ملاحظہ فرمائیے پھر خاتم المتکلمین کے اعتراض کو بغور ملاحظہ فرمائیے اور اس کا جواب
دیکھیے۔ اول حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے تحفہ میں فرمایا کہ امامیہ شہداح
بیج البلاغت نے لفظ فلان جو نہج البلاغہ میں لکھوئے تحریر واقع ہے نہیں مراد میں

اختلاف کیا ہے جسنی کہتے ہیں کہ مراد ابو بکر ہے اور بعضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت اسیر
 ابو بکر کے متوری فرماتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہی کسی شارح امامیہ نے مراد ہوا لفظ انان
 ابو بکر یا مسر کا بیان نہیں کیا وہ عبارت - انھذا الا انک مبین اذین ماعسی بدو
 کہ کہ ام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است انھن حضرت خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ
 ہلاکت توری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا - قوله ان هذا الا انک مبین اول
 سجاہک نہایتان عظیم - زیر کہ مراد اذین شارح امامیہ مثل بحرانی مستند و لیکن چون
 این بے نصیب کتب مذکورہ نہ یہ وہ میگوید کہ کہ ام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است
 انیک عبارت رئیس الحکماء و استجرین کمال الدین مذکور بگوین خود بشنو و خاک نہایت خود
 برزدار سند حکم و تصنیف بزرگ حیرت قابل فتح - ہی طرح اور چند جگہ آپ کے مفتی صاحب نے حضرت
 خاتم المسکین کے اس بحث میں تکذیب کی اور اپنا جرح بتایا اور حضرت خاتم المسکین نے
 اسکو جواب میں آپ کے مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی اور ابن سیم کی عبارت نقل کر کے
 اذکر دعویٰ تخریر کو توڑا - اب بعد اس تقریر کے آپ اپنی جواب کو مطابق بحرانی فرمایا
 کہ آپ کو جواب اور معارضات کو اس سے کیا ربط اور کیا مناسبت ہر تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپ
 اسکو جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر بحرانی کی نزدیک یہ توجہات تحقیقی اور اصلی جواب ہوں
 گویا اذکر نزدیک بدون منزل و ہتھلک کے مدح ان اوصاف عالیہ کے اور مراد لفظ انان
 سر حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ ہی ہوں اور فی الواقع معنی صاحب نے شرح ابن سیم کی ہر
 کو کو نہ عیب اور نقص کی بات ہر ایک کتاب کا نہ بکشت یا بروقت تخریر اسکو مضامین کا
 یا ذمہ نہا کچھ بڑی بات نہیں کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق سمیتہ نظر ہے لیکن
 ہم کب کہتے ہیں کہ شرح ابن سیم کا نہ بکشتا کچھ سبب اور نقص کی بات ہر اور ہننے اور تخریر
 خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہر ایک کتاب کا نہ بکشتا یا اذکر مضامین کا بروقت
 تخریر یا ذمہ نہا کچھ بڑی بات ہے اور ہننے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک عالم کی کتاب

اور اسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہنا ضرور ہے ہمارا اور ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کا اثر
تو یہ ہے کہ اگر مفتی صاحب نے شرح ابن بیثم نہیں دیکھی تھی یا اگر یہ مضامین یا وہ نہیں پڑھے
تو یہ زبان و لہجہ اور ہرزہ درائی کیوں فرمائی کہ کہیں فرماتے ہیں - ان نڈالاک میں
ازین نامہ صبی باید پرسید کہ کدام امامیہ گفته کہ مراد ابوبکر یا عمر است کہ کہیں لکھتے ہیں این ادعا
کذب محض است کہیں فرماتے ہیں - ثبت الدلائل والنقل - اول النیغۃ بالاثبات باید سانیہ
کہ مراد لفظ فلان درین کلام ابوبکر است الخ - اور کیوں ایسا وادیل کیا کہ زمانہ کو سر پر اوٹھایا
جس سے نہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شروع بیج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے
اور تمام شروع کے مضامین اور تمام شراح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہیں اگر آپ نہیں
جانتے تھے تو لفظ فلان سے شخصین کے مراد ہونے کا انکار اور علم را امامیہ کی توجہات کرتے
کا انکار کس بنا پر کیا اونکو تو دعویٰ تمام شروع کے دیکھتے اور تمام مضامین کے مستخرج ہونے
کا ہے - اگر باوجود اس بخاشی کی وہ سمجھتی ہوتے کہیں نہیں جانتا ہوں تو اس شد و مد سے کہنے
انکار کرتے بلکہ یہ کہتے کہیں نے سوای ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہیں دیکھی یا تمام شروع نہیں
پا میں اس دعویٰ کی تصدیق و تکذیب کو نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا یا یہ کہ تمام شروع دیکھی
ہی مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہی اسے غیر ذلک اور اس میں چند ان نقص
وعیب نہ تھا اگرچہ استدراک میں ہی غلط تھا کہ جب کتاب تصنیف فرماتے بیٹھے اور خصم
کو جواب دینی کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شروع بیج البلاغت کے اس موقع خاص کو
دیکھیں خصوصاً ایسا امر کہ جب پیر بطلان مذہب کا مدعا ہو اور بقول آپ کے بعض شروع ہی
چھین یہ توجہات نہ کر ہوں نا یا اب ہوں تو بڑی افسوس کی بات ہے کہ کتاب کہہ لکھتے ہو
لین اور یوں ہی دعویٰ فرماتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ انکا علم تمام شروع کو مضامین کے حاد
ہو پس ضحیح رہے کہ نہ اگر مفتی صاحب نے اپنے بخاشی کا اظہار کیا اور نہ اعتراض علم
علم یہ ہی بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعویٰ تجربہ ہے کہ باوجود نہ جانتی کے اپنا علم

و تکرار با دقت و جملہ ہی میں ہمیں پکارا کہ یہ جواب دینا کہ نہ جاننا کچھ عیب کی بات نہیں اور
 نہ محفوظ رہنا کچھ بڑی بات ہے یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی
 مفتی صاحب کی عبارت کو ہی نہیں سمجھ رہے تھے اور نہ اتنا تو سمجھتے کہ اعتراض سے بھاننا ثابت ہوتا ہے
 یا جاننا اور ازالہ الغیب کی عبارت کو ہی نہیں سمجھ رہے تھے اور نہ اس جواب کو انہی کچھ بظاہر
 علاوہ ان میں اس تقدیر پر کہ بحرانی نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ تحقیقی اور دانش ہو اور ان کے نزدیک
 یہ جواب اصلی جواب ہوں اور مفتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا ہو یا اور اگر
 مضامین ان کو یاد نہ رہی ہوں حسب بیان علامہ ابن میثم یہ اعتراض ان المادح اللہ ذکرہ
 علیہ السلام نے حق احد الجلیل بنافی ما اجمعنا علیہ من خطیبہم ولقد ہما منصب
 الخلافة فاما ان لا یكون الکلام منک لک علیہ السلام ادا ینک و انما جہا خطا
 دار ہوتا ہے اور علامہ بحرانی نے خود جواب شیعہ سے نقل کیے ہیں وہ جواب بابتہ معلوم ہوتا ہے
 کہ ہرگز صاحبیت رفع اعتراض کے نہیں رہتے چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے
 دلائل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے تو اب فرمائی کہ ہر دو امور مندرجہ اعتراض میں ہر کس کو
 خستہ یار فرمائے کہ کیا آپکا اجماع خطا پر ہے یا یہ کلام جواب نمبر کا کلام نہیں ہے اور
 شریف رضی نے من تقاریر النفس کذباً بڑا دیا لیکن یہ تو مخلص ہے کہ شریف رضی آئندہ
 راستہ ایسی کلام کو جو صریح مع شیعہ پر دلائل کر کے اپنی خلاف مذہب کیوں بڑا آیا
 احتمال ہو مدامت مذہب میں تو ہو سکتا ہے اور منافیات مذہب میں یہ لہر باطل مفقود ہونا چاہیے
 کا عند غیر سبوح علی المحض من علی شیعہ پر تحریف الہی لکھا ہوا انگلیا کہ لفظ فلان کے نیچے
 لکھا تھا تو شریف رضی کے بڑا لی اور اس کلام کے جواب امیر کی کلام ہوئے کا تو
 اس خیال باطل ہوتا ہے تو میں ہوا کہ آپکا اجماع خطا پر واقع ہے - ۱ - ہو مطلوب - اگرچہ
 گزشتہ سچائی معارفات ہی باطل ہو گئے تھے لیکن رد التفصیل سے معنی کے اہل معارف
 جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ العزیز کی نسبت سچائی والہ ماجہ کی تصنیفات ذکر کی

بارہ میں فرمایا اور فرمایا کہ ہم کسی جگہ اس سریر میں ہمہ امتزاج کر چکے ہیں پس اس کا جواب
 تو یہ ہے کہ یہ محض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے اپنی عادت کے موافق عبارت
 ازانہ استخار کے مطابق سمجھ کر میں غلطی کی تھی چنانچہ جس جگہ اس سریر میں آپ نے یہ نوکر
 فرمایا ہے وہیں ہم ہی بخوبی ادسکو باطل کر آئے ہیں حاجت ادا ہو نہیں رہی۔ دوسرا عبارت
 آپ نے حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسبت آیت قرآنی متقصد موت آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم یاد دہانی کی بابت فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اول نسیان کسکو نزدیک
 محل اعتراض نہیں یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر یہی جائز رکھا ہے۔ خود جناب امیر شیطان لعین کے مہلت یافتہ ہونے کو پہلی ہوئی
 ہتھ اور ایس کی تلقین سے مستثیم ہوئی۔ اور نہ تمام المتکلمین کا اعتراض نسیان بابت ہو
 پس جب نسیان سفاقی بوقت نہیں تو ساقض خلافت کیونکر ہو سکتا ہے۔ معہذا حضرت
 فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ حدیث ہوش ربا دفت سیرور کائنات صلی اللہ علیہ
 وسلم پیش آیا تھا۔ مگر آپ مفتی صاحب پر کیا مصیبت پڑی اور ان کو کیا جھڑپ پیش آیا
 جس سے ان کی ہوش و حواس سلب ہو گئی اور باختہ حواس ہو کر یہ غفلت طاری ہوئی اور نسیان
 پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات کا صدرہ مصیبت ہو کر
 اور انکا وارغضال ہونا اس کا باعث ہو تو ہم ہی آپ مفتی صاحب کو معذور سمجھتے ہیں علامہ ازہرین
 اس موقع میں کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسری مواقع میں کہ جس جگہ کتب کا
 تذکرہ کیا یا مضامین کا یاد دہانی پر عیب یا نقص کا باعث نہیں سمجھا جاتا بلکہ بعید ہے
 وہ یہ کہ جب کتب کا تذکرہ کیا یا وقت تحسین پر مضامین کا یاد دہانی پر عیب نہیں سمجھا
 جاتا وہ موقع ہے کہ جہاں فیما بیننا قسطنطنیہ جو کہ اس سے اون مضامین کی طرف
 انسانی ذہن کا کم ہوا اور انتقال منکر کا ادھر سے اوپر تارہ ہو ایسی مواقع میں اگر
 وقت تحریر مضامین یاد دہانی کا کتاب کو تذکرہ ہو تو معذور سمجھا جاسکتا ہے اور یہ موقع جو

آپ کے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ خصم نے اپنی ثبوت دعویٰ میں ایک کتاب کے خاص موضع
 استدلال قرار دیا اور اس کتاب کے شروع کے مضامین متعلقہ کو اپنی دعویٰ کی بنیاد میں
 بیان کیا تو اگر کوئی شخص اس خصم کے جواب میں یہ کہ اس کے شروع دیکھو اور ان کی طرف
 مراجعت کریں اور خصم کے دعویٰ کا صدق یا کذب کتب سے مقابلہ کر کے معلوم کریں۔ مٹا
 انکار کر دی اور کبھی کہ کسی کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں اور یہ دعویٰ محض کذب و دروغ
 ہے۔ حالانکہ خود یہ انکار و کذب محض کہ ب دروغ ہو۔ تو ہرگز وہ معذور نہ سمجھا جائیگا اور
 ملامت و تہمت بھیگا ہر اگر کوئی اس کے اتباع میں سے اس کی حمایت کریں اور غدر کریں کہ آپ نے
 کتاب نہیں دیکھی تھی اور آپ کو یاد نہیں رہا تھا۔ تو بہ کسی عامل کے نزدیک قابل التفات
 نہ ہوگا بلکہ مصداق مثل ستہر و مذرگنہ ہد تراذ گناہ کا سمجھا جائیگا کیونکہ اس موقع میں
 بوجہ غایت افعال و حرب تغیر نہایت زیادہ واجب تھا کہ شروع کی طرف مراجعت
 کریں اور اس دعویٰ کے صدق و کذب کو کتب سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو اس نے ترک
 واجب کیا اور اپنی مذہب کی حمایت میں صرف ترک کتب و جہالت کا ہوا تو اس پر
 موقع میں جسد ملامت کیجادی سچا ہے اور جسد گرفت کیجادی زیار پس ہمارے فاضل کا
 بحالت ایسی مفتی صاحب کے فرمانا کہ اگر انہوں نے کتاب مذکورہ دیکھی ہو یا رضامین یا دوزی
 ہوں تو کیا عیب و نقص کی بات ہے۔ سراسر راہیات ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سراسر
 سب اور نقص اور خیانت و کذب اور رتبہ تصنیف کے بالکل مخالف ہے۔ رہا خلاف
 کو اہم الہامات ہونیکا جو آپ اشارہ فرماتے ہیں سو یہ وہ غلطی ہے جو ابحاث سابقہ میں
 آپ کو پیش آچکا اور تفصیل تمام اس کی نسبت ہم گزارش خدمت کر چکے ہیں حال القاضی
 المحجیب۔ دولہ۔ یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم اور تدبیر
 بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا امتیاز نہیں کیا گیا۔ اقول۔
 مان یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم و دیانت و فہم و فراہ

وغیرہ کیست بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفاء نہیں کیا گیا
 بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنہ - بحول اللہ تعالیٰ و قوتہ اہلسنت کا یہ
 علم و دیانت و فہم و فراست ایسا ظاہر و باہر کہ کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا یہی جماعت مصداق
 ید اللہ علیٰ الجماعۃ و غضب اللہ علی من خالفہا کے ہیں۔ ان علماء شیعہ کا
 پایہ علم و دیانت و فہم و فراست قابلِ تمشاہد ہے کہ جبکہ اکابر مذہب اہلکی زعم میں یہ تفسیر
 کر بردی میں منتفی رہے اور مذہب کو دانا صند وق تفسیر میں بند کرکھا سو سجد اللہ فرشتوں کے علم
 و دیانت اور فہم و فراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ
 انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے **قول** - مگر کیسے قدر اس بحث کی
 مفصل جواب میں بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان کرنے وغیرہ کے علم
 و فضل کا مرتبہ ہی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے۔ یہاں تک کہ جو باتیں کہ ورس خوان سبحان
 کو معلوم ہیں انہی ہی کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ جیسا کہ لہذا و فلان کو بدروغ و نوح
 قسم قسم دروغ فرماتے ہیں حالانکہ کتب نحویہ و لغویہ میں تصریح ہے کہ لہذا و لہذا و لہذا و لہذا
 مثل باب کے کلمات تعجب سے ہے قسم سے ایسا کیا علاقہ۔ اور جواب متغری و تفسیر ہی کو اصل
 سمجھتے ہیں نیا تعجب اس علم و فضل پر کوئی صاحب خاتم المحدثین اور کوئی صاحب خاتم
 المتکلمین کا خطاب اپنی اہل غلطی سے پاتا ہے ان بدائشی عجاب **قول** اہل انصاف
 براے خدا و اس بحث کو جو ہماری فاضل محبت کے بعد ناز و نفرت و تحیر فرمائی ہے سنیں
 اور حضرات علماء شیعہ کا مرتبہ علم و فضل ملاحظہ فرمائیں کہ واقعی جو باتیں کہ اطفال سدرہ کو معلوم
 ہوئے حضرت اربعین غلطان و پیمان ہوئے ہیں اور انہی ہی واقف نہیں مبنی غلط کہا
 بلکہ اربعین کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ آپ اعتراض فرماتے ہیں اور ظاہر یہ ہے
 کہ آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہوئے۔ کیونکہ آپ تو فرما چکے ہیں کہ میں محض فارسی خوان
 ہوں۔ آپ کو کتب نحویہ و لغویہ سے اور محقق لہذا و غیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس قول کے شروع عبارت

جسے اس طرح کا جواب دیا گیا ہے کہ
 علم اہل حق کہتے ہیں۔

اسٹریٹ ایما کی لکھتے ہیں۔ اس بحث کو جواب میں مفصل بیان ہوا ہے تو ہو کہ وہ کہنا چاہی
 کہ فاضل مجیب اپنی علماء سے اعتراض نقل کر لے رہے ہیں کہ علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو
 بد روغ قسم دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہ کلمہ تعجب کا ہے۔ اب ایسا جواب سنیں کہ یہ اگر علماء
 کا محض کذب اور افتراء اور بیاناں ہے ہرگز علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو جو حسب تصریح
 فاضل بحالی کلمہ صحیح کا ہے قسم نہیں فرمایا ہے صدائق اور شفعہ اور ازادہ الغین میری نظر سے
 بھی گزری ہیں اور غالباً شفعہ کی نسبت یہ اعتراض ہو گا اسلی میں عبارت ان کتاؤں کی نقل کر کے
 اس پر فاضل کو ان کی علماء مجتہدین کے تجر اور نقد کے قسم دیکر پوچھنا ہوں تو ان میں تو یہی کہیں
 عبارت میں کہاں کہاں ہے کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے خواہ یہ تصریح رحمۃ اللہ علیہ صدائق میں یہ
 خطبہ نقل کر لے کے بعد اول جواب دکان منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحیحۃ
 خلاۃ الشیخین کرشمین و فرائین فانہ اثبت للامام المعصوم انہ کذب عشر کذبات
 صراح موکدہ وحلف عشر حلفات کاذبہ من غیر الجاء ضرورۃ دلالت الیہ فان متصلا
 واستبلا ب قلوبہم تحصیل اخبار کذب والیہین الکاذب انیز و نہری جگہ لکھتے ہیں
 فانہ وقوع الفتنہ فی خلاۃ حکمان کا زمعلوما لکل الحد غیر خفی حل یخفی علی
 الناس القمروانہ حلف عشر حلفات کاذبہ الی ان قال فان المؤمن اللیب لا یزک
 الکذب والیہین الکاذب لامر یحصل بالصدق فضلا عن الا کاذب لا یجان
 الکاذبہ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں فرجید اول کے ضمن میں فرماتے ہیں
 لکن برعاقب منصف پرشیدہ نیست کہ وہ دروغ ہو کہ قسم را نسبت بہ کتاب مضمومی نہوں
 کہ برای غرض پہل نہا لینے و دلاری چہ کس الخ پہر فرماتے ہیں کہ کہ امر ضرورت بھی اپنے
 تاکیرات و سبالات و ایمان غلط بندہ بود۔ پس یہ عبارتیں میں اس میں کہاں کہاں
 کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے حضرات شیخ کی یہ عادت ہے کہ اپنی خوش فہمی سے ایک غلط
 مضمون تراش لیا اور اس پر اعتراض کر لے کہ یہ مقتضا اپنی کمال فاضل علیہ السلام کے

اس جگہ یہ سمجھ لیا کہ بلا و فلان کے معنی قسم کے لکھ کر میں اور اس پر ناحق وارہا ستر و ع کو دیا
اب لکھ کر شاید اپنی کمال تجربہ و دانی سے یہ سوال کیجے کہ اگر بلا و فلان کے معنی قسم کے نہیں لکھے تو پھر یہ کہتا
ہو کہ ہاں تو اس کا جواب اس قسم کا عبارت میں ہے جو وہی جس کے معنی قسم کے خواجہ نصر اللہ اعلیٰ مدظلہ العالی نے لکھے ہیں
پس اس کا جواب یہ کہ اگرچہ اس میں لکھا ہے کہ قسم مقدس مفوض کی ہے مگر چنانچہ غالباً کہ فیہ ابن حجاجین
تقدیر قسم کا لفظ پڑا ہے بلا و فلان کا یہ مدح کا ہے بعد اذ کے لفظ تقدیر قسم مقدس پر ال ہے
اور اس کا جواب واقع ہے معنی للہیب میں لکھا ہے وقال غیرہ (ترجمہ) فی نحو
ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم قد فی الجملة الفعلیۃ الحجاب بها القسم مثل
ان واللام فی الجملة الاسمیۃ الحجاب بها القسم فی اقادة التوکید و دوسری جگہ
لان تاکید کے بیان میں لکھا ہے وبعضہم المتصرف المفرون بقدر نحو ولقد کا تو اعاہد و ا
اللہ من قبل لقد کان فی یوسف واخوته آیات والشمہ و ان ہذا لام القسم
بضم کا میں لکھا ہے ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت اللام موطۃ القسم
اس پر محشی عبد الباقیم لکھتا ہے اعمیۃ ومعنیہ القسم المحذوف وقرینۃ علیہ تو ان
عبارات سے معلوم ہوا کہ یہاں قسم مقدس اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ لہذا بلا و فلان
فوالہ لقد قوم لاؤی السد الخ اسی حضرت میر صاحب آئمہ علمائے ہمسیر یہ اعتراض کے
اپنی علم فصل کے آپ ہی ویل سند ویدی پیر و سپر ایچا سکونا زدن فتح کے ساتھ
ہمارے مقابلین لکھتا اور نیا طرہ۔ یہ ایک چوٹی سی بحث ہے جس سے پایہ علم و فضل علماء شیعہ
و علماء اہلسنت کا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ علماء اہلسنت
خطاب خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین کے لائق ہیں یا علماء شیعہ جنکو چوتھے چوتھے مسائل نحو میں
بھی کمال مہارت ہے۔ خطاب مجتہد اور علم الہیہ اور صدوق کے لائق ہیں۔ راہن
میشم کے جواب کو نہ ترلی و تقدیری کہنا ایسی خطا فاضل ہے کہ جسکو تہری سنی مقلد و القضا
ہو وہ بھی اسکو سمجھ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن ہشیم ملاحظہ فرمائے تو خود اپنی

اس خط پر مبنی ہو جائے تو قال الفاضل المحیب قولہ۔ اگر نازل کیا جاوی تو جوابات
 غلطہ ایسی غلطیوں پر مبنی ہیں اب انصاف سے فرمائی کہ تم نے زیادہ مدد اعمام کے قابل ہے
 یا اور سکر جوابات مستند علیہ جناب مخاطب۔ اقول آیتے جوابات تمہ کب تکہ کرنا مل فرماتے
 اگر آپ انکو دیکھتے اور کچھ نازل انصاف سے کام لیتے تو انکو کاشس فی نصف النہار روٹن
 ہو جاتا کہ صاحب تحفہ کی بیت ہی کیلئے قول ہوئی جو غلطی و خلاف واقع کوئی سرخالی ہوں
 اور حاشا کہ جوابات تمہ میں غلط ہو یہ قول العبد الفقیر لے مولانا الغنیہ اس خرافات
 کہ بکے جواب میں بجز اسکو کہ ہم سکوت کریں۔ یا ہم ہی جوت بولیں کہ آپ وجہ کہتے ہیں
 اور کچھ جواب نہیں دیتے قولہ اگر اچھا یہ فرمانا صحیح ہوتا تو اب تک کوئی صاحب
 تر آپ صاحبون سے مردیہ ان ہوتا اور انکا جواب لکھتا۔ اقول جب اس
 قابل ہی نہیں کہ اہل علم انکو جواب کی طرف متوجہ ہوں تو ہمارا اصل استدلال یہاں
 مذہب متبعہ پر تھا بجائی خود باقی رہا پہر ہکو اور انکو جواب لکھنی کے اور احق تصدیق و ثبات
 کی کچھ ضرورت نہیں ہے علاوہ اسکو ہمارے ہی ایسی کتابیں ہیں جنکا علماء سنیہ نے
 جواب نہیں لکھا تو ہم ہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہیں غلطی ہوتی تو آپ صاحبون سے
 کوئی تو مردیہ ان ہوتا اور انکا جواب لکھتا۔ قولہ آپ کے خاتم المتکلمین کی یہ
 جرات نہ ہوئی مگر ان خال خال جہان کہیں انکو اپنے سمجھ کے موافق قلت تدبر و فکر
 سے جائے انگشت معلوم ہوئی اس قول کو نقل کر کے بہت کچھ شور و غل مچایا۔ مگر اہل فہم
 و انصاف جاسی میں کہ فضول تھا۔ چنانچہ اسی بحث سے جسکو آپ نے بڑی ماز و فخر سے
 ہدیہ لکھا ہا معلوم ہو گیا اقول ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف
 میں جوابات استقلال آپکو بعض تحریرات کے جواب میں فرمائے تبعاً و استظاراً حسب محل
 و موقع جوابات تحفہ وغیرہ کے بخوبی قلعی کہول ہی ہے جس سے صاف واضح ہو کہ یہ
 جوابات قابل التفات طلبہ علوم ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ علماء مقصدی جواب ہوں خیال

اہل انصاف و فہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اسی بحث پر بھی گزرجوئی و اسح ہر قول۔
 آپ ہی انصاف فرمادیں کہ جیسا پھر تحفہ کے بموجب ملاحظہ ہی نہیں فرمائی تو آپ کیونکر اذہنی
 استماد و عدم استماد کی بابت کچھ کہہ سکتے ہیں اقول یہ اچھا خیال نہ علم بالکل غلط ہے
 جکی کچھ اہل نہیں قول جانتے والے پر کہنے والے جانتے ہیں کہ کون عثماد کے
 قابل ہے اقول بیشک اسپر ہمارا ہی صدا ہے قال الفاضل المحیب - قولہ -
 شیعوں کی بعض فرضی کتابیں گہر لیں بننا بنی مخاطب کی تحریر میں تو ان کا مادہ علمی اس قدر معلوم
 نہیں ہوتا کہ اپنے مذہب کی تمام کتب یا تمام کتب شیعہ پر عبور اور اذہنی واقفیت ہو۔
 اقول - اس آپ کی شخصیت پر ہم ہی صدا کرتے ہیں میں اپنی کم علمی عجمانی شروع ہی
 میں عرض کر چکا ہوں بقول العبد الفقیر لے مولانا العنہ چونکہ اس جگہ
 فاضل مجیب نے جو ہماری جواب کے عبارت نقل کی ہے اوس میں خلط واقع ہوتا ہے ہمارا ماننا
 اقوال کو نہیں اقوال میں تردد و شبہ واقع ہو اس لیے منظر احتیاط عرض کرتے ہیں
 کہ اس جگہ جو لفظ قولہ ہماری فاضل مجیب کی کلام میں واقع ہے یہ قول ہمارے تحریر میں
 اور ضمیر اس کے راجع بوقت فاضل مخاطب ہوا اور بعد اس کے عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتابیں
 گہر لیں اصل سوال فاضل مخاطب کا جملہ ہے چکا جواب ہم نے لکھا ہے اور کہا ہے جناب
 مخاطب کے تحریر سے اٹھ پس ناظرین یہ خیال فرمادیں کہ توہ کے قائل فاضل مجیب میں اور ضمیر
 ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعوں کی بعض فرضی مخ ہماری عبارت ہر جیسا کہ مذہب
 مستقام ہوتا ہے فلیتنبہ - سابق میں ہمارے فاضل مخاطب نے ہمارے قولہ کو اپنے قولہ
 ساتھ ملا کر پتکارا قولہ کر کے لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قولہ سہواً
 کا تب سے ترک ہو گیا ہو گا یا عمدہ کر یہ نتیجہ سمجھا کر چھوڑ دیا ہو گا - تعجب ہم کہ بابائے ہمہ حمید
 اگر یہ کہ نفس کے طور پر نہیں ہے تو اپنے اصول و فروع میں بلا تقلید سربہ حق ایقین کا
 کیونکہ پیدا کر لیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل دعا کر ہمہ دانی ہے اور ہمہ محض تواضع -

قولہ لیکن اگر کسی مباحث ہو تو بعد ادب استدلال کے ہونا کہتا ہے کہ جتنے تو نام کتب میں
کتب شیعہ پر عبور نہیں رکھتا اور آفتابین کے حجاب یا اجنبہ اور ماحی عدم نفس اہل سنت و جماعت
فیہ سہی آگاہ نہیں چاہنا امت کو مسائل فروعیہ کی بیان کرنے میں آزاد والیس کے ہرگز
ہوتی۔ اس مسئلہ کو آپ کتب احادیث وغیرہ حتیٰ کہ کتب فقہائے میں اہم الہامات لکھا ہے
مگر آپ اس کو اہم الہامات نہیں جانتے یہ محض کتب کلامیہ و عقاید و احادیث وغیرہ پر
ہونے کا سبب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید اجتہاد کا دعویٰ تو آپ کو ہی ہوا قول ختم
ذریافت فرمایا تھا کہ مسئلہ امت اہل سنت کے نزدیک اصول دین سے ہے یا فروع
سے بندہ نے جواب اور عرض کیا کہ اہل سنت کے نزدیک سداست فروع میں ہی ہے
اور اس کی ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کے عبارت کا جو اس وقت سامنی موجود تھی کہنا کافی
سمجھا پس سپر حجاب کا فرمانا کہ اصل سداست متنازعہ یہاں سے آگاہی نہیں آپ ہی الصافات
فرادین کو یکسر مسیح ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اس کی ثبوت کے وقت حوالہ آپ ہی
العصر یا مفتی کسٹوری صاحب کا دیوین اور مسئلہ یہی مسیح فرما دیں تو کوئی دعویٰ کر سکتا ہے
کہ آپ اس مسئلہ سے آگاہ نہیں حاشا وکلا۔ اور بالفرض اگر میں شیخ عقاید کا حوالہ دیتا
تو یہی آپ یہی اعتراض فرما سکتے ہیں جب تک کہ تمام کتب عقاید و احادیث وغیرہ کی کراہت
جائے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالہ کو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہ
ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہ بجز نقل قول کسی معتبر
عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جبکہ سداہی مسائل فروعی میں سے ہو اور یہ ضرر
خاتم المتکلمین کے طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس آپ کی نسبت حجاب کا
عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون الصافات سے ہے۔ اگرچہ یہ بات مسلم اور مسیح اور
کہ جتنے کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعویٰ تھا اور
مگر تعجب یہ کہ آپ کی حجاب مفتی صاحب نے خلاف واضح دعویٰ فرمایا کہ شرح منہج البنا

میں کہیں یہ تو جہات مذکور نہیں اور جناب نے اسکو نسبت عقد فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر
 عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ منظر ہے ہر ایک کتاب کا مذہبنا یا بیروتی یا دیگر
 مضامین کا یا دوسرا کچھ بڑے بات نہیں اور کچھ عیب و نقص کی بات نہیں کہ اگر ایک
 کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اسکو مضامین یاد نہ ہو۔ پس جب آپ کے نزدیک شرح
 رنج البلاغت کو نہ دیکھتے تھے آپکی مفتی صاحب کے تجرین کچھ فرقہ آیا اور انکو کتب
 کی طرف سے یہ غلط فہم دیا اور برسرِ شہم قبول کر لیا تو ہم نے ایسا کیا تصور کیا تھا
 کہ باوجودیکہ صحیح عرض کیا اور حوالہ بھی صحیح دیا لیکن ان تمام حوالوں کو جمع نہیں کیا
 اسکو ہماری کتب عقاید و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اور عدم آگاہی
 اور نادانیت سمجھا۔ آپ نے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہ فیصلہ فرمایا آپکی مفتی صاحب
 باوجود خطا کے بھی تجریری ہیں اور ہم بے خطا نادان تھے و نادان سمجھ جائیں یہ صریح بات
 دہری اور حق پوشی نہیں تو کیا ہے۔ انصاف تو اسکو مقتضی ہے کہ اگر تمکو آپ صرف اس
 وجہ سے معذور کرتے ہیں کہ تمکو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہیں یا وقت تجریر
 مضامین یا دوسری تو اپنی مفتی صاحب کو یہی اگر دو چند نہیں تو ہماری برابر تو معذور ہی نام
 بنائی۔ راجع الیہا کما ذکر کرنا یہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہ اس سیرین آپ نے
 ظاہر فرمائی کہ ہم کتنے گنتے تھک گئے۔ اور اسکا جواب مفصل سابقاً مذکور ہو چکا ہے۔
قال الفاضل المحیب۔ قولہ اگر دعویٰ ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار امتیاز
 اس امر کی مجبوری آزمائش کر سکتا ہے۔ اقول۔ بندہ کو ہرگز دعویٰ نہیں ہے میں کیا
 اور میرا دعویٰ کیا جاہل و ظالم و ناقض ہے میرا ہر سدا ان اقل الخلیفہ بل لاشی فی حقیقتہ
 ہوں اور اسکو جواب میں بجز اسکو کہ جناب نے اپنی مبنی جو صلیکی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے
 کیا عرض کردن اگر غرور و تکبر معیوب، ممنوع نہ ہوتا تو شاید بخیر اسکو کہ انکسیر مع التکبر
 صدقہ یہ شعر عرض کیا جاتا۔ بہت خوش بود گوئی تجریر آید بیا + تاسید و شوق ہر دروغش باشد

مفصل اور کی تصنیف و تالیف کا زمانہ شرح بمقابلہ ختم بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔
 یقول العبد الفقیر الی مولاه الفتنی۔ اگرچہ کتب غیر متداولہ و مفتوحہ و دستورہ کی
 مثال طلب کرنا ایسا ہی جیسا کوئی غیر معلوم و مجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنی حضرت
 فاضل مجیب کو مثال ہی کر سمجھاتے ہیں۔ سنی کر اگرچہ بلکہ فریقین کی کتب رجال و فہرستیں
 و علمائین بعض علما کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ صدہا مجلدات انکثر تصانیف میں پچھا
 ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں فصل بن شاذان کی نسبت لکھا ہے ولہ مراسلہ و تنوین
 مصنف اور نیز اوسے ابن شہر آشوب نے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حاملین
 لکھا ہے لہ مراسلہ و تراجم کتابا محمد بن معویہ عیاشی کی نسبت لکھا ہے کتبہ
 یزید علی مات مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حاملین لکھا ہے لہ تراجم
 من تلخیص مصنف علی ہذا القیاس اور بہت ہی علماء کی نسبت اس طرح درج ہو لیکن
 اگر تتبع و تلاش کیجاوے تو بجز چند کتابوں کو جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہوں گے کیسا
 کہیں بڑے و نشان نہیں ملے گا تو انکو نسبت ہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتاب میں ہوتی
 تو موجود اور علماء کی زبان پر مذکور ہوتی اور ایسی ہی کتابیں ہیں کہ جنکو مصنفین کا حال
 کچھ معلوم نہیں چنانچہ معالم العلماء کے آخرین آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور یہی ہر ایک
 واضح ہے کہ جامع فہرست علماء کو اول تو استیعاب و ہتفا کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود
 نہیں ہوتا توڑی توڑی کتابیں بطور نمونہ درج کر دیں اور اگر استیعاب ہوتا ہی تو اپنی علم
 و قیمت کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ ضرور نہیں کہ انکا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات
 و حادہ و شامل ہوا ہے معاملہ میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اول میں لکھا ہے و انکانت الکتاب
 نقد و لا متحد و آخرین لکھا ہے عم الفہرست الکتاب غیر منحصر اس سے صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ انکو استیفا مقصود نہیں۔ علاوہ ازیں چند کتب در سائل بندہ کے
 میں ہی مذہب شیعہ کے مصنفہ علماء شیعہ موجود ہیں آپ انکا ہی حال تلاش کر چھین

اور متبع کر کے فرما دیں کہ وہ کس کس کے کتابین و رسائل میں۔ وصاف الاشرف کتاب
 الاشرف۔ جزء الکاملہ۔ نوادر الاثر مختصر العویص اگر ایک کتاب کے دس ضرور ہے کہ اسکا
 حال اور اسکا مصنف کا حال اور زمانہ تصنف و منسل و مندرج معلوم ہوگا کہ سے تو انکو لے لی
 اسی طرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ راصحت شہاد کی نسبت جو کچھ سہروردی اور
 سوانح فرخ میں ہمارے سنہ کی صحت کا ذکر کچھ عجاج السالکین ہی پر نہیں ہے بلکہ اور عجیب
 معتبر کتابوں میں ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اسکو نقل کرینگے اسوا سٹے حضرت علامہ دہلوی صاحب
 تحفہ رحمۃ اللہ علیہ لے آتے اعتبار عجاج السالکین ہی پر نہیں نہ پایا ہے پس حکم ہر روایت
 دوسری معتبر کتابوں میں ہی موجود ہے تو اگر بالضرر عجاج السالکین مفقود و مستور ہوا تو اس
 مسئلہ لال صحیح ہوتا ہم عاری مسئلہ لال کے نسخ میں بابت ضیاء تجل فی اللہ شہادتیں رضی اللہ عنہما
 کہ ساتھ کچھ کلام نہیں ہو سکتی۔ غرض کتب کی نسبت ایک ایسا یہ دعویٰ فرما کہ جو کتاب تصنیف ہوئی
 ضرور ہے کہ اسکا اور اسکا مصنف کا حال اور زمانہ تصنف معلوم ہو جائے یا نہ ہو بہت سی کتابیں
 تصنیف ہوئی جو بعد میں مفقود ہو گئیں اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جنکو مصنفین کے کچھ حال
 معلوم نہیں۔ اکثر کتابیں جو گذشتہ قرون میں زیر و سر تھیں اسوقت انکا نام نشان
 ہی نہیں قاعدہ ہے جب ایک چیز کا تذکرہ کم ہو جاتا ہے اور فتنہ رفتہ وہ شے ہی اول تسلیم
 کی ہوتی ہے اور پھر حقیقتہ معدوم ہو جاتے۔ اچھو معلوم ہوگا کہ اقلیدس کے بعض معادل کا
 کہیں نام نشان نہیں مصنفات افلاطون و ارسطو طالس وغیرہ کا اسوقت کہیں نام نشان
 باقی ہے اچھا اور دیکھ رہے ہیں دو صحف ابراہیم علیہ السلام کا کہیں عالم میں وجود ہے تربت
 و انجیل و زبور اصل کہیں باقی جاتے ہیں۔ علی بن القیاس صدقہ بلکہ ہزار ایسی کتابیں
 ہزاروں ایک زمانہ میں شہرہ تھیں اور بعد ہر مفقود ہو گئے جس کے غرض ان کے بیان سے صرف یہ کہ
 کہ یہ کچھ لازم نہیں کہ اگر ایک شے کا وجود ایک زمانہ میں ہو تو بعد اسکا بھی اسکا وجود
 باقی رہے۔ جیسا کہ ان کتب سماوی کا وجود خارجی مفقود ہو گیا ہو ممکن ہے کہ بعض

یہ ہوں کہ انکا وجود خارجی اور سلمیٰ دونو جاستے ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکا استحالة
 پر قائم نہیں۔ من اوجی فی سالیہ البیان اور نجات السالکین لہذا اس جنس سے نہیں کہ جبکہ وجود
 مطلق نہ ہو۔ آخر حضرت علامہ کاہلی ہم نے صفو واقع میں اس سے استثناء کیا حکیم
 محذورم سلامت علیہ ان لئے اوسکی وجود کی شہادت دی اسکی وجود کی دلیل کافی ہے۔ رہا
 اسکو اہنت کا افترا سمجھنا اور انکار کرنا اور یہ کہتا کہ اپنی نفع کے لیے گھڑی ہوگی اور چونکہ
 اس باب میں اہانت متہم میں سلیبی اور مکی شہادت قابل قبول نہیں سوا اسکا جواب ہم غفریب
 بیان کریں گے۔ قال النفاضل المحضیہ قولہ پس یہی اپنی قدامت کی پہرہ پر جنوں کے
 برای نام تحفہ کیے جو اہانت لکھی ہیں لکھا گیا ہے۔ اقول۔ حضرت اسطرح اپنی ہی اپنی قدامت
 کو پہرہ پر بلکہ بعینہ ہی مضمون نقل کر دیا ہے لیس قول العبد الفقیر الی مولاه العبد
 اس قول میں غیب برای نام تحریر جو ابان کے وقت محفوظ خاطر نہیں ہو ہی مطلق قدامت سمجھ کر
 معارضہ فرمایا پس یہ متعارضہ نہیں ہوا نہ نہیں ہو سکتا قولہ جناب من قدامت کی پہرہ پر
 پر محاللات دینی میں گفت گویا کرتے ہی اپنی راہی کا دخل کم ہوتا ہے اقول
 چونکہ آپ اپنے اپنے عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدامت کے اسوار کی سپرد کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل
 نہیں دیتے اسلئے اسطر محض تقیم سے مخوف امر باعث ہو ایک طرف ہو گئی ہیں۔ ہمنے
 بحول اللہ وقوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دی رکھا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر مدار کار ہے اوسکی خلاف کسی نہیں مانتے جو اوسکی موافق ہو وہ علی الراس العین سمجھتے ہیں
 ایسی ہی جل العین اسلام کو محکم مگر پی ہوئی ہیں۔ حضرات کے کتاب اللہ جب امام غائب
 غار میں کر پڑا ہو مگر تب شاید کچھ معمول رہا ہو تو ہورنہ ابتک تو صرف ثنائین و زرارہ و کبیر
 و البصیر وغیرہ کے رقبہ تقلید زیب جید بلکہ اقرب من جبل الوریہ ہے قولہ مگر ہم میں اور
 آپ میں اسقدر فرق ہے کہ گواہ کے قدامت و دلیل ہے کوئی دعویٰ کیوں نہ کریں بدون سوچی
 سمجھ کر اپنے عقل و فہم سے کام لے محض تقلید اکتا یم کر لیتے ہیں چنانچہ ازالہ الغین سے

آپ نے یہ مضمون نقل کر دیا اور جو مثال آپ کے خاتم المتکلمین نے دی ان کو کھنکھ سے ادا کر دیا اور کیا اب
 متنازعہ فیہ کو مطابق کیا یا وہ نامل اور کیا مضمون تسلیم کر لیا۔ آیات منات سے جو عبارت مطلق
 ایت غار آپی نقل کے ذریعہ جو کلمہ عبارت ہی جو دعویٰ کو ثابت کرتی ہے یا نہیں جو میر میری
 صاحب نے لکھا اسکو برہنہ قبول کر لیا اور یہ دونوں ہم پوچھا یا کہ ہمارے مقابلہ میں یہی
 سئل کر دیا۔ اور ہم اس قسم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول میں تقلید جائز ہے نہیں جانتے
 ان مدلل ذیل کو بیشک تسلیم کرتے ہیں کہ اوپر تمام مقدمات میں کل الوجوہ اپنے نظریے سے گزری
 ہوں۔ اقول گذشتہ اجابت سے اہل فہم و انصاف پر اس طرح روشن ہے کہ قدر کی تقلید
 اسوجے سمجھ اور بدوین اسے فہم سے کام لیں آپ کچھ نہیں کہتے ہیں۔ فروع کو بویلا
 دہن دیکھو آیت اصول میں آپکے عقل و فہم کی بند کر کے تقلید فرماتے ہیں۔ اس کے پہلے
 دین ہونے پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے آپ اسکا اصول دین سمجھنا ثابت فرماتے ہیں
 مسئلہ رجعت پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہیں محض
 تقلید پر بے سوچے سمجھ کر اپنے عقل سے کام لینی ہمارا کار ہے اور یہ جو فرماتے ہیں کہ
 قول کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس یہ محض دعویٰ سانی ہے اس قطب راوندی کے قول پر
 جو اسے اللہ بلاؤ فلان کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابی میں سے ہے
 جو وقوع فتنہ کے پہلے وفات پا گیا کونسی دلیل قائم ہے جو آپ نے برخلاف ابن مہیم وغیرہ
 اسکو بے سوچے سمجھ قبول کر لیا کیا مدلل قول ایسی ہی ہوتے ہیں جیسا آپ کے قطب
 راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے اپنے قطب
 الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پھر سرحد ناشایہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ اوپر تمام مقدمات
 میں کل الوجوہ اپنے نظریے سے گزری ہوں خیال کرنا چاہیے کہ جب تمام مقدمات اس میں کل
 الوجوہ نظر سے نہیں گذری تو اسکا مدلل ہونا آپ کو نزدیک کیونکہ ثابت ہوا کہ جو اسکا آپ نے تقلید
 اسکو مدلل خیال کر لیا ہو اور کوئی صورت نہیں درج جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر

انکے نظر سے نہیں گذرنا تو آپ کے نزدیک اسکا مدلل ہونا کیونکر ثابت ہوا **اقول** اور تحفہ کے جواب
 جب آپ کو دیکھ کر ہی نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ برای نام لکھو میں کیونکر صحیح ہو۔ اگر آپ ان جو انکو
 دیکھیں اور کچھ بی عقل و انصاف سے کام لیں تو خود بول اور نہیں کہ واقعی یہ جواب جواب ہیں۔
اقول اگر عقل و انصاف سے کام لینا ایسا کتنا نام ہے جیسا کہ جناب نے کام لیا کہ بدہمت
 کا انکار کر دیا اور خلافت پر اپنے دعویٰ کیا کہ میں فرمایا کہ اس میں شرم کے توجہات تسخیر پر مبنی ہیں
 کہ میں تنزل پر نازل کیا کہ میں دعویٰ کیا کہ مد بلا وفلان کو علماء اہل سنت قسم کہتے ہیں کہ
 غیر ذلک من الاکاذیب تو ایسی عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو
 ہی مبارک ہے اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اسکو سو سی آپ تو کیا خود ان جوابات
 مصنفین ہی اور نہ نسبت ایسا دعویٰ ہونہ سے نہیں نکال سکتے ہیں دعویٰ محض اس قول کے
 قبیلہ سے ہے جبکہ اشیٰ تعبی و بصیر **قال** القاضی المجیب **قوله** سوائی کیفیت
 ذرا ملاحظہ ہو خاتم الحشین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ میں حدیث حجاج ابی الکریم
 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور
 میں استدلال فرمایا ہے اسکو جواب میں طعن الریاح میں لکھا ہے و تا حال نام کتاب
 حجاج ابی الکریم گوش کسی از شیعیان ز سیدہ فضلاء عن کو نہ شہور و مستقیم کہ نام
 کتاب را خودش بدروغ ساختہ باشد انتہی مختصا اور علامہ ستوری نے اس سے ہی بلند
 پروازی فرمائی اور صاحب تحفہ کی دفعہ کرنے پر فریہ پی بجا دیا وہ یہ کہ باب سی و سوم
 علماء کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اسکو مصنف کا ذکر نہیں کیا۔ انتہی نقلاً عن
 ازالۃ الغین۔ بحوالہ اسکو مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں ان
 کتاب یعنی حجاج ابی الکریم خود در صولق و سیف السلول دامنہ آن مذکور است و ہم
 نزد حکیم محمد دوم یعنی سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبری کہ بہ عماد الدین و
 امین الدین شہرت دارد و بموجب متعدد پس جمالت احمد ہامینی پر مصیبت و چہل ست فلک

دعویٰ جہالت کلام انتہی بقدر الحاح جہۃ اول۔ افسوس کہ آپز بیان ہی عقل و انصاف سے
کام نہ لیا علامہ علیہ الرحمۃ کے نسبت بلند پروازی تو ظن شرعاً تحریر فرمائی مگر ادسکی جواب میں کہ
ہی نہ لکھا۔ آپ غور فرمادیں کہ جب ایک خاتم الحسم میں نے اپنا جہجہانی کے لیے کتب علامہ
حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیونگی بہت بڑی دعویٰ کو اپنے زعم میں باطل کرنا چاہتا
ہے اگر کہیں کچھ ہی نشان اہل کتاب یا اس کے مصنف مولف کا باقی تو ضرور اس کا ہی
ذکر کرتے۔ یہ ذکر نہ کرنا اسباب برقی قرینہ ہے کہ اس نام کے کوئی کتاب کتب خیر میں
ہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی مشہور شخص ہے۔ یقول العبد الفقیر لے مولانا
الغنی نے حقیقت یہ افسوس جناب ہی کے حال کی طرف غائب ہے کیونکہ اس بحث
میں ہی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو جائیگا کہ عقل و انصاف سے ہم نے کام
نہیں لیا یا کہ ملازمان جناب والا نے۔ راہ یہ کہ ایک علامہ کا جواب تو خود ظاہر ہے ایک علامہ کا
دعویٰ اور وقت صحیح ہو جبکہ یہ امر ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ میں استیفا کتب
مقصود ہو بلکہ اس کے دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابوں نے تحفہ میں استدلال
فرمایا ہے بیان کتب میں ان کا ہی استیفاء نہیں کیا گیا غالباً جناب کو یہی معلوم ہو گا کہ
خود انج البلاغت کا جسکی عبارات سے بجا استدلال فرماتے ہیں بیان کتب میں ذکر نہیں
فرمایا تو اب اس کے نسبت بھی اعتراض فرمائی کہ جس کتاب سے شیونگی بہت بڑی برے
دعوں کو باطل کرنا چاہتے ہیں اگر کہیں کچھ ہی نشان اس کتاب یا اس کے مولف کا
باقی تو ضرور اس کا ہی ذکر کرتے یہ ذکر نہ کرنا اسباب برقی قرینہ ہے کہ اس نام کوئی
کتاب کتب خیر میں نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علیٰ نقیاس
اور بہت کتابیں جن کے روایات سے استدلال کیا ہے اور ان کا ذکر نہیں۔ پس خدا کے
لیکر ذوالانصاف سے فرماتے کہ عقل و انصاف سے کام لینا ایسا نام ہے تا یدل انصاف
سے اپنی عقل و انصاف ملے ہوگی یعنی ہماری عقل و انصاف سے کام لینا سو یہ ہی

عین عقل و انصاف ہی سے کام لیں۔ فقیر آپ کے خاتم المسکین بنے جو پھر ائمہ اربعین
 میں اس باب میں لکھا ہے اور آپ کو نقل کیا ہے اسکو جواب میں ہم صرف نجات الہیہ
 کو خاتمہ میں جو کچھ لکھا ہے بتغییر بسیر نقل کرتے ہیں اور وہ الفاظ جو مخاطب کے طبع نازک
 پر گراں گذر سکتے ہیں بلکہ بجا کے اذکار الفاظ طامع لکھتے ہیں حضرت مجیب سر انصاف کی
 امید ہے وہ ہونے۔ ہر گاہ بروایت بخاری و مسلم کہ اصح الکتاب جمع علیہ السنن میں کہ
 بقول شاذ صاحب یہ دونوں کتابیں محمد و م طوائف انام و جمیع علماء اسلام میں اور شریعت
 و تقویٰ بالقبول میں بدرجہ علیا پونچھ میں جمی کہ جامع الاصول میں نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری
 بلا واسطہ نو۹ ہزار علماء و فضلاء نے مستحسنی اور ناظرین کتب بحال پر انکو فضائل ہوش ربا
 مخفی نہیں غضب ناک ہونا جناب سیدہ کا مقدمہ فدک میں حضرت ابو بکر پر اور پھر نہ کلام
 کرنا اور سرخام سحر ثابت ہوا تو اب علماء اہل سنت نے ناچار ہو کر حرکتیں نہ لوجی کیں چنانچہ
 خود شاہ صاحب یہ تقلید خواجہ کابلی بخلاف روایت بخاری و مسلم و مقتضائی الفرقین شیش
 بک شیش درجے رضا جناب سیدہ ہو کر روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ خارج السنۃ
 و کتاب الوفا بہیقی و شرح مشکوٰۃ و ریاض السنۃ و فصل الخطاب و کتاب المواقفہ میں بیان
 ہوئی حالانکہ ان سب کتابوں میں صرف دو روایتیں ہیں کہ اذاعی و شعی سر نقل ہوئی ہیں
 یہ دونوں متبر شعی طزاعی کی با و صفت کہ روایات صحاح کذب انکو میں سرسل میں کما فی تنبیہ
 المطاعن۔ ثانیاً کذب یا دافتر کتب اہل حق سر اثبات رضا چاہا اور اس شہاد میں عبارت
 مجاہد السالکین محض تقلید کابلی پیش کیے اور حکیم سلامت علی بنہا سر کہ خلاف واقع گوئی میں شاہ صاحب
 سر ہی پسند مرتبہ کہتے ہیں اوہوں نے تخمیناً محجاج السالکین کو مع تفسیر جمع البیان
 و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہ محض خبط و خلط ہے بلکہ دلیل
 ختمال و مانع حکیم صاحب موصوف ہے کہونکہ جمع البیان اور احتجاج یقیناً عماد الدین
 طبرسی کے نہیں بلکہ جمع البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور

احتیاج تصنیف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی ہے کہ حکیم صاحب نے
 ان دو کتابوں کو کہ تا بقیہ شخصین مختلفین کے بین شخص ثالث کی طرف منسوب کیا ہے
 علامہ الدین طبرسی رحمہ اللہ بن جبریل طبرسی صاحب مصنفین شیخین میں کوئی نہیں ہے کہ علامہ الدین تصنیف کتاب بارہ اوصاف
 مشاہیر علمائے سنیہ میں وہ طبرسی نہیں بلکہ طبرسی ہیں۔ پس بیان حکیم صاحب کی تحصیل
 میں کمال غلط ہوئی کہ دو کتابوں کو جو دو شخص مختلف کے بین تصنیف ایک شخص مقررہ کے
 بیان کرتے ہیں مگر حکیم صاحب یہ غلطی کر سکتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب دیکھی
 تھی اپنے بیٹے کو لکھی تھی اس سے یہ غرض نہیں کہ علامہ فریقین اس کو دیکھیں بعد اس کے کہ لو کہ
 حیدر علی نے علم حکم بقا بذات حق منہ کیا تو مقام اثبات کتاب مجاہد السالکین نسبت
 آن مصنف و توثیق مصنف میں دعویٰ کیا ہوئی کہ یہ کتاب صاحب صولت یعنی خواجہ
 نصر اللہ کابلی کے ہیں نظر ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے عبارت اس کی بلا
 واسطہ نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گزری یہ بعض دعویٰ لسانیہ قابل التفات
 وجواب نہیں۔ اور نیز مولوی حیدر علی نے انارۃ العین میں مجاہد السالکین کو منسوب بطرف
 علامہ الدین کر کے استفادہ اور زیادہ کیا کہ یہ علامہ الدین معروف بامین الدین طبرسی ہے۔ دہل
 نداء الاکذب صراح و ہتان بواح۔ بالجملہ اول میں الدین طبرسی صاحب مجمع البیان
 ہرگز مشہور بجا الدین طبرسی نہیں۔ ثانیاً کتاب مجاہد السالکین تصنیف اوکرمین کسی
 و علامہ القاسمی اپنی طرف منسوب نہیں کی۔ چہ خوش۔ خواجہ کابلی و محدث دہلوی کو تو
 ہرگز یہ سیر نہ ہوا کہ نسبت کتاب و نام مصنف و توثیق ثابت کرتے اب حکیم صاحب
 مولوی حیدر علی صاحب بعد خرابی بصرہ چاہتے ہیں کہ چند خرافات سے توثیق کتاب ثابت
 ہو جائے اور یہ نہیں سہتی کہ ایسی امور سے موای ثبوت بخیر و عدم تبیین کچھ فائدہ نہیں
 اس لئے بعد از حاجت۔ اب حضرت حبیب اللہ کی خدمت اقدس میں بعد ادب عرض ہے
 کہ برائے خدا و رسول انصاف فرمادیں۔ کہ کیا حدیث اب مناظرہ کسی کتاب کے توثیق کا ثبوت

امیر حاکم تھا ہے کہ خاتم المتکلمین جو اپنی اور اپنے اہل نجد کے زعم میں فی منظرہ میں بیٹھ لے
 رکھے تھے اور قول آپ کے ہمدی صاحب کے شیخہ جاری تو ان کے نام سے کا پستی میں ایسے بیٹے
 فاضل اجل اور حکم کے بدل کا یہ کہنا کہ ان کتاب یعنی مجلس السالکین خود در صواق و سیف
 سلول مانند ان مذکورست و ہم جو حکیم صاحب مخدوم یعنی سلامت علی خان مرحوم
 کمال ہی بخیر و صنف پر وال ہے اور ان کتاب مذکورہ سر شہادت لازماً شہادۃ القصب علی
 زینہ سے کم نہیں۔ اقول افسوس کہ بیان ہی اپنے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور جاری
 عبارت کو کہ محض اردو ہی نہ سمجھا کاش اتنا ہی صحیحہ لکھ کر منشا اعتراض کیا ہے اسلم ضرور
 ہوا کہ مکر تخیل عبارت سر وضہ سابقہ اعتراض کے تقرر کو ذیل اس کے بعد اہل دانش و فہم
 کہ حضرت مجیب کے جواب کو ان اس اعتراض سے کیا ربط و تعلق ہے۔ بندہ نے عرض کیا تھا
 کہ علامہ دہلوی نے مس سہ الف زینہ دیاب رضا حضرت نا طرہ حدیث عجائب السالکین سے
 استدلال کیا تھا جواب اس طعن الراح میں لکھا کہ وہ حال نام کتاب عجائب السالکین بکوش کے
 از شیعیان زینہ۔ چہ شہادت کہ نام کتاب خود در صواق و سیف سابقہ باشد یا نہ
 کستوری نے باب سیوم میں مذکور کہ زینہ وضع کا قرار دیا اسپر مولیٰ حید علی صاحب علیہ
 و فرمایا ہے۔ دین کتاب یعنی عجائب السالکین خود در صواق و سیف سلول و ماتہ ان مذکورست
 اس سے صحت ثابت ہے کہ صاحب طعن الراح نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود
 صاحب تحفہ کا مصنف غلام دہلوی دایت حضرت علامہ دہلوی کی بنیائی ہوئی ہے یہ ہر امر کف ہے
 کیونکہ جب صواق و سیف سلول میں اس کتاب کا نام اور اس ہدایت کا حال اس کتاب کی طرف موجود
 ہے تو صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کتب وضع کی نسبت کرنا محض کتب دروغ ہے جواب بنا
 یہ کہ اگر اپنی اس ٹوٹی کو کاویہ سلیم کرین اور فراموش کر دینا وضع و انتر صاحب تحفہ قدس سرہ
 نہ ہم صاحب صواق کا ہو گا۔ بہر کیف اس کا جواب اہل سنت کی ہی ذمہ ہے ہوا اس کا جواب
 یہ ہے کہ زینہ قطعیہ نام ہے کہ نسبت کو اس وضع و انتر کی کوچہ ضرور ہونے کا نام کتاب بطور خود کہ میں کہ

صاحب کتاب کا بیان ہے کہ
 اس کتاب کا نام ہے کہ
 اس کا نام ہے کہ

بذلك فجاه عمر بن الخطاب وعبد الرحمن بن عوف فشهدا ان رسول الله اقيمها
 فقال ابو بكر صدقت يا ابنه رسول الله وصدق علي وصدقتم امين وصحت
 عمر وصدق عبد الرحمن وذلك ان لك والابيك كان رسول الله ياخذ من قدام
 قوتكم ويقسم الباقى ويحل منه في سبيل الله ولك على الله ان اصنع بها كما كنت
 يصنع فرضيت بذلك واخذت العهد عليه به فكان ياخذ غلما فيدفع اليهم
 منها ما يكفيهم ثم قلت الخلفاء بعده كذلك الى ان ولي معاوية فاقطع مروان
 ثلثها بعد الحسن ثم خلصت له في خلافة وتداول بها اولاده الى ان انتهت
 الى عمر بن عبد العزيز فردها في خلافة علي اولاد فاطمة قالت الشيعة فكانت
 اول خلافة ردها وقالت السنة بل استخلصها في ملكه ثم وهبها لهم ثم اخذت
 منهم بجدد ان انقصت دولة بني امية فردها عليهم ابو العباس السقاخ ثم
 تبصمها المنصور فردها ابن المهدى ثم قبضها ولداه موسى وهرون فلم يزل في ايدي
 بني عباس الى زمن المأمون فردها اليهم وبقيت لم عهد المتوكل فاقطعها
 عبد الله بن عبد الباز يار وروى انه كان فيها احدى عشرة فتحة غير ما روى

سليمان بن عمر بن خطاب وعبد الرحمن بن عوف ثم ان لو اسي دي كر رسول الله صلى الله عليه وسلم اسلم تقسيم فراسة ليو بكر فاعطى
 ابي رسول الله في دفتر تزيين يدي سج كما اور علي اور اعر امين نے ہی سج بولا اور عمر اور عبد الرحمن ہی سج کیں اور یہ اس طرح کہ
 تیرے پر بزرگوار کے چیز تیری ہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مذک میں سے تھا راقوت لیکر یا تمنا نہ تقسیم کرتے تھے
 اور خدا کے راہ میں اوسین سے سوار کرتے تھے اور میں جس عہد کرتا ہوں گو میں اوسین اور سینج کو دنگا جس طرح رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اسی طرح فاطمہ راجعی ہو گئی۔ اور ابو کر سے اسکا عہد کر لیا تو ابو کر مذک کے آدنی سے
 جس کے بعد اونی حاجت کو کافی ہو۔ اور انکو دیتی ہے پہلو کر چند خلفاء و اس طرح کرتے رہے یہاں تک کہ سوید بنی خلافت
 ہوا اور سوید بن کے اوسین سے تھا انی سردان کو جاگیر کے سو پر دید یا پہلو اور انک خلافت میں اسکا خالصہ
 ہو گیا اور اسکی اولاد علی بسد و جری لیتی رہے یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز کی نوبت پہنچا اور انی اپنی خلافت
 میں اسکو لوٹا فاطمہ پر ہوا دیا اسپر شہد تو کہتے ہیں کہ یہ اول ظلم ہے جو اور انی لوٹا یا اللہ اس کی نوبت کہتے ہیں
 پہ نہیں بلکہ خالصہ کر کے انکو بخش دیا۔ پہلو کر بعد اونی سے لیا گیا یہاں تک کہ بنی امیہ کا زمانہ سلطنت کے لوگ
 پہلو عباسی صفحہ سے اوپر لوٹا دیا پہر منصفہ کر کے اوپر قبضہ کر لیا پہر مدی اور کو بیٹھ گئے اور دیا پہر اسکو دونوں
 موسی اور اردون اوپر قبضہ کر لیا پہر سلاطین عباسیہ کے قبضہ میں لاوا حوں کے زمانہ تک اور متوکل کے زمانہ تک وہ باغ

نہایت سے اور انکو قبضہ کر لیا کہ انکیر میں دیر لانا اور اس کے بعد کہ انکیر کے کیا اور حضرت عمر بن خطاب صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیدا نکات بنو فاطمہ بیدون عمر ہا الی الحاج فبصلوہم عن ذلک جلیل
 جلیل فبعث الباز یارحلاً فصرمها وعاذہ البصرۃ فقلج فی هذه القصة
 خطہ کثیر من السبعة ومخالیفہم وکل من القریبین کلام طویل ولتراجع المانی
 بلخطہ کہ سہ ماہ قاسم کے کفائل متحرکی روایت سے جو ایسے کتاب میں روایت کی ہو
 جس میں خلافت کے سہ ماہ کے کتاب کی روایت ہوگی لہذا ایک حدیث من الخلفی رضا جناب
 فاسمہ بنہ رضی اللہ عنہا ثابت ہوئی اب فرمائی کہ آپ اور آپ کے صاحب نفعات الیہین
 یہ جو سہ ماہ فرماتے ہیں کہ کذباً وافتراء کتب الی عن سہ اثبات رضا جلیلیہ محض کتب
 اور حق پوشی نہیں ہے تو کیا ہے۔ غرض اس تقریر سے بخوبی یہ امر ثابت ہو کہ بحول اللہ
 وقوتہ اہل حق کو حدیث کے وضع کرنے کی اور نام کتاب تراشی کی کچھ ضرورت نہیں
 رہا یہ کہ آپ کے صاحب نفعات الیہین نے جو یہ اعتراض فرمایا (کہ حجاج کے تصنیف کو
 نسبت کرنا طرف عماد الدین طبرسی کے بشمول مجمع البیان و احتجاج کے خط و خطا مختل
 و مانع ہے کیونکہ مجمع البیان ابوعلی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کے ہے اور احتجاج ابو
 منصور محمد بن علی ابن ابی طالب طبرسی کے ہے اور انہیں سے کوئی عماد الدین نہیں
 ان صاحب مجمع البیان عقب باین الدین ہے اور احتجاج ہرگز منسوب باین الدین
 طبرسی نہیں غرض کہ اولیٰ احتجاج امین الدین ابوعلی طبرسی کے نہیں بلکہ ابو منصور طبرسی کی ہے۔
 دوسری امین الدین ابوعلی طبرسی شہر رباط الدین نہیں (پس مجواب اس کی گذارش ہے
 کہ واقفان کتب رجال پر بھی نہیں ہے۔ بسا اوقات ایک نام کی دو کتابیں مختلف شخصوں
 کی ہوتی ہیں تو کیا عجب ہے کہ احتجاج امین الدین ابوعلی طبرسی کے ہی ہو اور ابو منصور طبرسی
 کی اپنی بات ہے ہوتی ہے اور ہی ناظر الکامل جلیلی حلیہ کو پاس بطور ہدیہ کے بھیجتے تھے اس کے بعد ان کی
 ساتھ طبرسی کے مال کی سلوک کرتے تھے تو باز بارے کی کو داں سے کراؤ کو کراؤ یا اور بعض میں طبرسی آیا تو اس کو
 فانی نے مار لیا اور اس صفحہ میں شہرہ اور ان کے فانی نے بنیات خط ہے اور بعض میں ہر ایک
 کلام طویل سے لکھتے ہیں کے طرف رجوع کر لے میں ۱۷۰۰۔

طبرسی کی یہی پہلی کتاب تھی۔ علاوہ ازیں اگر یہ خط اور خطاں و مانع ہے تو آپ
 ہی کے اکابر کا ہے جنہوں نے علما و مصنفین کے فہرست کا حصہ کہیں جی محتاج کہ احمد بن
 ابی طالب کے طرف منسوب کر دیا ہے اور کسی نے ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے مگر آپ
 تعجب ہو کہ آپ اپنی کتاب کا ملاحظہ نہیں فرمائی۔ اور بدوین و دیگر اور تلاش کیے انکار فرمائیے
 ہیں اس وقت ہمارے پاس تمام علما میں سے مجموعہ معالم العلم ابی ابن شہر آشوب
 معہ رالین کے کہ ایک غالباً ابن داؤد کا ہے اور دوسرا سید ابن طاووس کا ہے موجود ہے
 اب ان کے اختلافات کی کیفیت یہی جس سے خط اور خطا بلکہ اختلاف و مانع کے پوری طور
 تصدیق ہو جاوے معالم العلماء میں ابن شہر آشوب کہتے ہیں شیخ احمد بن ابی طالب
 له الکافی في الفقه حسن الاحتجاج - مفاخر الطالبية تاسیخ الائمة -
 فضائل الزهراء - تو یہ بزرگ احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبرسی کے طرف منسوب
 کرتے ہیں اب بنی سید ابن طاووس اپنے بھائی میں ابو علی طبرسی کے حال میں لکھتے
 ومنهم الشيخ ابو علي فضل بن الحسن بن أبي الفضل الطبرسي المفسر العامر مصنف
 مجمع البيان والجامع والجمع والکتاب الاحتجاج و کتاب مکارم الاخلاق اس بزرگ
 اور دو کتابوں یعنی کافی اور احتجاج کو جنکو ابن شہر آشوب نے احمد بن ابی طالب
 کی تصنیفات بیان کی تھیں۔ ابو علی کے تالیف بیان کیا۔ آپ کی علامہ مجلسی نے جلد اول
 بحار میں صفحہ ۱۲ پر صاف لکھا ہے کتاب الاحتجاج و نایب هذا الضم -
 ابی علی و هو خطا بل هو تالیف ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی
 غرض اس سے یہ کو یہ ثابت کرنا تھا کہ علما و شیعہ نے احتجاج کو ابو علی طبرسی کے طرف
 سے میرا شیخ احمد بن ابی طالب کی یہ کتاب میں بنی۔ کافی فقہ میں حسن الاحتجاج - مفاخر الطالبية - تاریخ الائمة - فضائل الزهراء
 سے منقول ذکر شیخ ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی مفسر عامر مصنف مجمع البيان اور جامع اور جامع اور کافی اور کتاب
 احتجاج اور کتاب مکارم الاخلاق کا ہے ۱۲ کتاب الاحتجاج اور یہ ابو علی کی طرف ہی منسوب ہے اور یہ
 خطا ہے کہ یہ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی تالیف ہے۔ ۱۲ -

منسوب کیا ہے تو اگر یہ احتمال داغ ہے تو آپ کے علما کا ہے نہ حکیم سید علی خان مرحوم
کا اور بحر ایک ابن شہر آشوب نے بیان ابو علی طبرسی میں لکھا ہے کہ شیخی ابو علی الطبرسی
لہ مجمع الدیانے معانی القرآن حسن الکلام التاف من کتاب الکتاب
النور المبین آلفان حسن اعلام الوری ما اعلام الیسا کا ذاب الدینیہ لتخریص
المیصیہ تو انہوں نے اعلام الوری کو ابو علی طبرسی کی طرٹ منسوب کیا ہے اور سید ابن
ابن طاووس نے اسی رجال میں لکھا ہے۔ ومنہم الشیخ الفقہ ابو منصور محمد
ابطری صاحب کتاب اعلام الوری وعیون من الموفات علی مذاقیاس
ان حضرات کے باہم جو یہ اختلافات ہیں وہ اسی نہیں جو وائف پر مخفی ہوں۔ رہا یہ
کہ امین الدین ابو علی طبرسی نقیب جماد الدین ہیں یا نہیں۔ چونکہ ہمارے پاس اس وقت
صرف مختصر میں رسالہ میں مجسمہ انوار ایک رسالہ میں نقیب امین الدین لکھا ہے۔ اور دو
رسالوں میں کچھ نقیب نہیں لکھا۔ بلکہ ایک رسالہ میں امین الدین کے جد کو کنیت کے طور پر ۱۰
لکھا ہے تو ہم اسکی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے کہ نقیب جماد الدین ہے یا نہیں اور قاضی
مجیب اور صاحب نجات الریاضین کے بخیر کا حال تو صاف واضح ہے تو اذکار
احکام اس باب میں دابل اعتماد کے نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ یہ بات ثابت ہو چکا کہ روایت
رضا قاضی کتب معتبرہ شیعہ کی ثابت و تحقیق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کو وضع
کرنے اور کتاب کا نام نہ ہشتی کے کچھ ضرور متنبہ تھی تو اس کی صحت عقل سلیم
باور کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب نے الحقیقت علما شیعہ کے کہا بونین سے ہے پھر اگر حکیم
سلاست علی خان مرحوم نے اس کتاب کی حاج اسانکین کو بشمول مجمع السببان
وہ حاج ابو علی طبرسی کی طرٹ منسوب کر دیا تو اسکا اقتناع ہر کون سے دلیل قائم ہے جو کہ
منع ہو علی الخصوص جبکہ یہ ہی ثابت ہو گیا ہو کہ احتجاج و مجمع ہی اسکی طرف منسوب ہے
اور صاحب نجات الریاضین نے جو یہ دعویٰ کیا کہ مولوی حیدر علی رحمہ اللہ مدعی امین

کہ شاہ عبد الغنی قدس سرہ نے حجاج السالکین کی عبارت بناو سادست نقل کے ازالہ تغین
 کی عبارت اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں ظاہر ہے کہ مولوی حبیب الرحمن
 یہ دعویٰ نہیں کیا مگر اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علامہ سبیل
 المنزل و السلام نے قبول کیا کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکھا اور مولوی حمید علی صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس وجہ سے کہ حکیم سلامت کے قول پر استناد کر لیا خطا کی تو ہی
 ہم کہتے ہیں کہ یہ وضع و افتراء السنن کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس صورت میں اسکی تاویل
 جو قریب الفہم ہے یہ ہے کہ کچھ عیسائی نہیں اصل کتاب صواعق میں یہ لفظ مصباح السالکین
 ہو گا کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکی قریب المعنی وہ روایت ہے جو ہم نے مصباح السالکین شرح
 کبیر بن شیم بخرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کا تب سے لفظ مصباح
 میں حذف صداد اور ب کی جگہ لفظ حجاج حاکم و حکیم کے ساتھ لکھا گیا ہو اور ظاہر ہے
 کہ سیف السلول میں یہ روایت صواعق سے لی گئی ہے اور مخفی میں بھی صواعق سے لے گئی ہے
 ایسی وہ غلطی کا تب برابر چلا آئی ہو وہ سترقرینہ پہر یہ ہے کہ سیف السلول کا جو نسخہ ہماری
 پاس موجود ہے وہی موجود ہے اس میں حجاج السالکین لکھا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول
 تو یہ بات صواعق سے ہے اور دومین حجاج السالکین ہے دوسری یہ کہ خضر خاتم السالکین
 مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی لکھا ہے کہ سیف السلول میں حجاج السالکین لکھا
 تو غلط ہے کہ یہ یقیناً اس کا تب ہے اس طرح اگر صواعق کے نسخہ میں نسخہ کی غلطی ہوئی ہو
 اور یہی مصباح السالکین حجاج لکھا یا ہو تو کچھ عیسائی نہیں اور مصباح السالکین شرح
 کبیر بن شیم بخرانی کا نام ہے جو بیج البلاغت پر ہے اور بارہمہ صواعق میں وہ روایت
 روایت بالعمی ہو گی کہ حسین نقاشی الفاظ شرط نہیں اور یہ توجیہ علی المنزل و السلام نے
 ایسی کی کہ ہمارے پاس اسکی ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اسکی خصلت کمال
 کراہین ورنہ قرآن سے تو ہر عاقل کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ کتاب علیہ السلام

کتب معتبرہ میں سے ہر ایک پر عجیب نہیں کہ امین الدین طبرسی کی تصنیفات سے ہو کر ان کے اسکی
تفسیر مجمع البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علماء رشیدیہ میں سے بہت زیادہ متعصب نہیں
ہے تو کچھ یہ نہیں ہے کہ اس پر یہ روایت نقل کی ہو۔ غرض یہ کہ یہ تصنیف میں اس نام کی
کوئی کتاب ہو یا نہ ہو صاحب طعن الرماح کا یہ فرمانا چہ سب بعد است کہ این کتاب را خود
بر رخ ساخته باشد اور علامہ کشوری کا اسکی تائید و تقویت کرنا نہ اس لئے کہ وہ لاف لاف ہے اور جب
مسائل اربعہ کے معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابو بکر رضی اللہ
عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور میں ثابت ہو گیا تو یہ طعن جواب مطاعن میں شدید کا باطل افتخار رہتا ہے
ہو اب ہر کچھ ضرورت نہیں رہے کہ ہم بخاری کی حدیث کی بابت کچھ کلام کریں۔ مگر
شیطان السامعین دوچار لفظ اس کی بابت بھی گزارش کرتے ہیں کہ حدیث بخاری
میں لفظ فوجت فاطمہ کی نسبت اول ہم یہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ فوجت حقیقت اس کے
غضب کے ہیں بلکہ معنی غمت یا نرسٹ کر ہیں کہ اپنے سوال مذکور کے خلاف حق تھا جب
آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سوال صحیح تھا تو آپ کو غم لاحق ہوا جیسا کہ مقررین بارگاہ خداوندی کا
حال ہوتا ہے کہ ترک عزیمت پر بھی ان کو غم اور ملال لاحق ہوتا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنها صاحب پانی تھی رحمۃ اللہ علیہ سیف السلول میں فرماتے ہیں وجواب نزد فقیر است
کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث میں عبارت واقع شدہ است فوجت و لم تکلم
حتی مات و جدت لفظی است مشترک در چند معنی یعنی غضب و نرسٹ غمت آخر
کہ انہی نہایت الجریزی و اینجاد جدت را اصل را در مجمع مذکور یا بمعنی غمت استعمال
کر دہ بعضی روایات فرغ کر روایت حدیث بالمعنی کر دہ و جدت را بمعنی غضبت فمیدہ
امان قسم یاد دستہ و لفظ غضبت روایت کر دہ و غمتی این حدیث در حقیقت است
کہ چون فاطمہ جواب ابو بکر عنینہ و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کر دہ کہ سوال میراث
خلاف شرع واقع شد نہ است کتیدہ بر سوال کر دن خود میراث را انگلیں شد کہ این فعل

چرا از من ظہور شد۔ انہی لقب را حاجۃ۔ سلمنا کہ وجہ تبتی غنبت کے ہیں لیکن ہم کہتے
ہیں کہ عیب من غضبنا فقد اغضبنی میں داخل نہیں ہے کیونکہ اغضاب کے معنی یہ
ہیں کہ کوئی شخص بہت بغرض اپنی ہوا و نفسانی کے ایسی حرکت کرے جس سے غرض
اور مقصد و حضرت سیدہؓ کو ناخوش کرنا ہو تو یہ محل و عید ہو نہ یہ کہ شارع کے حکم سے کوئی
فعل واقع اور اتفاقاً بحکم شریعت جناب سیدہؓ ناراض ہو جاوے تو یہ داخل عیب نہیں
جناب امیرؓ کے ساتھ چند بار ایسی معاملات غیظ و غضب کے پیش آئی۔ بنجلہ اونکا ایک وہ کہ
ناخوش ہو کر آپؐ مسجد میں جا لیتے تھے اور حضرت تشریف لائی اور جناب سیدہؓ سے پوچھا
این ابن عمک آیتے فرمایا غاصبنی فخرج ولم یقل عندی خود حضرت تشریف لیتے
و یکہا مسجد میں لٹتی ہوئے میں آپؐ فم یا اترا ب فرما کر اوٹھایا بنجلہ اونکا ایک وہ کہ
جناب امیرؓ نے ابو جہلؓ کے بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اس پر حضرت سیدہؓ ناخوش ہو کر
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت شکایت پہنچ کر اور آپؐ نے اسکی یقینت فرمائی بنجلہ
اونکا ایک وہ کہ ایک لڑکی حضرت جعفر طیارؓ سے پہنچ گئی تھی اور جناب سیدہؓ نے
جناب امیرؓ کا سر مبارک اسکی کنار میں دیکھ کر کہ کس قدر غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیرؓ کے
مسمو نہ کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا بجانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر
شکایت فرمائی۔ بنجلہ اونکا ایک وہ کہ جب خلفائے نے جو کرنا اہل بیت پر نہ ختم شیخہ
شروع کیا اور جناب امیرؓ نے بحکم خدا قاتلے دیو صیت رسول صلعم صبر و سکوت فرمایا تو جناب
سیدہؓ ہاتھ ناخوش ہوئیں کہ کلمات استہجہ بحق جناب امیرؓ مثل جنین پر وہ نشین و خائنین و زنا
گریختہ فرمائی حالانکہ حکم جناب رسالتؐ ہو چکا تھا۔ یا فاطمہؓ انصی علیما فان غضب
غضبیت بغضب اور یہ واقعہ قریب وفات جناب سیدہؓ کے ہے پس اگر حکم
من اغضبنا فقد اغضبنی کلیہ ہے تو یہ واقعات ہی داخل ہو جو حکم ہو کہ عید
میں شمار ہو نہ ہو۔ اور اگر کلیہ نہیں تو طعن ہے سراسر لوج ہے تو اس صورت میں جبکہ

معاذ اللہ میں اسباب و شایعات اور کجی صورت و

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شرع کیا اور سپہر جناب سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام
 تو صدیق اکبر پر کوئی طعن اور وعید عاید نہیں ہو سکتی لیکن اس سبب جناب سیدہ کی طرف فراموشی
 اکثر من ہے تو اس کے لئے بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ
 معصومہ بہن اور نفس رکبہ نہیں اور کبھی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہو جاتے ہیں
 آخر جناب امام حسینؑ باوجود آنکھیں بڑی ہوائی پر در باب صلح فاطمہ زہرا علیہا السلام
 کو حق ایک ہی جانب تھا تو اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ کی ناخوشش ہوئی ہوں
 تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن یہ جواب علماء متفقین اہل سنت کے نزدیک مضبوط ہے کیونکہ
 جب دوسری توجیہ اسکی جس سے عہدت و نفافت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے
 ہو سکتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور یہ کہ بدعت کے
 معنی غمخت یا مذمت کے معنی سمجھو جا دیں۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ جملہ علم متکلم اگر آپ کے
 نزدیک عام ہو کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہیں کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث اعلیٰ
 اور اشراف و بیمار وغیرہ اس کے کذب میں جنکو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین میں نقل کیا ہے
 چنانچہ ایک روایت ہم ہی ازالۃ الغین سے نقل کرے ہیں۔ ہر گاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام
 در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند حضرت کہ پر را نگاہ حاصل شود تا در شا
 در آئینہ انجناب اذن داد ابو بکر بعد ازین عہد کہ بخدا کہ ذریعہ شفقت خانہ نہ آراء تا داخل شود
 و در رضا را کو شد پس تمام شب در صقیع بسر برد و پیچ چیز بر او سایہ دار بنمود پھر عمر آمد
 نزد علی و گفت تو میدانے کہ ابو بکر مردی پیرست و رفت قلبی دارد و مصاحب بار خاز
 بغیرست صلی اللہ علیہ وسلم دبا یضیق چہ بار آید ہم درخواستیم کہ نزد بتول ہر حاضر شویم
 در رضا و او کو شیم اگر توانی درین امر کو پیش امیر المومنین ذوی مضامین پیشید کہ من دین امر
 ساعی یبلغ بتقدیم میرک نام پس بخاند در آمد و گفت ای دختر بغیر این دو کس را دیدی
 کہ بار بار می آیند دل ب معذرت می کشانند و مرا تکلیف دادہ اند کہ اجازت برای شان حاصل کنم

حضرت امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پاس ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنے آپ کو سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے برابر قرار دیا۔

فایده فرمود که بخدا اجازت نخواهم داد و نه کلام با آنها خواهم کرد تا آنکه پدر بزرگوار را ملاقات کنم
و دفتر شکایت ایشان باز نمایم امیر المؤمنین گفت که من ضامن شده ام که ایشان را در خانه
داخل نکنم فرمود که اگر این ضمان اتفاق افتاده پس خانه خایه است در زمان محکومند بلکه
مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در هیچ چیز نخواهم کرد پس بر او انگیزه هرگز را
خواهی امیر المؤمنین بیرون آمد شیخین را بر فراغ داد و هرگاه جناب فاطمه زهرا را دیدند سلام کردند
و وی از ایشان بازگروانید و گفت ای علی پرده بر افکن در پستانرا فرو نماری شیخین را
بسوی دیوار گردانیدند ابو بکر چون این حال مشاهده نمود عرض کرد ای دختر رسول خدا باعث
آیدن نامت که خوشنودی تو اطلب نسیم داد غلط غضب تو خود را باز کشیم سوال است
که بخشی داری زلات ما گداز می فرمود ای شیخ کلمه باشد تا تو ای گفتم تا آنکه بخدمت پیغمبر خدا حاضر شوم
و معاملات شما را شرح دهم باز شیخین معذرت و پوزش را اعاده کردند و عفو و صغح را درخواست
بعد ازین فاطمه زهرا سوی علی رفته اند عنده التفات نمود و گفت که من حرفی باین هر دو پس
خواهم زد تا آنکه چیزی را سوال میکنم که ایشان از رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اند
اگر تصدیق خواهند کرد پس هر چه در رای من خواهد آمد بر آن عمل خواهم نمود شیخین خدا را یاد کردند
تلفت به تکلف به پرس از سخن حق تجاوز نخواهم کرد و بعد از آن وصف گویای خواهم داد و -
نمود قسم می دهم شما را بخدا یا و میکنید یا نه که رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شما را
وقت نصف شب بباب امری که حادث شد از جانب علی طلبیده بود و گفتند بخدا یا و میداریم
باز گفت قسم می دهم شما را که ای پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اید یا نه که میفرموده بود
پاره از من نیست و من از دیکم هر که ادا ایند می دهم هر از دیت میرساند هر که مرا در بنج می آرد
یا یقین جن را در غضب آورده هر که یا یقین او که شود بعد از موت مثل شخصی هست که انبار در
او را در زندگی من دهر که او را بنج دهد در حیات من هست مثل کسی که انبار دهد او را بعد از
مردن من گفتند بخدا از حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم قطعاً یقیناً شنیده ایم فرمود

اسے نہ باز گفت کہ خدا یا من ترا گواہی گیرم و اسی حضار گواہ باشد کہ این دو کس ہر اہم
 حیات و ہم دقت و فوات رنج دادہ اند کلام بایشان خواہم کہ ہر سچ تا آنکہ بقاء خدا ہم شکایت
 از شما نماند و افعال و اعمال شما یک یک گوئیم پس ابو بکر بول تو برگریست انتہی یہ روایت
 علی الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم المتکلمین سے اذاتہ الغنیمین میں نارسا سی من نقل فرما کر ہے
 اور اس طرح اور روایتیں ہیں جو اس کے ہم معنی لغت المصباح سے نقل کئے گئے اس کے صاف و مستقیم
 یہ کہ جناب سیدہ نے باوجود مکر و سرکشی و عہد و پیمان کے اور فتح شریعی کی کہ میں ہرگز اس کے کلام
 نہ کرونگی یحنین کے ساتھ کلام کی تو وہ جو یہ جو ہم باطل ہوا اور اسے الاحادیث کلام سے انکار
 کرنا لگو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اس کے چارہ نہیں کہ جو علم متکلم کو مقید کریں اور نہ یمن
 کہ بعد علم متکلم لفظ رضا وغیرہ مقدم رہے اور معنی یہ کہ یحنین کے ساتھ رضا و خوش دلی
 وقت وفات تک کلام نہیں کی قطع نظر اس سے کہ باوجود سنی و سفارش جناب امیر کے
 اگر جناب سیدہ یحنین سے راضی نہ ہوں تو مخالفت امیر کے جناب امیر کے جو امام برحق تھے
 لازم آئی اور نیز اس کے مخالف تھا۔ کہ من ذوہ مطیعہ شہام من مخالفت تو اس کے سچ حیرت انگیز
 کرو۔ جیسا کہ روایت بجا و علی الشرائع میں مذکور ہے اہل حق یہی ہیں ہی فرماتے ہیں
 کہ بعد علم متکلم مقید ہے بقصد فتنہ امردک اسے ذاک المال۔ اور معنی یہ کہ ابو بکر کے
 ساتھ معاملہ مذکور ہو سکتا ہے کی نسبت دقت وفات تک پہر کلام نہیں کی کیونکہ جناب سیدہ
 پر حقیقت اس امر کی واضح ہو گئی تھی کہ انبیاء کی میراث مالی نہیں ہوتی اور یہ ہی وجہ ہوئی
 کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد میں اس جاگیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ
 میں تقسیم نہیں فرمائی اور نہ بنی فاطمہ کے حوالہ کی بلکہ اس طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء
 سابقین کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ سلاطین و بزرگانی صاف شہادت و عہد رہے
 نہ فعلت الخلفاء بعدہ و کذا لک الے ان و لے معویۃ فاقطع ثلثا منہم ان اس سے
 صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت میں ہی مقصود ہوا کہ آپ ہی

او ہمیں اسی طرح کرتے رہی جی طرح خلفاء سابقین کرتے تھے یہاں تک عمر بن عبد العزیز
 رحمۃ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر درود کر دیا جس کی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہیں جس کا ابن میثم
 نقل کرتا ہے قالت الشیعہ فکان اول ظلامہ سر دھا تو اگر مذکور مذکور ہو گیا
 اور خلفاء و اصحاب بھی تو جناب امیر معصوم بھی اس سال میں اور ان کے شرکاء میں پس اگر
 خلفاء کا کوئی فعل نہ ہو تو اس فعل معصوم کے واقع ہوا تو اس فعل کی نسبت ان پر طعن کرنا
 درحقیقت امام معصوم پر طعن ہے اور یہ کہنا کہ خلفاء و ترکب غصب حق اور جبراً و فاعل جرم
 ہوئی گویا امام معصوم کے نسبت کہنا ہے بلکہ وہ امام معصوم کے نسبت ہے کیونکہ جناب امام حسن
 اس جبر و تسلط کو اپنی ہی زانہ خلافت میں نہ لکھا یا پس جب امام ابن معصوم کے جبر و
 خلفاء کے فعل ہوئی تو وہ کیونکر تحمل طعن ہو سکتی ہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ مخالف مذکور میں
 حقیقت خلفاء کے جانب تھی جو جناب سیدہ پر بیعت سننی حدیث خنساء شہداء الاخیار کے
 واضح ہو گئی تھی کہ پھر آپ نے اس معاملہ میں لب کشائی فرمائی اور ائمہ میں سے ہی کہنی
 اور سکا پیر نام نہیں لیا پس روایت بخاری سے خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کے طعن میں اس سے لال کرنا
 حضرت عجیب اور ان کے حضرت خدا صاحب انحضرت الریاضین کے فہم کی خوبی ہے پھر اس پر
 طرہ یہ ہے کہ بمقتضائی کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہیں کہ اہل سنت نے ناجائز
 ہو سکے مذہبی حرکتیں کیں اور بعد ان مثل مشہور الزین بیشب بکل حیثیت کے ہوئی اور کہنا
 و افتراء کہ شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا۔ حالانکہ بحول اللہ و قوتہ اس بارہ میں
 اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے لال شیعہ کا اچھل صحیح ہو سکتا ہے
 اور جب ان کے علامہ ابن میثم نے لکھا یا کہ جناب سیدہ راضی ہو گئیں تو یہ کہنا کہ نہ با و افتراء
 اثبات رضا چاہا کہ نہ با و افتراء کو اپنی علامہ فاضل متبحر ابن میثم کے طرف متوجہ کرنا ہے
 اب اس علامہ ابن میثم کی شہادت پر دیکھ کر کیسی کچھ حرکتیں مذہبی فرمایا بلکہ اہل حق کو
 مشرود ہو کہ ابن میثم نے تو بعد سریر روایت گویا فیصلہ ہی کر دیا اور فرمایا و فی ہذا، لہذا

خبط کثیر مد الشیخ وضا الفہم۔ تو خدا سے برائی نے اس طرف فرمایا کہ اولین شیعہ معادہ مذکور
 میں مبتلا خبط کثیر ہیں۔ اور اہل سنت کے خبط کا دعویٰ پس محض با دلیل ہے اگرچہ مدہ ہو ثابت کیجئے
 وفد نظر الدلائل انظار حجتہ علی انہم فقط دوسرے مذکور علی منقولہ آپ ہی عقل کو
 عقل نہ یا اور باوجود علم مناظرہ دانی اس پر ثبوت کو کہ اس سے سکوت بدرجہا بیشتر ہے تو یہ تبسیر
 ہمارے سامنی پیش کیا اقول حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں جب
 عبارت کے طلب کو نہ سمجھیں تو ہم فارغ الذہن یا شوس کر یا انہما ادھار مناظرہ دانی
 مطلب عبارت کو تو خود نہ سمجھیں اور ادا لہ الزام ہو کہ دین قول کہ غور فرمائی کہ بری وہ
 عرض صاحب میں گذارش ہوئی کہ آپ بدلتا دلیل ایسے علماء کہ دعویٰ لسانی کو تسلیم
 کر لیتے ہیں درست ہو کہ نہیں اقول ای جعفر ابحاث پہلے گذر چکی ہیں البتہ بخوبی واضح
 ہے اور اہل نہفتہ و فکا و دانش نہی بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ اپنے علماء کے دعوے
 ساقی کو بلا دلیل آپ تسلیم فرما لیتے ہیں یا ہم ہر ایک بحث میں جتنا دل چاہے کہہ سکیں
 قول تسلیم ہی نہیں کر سکتے بلکہ اس کے مقدرات پر نظر نہ کر کے فخر یہ بلکہ بطور دھکی مبالغہ
 خصم پیش کر سکتے ہیں انشوس و حیف ہے کہ یہی تو عقل و انصاف سے کام لیا کیجئے اقول
 یہ حیف و افسوس دل و انصاف سے کام نہ لینے کی نسبت حضرت محیب ہی کے عاید حال ہے
 کہ آگے اپنے علماء کے تقلید میں حق و باطل میں تمیز نہ رہی جتنا ہر ایک بحث سے واضح ہو
 ہم کیا کہیں اہل فہم و انصاف خود دیکھ لیں قولہ ایک خاتم المتکلمین کا یہ سننا
 و زعمینفات طبری کہ ہما والدین و امین الدین شہرت دار و محدث و محدث و دعویٰ و با
 ہر ادبہ و دلیل دعویٰ قابل اعتنا نہیں جواب تو درکنار۔ دعویٰ بے دلیل مشہور
 خود نہیں۔ چنانچہ جناب بھی اسی تسیر میں فرماتے ہیں (تو دعویٰ بلا دلیل کی طرح تو نقص
 تسلیم ہے جواب ہر بلا لا تسلیم کہ یہی حاجت نہیں کہ نہ دعویٰ بلا دلیل خود ہی غیر متبول ہے
 اتنی بتدریج حاجت۔ یہ تعجب ہے کہ ان بات تو میں کتاب مجاہد السالکین میں ہرگز نہ فرماؤں

خاتم التکلیف کے کلام نقل فرماؤ اس اپنے قول کا یہی پانچواں یا زائد قول ہمارا دعوہ سے
اثبات رضا و جناب سیدہ رضی اللہ عنہا ابوالکرخی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فہم میں
روایات شیعہ پر کیا اور ظاہر ہے کہ وہ موقوف مجاہد المالکین کے ثبوت تو ثبوت پر نہیں اور
نہ ہمارے اس اثبات تو ثبوت کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب معتبرہ شیعہ میں
دارودہ ہے تو ہمارا نہ عاٹا ہے اور جب ہمارا مدعا دوسری کتب یہی ثابت ہے اور مجاہد المالکین
پر یہی موقوف نہیں تو اس روایت کے وضع کر نیکیا اور نام کتاب کے ترشہ کی کا الزام خود
ہمارا منثور ہو گیا کیونکہ اس مسئلہ میں ثابت ہے کہ ہمارا کتاب کا نام بنانے کی ضرورت اور ثبوت
ہوتی جبکہ ہمارا اثبات مدعا دوسری پر منحصر و موقوف ہونا تو ایسی وقت میں احتمال نہا
کہ شاید نام کتاب یا خود تراش لیا ہو لیکن جب یہ احتمال ہی باطل ہو گیا تو ہمارے اس
اثبات کی ضرورت کیا باقی رہے اور اس کے اثبات کے واسطے اس قدر کہنا کافی ہو کہ حکیم
سلامت علیہ بیان درجہ دوم کے پاس تھا اور خاواد الدین و امین الدین طبرسی کی تصنیفات
سے ہے اگر بالفرض یہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارے مدعا کو اس سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے
اسی واسطے ہمارے نقل عبارت خاتم التکلیف صرف آپ کے صاحب طعن الرباع کو ابطال
دعویٰ کے واسطے کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے وضع و قرار
فرماتے تھے نہ ثبوت تو ثبوت میں اور اس کی ہمارے حاجت کیا اور ابطال دہلوی صاحب طعن الرباع
بخوبی واضح ہے۔ پیر حجاب کا یہ نہانا۔ ”تفحیح ہے۔ کہ اثبات کتاب مجاہد المالکین
میں جو اپنے بڑے فرزند سے خاتم التکلیف کے کلام نقل فرمائی اس اپنی قول کا یہی
پاس نہ آیا یا نہ نہا۔ محض حضرت مجاہد کے بخوبی فہم و اوصاف سرانہی ہے قول
عجب نہیں کہ صواعق سیف مسلک کو ہمارے ہی کتاب میں سمجھے ہوں۔ قول
سبحان اللہ حضرت کے خیالات اور دعوہ کو یہ کیفیت ہے کہ جو کتاب میں ہماری اور وہ
استعمال میں ہیں ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتاب میں سمجھے ہوں کوئی

حضرت سر پوچھے کہ یہ آپنی کیونکر سمجھا یہ کوئی اجتہاد ہی مسک تو ہے نہیں کہ اپنے اجتہاد
 سے یہ کیا ہوتا ہے اگر آپ محدث ہونے کے مدعی ہوں تو اسب سے فرشتہ کی زبانی جسکی
 صورت نظر نہ آئی ہوگی معلوم ہوا ہوگا۔ مگر یہ کیا اگر آپ اپنے علماء کی ہمتوں کہ
 جو علماء رشیدہ کے بیان میں بکین میں ملاحظہ فرمادیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے علماء کو تفسیر
 اہلسنت بتیمین تمیز نہیں ہے اور علماء اہلسنت کو اپنے علماء میں محدود کیا ہے
 قال الفاضل المحجب۔ قولہ قیاس کن زکلتا من بہار مرا۔ اقول جس
 عرض سے اپنے یہ مصرع زیب تحریر فرمایا ہے بے شک اگر ہی حال کے نہایت جیا
 ہر ہم ہی صادر کرتے ہیں بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی عاتقان
 خود یہ اند۔ قال الفاضل المحجب قولہ۔ اگر اسی غلطی کا استیقا کیا جاوے
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ اقول سبحان اللہ کونسی غلطی اپنے تایت کی بقول
 العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ جب آدمی عقل و انصاف سے کام لے لے
 تو جو سو نہ میں آوے کہے مثل شہور زبان لے اگلی نہ کو انہ کہتے۔ لیکن اگر سر ہم
 و جیا کی نظر سے دیکھیں اور عقل و انصاف سے کام لیں اور اسوقت بہ فرائض تو لبہ مضامین
 نہیں قولہ مقام استدلال میں ایک ایسی کتاب کا جو مثل عفا معلوم الاسم محمول
 الجسم ہے اور معلوم الاسم ہی آپکی ہی علماء کے نزدیک ہر حال دیا اور جس خصم انکار کر دے
 تو اسکی توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب ہمارے فلان عالم کے پاس ہی اور ہماری
 فلان کتاب میں اسکا نام درج ہے اور یہ دن دلیل کسی عالم خصم کی طرف نسب کرنا
 اسیکا نام غلطی ہے تعجب ہر کہ حسب مثل مشہور مندی اولیا چور کو قوال کو ذند ہی
 اپنی غلطی ہمارے ذمہ لگاتے ہیں اور دماغ میں کہ اگر اسی غلطی کا استیقا کیا جاوے
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ غ ان کار از قوا یدمدان چنین کنند۔ اقول
 حضرت یہ کتاب عفا صفت سہی لیکن ہم گذارش کر چکر کہ اسکا محمول ہونا ہمارے

استدلال کو جو مضمر نہیں ہے اور آپکا یہ سہرانا کہ جب خصم انکار کرے تو اسکو توشیح کے ثبوت
 میں یہ کہنا کہ یہ کتاب الخ محض خوش فہمی سامی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکا کواچھا
 توفیق ہے کہ یہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر فوج البلاغت میں نقل کی ہے
 پس یہ اس امر کا ابطال ہے جو آپ کے صاحب طعن الراح نے اپنی غلطی سے دعویٰ
 کیا ہے کہ چھ سبب سے کہ نام کتاب بخودش بدروغ ساختہ باشد۔ اور دفع وافر کو علق
 دہلوی قدس سرہ سبب کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب پر استہاد کتب مقدسین
 موجود ہے تو یہ کہنا کہ یہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہیں چاہیے
 اسی غلطی کے ثبوت میں ہمتے یہ عبارت نقل کی تھی۔ اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے
 ہیں انصاف سے فرمائیں جب یہ اس کتاب کا نام صواعق وغیرہ میں مذکور ہے تو صاحب
 طعن الراح کا اقرار کو حضرت علامہ دہلوی رح کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنوری کا ذکر
 تائید میں قرینہ قائم کرنا کہ جب باب بیوم میں اسکا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ خود اپنے
 ساتھ پر داختہ ہے وہ نو یعنی علامہ کنوری کے اور صاحب طعن الراح کی خطا ہے کہ
 نہیں افسوس کہ آپ یا میری گزارش کو سمجھا نہیں یا سمجھ کر دستہ اغراض فرمایا کہ اصل
 اعتراض کی طرف اشارہ کیا اور بیفائدہ جوش و خروش فرمایا پس ہم بجل اللہ و قوتہ
 آپ کی ہی غلطی آپکی ذمہ لگاتے ہیں اپنے غلطی آپکو ذمہ نہیں لگاتی۔ لیکن آپ ذرا ہم عقل سے
 کام لیجئے خصم کی مدعا کو سمجھو اور ناحق و ادبلا نفرمائی۔ اس سے صاف ثابت ہو کہ ہم
 جو عرض کیا تھا اگر اسی غلطی کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو صحیح تھا
 اور ہندی کی مثل جو تحریر فرمائی اسکا جواب ہم کیا لکھیں اہل دانش و انصاف سمجھ
 ہیں کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہوا و نیز اسکا جواب خالی از ہزل و طرائف ہوگا
 اس پر ترک کرتے ہیں قولہ ان جسی غلطی میں ہم نے ثابت کی ہمیں اگر ایسے
 اغلاط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضخیم تیار ہو چنانچہ آپکو جو ہمیں کہنے پر مجبور ہیں

اور صفحہ کے صفحہ اور ورق کے ورق اسی باب میں لکھی گئی ہیں اگر ہا حضرت مجیب کو
شوق ہو تو جو یہ تحفہ ملاحظہ فرماوین **اقول** جس قدر غلطیاں آپ نے علم خود تحریر
فرمائی ہیں بجز انہیں اغلاط کے ہونگی جنہیں صفحات و اوراق کھو گئے ہیں۔ پس اُن کا
حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر
قیاس کر لینا چاہیئے پس جبکہ ان جوابات کا یہ حال ہو تو اصل اغلاط بھی کچھ سے خود
قائم رہیں اور علاوہ اُن کے غلط جوابوں کے غلطیاں اور مزید برآں گنجین۔ پس جس قدر
غلطیاں جناب نے ثابت کیں گویا وہ اپنی غلطیاں ثابت کیں اور اپنی ہی غلطیوں کی
بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہمنے گذارش کیا تھا قولہ ارادہ تھا
کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیاں حضرت خاتم المحدثین کے ہدیہ نذر کر دین
چنانچہ کسیدہ رذہن میں انتخاب بھی کر لی تھیں مگر اس تحریر میں طول ہو گیا اور جاری نہ
اور عدم الفرصتی نے مجبور کر دیا اسلئے اور وقت پر مختصر کئے ہیں **اقول** کہ جو بھی
خیال تھا کہ کچھ غلطیاں جناب تہذیب و علامہ کنستوری و شہید ثالث و ممدوق وغیرہ کے
آخر میں ہیں مگر خیال میں موجود رہیں مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کے
اُن خوش فہمیوں کی اور اغلاط کی تصویر کشی نہ رہے جو اصول مذہب شیعہ کے لئے
بیخ کن ہیں تو اب کیا ضرور ہو کہ اور اُن کی خطاؤں کا اظہار کیا جاویں اور اگر انکی غلطیاں
ختم نے تسلیم بھی کر لیں تو ذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچ سکتا ہر اسلئے
ہمنے اُن ہی ضمنی غلطیوں پر اکتفا کر کے قلم کو روک دیا اور بیشتر بھی صرف آپ کی
تحریر ہی کی وجہ ہمنے گذارش کر دیا تھا اگر آپ اپنا سوال میں اس قصہ کو نہ چھیڑتے
تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جس قدر جناب نے غلطیاں تحریر فرمائی تھیں اُن کی کیفیت
بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیاں نہیں تھیں بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیاں
تھیں **القول** انصاف بخیر و مال کچھ لین قولہ اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا

تو پھر کبھی دیکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ باقی صحبتیں باقی اقول نہ ہم اس سلسلہ کے بادی ہیں اور نہ ہم کو اس کے جاری رکھنے سے انکار اپنے آپ کے شفیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے۔ جب تک آپکا اور انکا دل چاہے جاری رکھیے اور جب دل چاہے ختم کر دیجئے۔ ہم مامور محض ہیں اور ہر طرح حاضرین تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سبجہ لیجئے اور فیصلہ کر لیجئے **قال الفضل** اے محب قولہ۔ بنابر ان ہر قدر قلیل پر اکتفا کر کے تفصیل کو دو سو وقت پر منحصر کرتا ہوں فقط والسلام علی من اتبع الہدی اقول۔ جس قدر قلیل پر آپ نے اکتفا فرمائی اُس قدر ہم بھی جواب گذارش کر چکے۔ اگر تفصیل سے لکھیں گے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضرین والسلام علی من اتبع الہدی اقول **العبد الفقیر الی مولاه العتی** جس قدر آپ نے ہماری جواب میں تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر شائبہ کر چکے اور واضح کر چکے کہ محض اولیام باطلہ و خیالات لا طائلہ عنہی پس عقول انصاف سے کالیجئے تعصب و نفسانیت کو چھوڑیے۔ اور ابطال حق پر پناہ نہ ہو نیچے۔ و صراط مستقیم اختیار فرمائیے۔ وما علینا الا البلاغ والحمد للہ اولاً و آخراً دائماً سمر مل وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ وازواجہ وانشیاعہ و احبابہ اجمعین۔

اسکے بعد ہمارے فضل مجیب نے دو تحریریں جو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہارنپوری ہیں لکھی ہیں۔ پہلی تحریر میں بجز شکوہ و شکایت طعن و تشنیع کے کسی بحث سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تقیہ کی بحث بے محل چھڑ گئے اُس کے جواب کی چندان حاجت نہیں۔ اور دوسری تحریر میں حدیث بخاری سے جو متضمن تاخیر سیرت تاشش ماہ اور قصد اوراق سے تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعددہ میں موجود ہے اسکے تکرار و اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرات شیعہ کی خدا و رسول پر افتراء بہتان باندھنے کی عادت ہے اُسی عادت قدیمہ کے

موافق گذایا و افتراء بحوالہ سب عالم التنزیل تفسیر سورہ شین ایک بنی پر انبیاء سے بت پرستی کا
بیہتان باندھا دل ہذا الا کذب صراح و بہتان بواح۔ اول تو یہ ہی مسلم نہیں کہ نزدیک ہر ایک
نیت بہت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین میں کیسے نزدیک ثابت فرمادیں گے کہ
غرض سے کفار کی عبادت خانو میں جانا اور اونکو عبادت تو نہیں شریک ہونا جائز ہو دوسرے
یاد آتا ہے کہ جمع البیاء میں ہے کہ انبیاء کو تو تقیت تک یہی جائز نہیں۔ علاوہ ازیں
تفسیر عالم التنزیل میں ہرگز کسی بنی کے نسبت یہ نہیں لکھا ہے تفسیر معالم التنزیل
کتاب نادر الوجود نہیں ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے چکا دل چاہے حضرت محیب کا
افتراء کا بر کے افتراء کا جن سے فاضل محیب نے نقل فرمایا ہے ماننا
دیکھ لیوے۔

اب ہم اسکا جواب گزاش کرتے ہیں جو سولوی پیر محمد فاضل صاحب کے پہلی تحریر کے
مضمون میں یہ کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

قولہ حضرت مجیب مخاطب کی خدمت اقدس میں بعد ادب گزارش ہے کہ اپنی پہلی سوال کا
 جواب عطا فرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث میں طول دیا۔ میرے کسی قول کا جواب نہ دیا
 شر الکر و دلائل جو آپ نے دریافت فرمائی تھی کیا۔ مگر میں نے سوال میں عرض کیا تھا
 کہ اپنے اصول خلافت جو کہیں دلائل کہیں اسکا جواب کچھ ہی تحریر ہوا۔ یعنی گزارش کیا تھا
 کہ اہلسنت و جماعت خلافت اپنے اصول موضوعہ سے ہی ثابت نہیں کر سکتے غور فرمائی کہ یہ
 کتنا بڑا دعویٰ ہے مگر آپ نے کچھ ہی جواب دیا۔ اقول چونکہ وہ محل آپ کے پہلی
 سوال کے جواب کا نہ تھا اسلیئے جتنے تفصیلاً عرض نہیں کیا تھا اور مجملہ وہ بھی موجود
 تھا۔ کاس آپ تامل کے نظر سے ملاحظہ فرماتی۔ اور زائد گفتگو کی بنا خود جناب کے
 زائد گفتگو ہوئی تھی اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چھیڑا تو اوپر پرہیز نے
 ہی مختصر عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرماتی تو بہن یہی عرض نہ کرتا۔ اور اچھا فرمانا

کہ میری کسی قول کا جواب نہ دیا انصاف سامی سے بعید معلوم ہوتا ہے اس کے جواب میں
 بجز اس کے کہ ہم یہی کہتے ہیں اور کہیں کہ آپ نے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں دیتے
 جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ ثبوت خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہ اس تحریر میں
 بخوبی مفصلاً تحقیقاً و الزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو۔ قولہ
 اب یہ عرض ہے کہ اگر آپ کو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو بسم اللہ ہم بھی حاضرین
 کے شرط یہ ہے کہ جس طرح ہم نے آپ کو ہر قول کا جواب لکھا ہے اسی طرح آپ بھی ہمارے
 ہر قول کا جواب تحریر فرمادیں اور جو کچھ لکھیں بدل ہو اور اگر طوالت منظور نہیں تو صرف
 میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہو اقول اگرچہ ہم کو تطویل مدفرتہ تھی لیکن فراموشی
 سامی کے موافق آپ کو ہر قول کا جواب لکھا ہے اور جو کچھ عرض کیا ہے بدل عرض کیا ہے
 چنانچہ جناب پر انشاء اللہ تامل کے بعد معائنہ واضح ہو جائیگا قولہ ہم نے شرط ثلاثہ
 لکھی ہے کتب معتبرہ سے ثابت کر دین اگر یہ مقبول ہوں تو فرمائی کہ ان شرط سے شرط
 کون غلیض ہے اور اگر مقبول نہیں تو انکو بدلائل و فرمایا اور زاید باتوں کو نہ چھیڑی ہے ہم
 بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں اقول یہ شرط ثلاثہ کا ثبوت صرف بزرع سامی
 اور دس اور فی حقیقت ان کا کچھ ثبوت نہیں چنانچہ جو دلائل جناب نے ثبوت شرط ثلاثہ میں تحریر
 فرمائی تھی انکو ہم بدلائل و فرمایا چکر آپ کو اختیار ہے چاہی بحث کو مختصر فرمادیں یا نہ
 دین نہ ہم کو آپ کو تطویل کا کچھ خوف ہے اور نہ اختصار کے خواہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح
 ہو جائیگا۔ قولہ اگر آپ کو اس سیر کا جواب لکھنا منظور نہ ہو تو ہم کو کچھ شکایت نہیں۔
 اقول اگر آپ ناخوش ہوں اور میری نقلی و کجیر معمول فرمادیں تو میں دقتی بلا منت
 عرض کرتا ہوں کہ آپ کی یہ تحریر ہرگز قابل جواب و التفات نہ تھی اور میرے گزرنے چاہتا تھا کہ اس کے جواب میں
 قلم اٹھاؤں اور اپنا تفسیر اوقات گرامی کر دین اس سبب اس ماہ و قیوم ۱۳۸۶ تک اس کی تحریر میں نقل کرنا نہ آجرتا تھا
 نہ ہی میری غفلت اور نہ میری غفرت و قیوم ۱۳۸۶ کے بعد بالترجمہ جواب لکھنا شروع کیا۔ و لایقہ سے پیشتر ہی پسند اجزاء

متفرق طور پر تحریر کیا تاکہ وسط و یقین سے لازم و متحمم کر کے آج کہ چہار دہم جہادی ولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بجول اللہ و قوتہ اسکو ختم کر دیا آئندہ بھی محکو ترک و تحریر میں کچھ دخل نہیں ہے اگر
آپ کے جواب پر قلم اٹھایا اور محکوس کی تردید کا ایما ہوا بشرط زندگی انشاء اللہ تعالیٰ
میں تھما اس کا جواب لکھوں گا ورنہ میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ ایسے خرافات و مہملات کے
جواب میں قلم اٹھانے کو میں سراسر تضييع اوقات تصور کرتا ہوں **قولہ** صرف آپ
خلافت خلفائے ثلاثہ اپنی ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرمادیجئے **اقول**
بجول اللہ و قوتہ ہم خلافت خلفائے ثلاثہ کو آپ کے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہیں آپ اس کو
عقلان انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادیں اور آپ کو معلوم ہو کہ ہمارے نزدیک مسلامت
فروع میں سے ہر پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرمادیجئے خلاف عقل
ہے کیونکہ غایت مافی الباب و وقوع اختلاف اگر ہو گا تو موجب عدم قطع کو ہو گا اور یہ
خود فروع میں ضرور نہیں بلکہ فروع کے ثبوت میں صرف ظن کافی ہے۔ بالہیہ ہنہ
بلا اختلاف خلفائے ثلاثہ کے خلافت کو آپ کی اصول پر ثابت کر دیا ہر اور واضح ہو کہ اختلاف
منفی سے وہ اختلاف مراد ہر جو ناشی عن دلیل ہو ورنہ سفسطیات کا انتہا تو نبوت بلکہ
الہیات میں بھی ممکن نہیں **قولہ** غور فرمائیے کہ ہم کہا تک وسعت دیتے ہیں یہی اس
صورت میں ہر کہ آپ کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی **اقول** اگر جناب کو وسعت ہی
پسند خاطر ہو تو لیجئے ہم بھی وسعت دیتے ہیں کہ آپ زاید باتوں کو ترک فرمائیے اور صرف
امامت کا اصول میں سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمائیے یا امام کے لئے صرف عصمت
ہی ثابت کر دیجئے **الطائفة** تو آپ کیسے ثابت فرمائیں گے۔ اور اگر آپ تحریر کے
تطویل سے گہرا تھ ہوں اور بیماری و علیم مصرعی سے مجبور ہوں تو ہم آپ کو ایک عمدہ تدبیر
بتلاتے ہیں کہ آپ ہکو تحریر فرمادیں ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا
اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں گے اور یہ

اس صورت میں ہر کہ آپ کو یا آپ کے شیفت کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی ہو کوئی شکایت
 نہیں ہے یہ صرف اسی لئے عرض کیا ہر کہ آپ کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ اہل سنت کی ہر نسبت آپ کے
 دماغ میں یہ سایا ہوا ہے کہ میری تحریر و تقریر کے مقابلہ میں مخالفین میں سے کسی کو مجال
 دم زدن نہیں پس اگر فی الواقع آپ کو یہ خیال ہو اور اہل سنت کی نسبت آپ خیال
 کرتے ہوں کہ وہ اپنی اصول کو ثابت نہیں کر سکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے
قولہ آخر میں بعد نیاز یہ ہی گزارش ہے کہ اگر اس تحریر میں غلطی و سہو ہو ہو تو بنظر
 اصلاح ملاحظہ فرماوین کہ چونکہ مجھے جیسا جاہل و نادان ہرگز اس لایق نہیں کہ اس شخص
 جو علماء اعلام کا کام ہر کچھ لکھے محض اپنے شیفت دلی کی خاطر سے کچھ لکھ گیا
قول یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و ہضم نفس پر مبنی ہو ورنہ اپنی تحریر مقابلہ خصم
 ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہیں پیش کرتا۔ اصلاح کے لئے اپنی اساتذہ کی
 خدمت میں پیش کیا جاتا ہے پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اس کے موافق ہونے حکم کی تعمیل کی
 اور جو کچھ نظر سرسری میں بائین قابل اصلاح آئیں بعد ادب عرض کر دی۔ -
قولہ یہ بھی عرض ہے کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عند اللہ معاف فرماوین
 میری غرض آپ کو یا کسی کو سچ پھنچانے کی ہرگز نہیں ہے خداوند تعالیٰ علیم ہے مگر آپ
 جانتے ہیں کہ مباحثہ مذہبی میں احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ
 بولے اور لکھے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ و اسلام خیر تمام۔ سہرا عیب
 و شین فرزند حسین عفی عنہ۔ ۲۷ محرم الحرام۔ مطابق ۶ نومبر ۱۸۵۵ء عیسوی
اقول یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و لطافت اور کرم و اخلاق سامی ہی ہر چہ
 بندہ نے بھی الزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتیٰ الوسع تحریر نہ کروں گا
 تاہم اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو مدد معاف فرماوین کہ میرا
 قصد بھی ہرگز سنج رسانی کا نہیں ہے خداوند تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو معاف فرماوے

اور توفیق خیر کی عطا کرے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وازواجہ واصحابہ اجمعین
 قالہ بسمہ ورقمہ بقلمہ کثیر الخطا باو المعصیا
 کثیر الذنوب والاثام **خلیل احمد**
 وقفہ اللہ للتزود لغد عند اقامتہ
 فی بہا و فخر صانہ
 اللہ عن الغن

والنثر

سکالچ عشر شہر محرم الاول سنہ الف و ثلثمائے و اربع مہجرت سید المقلین صلی اللہ علیہ وسلم

الذکر

آٹھ تحریر رسالہ ندامت حضرت مجیب علیہ السلام سے حسن المقال جو بجا اسباقم
 مؤلف کرمی پیری عثمانیت احمد صاحب سلمہ قدوسی لنگوہی کے تالیف ہوا
 بعض احباب کے ذریعہ سے میرے پاس پہنچا اور دیکھنے سے حضرت مجیب کا
 پایہ علم و فضل اور مرتبہ انصاف اور پی بخوبی معلوم ہو گیا۔ چونکہ مسائل خلافیہ کی اکثر
 بحثیں اسی جلی ہیں اور ایک بڑے مسئلہ کی بحث کے ضمن میں بہت سی چھوٹے
 اور بڑے مسائل میں گفتگو آجاتی ہے اور یہ رسالہ ہدایات الرشید بہت
 سی مسائل خلافیہ کے بحثوں کو شامل ہے جو تفصیل اور میں لکھ کر گئے ہیں۔ اس لئے
 حسن المقال کے اکثر اور بڑے بڑے بحثوں کو جوابات تو اس رسالہ ہدایات الرشید
 میں آگئے ہیں۔ لیکن حسن المقال کے وہ بعض بحثیں جن کا کوئی قریب تعلق اس

رسالہ کے جموں کے ساتھ نہ تھا اونکا جواب اس رسالہ میں نہ تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ
 کہ خاتمہ رسالہ پر حسن النیال کے اون بچوں کا جنکا رسالہ ہدایات میں جواب نہیں لکھا
 گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکھونگا اسید واسطی اشار ابحاث رسالہ ہدایات میں اونکی تردید
 کی طرف آیا اور اونکی ضمنی ذکر کا یہی اتفاق نہیں ہوا۔ بعد ختم رسالہ ہدایات معلوم
 کہ جامع بین العقول المنقول حاوی فروع و اصول حافظ کلام اللہ جناب مولانا
 مولوی شمس الحق احمد صاحب دام اللہ فیوضہم ساکن قصبہ انہضہ ضلع
 سہارنپور نرملہ بیانیہ جو میرے پڑے پڑے ہریانہ و مخلص میں اوسکا جواب غائب کر
 جو تحصیل النیال باصلاح حسن المقال ہے تحریر فرما رہے ہیں۔ لہذا اس خیال سے
 کہ تحصیل النیال حسن المقال کے جواب میں کافی اور اسکی تردید سے معنی ہوگا۔ اور نیز
 بجای خود یہ رسالہ ہدایات ہی کی قدر طویل ہو گیا تھا بندہ نے اپنا ارادہ اوسکی
 تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ تحریر کرنے کا تھا ملتوی کر دیا۔ ان حضرت مجرب نے
 حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبرتیں لکھ کر اپنی کمال تقدس اور دین پر شہادت
 دی ہے اوسکی نسبت اس قدر لڑش ہے کہ دل چاہتا تھا کہ ہم بھی چند عبرت الگ
 واقعات جو اولین و آخرین ان حضرات کو پیش آئے مفصل طور پر ہدیہ ناظرین کو
 چنانچہ اہی مولانا مولوی سید زین العابدین مظلوم کے قتل اور شہید ہونے کے
 بعد جو اہم بعض اعیان ملتان کے بیان پیش آیا تقریباً اوسکا نمونہ ہے جیسا بعض
 ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعداد کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین و دیانت کے
 نزدیک واقعات عبرت الگیز عبرت حاصل کرنے کے لیں ہوئے ہیں نہ نسبت
 کو لیے اس لیے ہم نے اسکو شعبہ انصاف سمجھ کر محض خداوند تعالیٰ کے خوف سے
 ترک کر دیا اور اس پر تسلیم نہیں اور ہمایا۔ سبحانک و مجدک اشدان لا الہ الا
 انت استغفرک و اتوب الیک اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما استترت

وما احدثت وما انت احدث من عندنا انما التقدّم وانما التخرّج الى الله الا ان شئت

تصديق

اوجباتي في ايت فضيلت واه الوالدين في العارفين عاريج عاريج
ولايت نابع سابع انوار ابد ايت امور كالتقنين وسليم مشد صراط مستقيم
پيشوا اصحاب طريقت مستقيم ارباب حقيقت مقيم مقام منزل ايت

قافله سالار حل حق ايت تقنين مجاز شناس حقيقت ايت خلعت پسند جلوت
بيان جبرعه نوش وحدت الوجود والتجريد شيخنا شيخ غلام فرید صا
سلام الله اللطيف سجاد حقین چاچران شریف دامت برکاته

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کمال مولوی خلیل احمد صاحب روضۃ قتالہ فضلہ شیعہ راجستھ
مین تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے ملو اور مطابق ملت قدسہ الہ سنت و جماعت
کے ہے میں یہ مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہوں کہ جو جو مولوی صاحب لکھا ہے
فی الاصل صحیح اور درست ہے۔ والسلام علی آتبع الہدی -

الحمد
نخاکپار فقرا غلام فرید پشی حنفی معنی عنہ تعلیم خود

تقریب و پذیر و تحریر و نظم بصفت یک از هر فقره اش ۱۰۰۰۰
 بود ایشود چکیده علم با قوت رقم ناظم نگین خیال ناشر عدیم المثال
 سباح بحر نکته والی سیاح قلم بیان معالی اسوة الکاتبین مولوی
 عزیز الدین صناخوشنویس حضور سرکار ابد قرآولی ریاست بیاد پور خلد ملکه

هُوَ الْغَزِيرُ الْغَنِيُّ الْمَلْجَأُ

حبذا کلام کتاب کمال + با فضل قاور بهیال + و بعنایت عاشر سید الانام و صاحب
 الحسام و سلم + و بغیرت چهار بار دال المجا و اهل جود و کرم + چه کتابیکه هر حرفش بود
 و چه کلامیکه معانی او مفصل و مهذب + پُر از سر و خوبی چهار بار + در توصیف
 ال سبارک و اظهار + از هر نقطه او هر بردل شیعیان + یا هر الف او تیر و دل حسان +
 بهجت امامیه تیر عقیده + و خواج ادرج بر رخساره + بی رافضیان ناوک
 نرین + بلکه تفاک درد از بهر هر بدین + منشور شهادت + یا توقع طمانیت +
 یب ده مجلس عالمان فوی العقول + و تیرگی افزائی ل کانه حاسدن استقول +
 ال سار یکسر غریب ناحق + الحق مشابده قدرت حق + تیر ادب بجز دشمنان
 ادب + در سینه بدینش حسام تب + دران ردال الشیخ + ببلای خوب
 شیخ + جابجا عبارتش فصیح بوجه حسن + و بضمیمه زبی جواب زندان
 ن + وارغ دل ال نفاق + کلامه از معانی ال مذاق + کلیه خیالات عقل +

بمسوط از ثقات نقل + روایات اوستند از کتب الماسیه + چهار یزید دهنجین مقبول
 مذہب حنفیہ + جهان آرا نسخہ رنگین + نکته نادر و ستیرین + منشور من + رفع
 بطن + سحان اندچہ کلا میست بے بدل کارزید و شنبید بعید + دنام نامی آن
 کلام ہدایات الرشید + از تالیف شیخ عالم سعید ربانی + امام احمد دفتار
 کلام یزدانی + رکن دحامی دین خدا و رسول + راست گو عالم مغول استقل +
 وحید الدہر شریعت پناہ + مستند و طریقت آگاہ + قاری بابوب و حاجی
 حرمین شریفین + مقبول و معزز بجانق دارین + یاد فقہای مبارک خصال +
 وسید المدین بے مثال + جناب قدس باب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب
 عالم اہل دین دام بالفیوض و الموابب + حسب ارشاد و ایداد جناب علی التاج
 قدسی نژاد والاہناد + قدود و دودمان بنی وزیدہ خاندان علی سید صاحب دود +
 سہل خاندان سیادت + نژاد و دودمان بنی بابت + منبع فیض ندیم سلطان +
 انضال الناس سبب امن و امان + اخلاص کیش و محسن من + مراد جهان فیض
 زمین + زہی فرمان برچار بار رسول + دہی آن مطیع آل رسول مقبول +
 سید غلام مرتضی شاہ صاحب بی ریب و شک منظر جود + شکر ادیکی از ک
 بیع و جہ نتوانم نمود + زیادہ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا + و از قصور و ریب
 المنون بگہدار دوی را + بمطیع قدوسی طراز طبع گرفته + ز سعی حب
 عبد القدوس رونق یافته + حلیہ تمام پوشیدہ پسند دل دانا کردید + در
 دیدہ احباب یقین سرمہ نور شبہ + التماس بجناب والا طبعان ستودہ آمین +
 بصد عجز و ہزار نیاز از نیاز مند عقیدت گزین + واحقر العباد نبیاد آگہن
 غریب الدین عتیق عنہ میرود + کہ با چنین سباق طرز کلام بے محاورہ میتود + اگر
 بنگاہی عظمی دہشی فہم نامند + از راہ والا غشی و اگر دے معاف فرمایند +

وله قطع تلخ که از هر چهار عشرت چهار سه جدا جدا پیدا میشود

بفضل اشکایں نسخہ کام جان

علیو ۸۹ ۱۸

زہر چار مصرع سنش میں جدا

15 94

شده حکم با تخیر علی طعن رس

یکم ۱۹

نه‌ای طبع شد سخولی نعل عیب

۱۳۰۹

وله قطع تاریخ صنعت زر و رویشات

حضرت مولوی طیب علی احمد

مرحہ گفتار و تہذیب اسلام

شست و دو جاک سینه جاسه

مال تارخ او چو می بستم

فی عزرا از بنات و زمر

کرو تصنیف این رسالہ کو

پیر خلیفہ عبدوزکشتیہ

کتابخانه عمومی

آمد از غیب این ندائی که

جواب کتاب

جندول زبرد و دینار	ماده تا شرح	بجای کتاب شریف
مخبر	زبرد	مخبر
۳	۱	۳
۳۵	۳۵	۳۵
۱۳	۱۳	۱۳
۱۱	۱۱	۱۱
۳	۳	۳
۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱
۴۰۱	۴۰۱	۴۰۱
۱۱	۱۱	۱۱
۳	۳	۳
۳۴۰	۳۴۰	۳۴۰
۱۱	۱۱	۱۱
۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰
۴	۴	۴

قطعه از بحر زنجیه کلک گوهر سگای فیروزالدین صاحب خلف الرشید مولانا مولوی غلام علی صاحب انفق تلمیذ و
خواهرزاده مولوی عزیزالدین صاحب ششونش برص سگای گوهر انوار احوال ملازم سرکار فیض آباد بهاولپور در اقصای

حضرت مولائی خلیل احمد

جاوہری قول و محدث فقیر

ما یکن باطن ازل حد

ناضل و ستم حافظ و عالم اویب

جامع مشغول منقش

نوروز و سوره صا حریب

دارما و الف غنم امر و هذا

حامی دین و حاج مستحکم

از آنکه زود و لیا محبت

...

کتابخانه عمومی

یا محمد رشک است خوار احمد

کر، تصنیف: کم عمری

روپے چالیس سو پچیس

قد اجمع فیہ صریح بالظاهر من کتاب سینفیدل من کل حال الشک	من یزین غرضه کأنه جاد و جری باطلان کا کل الحقائق فی البذل	ینج الشاد وید الصلا یسع لجهل و بطلان الذین و یطال البطلان لیل و ینال عن کل فتن معنک و یدلک حقاً و یقیناً	نارنجہ قال جید الملک کنا الخلیل مجید و احسن مناری
جناب نوی صاحب مکرم مرب کر در درویش چو خیرین با لک راج	ادب فاضل مقبول و زاهد کتابی را بر بران و شواهد مستارع خصم او گردید کاسد زوی تاریخ طبعش گفت مالک	خلیل احمد که اورا نیست ثانی خلاق و باوصان و محاسن خوش است چون دل و فرایند نمونه بر صفات جسم عاید	جواب نوی صاحب مکرم و ید الصبرین علم و شرفین چو ابراهیم عیسی ملک زین جزا و اندر فی الدارین خیر
فقط تاریخ از طبع قلوب و شفا عالم الکونین علی السبیل است یا نبی جاسمید زمانه صفا قصید و تزیین سے تختی بر کتب و کتابت زادیم و تزیین	تشیق مہربان شکیان ہے تفصیل نمین نظم انکا کبان ہے کشیہ طین کی کوتراں ہے ارمنون آپکا سارا جہان ہے	غلیظت وجود انکا جہان ہن ہدایات الرشیدان کا رسالہ بر آروستان خوش گل کی نیا نازی نے لکھا بخت کی روستا	جواب نوی صاحب مکرم و ید الصبرین علم و شرفین چو ابراهیم عیسی ملک زین جزا و اندر فی الدارین خیر
تقریظ منظوم کہ مستطاب مخارج معیت مہربان فظ محمد عبد القدوس قدسی غفر اللہ لہ و لو اللہ و ان الیہا و الیہ۔ مالک مطبع قدوسی۔ واخبار صحیفہ قدوسی دہلی	زبان نامہ فہم جرحی ہے کونوں کی لکڑی خوش تر ہے اے کسان پر تربت ہو کردی دو دیکھو خوب چھالی ہو کر	مازین کو ہے روانی بہو جائیں کیا ہو کے پانی اُسی کو ڈر سکا سیدہ ہوا کہ شیخ کو بٹاؤن کہتا ہے دانہ	زبان نامہ فہم جرحی ہے کونوں کی لکڑی خوش تر ہے اے کسان پر تربت ہو کردی دو دیکھو خوب چھالی ہو کر
بست کر تل با نثار کا نال ایک کم میں جلتی تارے طیعت پر خون من گھامنی فرود آئند با لاث تابند	سکھ گلوں میں نثار کیا بال جواب کیا سمجھتیں اشارے مجھے یاد آگے دو شعر حاجی سکھ فرخہ بیرون نیابند	نفس ہی دمدم زبر زبر ہے زمین آسمان سب کو منقاد زیام آسمان تار کر خاک سحاب رزق اسکا سب پر بار	بست کر تل با نثار کا نال ایک کم میں جلتی تارے طیعت پر خون من گھامنی فرود آئند با لاث تابند
چرخ لکڑی کے ات میں ہے ادامی نے کی کہ نہ باری طیعت خود بخود ہو گئی محمد ابن بکر اللہ کس ہن	سکت اندھی کی ڈال میں ہے آواز بست ہی کی آئی بارش سند فکروں ہوتا پر بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	خدا کی کنز نائی کی نہیں تھا ہوا جنت کا کس کی آہنگ مگر ذکر شہ ختم ز سب ہے وہین قائم ہے شہنشاہ	چرخ لکڑی کے ات میں ہے ادامی نے کی کہ نہ باری طیعت خود بخود ہو گئی محمد ابن بکر اللہ کس ہن

نارنجہ چن نہ پڑد
از می یکل چن نہ پڑد
ایک طرح در در شہنشاہان
کدور در در شہنشاہان
برایا کس کہ بر شہنشاہان
نارنجہ چن نہ پڑد
از می یکل چن نہ پڑد
ایک طرح در در شہنشاہان
کدور در در شہنشاہان
برایا کس کہ بر شہنشاہان

چہ ترمود و تصدیق مدالائی من
کتابت عباسی خدی و نض
دکنہداری و دیوہام
تجدید شریعت من کی ارض
پی سال طبعش گوگر سر سید
نامی لکائف
نہی ارض

وہ بھائی لہدی اس کے گھر میں
 رہی نگہ دہی گھوڑی میں
 انہیں سہو کنی ممکن نہ
 ہرگز کہہ دیم مفسدہ و غار
 وہ پہلے جائیں مصلحت میں
 حراتی ہیں وہ انالی عزم میں
 میں کہیں ادا کے گھر
 میں تھاں مفسدہ شرم گیا وہ
 کہتا اس کے بابہ سہ مرکز
 مکتی مرقی ہیں بعد کے
 میں ہی چشم نکالیں یہ
 نکال کہاں کی لہجہ میں
 میں حاصل ہو وہ حق سوز
 میں اس کے گھر نام نامی
 کیا نہ سبھی کا میں حور
 میں تیریں تریوں کو دہلا
 میں دل کی ہے لہر
 میں بنو لوں پر کرتے ہے شہر
 میں مجرم میں حوش
 میں کاٹا وہ خوب طرب کرت
 میں وہ بارہ
 میں ترک حرم کی پرگٹہ
 میں میں حلمات جمعی
 میں جو کہہ کہا جا کہا کہ
 میں کی کوئی سال میں
 میں ملک روایت کیجے

المعبد القديم

عبدالله گمراه آید

[illegible]

میں شاعت کا دیر

طبعة تاريخ عيسى
الملك الامام اسامه
الملك اسامه اسامه اسامه

دی میں مسند امر و زما ہی
 دینی نگوں عالم کو سب سے
 ملک پر تاج پہنہ برائیں ای
 کیا اور جس سے اسکو حق
 و بار بار رحم الہیں میں
 شہرت کا لقمہ حید
 کا کار کا زنگر جسم کا ری
 دہی میں مٹاؤ شکست
 لاس میں اگرچہ میں در چتر
 ابھرتا کہ شکستہ مقابل
 رتہ و میر کا گھن
 غافل میں معافی میں لی کر
 کی جی غافل راہنی میں
 کون کا دہ بنیر و عالم ہو
 ام العید اس رسالہ
 اس اب پیما ہر کرب
 حروت و محبت ہستی
 صاحب میں باع و فہ
 کرتے ہیں خواہ فی
 یا کلام اللہ سکار
 کی تری کے انگر دنی
 جی واری کا عجیب ملک
 درستیوں کا ای
 لگا لگا جنگو لطاف
 ہی نامان

سید علی ہجویری

حضر سمنو ط
الحال وروادادام | کردادو-
و سمنو ط

[illegible]

قطرہ تاریخ سال
مکرمہ اب ہماگاہہ شہر

۱۳۰۰ هـ
 قلمی مطبوعه امروزی
 ۲